رجسٹرڈ ایچ ۵۰۷

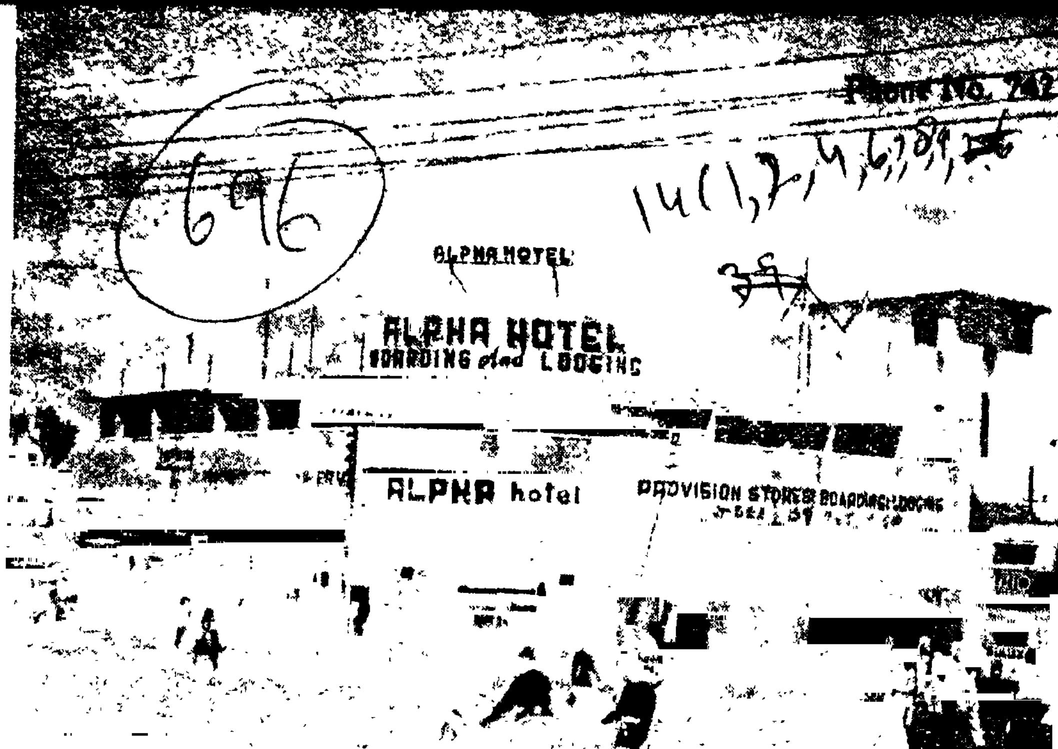
ترجمانِ اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے — لیا — خیر خواہ شاہ حق آگاہ ہے شیراز ہے

تار کا پتہ "شاہ"

شیراز

قیمت پانچ آنے

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی



SECUNDERABAD

GRAND HOTEL

اصلی ایرانی زعفران کی بریانی

گرانڈ ہوٹل



DAWN

Garden Restaurant

گارڈن رسٹورنٹ لاج اینڈ پراویژن اسٹور

قیام و طعام کا شاندار مرکز

مانا کہ ... میں بہت سے ... ہیں مگر

★ پر فضا و صحت بخش مقام ★ آرام دہ عصری فرنیچر

★ پاک و صاف کشادہ کمروں ★ لذیذ اور صحت بخش کھانوں

کے لیے گارڈن لاج آپ اپنی نظیر ہے

ایک بار گارڈن لاج میں قیام فرما کر آپ اپنا اطمینان فرمالیجے



شیراز ہفتہ وار

جنرل H507

ایڈیٹر :- سید صمصام شیرازی

مقام اشاعت :- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴

روز جمعہ

۶ نومبر ۱۹۵۹ء

۲۴ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ

شمارہ (۲)

غزل

(مطلع) اے خوشا بخت کہ در پردۂ دل یاری ہست | ہمچو پروانہ و بلبل کہ مرا کاری ہست

ساقیا ختم مکن گردشِ صہبا کہ ہنوز | در چمن ہر طرف از رنگِ گل آثاری ہست

ہوشیار اے دلِ دیوانہ ز ستمِ قاتل | کاکلے گرد رخش ہست کہ این ماری ہست

دوش افروخت چہ نور ز بہ جانِ مرغان | مثلِ لالہ بہ چمن سرخ کہ منقاری ہست

وقت است کہ نیرنگِ زمانہ گوید | غنچۂ نورس خوشرنگ سر خاری ہست

صورتِ شمع کہ از سوز گدازم ہر شب | بستنِ لب کہ مرا آیت اظہاری ہست

(مقطع) نزہت خاکِ خراسان شنیدم عثمان
مثلِ جنت کہ در آن ہم گل و گلزاری ہست

(منقول از نظام گزٹ)

مرقوم ۲۷ راکتوبر ۱۹۵۹ء

مستحکم خیال نذری بالغ یا مفید مشورہ برائے غور

فرمایا کتاب خلافت معاویہ و یزید کا مدلّل و معقول جواب کتاب کی شکل میں اگر دینا ہے تو یہ کام
علماء شیعی ہی دے سکتے ہیں جو اس کام کیلئے ہر طرح موزوں ہیں۔ (ایک کمیٹی مقرر کر کے متفقہ طور پر) جس میں قابل افراد
مذہب [illegible] ہوں۔ مثلاً (بہ شمول مولوی علی نقی صاحب مقیم علی گڈھ) مولوی کلب حسین صاحب (مقیم لکھنؤ)
مولوی حافظ کفایت حسین صاحب (مقیم لاہور) و مولوی ابن حسن صاحب نونہروی (مقیم لکھنؤ) و مفتی
جعفر حسین صاحب (مقیم لاہور) جملہ پانچ اسم۔ اور لکھے گا کون تو میرے خیال میں مولوی علی نقی صاحب
مجتہد لکھنؤ سے بہتر کوئی دوسرے صاحب چاہے اسی گروہ کے کیوں نہ ہوں نہیں ہو سکتے کہ اسکی مشق
مولوی صاحب مذکور کو اچھی خاصی ہے۔ اب رہا معاملہ مصارف طباعت کتاب کا اس پر بروقت غور
ہو سکتا ہے اور مطبع سرفراز لکھنؤ سے بہتر کوئی دوسرا مطبع نظر نہیں آتا (اشاعت کے لئے) بہرحال
اگر پہلے یہ مسئلہ قطعی طور پر طے ہو جائے تو پھر کام شروع ہو سکتا ہے۔ البتہ چونکہ یہ کام اپنی نوعیت کے
لحاظ سے اہم ہوگا (جو مذہبی مسائل اسلام سے متعلق ہے) تو اسکی تکمیل کیلئے کم و بیش ایک سال درکار ہے۔
ساتھ ہی اگر یہ انجام پائے تو یہ ضرور ایک علمی خدمت ہوگی مذہب اسلام کی یادگار یا کارنامہ ان اصحاب کا
ہوگا یہ اہم کام دل دہی سے انجام دیں گے۔ اپنے مذہبی عقائد کی روشنی میں یعنی مذہب امامیہ کے جو اُن کی
حد تک محدود ہوگا کیونکہ وہ ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔!

دیگر مولوی علی نقی صاحب آیندہ ماہ رجب میں بغرض مجالس عشرہ امیر یہاں آرہے ہیں تو میں
ان سے بل کر اس سبجکٹ پر گفتگو کروں گا اور نتیجہ سے متعلق نظام گزٹ میں مضمون آئیگا جسکی سر دست
جلدی نہیں ہے۔

بقول۔ دیر آید درست آید

نوٹ۔ اصحاب مذکورہ کو انکی محنت شاقہ کا معاوضہ بھی ملیگا یا نہیں۔ یہ مسئلہ بھی قابل غور ہے۔

مکرر۔ فرمایا اصحاب نمبر ۳ اور نمبر ۵ سے میں واقف نہیں ہوں۔ مگر میرا خیال ہے کہ اول الذکر صاحب
شاید یہاں آئے تھے جو نمبر پرنس کے مجالس عزا پڑھنے کیلئے دیکھو وقت جسکو کچھ عرصہ ہوتا ہے۔ اور موخر الذکر
صاحب نمبر ۵ کو بھی نہیں جانتا کہ شاید وہ یہاں نہیں آئے تھے۔ مگر مولوی صاحب نمبر ۱ کی زبانی سنا تھا کہ
ان کا شمار علمار میں ہے۔ ——— مرقوم ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

سرسری اندازہ مصارف طباعت "جواب خلافت معاویہ و یزید"

(بہ سلسلۂ مضمون نذری باغ شائع شدہ در نظام گزٹ مورخہ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۵۹ء)

فرمایا چونکہ یہ کام مہتم بالشان ہوگا۔ لہذا اس کی تیاری میں معتد بہ رقم درکار ہوگی (بہ شمول معاونین اصحاب جو کہ اس کو متفقہ طور پر لکھیں گے جو کہ فی زمانناعلمائے شیعی میں اچھی خاصی شہرت رکھتے ہیں) یعنے دس سے بارہ ہزار تک تاکہ کام دلجمعی سے ہو وقت لیکر۔

رہا کتاب جواب کا کیا نام ہوگا تو میرے خیال میں اس سے بہتر کوئی دوسرا نام نہیں ہوسکتا۔

یعنے۔ "حیات سرمدی در احیائے دین محمدی"
(یعنے شہادت عظمیٰ)

اور کتنے نسخے اسکے طبع ہوں گے تو کم و بیش دو ہزار بہ قیمت فی جلد عـ۱۰ـہ کہ آجکل ہر چیز گراں ہے۔ مگر کاپی رائٹ محفوظ ہونگے اور جب یہ کتاب مکمل ہوگی تو یقیناً ایک دینی خدمت ناقابل فراموش ہوگی۔

لاشک فیہ۔ ———— مرقوم ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

حقیقت حال

فرمایا اب ضرورت باقی نہیں رہی نیاز فتحپوری کے تبصرہ کو (بر کتاب خلافت معاویہ و یزید مؤلف محمود احمد عباسی پاکستانی) ہفتہ وار شیراز میں ریکارڈ کرنے کی کہ ایک دو اشخاص نے تبصرۂ مذکورہ کو ایک مستقل رسالہ کی شکل میں طبع کرا دیا ہے جو سنا ہے کہ یہ فروخت ہو رہا ہے۔

دوم چونکہ اس تبصرہ میں بعض امور قلت والے طبقہ کے عقائد کے خلاف ہیں لہذا پرچۂ شیراز میں اس کا اندراج بھی مناسب نہیں تھا کہ یہ پرچہ مضامین امامیہ مذہب کے لئے مختص ہے جس کا مدیر اہل قم سے ہے تاہم گاہ گاہ صاحبان آزاد مشرب کے مضامین بھی اس میں طبع ہوں تو مضائقہ نہیں بلکہ مناسب ہے کیونکہ یہ بھی اپنی جگہ قابل داد ہوتے ہیں جبکہ داد دینے والے بھی ہمرنگ ہوں۔

دیگر مدیر اخبار ہمدم نے اپنے اخبار مورخہ یکم نومبر ۱۹۵۹ء میں (حالانکہ یہ تاریخ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۵۹ء تھی) اسی کتاب سے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی حد تک برا نہیں ہے۔ مگر خلیفہ بلافصل کا معنیٰ جو لکھا ہے وہ کثرت والے طبقہ کے نقطۂ نظر سے گو صحیح ہو مگر قلت والے طبقہ کے ہاں اس کا معنیٰ دوسرا ہے جس کی تشریح مدیر نگار لکھنؤ نے اپنے مضمون میں کی ہے۔ بہر حال "موسیٰ بہ دین خود و عیسیٰ بہ دین خود" والا مقولہ اپنی حد تک درست ہے۔ مگر اصل میں واقعہ کربلا کا مسئلہ اس وقت فریقین کے معرض بحث میں ہے یا زیر نظر ہے جس کی نوعیت دوسری ہے۔ اور ہر فریق اپنے اپنے زاویۂ نظر سے اس پر روشنی ڈال رہا ہے جس کا اسکو پورا حق حاصل ہے کیونکہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت سے انکار گویا نہ صرف عقل و سمجھ کا قصور ہے یا شر انگیزی بلکہ دروغ گویم بر روئے تو ہے۔ لہذا یہ نذری باغ کا خیال ہے جو اپنی جگہ غیر متبدل ہے۔ نظر بر آں کتاب مذکورہ کا جواب لکھنا آسان نہیں بلکہ کار دارد ہے جس کو کہیں ناکس انجام نہیں دے سکتا۔ الا ماشاء اللہ۔

——— مرقوم ۲ر نومبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

اَموی دَورِ خلافت

(در اخبار سرفراز لکھنؤ۔ مورخہ ۹ / اکتوبر ۱۹۵۹ء)

فرمایا جو جواب کتاب خلافت معاویہ و یزید کا (مولف محمود احمد عباسی پاکستانی) تیار ہو رہا ہے یہ بھی دیکھنے کے قابل ہوگا۔ جبکہ مطبع لکھنؤ سے باہر آجائے۔ جسکو سنا ہے کہ دو اصحاب ملکر لکھ رہے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ نصف حصہ ایک کے ذمہ ہے اور دوسرا حصہ دوسرے کے ذمہ۔

دیگر اسی اخبار میں ایک مولوی صاحب کی تصویر ہے جن کا نام مولوی سید راحت حسین صاحب جھیکم پوری ہے کہ ان کا انتقال چند ماہ قبل حالت سفر میں (یعنی ریل میں) بوجہ تمازتِ آفتاب ہو گیا تھا۔ جنکو کانپور میں شاید دفن کیا گیا۔

الی آخر یہ تصویر دیکھ کر مجھے خواب کے جیسا خیال پڑتا ہے کہ یہ صورت میری دیکھی ہوئی تھی۔ درمیان علمائے شیعی جو کہ شیعہ کالج لکھنؤ میں جمع تھے جبکہ میں مولوی ناصر حسین صاحب مجتہد مرحوم کی دعوت پر عمارت دیکھنے گیا تھا۔ جس کو میرا خیال ہے کہ سر ذوالفقار علی خان مرحوم قزلباش لاہور نے اپنے پیسہ سے تعمیر کرا کے مدرسہ کی غرض سے ہبہ کیا تھا۔

بہرحال جو کچھ میرا کمزور حافظہ تھا اوس کی بناء پر یہ چند سطور لکھا ہے ممکن ہے کہ صحیح ہو یا غلط کہ یہ واقعہ غالباً ۱۹۳۲ء کا ہے جب کہ میں واپسی میں دہلی سے راستہ میں صرف ایک دن رامپور اسٹیٹ میں قیام کرتے ہوئے لکھنؤ گیا تھا جہاں میرا قیام اپنی اسپیشل میں ایک ہفتہ رہا اس کے بعد حیدرآباد واپس آیا۔ اُس وقت میرے قدیم دوست سر وزیر حسن مرحوم چیف جسٹس ہائیکورٹ اودھ تھے۔ یادش بخیر۔ خدا ان کو جنت نصیب کرے۔

مرقوم ۱۳ / نومبر ۱۹۵۹ء ———

(منقول از نظام گزٹ)

"تاریخ اسلام کا تاریک دور"

(خلافتِ معاویہ و یزید کا مدلل جواب)

مؤلفہ منظور مجخاری

فرمایا یہ بھی مختصر کتاب یا رسالہ جو ہے دیکھنے کے قابل ہے (شائع شدہ در مکتبۃ المفید جناح اسٹریٹ۔ سرگودھا قیمت ۲ روپے) بہر حال یہ زمانہ پر آشوب ہونے سے مذہبی معاملات میں حزم و احتیاط کی ضرورت ہے تاکہ فتنہ و فساد برپا ہو کر امن و امانِ ملک میں خلل نہ پڑے۔ اور جو کام ہو وہ درست طریقہ پر ہو صبر و ضبط کے ساتھ۔ تاکہ اسپر انگشت نمائی نہ ہو اور ساتھ ہی مقصد بھی پورا ہو۔ یہ خیال نذری باغ کا ہے۔

مرقوم ۴ر نومبر سنہ ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

اُمید اُن سے کیا تھی!!

(۰)

جب ہندوستان میں برطانوی اقتدار قائم تھا تو ہندوستان کے افلاس کا اصل سبب انگریز قرار دیے جاتے تھے۔ انگلینڈ رٹرنڈ یا لوٹنڈ لارڈ ہندوستانی زور و شور سے نعرے لگاتے تھے کہ جب تک انگریزوں کے قدم ہندوستان سے اکھڑ نہ جائیں، اس وقت تک ہندوستان کے چالیس کروڑ آدمیوں کے لیے روٹی، کپڑا، اور گھر مہیا نہ ہو سکے گا۔

۱۵ر اگست ۴۷ء کو انگریز ہندوستانیوں کو ہندوستان سونپ کر چلا گیا۔ سادہ لوح ہندوستانیوں نے اطمینان سے سانس لی کہ برطانوی اقتدار ختم ہوا۔ ملک آزاد ہو گیا۔ قومی حکومت برسرِ اقتدار آ گئی۔ محکومیت کے دن ختم ہوئے۔ مسرت اور شادمانی کے دن آ گئے۔ ہندوستان کی دولت گھسیٹنے والے تو جا چکے اب ملک کی دولت ملک میں رہے گی۔ افلاس ختم، خوشحالی کا دور دورہ ہو گا۔ بے روزگاری ختم ہو گی۔ ننگے، بھوکے، بے گھر انسان کو کام کے ساتھ پیٹ بھر کھانا، تن بھر کپڑا۔ اور سر چھپانے کو گھر میسر ہو گیا۔

آزادی کے بارہ برس بیت گئے۔ کیسے؟ جس کا ایک ایک دن ایک ایک سال بن گیا۔ مگر سکون ایک لمحہ کے لیے بھی نصیب نہ ہوا۔ عوام کو باوجود محنت و مشقت کے پیٹ بھر کھانا، تن بھر کپڑا، اور سر چھپانے کے لیے گھر میسر نہ ہوا۔ ملک میں خوشحالی تو نہ بڑھ سکی مگر ہاں، گرانی ہولناک حد تک بڑھ گئی۔ جرائم کی تعداد بڑھ گئی۔ رشوت ستانی بڑھ گئی۔ بے روزگاری بڑھ گئی۔ کھانے پینے کی چیزوں اور دواؤں میں آمیزش بڑھ گئی۔ عوام سے زر کثیر کا آذ تصور کر کے نت نئے محصول کا بار بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ ہر طرف گرانی اور پریشانی کا کہرام ہو گیا۔

عوام سے عوامی حکومت کا رشتہ قائم ہے مگر آپس میں اس قدر تنافر پیدا ہو چکا ہے جس پر توجہ کرنا حکومت کا اولین فریضہ ہے۔ شیرازی کی گذشتہ اشاعتوں میں اسیائے

خطیب منبر سلونی

ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے دشمن پر احسانات کے ساتھ فتح حاصل کرو کیونکہ اس قسم کی فتح میں زیادہ پرلطف کامیابی ہے۔

مایحتاج کی گرانی اور عوام کی زبوں حالی کے متعلق حکومت کو متواتر توجہ دلائی جا چکی ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ابھی تک اس کی طرف موثر اقدام نہیں کیا گیا۔ انسان کی تین بنیادی ضروریات کھانا، کپڑا، اور مکان میں سے ایک کی بھی تکمیل نہ ہو سکی۔ گرانی حقیقی ہے یا مصنوعی اب ہر شخص اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اجناس خوردنی کے نرخ اور انگریزی حکومت کے زمانے کے اعداد و شمار کو چھو لیتے۔ اس زمانے میں اد تیسری باریک چاول ایک روپیہ میں چار سیر ملا کرتے تھے۔ اور آج کل جوار کا آٹا ایک روپیہ آٹھ آنے میں تین سیر ملتا ہے پھر مزہ یہ ہے کہ ملاوٹ کی وجہ سے بے مزہ نہیں بدمزہ ہے۔

۱۹۵۵ء میں مشرق والی نے کیا کر دکھایا تھا۔ آپ ذرا غور فرمائیے۔ چاول اور گندم پر سے کنٹرول برخاست کر کے انہوں نے نرخ متوازن کر دیئے تھے۔ جو چاول ۱۹۵۵ء میں چالیس روپیہ فی پلہ ملا کرتے تھے وہ آج پچاسی روپیہ پلہ فروخت ہو رہے ہیں۔ اس وقت جو گیہوں پینتالیس روپیہ پلہ فروخت ہوتے تھے آج اس کا نرخ ایک سو پانچ روپیہ فی پلہ ہے ــ ایسی حالت میں کیا حکومت اب بھی چور بازاری، غلہ کی ناجائز برآمدگی، ذخیرہ اندوزی، اور ناجائز نفع خوری کے انسداد کے لیے کوئی موثر تدبیر اختیار نہ کر کے اپنی کمزوری کا مسلسل ثبوت دیتی رہے گی۔؟

ہم حکومت سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس خصوص میں عاجلانہ موثر تدابیر اختیار کر کے عوام کی زبوں حالی کو دور کرے!!۔


EMBASSY
CAFE

سیدہ عالم

از سید العلماء مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد

ماہ جمادی الاول کی ۱۳ / ۱۴ اور ۱۵ / تاریخیں حضرت سیدۃ النساء العالمین کی شہادت کی تاریخیں ہیں۔ ان تواریخ میں ہر شیعہ گھر میں ذکر بضعۃ الرسول ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم ناظرین سرفراز کے استفادہ کے لئے سید العلماء مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ صدر شعبہ شیعہ دینیات علی گڑھ یونیورسٹی درج کرتے ہیں۔ موصوف نے بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ یہ گرانقدر مقالہ تحریر فرمایا ہے۔ (سید صمصام شیراز)

نوع انسانی کی دو صنفیں ہیں۔ ہر ایک کے لئے کمال اخلاق کی منزل تک پہنچنے کا ذریعہ وہ ہستیاں ہیں جو اُس صنف سے متعلق ہوتے ہوئے کمال اخلاق کی بلند منزل پر فائز ہوں۔ سلسلۂ رہ نمایانِ اسلام میں تیرہ معصوم مردوں کے طبقہ کے لئے نمونۂ عمل ہیں مگر ایک فرد حضرت سیدہ عالم بضعۃ الرسول فاطمہ زہرا علیہا السلام کی وہ ذات تھی جو طبقۂ ذواتین کے لئے معیاری حیثیت رکھتی تھی۔ اور اس لئے آپ کے حالات کا مطالعہ نوعِ انسانی کا اہم فریضہ ہے۔

نام و نسب

نام فاطمہؑ مشہور ترین لقب زہراؑ اور کنیت "ام ابیہا" تھی۔ آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بطن سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرد فرید بیٹی تھیں۔ جن کی نسل پاک سے باپ کے کام اور نام کی بقا رہی اور شاید اسی مناسبت سے آپ کا وہ کنیت ہوئی جس کے معنی ہوتے ہیں "اپنے باپ کی ماں" یعنی وہ خاتون جو اپنے باپ کی زندگی کے پروان چڑھنے کا سبب ہوئی۔

ولادت

یوں تو فرقہ وارانہ اختلافات کے ساتھ بہت سی تاریخی حقیقتیں ایسی ہیں جو مرکز اختلاف بن گئی ہیں۔ خصوصاً ولادت اور وفات کی تاریخ کے بارے میں تو خود ایک فرقہ کے روایات میں بھی اکثر اختلاف ہوتا ہے مگر عموماً یہ اختلاف چند مہینوں یا زیادہ ایک برس سے آگے نہیں بڑھتا لیکن حضرت سیدۂ عالم کی تاریخ ولادت کے بارے میں فرق اسلامیہ میں جو اختلاف ہے وہ ذرا سے ہیر پھیر کے نتیجہ میں دس برس کی طولانی مدت کا فرق پیدا کر دیتا ہے اس لئے کہ مورخین اہل سنت کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت بعثت سے پانچ برس پہلے ہوئی تھی۔ اور فرقہ شیعہ کے روایات یہ ہیں کہ آپ بعثت سے پانچ برس بعد پیدا ہوئی تھیں۔ ان روایات کی بنیاد اہل بیت معصومین کے ارشادات پر ہے مذہبی طور پر ان روایات کے مستند ہونے کے علاوہ غالباً ہر غیر جانبدار محقق تاریخی نقطہ نگاہ سے بھی اس سے اتفاق کرے گا۔ کہ کسی شخصیت اور بالخصوص پردہ نشین خاتون کے متعلق اس کے گھر والوں بلکہ اولاد کا بیان جتنا معتبر ہو سکتا ہے اتنا کسی غیر کا بیان معتبر نہیں ہو سکتا۔ ان بیانات کی بنا پر صحیح قول یہی قرار پاتا ہے کہ حضرت سیدۂ عالم ۲۰ / جمادی الثانیہ کو بعثت کے پانچویں سال یعنی ہجرت سے آٹھ برس قبل پیدا ہوئیں۔

تربیت

رسولؐ کی بعثت کے ساتویں برس خدیجۂ کبریٰ نے دنیا سے مفارقت کی اس وقت سیدۂ عالم

صرف دو سال کی تھیں۔ اتنی مختصر عمر میں ماں کی آغوش شفقت سے جدائی کے بعد آپ کا گہوارۂ تربیت صرف باپ کا سایۂ رحمت تھا اور پیغمبر اسلام کی اخلاقی تربیت کا آفتاب تھا جس کی شعاعیں براہ راست اس بے نظیر گوہر کی آب و تاب میں اضافہ کر رہی تھیں۔ عورتوں میں اگر کسی کی صحبت اس عمر میں جناب سیدہ کو حاصل ہو سکتی تھی تو وہ حضرت علی ابن ابیطالب کی والدہ فاطمہ بنت اسد ہو سکتی ہیں۔ یا آپ کی بہنیں ام ہانی وغیرہ یا پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب۔ یہ تمام بزرگ خواتین تھیں۔ جو سیدۂ عالم کی شبیہ عصمت کا پرداخت کرتی رہتی ہونگی۔ اور اسی ماحول میں سیدہ کا بچپنا اپنی منزلیں طے کر رہا تھا۔

غم خواری

سیدہ کا بچپن پورا اپنے والد بزرگوار کو اس ناگوار ماحول میں دیکھنے گزرا جو پیام توحید پہنچانے اور پھر حضرت ابو طالب اور جناب خدیجہؓ کے دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد درپیش تھا۔ سیدہ اکثر اپنے باپ کے سر مبارک پر اشاعت حق کے جرم میں کوڑا کرکٹ پھینکا جانا سنتی اور اُن کے جسم کو پتھروں سے لہولہان دیکھتی تھیں اور اُن منصوبوں کا چرچا اُن کے کانوں تک پہنچتا تھا۔ جو اُن کے والد بزرگوار کے مشن بلکہ اُن کی زندگی کو بھی ختم کرنے کے لئے قائم کئے جاتے تھے۔ مگر اس کمسنی کے عالم میں بھی سیدۂ عالم نہ ڈریں نہ سہمیں نہ گھبرائیں بلکہ اس ننھی سی عمر میں اپنے بزرگ مرتبہ باپ کی مددگار رہیں۔

ہجرت

"سیدۂ عالم" کی آٹھ برس کی عمر تھی جب کافروں نے اتفاق کر کے ایک شب رسولؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کر کے آپ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ کو اس کی اطلاع پہلے ہو گئی تھی اس لئے آپ اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی بن ابی طالبؑ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دے کر خود مخفی طریقہ پر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ حضرت علیؑ بستر رسولؐ پر تھے اور مکان کے اندر حضرت علی بن ابی طالبؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کے ساتھ سیدۂ عالم فاطمۂ زہراؑ بھی تھیں۔ اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی اور یہ یقیناً آپ کی زندگی کا بڑا امتحان تھا اپنے گھر کے گرد خون کے پیاسے دشمنوں اور ان کی کھنچی ہوئی تلواروں کا گھیرا تھا۔ جس سے گھر میں رہ جانے والے سب ہی افراد پر ظاہری اسباب کے لحاظ سے دہشت پیدا ہونا چاہیئے۔ اور ادھر باپ کی جدائی کا صدمہ اور ان کی جان کی حفاظت کا خیال مگر سیدہؑ نے اسی کم سنی میں اس مرحلہ کو صبر و استقلال سے طے کیا۔ پھر صبح کو جب دشمنوں نے دیکھا کر رسولؐ چلے گئے ہیں اور ان کی جگہ پر علیؑ ہیں تو وہ سب گھر کو چھوڑ کر رسولؐ کی تلاش میں چلے گئے اس وقت مکان کے رہنے والوں سے وقتی طور پر خطرہ دور ہو گیا مگر رسولؐ سے متعلق ان کی فکر بڑھ گئی ہوگی۔

پھر چند روز کے بعد علی ابن ابی طالبؑ کا تن تنہا ان خواتین کو محملوں میں سوار کر کے اپنے ساتھ لینا اور مکہ سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہونا اور راستہ میں مشرکین کا آکر مسدود راہ ہونا اور علیؑ کا تلوار کھینچنا، یہ سب عورتوں اور بچوں کے لئے کچھ کم دہشت ناک حالات نہ تھے جن سے گزر کر سیدۂ عالم اپنے والد بزرگوار کے پاس مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔

شادی

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد ایک سال میں فاطمہ زہراؑ کی عمر نو برس کی ہو گئی۔ شریعت اسلام میں یہ سن لڑکی کے بلوغ کا قرار دیا گیا ہے اور یہ تاکید ہے کہ اس کے بعد شادی میں دیر نہ کی جائے۔

اصحاب رسولؐ میں بہت سے افراد رسولؐ کی طرف دامادی کی نسبت حاصل کرنے کے شرف کی تمنا رکھتے تھے مگر اس کے پہلے صاحبزادی کی کم سنی کا عذر اس سوال میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے کافی تھا۔ اب جب کہ ابتدائی عمر شادی کی آ گئی تو مجبتہ علی حظیم رسولؐ کی بارگاہ میں اب ہر ایک عرض تمنا کے لئے آنے لگا مگر رسولؐ کی طرف سے کوئی ہمت افزا جواب نہ ملا۔ خدا و رسولؐ کے نزدیک فاطمہ زہراؑ کے ساتھ شادی کے لئے صرف ایک فرد موزوں تھی۔ جواب تک خاموش تھی۔ علیؑ کی ذات تھی جنہوں نے رسولؐ کی گود میں بچپن سے پرورش پائی تھی۔ اور جس طرح فاطمہؑ طبقہ نسواں میں آپ کی اخلاقی تعلیم کا بہترین مرقع تھیں اسی طرح علیؑ مردوں میں آپ کے تعلیمات کا مجسمہ تھے۔ علیؑ کے لئے فاطمہؑ اور فاطمہؑ کے لئے علیؑ کے سوا برابر کا کوئی دوسرا ہو ہی نہ سکتا تھا۔

مگر علیؑ رسولؐ سے خواستگاری کرتے ہوئے حجاب محسوس کرتے تھے۔ اور رسولؐ کو خود سے اس بارے میں کسی ارشاد کا کوئی موقع ہی نہ تھا۔ جب ہر ایک اظہار تمنا کرنے والے کی خواہش ٹھکرا دی گئی تو آخر بعض لوگوں نے علی بن ابی طالبؑ سے تحریک کی کہ آپ بھی رسولؐ کی خدمت میں جا کر فاطمہؑ کی خواستگاری کریں۔ آخر علیؑ رسولؐ کی بارگاہ میں آئے۔

جھکی ہوئی نظروں کے ساتھ عرض تمنا کی۔ رسولؐ نے بشاش چہرہ کے ساتھ فرمایا کہ تمہارے پاس مال دنیا سے کیا ہے؟ عرض کیا "بس گھوڑا، تلوار اور زرہ" فرمایا گھوڑا اور تلوار تمہارے ایسے مجاہد کے لئے ضروری ہے مگر زرہ لاؤ اس کو فروخت کر ڈالو۔ تمام مورخین کی روایات کے مطابق یہ زرہ (۴۸۰) درہم کو فروخت ہوئی۔ اس رقم کو آپ نے بطور مہر سیدۂ عالم رسولؐ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ اسی سے رسولؐ نے فاطمہؑ کی شادی کا سامان کیا اور بیٹی کے لئے نظام خانہ داری میں جس اسباب کی ضرورت تھی وہ مہیا فرمایا وہ کیا تھا۔ ایک چمڑے کا تکیہ، کھجور کی چھال سے بھرا ہوا۔ ایک بچھونا کھال کا۔ اور کچھ مٹی کے برتن۔ ایک مشکیزہ اور ایک چرخہ۔ ان مورخین کا بیان ہے کہ وہ مہر فاطمہ زہراؑ کا جو حضرت علی بن ابی طالبؑ نے ادا کیا اور جس پر حضرت فاطمہؑ زہرا سے نکاح پڑھا گیا چار سو مثقال چاندی تھا۔ تقریباً یہی مقدار پانچ سو درہم "مہر سنت" قرار پائی ہے۔ بعض روایتوں میں آپ کا مہر یہی پانچ سو درہم بتایا گیا ہے۔ مگر مہر سنت کا مطلب یہ ہے کہ اس سے زیادہ ہونا فضیلت کے خلاف ہے۔ یا اتنا ہی ہو اور یا اس سے کم ہو اور اسی لئے فرقۂ شیعہ کے معتبر ترین جوامع حدیث یعنی کتب اربعہ کے بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا مہر ظاہری طور پر اس عام مہر سے بھی جو مہر سنت قرار دیا گیا ہے۔ بہت ہی کم یعنی صرف تیس درہم قرار دیا گیا تھا۔ اگرچہ خالق کی طرف سے حضرت سیدۂ عالم روحانی عظمت کے لحاظ سے مہر سیدہ میں خدا کی خدائی کا بہت بڑا حصہ تھا۔ مگر سیدہ کے مہر کو ظاہری حیثیت سے بہت کم رکھ کر ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کی اس ذہنیت کو تبدیل کرنے کا سامان کیا گیا کہ وہ مہر کی رقم کے خواہ مخواہ زیادہ ہونے کو معیار عزت نہ سمجھیں بلکہ یہ سمجھیں کہ مہر کا کم ہونا سیدہ عالم کی پیروی ہونے کے لحاظ سے بہت بڑی عزت کا سرمایہ ہے۔ آخر کو اسلامی تاریخ میں ایک مثالی تقریب کے طور پر یہ شادی عمل میں آئی۔ اور اگر مسلمان اس شادی کی کیفیت کو پیش نظر رکھیں تو کبھی بیجا رسوم سے اپنی بربادی کی صورتیں اختیار کرنے میں عزت محسوس نہ کریں۔

اولاد

شادی ہونے کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ صرف نو برس زندہ رہیں اس نو برس میں آپ کے یہاں شادی کے دوسرے ہی سال حضرت امام حسنؑ پیدا ہوئے۔ تیسرے سال حضرت امام حسینؑ پھر غالباً پانچویں سال حضرت زینبؑ اور ساتویں سال حضرت ام کلثومؑ، نویں سال محسنؑ بطن میں تھے جب کہ وفات رسولؐ ہوئی اور وہ ناگوار مصائب پیش آئے جن کے سبب سے اسقاط ہو گیا۔ اور پھر حضرت سیدہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں۔ وفات کے وقت دو صاحبزادے حسنؑ اور حسینؑ موجود تھے جو امام حق ہوئے اور دو صاحبزادیاں زینبؑ و ام کلثومؑ تھیں۔ جو اپنے اوصاف کے لحاظ سے صنف خواتین میں اپنی ماں کی سچی جانشین ثابت ہوئیں۔

اخلاق و اوصاف

سیدۂ عالم شکل و شمائل گفتار و رفتار اور حسن بیان ہر بات میں رسول اللہ سے انتہائی مشابہ اور خصوصیت کے ساتھ سچائی اور امانت داری میں اپنے والد بزرگوار کی مکمل تصویر تھیں۔ آپ نے اپنی مختصر زندگی میں نسوانی زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی بلند سیرت کے وہ نمایاں نقوش چھوڑے ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ اس طبقہ کی رہنمائی کے لئے کافی ہیں۔

خانہ داری

فاطمہ زہراؑ نے شادی کے بعد سے تمام گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کرنا شروع کیا جھاڑو دینا، کھانا پکانا، چرخہ چلانا، چکی پیسنا اور بچوں کی تربیت کرنا یہ سب کام اور ایک اکیلی سیدہ لیکن کبھی نہ تو تیوریوں پر بل آئے نہ اپنے شوہر حضرت علی بن ابی طالبؑ سے کبھی اپنے لئے کسی مددگار یا خادمہ کے انتظام کی فرمائش کی۔ ایک مرتبہ اپنے پدر بزرگوار حضرت رسول خدا سے ایک کنیز عطا

کرنے کی خواہش کی تو رسولؐ نے بجائے کنیز عطا فرمانے کے وہ تسبیح تعلیم فرمائی جو تسبیح فاطمہ زہراؑ کے نام سے مشہور ہے۔ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ حضرت فاطمہؑ اس تسبیح کی تعلیم سے اتنی خوش ہوئیں کہ کنیز کی خواہش ترک کر دی۔ بعد میں رسولؐ نے بلا طلب ایک کنیز عطا فرمائی۔ جو فضہ کے نام سے مشہور ہے۔ سیدہ فضہ کے ساتھ ایک کنیز کا سا نہیں بلکہ برابر سے ایک عزیز رفیق کار کا سا برتاؤ کرتی تھیں۔ اسلام کی تعلیم یقیناً یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں زندگی کے جہاد میں مشترک طور پر حصہ لیں۔ اور کام کریں بیکار نہ بیٹھیں مگر ان دونوں میں صنف کے اختلاف کے لحاظ سے تقسیم عمل ہے۔ اس تقسیم کار کو علیؑ اور فاطمہؑ نے مکمل طریقہ پر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ گھر سے باہر کے تمام کام آب کشی کرنا۔ باغوں میں پانی دینا۔ اور اپنی قوت بازو سے اپنے اور اپنے گھر والوں کی بسر زندگی کا سامان کرنا یہ علیؑ کے ذمہ تھے۔ اور گھر کے اندر کے تمام کام حضرت فاطمہ زہراؑ انجام دیتی تھیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آج چودہ سو برس کے بعد بھی کاموں کی شکل وہی رہے جو پہلے تھی بلکہ زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے ان میں فرق ہو سکتا ہے مگر اس روح کو جو گھر کے اندر اور باہر کی زندگی کے تفرقہ کے ساتھ قائم ہے محفوظ رکھا جانا ہر حال میں ضروری ہے۔

تزک و احتشام اور آرائش سے علیحدگی

عام طور سے خواتین کی طبعت

اسباب زیب و زینت کی طرف خاص رغبت رکھتی ہے۔ اس کے سبب سے اکثر مردوں کو پریشانی اٹھانا پڑتی ہے اور بسا اوقات آمد و خرچ کے توازن میں فرق کی ذمہ دار یہی آرائش پسندی ہوتی ہے جس سے اقتصادی تباہی آتی ہے۔

سیدۂ عالم نے ہمیشہ اپنی زندگی کو مسلمانوں کے غریب گھرانوں کی عورتوں کے لئے ایک بہترین نمونہ کی حیثیت سے پیش کیا اور کبھی لباس و زیور یا سامان خانہ داری میں تصنع اور تجمل کو پسند نہیں کیا۔ اور خود رسولؐ کی تعلیم بھی یہی رہی بلکہ بعض روایتوں میں ہے کہ ایک مرتبہ سیدۂ عالمؑ نے اگر اپنے لئے دو چاندی کے کنگن۔ گلوبند اور دو گوشوارے اور دروازہ کا نیا پردہ تیار کرا لیا تھا۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ تشریف لائے تو آپ کی صرف ایک معنی خیز خاموشی سے سیدہ کو بہتر یہ معلوم ہوا کہ اسے راہ خدا میں خیرات کر دیں۔

رسالتمآبؐ کو یہ معلوم ہوا تو اتنا خوش ہوئے کہ تین مرتبہ فرمایا۔ وہی کیا جو میں چاہتا تھا۔ اس کا باپ اس پر فدا ہو جائے!

اس معلم انسانیت عظیم ترین باپ کی یہ بلند مرتبہ بیٹی ہی صرف وہ تھی جو اس کے بلند اخلاقی معیار تعلیم کو عمل کی مجسم شکل میں اس طرح پر لا سکے جو اس کا معراج بلندی ہے (باقی دارد)

یزید ـــــ اپنے اشعار میں

یزید کے کردار پر رائے قائم کرتے وقت ہم اسکی لامذہبی۔ عیاشی، فضول خرچی اور فسق و فجور کو نظر انداز کر سکتے تھے۔ اور اس کے حسن و جمال، شاعرانہ کمالات اور اس کی شاہانہ شان و شوکت کو پیش نظر رکھ سکتے تھے اگر کربلا کے جانگزا واقعہ نے اس کے دامن کو داغدار نہ بنا دیا ہوتا۔

(تاریخ ادبیات ایران پروفیسر ای براؤن)

ایک بہت مشہور مصرع ہے۔ جو ہر اس شخص کی زبان پر چڑھا ہوا ہے جسے ادب سے ذرا سا بھی ذوق ہے۔ مصرع یہ ہے الا یا ایھا الساقی۔ ادر کاسا وناولہا۔ آپ کو معلوم ہے یہ کس کا مصرع ہے؟ یہ مصرع! یزید ابن معاویہ کا ہے۔ جو خلفاء بنی امیہ میں اپنی فاسقانہ شاعری کے لحاظ سے اپنی مثال نہیں رکھتا۔ یزید کے اس شاعرانہ ذوق کا سرچشمہ امیر معاویہ نہیں ہیں ـــــ جو ایک بد مذاق اور خیر پسند سیاسی بازیگر تھے ـــــ بلکہ اس کی ماں میسون بنت بحدل تھی۔ جو صحرائے عرب کی آزاد ہواؤں میں پل کر بڑھی تھی ـــ میسون کا حسن و جمال امیر شام کو پسند آیا، اور انہوں نے اسے اپنی حرم سرا میں داخل کر لیا۔ اور ایک قصر عالیشان رہائش کے لئے دیا۔ ایک روز میسون قصر کے دریچہ میں بیٹھی صحرا کا نظارہ کر رہی تھی کہ اسے اپنا صحرا یاد آیا۔ بے ساختہ اس کی زبان پر چند شعر جاری ہو گئے۔ جس کا منظوم ترجمہ حسب ذیل ہے۔

اس قصر سے بہتر تھا میرا گوشہ تاریک؟
پشمینہ کہاں اور کہاں جامۂ باریک؟
بہتر تھی کہیں نان جویں شاہی غذا سے؟
خوشبو کو کیا ربط ہے صحرا کی ہوا سے؟
اک اپنے قبیلہ کا جواں فاقوں کا مارا
مسٹنڈے خلیفہ سے کہیں ہے مجھے پیارا؟

جس وقت میسون یہ شعر پڑھ رہی تھی امیر معاویہ اچانک آ گئے انہوں نے یہ شعر سن لئے تھے اپنے لئے "مسٹنڈے خلیفہ" کی پھبتی سنکر بہت خفا ہوئے اور میسون کو طلاق دے کر صحرا میں بھیجدیا۔ میسون حاملہ تھی۔ صحرا میں پہنچی تو یزید پیدا ہوا اور امیر معاویہ نے میسون کو واپس بلا لیا۔

(حیواۃ الحیوان دمیری)

ایسی آزاد خیال ماں کی گود میں پلکر یزید جس قدر بھی آزاد خیال ہو تا کم ہے۔ چنانچہ وہ بچپن ہی سے بدویانہ اخلاق کا مکمل نمونہ تھا۔ آزاد پسند۔ کھلنڈرا وحشی، عیاش، مسخرا لہو و لعب پر مرنے والا۔ کھیل کا دیوانہ۔ عشق باز۔ عورتوں کے پیچھے مارا مارا پھرنے والا۔ الغرض یزید میں وہ تمام خصوصیات پائی جاتی تھیں جو ناتراشیدہ بدوؤں کی خصوصیات ہوتی ہیں یزید کی دلچسپیاں بھی عجیب و غریب تھیں۔ مثلاً بندروں کو نفیس اور زرتار بدوں کے کپڑے پہنا کر گدھوں پر سوار کرنا اور گھوڑ دوڑ میں دوڑانا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ یزید نے ایک بندر بڑے شوق سے پالا تھا۔ اور اس کی کنیت رکھی تھی "ابو قیس" اس بندر کو نفیسوں جیسی عبا قبا پہنا کر گدھی یا گھوڑی پر بٹھلاتا اور گھوڑی کو گھوڑ دوڑ میں دوڑاتا۔

ایک روز یزید نے اپنے محبوب بندر (ابو قیس) کو مخاطب کرتے نظم کہی جس کا ایک شعر ہے۔

ا۔ بر ابو قیس! جب تو اس گھوڑی پر سوار ہو تو مضبوطی سے پکڑے رہیو۔ اگر تو گر کر مر گیا تو اس سے کون جواب طلب کرےگا؟

یزید ابو قیس کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ یہ بنی اسرائیل کا ایک بزرگ ہے جو مسخ کر دیا گیا ہے۔ یہ بندر یزید کا مقرب خصوصی تھا۔ اور یزید اسے اپنی بچی ہوئی شراب پلایا کرتا تھا۔ (تاریخ ابن الخوطی) عبد اللہ ابن زبیر نے اس کا نام "سکران" (بدمست) رکھا تھا۔ جب امیر معاویہ یزید کی بیعت لینے مدینہ آئے تو یزید بھی ہمراہ تھا۔ اور مدینہ جیسے متبرک شہر میں روزانہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ علی الاعلان شراب پیتا تھا۔

یزید کا اصلی کردار اس کے شعروں میں کھلتا ہے

کوئی شبہ نہیں کہ وہ عرب جاہلیت کے مکتب خیال کا مکمل نمائندہ تھا۔ اس کی فاسقانہ شاعری اپنے رنگ میں بے مثال ہے۔ کہتا ہے ظالم۔ اور کس دھڑلے کے ساتھ کہتا ہے۔

شراب کے ساتھیوں کے لئے جن کے
سامنے عیش و عشرت کے ساز چھڑے
ہوئے ہیں میرا پیغام فقط یہ ہے کہ
جی بھر کر شراب پی لو۔ کیونکہ مدت
حیات آخر ختم ہونے والی ہے!

(صواعق محرقہ)

لذت پرست شعراء کا عام طرز تفکر یہی ہوتا ہے ..... اور یزید اس طرز فکر کا بہترین نمائندہ تھا تعجب ہے

کہ وہ شخص جسے یہ دعویٰ ہو کہ وہ دین احمدؐ کا محافظ ہے اور مسلمانوں سے جن کی بیعت اسی نام پر لی گئی ہو وہ بیباکانہ اعلان کرے کہ

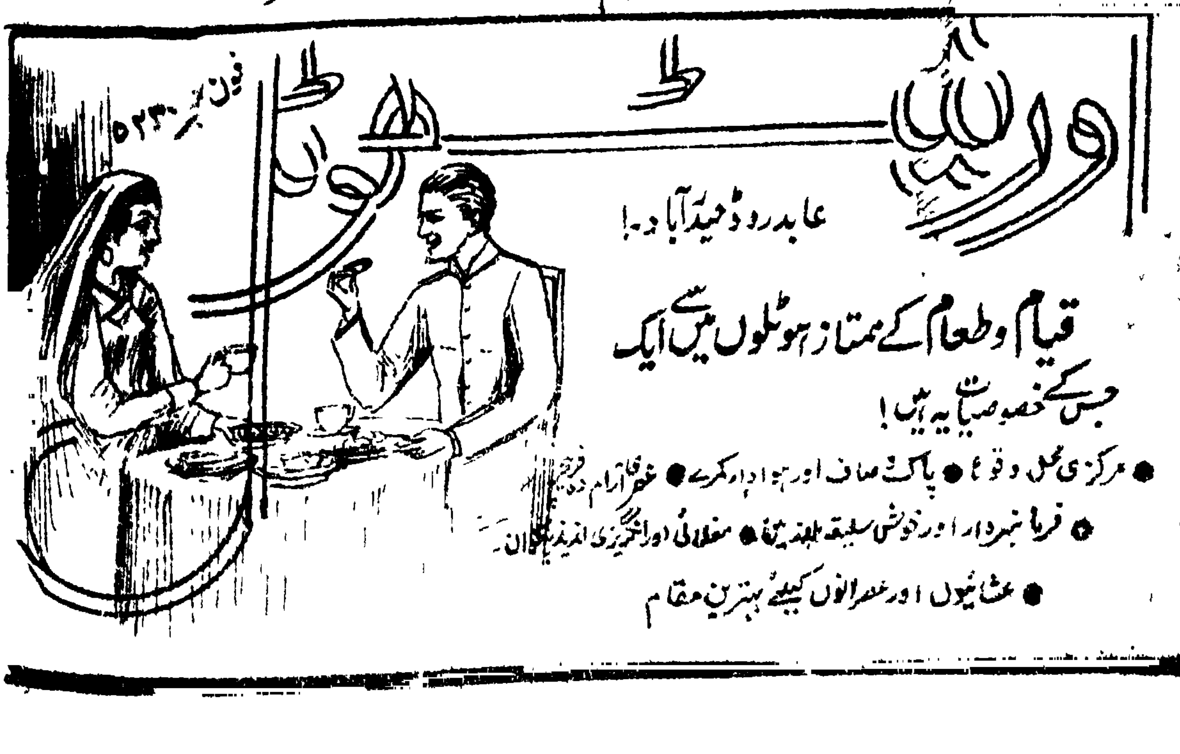
فان حرمت علی دین احمدٗ
فخذھا علی دین المسیح ابن مریم

اگر شراب محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے دین میں حرام ہے تو ہونے دو۔ عیسیٰؑ کا دین اختیار کرکے پینے لگو۔

دنیائے اسلام کا یہ روحانی رہنما (؟) ایک نظم میں شعائر دین کا مذاق کس طرح اڑاتا ہے۔ مجھے صدائے اذان سے صدائے ساز زیادہ پسند ہے اور حوران ارم سے انگور کی بیٹی۔ (صواعق محرقہ)

محاضرات (تذکرہ شعر) میں یزید کی ایک اور نظم نقل کی گئی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ واقعی اسلام سے چڑتا تھا۔ اور وہ اپنے آپ کو "دین احمدؐ" کا حریف سمجھتا تھا۔ اس طویل نظم کے چند شعروں کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

اے حسینہ! مجھے شراب پلا اور ابو سفیان
(دادا کا نام) کا وہ احد نغمہ سنا جب انہوں
نے احد میں (مسلمانوں سے لڑ کر) دشمنوں
آنحضرتؐ) کے گھر میں ماتم برپا کر دیا تھا۔
جب میں مر جاؤں تو اے حسینہ تو دوسری
شادی کر لینا کیونکہ حشر و نشر سب
کہانیاں ہیں۔ یقیناً محمد (ص) سے میرا
سامنا (روز حشر) ہوگا۔ مگر اس وقت



جب شراب میری رگ و پے میں
پیوست ہوگی"

(صواعق محرقہ) تاریخ اسلام (امیر علی مرحوم) مروج الذہب (مسعودی) نزہتہ الابرار (بدخشی) آغانی۔ طبری۔ صواعق محرقہ۔ حیاۃ الحیوان۔ ابو الفدار۔ تاریخ الخلفاء اور دوسری مستند تاریخیں، یزید کی حکایات، فسق و فجور سے لبریز ہیں۔ نہ صرف ابن رشیق اور آغانی بلکہ تمام تذکرہ نگاروں نے یزید کی شاعری کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ اس کی شاعری کے مضامین اور ممتاز ہیں۔ یعنی کفر و زندقہ ۔ دین اسلام سے انکار حشر و نشر سے انکار۔ رسول کی عظمت سے انکار جنت و دوزخ سے انکار۔ قدیم عہد جاہلیت کی زندگی کا احیا۔ فسق و فجور سے رغبت۔ اور سر مستی و شراب کا جسکا۔ یوں سمجھئے کہ ایک بے دین نشہ پرست اور انتہائی فاسق شاعر جو کچھ نظم میں کہہ سکتا ہے وہ سب کچھ یزید نے کہا ہے اور انصاف یہ ہے کہ کم بخت نے بڑی اخلاقی جرأت سے کہا ہے یعنی عالم یہ ہے کہ ایک طرف تو سندھ سے مراکش اور سمرقند سے برابر تک کے تمام مسلمان اسے رسول کا خلیفہ۔ اسلام کا محافظ۔ امت کا روحانی پیشوا۔ قرآن کا آمین مان رہے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ مرکز اسلام یعنی دمشق کے تخت خلافت پر بیٹھا ہوا بڑے دھڑلے سے

کہہ رہا ہے کہ

لعبت بنی ہاشم بالملک فلا
خبر جاء ولا وحی نزل

"(اسلام کے پردے میں) بنی ہاشم (رسول ہاشمی) نے سلطنت کا کھیل کھیلا ہے۔ ورنہ سچ تو یہ ہے کہ نہ ان پر کوئی وحی اتری اور نہ آسمان سے کوئی کتاب نازل ہوئی" اگر کوئی یہ کہے کہ یزید اپنے عہد کے تمام لوگوں سے زیادہ اعتراف گناہ کی جرأت رکھتا تھا تو غلط نہ ہوگا۔ اس نے کبھی مسلمانوں کو یہ کہہ کر دھوکہ نہیں دیا کہ وہ اسلام کا سچا پیرو اور مذہب کا حامی ہے اس نے اسلام کو مٹانے مذہب کا مذاق اڑانے۔ کفر و الحاد کی ترویج اور حق و صداقت کے استیصال کی جس قدر صورتیں ممکن ہو سکتی تھیں۔ ان پر عمل کیا اور اپنے اشعار میں اپنے دلی خیالات کا اظہار کیا۔ یزید کے اشعار عربی کی تاریخ شعر و ادب میں آج تک مشہور ہیں۔ جس کا جی چاہے پڑھ لے اور سمجھ لے یزید کا اصل کردار کیا تھا؟ کوئی شبہ نہیں۔ ادبی۔ اور فنی نقطہ نظر سے وہ بڑا کامیاب شاعر تھا۔ کیونکہ اس کی شاعری اور زندگی کے درمیان کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ اور اس کی شاعری اس قدر موثر ہے کہ لسان الغیب حافظ شیرازی جیسے شاعر نے اس کے مصرع کو تضمین کر کے اپنی غزل کے رنگ کو نکھارا ہے اس غزل کا مطلع (جو تمام دنیا میں مشہور رہا ہے) یہ ہے۔

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

ابن زیاد کی شان میں

ابن زیاد نے قتل حسینؑ کی صورت میں جو کارنامہ انجام دیا تھا یزید اس سے بہت خوش ہوا۔ علامہ سبط ابن جوزی کی روایت کے مطابق اس نے ابن زیاد کو بھاری انعام دیا اور اس کی تعریف میں حسب ذیل قطعہ کہا۔

مجھے دل کو ٹھنڈا کر دینے والی
شراب پلاؤ اور ابن زیاد کو بھی
کیونکہ وہ میرا صاحب السر
(پرائیویٹ سکریٹری صحیح ترجمہ ہے)
امین اور میرے لئے لڑنے والا
اور مال غنیمت وصول کرنے والا ہے
(خوامی ...)



اقوال زرّین

شیراز امامیہ مذہب کے لئے مختص ہے
جس کا مدیر اہلِ عجم سے ہے ۔
(سرکار حق آگاہ)

ہماری مُنّی

ازسیدہ طاہرہ بیگم

(٭)

بچو! اللہ کی مہربانی سے ہماری مُنّی نے گزشتہ ہلالی مہینے کی ۷ کو چار سال ختم کرکے پانچویں سال میں قدم رکھا ہے ۔ ہمنے گھر ہی گھر میں مُنّی کی چوتھی سالگرہ منائی تھی ۔ منّی پھول بن کر دولھن دکھائی دے رہی تھی ۔

منّی ستّی ماڈل پرائمری اسکول کی جماعت اول میں پڑھتی ہے سارے اُستاد اور استادنیاں منّی کو بہت چاہتے ہیں ۔ منّی اپنی کلاس ٹیچر کو "بسم اللہ باجی" پکارتی ہے ۔ بچو! مجھے منّی کو بسم اللہ کے معنے اچھی طرح یاد ہیں ۔

ہر روز شام جب منّی کی نظر عزا خانہ زہراؑ کے چراغ کی سبز روشنی پر پڑتی ہے تو منّی اپنے ننھے ننھے ہاتھ بلند کرکے یہ دعا مانگتی ہے ۔

چراغ مسجد و محراب و منبر
علیؑ و فاطمہؑ، شبیرؑ و شبرؑ
چراغ آلِ نبیؐ ہمیشہ روشن باد
بروز دوستانِ علیؑ بیشمار رحمت باد
بروز دشمنانِ علیؑ صد ہزار لعنت باد
بیش باد کم نہ باد

(بانی عزا خانہ زہراؑ زندہ باد)

خلیفہ بلا فصل!

ازانور جہاں بیگم حسینی محلہ

(٭)

بچو! حضرت علی علیہ السلام ہمارے پیارے رسول کے چچازاد بھائی داماد اور جانشین ہیں انہیں سنی حضرات چوتھے خلیفہ اور ہم شیعہ بلا فصل خلیفہ رسول مانتے ہیں ۔ ہم بلا فصل خلیفہ اس لئے مانتے ہیں کہ جب ہمارے رسول حج آخری سے واپس ہوتے ہوئے خم غدیر کے مقام پر پہنچے تو آپ کو خدا کا حکم ملا " پہنچا دو اس کو جو تم پر نازل کیا گیا ہے اگر تم ایسا نہ کروگے تو گویا تم نے رسالت ہی نہیں پہنچائی " چنانچہ رسول اللہ نے خدا کے حکم کی تعمیل میں تمام حاجیوں کو ٹھہرنے کا حکم فرمایا اور دو لاکھ حاجیوں کے مجمع میں پالان شتر سے تیار کئے ہوئے منبر پر جلوہ افروز ہوکر فرمایا :- ایھا الناس!

"کیا میں تمہارے نفسوں سے بلند نہیں ہوں "

مجمع نے آواز دی :-

آپ ہمارے نفسوں سے بیشک بدرجہا بلند اور بالا ہیں "

یہ سنکر آپ نے حضرت علیؑ کو بلند کرکے فرمایا

" میں جس کا مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے "

مجمع سے بخ بخ لک یا علیؑ کی آوازیں بلند ہونے لگیں

(دیکھو آیہ بلّغ اور اس کی مقبول تفسیر)

بچو! مقبول تفسیر ہمارے مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی قبلہ طاب ثراہ کی لکھی ہوئی ہے ۔ مولوی صاحب موصوف بڑے پایہ کے عالم تھے سنی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے تحقیق کے بعد شیعہ مذہب اختیار کیا تھا ۔ ان کی تفسیر ہر مسلمان کو پڑھنی چاہیئے ۔

بچو! تم بھی قرآن شریف کو مقبول ترجمہ کے ساتھ پڑھا کرو تاکہ دین و دنیا میں تم اعلیٰ درجات پر فائز ہو اور تمہارا ہر کام مقبول بارگاہ الٰہی ہو ۔

اسٹیٹ شیعہ کانفرنس

(•)

حیدرآباد۔ یکم نومبر آج اسٹیٹ شیعہ کانفرنس کا جلسہ اعلیٰ بمقام دیوڑھی فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر بصدارت نواب میر طاہر علی خان صاحب نائب صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس منعقد ہوا مختلف مکاتیب خیال و مذہب کے اصحاب نے جلسہ کو مخاطب فرمایا جناب بشیر صدیقی صاحب نے امام حسینؑ کی عالمگیر شخصیت اور عظمت پر روشنی ڈالتے ہوئے کتاب خلافت معاویہ و یزید کو ممنوع الداخلہ اور ضبطی کے لئے حکومت سے پاس تائید گی کرنے پر زور دیا۔ صدر جلسہ نے اس تحریک کی تائید کی چنانچہ طے کیا گیا کہ ایک وفد حکومت سے ملاقات کرکے اس اشتعال انگیز اور منافرت خیز کتاب کی ضبطی کے لئے توجہ دلائے۔ شاعر قوم آقای علی افندی نے اپنا منظوم تبصرہ گوشگزار سامعین کیا جو بہت پسند کیا گیا۔

سیرۃ زہرا کمیٹی کی سرگرمیاں

مرکزی سیرۃ الزہرا کمیٹی نے اس سال جمادی الثانی کے پہلے ہفتہ میں ۵ مجلسیں پڑھنے کے لئے علامہ رشید ترابی کو دعوت نامہ روانہ کیا تھا۔ علامہ موصوف نے بوجہ علالت ان تواریخ میں آنے سے مجبوری ظاہر فرمائی ہے۔ کمیٹی علامہ موصوف سے مکرر ربط پیدا کر رہی ہے تاکہ ان کو کسی دوسری مناسب اور موزوں تواریخ میں حیدرآباد آنے کی زحمت دی جائے۔

اسٹیٹ شیعہ کانفرنس کا باضابطہ اقدام

حیدرآباد:۔ ۳ر نومبر اسٹیٹ شیعہ کانفرنس کے ایک نمائندہ وفد نے جو نواب سید حسن پاشا صاحب صدر اسٹیٹ شیعہ کانفرنس اور نواب میر طاہر علی خان صاحب نائب صدر اسٹیٹ شیعہ کانفرنس پر مشتمل تھا مسٹر جی ایم رنگا راؤ وزیر داخلہ حکومت آندھرا پردیش سے ملاقات کرکے کتاب خلافت معاویہ و یزید کے ضبطی سے متعلق توجہ دلائی موصوف نے عاجلانہ تصفیہ کا وعدہ فرمایا۔

مجلس چہلم!

حیدرآباد:۔ آج صبح کے ۸ بجے نواب سید محمد باقر خان صاحب جاگیردار کی مجلس فاتحہ چہلم کو جو ایرانی میں

منعقد تھی۔ حیدرآباد کے مشہور سوز خوانوں نے مرثیہ سنایا اور جناب مرزا قمر رضا صاحب نے تحت اللفظ خوانی کی۔ مرحوم کے قبر پر چادر گل چڑھائی گئی۔ حاضرین نے مرحوم کی روح کو سورہ فاتحہ سے نوازا۔ خداوند عالم مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

علی یاور منزل میں ایمان افروز مجلس

۴ر نومبر سے نواب محمد افضل علی خان بہادر (نور الامرائی) کی بنا کردہ مجلسیں علی یاور منزل بازار نور الامراء میں ٹھیک سات بجے شروع ہو رہی ہیں۔ خطیب اکبر علامہ سید ابن حسن نونہروی فضائل و مصائب بیان فرما رہے ہیں۔ علامہ موصوف کے معلومات آفرین خطبات سے مستفید ہونے کے لئے مختلف مکاتیب خیال کے اصحاب جمع ہوتے ہیں۔ مجلس ٹھیک سات بجے شروع ہوتی ہے۔ نواب محمد افضل علی خان بہادر (نور الامرائی) قابل مبارکباد ہیں کہ موصوف کی وجہ سے مومنین حیدرآباد ہر سال علامہ موصوف کے علمی و مذہبی تحقیقات سے فیض پاتے ہیں۔

شیعیان اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

عرس شریف گربہ

عرس مبارک قطب زماں خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ شاہ عارف اللہ محمد محمد الحسینی چشتی القادری مخدوم الٰہی سرمست السنت مجرد خدا پرست قدس اللہ اسرارہم۔ حسب روایات قدیم مندرجہ ذیل تواریخ میں عرس منعقد ہوگا۔

۱۔ ۱۲ ؍ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۴ ؍ نومبر ۱۹۵۹ء روز شنبہ اجتماع فقراء و گدی نشینی شاہ ملنگ

۲۔ ۱۳ ؍ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۵ ؍ نومبر ۱۹۵۹ء روز یکشنبہ ۱۱ ساعت شب برآمدی صندل مبارک و چادر مع جلوس فقراء از مکان حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ ایک بجے شب سے صبح تک مشہور و معروف قوالوں کی قوالی ہوگی

۳۔ ۱۴ ؍ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۶ ؍ نومبر ۱۹۵۹ء روز دوشنبہ ۱۱ ساعت شب جلوس صندل مبارک منجانب تاجران شہر۔ پولو لوکی چاندنی میں شہر کا گشت کرتا ہوا آستانہ عالیہ پہنچکر بعد فاتحہ مزار اقدس پر چڑھایا جائے بعد ختم قرآن و زیارات آثار شریف محفل سماع منعقد ہوگی

۴۔ ۱۵ ؍ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۷ ؍ نومبر ۱۹۵۹ء روز سہ شنبہ ۶ ساعت شام شاہ ملنگ کو پیری کی گدی سے اُٹھایا جائے گا۔ ۱۰ ساعت شب سالانہ عظیم الشان طرحی مشاعرہ منعقد ہوگا۔

۵۔ ۱۶ ؍ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۸ ؍ نومبر ۱۹۵۹ء روز چہارشنبہ ۱۰ ساعت شب غیر طرحی مشاعرہ

۶۔ ۱۷ ؍ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹ ؍ نومبر ۱۹۵۹ء روز پنجشنبہ ۶ ساعت صبح بمقام پہاڑ حضرت کی چلہ گاہ کی گوی کے پاس نشان چڑھایا جائے گا ——— دن کے ۱۲ بجے بمقام گنڈی طعام عام و محفل سماع ہوگی ——— ۹ ساعت شب سجادہ نشین صاحب کا شاندار قوالی کے ساتھ شہر کا گشت کرتا ہوا آستانہ عالیہ اختتام پذیر ہوگا۔ اس کے بعد رات بھر قوالی ہوگی امید کہ زائرین عرس مبارک میں شرکت فرما کر بارگاہ مخدوم الٰہی سے فیض یاب ہوں گے۔

المشتہر محبوب علی چتاپوری ساھر

معتمد آستانہ

عزا خانہ

علی یاور منزل
بازار نور الامراء

غرہ جمادی الاول تا ۱۰ ؍ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ

مطابق

۳ ؍ نومبر تا ۱۲ ؍ نومبر ۱۹۵۹ء

بوقت ۷ ساعت شام مقرر ہے!

عمدۃ الذاکرین شمس الواعظین مولانا و مقتدانا حضرت سید ابن حسن صاحب قبلہ نونہروی ذکر فضائل و مصائب فرمائیں گے ـــ مستدعی ہوں کہ تشریف لاکر خود کو مثاب اور مجھے رہین منت فرمائیے۔

محمد افضل علی خان

اطلاع

مولوی سید نظام الدین صاحب کے یہاں کی مجلس الادہ سرطوق مبارک دار الشفاء میں ۱۱ ؍ جمادی الاول مطابق ۱۳ ؍ نومبر سے ہونگی وقت ۷ بجے شام

فاتحہ چہلم

معظمہ محترمہ والدۂ مدیر مجلس مولوی میر غلام محمد صاحب قبلہ مرحوم بتاریخ ۶ ؍ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ م ۸ ؍ نومبر ۱۹۵۹ء اتوار کے دن صبح کے ۹ بجے مجلس ایصال ثواب مقرر ہے ـــ

مستدعی شرکت

میر نقی علی عابدی

کوچہ ارانی

نواب دین یار جنگ بہادر

اخبار شیراز کو بنظر پسندیدگی ملاحظہ فرماتے ہیں اسلئے کہ خیر خواہ شاہ ذی جاہ آگاہ ہیں۔ ان کے اخبار شیراز کا وجہ ناز اور طرہ امتیاز ہے۔ شیراز کی توسیع اشاعت ہمیشہ موصوف کے پیش نظر رہی ہے

شیراز تشہیر کا بہترین ذریعہ ہے۔

فرقہ یزیدیہ

اسلام نے بحکم خدا سے ہر ظالم کی مخالفت فرض قرار دیا ہے۔ سبط رسول، امام حسین حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاتل "یزید" اس لئے بدرجہ اولیٰ لعنتی ہے۔ یزید کو "رحمتہ اللہ علیہ" کہنے والوں کا تعلق فرقہ یزیدیہ سے ہے۔ اس عقیدہ کے لوگ ہندوستان، پاکستان اور عراق میں پائے جاتے ہیں۔ — چنانچہ حیدرآباد بھی ان یزیدیوں سے پاک نہیں ہے —

اخبار ہمدم مورخہ یکم نومبر ۱۹۵۹ء میں اسی فرقہ یزیدیہ کو عراق کا قبیلہ عادہ بتلایا گیا ہے ان لوگوں کے معتقدات کے متعلق اخبار مذکور یوں رقمطراز ہے کہ:۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی یزید کے مقابل خروج کر کے شہید ہو چکے ہیں اس لئے یزید اور شمر کے ناموں کے ساتھ حضرت امیرالمومنین یزید رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شمر رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ابن ملجم کو بھی اچھا ایماندار انسان

تسلیم کرتے ہیں تمام ان کے مسلمانوں کے سے ہوتے ہیں اور فقہ میں حضرت امام شافعیؒ کے پیرو ہیں"

فرقہ یزیدیہ کے مختصر حالات قبل ازیں اخبار شیراز مورخہ ۱۷ر جون ۱۹۵۷ء میں شائع ہو چکے ہیں جو ناظرین شیراز کی دلچسپی کے لئے مکرر پیش کئے جاتے ہیں۔ (سید حسام شیرازی)

عرب میں ایک فرقہ ہے جو شیطان کی پرستش کرتا ہے اس فرقہ کا نام یزیدی ہے۔ (یہ عربوں اور کردوں کی مخلوط نسل سے مرکب ہے ان کی تعداد ۳۰ ہزار ہے اور ان میں سے اکثر کا مسکن جبل سنجر ہے جو دجلہ کے پورب موصل کے مقابل واقع ہے۔ ان کی کچھ تعداد حلب، دیار بکر و طفلس میں بھی موجود ہے ان کی زبان کردی زبان کی ایک شاخ ہے۔ ملحاظ عادات و خصائل یہ لوگ بڑے جفاکش، باہمت، باکیاز و مہمان نواز تھا۔ لیکن یہ فرقہ ہی بالکل جاہل بھی ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تعلیم ان کے مذہب میں قطعاً ممنوع ہے۔ ان کا مذہب دراصل قدیم آذری مجوسیہ پرستی کا مظہر ہے۔ جس میں مسیحیت، یہودیت و اسلام تینوں کے عناصر شامل ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ سب سے بڑی قوتیں دو ہیں، ملک طاوس اور ملک عیسیٰ، جن میں سے

اول الذکر اہرمن (شیطان) اور آخر الذکر یزدان (خدا) کے مترادف ہے۔ ان میں سے ہر قوت کی مدت حکومت دس ہزار سال تک رہتی ہے۔ لیکن آجکل چونکہ شیطان کا دور حکومت ہے۔ لہٰذا اسی کی عبادت واجب ہے۔

شیطان کی مدت حکومت کے چار ہزار سال گزر چکے ہیں اور چھ ہزار سال باقی رہ گئے ہیں۔ اس مدت کے اختتام پر عیسٰی کا ظہور رہے گا۔ جو شیطان کو جہنم میں بھیجیں گے، اور وہ وہاں پہنچ کر اس قدر گریہ و بکا کرے گا کہ آتش دوزخ اس کے آنسوؤں سے سرد ہو جائے گی۔ اس وقت اس کی خطا معاف ہو گی، اور اس وقت وہ از سر نو معلم الملکوت کے مرتبہ پر سرفراز ہو گا۔

آجکل چونکہ مسیح کا درجہ بلند ترین نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت ان کا عہد حکومت نہیں اور چونکہ وہ نہایت حکیم، رحیم، کریم، خطا پوش ہیں، اس لئے ان سے ڈرنے اور خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دعوتوں اور ضیافتوں کے موقع پر یہ لوگ ایک بھیڑ کی مسیح کے نام پر قربانی کرتے ہیں۔ اور سات بھیڑوں کی شیطان کے نام پر۔ اس لئے کہ شیطان بڑا ہی سخت گیر اور غضبناک معبود ہے۔ یہ لوگ مسیح کے علول پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن صلیب پر ان کے وفات پانے کو نہیں مانتے۔ مسیح کے ظہور اول کو یہ لوگ ناکام قرار دیتے ہیں۔ اس لئے کہ اس وقت وہ قوت عصیان کو شکست نہ کر سکے۔ یہ لوگ صلیب کا احترام کرتے ہیں۔ آفتاب کو ماہتاب کو مقدس مانتے ہیں۔ اور جس مقام پر آفتاب کی شعاعیں سب سے پہلے پڑتی ہیں اس کو روز چومتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ذات باری پر بھی ہے لیکن چونکہ ان کے حسب اعتقاد اس کا تعلق صرف آسمان سے ہے اسلئے اس کی عبادت ضروری نہیں سمجھتے۔ حضرت محمد کو پیغمبر برحق تسلیم کرتے ہیں۔ اور مکہ کو مقام مقدس مانتے ہیں۔ سانپوں کی پرستش تو شاید یہ لوگ نہیں کرتے، تاہم ان کے معابد میں بڑے بڑے سیاہ سانپوں کی تصویریں بنی ہوئی رہتی ہیں۔ اور آنگن میں تھوکنا ان یہاں معصیت کبیرہ ہے اس عمارت کے سامنے جس کے اندر شیطان کی مورتیں رہتی ہیں، ہمیشہ چراغ روشن رکھے جاتے ہیں۔ ان کے حسب اعتقاد انسان خلقت آدم و حوا سے ہوئی ہے۔ لیکن آدم و حوا صرف ایک ایک نہیں بلکہ اکثر کی تعداد میں ہو چکے ہیں اور ان میں سے ہر آدم و حوا کی عمر دس دس ہزار سال کی ہوتی ہے۔ روایت ہے کہ ابتداء میں آدم و حوا کے درمیان اس بات میں جھگڑا ہوا کہ ان میں سے قوت تخلیق کس میں ہے اس قضیہ کو طے کرنے کے لئے انہوں نے ایک ایک برتن میں تھوکا اور انہیں سربمہر کر کے نو مہینہ تک رکھا۔ اس کے بعد جب کھولا تو حوا کے برتن سے سانپ، بچھو اور دیگر حشرات الارض نکلے۔ اور آدم کے برتن سے دو بچے بصورت اولاد یعنی ایک لڑکا اور ایک لڑکی برآمد ہوئے۔ اور یزیدیہ انہیں کی نسل سے ہیں۔ حوا کو اس تجربہ کے نتیجہ پر اتنا غصہ آیا کہ انہوں نے اس بچوں کی رضاعت سے انکار کر دیا۔ لیکن خدا نے آدم کو پستان دیدیئے اور انہوں نے دو سال تک ان بچوں کی رضاعت کی۔

طوفان نوح سے متعلق بھی ان کی روایت دلچسپ ہے کشتی آکر کوہ سنجر پر ٹھہری جو ان کے پہاڑوں کی سب سے اونچی چوٹی ہے۔ لیکن جونہی وہ کشتی ٹھہرنے لگی دفعتاً پہاڑ اس تیزی کے ساتھ ٹکرا کہ کشتی میں سوراخ ہو گیا، اور وہ ڈوبنے لگی۔ اس پر کشتی کو سخت غصہ آیا اور نوح سراسیمہ ہو گئے۔ اس وقت ایک سانپ ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ اگر آپ میری ایک شرط منظور رکھنے کا وعدہ کریں تو میں اس سوراخ کو اپنے جسم سے بھر کر کشتی کو غرقابی سے بچا سکتا ہوں اور وہ شرط یہ ہے کہ آپ آئندہ اجازت دیں کہ میں اپنا مسکن انسان کی بغل کو رکھوں اور انسانی خون چوستا رہوں ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک دریائی پرندے نے جھپٹا مار کر سانپ کو اپنی چونچ میں اٹھا لیا۔ سانپ اس وقت درد و تکلیف سے بیتاب ہو کر "اخ اخ" چلایا جس کے معنے زمین پر رینگتے رہنے کی تمنا ہے اور انہوں نے اس کی اسی شرط کو منظور کر لیا۔ جب اس کے بعد کشتی محفوظ ہو گئی تو نوح اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور جتنے سانپ کشتی پر موجود تھے سب کو ہلاک کر کے آگ میں جھونک دیا۔ لیکن ان کی خاکستر سے دوسرے سانپ پیدا ہوئے جو آج تک دنیا میں موجود ہیں اور انسان کی ہلاکت میں مصروف ہیں۔

ٹیلی پرنٹر کی کہانی

تار رسانی میں زبردست انقلاب، صرف سات منٹ میں ڈیلیوری

امریکہ میں ٹیلی پرنٹر۔ ٹیلی فون۔ تار۔ وائرلیس اور پیغام رسانی کے دوسرے ذرائع ترقی کرتے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اب تو چاند کو بھی پیغام رسانی کے اسٹیشن کے طور پر کامیابی سے استعمال کیا جا سکتا ہے ان ذرائع میں ٹیلی پرنٹر کو اب بھاری اہمیت حاصل ہے اس میں اور کیا کیا اصلاحیں کی گئی ہیں اور کونسی نئی مشینیں ایجاد ہوئی ہیں اس کی مختصر سی داستان ذیل میں درج ہے۔

جان ٹیلک جب اپنے گاہک کی حسب ہدایت نیویارک اسٹاک ایکسچینج منڈی میں اُس کے لئے ہم سو حصص ٹیلی فون پر ہی خرید کر واپس اپنی میز پر آکر بیٹھا تو سوچنے لگا کہ پرانا زمانہ خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ تھا۔ اسوقت کے لوگوں کو آج جیسی پریشانیوں اور نت نئی الجھنوں کا سامنا نہیں تھا لیکن یہ بات تو ماننی ہی پڑتی ہے کہ موجودہ زمانے میں کاروبار اور روزمرہ کی زندگی میں جو سہولتیں حاصل ہیں اور سائنس انسان کی جو مدد کر رہی ہے ایسی آسانیاں اور ایسی برکتیں اگلے وقتوں میں کہاں نصیب تھیں؟ مثلاً اسی بات کو لیجئے کہ ابھی ابھی میرے دفتر میں لگی ہوئی خود کار تار وصول کرنے اور تار بھیجنے کی مشین کی گھنٹی بجی۔ یعنی اس نے مجھے آواز دی کہ "آؤ! تمہارے لئے کوئی پیغام ہے!" میں اٹھا اور مشین پر تار ٹائپ ہو گیا تھا۔ اس پر سان فرانسسکو سے میرے ایک گاہک کی ہدایت درج تھی "سٹرا پیسفک آئل کے ہم سو حصص خرید لو۔" یہ مشین ٹیلی پرنٹر ہے اور عام طور پر اخباروں کے دفتروں میں خبریں لینے کے لئے لگائی جاتی ہے۔ لیکن اب کاروباری دفتروں، تجارتی گھروں اور بڑے بڑے حاکموں کے دفتروں میں لگی ہوتی ہے۔ اس ایک مشین کی وجہ سے کاروبار اور روزمرہ کی زندگی میں کیا کیا سہولتیں میسر آگئی ہیں تار پڑھا اور فوراً نیویارک اسٹاک ایکسچینج (مال اور حصص کی خرید و فروخت کی منڈی) کو فون کیا۔ آئل کے ہم سو حصص زبانی زبانی ہی خرید لئے میرا سکریٹری اس وقت دفتر میں موجود نہیں تھا اس لئے اُس کی اطلاع کے لئے ان حصص کی خرید کا نوٹ لکھ دیا تاکہ وہ بھی کھاتے میں اسے درج کر دے۔ اُدھر ٹیلی پرنٹر پر میں نے سان فرانسسکو جیسے دور دراز شہر میں اپنے گاہک کو یہ اطلاع دی کہ ۹۸ ڈالر فی حصے کے حساب سے ہم سو حصص خرید لئے ہیں۔ تار بھیجنے کے وقت سے لے کر واپسی اطلاع کی روانگی تک سارے کام دھندے میں سات منٹ سے بھی کم وقت لگا۔ اگلے وقتوں میں یہ بات ناممکن تھی۔ اس طرح ان خودکار اور دوسری مشینوں نے انسانی زندگی کے ہر شعبے کا کایا پلٹ کر دیا ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد سے تو طرح طرح کی خودکار مشینوں کی بہتات ہو گئی ہے اور ہوتی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں ذیل میں امریکہ کے ایک ادارے دی ویسٹرن یونین ٹیلیگراف کمپنی کے ترقیاتی منصوبوں کا ذکر بہت دلچسپ رہے گا۔ اس کمپنی نے دوسری عالمی جنگ کے بعد ٹیلی پرنٹر کو وسعت دینے، اسے پوری طرح خودکار بنانے اور نئی نئی ایجادوں سے اس میں ترمیم و اصلاح کے منصوبے کے لئے ۱۶ کروڑ ڈالر کی رقم وقف کی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر طرح کے پیغام جلد سے جلد اور قلیل ترین وقت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچائے جائیں تاکہ باہمی رسل و رسائل کے ذرائع میں ذرا بھی دیر یا رکاوٹ نہ پڑا کرے۔ سب سے پرانی قسم کی خودکار ٹیلی پرنٹر مشینیں اس وقت ۲۲ ہزار امریکی اداروں میں لگی ہوئی ہیں۔ ان مشینوں کے تار ویسٹرن یونین کے ملک گیر

میں پچھلے سال (۲۱) ایڈہاک پنچایت سمیتیاں قائم کی گئیں۔ ان کے قیام کے نتائج حوصلہ افزا رہے۔ قانون پنچایت سمیتیاں و ضلع پریشد آندھرا پردیش کی منظوری کے نتیجے میں قانونی سمیتیاں اور پریشد قائم کی جا رہی ہیں اس قسم کی پہلی سمیتی کا افتتاح وزیر اعظم ہند کے ہاتھوں شاد نگر میں اور اکتوبر ۱۹۵۹ء کو عمل میں آیا۔ ہر ضلع کے ایک گاؤں میں ہر خاندان کے لئے منصوبہ کی اسکیم شروع کی گئی ہے ایک تربیت یافتہ ویلج ورکر کو گاؤں کا انچارج مقرر کیا گیا ہے۔ تاکہ وہاں ہر خاندان کے لئے ایک حقیقت پسندانہ منصوبہ مرتب کیا جا سکے۔

غذائی پیداوار

دوسرے منصوبے کے آغاز پر آندھرا پردیش میں غذائی اجناس کی پیداوار (۶۱۴۵۶) لاکھ ٹن تھی پچھلے سال پیداوار (۲۹۴۵) لاکھ ٹن رہی چالو منصوبہ کے لئے جو نصب العین مقرر کئے گئے تھے وہ حاصل کئے جا چکے ہیں۔ پیداوار میں مزید اضافے کے لئے ایک ہمہ جہتی کوشش جاری ہے۔ ریاست میں کتہ گوڑم کے مقام پر (۲۵) کروڑ روپے کی لاگت پر کھاد سازی کا ایک کارخانہ قائم کیا جا رہا ہے۔ اس کارخانے کی بدولت غذائی پیداوار میں اضافے میں مدد ملے گی۔

صنعتیں

سنہ ۱۹۵۶ء میں سنگارینی کالریز میں کوئلے کی پیداوار (۱۷۴۲۴) لاکھ ٹن رہی اب یہ (۲۱) لاکھ ٹن سے کچھ بڑھ گئی ہے اب یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے (۳) ملین ٹن کا نصب العین حاصل کر لیا جائے۔

راجمندری پیپر ملز اور نیگ ڈورسیرامک فیکٹری کے ترقیاتی پروگراموں کو وسعت دی جا رہی ہے مرکزی حکومت کو یہ ترغیب دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ اس ریاست میں اینٹی بائیوٹکس کی تیاری کا ایک کارخانہ اور دوا سازی کا کارخانہ اور آلات جراحی کی تیاری کا کارخانہ قائم کرے اس ریاست میں جو چھ صنعتی اسٹیٹس قائم کی جا رہی ہیں ان میں سے صنعت نگر اسٹیٹ میں بعض یونٹوں نے کام شروع کر دیا ہے دوسری چار اسٹیٹوں کی تکمیل قریب الختم ہے جن پر جلد ہی کام شروع کیا جائے گا۔ کھادی و دیہی صنعتوں کا ریاستی بورڈ قائم کیا گیا ہے۔ تاکہ ان صنعتوں کے تعلق سے اسکیموں کو روبعمل لایا جائے اور ان میں ربط پیدا کیا جائے۔ حکومت ہند کی جانب سے فراہم کردہ بعض فنڈ میں سے (۱۴) لاکھ روپیہ کی لاگت پر (۲۵) اسکیمیں منظور کی گئی ہیں۔ جن سے دستی پارچہ کی صنعت کو ترقی دی جائے گی۔

آبپاشی

دوسرے منصوبے میں آبپاشی کی مختلف اسکیموں پر ترقی کی تیز رفتاری اطمینان بخش ہے۔ رواں سال کے ختم تک توقع ہے کہ اس آبپاشی شدہ رقبے میں، جو منصوبے کے آغاز پر موجود تھا کوئی (۲۶ء۳) لاکھ ایکڑ کا اضافہ ہوگا۔ دو بڑے پروجکٹ، رومپیرو اور تنگبھدرا لو لیول کنال، نیز کرشنا بیاریج مکمل کر لئے گئے ہیں۔ تنگبھدرا پروجکٹ ہائی لیول کنال پر، پہلے مرحلے کا کام، جس کی تخمینی لاگت (۱۳) کروڑ روپے ہوتی ہے، شروع کیا گیا ہے۔ ناگار جنا ساگر پروجکٹ پر ترقی کی رفتار بہت اچھی رہی، بند بعض مقامات پر (۶۰) فٹ کی بلندی تک تعمیر ہو گیا ہے اور صدر نہروں کی کھدائی ہر دو جانب (۵۰)، (۵۰) میل



...عمل میں آ چکی ہے۔ پروجکٹ اب اس مرحلے میں داخل ...گیا ہے کہ اس پر سالانہ (۱۴) کروڑ روپیہ خرچ کئے ...سکتے ہیں۔ پوچم پاڑ پروجکٹ، جو گوداوری پر (۱۵) ...وڑ روپیہ کی لاگت پر تعمیر کیا جائے گا، کی تحقیقات ...مل ہو چکی ہے اور پروجکٹ رپورٹ مرکزی واٹر اینڈ ...ور کمیشن کو روانہ کی گئی ہے۔

برقی قوت

دوسرے منصوبے کے آغاز کے وقت آندھرا پردیش میں فی کس برقی قوت کا صرف ۷ یونٹ تھا اب یہ (۱۲) یونٹ ...ہے۔ دوسرے منصوبے کے ختم تک یہ (۱۵) یونٹ ہو جائیگا ...دوسرے منصوبے کے آغاز پر (۷۰۰) گاؤں اور قصبات ...تک برقی قوت پہنچائی گئی تھی۔ اب ایسے گاؤں کی تعداد (۱۷۴۹) ہو گئی ہے۔ مچکنڈ پر حال ہی میں چوتھی اور پانچویں ...مشین چالو کی گئی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی گنجائش (۲۱۲۵) کلو واٹ ہے۔ راماگنڈم تھرمل اسٹیشن ...جس کی گنجائش (۳۵۰۰۰) کلو واٹ ہے، چالو کیا گیا ہے۔ ...اسی اسٹیشن سے شہر حیدرآباد کو جزوی طور پر برقی قوت ...سربراہ کی جا رہی ہے۔ نیز یہاں سے سرپور، بیلم پلی، ...پریال اور ورنگل کی صنعتوں کے لئے بھی برقی قوت فراہم ...جا رہی ہے۔ اڑیسہ کی حکومت سے حال ہی میں جو معاہدہ ...ہوا اس کے نتیجے میں حکومت آندھرا پردیش اپر سلرو ہائیڈرو ...الکٹرک اسکیم پر کام شروع کر سکتی ہے۔ جس کی گنجائش (۱۶۲) لاکھ کلو واٹ ہے۔ سری سیلم پروجکٹ پر بھی ...تحقیقات کی گئی ہیں جس کی تخمینی گنجائش (۲۶۲۸) لاکھ ...واٹ ہے۔ ایک برقی بورڈ قائم کیا گیا ہے جس نے اسی ...سال کام شروع کر دیا ہے۔

مواصلات

گوداوری ندی پر بھدراچلم کے قریب ایک اونچی سطح کا پل تعمیر کیا جا رہا ہے اس کی لاگت کا تخمینہ (۵۷) لاکھ روپے ہے۔ اس پل سے ان ہزاروں جاتراؤں کو فائدہ پہنچے گا جو سری راما دیول کی زیارت کو جاتے ہیں۔ ضلع مشرقی گوداوری میں گوداوری کے معاون گوتھامی پر اور کریول کے نزدیک تنگبھدرا پر پلوں کی تعمیر جاری ہے۔ ضلع محبوب نگر میں کرشنا پر بھی پل تعمیر کیا جا رہا ہے۔ گوداوری کی معاون واستوا پر بھی ( ) لاکھ روپے کی لاگت پر پل کی تعمیر شروع کی جا رہی ہے۔ قومیائی ہوئی روڈ ٹرانسپورٹ سروس کے انتظام کے لئے کارپوریشن قائم کی گئی ہے۔ قومیائی ہوئی سروس کو رفتہ رفتہ آندھرا کے اضلاع تک بھی وسعت دی جا رہی ہے

تعلیم

فنی تعلیم کے شعبہ میں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ اس وقت چھ انجینئرنگ کالج (۱۳) پولی ٹکنک اور دو مائننگ انسٹیٹیوٹ ہیں۔ کرنول اور ورنگل میں خواتین کے لئے دو نئے آرٹس کالج قائم کئے گئے ہیں۔ گاؤں میں تیزی سے نئے مدارس قائم کئے جا رہے ہیں۔ تاکہ اس سال کے ختم تک ریاست میں کوئی گاؤں ایسا نہ رہے جہاں اسکول نہ ہو۔ علاقہ آندھرا میں نان گزیٹڈ ملازمین کو جو تعلیمی مراعات حاصل تھیں، اب انہیں علاقہ تلنگانہ تک بھی وسعت دی گئی ہے۔ ایسی ہی بعض مراعات سیاسی مصیبت زدگان کے بچوں اور اولاد وغیرہ کو دی گئی ہیں۔ حکومت نے اب فیصلہ کیا ہے کہ تیسرے منصوبے کے ختم تک ریاست میں لازمی تحتانی تعلیم نافذ کی جائے۔ درسی کتب کو قومیانے کی پالیسی کو روبعمل لانے کے لئے حیدرآباد میں ٹکسٹ بک پریس قائم کیا گیا ہے۔ تین نئے قوانین منظور کئے گئے ہیں جن کی رو سے ریاست کی تین

جامعات کے آئین میں بعض تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ کرنول، کاکی ناڈا اور ورنگل میں تین نئے میڈیکل کالج قائم کئے جائیں گے۔ حیدرآباد میں کالج آف نرسنگ (بی۔ ایس۔ سی نرسنگ کورس کے سا تھ) قائم کیا گیا ہے۔

صحت

ریاست میں طبی امداد کی سہولتوں میں کافی ترقی ہوئی ہے تلنگانہ میں ڈسٹرکٹ ہسپتالوں میں بستروں کی تعداد میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ تاکہ مارچ ۱۹۶۱ء سے قبل ان میں سے ہر ایک میں ۱۰۰، ۱۰۰ بستر ہو جائیں۔ اکثر تعلقہ ہسپتالوں میں بستروں کی تعداد ۵۰، ۵۰ کر دی جائے گی۔ سنگا ریڈی، کھمم میٹم اور کھمبم ... میں نئے ہسپتال تعمیر کئے جا رہے ہیں۔ تلنگانہ میں ۳۷ اور آندھرا میں (۸۰) صحت کے ابتدائی مرکز قائم کئے گئے۔ اس کے علاوہ آندھرا میں (۱۸) اور تلنگانہ میں (۴۱) اے اور دیہی دواخانے قائم کئے گئے حیدرآباد کے انسٹی ٹیوٹ آف پریونٹیو میڈیسن ... مرکزی تجربہ خانوں کو تیزی کے ساتھ ترقی دی جا کر لندن کے کنگ انسٹی ٹیوٹ کی طرح بنایا جا رہا ہے۔ ... ورنگل اور کرنول میں علاقہ واری تجربہ خانہ قائم کئے گئے ہیں۔ رواں منصوبے کی مدت کے دوران میں تمام اضلاع میں بھی تجربہ خانے قائم کئے جائیں گے۔ تجویز ہے کہ ریاست میں دوسرے منصوبے کی مدت کے دوران میں ... کی (۵۴) انجمنیں قائم کی جائیں۔ ان میں سے (۴۴) قائم بھی کی جا چکی ہیں۔ ریاست میں کم آمدنی والے طبقات کو فراہمی امکنہ کی اسکیم نمایاں ترقی حاصل کی دیہی رقبوں ... کے ترقیاتی بلاکوں میں دیہی امکنہ کے نئے پروجکٹ شروع کئے گئے ہیں۔ حال ہی میں متوسط آمدنی والے طبقات کو فراہمی امکنہ کی اسکیم شروع کی گئی۔ درج فہرست اقوام قبائل، درج فہرست اقوام، دوسرے پس ماندہ طبقوں کی بہبود کی خاطر ... وغیرہ کے فائدے کے لئے سماجی وبہبودی کی مختلف اسکیموں پر عمل کیا جا رہا ہے۔ ان اخراجات کو (۳) کروڑ روپیہ ہوتے ہیں۔ ریاست کے نان گزیٹیڈ ملازمین کے تعلق سے ایک پے کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کمیٹی اور اس کے بعد مقرر کی ہوئی وزراء کی ذیلی کمیٹی کی سفارشات کے نتیجے میں حکومت نے ان ملازمین کو سہولتیں فراہم کی ہیں۔ جس سے ریاست کے اخراجات میں (۴) کروڑ کا اضافہ ہوا۔



یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقام اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص یا مقام خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے۔ (ایڈیٹر)

ایک ہزار نوری میٹر پر یہ روحانی نشرگاہ ہے ابھی آپ داد خان استاد سے غزل سن رہے تھے جس کا مطلع تھا

کہتے ہیں جسے قانون یہاں، وہ مکڑی کا ہے اک جالا
کمزور پھنسے ہیں جالے میں، اور جالا توڑے بل والا

اب تلنگانہ کے مشہور شاعر مسٹر کرشن سنگھ شاستری المتخلص پارس کی سنائی ہوئی نظم کا ریکارڈ بجایا جائیگا اس نظم کی شان نزول یہ ہے کہ قیام تلنگانہ کے لئے عام ہڑتال کے دن مسٹر پارس نے آنریبل مختصر مفید وزیر اعلیٰ کی مدح عظیم میں یہ نظم سنائی تھی۔ جس کو ہز سرونٹس وائس کمپنی His servant's voice نے ریکارڈ بند کیا تھا — اس نظم کے قافیہ ردیف اور "بحر معنی" سے ہمیں اتفاق نہیں ہے لیکن ہمارے سننے والوں کی فرمائش پر اکرنے یہ ریکارڈ بجایا جا رہا ہے۔

شیروں کی ہے دھاڑ اور للکار یہاں
کھانا ہمارا کھا کر گاتے ہو اور کی تم
سینے ابھار کر ہم مرکز سے لڑ رہے ہیں
راجہ مہاراج جو بیٹ ہو گئی کا چراغ ہو گل
ہوڑ و معتمدی کو کوکری کو لوٹتا اب
تک مشہور کر کے بہکا جا رہے ڈھیر
پیدا تو ہوئے تمہارے ق نجت ہیں کیسے
ہر تل پیچھے بھالی بیرو ہے آندھرا کا
تیلگی کمر نہ ناچو۔ جو چیاک ہے دکھایا
ماقو اب میں تیرہی کہتے تھے جو تنکہ ڈھیر
بدلی ہے اب فضا خود حیدرآباد ہے

(دعا ملا)
نیکر ہی ہم رہیں گے آزاد تلنگانہ
سیوا یہ کیجیے لیتے ہو ساقی احسان عاشقانہ
واں شکل بنی بلی انداز ہیں زنانہ
کہنے لگا جب ہر بچے لیں گے تلنگانہ
ورنہ نصیب ہو گا ایک جھمیلا کلانہ
آخر کہاں سے سیکھا یہ انداز کا فرانہ
جو تیس میں دن اپنی آہ آزادانہ
دیکھو جو ہیں نے نانی ہے کیا زمانہ
اچھا سکھا دیا ہے سب کو ناچ دکھانا
ناؤ بچ کے رجو جو دکن کو جیل نانہ
بیٹھے ہوں بیگلے بلبل جو کوکا آشیانہ

جاؤ میاں وہیں پھر دساپل جہاں تمہارے
پھر ایکبار پوچھو یا مسٹر راماناکو
ہے مثل ہندوؤں نے کچھ سوچ کر بتائی
ماہر بنی جناب ریڈی تو اپنے فن طرب میں
آغاز اسمبلی میں تو کھنڈ دل سے موجود
ہو اقتدار میں کیا ہوتا ہے وہاں پر
جا بھاگ نام دبا آرزو آندھرا کے بند یا

جنگلے کبوتروں کو ملتا نہیں یہاں دانہ
قسمت تمہاری ہو گی چھیڑے کی کیا دشانہ
بے عقل علم پڑھنا ہے دوف جھک مرانہ
ہونے دو تم یہ سارے امراض پاگلانہ
ایمان ہو مت تمہارا خیالات ہو فاقانہ
اب ہوتے نہیں پھر پڑ جاتے منہ کی کھانا
یہ ملک تلنگانہ اور یہاں تلنگانہ ہم فقیر تلنگانہ

ابھی آپ مسٹر کرشن سنگھ شاستری پارس کی نظم کا ریکارڈ سن رہے تھے اب بچوں کے پروگرام کے سلسلہ میں نانی اماں ایک کہانی سنائیں گے۔

نانی اماں:۔

سنو بچو! (کہتے ہیں) پرانے زمانے میں آج سے کوئی پانچ برس پہلے خدا کی خدائی اور سوا تحریس کی ناخدائی میں ایک دیس تھا، نام اس دیس کا بھاگ نگر تھا — بچو! تم نے ہندی کے خدا ترس شاعر سنت کبیر داس کے چیلے کا دوہا تو ضرور سنا ہو گا جس میں وہ بھاگ نگر کے متعلق کہتے ہیں ؎

بھیتر بھیتر پھول کھلے ہیں اندر اندر آگ
بھاگ نگر سے بھاگ سکے یا بھاگ نگر سے بھاگ

کہتے ہیں کہ بھاگ نگر کے ساسی نیتا، بگلے کے پروں کی طرح اجلے اجلے کھادی کے کپڑے پہنا کرتے تھے — بچو! بگلے سے متعلق تمہیں کبیر داس کا دوہا یاد ہو گا ؎

تن اجلا من کالا، بگلے کا سا بھیس
تجھ سے تو کاگا بھلا، بھیتر اندر ایک

ہاں تو! بگلے کی طرح اجلے اجلے کپڑے پہننے والے سیاسی نیتاؤں نے بھاگ نگر کا بھولی بھالی جنتا کو بہلا پھسلا کر، چکنی چپڑی باتیں کر کے اور سکھ سمتا کے جھوٹے وعدے کر کے جنتا کے ووٹ سے ایک عوامی حکومت بنائی تھی۔ حکومت بننے کے بعد جب ان خود غرضوں کو اقتدار اعلیٰ اور دولت ہاتھ آئی تو وہ اپنے کئے ہوئے تمام وعدوں اور دیئے ہوئے تمام وچنوں سے پھر گئے۔ طوطے کی طرح انہوں نے یکایک سے آنکھیں پھیر لیں — بچو! بیتا ول سے آنکھیں پھیر لینے کے متعلق اس زمانے کے ایک شاعر نے پہلے ہی کہا تھا ؎

ارادہ جو شاہ مہاراجوں کا تھا وہ سب کے لئے نہیں قبول
شکستہ آئے کہیں پھیر لیں مطلب نکل جانے پر

اقتدار حکومت اور دولت ہاتھ آنے کے بعد ان نیتاؤں نے بہتی گنگا میں ہاتھ دھونا شروع کر دیا۔ پیسہ یا بچو! (نعوذ باللہ میں اور سرکار کا بھائی ہوں) ان نیتاؤں نے غلط ڈر دکھایا۔

دونوں ہاتھوں اور دس انگلیوں سے "کھانا" شروع کردیا! ان نیتاؤں کے داماد، سالے ہی نہیں دور دور کے رشتہ دار بھی جو باپ دادا کے زمانہ سے پیدل پھرا کرتے تھے وہ بازہ گھوڑوں کی رتھ اور ایک سو ملاموں کی پالکی میں نکلنے لگے! کیونکہ — بچو! تم جانتے ہو۔ اس زمانہ میں موٹر نہیں ہوتی تھی۔ اسی لئے وہ لوگ رتھ میں بیٹھا کرتے تھے — بچو! بھاگ نگر کے دولت کے بوبھی نیتا جو اقتدار ملنے سے پہلے اپنے آپ کو جنتا کا داس اور عوام کا خادم کہتے تھے اقتدار ملنے کے بعد حاکم بنکر "تسمہ پا" کسطرح عوام کی گردن پر سوار ہو گئے ——

بچو! "تسمہ پا" کا قصہ تم اس سے پہلے کئی مرتبہ سن چکے ہو — تم سب جانتے ہو کہ تسمہ پا کتنے مکار اور ظالم ہوتے ہیں۔ بچو! سندباد جہازی کے قصہ میں تسمہ پا کو جس طرح شراب کا نشہ چڑھتا ہے اسیطرح بھاگ نگر کے نیتاؤں کو اقتدار کا نشہ چڑھ گیا نشہ میں اُن لوگوں نے بہکی بہکی حرکتیں شروع کردیں۔ انھوں نے دیکھوں۔ دیشپانڈوں، والیان سمستان، جاگیرداروں اور منصب داروں کی معاش اور تنخواہیں مسدود کرکے ان کا کنگال اور ان کے ذریعہ پرورش پانے والوں کو دانے دانے کا محتاج کردیا ——

—— بیوپاریوں اور چھوٹے چھوٹے پیشے انجام دینے والوں پر مختلف ناموں سے بڑے بڑے ٹیکس لگا کر ان کو دیوالیہ نکالنے اور اپنے پیشوں کو ترک کرنے پر مجبور کردیا۔ ہزاروں سرکاری ملازمین کو طرح طرح کے بہانے کرکے نوکریوں سے علحدہ کردیا۔ ہزاروں فوجیوں کو بے روزگار کردیا۔ ہزاروں استادوں کو جو کمسن بچوں کو پڑھانے کا شریف پیشہ انجام دیتے تھے بہانہ کرکے نوکری سے نکال دیا۔ مختلف دفتروں سے ہزاروں ملازمین کو تخفیف کرکے ان کو اور ان کے بیوی بچوں کو بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پر مجبور کردیا —— بچو! جب اُن نشہ میں مست نیتاؤں کا ظلم اور دیوانگی حد سے بڑھ گئی تو بھاگ نگر کے دو ویروں نے جن کے نام یاد رہو اور دیشمکھ تھے اُن نیتاؤں کو مزید ظلم سے باز رکھنے اور دنیا کو ان کے اپنانے سے واقف کرنے کے لئے بھاگ نگر کے معتمدوں کے بڑے دفتر میں بیٹھکر مرن برت شروع کیا بچو! تم جانتے ہو کہ مرن برت کا یہ احتجاجی طریقہ ہم کو باپو یعنی مہاتما گاندھی نے سکھایا ہے —— لیکن مہاتما گاندھی سے پہلے بھی پرانے زمانہ میں لوگ اس قسم کا برت رکھتے تھے —— بچو! جب یادو اور دیشمکھ نے مرن برت رکھے تو [illegible] بھاگ نگر کے نیتا

بہت پریشان ہوئے انہوں نے ملک کے قانون دانوں سے مشورہ کرکے مرن برت رکھنے والوں پر اقدام کا الزام لگا کر پولیس کے ذریعہ گرفتار کرادیا۔ اور پولیس نے مرن برت رکھنے والوں کا عدالت میں چالان پیش کیا تو عدالت نے سرکاری مہابھارثو کی توجہ پر ان لوگوں کے خلاف یہ فرد جرم مرتب کی کہ :—

تم نے بھوکا رہ کر مر جانے کا ارادہ کیا ہے، تمہارا یہ ارادہ "اقدام خودکشی" ہے جو ہمارے ملک کی تعزیرات کی دفعہ ۳۰۹ کے تحت تعزیری جرم ہے۔ لہذا کیوں نہ تم کو سال قید یا مشقت کی سزا دی جائے ؟

مرن برت رکھنے والوں کی طرف سے گواہان صفائی پیش کئے گئے اور نہ جرح مکرر کی گئی۔ مہابھارثو کی بحث کے بعد لال ان مرن برت رکھنے والوں کو سزا سنانے والا تھا دفعتاً ایک نیک اور خدا ترس قانون دان عدالت پہنچا اور اس نے آتے ہی مرن برت رکھنے والوں کی جانب سے بحث کرنے کی اجازت مجسٹریٹ لال سے حاصل کر کہنا شروع کیا۔

"معزز عدالت! کسی شخص کا مرن برت رکھکر یعنی بھوکے رہ کر مرجانا اقدام خودکشی کی تعریف میں داخل ہے جو دفعہ ۳۰۹ کی رو سے تعزیری جرم ہے اور اس کی سزا دو سال قید تک بھی ہوسکتی ہے۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن معزز عدالت! کے لئے یہ امر توجہ کا محتاج ہے کہ کسی شخص یا اشخاص کو بھوکا رکھ کر مر جانے پر مجبور کرنا بھی جرم ہے جو اقدام قتل کی تعریف میں داخل ہے اس کی سزا (۷) سال سے لیکر عمر قید تک دی جاسکتی ہے۔ معزز عدالت واقف ہے کہ ہمارے برسر اقتدار نیتاؤں نے جاگیرداروں کی جاگیریں چھین کر منصبداروں کے مناصب مسدود کرکے بے شمار ملازمین کو نوکریوں سے نکال کر انہیں بے روزگاری اور بھوک سے تڑپ تڑپ کر مرنے پر مجبور کردیا ہے۔ لہذا ہزاروں جاگیرداروں، منصبداروں اور ملازمین کے اقدام قتل میں برسر اقتدار نیتاؤں کو سزا سنانا عین انصاف ہے!"

بچو! نیک قانون دان کی اس بحث کے بعد عدالت چھا گیا —— عدالت نے مرن برت رکھنے والوں

ے حکم دیا کہ اقتدار کے نشہ میں مست نیتاؤں
خلاف قانونی کارروائی جلد سے جلد پیش کی جائے
بچہ پولیس نے نیتاؤں کو گرفتار کرکے ان کے خلاف
ان پیش کیا تو مجسٹریٹ لال سنے حکم صادر فرمایا کہ
کو ممدد آبھوکوں مارنے کی پاداش میں تحت دفعہ ۱۳
رات نشہ حکومت میں مست نیتاؤں کو سات سال
با مشقت کی سزا دیجاتی ہے ۔ اگر جیل میں ان کا حال
ی ٹھیک رہے تو قید کی مدت گزرنے کے بعد ان کو
کرسی اقتدار پر بیٹھا دیا جائے اور اگر حال ویسا ہی
ست نہ رہے تو ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اقتدار
محروم کردیا جاتا ہے ۔

بچو ! جب یہ نیتا جیل چلے گئے تو ان کی جگہ دوسرے
بٹھایا گیا ۔ نئے نیتاؤں نے جنتا کے ساتھ اچھا سلوک
۔ ان کو روزگار دلایا ۔ محصول میں کمی کی ، غلہ سستا
یا ، بدمعاشوں کو جیل بھیجا ۔ شریفوں کی ہمت افزائی
ملک میں ہر طرف خوشحالی پھیل گئی ۔ اس طرح دواک
کی جنتا سکھ اور شانتی سے رہنے لگی ۔

بچو ! جس طرح بھاگ نگر کی جنتا کے دن پھرے
ہی سب کے دن پھریں ۔ ------ کہانی پر مجھے تمہارے
رے پر اللہ میاں کا پہرا ۔

ایک ہزار نوری میڑ پر یہ روحانی نشرگاہ ہے
ابھی نانی اماں کہانی سنا رہی تھیں ! اب ہمارے نشریات
کا وقت ختم ہو چکا ہے ۔ ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے
اجازت دیجئے ۔ ہفتہ بخیر ۔ !



کہ محمد واحمد عباسی نے "خلافت معاویہ ویزید" لکھ کر اور بابائے اردو نے اس پر تبصرہ کر کے یہ ثابت کر دیا ہے
یاس تیغ بست تو گردد شہید
ورنہ لب سیاہ مند در تمنیا یزید

کہ مولوی محمد عبد الواحد صاحب اویسی صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین نے فرمایا کہ بھارتی مسلمان کمیونسٹ چین کے حملوں کا مقابلہ کرنے تیار ہیں۔
جی ہاں! بھارتی مسلمان ہر قسم کے حملوں کا مقابلہ کرنے تیار رہیں۔۔۔
بیروزگاری کے حملوں کا ـــــ ہولناک گرانی کے حملوں کا ـــــ روز افزوں کساد بازاری کے حملوں کا ـــــ اور خود ساختہ لیڈروں کی قیادت کے حملوں کا ـــــ!

کہ قاضی پورہ میں آندھرا پردیش کے چیف منسٹر نے مجمع عام میں کہا کہ "عوام کی حالت ناگفتہ بہ ہے"ـــــ
عوام کا کہنا ہے کہ حضور آپ کس مرض کی دوا ہیں؟

کہ نواب مہدی نواز جنگ نے بحیثیت وزیر صحت جن جذامیوں کو "مہتاب باغ" ملکا جگری میں مقید کر رکھا تھا اُن سب کو ہمارے محکمہ منتری شری چینا ریڈی نے آزاد فرما دیا ہے ـــــ
اب جذامی بھیک مانگنے اور جذام کے جراثیم منتشر کرنے بالکل آزاد ہیں۔
محکمہ منتری زندہ باد ـــــ مرض جذام پائندہ باد

کہ ایک مارواڑی صاحب نے کہا کہ کانگریسی حکومت نے ہندوستان نے مارواڑیوں کا دھن دھرم دھندہ دے کر جھوٹی جھوٹ اور جمنٹا ہاتھ میں پکڑا دیا ہے۔

لالٹین: اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

ہفتہ وار

مدیر:- سید صمصام شیرازی
محل اشاعت:- چادرگھاٹ گیت حیدرآباد (انڈیا)

دانشمندان نامی اسلام

۵- البتانی

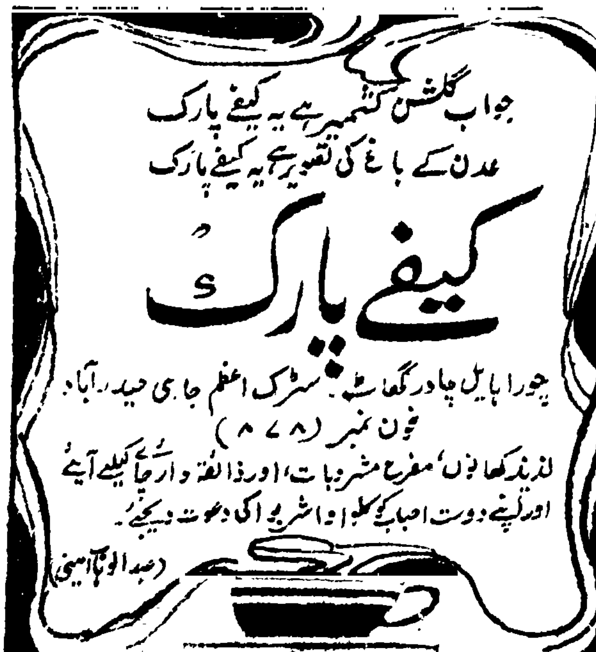
دانشمند و منجم و ریاضی دان و موجب افتخار اہل افتخار

تالیف:- دانشمند محترم آقای سید محمود خیری

مرسلہ آقای حسین ضابط مدینہ ہوتل!

بتانی ابو عبداللہ محمد بن جابر بن سنان البتانی یا سنان
جابر- از مشاہیر اکابر حکمای نامی اسلام کہ شمار گردد
ستناس و در فنون ریاضی و نجوم آلات رصد کواکب وحید
و در دورہ خود بے نظیر بودہ است و ریاست ہیئت علمیہ
فیین و اہل نجوم را بعہدہ داشتہ است بتانی در اصل دارای
ب صابئی بودہ و پس از آن اسلام را قبول کردہ است۔
از این دانشمند نامی کارہای عجیب و حیرت انگیز کہ
از کثرت فضلش بیبا شد صادر گردیدہ است۔
بتانی در سال ۲۶۴ از ہجرت در رصد خانہ رقہ بہ
ات فلکیہ شروع و در سال ۳۰۶ در اثر تحقیقات و
یقات چہل و دو سالہ بہ کشفیات بسیاری دایر بہ علم ہیئت
تا و بہ تالیفات زیادی و رحقائق مکشوفہ خود نائل آمد از
سیصد و شصت و پنج روز و پنج ساعت و چہل و شش دقیقہ
ت و چہار ثانیہ بودن سال خورشیدی را مبرہن نمودہ
ین کشفیات علمای اسلامی را نیز کہ تا آن عصر میزیستہ اند۔
شتہ تالیف در آوردہ و کتاب تعدیل الکواکب و
نام زیج صابئی و شرح بر اربع مقالات بطلیموس
ع اربعۃ ارباع الفلک و کتاب مقدار الاتصالات و
کتاب معرفۃ مطالع البروج فی ما بین ارباع الفلک وغیرہ
از تالیفات اوست۔

بتانی در نزد اروپائیہا بغایت محترم بودہ و از روی
بنام البتانی تعبیر می نمایند و کتاب تعدیل الکواکب او را
بہ السنہ اروپائی ترجمہ کردہ اند۔ بتانی موجب افتخار اسلام
و عرب میباشد البتانی مردی بزرگ و دانشمندی عالیمقام و
از جملہ اشراف بود و بہ بطلیموس ارادت می ورزید۔ وی
از لحاظ دقت در مطالعہ تقویم ابتدا این از بطلیموس نیز
بیشتر رفتہ و اول کسی بود کہ در علم مثلثات سینوس (جیب)
را جانشین وتر ساخت و از این تغییر تمام مثلثات جدید
نتیجہ شد۔ بتانی در ناحیہ بتان از ولایت حران از توابع مصر
زائیدہ شدہ و در سال ۳۱۷ ہجری قمری در موقع مراجعت
از بغداد در موضعی بنام قصر الجص درگذشت۔



لت در حرکات اجرام سماوی و ساختمان فی راکہ ادوات و آلات و اسباب برای رصد کردن در آن جمع است و رصد
گویند۔ ۲- صابئین از پیروان شریعت نوح بودہ پس مرتد شدہ ستارہ پرستیدہ اند۔ ۳- بطلیموس منجم بزرگ یونانی
سال ۱۳۰ مسیحی حیات داشتہ کتاب معروفی دارد بنام مجسطی کہ در ہیئت و نجوم نوشتہ است۔

موشکی که در هوا معلق میماند

سومین موشک کیهانی شوروی بفضا پرتاب شد این موشک حامل یک ایستگاه فضائی است که پس از دور زدن کره ماه وارد جو زمین شده و در فضا معلق خواهد ماند.

نمایشگاه خط فارسی

روز شانزدهم مهرماه برای نخستین بار در ایران نمایشگاهی از بهترین نمونه های خط فارسی در حضور شاهنشاه گشایش یافت سخنگوی وزارت فرهنگ گفت: این نمایشگاه برای تشویق خطاطان کشور و ترویج خط فارسی تشکیل می گردد و بخطاطانی که طبق نظر کمیسیون صاحب زیباترین خط شناخته شوند از طرف وزارت فرهنگ جوایزی اهدا خواهد شد.

حادثه عجیب

چند روز پیش حادثه تأسف انگیزی برای یک دختر ۱۶ ساله امریکائی بنام (درویس) روی داد که شاید بی نظیر باشد. به درویس اطلاع دادند که ده برادر و خواهر و مادرش بر اثر واژگون شدن قایق در دریاچه این ناحیه غرق شده اند این خبر برای دختر باندازه ای تعجب انگیز بود که مانند صاعقه زدگان در جای بیحرکت شد و حتی گریه هم نتوانست بکند.

(درویس) در حالت بهت فقط گفت: میخواهد پدر ۴۱ ساله اش را که تنها کسی است که برای او مانده، ببیند!

دزدی بخاطر نجات پدر!

(کنت بیلی) از سرمایه داران آمریکا بود. شش ماه پیش از این به بیماری خانمان برانداز سرطان مبتلی شد. در راه درمان خود از زندگی دست کشید و هرچه داشت بر سر درمان خود گذاشت، اما پولها تمام شد، نتیجه ای از این همه صرف مال و کوشش در درمان حاصل نگردید. پسر هفده ساله او برای تهیه پول درمان پدر تصمیم گرفت دست بدزدی بزند و بقیه خرج درمان پدر را فراهم سازد. اما پیش از آنکه این آرزو، جامه عمل بپوشد، بدست پلیس افتاد و او را بزندان بردند. در زندان (ریچارد) بیگناه هفده ساله، بخاطر حفظ حیثیت خود، خودکشی کرد.

از شاعر گرانمایه آقای مجتبی کیوان

معاون بانک ملی اصفهان

خانه

خانه جائی که اندر آن عمری — میتوان راحت و سلامت داشت
خانه جائی که بی دخالت غیر — اندر آن میتوان اقامت داشت

خانه جائی که خانواده ما — هست مامون ز چشم بیگانه
خانه یعنی حظیره ناموس — سر و جانم فدایت ای خانه

جان بقربان خانه ای که در آن — میتوان در رفاه و راحت زیست
خانه ای جان و دل به مهرش شاد — آنکه سر در رهت نبازد کیست؟

وطن ما مگر نه خانه ماست — خانه ای دلپذیر و جان پرور
بایدش دست شست از سر و جان — صاحب خانه روزهای خطر

خانه ما که باد آبادان — زادگاه یلان و شیران است
روشنی بخش دیده دل ما — سرمه خاک پاک ایران است

اندر این خانه مردان دلیر — کرده بسیار جانفشانیها
پدرانمان مدام از سر و جان — کرده زین خانه پاسبانیها

گرد این خانه خندقی است عمیق — که پر از خون سرخ ایرانی است
هست تا جمع ما فشرده بهم — خصم را کار در پریشانی است

دشمن سفله را بگو تا چند — ژاژ خائی کنی و پرده دری
آنچه خواهی بهرزه کوش ولی — سود از اینگونه هرزگی نبری

ما باین آب و خاک پابندیم — کی کس از دوست دست بردارد
دل چو با مهر دوست خرسند است — حرف دشمن کجا اثر دارد

آنچه از ماست پیش ما زیباست — گرچه خاریست به ز یاسمن است
دایه مهربان تر از مادر — تو چه گوئی چو خانه مال من است

شهر از ماست شهریار از ماست — و آنچه از ماست دوست میداریم
جز که بر خاک آستان خود است — پیش کس سر فرو نمی آریم

(باقی دارد)

نمبر 507

ہفتہ وار

[illegible]

ایڈیٹر :- سید صمصام ... ازی۔ مقام اشاعت :- چادر گھاٹ گیٹ حیدر آباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴
روز جمعہ
۱۳ نومبر ۱۹۵۹ء
م
۱۱ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ
شمارہ (۲)

غزل

(مطلع) اُو قدم رنجہ نمود است بہ کاشانۂ ما
رشکِ فردوس برین ساخت ویرانۂ ما

زاہدان کردہ وضو زآبِ خُمِ غدیر
ہمہ کردند مطہر خم و پیمانۂ ما

گوئیا این زلفِ گرہگیر بہ پیشِ مرآت
کہ شدہ عقدہ کشا درحقِ ماشانۂ ما

آید این آہ و بکا از لبِ شمعِ روشن
گشت برباد سحر داد چہ پروانۂ ما

گوئیا این گوشِ سماعت کہ خلافِ امید
طولِ بسیار کشیدہ نگرا فسانۂ ما

بشنو از جام و شبو این چہ فسانہ گویند
بادہ کش مست شدند از مئے میخانۂ ما

(مقطع) می دہد رشتۂ تسبیح گواہی زِ امام
در شمار آر تو عثمان سرِ ہر دانۂ ما

(منقول از نظام گزٹ) — مرقوم ۱۰ ر نومبر ۱۹۵۹ء

حرکاتِ نازیبا

فرمایا کچھ عرصہ سے دیکھا جا رہا ہے کہ بعض خانہ زادان (اولاد عہدہ داران کو مستثنےٰ کرتے ہوئے جو کہ متاہل ہیں) جو غیر متاہل ہیں ان کی طرز روش اچھی نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ یہاں نذری باغ میں رہنے کے قابل نہیں۔ لہٰذا اگر اس میں آیندہ اصلاح نہ ہوگی تو مجبوراً انکو نذری باغ سے خارج کرنا ہوگا یہ سمجھکر کہ جو زندگی ان کو قسمت سے ملی ہے اس کے وہ اہل نہیں ہیں کس لئے کہ حرکاتِ نازیبا کو جائز نہیں رکھا جا سکتا جس کا انسداد ضروری ہے۔

دوئم یا اگر بعض افراد کو یہاں رہنا منظور نہیں ہے تو درخواست کرکے یہاں سے چلے جائیں بعوض اس کے کہ کسی نہ کسی الزام میں یا خطا کے سلسلہ میں وہ علٰحدہ ہوں پس یہ چند سطور اس غرض سے لکھے گئے ہیں کہ قبل از قبل آیندہ کیا ہوگا اس سے وہ آگاہ ہو جائیں اور غفلت میں نہ رہیں اور جو کچھ اپنے حق میں وہ مناسب سمجھیں کرلیں مگر اپنی ذمہ داری پر کس لئے کہ نذری باغ کسی فرد کو بغیر خطا یا الزام خود علٰحدہ کرنا نہیں چاہتا تاکہ جو کام ہو وہ درست طریقہ پر ہو۔ معقول وجوہ کیساتھ۔!

دیگر حال کا واقعہ ہے کہ ایک خانہ زاد علاقہ میسرم جس کا نام مختار علی تھا بطور خود اپنی ماں کے علم بغیر اپنے سسرے کے گھر میں شادی کرلینے پر (۲؍ نومبر ۱۹۵۹ء) اسکو زمرۂ خانہ زادان سے مجبوراً خارج کردیا گیا (مع لوازمہ وحقوق ٹرسٹ) مگر اس کے اذوقہ کا انتظام جو کچھ ممکن تھا کردیا گیا۔ جبکہ اسکی حیثیت اب ملازم کی ہے اور وہ بیرون حدودِ نذری باغ ہے۔ آخر میں یہ کہدینا بھی ضروری ہے کہ نذری باغ کے لڑکوں کے نکاح کا انتظام کرنا آسان نہیں ہے جب تک اس کے لوازمہ کی تکمیل نہ ہو سکے ہی نذری باغ کو اس کا احساس ہے کہ بہت سے لڑکے سنِ رشد کو پہنچ چکے ہیں جبکہ ان کی گھر داری ہونا ضروری ہے لہٰذا جو کچھ ہونا ہے وہ وقت پر ہوگا۔ آگے پیچھے جیسا کہ ان کا نمبر سامنے آئے اس لئے اس سے ان کو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ مربی وسرپرست اس سے غافل نہیں ہے بلکہ آگاہ ہے۔ اس لئے کہ قدرت نے کسی کو بے جوڑا پیدا نہیں کیا جس میں پیدائش نسل کا راز مضمر ہے اور اس سے انکار ناممکن ہے۔

مرقوم ۵؍ نومبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

مضمون صبر و ضبط بر خواہشات نفسانی

(متعلق لڑکے مقیم نذری باغ)

فرمایا دنیا کا مشہور مقولہ ہے کہ اسکو کرنے والے ہی کرسکتے ہیں نہ کہ ہر کس و ناکس۔ دنیا میں رشد کی حالت میں جوان لڑکوں کے لئے سخت دشوار ہے جنکی عمریں مابین ۲۰ و ۲۵ سال ہوں اور اس پر طرہ یہ ہے کہ انکی بافراغت گزری ہوئی زندگیاں باقی نہ رہکر بدقسمتی سے زندگیاں انکی تلخ ہوں۔ یعنے طرز معیشت بدلا ہوا ہو اور قیام بر مقام پاک صاف ہوا ہو یا بروقت علاج معالجہ حصول ہو یا خوشگوار ماحول میں رہتے ہوں یا مربی و سرپرست کی صحبت انکو حاصل ہو۔ ایسی حالت میں جن لڑکوں نے حزم و احتیاط کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے خواہشات پر جو قابو رکھا ہو وہ ضرور قابل تعریف ہے جبکہ متوسط عمر کے اشخاص اس وادی سنگلاخ میں ٹھوکریں کھاتے ہوں تو ان کے بالمقابل ناتجربہ کار سبزۂ نوخیز کا اسکو عبور کرجانا سلامتی کے ساتھ نہ صرف قابل توجہ ہے بلکہ ہمت پر ان کے آفریں ہے۔

الحاصل انکے مماثل بہت سے لڑکوں کی متاہل زندگیاں ہو کر اچھا خاصہ عرصہ ہوا ہے لہذا انکو چھوڑتے ہوئے اوسی عمر کے لڑکے جو ان کے بھائی ہم نوالہ و ہم پیالہ رہ گئے ہیں (یعنے ایک گھر سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی میں انکی بود و باش ہے) اب انکا نمبر آچکا ہے کہ صبر و ضبط کا صلہ انکو جتنا جلد ممکن ہو دیا جائے (یعنے انکی متاہل زندگی شروع ہو) تاکہ مربی و سرپرست کے لطف و کرم سے بہ فیض یاب ہوں۔ کیونکہ بہت سے لڑکیوں کا عقد بتوسط قانونی ٹرسٹ مقرر ہو چکا ہے اور جو پیچھے چھوٹ گئے ہیں ان کے لئے بھی مماثل انتظام ہونا ضروری ہے تاکہ یہ محروم نہ رہجائیں۔ دوسری طرف حالات دنیا بدلے ہوئے ہیں اسلئے مقولہ "کار امروز بہ فردا مگذار" پر نظر رکھکر کام ہونا از حد ضروری ہے اور ان امور مذکورہ سے مربی و سرپرست غافل نہیں ہے جبکہ انکی صورتیں وقتِ سلام روزانہ صبح میں نظر آتی ہیں تو یہ انکے آقا و مالک ان چیزوں کی یاد دہانی کرتی رہتی ہیں جو ان کے حق میں ہر طرح مژدہ بخت کی یاوری ہے۔ جس پر انکو بجا طور پر ناز کرنا چاہیئے کہ وہ نذری باغ سے وابستہ ہو گئے ہیں!

مرقومہ ۷؍ نومبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

مُناجاتِ تازہ

(تِلکَ عشرۃٌ کامِلۃٌ (۱۰) شعر)

مطلع — کن مدد از بہرِ ما اے فضلِ یزدان الغیاث | کن نظر بر حالِ ما اے شاہِ مردان الغیاث

در رہِ حق داد سر از دستِ خود در کربلا | دست نہ بر پشتِ ما شاہِ شہیدان الغیاث

منتظر ہستم توجہ کن ز افضال و کرم | درس دہ ہر رمز و ہم معنیٔ فرقان الغیاث

عرضِ ما کردیم پیشِ ضامن و ثامن امامؑ | گیر در حفظ و امان بابِ خراسان الغیاث

گفت این ماہِ عزا آمد دیدہ در غمش | یاد این حسینؑ تازہ در دل و جان الغیاث

بہرِ ما وابستگانِ مذہبِ اسلام ہم | مرکزِ دینِ مبین ایمان و ایقان الغیاث

اے خدائے دو جہاں از بہرِ این بنتِ نبیؐ | از شرور و ہم ز فتن باشی نگہبان الغیاث

یومِ عاشورہ شب تاریک بودہ حسرتا | کن تو روشن بیتِ ما شمعِ شبستان الغیاث

ما عزاداران ترا دانیم چون حاجت روا | ذاتِ شبیرؑ علا اے شاہِ شاہان الغیاث

(مقطع) اندرونِ چشمِ ما عثمان بگفتہ یا نبیؐ
گنبدِ خضری نماید شمسِ تابان الغیاث

مرقوم ۸؍ نومبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

وضاحت حیثیت چند متاہل اولاد عہدہ داران علاقہ سابق صرفِ خاص یا دیوانی

(مقیم نذری باغ)

فرمایا چونکہ سہو و خطا کا ہونا لوازمۂ بشری میں داخل ہے لہذا اس کُلیّہ کو مانتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس گروہ کے بڑے زمانہ گذشتہ میں کچھ نہ کچھ اپنی جگہ حیثیت رکھتے تھے جن کا عکس اس انقلاب کے زمانہ میں بھی باقی ہے یعنے غائب آنکھوں سے نہیں ہوا ہے۔ تاہم اگر کسی وقت اولاد سے کوئی لغزش یا خطا سرزد ہوئی تھی تو اس کو نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ اس پر نوٹس لی گئی تھی جس کا ذکر شمارہ ۷ یا نظام گزٹ میں کیا گیا تھا۔ دوسری طرف البتہ دوسرا گروہ جو خانہ زادوں کا ہے وہ قدیم نمکخواروں کی اولاد ہے جن کے بڑے صرف پہرہ چوکی کا کام انجام دیتے تھے یعنے گارڈ ڈیوٹی۔ لہذا حیثیت یا پوزیشن میں اول الذکر گروہ کے مماثل نہیں تھے بلکہ ان کے بعد تھے۔ (یعنے جونیر) ایسی حالت میں مربّی و سرپرست کو ان چیزوں کا خیال رکھکر کام کرنا پڑا تاکہ اندھا دھند یا بلا فرق مابین فریقین تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ وزنی اشیا و سبک اشیاء کے ساتھ خلط ملط کر کے میزان میں تولا گیا جو کہ درست نہیں تھا کیونکہ خدا نے ہر چیز میں فرق مراتب رکھا ہے بہ مصداق خدا پنج انگشت یکسان نکرد۔ لہذا اسی روشنی میں دنیوی امور انجام پاتے ہیں۔

الحاصل اسی نظریہ کے مطابق نذری باغ میں کام کیا جاتا ہے۔ جسکی وجہ سے یہ معترضین کی لب کشائی سے محفوظ ہے مگر ساتھ ہی اس سبجکٹ پر چند سطور لکھ کر روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ آیندہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے اور ہر چیز اپنے صحیح خط و خال کے ساتھ آئینۂ حقیقت میں نظر آئے اور دنیا کا مقولہ بھی درست ہے:

"صحرا اگرچہ برنگِ چمن ہمسری نکرد"

مرقوم ۹ر نومبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

مماثل طبقہ کی نظیر

بہ سلسلۂ مضمون شائع شدہ در نظام گزٹ مؤرخہ ۱۰؍نومبر ۱۹۵۹ء

فرمایا نذری باغ میں جتنے لڑکے اس وقت مقیم ہیں چاہے عہدہ داروں کی اولاد ہو یا جاگیرداروں کی یا قدیم ملازمین فوج کی (یعنے خانہ زادان علاقہ بیسرم ہوں یا گولکنڈہ) یہ اگر آئندہ موقع پیش آئے تو صرف اپنے طبقہ یا حیثیت کے اشخاص کی نظیر لے سکتے ہیں نہ کہ دوسرے طبقہ کی۔ کیونکہ ہر ایک کی نوعیت جدا ہے اور یہاں نذری باغ میں پہلے آنا یا پیچھے آنے کی دلیل درست نہیں خصوصاً اس معاملہ میں جبکہ طبقہ دوسرا ہو یا نوعیت اس کی دوسری ہو مگر اس کو چھوڑ کر جبکہ ایک ہی حیثیت کے ہوں تو پہلے آنے والوں کو پیچھے آنے والوں پر ضرور سبقت حاصل ہوگی کہ ان کا حق مقدم ہے کہ ان کو یہاں آکر زیادہ مدت ہوئی ہے۔ نظر بر آں ان امور پر نظر رکھ کر کام کیا جائے تو پھر کسی قسم کی نہ شکایت ہو سکتی ہے اور نہ بے ضابطگی کا شکوہ کیونکہ دنیا میں جو کام کیا جاتا ہے تو وہ کسی قاعدہ یا ضابطہ کے تحت ہوتا ہے نہ کہ بلا سوچے سمجھے۔ جس سے پیچیدگیاں پیدا ہو کر مقررہ نظم درہم و برہم ہو جائے اس لئے ان امور پر نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ کام درست طریقہ پر انجام پائے۔

مرقوم ۱۰؍نومبر ۱۹۵۹ء

خدمت کی نوعیت یا تعریف

فرمایا بعض خدمت کی نوعیت ایسی ہے جس کو میں بجز خانہ زادان کسی دوسرے سے نہیں لے سکتا۔ مثلاً اولاً عہدہ داران ہو یا اسی قسم کے دوسرے لڑکے ہوں۔ کیونکہ دنیا کا مقولہ ہے ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ یہی لڑکوں کو میری صحبت زیادہ حاصل ہے اور اسی وجہ سے ان کا تعلق میری ذات کے ساتھ زیادہ ہے اور اسی وجہ سے ان کا مجھے زیادہ خیال ہے ورنہ دوسری طرف جتنے لڑکے اس وقت نذری باغ میں مقیم ہیں چاہے کسی طبقہ سے ان کا تعلق ہو ان کے سود و بہبود کا مجھے یکساں خیال ہے تاہم فرق زیادہ و کم کا جو آپڑا ہے تو اسکی تشریح اوپر آچکی ہے اس کے علاوہ ظاہر ہے کہ جو شخص جتنا قربت میں رہے گا تو اس کا لگاؤ مربی و سرپرست کے ساتھ زیادہ ہوگا بہ نسبت دوسروں کے جن کو یہ چیز حاصل نہیں ہے گو سب ایک ہی گھر میں مقیم ہیں اور ایک ہی آدمی و مالک سے وابستہ ہیں۔

نظر بر آں چند میں نے کیا ہے سے کٹ پر جو روشنی ڈالی ہے تو اپنے ذاتی تجربہ یا مشاہدہ کی بنا پر ہے اور جو من گھڑت قصہ نہیں ہے بلکہ حقیقت حال ہے جس کی تصدیق وہ معزز اصحاب بھی کریں گے جو ان امور سے واقف ہیں یا جن کی آمد و رفت نذری باغ میں ہے۔

دیگر یہ بعض لڑکے یا خانہ زاد اپنے کردار کی وجہ سے اس تعریف میں نہیں آسکتے کیوں تو اس کے وجوہ ہیں جو ناقابل بیان ہیں جس کو شومیٔ قسمت کہا جائے تو کچھ بے جا نہ ہوگا بلکہ ہر طرح درست۔ اور جس کے وہ اہل نہیں ہیں۔

بقول۔ ہر قطرۂ نیساں ہمہ گوہر نمی شود۔

مرقوم ۱۱؍نومبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ
ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی
لا فتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار

تعلیم اور بیروزگاری

ہندوستان میں آزادی کے بعد جیسے جیسے تعلیمی ترقی کی جانب توجہ کی گئی، تحتانی، وسطانی اور فوقانی مدارس کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ پڑھے لکھے خواندہ آدمیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ چنانچہ اس ایک جگہ میں گاؤں گاؤں مدرسے قائم ہوگئے ہیں۔

آزادی کے بارہ برس میں ان خواندہ اشخاص کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہوگیا ہے۔ لیکن ضروریات زندگی کی روز افزوں گرانی کے سبب، اخراجات تعلیمی کی مہنگائی کے باعث ان پڑھے لکھے آدمیوں میں سے اکثر ترک تعلیم پر مجبور اور فکر معاش میں سرگرداں ہیں۔ روزگار مہیا کرنے کیلئے اب تک جو قدم اٹھائے گئے ہیں وہ درست ہیں یا نہیں؟ تعلیمی ترقی سے ہم دوکش ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق بڑھتی ہوئی بے روزگاری نے یہ امر بخوبی ثابت کردیا ہے کہ تعلیمی ترقی کے تناسب سے روزگار مہیا نہیں ہو رہا ہے۔ اور روزگار فراہم کرنا حکومت کا اولین فرض ہے۔ اگر موجودہ صورت حال یونہی برقرار رہے اور بے روزگاری بھی گرانی کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہے تو وہ دن دور نہیں جب کہ تعلیم یافتہ بے روزگار منظم طور پر جرائم کا ارتکاب کرنے لگیں گے۔ اور ہمارے شہروں میں بھی جرائم کا معیار اتنا بلند ہوجائے گا جتنا شکاگو میں ہے۔

ارباب اقتدار کے لئے یہ خبر لائق غور ہے۔ مسٹر رتنم منتظم محکمہ مال کے گھر میں دن دہاڑے سرقہ ہوا۔ سی پولیس شاخ جرائم بلدہ نے ایک ۲۲ سالہ نوجوان کرسچین کرسٹوفر کو گرفتار کیا اور اس کی نشاندہی سے تقریباً ۱۰ ہزار روپیہ کے زیورات برآمد کئے۔ ۶؍ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو جب کہ مسٹر رتنم کے گھر میں کوئی نہیں تھا۔ تو کرسٹوفر گھر میں گھس آیا اور زیورات و نقدی کا صرف کرکے مجوب گرفتار ہوگیا۔ کرسٹوفر اچھا اسپورٹسمین ہے۔ اس نے اسکول میں

اسپورٹس کے کئی انعامات جیتے ہیں۔ میٹرک پاس ہے۔ اسکے باوجود چوری کے الزام میں سات مرتبہ کا سزا یافتہ ہے۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ کرسٹوفر اپنے والدین سے بگڑ کر گھر سے نکل گیا تھا۔ سڑکوں پر آوارہ پھرنے پر پولیس نے اسکو گرفتار کرکے تحت دفعہ ۱۰۹ تعزیرات ہند چالان کیا تھا۔ نتیجتاً اسکو جیل بھیج دیا گیا۔ جیل میں عادی مجرمین سے ملکر کرسٹوفر نے بھی یہی راہ اختیار کی۔ تعلیم کے ساتھ جب بیکاری اور بے روزگاری پھیلتی ہے تو یہ گل کھلاتی ہے۔ اور وہی صلاحیتیں جو ملک کی ترقی اور بھلائی کیلئے استعمال میں لائی جاسکتی تھیں۔ وہی صلاحیتیں تخریبی کاموں میں مصروف عمل ہوجاتی ہیں۔ ترقی کی راہ میں رکاوٹیں اور مشکلات پیدا کرتی ہیں۔

اس لئے ہم حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ تعلیم یافتہ بے روزگاری کی علامت کو جلد از جلد دفع کرے۔ اگر یہ مرض اپنی پوری شدت اختیار کرلے تو پھر اس کے بدترین نتائج اور عواقب سے ملک کو مجبوراً سامنا کرنا پڑے گا۔

خطیب منبر سلونیؑ
فرماتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمین سالم و محفوظ رہیں۔

سیدۂ عالم

از سید العلماء مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد

(سلسلہ گذشتہ)

عبادت و دعا کے موقع پر ایثار

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی عبادت وہ نہ تھی جو [illegible]

انسانیت کے [illegible] طریقہ کے [illegible] مثال ہے عبادت اظہار مخلوق اور خالق کے درمیان [illegible] زندگی [illegible] سے زیادہ تر عبادت کرنے والے [illegible] ہوں گے جو [illegible] اپنے مالی بلکہ عبادت میں بھی دوسروں [illegible] مقدم کر سکتے ہوں [illegible] اللہ کی بارگاہ میں تو [illegible] خود غرضی [illegible] آتی ہے لیکن آل رسول [illegible] خالق کی بارگاہ میں بھی کھڑے ہوتے تھے تو [illegible] مخلوق کا درد اپنے دل میں لئے ہوئے چنانچہ حضرت سیدۂ عالم کے متعلق [illegible] امام حسن کا بیان ہے کہ سیدۂ عالم نے رات بھر محراب عبادت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور مومنین و مومنات کے لئے بہت دعا کی۔ مگر اپنے لئے کوئی دعا نہ مانگی۔ اس کے بعد میں نے [illegible] آپ سے ذکر کیا تو فرمایا۔ الجار ثم الدار [illegible] عربی [illegible] ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ پہلے ہمسایہ [illegible] پھر گھر [illegible] سے مقدم ہے۔

[illegible] سیدۂ عالم [illegible] زندگی [illegible]

اقوال سے بھی خواتین کے لئے پردہ کی اہمیت پر بہت زور دیتی تھیں۔ آپ کا مکان مسجد رسولؐ سے بالکل متصل تھا لیکن آپ برقع و چادر میں نہاں ہو کر بھی اپنے والد بزرگوار کے پیچھے نماز جماعت میں شرکت یا آپ کے موعظہ کے سننے کے لئے مسجد میں تشریف نہیں لائیں بلکہ اپنے فرزند امام حسنؑ سے جب وہ مسجد سے واپس جاتے تھے اکثر رسولؐ کے خطبہ کے مضامین سن لیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ پیغمبرؐ نے منبر پر یہ سوال پیش کر دیا کہ عورت کے لئے سب سے بہتر کیا چیز ہے؟ یہ بات سیدہ تک پہنچی تو آپ نے جواب دیا کہ عورت کے لئے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ نہ اس کی نظر کسی غیر مرد پر پڑے اور نہ کسی غیر مرد کی نظر اس پر پڑے۔ رسولؐ کے سامنے یہ جواب پیش ہوا تو حضرتؐ نے فرمایا کیوں نہ ہو فاطمہؑ میرا ہی ایک جزو ہے۔

خدمت اسلام

اسلامی تعلیم میں عورت کے جہاد کی ذمہ داری مرد کے جہاد سے الگ رکھی گئی ہے اسلئے حضرت فاطمہ زہراؑ کی اس کی پابند تھیں، اسلئے کسی جہاد میں سیدۂ عالم کا میدان جنگ میں قدم رکھنا ثابت نہیں ہوتا لیکن جس حد تک آپ کے حدود عمل تھے ان میں ان جہادوں کے ذیل میں بھی [illegible] متعلق [illegible] تھیں۔ مثلاً جنگ احد میں جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ مدینہ واپس آئے اس حالت میں کہ چہرہ خون سے رنگین تھا تو سیدۂ عالم ہی تھیں جو ظرف

[illegible] ارشاد شیخ مفید۔

میں پانی لے کر حاضر ہوں اور رسولؐ کا چہرہ دھلوایا۔ علی بن ابی طالبؑ آئے اس شان سے کہ شانوں تک دونوں ہاتھ دشمنوں کے خون سے رنگین تھے اور تلوار سے خون ٹپک رہا تھا۔ آپ نے تلوار فاطمہ زہرؑا کی طرف بڑھائی اور عجب فخر کے انداز میں کہا کہ لو یہ تلوار آج اس نے میرے ساتھ وفاداری کی حد کر دی۔ رسولؐ نے بھی ارشاد کیا کہ لو فاطمہؑ علیؑ کے ہاتھ سے تلوار کو لو۔ آج تمہارے شوہر نے جو اُن کا فرض تھا وہ بڑے نازک مرحلہ پر ادا کیا اور اللہ نے انہی کی تلوار سے قریش کے بڑے بڑے آدمیوں کا خاتمہ کرایا۔ فاطمہ زہرؑا نے خاموشی کے ساتھ ان باتوں کو سنا اور تلوار ہاتھ میں لی اور یقیناً ان باتوں سے انہوں نے خود بھی ایک طرح کا فخر محسوس کیا جس کے ساتھ انہیں ایسی عظیم منزل جہاد میں ذات خود شریک نہ ہونے کا کوئی افسوس بھی نہ تھا اسلئے کہ وہ سمجھتی تھیں کہ اُن کا جہاد یہی ہے جیسے وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں رہ کے اسی طرح پورے طور پر ہمیشہ ادا کیا کرتی ہیں۔ جس طرح علیؑ نے ان جنگوں میں جہاد کا فرض ادا کیا۔ ہاں صرف ایک موقع عیسائیوں کے مقابلہ میں پُرامن روحانی جہاد یعنی مباہلہ کا ایسا تھا جہاں سیدۂ عالم خدا کے حکم سے برقع و چادر میں نہاں ہو کر اپنے باپ اور شوہر کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں جس کا واقعہ یہ تھا کہ یمن سے عیسائیوں کے علماء کا ایک وفد رسولؐ کے پاس بحث و مباحثہ کے لئے آیا اور کئی دن اُن سے بحث ہوتی رہی جس سے حقیقت اُن پر روشن تو ہو گئی مگر سخن پروری کی بناء پر وہ قائل نہ ہوتے تھے نہ ہوئے اس وقت قرآن کی آیت اُتری کہ اے رسولؐ اتنے سچے دلائل کے بعد بھی یہ نہیں مانتے تو ان سے کہو کہ پھر آ جاؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو، ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو اور اللہ کی طرف رجوع کریں اور جھوٹوں کے لئے اللہ کی لعنت یعنی عذاب کی بددعا کریں۔ عیسائی علماء پہلے تو اس کے لئے تیار ہو گئے مگر جب رسول اللہ تشریف لے گئے اس شان سے کہ حسنؑ و حسینؑ ایسے بیٹے، فاطمہ زہرؑا ایسی خاتون اور علیؑ ایسے نفس کو اپنے ساتھ لئے ہوئے تھے تو عیسائیوں نے مباہلے سے انکار کر دیا۔ اور مخصوص شرائط پر صلح کر کے واپس گئے اس طرح فاطمہ زہرؑا نے یہ ثابت کر دیا کہ اُن کا معیار پردہ بھی جس کی وہ پابند ہیں برنائے عادت نہیں بلکہ برنائے فرض ہے اس لئے کسی مستثنیٰ صورت میں اللہ کا حکم ظاہری صورت میں اُن کے عام دستور زندگی کے خلاف فریضہ عائد کرے تو اس کی تعمیل بھی اُن کے لئے ویسی ہی خوشگوار ہے جیسی اپنے عام دستور کی پابندی۔

رسولؐ کا برتاؤ

حضرت فاطمہ زہرؑا کے اوصاف و کمالات ہی کا نتیجہ تھا کہ رسولؐ فاطمہ زہرؑا کے ساتھ محبت بھی انتہائی فرماتے تھے اور آپ کی عزت بھی کرتے تھے جو اپنی بیٹی کی عزت کوئی دوسرا باپ نہیں کیا کرتا۔

محبت کے مظاہروں میں سے ایک یہ تھا کہ جب آپ کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے تھے تو سب سے آخر میں

فاطمہ زہراؑ سے رخصت ہونے تشریف لاتے تھے اور جب واپس آتے تھے تو سب سے پہلے فاطمہ زہراؑ کے دیکھنے کو تشریف لاتے تھے۔

اور عزت و احترام کا مظاہرہ یہ ہے کہ جب فاطمہؑ آتی تھیں تو آپ تعظیم کو کھڑے ہو جاتے تھے اور اپنی جگہ پر لا کر بٹھاتے تھے۔ یہ برتاؤ رسولؐ کا فاطمہ زہراؑ کے سوا کسی دوسرے شخص کے ساتھ نہ تھا۔

فضائل

سیدۂ عالم کی فضیلت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتنی حدیثیں وارد ہیں جتنی حضرت علی بن ابی طالبؑ کے سوا کسی دوسری شخصیت کے لئے نہیں ملتیں۔ ان میں سے اکثر علمائے اسلام میں متفقہ حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً آپ بہشت میں جانے والی عورتوں کی سردار ہیں۔ ایمان لانے والی عورتوں کی سردار ہیں۔ تمام جہاں کی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے اور آپ کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ جس نے آپ کو ایذا دی اس نے رسولؐ کو ایذا دی۔ آپ کا نام فاطمہؑ اس لئے ہوا ہے کہ خدا نے آپ کی بدولت آپ کے دوستوں کو عذاب جہنم سے چھڑا دیا ہے۔ "فطم" کے معنی چھڑانے کے ہیں۔ فاطمہؑ کے معنی ہوئے "چھڑانے والی" اس طرح کی بکثرت حدیثیں ہیں جو معتبر کتابوں میں درج ہیں۔

وفات رسولؐ

بعثت کے ۲۳ برس اور ہجرت کے دس برس بعد جب فاطمہ زہراؑ ۱۸ برس کی تھیں آپ کے چاہنے والے اور آپ کی عزت کرنے والے قدردان باپ نے دنیا سے رحلت فرمائی اس صدمہ کا اثر فاطمہ زہراؑ نے اتنا لیا جتنا کسی بیٹی نے کبھی اپنے باپ کی وفات کا اثر نہیں لیا ہے۔

نوحہ و بکا

رسولؐ کی وفات کے بعد سیدۂ عالم جتنے دن زندہ رہیں کبھی کسی نے آپ کو ہنستے یا مسکراتے نہیں دیکھا بلکہ برابر باپ کے غم میں روتی رہیں۔ اور آپ اتنے پُر درد طریقہ پر نوحہ کرتی تھیں کہ آس پاس کے رہنے والے بھی شدید طور پر متاثر ہوتے تھے۔

ناگوار حالات

افسوس ہے کہ وہ فاطمہؑ جن کی تعظیم کو رسولؐ کھڑے ہو جاتے تھے بعد رسولؐ اہل زمانہ کا رخ اپنی طرف سے پھرا ہوا محسوس کرتی تھیں۔ علی بن ابی طالبؑ سے خلافت کا ہٹایا جانا ہی سیدہؑ کے لئے کیا کم تھا کہ آپ سے بیعت کا سوال بھی کیا جانے لگا اور صرف سوال ہی نہیں بلکہ جبر و تشدد سے بھی کام لیا جانے لگا۔ انتہا ہے کہ سیدۂ عالم کے گھر پر لکڑیاں جمع کر دی گئیں اور آگ لگائی جانے لگی اس وقت کے صدمۂ زحمت کی شدت وہ تھی جسے جسمانی حیثیت سے سیدہ برداشت نہ کر سکیں اور وہی آپ کی وفات کا سبب ہوا۔ ان صدموں کی شدت سیدہ کی زبان پر جاری ہونے والے اس شعر سے ظاہر ہے کہ

" صبّت علیّ مصائب لو انّھا۔ صبّت علی الایام صرن لیالیا "

یعنی مجھ پر وہ مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو وہ رات ہو جاتے۔

فدک

سیدہؑ کو جو جسمانی و روحانی صدمے پہنچے اُن میں ایک بڑا اضافہ اس سے ہوگیا کہ فدک جو باغ رسولؐ نے سیدۂ عالم کو مرحمت فرمایا تھا آپ کے بعد رسولؐ ضبط کر لیا گیا۔ باغ کا چلا جانا سیدہ کے لئے اتنی تکلیف کا باعث نہ ہو سکا (تھا) جتنا کہ آپ کے دعوے کو حکومت کی طرف سے غلط قرار دیا جانا۔ یہ وہ صدمہ تھا جس کا اثر سیدہؑ کے دل پر مرتے دم تک رہا

وصیتیں

حضرت فاطمہ زہرہ نے طبقۂ خواتین کے لئے پردہ کی یادگار اہمیت اس وقت بھی قائم کی جب آپ دنیا سے رخصت ہونے والی تھیں اس طرح کہ آپ ایک دن غیر معمولی طور پر فکرمند نظر آئیں۔ آپ کی چچی (جعفر طیار کی بیوی) اسماء بنت عمیس نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے جنازے کے اٹھانے کا یہ دستور اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ عورت کی میت کو بھی تختہ پر اٹھایا جاتا ہے جس سے اُس کا قد و قامت نظر آتا ہے اسماء نے کہا میں نے حبشہ میں ایک طریقہ جنازہ اٹھانے کا دیکھا ہے وہ غالباً آپ کو پسند ہوگا۔ اس کے بعد انھوں نے تابوت کی شکل بنا کر دکھائی اس پر سیدۂ عالم بہت خوش ہوئیں۔ اور پیغمبرؐ کے بعد صرف یہ ایک موقع ایسا تھا کہ آپ کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی چنانچہ آپ نے وصیت فرمائی کہ آپ کو اسی طرح کے تابوت میں اٹھایا جائے مورخین اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ سب سے پہلی لاش جو تابوت میں اٹھی ہے وہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے یہ وصیت بھی فرمائی تھی کہ میرا جنازہ پردۂ شب میں اٹھایا جائے اور اُن لوگوں کو اطلاع نہ دی جائے جن کے طرز عمل نے سیدہؑ کے دل میں زخم ڈال دیئے تھے اور جن سے انتہائی ناراضگی کے عالم میں آپ دنیا سے رخصت ہوئیں۔

وفات

آخر سیدۂ عالم نے اپنے والد بزرگوار رسولؐ خدا کی وفات کے ۳ مہینہ بعد تیسری جمادی الثانیہ سلاھ میں وفات پائی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ رات کو اُٹھایا گیا۔ حضرت علی بن ابی طالبؑ نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور صرف بنی ہاشم اور سلمان اور مقداد و عمار ایسے چند مخلصین کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی اور خاموشی کے ساتھ دفن کر دیا۔ آپ کے محل دفن کی اطلاع بھی عام طور سے لوگوں کو نہیں ہوئی۔ جس کی بناء پر یہ اختلاف رہ گیا کہ آپ جنت البقیع میں دفن ہیں یا اپنے ہی مکان میں جو بعد کو مسجد رسول کا جزو بن گیا جنت البقیع میں جو آپ کا روضہ تھا وہ بھی باقی نہیں رہا کیونکہ ۸ر شوال ۱۳۴۴ھ کو ابن سعود نے دوسرے مقابر اہل بیت کے ساتھ اسے بھی منہدم کر دیا۔

تعلیمی فلمیں کسطرح تیار کیجاتی ہیں

چونکہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملکوں میں فلموں کے ذریعہ تعلیم کا رواج بڑھتا جا رہا ہے اس لئے تعلیمی فلمیں بنانے والے ادارے بھی اس طرف خاص توجہ دے رہے ہیں۔ لیکن عام تفریحی فلموں کے مقابلے میں تعلیمی فلمیں بنانا کس قدر مشکل اور محنت طلب کام ہے۔ ذیل کے دلچسپ اور معلوماتی مضمون سے اس کا اندازہ ہو سکے گا۔

ایک اسکول میں کلاس کی روشنی گل کر دی گئی۔ کمرے میں سنیما پروجیکٹر کی آواز گونجنے لگی اور تیس بچوں کی منتظر و مشغول نظروں کے سامنے ایک شاہ تتلی کے کایا پلٹ کی فلمی کہانی شروع ہو گئی۔ اس فلم میں ایک قدرتی واقعہ کی سادہ سی تشریح کی گئی تھی۔ اس کی تیاری میں ہزاروں، لاکھوں روپے کے کاسٹ، بیش قیمت لباس، ساز و سامان اور بھاری لاگت کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ ایک تعلیمی فلم تھی۔ جو طلباء کے لئے مقصود تھی۔ لیکن اس کے باوجود تعلیمی فلمیں تیار کرنے میں بھاری مسائل اور مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔ مثلاً عام گھریلو مکھی کی فلم تیار کرنے میں دو برس کا عرصہ لگا یہ فلم تیار کرنے والے فوٹوگرافر کا بیان ہے کہ "انسان خود ہی اپنے آپ کو بھی مکھی ہی محسوس کرنے لگتا ہے"۔

ایک اور فلمی فوٹوگرافر کا کہنا ہے کہ تاریخی فلمیں تیار کرنے میں ماضی کی دوبارہ تخلیق اور اسے از سر نو زندہ کرنے کے پیچیدہ مسئلے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ تعلیمی فلمیں بنانے والے میں نہ صرف بڑے بڑے فلم پروڈیوسروں جیسی مہارت ہونی چاہئے جو فیچر فلمیں تیار کرتے ہیں۔ بلکہ سوجھ بوجھ اور دانشمندی سے ان میں معلمی کا پہلو بھی اجاگر کرنا پڑتا ہے۔ یعنی تعلیمی فلموں سے تعلیم کا مقصد پورا ہونا چاہئے ورنہ وہ بیکار ہیں۔ امریکہ میں اب سکولوں اور کالجوں میں فلموں کے ذریعہ تعلیم کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ خاص کر ابتدائی اور ثانوی سکولوں میں اس وقت اندازہ ہے، ایسے سکولوں میں ۳۰ فیصد طلباء فلمیں باقاعدگی سے روزانہ وقتاً فوقتاً دیکھتے رہتے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ عملی تعلیم پاتے ہیں۔ فلمیں یا تو پروڈیوسروں سے خریدی یا لائبریریوں سے کرایہ پر لی جاتی ہیں۔

تعلیمی فلمی ادارے

امریکہ میں اس وقت تعلیمی فلمیں تیار کرنے والے ۲۵۶ ادارے ہیں لیکن ان میں سب سے بڑے اور اہم ترین صرف تین ادارے ہیں۔ (۱) ای۔ بی۔ ایف۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینکا فلمز (۲) کورونیٹ فلمز انکارپوریٹیڈ (۳) میکگرو ہل بک کمپنی۔ کورونیٹ فلمی ادارے کا دعویٰ ہے کہ اس کے پاس تعلیمی فلموں کا دنیا میں سب سے بڑا ذخیرہ ہے جو مختلف حقیقتوں کی بیک وقت دکھائی

جا سکتی ہیں۔ اور جن ۴) مختلف مضامین اور موضوع نکالے گئے ہیں۔ سال میں یہ ادارہ تقریباً ۲۰ فلمیں تیار کرتا ہے ای۔ بی۔ ایف معمولی طور پر سالانہ ۲۰ فلمیں بناتا ہے لیکن ۱۹۵۰ء میں ایک خاص سلسلے میں اس ادارے نے ۲۹ فلمیں تیار کیں۔ ۱۹۵۳ء میں امریکی سینیٹ کے ایک سابق رکن ولیم بینٹن نے ای۔ بی۔ ایف ادارہ خرید لیا اور اس کے واحد مالک بنے اور اپنی ایک اور کمپنی میزک انکار پوریٹڈ کے ایگزیکٹو افسر مارس بی مچل کو ترقی دے کر ای۔ بی۔ ایف کا صدر بنا دیا۔ مسٹر مچل اس فن کے بہت بڑے ماہر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ بے نقص جامع اور اثر انگیز تعلیمی فلم کس طرح تیار کرنی چاہئے۔ وہ سکولوں اور کالجوں کو فلمیں فروخت کرنے کا بھی خاص تجربہ اور فلمی تعلیموں کے معاملے میں ہر فن مولے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تعلیمی فلمیں تیار کرنے والوں میں خاص قابلیت، صلاحیت اور علمی جوہر کا پایا جانا ضروری ہے۔ مسٹر مچل میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

مکھی کی فلم

لیکن تمام گھریلو مکھی کے سوانح لکھا جانی فلم تیار کرنے والے ہیں اینڈرسن کو لیجئے محض ایک گھریلو مکھی کی فلم بنانے کے سلسلے میں تحقیق، مطالعہ، سکرپٹ تیار کرنے، فلم کھینچنے، مکھی کے تعاقب اور آواز بھرنے اور فلم کی ادارت میں ۲ ہزار ۵ سو گھنٹے لگے۔ یعنی تقریباً دو برس۔ اور یہ فلم جس پر اتنی محنت اور دماغ سوزی کرنی پڑی ہے صرف ۱۶ منٹ میں ختم ہو جاتی ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا تھی۔ اتنی مختصر سی فلم پر اتنا وقت کیوں لگا؟ حقیقت یہ ہے کہ گھریلو مکھی کی فلم نہایت ہی دھکا دینے والا کام ہے۔ اینڈرسن کا کہنا ہے کہ اڑتی ہوئی مکھی کی تصویر لینا اور پھر اس کا

کلوز اپ یعنی قریب سے تصویر کھینچنا تو نہایت کٹھن اور صبر آزما کام ہے۔ گویا یہ مائیکرو فوٹو گرافی ہے جس میں باریک اور نہایت چھوٹی اشیاء کی تصویر لی جاتی ہے۔ مثلاً مکھی کی آنکھوں اور پتلیوں کی فلم اتارنے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے کیونکہ زیادہ تیز روشنی سے یا تو مکھی مر جاتی تھی یا ڈر کر بھاگ جاتی تھی۔ اس کا علاج میں نے یہ نکالا کر لیمپوں کے آگے پانی سے بھری ہوئی بڑی بڑی بوتلیں رکھ دیں۔ اس طرح مکھی کے لئے درجہ حرارت بھی کم ہو گیا۔ روشنی ان میں سے گزر کر مکھی کی آنکھوں پر پڑتی تھی۔ اسطرح اُسے ضرر نہیں پہنچتا تھا۔ اس ڈھنگ سے میں نے بڑی دقت اور مشکل کے بعد تصویر اتارنے میں کامیاب ہوا۔ اینڈرسن نے ایک اور دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے اس کا کہنا ہے کہ اس سے پیشتر کہ میں مطلوبہ صورت میں ایک مچھلی کی فلم اتار سکتا مجھے اس کے ساتھ تین مہینے گزارنے پڑے۔ اگر اس پر ذرا بھی دباؤ پڑتا یا ہل جل ہوتی تو وہ فوراً کسی اور سمت کو بھاگ جاتی۔ مچھلی کو مطلوبہ پوزیشن میں لانے کا کام نہایت کٹھن تھا۔ میں نے موقعہ پا کر ایک ہلکی سی چھڑی سے اُسے غیر محسوس طور پر چھیڑا اور مطلوبہ فلم اتار لی۔ اگر اُسے دباؤ ذرا سا بھی محسوس ہوتا تو میری محنت اکارت جاتی۔ مچھلی کو ایک طرف آٹھواں حصہ موڑنا کتنا مشکل ہے اس کا اندازہ تو ماہر لوگ ہی لگا سکتے ہیں۔ اینڈرسن کیڑے مکوڑوں، رینگنے والے اور دوسرے جانوروں کی فلمیں بنانے میں ماہر ہے۔ فلمیں تیار کرنے کے لئے اس نے ایک نہایت بھیانک اور تیز رفتار قسم کا مینڈک بھی پال رکھا ہے اور اسے اس طرح سدھایا کہ وہ ایک ایکٹر کی طرح اس کی حسب خواہش کام کرنے لگا۔ اس نے مینڈک کو اپنی لیبارٹری میں ایک چٹان پر چڑھایا اور ایک پتنگا چھوڑ دیا۔

مینڈک اس وقت تک خاموشی سے انتظار کرتا رہا جب تک اینڈرسن فلمی کیمرے کے پاس پہنچا اور جیسے ہی مینڈک نے یہ دیکھا اس نے پتنگے پر منہ مارنے کی کوشش کی۔ اور ادھر اینڈرسن نے فلم اتار لی۔ اس طرح اس نے مینڈک کے متعلق معلوماتی اور تعلیمی فلم تیار کر لی۔ ظاہر ہے کہ اس کام میں کس قدر صبر و تحمل اور محنت اور سوجھ بوجھ درکار ہے۔ اس کام میں اینڈرسن کی بیوی کلیرا اس کی معاون و مددگار رہے۔ اُسے طبعاً تمام رینگنے والے جانوروں اور کیڑوں، مکوڑوں سے شدید نفرت تھی لیکن قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اینڈرسن سے بیاہے جانے پر اسے انہی رینگنے والے جانوروں سے واسطہ پڑا۔ اور اب اُسے یہ کام بہت پسند ہے۔ اب وہ امریکی سکنک (ایک سموردار جانور) اور نیولے کو بچے جنتے دیکھتی اور انہیں پالتی ہے۔ اور ایک بیڑ یا مکڑی (شاہ مکڑی) بھی پال رکھی ہے جو گھر میں آزادی سے پھرتی رہتی ہے۔ کلیرا کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ ایک زہریلی چھپکلی "گیلا مانسٹر" کو آری زونا کے ریگستان کا آر پار سفر اس وقت تک کراتی رہی جب تک اینڈرسن نے اس کی فلم تیار نہ کر لی۔ چھپکلی کو عبور کرانا کچھ آسان کام نہ تھا۔ جو قدم قدم پر قدرتی طور پر ٹھہر ٹھہر کر چلتی ہے اور پھر خاص کر جو اس قدر زہریلی چھپکلی ہو۔ اسے اتنے بڑے ریگستان میں سے گزارنا کس قدر خطرناک اور جسم کو جھلسانے والا کام تھا۔ کلیرا کو اب تک دو دفعہ سانپ ڈس چکے ہیں۔ اینڈرسن خود بھی زہریلے اور غیر زہریلے سانپوں کا بڑا حامی اور محافظ ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ سانپوں کے متعلق "غلط فہمی" پائی جاتی ہے۔ ان میں سے اکثر انسان کے دوست ہیں اور قدرت سے اس کا شمالی ماحول میں ان کا وجود بھی مفید ہے۔

لیو ڈچیس!

اینڈرسن کا ایک اور ساتھی لیو ڈچیس ہے۔ وہ حیوانوں کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہے اور پھر طرفہ یہ کہ جو ننھے ننھے جانور اور کیڑے مکوڑے اس کی روزی کا ذریعہ ہیں وہ اُن سے ڈرتا ہے۔ اسے بہت سی مصیبتوں کا شکار بھی ہونا پڑا ہے ایک دفعہ اسے ایک بہت بڑے راج ہنس نے کاٹ کھایا جس کے گھو لینے پر اس نے دھاوا بولا ہوا تھا۔ ایک بار جب وہ زہریلے کالے مکوڑے ایک بوتل میں لے جا رہا تھا۔ ان میں سے ۵ م اس کے کپڑوں میں چڑھ گئے اور اسے کاٹا جس سے وہ ہفتہ بھر بیمار رہا۔ اس نے اپنے تہہ خانے اور پچھلے صحن میں اُلو، چوہے اور عجیب و غریب پرندے اور جانور پال رکھے ہیں۔ وہ پچھلے ۲۵ برس سے بہت ہی دلکش اور مفید فلمیں تیار کر رہا ہے "بنی خرگوشن کی مہمیں"

ای بی ایف کی ایک بہترین اور مقبول عام فلم ہے۔ دوسری مشہور فلم "دل اور خون کا دورہ" بھی اپنے انتہا مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ اس نے اپنے مویشی خانے میں ایک جنگل سا بنا رکھا ہے اور اس میں ایسپ کی کہانیوں کو فلماتا ہے۔ تین لومڑیوں والی کہانی خوش نصیبی سے وہ اس سے پہلے ہی ختم کر چکا تھا جب ۱۹۵۰ء میں اس کی لال لومڑی کا انتقال ہو گیا۔ یہ لومڑی ۱۵ برس تک "فلمی ستارے" کے طور پر کام کرتی رہی تھی۔ جیس نے "کچھوے اور خرگوش کی دوڑ" کی فلم بھی تیار کی ہے۔ اس فلم میں ایک مسئلہ یہ درپیش تھا کہ خرگوش کو جنگلی جانوروں کو "خطاب" کرتے ہوئے دکھایا جانا تھا۔ چنانچہ جیس نے ایک گاجر ایک لمبے بانس کے سرے سے باندھی جو زمین میں گڑا ہوا تھا۔

خرگوش اُسے مُنہ مار مار کر کھانے کی کوشش کرنے لگا اور جیبی نے اسی اثنا میں اس کی فلم پیچھے سے ایسے طریقہ سے اُتاری کہ خرگوش دوسرے جانوروں کے سامنے استادہ ہو کر تقریر کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اُدھر اس کے سامنے جانور سامعین کو بھی غیر معلوم طور پر اپنی اپنی نشستوں پر باندھ دیا گیا تھا۔ ایک اُلّو، روسٹر، بطخ کی ٹانگیں ایک ڈنڈے سے باندھی ہوئی تھیں۔ ایک لومڑی اور سکنک اور دیگر جانور بھی اسیطرح جمع کر رکھے تھے۔ اور ادھر کیمرا تصویریں لیتا گیا۔

خوردبینی جانوروں کی فلمیں!

خوردبینی جانوروں یعنی ایسے جاندار جو خوردبین کے بغیر دکھائی نہیں دیتے انکی فلمیں بھی تعلیمی مقاصد کے لئے تیار رہتی ہیں۔ چنانچہ امریکہ رومن وشتیاک عام طور پر دنیا بھر میں سب سے بڑے خوردبینی فوٹوگرافر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور نظر نہ آنے والے جانداروں کی فلمیں تیار کرنے میں انتہائی مہارت رکھتے ہیں۔ وہ ان جانداروں کی فلمیں ایسی لینسوں کی مدد سے بڑا اور نظر آنے والا بناکر کھینچتے ہیں اور اس طرح نظر نہ آنے والی جاندار دنیا کو دکھائی دینے کے قابل بناتے ہیں۔ یہ بہت ہی باریک بینی کا کام ہے۔ وہ روسی نژاد ہیں۔ آج ان کی عمر ۶۰ برس کی ہے۔ کمیونسٹوں اور نازیوں کے مظالم سے بھاگ کر امریکہ پہنچے ہیں۔ ان کے علم و فضیلت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کے پاس ڈاکٹوریٹ کی تین ڈگریاں ہیں۔ ڈاکٹری (علم طب)، علم طبیعات اور فنون لطیفہ آرٹ وغیرہ سات زبانوں کے ماہر ہیں۔ فوٹوگرافی میں ان کے کمال کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ مکھی کی آنکھ کی پتلی میں ۴۶۰۰ لینس ہوتے ہیں۔ انسانی آنکھ میں صرف ایک ہی لینس ہوتا ہے۔ غرض کہ خوردبینی جانوروں کی تعلیمی فلمیں بنانے میں وشتیاک نے ایک شاندار ریکارڈ اور سنگ میل قائم کیا ہے۔ وہ واقعی ایک لاثانی سائنسدان اور فنکار ہے۔

تاریخی فلمیں!

تعلیمی اغراض کے لئے تاریخی فلمیں تیار کی جاتی ہیں۔ ان میں اس بات کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے کہ واقعات بالکل سچے اور تاریخ کے عین مطابق ہوں۔ اور بالکل اصلی رنگ ڈھنگ سے پیش کئے جائیں۔ امریکی انڈینوں کے متعلق فلم ہو یا ابراہم لنکن اور بنجامن فرینکلن کے متعلق، ایکٹروں کو ایسی ترتیب دی جاتی ہے

کر وہ بالکل قدیمی انڈین معلوم ہوں اور ابراہم لنکن کی سی آواز، انداز اور [illegible] زندگی جیسی شخصیت دکھائی دے اور نقل اصل کے عین مطابق ہو۔ مثلاً ابراہم لنکن کی آواز بلند اور موثر ہوتی تھی۔ اور ناک کے ذریعہ نکلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ای۔ بی۔ ایف کے ماہرین ایکٹروں میں بھی ابراہم لنکن کی سی آواز اور بات چیت کا انداز پیدا کرتے ہیں۔ ایسی فلمیں تیار کرنے میں ای۔ بی۔ ایف کے ایک ڈائرکٹر جان برنز اپنا ثانی نہیں رکھتے انہوں نے تعلیمی تاریخی اور دستاویزی فلمیں تیار کرنے کے لئے کئی انعامات اور اعزازات حاصل کئے ہیں

تاریخی فلموں سے بھی زیادہ مشکل سائنسی فلمیں!

سائنسی فلموں کی تیاری ہے مثلاً یہ دکھانے کے لئے کہ کانوں کے ذریعہ کس طرح آوازیں سنی جاتی ہیں۔ ای۔ بی۔ ایف کے ماہر ایک تازہ لاش کا سر لے آئے اور اس کو بیچ میں سے چیر کر ڈالا اور فلم (تیار) کی گئی۔ اس سے کانوں کے پردوں پر آواز کا جو اثر ہوتا ہے صاف صاف دکھائی دینے لگا۔ اسی طرح معدے کے عمل اور اس کو دھونے کا عملی تجربہ دکھانے کے لئے جب کوئی اور شخص نہیں ملا تو شکاگو یونیورسٹی کے ڈاکٹر کارلسن نے خود اپنے معدے پر عمل کر دکھایا۔ ای۔ بی۔ ایف نے طبعیات اور فزکس اور سائنس کے دوسرے علوم کے متعلق فلمیں تیار کرنے کا ایک پروگرام مرتب کیا ہے سنہ ۱۹۵۷ء میں اس نے فزکس کے سارے نصاب کی عملی تعلیمی فلم تیار کی جو اپنی ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ اسی طرح کیمسٹری کے سارے نصاب کی بھی فلم تیار کی جائے گی۔ چونکہ سائنسی فلموں پر بھاری لاگت آتی ہے۔ اس لئے نیشنل سائنس فاؤنڈیشن اور فنڈ فار ایڈوانسمنٹ آف ایجوکیشن کی طرف سے بھی لاکھوں ڈالر کی رقم وقف کی گئی ہے۔ ای۔ بی۔ ایف کی تعلیمی فلمیں نہ صرف امریکہ بھر میں بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک بھی خریدتے ہیں اور مانگ بڑھتی جا رہی ہے۔

اسلامی تعلیم سے بین الاقوامی مفاہمت کو فروغ ملتا ہے

اسلام انصاف صبر و قناعت اور معاف کرنے کی تعلیم دیتا ہے

واشنگٹن کے اسلامی مرکز میں تقریریں!

(○)

واشنگٹن میں گذشتہ منگل کی رات کو واشنگٹن اسلامی مرکز کے ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد حب اللہ نے ٦٠-١٩٥٩ء کے لئے مرکز کے لیکچروں کا افتتاح کیا۔ امریکہ میں سعودی عرب کے سفیر شیخ عبد اللہ الخیال نے حاضرین سے معزز مقررین کا تعارف کرایا اور کہا کہ یہ مرکز جو تقریباً دس برس پہلے قائم کیا گیا تھا۔ دو بڑے مقاصد کی تکمیل کر رہا ہے اول اس شہر میں رہنے والے یا اس کی سیاحت کرنے والے تمام مسلمانوں کی خدمت انجام دینا اور دوم لیکچروں، کتابوں اور اسلامی عقائد و ثقافت کے مطالعہ کے ذریعہ عالم اسلام اور امریکی عوام میں پائے جانے والے اچھے تعلقات کو فروغ دینا۔ (یہ اسلامی مرکز ان تنظیموں اور عوام کے درمیان رشتہ اتحاد کو مضبوط بنانے کے لئے کتنی اہمیت رکھتا ہے اس کا ثبوت یہ مشکل کو مل گیا جب افریقہ کی نو آزاد جمہوریہ گنی کے صدر سیکو تورے مرکز میں تشریف لائے۔ ماضی میں جو برگزیدہ ہستیاں مرکز میں تشریف لا چکی ہیں ان میں شاہ ایران، شاہ مراکو اور پاکستان اور دوسرے ملکوں کے وزرا اعظم شامل ہیں۔ دو برس پہلے مرکز کی افتتاحی تقریب میں صدر آئزن ہاور نے بھی شرکت کی تھی)۔ "اسلام اور انسان دوستی کے اصول" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹر حب اللہ نے کہا کہ اسلامی اخلاقیات کی اساس یہ ہے کہ زندگی کی ... قدریں عارضی اور خیالی نہیں ہیں بلکہ ... مقصد اور حقیقی ہیں ... آپ نے انصاف، صبر و قناعت اور معاف کرنے کے اہم اسلامی پہلوؤں کی تشریح کے لئے قرآن کی آیتوں کے حوالے دئے ... آپ نے کہا کہ موجودہ مشکلات کا حل تعلیم و ہدایت میں موجود ہے۔ اگر لڑکے اور لڑکیوں کو ... کا احترام کرنا سکھایا جائے۔ اس امر ... اس کی ... اور ... حسن سلوک ... اسلام ابتدا ہی ... چاہتا ہے ... [illegible]

سرگرمی سے اعتقاد رکھے بلکہ اس امر پر بھی ایمان لائے کہ وہ کائنات اور انسانی زندگی میں ایک عقلی اور اخلاقی نظام کا خالق اور ایسے قوانین کا بانی اور معلن ہے جن کا مقصد اعلیٰ قدروں کا تحفظ کرنا ہے۔ آخر میں آپ نے کہا کہ ملکی اور بین الاقوامی تعلقات میں حقیقی مفاہمت کو فروغ دینے کے لئے اسلام کے یہ نظریات نہایت ضروری ہیں کہ یہ کائنات ایسے معروضی اخلاقی معیاروں والی کائنات ہے جو اپنی اصلی قدر و قیمت رکھتے ہیں اور یہ کہ انسان بذات خود ایک مقصد ہے اور کسی سفلی مقصد کی تکمیل کا ذریعہ نہیں ہے۔



زیرِ عنوان۔ حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقام اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص یا مقام خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے۔ (ایڈیٹر)

ایک ہزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ دادا شیلے اردو سے ہندوستان کے اعظم ماہ نوزرار کی غزل سن رہے تھے جس کا ایک شعر یہ تھا ؎

محبت شہ مردان مجوز بی پدری
کہ دست غیر گرفتست رنگ مادراو

اب ایول سروے کمیشن
کے منتخب صدر شری اچھے لال سچائی کر برائی سروے کمیشن کی رپورٹ۔ اور سفارشات کا اقتباس سنائیں گے
شری اچھے لال سچائی کر!
بھائیو اور بہنو!

ہمارے معاشرے کی اس وقت جو معلوم کیفیت ہے وہ برائی ہے ۔ ۔ اور اچھائی ؟ جی ہاں ـــ اچھائی ! چھپی ہوئی ہے ـــ یا پھر کبھی کبھی پردے سے منہ نکال کر جھانک لیتی ہے اس لئے میں آپ کے سامنے صرف معلوم کیفیت یعنی "برائی" کی حد تک اپنی رپورٹ کا خلاصہ پیش کروں گا ـــ یہ بات آپ ... جانتے ہیں کہ ہماری اچھی عوامی حکومت نے "درخت لگاؤ" اور "غلہ زیادہ اگاؤ" مہم کی طرح برائی کے پھولنے اور پھلنے کے لئے "برائی زیادہ کرو" کا نہ تو کوئی اسکیم ہی بنائی اور نہ کوئی مہم چلائی ـــ کسی سیاسی جماعت نے بھی اور نہ عوام نے اس کے متعلق کوئی ایک سالہ، دو سالہ یا پنجسالہ منصوبہ بنایا ـــ لیکن کمال یہ ہے کہ اس کسمپرسی کے باوجود "برائی" کسی منظم منصوبہ کی طرح سیاں بساق نہیں ماہ بماہ بلکہ دن بدن مسلسل انڈے بچے دیتی چلی جا رہی ہے ـــ

برائی برابر بام عروج پر چڑھتی چلی جا رہی ہے ـــ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ دن کا وجود ثابت کرنے رات کا ہونا لازمی ہے اسی طرح برائی کا امتیاز کرنے اچھائی کی موجودگی ضروری ہے۔ اس لحاظ سے برائی کو بھی وہی اہمیت دی جانی چاہیئے جو اچھائی کو حاصل ہے۔ بظاہر اچھائی اور برائی ہیں تو متضاد لیکن اس معنے میں برابر مساوی بھی ہیں کہ وہ ایک دوسرے پر دلیل قائم کرنے میں اور وجود ثابت کرنے میں مساوی ہیں ـــ حیات سے دونوں ہی قوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جس کو آپ خیر و شر کہہ لیجئے۔ حق و باطل کہئے یا اچھائی اور برائی کا نام دیجئے آپ کی مرضی ـــ ان متضاد قوتوں کے متعلق ڈاکٹر سر اقبال کا یہ شعر آپ کے غور و فکر کا محتاج ہے ؎

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
این دو قوت از حیات آمد پدید

جب منشائے فطرت یہ ہے کہ خیر کے ساتھ شر، حق کے ساتھ باطل، نور کے ساتھ ظلمت، اور پھولوں کے ساتھ کانٹے ہوں تو پھر ہمارے معاشرے میں برائی دیکھ کر اچنبھا کرنا کیا معنے؟ میں سمجھتا ہوں کہ فطرت کی اس تضاد پروری کے مدنظر ہماری عوامی اور غیر مذہبی حکومت کے تحت ہمارے معاشرے میں برائیوں کو جڑ پکڑنے اور پھلنے پھولنے کی کامل آزادی حاصل ہوتی ہے گھر پر یا دفتر میں رشوت ستانی اس لئے بڑھ رہی ہے کہ عوام اچھی طرح دیانت کا فرق محسوس کرنے لگیں ـــ اقربا پروری اور احباب نوازی کی ڈور بہت ڈھیلی اس لئے چھوڑ دی گئی ہے کہ عوام آسانی سے بے لاگ اور بے لوث آدمیوں کو پہچان سکے ـــ جھوٹ کا بول بالا اس لئے ہے کہ عوام سچ کا فرق کر سکیں۔ فرقہ واریت کا ناگ دودھ پی پی کر اسلئے موٹا تازہ ہوتا جا رہا ہے کہ عوام کو قوم پرستی اور قومیت کا درس حاصل ہو ـــ منافرت پھیلانے والے اسلئے بے لگام ہیں کہ یکجہتی اور ہم آہنگی کا مفہوم قوم کی سمجھ میں جلد آ جائے۔

بھائیو اور بہنو!

میں نے برائی سروے کمیشن کے صدر کے ناتے سے برائی کا سروے کیا۔ برائی کے اصل اسباب کی چھان بین کی تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ برائیاں پیدا کرنے والے یوں تو بہت سے سبب ہیں۔ مگر وہ سب کے سب اتنے اہم نہیں جتنا کہ ایک کارگزار آدمی کا بیکار اور بے روزگار ہو جانا صرف یہ دیمک بیکاری برائیوں کی جڑ ہے ـــ کسی ... نے کہا ہے بیکار

آدمی کا دماغ شیطان کی گزرگاہ ہے — آدمی جب بیکار ہو جاتا ہے تو اس سے آدمیت رخصت ہو جاتی ہے — اس کی جگہ شیطنت اس کے بھیجے میں طرح طرح کی پریشانیاں پیدا کرتی رہتی ہے — وہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ ایک بیکار حجام نے خواہ مخواہ بلی کا سر مونڈ دیا تھا۔ ایک حجام ہی پر منحصر نہیں ہر وہ آدمی جو بے کار ہو اور بے روزگاری کے ساتھ مفلسی کا بھی شکار ہو جائے تو بس سمجھئے کہ وہ ہاتھ سے نکل گیا — بیکاری کے ساتھ افلاس کا مجموعہ ایسا ہے جیسے سونے پر سہاگہ — گذشتہ زمانہ میں حجام بلی کا سر مونڈا کرتا تھا۔ آجکل بیکار آدمی قوم کا سر مونڈنا چاہتا ہے اور وہ بھی اپنے استرے سے — اس کے ذہن پر شیطان مسلط رہتا ہے اس لیے وہ ہر برے خیال کو خواہ وہ ملک اور قوم کے لیے کتنا ہی نقصان رساں کیوں نہ ہو عملی جامہ پہنانے کا دم بھرتا ہے — یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ بیکاری بھیک منگواتی ہے، چوری کرواتی ہے، قتل پر ابھارتی ہے غرض طرح طرح سے ملک کو نقصان پہنچواتی ہے۔ انسان کو حیوان بنا ڈالتی ہے — اس لئے جب تک ہمارے دیش میں بیکاری اور بے روزگاری کا دور دورہ ہے پریشانیاں بھی بڑھتی ہی رہیں گی۔ یہ سمجھ لینا کہ ملک سے پریشانیاں اپنے آپ دور ہو جائیں گی یا قوم کے اخلاق درست ہو جائیں گے۔ ایک خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا — یہ ہڑتالیں، یہ جھگڑے، اور یہ جلوس یہ سب کیا ہیں؟ یہ سب بیکاری کے عملی مظاہرے ہیں — بیکاری کے کرشمے ہیں —

اگر آج ہندوستانی کوئی جلوس نہیں نکالتے ہیں، ہڑتالیں نہیں مناتے ہیں، جلسے نہیں کرتے ہیں تو آپ یہ سمجھئے کہ وہ بے روزگار نہیں ہیں۔ بے کار نہیں ہیں بلکہ برسرکار ہیں۔ اور ان کا ذہن کام کی طرف لگا ہوا ہے — اگر وہ بھی بے کار ہو جائیں اور روزگار نہ رہے تو پھر دیکھئے وہی ہڑتالیں ہوں گی۔ وہی جلوس ہوں گے۔ وہی جلسے ہوں گے اور وہی جلوس — اب آپ ہی انصاف سے فیصلہ کیجئے [illegible] بیکاری میں [illegible] زندگی بسر کرتے [illegible] سکتے [illegible]

[illegible]

برابلاگ کا سروے کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر حکومت ملک سے واقعی برائی کو دور کرنا چاہتی ہے یعنی جرائم کا سدباب کرنا چاہتی ہے، تو وہ سب سے پہلے بیکاری کو دور کرے، ورنہ اس کے بغیر ملک پسماندہ رہے گا۔ اور ترقی کا امکان موہوم ہو جائے گا۔

ایک ہزار نوری میٹر پر یہ روحانی ریڈیو ہے۔ جی شری اچھے لال سنجانی کر آپ کو برائی سروے رپورٹ اور سفارشات کا اقتباس سنا رہے تھے

اب حضرت جاتو آنند مرا پردیشی اپنی غزل پیش کر رہے ہیں

گرم رشوت کا بہت بازار ہے — آجکل زوروں پہ یہ بیوپار ہے
جانکر آتے ہیں یہ اپنا غرض — جو دکھائے اس کا بیڑا پار ہے
آج کل کے حاکمان وقت کا — دیدنی فی الواقعی کردار ہے
دل ہے زخمی ایسے دست ظلم سے — زندگی اشراف کی دشوار ہے
کہہ رہے ہیں ان کے عالیشان محل — مال ناجائز کا ہم پر بار ہے
کیوں نہ اس پر خون روئے گلستاں — جس جگہ تھا پھول اب خار ہے

جسکو چاہا آپ نے چاہا تو کچھ دے دیں
کیا یہی جمہوریت سرکار ہے

ایک ہزار نوری میٹر پر یہ روحانی نشرگاہ ہے ابھی ابھی حضرت جاتو آنند مرا پردیشی اپنی ایک غزل سنا رہے تھے اب ہمارے نشریہ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں آئندہ ہفتہ تک کیلئے اجازت دیجئے۔ ہفتہ بخیر۔

مجلس فاتحہ چہلم!

حیدرآباد۔ ۸ر نومبر آج تیسرے پہر ۹ بجے کو حیدرآباد میں اہلیہ مولوی میر غلام محمد صاحب مرحوم ... کی مجلس فاتحہ چہلم برپا تھی۔ قرآن خوانی کے بعد ... خوانی ہوئی جس کے بعد حمد اللہ اکرمن مولوی میر اقبال علی صاحب زیدی بی۔ اے بی ایڈ نے فضائل و مصائب سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بیان فرمائے۔ موصوف نے شہید کربلا کے واقعات چہلم بیان فرما کر تقریر کو ختم فرمایا۔ حاضرین مجلس نے مرحومہ کی ... کو سورہ فاتحہ سے نوازا اور ... مرحومہ ... تمام شرکائے مجلس کے ... تواضع ہو جاتے گئے۔ خدا مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

عشائیہ

حیدرآباد ... آکوچہ ایرانی پر نواب ... صاحب ... شیعہ کانفرنس کی ... علامہ سید ... مدظلہ ... میں نواب محمد افضل علی خان ... نور الامراء کی بنا کردہ مجلسوں کو ... نہایت ہی پرتکلف عشائیہ ... ملک کے (۱۱) ... کے بعد ایک مختصر سی ... منعقد ہوئی۔ نواب سید کاظم حسین خان صاحب ... صاحب کے ... خطیب اکبر اور ... موصوف کے ہر مصرع ... ہے کہ ... حیدر ... آپ کے کلام ... [illegible]

جان نثار مجتہد حیدرآباد میں

الاوہ ... مبارک ...

حیدرآباد ۱۳ر نومبر ... کہ ...

کے ... محمد ... صاحب قبلہ مدظلہ ... سید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد مدظلہ ... ۱۳ نومبر کی صبح ... حیدرآباد تشریف ... ۱۳ نومبر سے ۱۷ نومبر تک روزانہ ... الاوہ ... دار الشفاء میں ... ۵ مجلس ... شہادت ... جناب فاطمہ زہرا ... علیہا ... مولوی سید نظام الدین صاحب ... [illegible]

... آپ ... کے ... کا موقع ... آپ نظر ہے۔



الاوہ طوق مبارک

از: سید صمصام شیرازی

الاوہ سر طوق مبارک قطب شاہیوں کی تاریخی عمارت دارالشفاء میں واقع ہے۔ اس الاوہ میں ایک بڑا علم استادہ رہا کرتا ہے۔ اس کے متعلق یہ مشہور روایت مشہور ہے کہ حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام کے طوق کا ایک ٹکڑا اس علم مبارک کو دھات میں شامل کیا گیا ہے۔ طوق کے اس ٹکڑے کو آقائی مرزا محسن تبریزی اعلیٰ اللہ مقامہ ملک شام سے لائے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ علم مبارک پہلے اعتبار چوک میں استادہ کیا جاتا تھا۔ شہنشاہ عالمگیر نے دارالشفاء میں استادہ کرنے کا حکم دیا علم مبارک کے استادہ کرنے کا اثر یہ ہوا کہ دارالشفاء کے مقیم [illegible] علم [illegible] شفا پانے لگے۔

یہ علم مبارک پہلے دارالشفاء کی عمارت کی ایک [illegible] استادہ کیا جاتا تھا [illegible] موجودہ الاوہ کی [illegible] عمارت [illegible] ہمارے [illegible] علیحضرت [illegible] عالی مد ظلہم العالی کی تعمیر کردہ ہے جو سرکار کی [illegible] عقیدت اور سعادت کا زندہ ثبوت ہے ——

[illegible] اس علم مبارک [illegible] ظہور میں آتے رہتے ہیں [illegible] [illegible] [illegible] ہیں [illegible] [illegible] ہیں۔ [illegible] بیان کی [illegible] ہیں۔ [illegible] صاحب [illegible] اسلام [illegible]

اقوال زریں

خدا نے ہر چیز میں فرق مراتب رکھا ہے۔ بمصداق
خدا پنج انگشت یکساں نکرد۔ (سرکار حق آگاہ)

ہر سال الاوہ مبارک میں ۱ تا ۱۵ جمادی الاولیٰ شام کے ۷ بجے مجالس عزائے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا برپا ہوتی ہیں۔ یہ ۵ مجلسیں منجانب مولوی سید نظام الدین صاحب فرزند مولوی میر صادق علی صاحب قبلہ کی جاتی ہیں۔ اس سال حضرت کلب عابد صاحب قبلہ مجتہد ان مجالس کو مخاطب فرمائیں گے۔ جن کا شمار ہندوستان کے صف اول کے ذاکرین میں ہے۔ آپ سیدۃ النساء العالمین کے فضائل و مصائب

"رکھا نہ یاد آیۂ یا ایہا الرسول
حکم خدا و حکم نبی کا کیا عدول
سب جانتے ہیں باغ فدک تھا حق بتول
بکاشت وہاں پہ بوئے گئے جس جگہ تھے پھول
پودے ہوئے تھے [illegible] تاراج ہوگئے
سادات نان خشک کو محتاج ہوگئے
دنیا میں فاطمہ کو فقط تھی پدر کی آس
فرقت میں نالے کرنے لگی وہ خدا شناس
اک باغ دے گئے تھے رسول فلک اساس
وہ باغ بھی نہ رہنے دیا فاطمہ کے پاس
خاتون روزگار کو مغموم کردیا
بیٹی کو حق سے باپ کے محروم کردیا"

کی تفصیل مجتہد صاحب موصوف سے سماعت فرمائیے اور سعادت سمجھئے کہ ان کی جدہ ماجدہ کا پرسہ دیجئے۔

قلعہ گولکنڈہ

از محمد جاوید احمد خان طالب علم جماعت ششم
اعظم پورہ مڈل اسکول

قلعہ گولکنڈہ حیدرآباد سے تقریباً چار میل کے فاصلہ واقع ہے اس کی ابتدائی تعمیر راجہ کشن راؤ کے عہد میں ہوئی تھی اس کی دیواریں اس وقت مٹی کی تھیں اور اسکی اس زمانہ میں ایک گڑھی کی حیثیت تھی مگر اس وقت شاہان قطبیہ کی گزشتہ عظمت کی یادگار ہے سنہ ۹۰۶ھ م سنہ ۱۵۰۱ء میں سلطان محمد قطب شاہ نے اسے اپنا دارالامارہ قرار دیا۔

سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے عہد میں نشتر قلعہ فتح کئے۔ دیورکنڈہ۔ پانگل، کنڈی کنڈہ، مچھلی پٹن، نلگنڈہ، راجمندری وغیرہ اس طرح سلطان محمد قطب شاہ نے اپنی سلطنت کو خلیج بنگال تک وسعت دی سلطان ابراہیم قطب شاہ نے اس قلعہ کو پختہ سنگ بستہ تعمیر کرایا یہ قلعہ سطح زمین سے چار سو فٹ بلندی پر واقع ہے۔ جانب شمال تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا ٹیلہ اور قلعہ ہے اس کے اطراف حضرت مغفرت مآب نے ایک دیوار بنائی ہے تاکہ قلعہ میں غنیم کسی حیلہ سے داخل نہ ہو سکے اس کی فصیل کے اٹھاسی برج اور آٹھ دروازے ہیں۔ ۴ دروازے مستعمل ہیں۔ اور باقی ۴ دروازے بالکل بند ہیں۔ مستعمل دروازوں کے نام یہ ہیں

۱۔ مکہ دروازہ۔ ۲۔ جمالی دروازہ۔ ۳۔ نیا قلعہ دروازہ۔ ۴۔ فتح دروازہ۔ ان دروازوں میں آہنی نوکدار میخیں لگی ہوئی ہیں۔ اس قلعہ میں ایک خوشنما جامع مسجد ہے جس کی تعمیر و ترمیم سنہ ۹۲۴ھ مطابق سنہ ۱۵۱۸ء میں سلطان قلی قطب شاہ کے عہد میں ہوئی۔ مسجد کی سنہ تعمیر کا پتہ اس عربی کتبہ سے چلتا ہے جو دروازہ پر لگا ہے مسجد کا فرش سنگ مرمر کا ہے۔ اس قلعہ میں قطب شاہی خاندان کے خوبصورت اور شاندار مقابر، محلات، نارہ متی کی بارہ دری اور دیگر قدیم عمارتیں قابل دید ہیں۔

زیارت سے واپسی

آقای قاسم پارسانیان و آقای غلام حسین بہشتی ... زیارت کو گئے تھے واپس حیدرآباد پہنچے دوستا حباب نے خوشی اور مسرت سے ان کا خیر مقدم کیا۔

سوالات و جوابات!

سوال:۔ کیا امام حسن علیہ السلام دق سے وفات کر گئے؟
(مرزا حسن علی ۔۔۔۔ دریچہ رنگ علی شاہ)
جواب:۔ نہیں امام حسن علیہ السلام کی شہادت زہر ہلاہل سے واقع ہوئی۔ یہ زہر آپ کو جعدہ بنت اشعث نے پانی میں ملا کر دیا تھا۔

سوال:۔ بچوں میں کون اچھی مجلس پڑھتا ہے؟
(ا محمد علی ۔۔۔۔ بازار نورالامراء)
جواب:۔ دلبر فاطمہ پروین ستی ماڈل پرائمری اسکول چادرگھاٹ کی متعلمہ بہت اچھی مجلس پڑھتی ہے۔

سوال:۔ وسیم بولٹری فارم سے اتنے قیمتی انڈے کیوں خرید کر کھا سکتے ہیں؟
(دوست محمد ۔۔۔۔ لال ٹیکری)
جواب:۔ دیکھئے ہم۔ ان ہی وسیم پولٹری کے قیمتی انڈے خرید کر کھا سکتی ہیں۔ ان انڈوں میں حیاتین زیادہ ہوتے ہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ
گراں بحکمت ارزاں بعلت

سوال:۔ حیدرآباد میں اچھے مضبوط اور خوبصورت جوتے کہاں ملتے ہیں؟
(... ۔۔۔۔ گولکنڈہ)
جواب:۔ ... بریڈ ملڈ نگ پتھر گٹی حیدرآباد

ہندوستانی فلسفے سے دلچسپی رکھنے والا ایک امریکی مفکر

ڈاکٹر فریڈرک اسپیگل برگ کی تصنیفات کے متعلق ڈیوڈ رنٹ نے لکھا تھا کہ "آپکی تفسیریں شاعری اور مذہب ہماری زندگی کے شدید ترین جذبات میں شیر و شکر ہو جاتے ہیں" آج کل آپ دلی میں قیام پذیر ہیں۔

ڈاکٹر موصوف ادبی ثقافتی دنیا کی ایک برگزیدہ ہستی ہیں۔ اور ایک مشہور معلم، مفکر، فلسفی، مصنف اور شاعر ہیں۔ آپ [illegible] اور محسوس کرتے ہیں کہ آپ امریکہ میں پیدا ہونے والے ہندوستانی ہیں۔ یقیناً آپ ان [illegible] ہستیوں میں سے ہیں جو [illegible] واحد [illegible] ہندوستانی آدرش کی تکمیل کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے فلسفے کے شوق کو سنسکرت اور مذہبی رسوم کے آرٹ کی جاشنی دی ہے اور [illegible] زندگی کے متعلق ایک "آمیرا" تیار کیا ہے جو پہلی بار میٹروپالیٹن آپیرا ہاؤس نیویارک میں کھیلا جانے کا۔ آپ نے تین کتابوں کی تصنیف کی ہے۔ جن میں ہندوستانی فلسفے کی تاویل کی گئی ہے۔ ان کے نام ہیں "گیتا" [illegible] اور "اپنشد"۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو ہندوستان میں کب اور کیوں کر دلچسپی پیدا ہوئی تو آپ نے ایک [illegible] بیان کیا۔ [illegible] انہوں نے رام کرشن مشن میں [illegible] جس کے بعد مشن کے سربراہ سوامی رنگاناتھا نند [illegible] آپ [illegible] سے پہلے ہندوستان [illegible] آپ نے [illegible] آپ [illegible] ہندوستان آئے ہیں تاہم آپ [illegible] کرتے [illegible] آپ [illegible] کالج [illegible] ڈاکٹر [illegible] اور [illegible] کی سنسکرت [illegible] چکے ہیں۔ آپ نے اپنے [illegible] کی ہیں [illegible] قبولیت حاصل [illegible] آپ [illegible] مشاعری اور [illegible] ایک [illegible] اور [illegible]

کی ضرورت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ وقت آگیا ہے جب نوع انسانی کے مستقبل کی خاطر ہندوستان کی قدیم روحانی روایات اور امریکہ کی ٹیکنیکل معلومات کو یکجا کر دیا جائے آپ کا یقین ہے کہ دونوں ملکوں کے مابین ثقافتی اور ٹیکنیکل تبادلوں میں اضافہ کے ذریعے اس سلسلے میں پہلے ہی کافی کچھ کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے کہا ہے "ایشیا میں کروڑوں افراد کی فاقہ کشی سے جو بے چینی پیدا ہو رہی ہے اس سے ترقی یافتہ ملکوں میں کوئی بھی صحیح سلامت نہیں رہ سکتا۔ اگر آپ گیتا میں اعتقاد رکھتے ہیں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ مجھے کیوں اس بات کا یقین ہے کہ جنگ کی بجائے امن کی قوتیں ان لوگوں کو مغلوب کر کے رکھ دیں گی۔ جو سب کی خوشحالی اور امن کی راہ میں رکاوٹ ڈالیں گے" آپ کو دلی بہت پسند ہے اور آپ یہاں سے [illegible] مدراس، کشمیر، حیدر آباد اور [illegible] بمبئی جائیں گے۔ جہاں آپ فلسفے کے متعلق اپنی نئی کتاب کے پروف دیکھیں گے جسے بمبئی کی ایک فرم شائع کر رہی ہے۔

غزل

از مولوی سید عباس حسین صاحب نقوی عباس ایم۔ اے ڈپٹی کلکٹر اینڈ ڈویژنل مجسٹریٹ حیدرآباد شرقی۔

ضبط کی تاب نہیں موقعہ فریاد نہیں
اوستمگر ہوں جیسے نام وفا یاد نہیں

ڈھنگ تڑپانے کا بسمل کے اوسے یاد نہیں
میرا قاتل ابھی پورا ستم ایجاد نہیں

خود بخود نام ترا منہ سے نکل جاتا ہے
کس نے یہ درس خداداد دیا یاد نہیں

تیرے صدقے تری دزدیدہ نظر کے قربان
دل مرے سینہ میں تنہائی کو تنہا یاد نہیں

نقش آثارِ حقیقت کے دکھانے کیلئے
احتیاج نگہہ صنعت بہزاد نہیں

سہم جاتے ہیں لہو دیکھ کے مقتولوں کا
وہ ہیں جلاد مگر دل کے بھی جلاد نہیں

جاں بھی عباس مری لیکے نہ وہ شاد ہوئے
حیف صد حیف کہ گنجائش بیداد نہیں

پُرخلوص سُورۂ فاتحہ

از:- سید مہدی علی - نوشاد

یہ دُنیا ہے، یہاں نہ جانے کتنی زندگیوں کا رشتۂ حیات قطع کر دیا جاتا ہے۔ بعض ایسی ہستیاں ہوتی ہیں جن کو ہم نہیں جانتے، بعض ایسے ہوتے ہیں جو ہمارے حلقہ رہتے ہیں۔ اٹھتے ہیں، بیٹھتے ہیں، ان کی موت پر بھی شدید ملال ہوتا ہے لیکن جب ایک عظیم زندگی والا، ایک بزرگ شخصیت والا جو شمع علم بھی ہو، جس نے ہماری محفلوں کو ہمیشہ روشن رکھا ہو، بارعب رکھا ہو، دُنیا سے اٹھتا ہے تو یقیناً ہماری آنکھیں اشکبار، ہمارا دل بے اختیار رُوتا ہے، یادیں ایک کسک ہوتی ہے۔ افسوس کہ ابھی ہماری آنکھیں حضرت آرم مدظلہ کی غیر متوقع موت سے سوگوار ہی تھیں کہ پھر موت نے آگے بڑھ کر اپنے بے رحم ہاتھوں ہماری محفلوں کی رونق ہم سے چھین لی۔ شمع علم بجھ گئی

آج ۷ر جمادی الاول کو کہنہ مشق شاعر، حضرت سید علی احمد صاحب نصرت ہم سے بچھڑ گئے، ہمیشہ کے لئے رشتۂ وفا ٹوٹ گیا۔ ... بعد سے قبل دائرہ میر مومن میں اس مہربان، مشفق ہستی کو دوست، اقارب کی اشکبار آنکھوں کے سامنے سپرد خاک کیا گیا — آہ!

موصوف حیدرآباد کی قدیم و جدید محفلوں میں سے ہر محفل میں پاک جذبات کے ساتھ شریک رہے۔ زندگی کی اڑیان سے آج تک ... رہے، کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔ ہمیشہ بالغ نظری سے سوچتے، دلآویز انداز میں گفتگو کرتے تھے۔ ... زندگی کے تمام گوشوں کا بھرپور جائزہ لیتے تھے، ایک نظر میں مخاطب کے جذبات و احساسات کو سمجھ جاتے تھے، کبھی کسی وقت تذبذب کا شکار نظر نہ آئے، ہمیشہ ہشاش بشاش، وسیع الاخلاق کی بدولت زندگی کی آخری سانسوں تک ہر چھوٹے بڑے سے اپنی راہ و رسم کو برقرار رکھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مداحوں میں ہر جماعت کے اشخاص کی کثرت رہتی، شب زندہ دار تھے۔ آج عبادت خانہ کا وہ گوشہ جہاں موصوف بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز رہا کرتے تھے، ... نوافل پڑھتے تھے۔ محمدؐ و آل محمدؐ کی بلندی و برتری، حقائق سرور کے واقعات سنایا کرتے تھے۔ خالی ہو گیا۔ ایک سچا عبادت گزار - عاشق اہلبیتؑ جس سے محفل کی زینت تھی، شان تھی، ہم سے جدا تو ہو گیا لیکن ان کے تقدس کی یاد ہمارے دلوں میں کافی مدت تک چٹکیاں لیتی رہیں گی۔

وہ مرحوم جس نے اپنے ذوق لطیف کو میدان نظم زندگی میں نت نئے اسلوب سے ہمیشہ پیش کیا آج اس کی روح ایک پرخلوص سُورۂ فاتحہ کی متمنی ہے!!

خطرناک جانوروں کے حملے!

از جناب بخشش عباس صاحب!

دنیا میں انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں کی ایک بڑی تعداد زندگی گزار رہی ہے۔ اگر ان کو ستایا نہ جائے تو یہ بے زبان مخلوق انسان سے دوستی اور محبت کا اظہار کرتی ہے۔ دنیا کے ان محصورہ جنگلات میں جہاں شکار سختی سے ممنوع قرار دیا گیا ہے دیکھا جاتا ہے کہ وہاں کے جانور انسان سے بہت مانوس ہوتے ہیں۔ نہ وہ انسان سے ڈرتے ہیں اور نہ انسان پر بلاوجہ حملہ ہی کرتے ہیں بلکہ ایسے محصورہ جنگلات میں ہاتھیوں وغیرہ کے فلم بہت قریب سے لئے جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے ان جنگلی جانوروں کی فطرت پر نظر ڈالئے جہاں ان کا شکار کیا جاتا ہے یہاں کے جانور انسان کے سایہ سے بھی بھاگتے ہیں۔ درندے اور دیگر خطرناک جانور انسان کو دیکھ کر اسے ڈھونڈتے اور حملہ کرنے کی نیت رکھتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ناحق ان کو ستایا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بالعموم جانور فطرتاً خطرناک نہیں ہوتے بلکہ موسمی حالات ان کو خطرناک بنا دیتے ہیں۔

جانور صرف حسب ذیل چند صورتوں ہی میں بغیر ستائے حملہ کرتے ہیں۔

(۱) اپنی ماداؤں یا بچوں کی حفاظت کی خاطر۔

(۲) اپنی غذا کی حفاظت کی خاطر۔

(۳) اپنے ساتھیوں سے لڑکر یا اور کسی وجہ سے دماغ خراب ہو جانے کے باعث۔ پہلی اور دوسری صورتوں میں ان کا مقصد ماداؤں، بچوں یا غذا کی حفاظت ہوتا ہے۔ وہ دشمن کو بھگا دینا چاہتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر ان کے قریب سے فوراً ہٹ جانا بہتر ہے۔ تیسری صورت میں دماغ خراب ہو جانے کے باعث غصہ کی وجہ سے حملہ کرتے ہیں۔ اس میں ان کا مقصد ایک حد تک ضرر پہنچانا ہوتا ہے۔

خطرناک جانور بندوق وغیرہ سے زخمی ہونے پر بھی حملہ آور ہوتے ہیں۔ البتہ ان کا تعاقب کرنے میں حملہ ان یقینی ہے۔ اکثر و بیشتر شکاری زخمی درندوں کے تعاقب ہی میں جانوروں کے حملے سے زخمی ہو کر فوت ہوئے اور بہت کم زندہ بچے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کون کون سے جانور خطرناک ہیں اور کیوں ہیں۔ عوام کی نظروں میں تو ہر وہ جانور جو ضرر پہنچا سکتا ہے خطرناک کہلاتا ہے۔ مثلاً ہاتھی۔ گینڈا، بھینسا، گاور، (جنگلی بیل) سور، شیر، ببر، تیندوا، ریچھ وغیرہ لیکن شکاری نکتہ نظر سے صرف چھ قسم کے جانور سب سے زیادہ خطرناک مانے گئے ہیں۔ ہاتھی، بھینسا، گینڈا، شیر، ببر، تیندوا، اب یہ بات غور طلب ہے کہ ان چھ جانوروں میں سے سب سے زیادہ خطرناک جانور کونسا ہے اور سب سے کم کونسا ہے۔ شکاریوں کے نزدیک یہ مسئلہ بڑا پیچیدہ ہے کوئی ببر کو، کوئی شیر کو، کوئی ہاتھی کو، کوئی بھینسے کو، بہرحال جس کو جس جانور سے زیادہ سابقہ رہا یا جس جانور سے زیادہ نقصان پہنچا وہ اسے سب سے زیادہ خطرناک بتلاتا ہے۔ چنانچہ مسٹر راڈن بلیٹ اور مسٹر سٹیگینڈ جنہوں نے افریقہ میں زیادہ تر ببر کا شکار کیا سب سے زیادہ ببر ہی کو خطرناک بتلاتے ہیں اور خطرناک جانوروں کو حسب ذیل طریقہ پر ترتیب دیتے ہیں۔

(۱) ببر (۲) شیر (۳) ہاتھی (۴) بھینسہ (۵) تیندوا (۶) گینڈا۔ مسٹر رابرٹ فوران اور مسٹر ڈنبر برانڈر ہاتھی کو سب سے زیادہ خطرناک بتلاتے ہیں۔ مسٹر رابرٹ فوران نے ببر کو خطرناک جانوروں کی صف آخر میں رکھا ہے۔ انہوں نے اپنے نظریہ کے تحت خطرناک جانوروں کی ترتیب حسب ذیل رکھی ہے۔

(۱) ہاتھی (۲) شیر (۳) بھینسہ (۴) تیندوا (۵) گینڈا (۶) ببر۔

میرا خیال ہے کہ صاحب موصوف کی یہ ترتیب شکاری نکتہ نظر سے بہت مناسب ہے میں اس کی تشریح کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مندرجہ بالا جانور کس سلسلہ کن خصوصیات کی بنا پر خطرناک کہلائے جا سکتے ہیں۔

(۱) ہاتھی ڈیل ڈول میں خشکی کا سب سے بڑا جانور ہے بہت ہوشیار ہوتے ہیں۔ اس پر بہت ہی قریب سے کوئی کاری وار کیا جائے تو کارگر ہوتی ہے ورنہ بے سود۔ کیونکہ یہ نہایت طاقتور جانور ہے۔ اس کا نازک ترین مقام صرف دماغ ہے جو صرف ۸ × ۱۵ انچ کا ہوتا ہے۔ اتنے بڑے سر میں دماغ کا اندازہ لگانا مشکل امر ہے۔ ہاتھی کی قوت شامہ تمام جانوروں سے تیز تر ہے اگر شکاری چھپ بھی جائے تو ناک کی طاقت سے اس کا پتہ چلا لیتا ہے۔ پہلے تو اس کے قریب پہنچنا ہی ایک مشکل کام ہے

کیوں کہ ناک کی طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ ذرا سی ہوا پاتے ہی چوکنا ہو جاتا ہے اور حملہ کر بیٹھتا ہے۔ دوسرے ایک آدھ گولی سے جگہ پر نہیں گرتا ان تمام خصوصیات کی وجہ سے اس کو خطرناک جانوروں کی صف اوّل میں رکھا جا سکتا ہے۔

(۲) شیر چونکہ اپنے رنگ و روپ کی وجہ سے چھپ جانے کے بعد مشکل سے نظر آتا ہے لہذا اس کا تعقب سب سے زیادہ مشکل ہے اپنی تیزی اور پھرتی کے باعث بعض اوقات یہ بیس فٹ اونچے مچان پر بھی جا کر لپٹ گیا ہے زخمی ہونے پر ہاتھی پر بھی حملہ کرنے سے گریز نہیں کرتا ہندوستان میں اس کے حملے کے حادثات دنیا کے تمام جانوروں سے زیادہ سننے میں آتے ہیں۔

یہ جانور بلا کا پھرتیلا اور طاقتور ہوتا ہے اس کے حملے اچانک ہوتے ہیں۔ اور اکثر فوراً موت واقع ہوتی ہے۔

(۳) بھینسے کے شکار میں شکاریوں کو سب سے زیادہ پریشانی اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ یہ ہاتھی کی طرح نہایت سخت جانور ہے بعض اوقات ۱۵ گولیاں کھا کر بھی برابر حملے کی کوشش کرتا رہا ہے اس کی قوت شامہ قوت سامعہ اور قوت بصارت تینوں تیز ہوتی ہے۔

اگر شکاری درخت پر چڑھ جائے تو ٹکر دے کر گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ بھی دیکھا گیا کہ بعض وقت چھپ کر حملہ کرنے کی نیت سے شکاری کے درخت پر سے اترنے کا انتظار کرتا ہے۔

(۴) تیندوا اگرچہ چھوٹا سا جانور ہے لیکن نہایت ہی بے خوف اور غصہ ور ہوتا ہے چھوٹا ہونے کی وجہ سے اس پر بندوق کا نشانہ نہیں جمتا۔ بالعموم اس کے پنجوں اور دانتوں کے زخم سیپٹک ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس کا زخمی شاذ و نادر بچتا ہے۔

(۵) گینڈا سخت چمڑے کا جانور کچھ کم عقل سا ہوتا ہے قوت سامعہ اور خصوصاً قوت بصارت نہایت کمزور ہوتی ہے انسان کو دیکھ پریشان ہو جاتا ہے اور حملہ کر بیٹھتا ہے زیادہ تر سینگ سے ٹکر دینے یا کچلنے کی کوشش کرتا ہے حملہ کرتے وقت اس پر گولی چلانا نہایت دشوار ہے کیونکہ سر جھکا کر حملہ کرتا ہے جس کی وجہ سے سینہ چھپ جاتا ہے اور سینگ کی وجہ سے دماغ کا نشانہ نہیں ملتا۔

(۶) ہاتھی باوجود قد آور ہونے کے کوئی خاص ہمت اور جرأت رکھنے والے جانور نہیں ہوتے دیکھنے میں

تو نہایت رعب دار اور خوفناک ہوتا ہے۔ لیکن مادہ سے زیادہ ڈرپوک ہوتا ہے اس کے شکار میں پہلے مادہ ہی کو مارا جاتا ہے کیونکہ اسی سے حملہ کا خطرہ رہتا ہے اس کے گرنے کے بعد نر عموماً بھاگنے کی کوشش کرتا دیکھا گیا ہے

زخمی جانور کے حملہ کو روکنا شکاری کے بس کی بات نہیں۔ پہلے تو حملہ آور جانور کے نازک مقام پر نشانہ جمنا ہی ایک لحاظ سے ناممکن ہے دوسرے بفرض محال اگر کوئی نازک مقام پر پڑ بھی جائے تو چونکہ جانور کی نیت غصے کی وجہ سے بدلہ لینے کی ہو چکی ہے لہذا اگر کوئی ٹھیک مقام پر لگنے کے باوجود گرتی ہیں وہ جگہ پر نہیں گرتا بلکہ مرتے مرتے دشمن پر آ ہی گرتا ہے۔

حملہ آور جانور اگر دور ہو تو ایک لحاظ سے بھاگ کر یا درخت پر چڑھ کر بچاؤ کا پہلو اختیار کیا جا سکتا ہے یا اگر نزدیک ہو تو سوائے ڈٹ کر مقابلہ کرنے اور گولی پر گولی چلانے کے اور کوئی چارہ نہیں۔ پلٹ کر بھاگنا موت کے منہ میں جانا ہے۔ کیونکہ اس کا تجربہ کیا گیا ہے کہ جانور بھاگنے والے پر زیادہ توجہ کرتے ہیں۔ ایک مقام کھڑے رہنے والے پر عموماً حملہ نہیں کرتے اس کی وجہ میرے خیال سے یہ ہو سکتی ہے کہ درندے عام طور پر جب اپنے شکار (جانور) پر حملہ آور ہوتے ہیں تو عموماً پیچھے ہی سے حملہ کرتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بھاگنے والا آدمی جانوروں کو فوراً نظر آ جاتا ہے ساکت بیٹھنے پر جانوروں کی نگاہ کم پڑتی ہے۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ انسان کو بالمقابل دیکھ کر جانور ڈرتے بھی ہیں ایسے واقعات مشاہدہ کئے گئے کہ جانور حملہ کی نیت سے آیا لیکن شکاری کو مقابلہ پر کھڑا دیکھ کر ڈر گیا اور سامنے سے نکل گیا۔ جانوروں کے حملے سے بچنے کی ترکیب ایک یہ ہے کہ حملہ آور جانور کی جانب اگر ٹوپی یا کوئی کپڑا پھینک دیا جائے تو وہ غصہ میں اس پر آ گرتے ہیں اور شکاری کو بچ نکلنے کا موقع مل جاتا ہے۔ جانوروں کے حملے کے وقت اس کا تجربہ کیا گیا ہے کہ ہمیشہ جانور اپنی دائیں جانب سے حملہ کرتے ہیں سینگ والا جانور اپنی دائیں سینگ سے دانت والا جانور اپنے دائیں دانت اور درندے اپنا دایاں پنجہ استعمال کرتے ہیں۔ جس طرح انسان اپنے سیدھے ہاتھوں سے زیادہ کام لیتے ہیں۔ حملہ کا رخ بھی دائیں جانب ہی سے ہوتا ہے اور حملہ کے بعد جب پلٹتے ہیں تو عموماً اپنی بائیں جانب سے مڑتے ہیں۔

اس کے متعلق میرا ذاتی تجربہ بھی ہے چنانچہ ۱۹۳۹ء میں بمقام کوہیر ضلع ناندیڑ جبکہ شکار مچان پر زخمی تیندوے نے حملہ کیا تھا۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ تیندوے نے اپنی دائیں جانب آ کر دائیں پنجہ سے میرے سر پر تھپڑ مارا اور اس کے بعد ساتھی ابراہیم خان کو جو بھاگ رہا تھا دائیں جانب سے ہی بائیں ران پکڑ کر گرا دیا۔ اور جب چھوڑ کر بھاگا تو اپنی بائیں جانب

صحتِ اَغلاطِ مسلسل

از ادیب

غلط — صحیح — سند

ہو۔ "درکار ہے کے معنوں میں ہے چاہیئے یا چاہئیں (بصورت جمع)

مرزا غالب

کچھ تو جاڑے میں چاہیئے آخر
تا نہ دے باد زمہریر آزار

شجاعت — شجاعت

(بالضم) — (بالفتح)

تبرک — تبرک — میر انیس

تبرکات — باتبرکات — موقع نہیں بہن ابھی فریاد و آہ کا
(بہ تشدید را) — لاؤ تبرکات رسالت پناہ کا

لکڑی پھوڑنا۔ لکڑی چیرنا (ہیزم سوختنی کے لیے)

(بالضم) — (بالفتح) — میر انیس

کیونکر تمام فوج سے اک تشنہ لب لڑے
اک اک ۔۔ آہ ہم سوکے سبب لڑے

پہچاننا — پہچاننا

پوترا — پوتا — میر انیس

پوتا علی کا تم سے ۔۔۔ ہے
دے دو کر ابن نامور ۔ بے ثواب

سرہانے — سرہانے

آستین — آستین

(بالف ممدودہ) ع — میر انیس

الٹی جناب قاسم ۔۔۔

پانی سمانا — پانی سمونا

بھتیا — بیوفتنا — ایضاً رباعی میر حسن

خیاط پسر آرمیدہ کی باتیں چھوڑ
اتنا بھی تو کتر بیونت نہ کر ہمت کو موڑ

سریاگائے — سرہانے

کوڑلا — کوڑیالا ع — میر انیس

(زبان عوام) — تھا سایہ زلف علی اکبر سے کوڑیا

ماپ — ناپ

خنکی — خنکی ع — میر تقی

(بالضم تعتیں) (بالفتح اول و سکون دوم) — سردی جگر کو خنکی آئی صبح کی ہوا

ملتِ کراما اہلِ حق کا ترجمان اور صاحبانِ ذوق کا اخبار ہے

ہوئے مقابلہ کریں۔ وزیر داخلہ نے دلواتا کے چیلنج کا تعاقب کرتے ہوئے ٹھیک کہا۔ عوام تو پہلے ہی سے زندگی کے ساتھ نگاٹے سے۔ گھاٹے سے بچنے انکو مشکلات پر مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے مرجانے کی ٹھان لینا چاہیئے۔

کہ فرمایا شری الوری سیتہ نارائن راجو نے کہ دوسرے ممالک کے عوام ہم کو خود ستانہ کو نہایت پسماندہ سمجھتے ہیں۔ دیکھئے دیکھئے یہ آپ نیا دور رہے ہیں ؟ یہ چالیس کروڑ ہندوستانیوں کے وقار کا سوال ہے۔ راجو جی آپ کو تو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ ہم ہندوستانیوں کو پسماندہ نہیں بلکہ انتہائی ترقی یافتہ سمجھتے ہیں۔

کہ شریمتی اندرا گاندھی نے توقع سے کہیں زیادہ اچھا کام کیا ہے۔ کیوں نہ ہو آخر کس کی بیٹی ہیں ؟ ہمارا شاستری جی ہی اندرا گاندھی ؟ ہم کو پہلے سے یہی توقع تھی کہ وہ سب کی توقع سے کہیں زیادہ اچھا کام کریں گی۔

شیراز آپ کا اور صرف آپ کا اخبار ہے بتایئے کہ آپ نے اپنے اخبار کیلئے کیا کیا اور ہمیں کیا کرنا ہے ؟



کہ عنقریب ہی مغربی ناک کا ایک چوٹی کا کانفرنس پیرس میں کی جانے گی " جی ہاں - ناک چوٹی کا ساتھ کہیں چھوٹا ہے ؟ خواتین نے چوٹی سے نجات پاکر مردوں کی ناک نیچی کر دی تھی - اب مرد چوٹی کی کانفرنس کرکے ناک اونچی کرنا چاہتے ہیں ——

کہ کے، وی۔ ایم ہسپتال سکندرآباد میں ماں انکا اپنے تین دن کے نومولود بچے کو چھوڑ کر اچانک غائب ہوگئی۔ دیکھا آپنے ماں کی ممتا پر فیملی پلاننگ کا اثر!!

کہ نئی دلی میں پنڈت پنت وزیر داخلہ نے عوام کو تلقین کی کہ مشکلات سے ہمت نہ ہاریں بلکہ مسکرائے

شیراز
هفته‌وار (فارسی)

مدیر:ـ سید صمصام شیرازی

مقام اشاعت:ـ چادرگھات گیت حیدرآباد.

دانشمندان اسلام

۱ـ خوارزمی!

دانشمند بزرگ ریاضی و نخستین پایه‌گزار اصول جبر جدید

تالیف:ـ دانشمند محترم آقای سید محمود خیری

مرسله:ـ آقای حسین ضابط مدینه هوتل.

(۰)

خوارزمی ـ محمد بن موسی فلکی ریاضی کنیه‌اش ابو جعفر یا ابو عبدالله از دانشمندان علوم ریاضی و هیأت با مامون عباسی معاصر و تمامی کتابخانه خلافتی در تحت تصرف او بوده است.

این دانشمند بزرگ در سال ۸۲۰ (زمان خلافت مامون عباسی در بغداد) کتابی بنام الجبر والمقابله را نوشت که در آن هیچ چه از حروف و علامات استفاده نشده بود ولی حل معادلات را بدو طریقی که ما امروز جمع جبری جمل متشابه و نقل جمل از یکطرف بطرف دیگر مینامیم انجام میداد. اگر نتوانیم محتوی این کتاب را هنوز علم جبر جدید بنامیم از آنجا که اساس این کتاب بر استفاده از علائم اختصاری بوده است میتوان لااقل پیدایش آنرا یکی از مراحل مهم علم جبر دانست برای رسیدن به نتیجه فقط بایست یکقدم برداشت از قرار معلوم این قدم آسان سهل نبوده است. زیرا مدت هفت قرن و نیم کشید، تا این کار آخری نیز انجام شد.

بنابراین میتوان گفت خوارزمی نخستین کسیست که جبر را پایه‌گزاری و یکی از مراحل مهم این علم بوده است.

دیگر او ... استخراج تاریخ الیهود و اعیادهم ... التاریخ ـ زیج اول ـ زیج ثانی و این دو زیج به سند هند معروف و محل اعتماد اهل فن بوده ـ صورة الارض ـ یا رسم افریقیه ـ عمل الاسطرلاب ـ مختصر من الحساب والجبر والمقابله که در لندن چاپ شده که مشهورترین تالیفات اسلامی علم جبر همین کتاب جبر و مقابله خوارزمی است که ظاهراً پس از اطلاع از علم جبر در یونان و ایران و هند جبر عربی را استخراج کرده همانطور که زیج خوارزمی جامع افکار و آراء علمای هند و ایران و یونان در آن موضوع می باشد شارحین اسلامی کتاب خوارزمی را مکرر شرح کرده اند.

چون علوم بیگانه بعربی ترجمه شد و حساب هم جزء آن علوم ترجمه و رایج گشت و مهندسان و هیئت شناسان حساب آموختند، ولی کسیکه فقط متخصص در حساب باشد میان مسلمانان کم بود.

از بزرگترین مآثر تمدن اسلام آنکه حساب هندی و ارقام هندی را در دنیای متمدن انتشار دادند ـ عربها این ارقام را هندی می گویند زیرا از هندیها آموخته اند و فرنگیان آنرا عربی مینامند چون از عربها گرفته اند.

نخستین کسیکه این ارقام را از هندی بعربی انتقال داد، ابوجعفر محمد بن موسی خوارزمی مذکور در فوق میباشد و از همان کلمه الخوارزم فرنگیان لفظ الگوریزم را ساخته اند.

پیر روسو مینویسد در همان زمان که پادشاهان باهوش و پرسخاوت عرب (اسلام) مطالعات علمی را تشویق میکردند هفت قرن تمام اروپا محکوم باین بود که بار جهل و نادانی را حمل کند و یکی از علائم جهل و نادانی این دوران غم انگیز آنکه لوتر جانشین شارلمانی امر داد که نقشه جهانهای اجدادش را که برروی نقره حک شده بود خرد کنند تا بتوانند بسربازان خود جیره و مواجب بدهد ـ سال هزار نزدیک میشد ـ سالی که پیغمبران متعدد آن عصر بعنوان خاتمه جهان پیش بینی کرده بودند که اصلاح چه فایده دارد منظور را از جمع کردن چیست؟ این کلمات وحشت انگیز سخنانی بود که روحانیون مسیحی و کشیشها از روی منابر بمردم میگفتند مغان و ساحران و رمالان و غیبگویان بهترین پیشگوئیها را میکردند ـ یک نوع جنون دسته جمعی و عمومی بر مردم جهان که از شدت غم داشتند میلرزیدند مسلط شده بود.

نیایش

نظامی

تو ای یاری ده فریاد هر کس
بفریاد دل بی خانمان رس

بآب دیده طفلان معصوم
بسوز سینه پیران مظلوم

بیابان عریان بر سر راه
بتسلیم اسیران در بن چاه

بدور افتادگان از خانمانها
بوامانده گان از کاروانها

بمحتاجان در بر خلق بسته
بمجروحان دل در خون نشسته

بدان محبت که دل تابنده دارد
بدان آیت که جان را زنده دارد

بداور داور فریادخواهان
بیارب یارب صاحب گناهان

بپاک آیینی دین پروراست
بصاحب سری پیغمبرانت

بیارب یارب شب زنده داران
بامید دل امیدواران

بوردی کز لب آموزی بر آید
بآهی کز سر سوزی بر آید

بریحان و نثار اشک ریزان
بقرآن و چراغ صبح خیزان

بنوری کز خلایق در نیا بست
بانعامی که بیرون از حساب است

بمقبولان خلوت برگزیده
بمعصومان آلایش ندیده

بهر طاعت که نزدیکت تو است
بهر دعوت که پیشت مستجاب است

بان رازی که زندانی نماید
بزاهد که تنها خوانی نماید

بدان آه پسین کز عرش بگذشت
بدان نام همین کز عرش بگذشت

باصد نکات بسیم داران
بصدق سینه تسلیمکاران

که زخمی بر دل پر خونم آور
ازین غرقاب غم بیرونم آور

بدرگاه تو در امید و در بیم
نشاید راه بردن جز بتسلیم

فرجام بدی

سعدی!

اگر بد کنی چشم نیکی مدار | که هرگز نیارد گز انگور بار
پنیدارم ای در خزان کشته جو | که گندم ستانی بوقت درو
درخت زقوم ار بجان پروری | مپندار هرگز کزو بر خوری
رطب ناورد چوب خرزهره بار | چو تخم افکنی بر همان چشم دار

* * *

فردوسی!

سخن بد که بینی بفرجام بد | ز بد گردد اندر جهان نام بد
نگیرد ترا دست جز نیکوی | گر از مرد دانا سخن بشنوی
هر آنکس که اندیشه بد کند | بفرجام بد با تن خود کند
اگر بد کنی جز بدی ندروی | شبی در جهان شادمان نغنوی
جهان را نباید سپردن ببد | که بر بدکنش بی گمان بد رسد

* * *

نظامی!

بدانرا بد آید ز چرخ کبود | بنیکان همه نیکی آید فرود
سخن جز به نیکی گراینده گی | که در نیکنامی است پایندگی

* * *

در اندیشه ای حکیم از کار ایام | که پاداش عمل باشد سرانجام
کسی کاو با کسی بد ساز گردد | بد روزی همان بد باز گردد

* * *

مولوی!

آنکه تخم خار کارد در جهان | هان و هان او را مجو در گلستان
گر گلی گیرد بکف خاری شود | ور سوی یاری رود ماری شود
چونکه بد کردی بترس ایمن مباش | زانکه تخمست و برویاند خداش

* * *

ایڈیٹر:۔ سید معصوم شیرازی
مقام اشاعت:۔ چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد

جلد ۱۳
روز یکشنبہ
۲۹ نومبر ۱۹۵۹ء
م
۲۷ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ
شمارہ (۴)

غزل

(مطلع) کیا خبر بدلا ہے یہ رنگِ گلستاں کس سے
پوچھوں بلبل جو نہیں آج غزلخواں کس سے

سخت مشکل ہے کہ معلوم کروں دنیا میں
کس جگہ ملتا ہے یہ لعلِ بدخشاں کس سے

فکر رہتی ہے یہی مجھ کو کہ معلوم کروں
بنتا کیونکر ہے صدف میں دُرِ غلطاں کس سے

راز معلوم کروں فکر یہی ہے ہر دم
آدمی ہوتا ہے کس طرح ثنا خواں کس سے

دل میں آتا ہے کہ پوچھوں میں صبا سے اکدن
رنگ پر آیا ہے یہ لالۂ نعماں کس سے

سوچتا ہوں کہ یہ معلوم کروں آخرکار
ہے کہ ہر جلوہ نمایاں بابِ خیاباں کس سے

(مقطع) چھوڑ کر بابِ نجف کو نہیں ممکن عثمان
پھر میں معلوم کروں معنیٔ فرقان کس سے

منقول از نظام گزٹ ــــــــــ مرقوم ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۹ء

قطعہ عقیدت میں نوشتہ مولوی نور الضیاء الدین مرحوم متخلص ضیا

عنادل را سحر سرگرم اذکارِ جلی بینم | بہ ہر گل جلوۂ رنگِ حسینؑ ابنِ علیؑ بینم
ضیا این میوۂ باغِ مواخاتست پنداری | کہ آثارِ نبوتؐ را بہ دامانِ ولیؑ بینم

فرمایا میرا خیال ہے کہ جس خلوص سے مرحوم نے یہ لکھا تھا غالباً اسی کی وجہ سے ان کی روح دوسری دُنیا میں آسودہ ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ رنگِ کلام ان کا بتاتا ہے کہ گو یہ طبقۂ اہلِ سنّت سے تھے تاہم اِن کے آزادانہ خیالات بتاتے ہیں کہ ان کا شمار گروہ آزاد مشرب میں تھا اور سچے فدائی خاندان نبوتؐ کے تھے۔ (لاشک فیہ)

خدا مغفرت کرے کہ آج قطعہ دیکھ کر یاد آیا کہ اس قطعہ کو مُطلّا و مذہّب خوش خط لکھا کر فریم میں لگا کر مجھے دیا تھا ۱۳۴۳ھ میں جو اِن کی یادگار ہے جس کو میں نے عاشور خانۂ حسینیؑ میں نصب کر دیا ہے (بڑی ڈیوڑھی میں)

(منقول از نظام گزٹ) ____ مرقومہ ۲۱ نومبر ۱۹۵۹ء

(درجواب کتاب خلافت معاویہ و یزید)

فرمایا یہ حال میں طبع ہوئی ہے جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صاحب نے اس کو لکھا ہے وہ ضرور دلائل اور براہین کے ساتھ ہے اور قابل غور ہے۔ اور طرز بیان مہذب ہے۔

دوم چونکہ لکھنے والے صاحب امامیہ مذہب کے ہیں لھذا اپنے مذہب یا عقائد کی روشنی میں اس کو لکھنے پر مجبور تھے۔ اور اس حد تک یہ درست ہے غالباً گروہ آزاد مشرب اس کی داد دے گا۔ کہ وہ ہر چیز کو وسعت نظر سے دیکھتا ہے اور حق گو ہے۔

ملنے کا پتہ۔ مدیر اصلاح کھجوا (بہار) قیمت مجلد للعہ

مرقوم ۲۲ر نومبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)



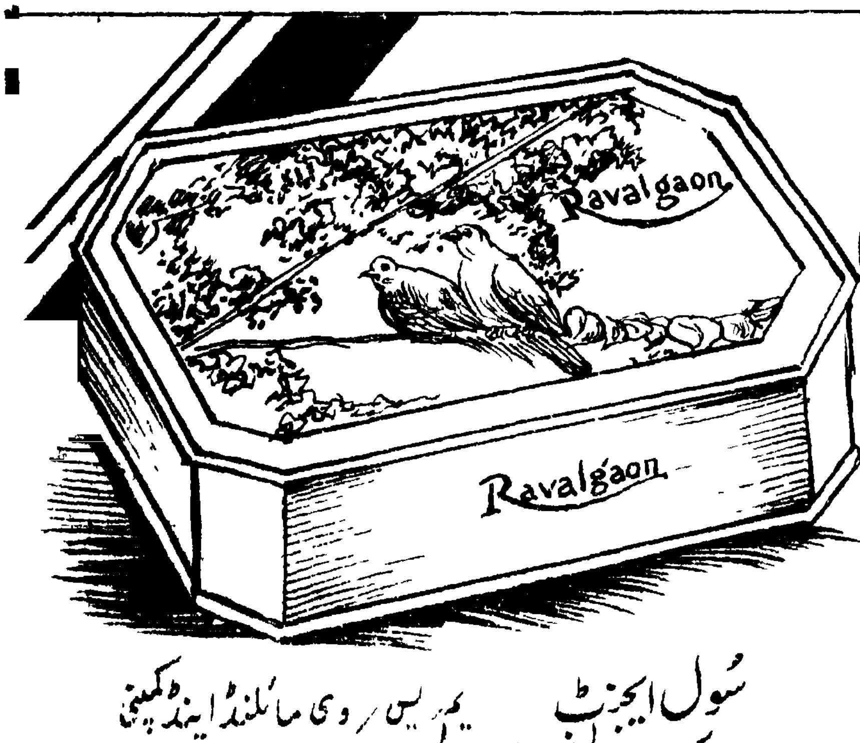
اندراج غلط تاریخ عیسوی در پرچہ ہفتہ وار شیراز

فرمایا یوم یکشنبہ گذشتہ کا جو پرچہ تھا اس میں تاریخ ۲۷ ر نومبر تھی حالانکہ ۲۲ ر نومبر ہونا تھا دوسری طرف اسکے ادعائے مطابق کہ ہر جمعہ کو پرچہ شائع ہو جائے گا (بعد نماز جمعہ) اسکی پابندی نہیں ہورہی ہے لھذا جب تک صحت کے ساتھ جس دن پرچہ طبع ہوتا ہے وہ تاریخ نہ لکھی جائے گی تو اس پرچہ کی وقعت گھٹ جائے گی۔

دُوم بعض وقت جس مطبع میں یہ طبع ہوتا ہے اس کا مشن کہنہ یا ناکارہ ہونے سے حرُوف برابر نہیں پڑھے جاتے ہیں یا سیاہی خراب ہونے سے پھُوٹ جاتی ہے اور یہ ایسے نقائص ہیں کہ جبتک انکی اصلاح نہ ہوگی پرچہ کی قدر و قیمت باقی نہ رہے گی۔ خصوص زمانہ گذشتہ کے حالات باقی نہیں رہے ہیں جبکہ نذری باغ کا کلام اس میں طبع ہوتا تھا جو اب موقوف ہوگیا ہے۔ اور وہ مضامین جو نظام گزٹ میں طبع ہوتے ہیں انکے نقول جو مدیر پرچہ شیراز میں درج کرتا ہے وہ اپنی خواہش یا صوابدید پر نہ کہ نذری باغ کے ایماء سے بجز مضمون علمائے اہل سنن متعلق کتاب ”خلاف معاویہ و یزید“

مرقوم ۲۳ ر نومبر سنہ ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)



تشریح ذاتی وجاہت یا حیثیت اولاد عہدہ داران زمانہ سابق علاقہ دیوانی یا صرفِ خاص
(مقیم نذری باغ)

فرمایا ایسے چند لڑکے نذری باغ میں ہیں جنکے بڑوں کو یہ چیز حاصل تھی جسکی وجہ سے انکو علیحدہ مکانوں میں رکھا گیا۔ کیونکہ مسٹر پائیگو لکنڈہ سے ان کا تعلق نہیں تھا۔ مگر علیحدہ مکانوں میں رہنے سے ان سب کی حیثیت مساوی نہیں ہوسکتی تاآنکہ اسکے قوی وجوہ موجود نہ ہوں۔ ورنہ اگر یہ بات پیدا نہ ہوتی تو سب لڑکے مختلف بیاجوں میں مل کر رہتے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک کچھ نہ کچھ چیز زمانہ گذشتہ کے زمانہ کی ان میں پائی نہ جائے یہ مساوی حیثیت کے پوزیشن میں نہیں آسکتے۔ چنانچہ انہیں امور کو پیش نظر رکھکر انکے اوقات کا تصفیہ ہوا جسکی صراحت فرمان مبارک میں موجود ہے الحاصل اسکی ضرورت سمجھی گئی کہ چند سطور لکھکر اس معاملہ کی وضاحت ہوجائے تاکہ غلط فہمی باقی نہ رہے۔

مرقوم ۲۴ر نومبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

جواب مولوی علی نقی صاحب مجتہد مقیم علیگڈھ یونیورسٹی
(بجواب خط نذری باغ)

فرمایا مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ یہاں سے جو کتب یا رسالے نوشتہ دیگر اصحاب یا مضامین شائع شدہ در نظام گزٹ اون کے پاس بھجوائے گئے تھے (متعلق کتاب خلافت معاویہ و یزید) ان سب کو وہ غور سے دیکھ رہے ہیں اور جو جواب کتاب ان کو لکھنا ہے اسکے مواد کو فراہم کرنے میں مصروف ہیں۔ اور بقیہ امور کو اسی سبجکٹ سے متعلق مجھ سے بالمشافہ ملکر آیندہ ماہ رجب میں طے کریں گے۔ جب کہ مجالس عید امیر پڑھنے کیلئے وہ یہاں آئیں گے۔ اور آخر میں لکھا کہ کتاب مذکورہ لکھنے پر وہ ہر طرح تیار ہیں کہ اس کو وہ اپنا مذہبی فریضہ تصور کرتے ہیں۔ اور کام کی تکمیل جو کہ در پیش ہے اس کو وہ میری دینی خدمت تصور کرتے ہیں جو دنیائے اسلام میں ایک یادگار چیز رہے گی۔ لاشک فیہ

زیادہ۔ کاروانِ منزلِ مقصود گفت
مہ فشاند نور و سگ عوعو کند

مرقوم ۲۶ر نومبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

۲۸ نومبر ۱۹۵۹ء

"بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست"

فرمایا اسمٰعیل ذبیح مُدیر اخبار ہمارا اقدام کا معذرت نامہ مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۵۹ء بتوسط صمصام شیرازی (مُدیر پرچہ شیراز ہفتہ وار) آج جو وصول ہوا ہے اوسکی بعینہ نقل طبع کردیجاتی ہے پبلک کی اطلاع کی غرض سے یہ ایں مفصد کہ جس نے اسکو لکھا ہے وہ اپنے اخبار میں اسکی صحت و غیر صحت سے متعلق جو لکھنا ہے لکھکر شائع کرے کہ تحریر سے اس کو انکار ہے یا اقبال۔ کیونکہ مُدیر شیراز کا کہنا تھا کہ مُدیر اخبار ہمارا اقدام اس کے گھر کل کسی کام کے واسطے آیا تھا تو معذرت خواہ مدیر مذکور کے سامنے یہ چند سطور لکھکر دیا تھا۔ جبکہ بطور گواہ سابق مُدرس قمر عابدی مُدیر کے گھر میں موجود تھے جو کسی کام کے لئے آئے ہوئے تھے۔ بہرحال معذرت نامہ کی صحت و غیر صحت سے متعلق جب یہ معاملہ صاف ہوگا تو آیندہ کیلئے دیکھا جائیگا کہ اس معاہدہ کی پابندی سے متعلق کہ یہ کہاں تک قابل اعتماد ہے۔ ہُو ہذا۔

بہ پیشگاہ اعلحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی

حضور اقدس!

گزارش ہے کہ فدوی بارہا اپنی صفائی پیش کرنے کی غرض سے حاضر ہوتا رہا لیکن اسکا موقع نصیب نہ ہوا۔ فدوی کی تحریرات جو "ہمارا اقدام" میں شائع ہوئی ہیں اس کے لئے فدوی بیحد متاسف اور خواستگار معذرت ہے۔ امید کہ درگزر فرمایا جائے گا۔

فدوی نے اب یہ مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ آن ممدوح کے خلاف کوئی مضمون یا خبر "ہمارا اقدام" میں آیندہ شائع نہیں ہوگی۔ فقط

المرقوم ۲۷ نومبر ۱۹۵۹ء

عاصی پرمعاصی

اسمٰعیل ذبیح عفی عنہ

چیف ایڈیٹر روزنامہ ہمارا اقدام

نوٹ۔

موصولہ بتوسط صمصام شیرازی

مُدیر شیراز یوم شنبہ ۲۸ نومبر ۱۹۵۹ء

منقول از نظام گزٹ

مرقوم ۲۸ نومبر ۱۹۵۹ء

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

ذوالفقار

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

خطیب منبر سلونی ؑ

فرماتے ہیں کہ وہ مال جو تیری آبرو کی حفاظت کرے برباد نہیں ہوتا۔ احسان کرنے والا زندہ ہے۔

"یزیدی فوج کا بگھی"

تاریخ شاہد ہے کہ حیدرآباد میں نازک سے نازک زمانہ میں بھی شیعہ سنی اتحاد میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا۔ مذہبی اختلافات ہر قوم میں ہوا کرتے ہیں لیکن ان اختلافات کی بناء پر انسان اخلاقی معیار کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ صدیوں کی روایات کو نہیں بھولتا۔ حیدرآباد جس کا شیعہ سنی اتحاد سرکار حق آگاہ کی توجہ سے طرۂ امتیاز رہا ہے۔ آج بھی اس پر فخر کر سکتا ہے کہ اس نے کیسے کیسے نازک وقت میں بھی اپنے مسلک کو نہیں چھوڑا۔ آج تک حیدرآباد کے کسی سنی بھائی نے "یزید" کی تعریف نہیں کی، اسے کو حق پر نہ جانا بلکہ اس پر لعنت بھیجی اور جگر گوشہ رسول الثقلین امام حسین ؑ کو جان ایمان مانا۔

انسانیت اور اعلیٰ کردار کا تقاضہ ہے کہ انسان حق کو ہاتھ سے نہ دے۔ انسانیت کے حدود سے باہر نہ جائے کیونکہ جو شخص انسانیت کا جامہ اتار پھینکے وہ اپنے مذہب کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اپنی عاقبت کو خراب کر دیتا ہے اور انسانیت کے لئے باعث ننگ بن جاتا ہے۔ انسان وہ ہے جو شر انگیزی اور مفسدہ پردازی سے احتراز کرے اور شور و غوغا اور ہنگاموں کا باعث نہ بنے۔

واللہ ذبیح صاحب بھی عجیب و غریب مخلوق ہیں اب تک یہ بکرے کی طرح "میں..... میں" کرتے ہوئے جو بھی قدم اٹھاتے تھے اس کا شاہد اُن کا "ہمارا اقدام" ہے، اب ۲۴ اور ۲۵ رنومبر والا ان کا ضمیمہ اخبار دیکھ ڈالئے آپ بے ساختہ کہیں گے "یہ تو یزیدی فوج کا بگھی ہے"۔ اس کی بے سُری آواز فرقہ وارانہ فساد کے سوئے ہوئے جذبہ کو جگانے کے لئے نکل رہی ہے۔

صحافت شریف پیشہ ہے۔ اخبار کی ایڈیٹری کرنا شریفوں کا کام ہے۔ اس پیشہ سے روزی کمانا برا نہیں لیکن روزی کمانے کے محدود مقصد کے لئے نامحمود عمل کرنا، متبذل اور مذموم حملے کرنا حقیقت میں یزیدی فوج کا بگھی بن جانا ہے۔

پیٹ بھرنے کا یہ یزیدی سوانگ	تا بکے شمر کے او ایڈی کا نگ
یہ بگل بازیاں تری کب تک	تا بکے حرف ہائے اوٹ پٹانگ
کاغذی زور آزمائی چھوڑ	آدمی بن اوئے کاغذی کنگ سا نگ
خودکشی کا اگر ارادہ ہے	چار مینار پر سے مار چھلانگ

گر پڑا منہ کے بل اکڑ بے وحی
ہو گیا چت مگر ہے اونچی ٹانگ

جمہور مسلمین کی عمداً غلط ترجمانی کرنا۔ حقیقت کو چھپا کر دروغ بافی کرنا، خود تحقیق و تفتیش سے بے بہرہ ہو کر محققین اور علماء پر الزام عاید کرنا، معاذ اللہ ملوکیت کی واقعی اولاد ہونے کا وافر ثبوت ہے۔ مذموم ذرائع سے روزی پیدا کرنے والے، فتنہ و فساد کی چنگاریوں کو ہوا دینے والے، کدورت و نفاق کے بیج بونے والے، مداؤں کے مظہر سرکار حق آگاہ کی شان میں گستاخی کرنے والے خلق اللہ کی خدمت نہیں کرتے بلکہ اسلام دشمنی کرتے ہیں۔ مردود ازلی یزید ابن معاویہ کی حمایت کرنے سے اور یزیدی فوج کے بگھی بن جانے سے آدمی کے پیٹ کا دوزخ نہیں بھرتا البتہ خود دوزخ کا لقمہ بن جاتا ہے۔

جس طرح آسمان کا تھوکا اپنے منہ ہی پر گرتا ہے اسیطرح سرکار حق آگاہ کی عظیم المرتبت شخصیت پر کیچڑ اچھالنے کی مذموم کوشش سے ساری کیچڑ خود کیچڑ اچھالنے والے کے منہ پر گرتی ہے جس سے کوشش کرنے والے کا متبذل ظرف ظاہر ہوتا ہے اور مروان ابن حکم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

پیٹ کی آگ بجھانے گالیاں بکنا یزیدی کو زیب نہیں دیتا۔ ہاتھی سے گنے چھیننا آسان نہیں۔ ایاز قدر خود را بشناس۔

مولائے متقیان امیر مومنان کی تاسی کرنا سرکار حق آگاہ کا شیوہ ہے جس طرح حضرت علی ؑ نے اپنے قاتل عبدالرحمان ابن ملجم کو بھی شربت سے نوازا تھا اسیطرح سرکار حق آگاہ بھی اپنے دشمنوں کو نوازتے ہیں۔ سرکار حق آگاہ نعمت غیر مترقبہ ہیں اس نعمت خداوندی کی ناقدری کرنا کفران نعمت کے مترادف ہے۔

ذبیح صاحب ! یہ ..... ہی کرنا اچھا نہیں
آپ تو جانتے ہوں گے

بکری جو ہیں ہیں کہے گلے چھری پھر جائے
مینا جو میں نا کہے ہر کسی کو بھائے

یقین جانیئے آپ کو اس بیہودہ گوئی اور بیہودہ بکواس کا جواب مل سکتا ہے مگر

دشنام اگر دہند جیشے
چارہ نبود بجز شنیدن
گر پائے کسے سگے گزیدہ
سگ را نتوان عوض گزیدن

دائرہ میر مومنؒ

از جناب باقر رضوی امانت خانی

یہ نظم ۲۲ر نومبر ۱۹۵۵ء کو میر مومن صاحب قبلہؒ کی ۳۴۵ ویں برسی کے موقع پر پڑھا گیا۔

تالی زندگی آئینہ بنکر ... میں ہے | ... کسی کا خاص ... دائرہ ہے
[illegible] خاموش مختصر دائرہ میں ہے | دل ... اسے سمجھو ... ہیں ہے
یہی ... ہے یو ... کربلا دیکھو
... کر مرقد مومن کو ... دائرہ دیکھو

یہاں دیکھو ہے کیا ... کہانی ... | کسی بوڑھے کی ... کیا ... اجوا تھا
جوانی ... جوان کی ... کماکر | وہ بیٹے ... ہائے ... قدیر
چھپا کر ان کو جھوٹے میں چھپا سکتا نہیں کوئی
یہ وہ ... اب جنکو بلا سکتا نہیں کوئی

جو مرد مومن کی روحیں ہیں ... | تلاش فاتحہ ... انکی جستجو ...
یہ ... سید ... میں ... | ... یہ کچھ گفتگو ...
جو پیغام آرہے ہیں ... اونکو ...
پرانی ... ہوئی آنکھ ... ہیں

یہ مرقد اب ہمارے ذوق ... | یہ غفلت کی ... دیکھکر ... ہیں
کل جنکے تھے دنیا میں انہی لوگوں کے یہ گھر ہیں | وہ دیکھو ہر جگہ ٹوٹے ہوئے مرقد ... ہیں
تڑپ ان ... کر ... کو
خدا ... دل کے ٹکڑوں کو

جہاں زمانہ ادا کرتا تھا جنکی عظمتوں کو باج | فقط دو گز زمیں قبضے ... آج
خدو ... تھے زندگی میں جنکے سر کا تاج | وہی تربت میں بس اک فاتحہ کو ... آج ہیں ...
ہمارا جب توجہ ... مرقد پر ... ہے
گلوں میں مرنے والوں کی محبت مسکراتی ہے

یہاں مداحِ آلِ پاک محوِ استراحت ہیں | ما ذکی کے برابر قبر میں تمثالِ عبرت ہیں
یہیں ... ہیں اہل ثروت ... | اسی خطے میں مدفون اہل علم و اہل حکمت ہیں
تقدس کے نہاں گل۔ مرقد قبلہ پہ روتے ہیں
اسی شہر خموشاں میں پدر قبلہ کے سوتے ہیں

یہاں پر ... کہ تربت ہے فریادی | بہت سے مرقدوں کے حال ... بربادی
یہاں ... اکثر ... اسلام کے ... | یہیں ہے دیکھئے قبر حقی حیدرآبادی
لحد کی شمع پر آکر ہر اک پروانہ روتا ہے
سرہانے بیٹھ کر اس کے عبادت خانہ روتا ہے

یہیں محو عبادت ہو گئے تھے شاہ چراغ آکر | نجف ہے یہ دکن میں آئے تھے حیدر کرم ... پر
ہوئی رحلت جو ان کی ... آیا ... | ... دفن ... اس لے ... دیا ... صفدر
گئے دنیا سے یہ قلب تقدس پر ہے داغ انکا
رہا کرتا ہے روشن ظلمت شب میں چراغ انکا

یہاں بستی ... صاحب ... | گئی سادات ... خود ... ہمراہ ... تھے
گئے دار بقا کی سمت جب ... عالم سے | لگا ... دفن کرنے ... پہ آئے تھے
زبان ہر فرنے کی ہے ثنا ئے مرکب حیدر
... نقش پائے مرکب حیدر

وہ ... نام تھا جنکا فضا میں | جہان میں ... جو تھے وہ اب بیکس ... طاقت
جو ... سے | مسیحائے زماں جو تھے وہ اب مردہ ہیں تربت میں
یہ وہ ... مدفون ہیں اکثر اہل باطن ہیں
یہی وہ دائرہ ہے جس کے مرکز میر مومن ہیں

... سے ... میر مومن کی | ہوئی ہے صرف نیکی ہی کمائی میر مومن کی
... علم سے ... میر مومن کی | جنوں پہ برق تھی گویا دہائی میر مومن کی
یہ وہ عابد تھے جن پر ضوفشان خالق کی رحمت تھی
یہ وہ انسان تھے جس کی آمنہ پر حکومت تھی

عمل سے علم ہو ... آشکار انکا | دلوں پر چھا گیا تھا اہل دل اعتبار انکا
بڑی منزل پہ ... دربار شاہی ... وقار انکا | دل اہل دکن پر ایک دن تھا اقتدار انکا
نہیں ... خالق کو یہ اعلیٰ منزلت بن کر
... بیٹھے تھے مدار السلطنت بن کر

... لطف ... آگاہ ... ان کی | ہوئی ہے صرف دولت ... پر ان کی
... مشکلوں میں ... انکی | نگاہ مہر حیدر رہتی ہے درگاہ پر ان کی
محبت ... یہ تھے ... ان کے جلالی ہیں
لب ... ان کے ... نعمت عالی ہیں

غرض یہ دائرہ ... دجا ہے | مگر تخریب کا منظر ہے ظاہر اس کی ہیئت ہے
یہ ویرانہ ... کی غفلت ہے | تمدن کا جو اندازہ ... قبروں کی حالت ہے
... باقر یہ کیا بہتر مقولہ ہے
وہی ہے قوم زندہ جس کا قبرستان اچھا ہے

للّٰسیکرا ئی اہل حق کا ترجمان اور ... حقوق کا ... ہے

حضرت رباب

(۱)

نام و نسب

آپ کا اسم گرامی رباب تھا جن کے والد قبیلۂ قضاعہ کے سردار تھے۔ ان کا نام و نسب یہ ہے۔ امراء القیس بن عدی بن جابر بن کعب بن علیم بن جناب بن کلب بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔ یہ عیسائی تھے۔ خلافت ثانیہ کے دور میں اسلام قبول کیا۔ جناب رباب کی والدہ کا نام ہند تھا جو ربیع بن مسعود بن مروان بن حصن بن کعب بن علیم بن کلب کی بیٹی تھیں

امام حسین سے نکاح

آپ سے امام حسین کا نکاح جناب شہربانو کے بعد مدینہ میں ہوا۔ شررؔ صاحب نے اس عقد کا بھی عہد فاروقی میں ہونا ظاہر کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جب امرأ القیس نے عہد فاروقی میں مدینہ میں آکر اسلام قبول کیا اور قبیلہ قضاعہ کے سردار بنائے گئے اور باہر نکلنے لگے تو مدا الغرض امرأ القیس ساتھ کے چھوٹے تھے اور جناب فاروق کی صحبت سے باہر نہیں نکلنے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰ آپنے دونوں صاحبزادوں حسنؑ و حسینؑ کو لئے ہوئے رکے اور بڑھ کے اس نومسلم شیوار عرب کا دامن پکڑ لیا اور کہا۔ چچا! میں علی بن ابی طالب رسول اللہ کا مجازاد بھائی اور داماد ہوں اور یہ میرے دونوں بیٹے ہیں جو پیغمبر کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم تینوں آرزو مند ہیں کہ ہمیں اپنی دامادی میں قبول کیجئے۔ امرأ القیس نے یہ درخواست منظور کی اور کہا۔ اسے علیؑ میں اپنی بیٹی محیا تمہارے عقد میں دیتا ہوں اور اسے حسنؑ اپنی بیٹی سلمیٰ تمہارے عقد میں اور اسے حسینؑ میری بیٹی رباب تمہارے لئے ہے۔ الغرض اسی صحبت میں یہ تینوں عقد ہوئے اور جناب فاروق کے عہد میں رباب کو خاندان نبوت کی بہو بننے کی عزت حاصل ہوئی۔ یہ روایت کئی وجوہ سے محل نظر اور ناقابل اعتماد ہے۔

(۱) سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اس کی پوری داستان میں کہیں پر یہ نہیں بتایا جاتا کہ حضرت علی علیہ السلام کو بغرب ہی تو وارد ہوئے تھے۔ بغیر کسی گفتگو کے یہ کیونکر معلوم ہو گیا کہ امرأ القیس کی تین بیٹیاں ہیں اور تینوں قابل عقد ہیں؟ یہی خلا اس روایت میں پیدا ہو گیا ہے جو گڑھنے والے کے ساتھ سر کے غماز کر رہا ہے۔ (۲) دوسری وجہ جو تحریر اکرتا ہے مولانا سید علی اظہر صاحب قبلہ طاب ثراہ کے افادات سے ہے وہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے۔

”مگر قرینہ سے یہ روایت بھی غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر یہ عقد اس زمانہ میں ہوا ہوتا تو حضرت سکینہ کی ولادت اسی قریب زمانہ میں ہوتی کیونکہ طرفین میں کوئی صغر السن نہ تھا۔ حالانکہ اولاد امام حسینؑ میں بجز امام زین العابدین کوئی ایسا نہیں ہے جس نے زمانہ جناب امیرؑ کو دیکھا ہو چہ جائیکہ خلیفہ دوم و سوم کے زمانہ میں کسی کی ولادت ہوئی ہو۔

عہ بمبئی کے ایک اخبار کے ایڈیٹر نے اپنی جہالت کی بناء پر جناب رباب کے والد امرأ القیس کو معلقہ والا امرأ القیس سمجھا ہے۔ حالانکہ معلقہ والا امرأ القیس قبیلۂ کندہ کا بادشاہ تھا اور رسول اللہ صلعم کی ولادت باسعادت کے اکتالیس برس قبل مرچکا تھا۔ اس کے باپ کا نام عدی نہیں بلکہ حجر تھا۔

جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ عقد متاخر زمانہ میں ہوا۔ کیونکہ موت خلیفہ دوم ۲۳ھ میں ہے اور معرکہ کربلا ۶۱ھ میں۔ تو پھر کس عقل سے کوئی قبول کر سکتا ہے کہ اتنی مدت (۲۷ برس) یوں ہی گزر جائے اور حضرت سکینہؑ آخر عمر میں پیدا ہوں۔ لہذا یہی کہنا پڑتا ہے کہ عقد متاخر زمانہ میں ہوا (رجوع اب شہر ۳۲)

(۳) اس پر مستزاد ازواج خاندان والا سوال ہے جسے جناب شہربانو کے واقعات کے سلسلے میں لکھ چکا ہوں۔ حقیقت صرف یہ ہے کہ جناب امرأالقیس کے دل میں اس کی بڑی تمنا تھی کہ میری لڑکیاں خاندان رسالت ہی میں بیاہی جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بڑی صاحبزادی محیاۃ کا عقد امیرالمومنین سے کیا تھا۔ مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ میں ازواج امیرالمومنین کے نام کے سلسلہ میں محیاۃ بنت امرأالقیس کا نام بھی ملتا ہے اور یہ تذکرہ بھی ہے کہ ان کے بطن سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئی تھیں جو کمسنی ہی میں وفات پاگئیں۔ اور مناقب ہی میں قوۃ القلوب کے حوالے سے یہ مرقوم ہے کہ امیرالمومنین کی وفات کے وقت آپ کی ازواج میں سے چار بیویاں زندہ تھیں۔ (۱) امامہ بنت ابی العاص (۲) اسماء بنت عمیس (۳) لیلیٰ تمیمہ (۴) ام البنین اس سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ محیاۃ بنت امرأالقیس کا انتقال بھی امیرالمومنین کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ اسی طرح انہوں نے اپنی چھوٹی صاحبزادی رباب کا عقد امام حسین علیہ السلام سے کیا۔ اب رہا یہ امر کہ ان کی کوئی صاحبزادی سلمی تھیں اور ان کا عقد امام حسن علیہ السلام سے ہوا تو اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ امام حسن علیہ السلام کی ازواج میں سلمی کا نام نہیں ملتا۔

مختصر یہ کہ امرأالقیس کا دور خلافت ثانیہ میں اسلام لانا بھی قطعی ہے ان کی دو بیٹیوں کا امیرالمومنین اور امام حسین علیہما السلام کے عقد میں آنا بھی مسلم ہے لیکن ان سب واقعات کو خلط ملط کر کے اس سے ایک داستان مرتب کر لینا اور یہ کہہ دینا کہ یہ سب باتیں اسی دن رونما ہوئیں جس دن وہ اسلام لائے یہ محض شرر صاحب اور ان کے ہم مذاق داستان سراؤں کی بلند پروازی ہے۔ حقیقت سے اس کو کوئی علاقہ نہیں ہے۔ جناب شہربانو کے بعد کوفہ میں جناب ربابؑ سے عقد ہونے کا قرینہ یہی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام جو جناب شہربانو کے بطن سے تھے امام حسینؑ کی سب سے بڑی اولاد تھے اور انہیں کی ولادت کے بعد جناب شہربانو کا انتقال ہو گیا۔ ایسی صورت میں یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ دوسری ازواج رحمن کی اولاد امام زین العابدینؑ سے بہت چھوٹی تھی) بعد میں امامؑ کے حبالہ عقد میں آئی ہوں گی۔

اولاد

آپ کے بطن سے دو اولادیں ہوئیں۔ اول سکینہ آپ کا اصلی نام "آمنۃ" اور بروایتے "امیمۃ" تھا۔ لیکن فرط محبت کی وجہ سے والدین نے سکینہ (باعث سکون دل) پکارنا شروع کر دیا اور اب یہ نام اصل نام سے زیادہ شہرت پا گیا۔ واقعہ کربلا میں جناب سکینہ بہت کمسن تھیں عموماً چار برس آپ کی عمر بتائی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ۵۶ھ یا ۵۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ہوگی۔

دوم عبداللہ الرضیع یہی وہ شش ماہہ فرزند تھا جو علی اصغرؑ کے نام سے مشہور ہے اور جس کے خون ناحق نے حسینؑ کی مظلومی کی تصویر میں ایسا شوخ اور پائدار رنگ بھر دیا ہے جو ابد الآباد تک قائم رہے گا۔ یہ واضح رہے کہ یہ بچہ ۱۰ محرم کو چھ مہینے کا تھا۔ اس لحاظ سے آپ کی ولادت مدینہ سے روانگی

کے چند ہی دنوں قبل ماہ رجب سنہ ۶۰ھ کی کسی تاریخ میں ہوئی ہوگی۔ صاحب ناسخ التواریخ عبد اللہ اور علی اصغرؑ کو دو سمجھتے ہیں اور عبد اللہ کو واقعۂ کربلا میں اتنا بڑا سمجھتے ہیں کہ وہ بعد شہادت جناب علی اکبرؑ خیمہ سے لرزاں و ترساں باہر نکل پڑے اور ہانی بن بعیث نے ان پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ یہ موصوف کا تسامح ہے کیونکہ حضرت علیؑ اکبر کی شہادت کے بعد جو چند بچے باہر آ گئے تھے اور شہید ہو گئے تھے ان کے نام شیخ مفید اور ابن نما رحمۃ اللہ علیہما نے لکھے ہیں اور ان میں ایک بچہ عبد اللہ نامی بھی ہے مگر وہ عبد اللہ بن حسینؑ نہیں ہے بلکہ عبد اللہ بن مسلم بن عقیل ہے۔ غالباً نام کی مشابہت نے اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔

جناب رباب کی منزلت

اہل بیت میں اور خود امام حسین علیہ السلام کی نظر میں آپ کی قدر و منزلت بہت تھی۔ بعض کتابوں میں یہ اشعار بھی امام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ؎

لعمرک اننی لاحب دارا | تکون بھا سکینۃ والرباب
احبھما وابذل جل مالی | ولیس لعاتب عندی عتاب

ترجمہ:۔ تیری جان کی قسم! میں اس گھر کو دوست رکھتا ہوں جس میں سکینہؑ اور ربابؑ ہوں۔ میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں اور ان کے لئے اپنا سارا مال صرف کر سکتا ہوں اور مجھے کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں ہے۔ ابو الفرج اصفہانی صاحب آغانی نے ان اشعار سے متعلق ایک واقعہ بھی لکھا ہے بدقسمتی سے مجھے شاعرانہ ذوق بھی ہے اور میں اپنے ذوق کی بنا پر یہ تسلیم کرنے سے معذور ہوں، یہاں "لعمرک" سے واقعاً کوئی مخصوص فرد مخاطب کی گئی ہے اور "لیس لعاتب عندی عتاب" کہہ کر اسکا فرد کے عتاب اور ... سے بے پروائی کا اظہار کیا گیا ہے۔ عربی ادب ہی نہیں بلکہ ہر زبان میں شعرا اس قسم کا تخاطب استعمال کرتے ہیں جو کہ کوئی معین مخاطب نہیں ہوتا۔ ہمدم، ہمراز، ساقی، دوست اور اسی قسم کے بہتیرے الفاظ ہیں جو آزادی کے ساتھ شعر میں استعمال کئے جاتے ہیں اور اگر ان الفاظ کی موجودگی سے کوئی یہ ثابت کرنا چاہے کہ شاعر سے کسی دوست نے اس کی ملامت کی اور اس نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے ہیں تو اس سے کہنے والے کے ذوق کا ماتم کرنا پڑے گا۔ اس مفروضہ کو ابو الفرج اصفہانی نے اپنے سلسلۂ سند سے "ما لم یبق آئیہ" سے نقل کیا ہے جو سنی تھا اور "مجہول" تھا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی کا لسان المیزان (جلد پنجم ص۲۲) میں اس کی مجہولیت کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور خود ابو الفرج اصفہانی جو آغانی کا مؤلف ہے اس کے معایب و مثالب اس سے بہت زیادہ ہیں کہ حیطۂ تحریر میں لائے جائیں یہاں صرف علامہ ابن حجر عسقلانی کا بیان نقل کر دینا کافی ہے۔ علامہ موصوف لسان المیزان میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ابو الفرج اصفہانی اکذب الناس (سب سے زیادہ جھوٹا) تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ بہت سے اوراق و رسائل خرید لیتا تھا اور انہیں کے مندرجات پر اپنی روایتیں تیار کر لیتا تھا۔"

خود ابو الفرج اصفہانی اس کتاب آغانی کی نوعیتوں اور اس سے پیدا ہونے والی رسوائیوں سے بخوبی آگاہ تھا چنانچہ وہ آغانی کے دیباچہ میں لکھتا ہے۔

"میں نے اس کام کو اٹھایا حالانکہ مجھے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میرے قلم سے اس موضوع پر ایسی کتاب لکھی جائے جو مرور ایام کے

کے ساتھ باقی رہے اور میری طرف منسوب کی جائے"۔

مگر افسوس کہ بنی امیہ کی فضائل اور طمع زر نے اس سے ایسی لغو، لاطائل اور فسویات سے لبریز کتاب لکھوا دی۔ اب جو روایت آغانی جیسی لغو اور مہمل کتاب میں ہو اس کا راوی اول مجہول اور ناقل آخر اکذب الناس لہو و لعب کا دلدادہ اور شجرۂ ملعونہ کی ایک فرد ہو اس کی وثاقت کو معرض بحث میں لانا ہی بے کار ہے۔ مگر فرودۃً اس پر تنقید کرنی پڑی۔

دوسرے متعلق واقعات

جناب رباب کی زندگی حسرت و آلام کا مرقع تھی عاشور کے روز پہلے علی اصغر کا داغ دل پر اٹھایا اس کے بعد امام کا سانحہ پیش آ گیا۔ اب صرف سکینہ باعث تسکین تھیں۔ ان بچی نے بھی زندان شام میں ساتھ چھوڑ دیا۔ اور آپ کی خدمت میں پہنچ گئی۔ مدینہ واپس آ کر جناب رباب دن رات گریہ و زاری میں مشغول رہا کرتی تھیں اور یہ مرثیہ پڑھ پڑھ کر فرزند رسول کو یاد کیا کرتی تھیں ؎

ترجمہ:- افسوس وہ نور مجسم جس سے ہدایت حاصل کی جاتی تھی۔ کربلا میں بےگور و کفن مقتول پڑا رہا۔ (۲) اے سبط رسول (خدا) آپ کو اپنی جانب سے جزائے خیر عطا کرے اور آپ کو نقصان میزان سے محفوظ رکھے۔ (۳) آپ میرے لئے ایک کوہ بلند تھے۔ جس سے مجھے پناہ ملتی تھی اور آپ ہم لوگوں کے ساتھ رحم اور دلداری کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ (۴) آپ کے بعد کون ہے جو یتیموں اور سائلوں سے ہمدردی کرے اور فقرا و مساکین اس کے پاس جائیں۔ (۵) خدا کی قسم! آپ کے رشتہ کے بعد...

میں دوسرا رشتہ پسند نہیں کر سکتی یہاں تک کہ خاک میں چھپا دی جاؤں۔

ابن اثیر بیان کرتا ہے کہ جناب رباب جب تک زندہ رہیں کبھی کسی چھت کے سایہ میں نہیں بیٹھیں بلکہ گرمی ہو یا سردی ہمیشہ زیر آسمان بیٹھی خون کے آنسو روتی رہیں۔

لوگوں نے جناب رباب کے پاس عقد ثانی کے لئے پیغام بھجوایا تھا۔ مگر آپ نے جیسا کہ آپ کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے حسینؑ کے بعد کسی کے گھر جانا پسند نہیں کیا۔ اور اسی عالم کرب و اضطراب میں زندگی کے دن پورے کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ آنے کے سال بھر بعد ہی آپ نے بھی اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

تہران میں صدر پاکستان محمد ایوب خان کا شاندار استقبال!

پاکستان، ایران اور ترکیہ کی کانفرنس ۱۷ نومبر کو منعقد ہوئی

تہران۔ ۱۷ نومبر۔ صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان ایران کے دس روزہ دورے پر آج تہران پہنچے وہاں کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ جب ان کا ایک نشست طیارہ جس کی حفاظت کے لئے ایرانی لڑاکا طیاروں کا ایک دستہ بردہ رکا سے ہمراہ ہو گیا تھا) مہر آباد کے ہوائی اڈے پر اترا تو اکیس توپوں سے ان کو سلامی دی گئی۔ جب صدر طیارے سے باہر آئے تو سب سے پہلے شہنشاہ ایران نے آگے بڑھ کر ان سے مصافحہ کیا۔ بعد میں شہنشاہ ایران نے ان کا تعارف کابینہ کے وزیروں، تینوں قسم کی فوجوں کے کمانڈروں، جنیوں، فوجی اور اعلیٰ فوجی اور سول افسروں سے کرایا لیا

صدر پاکستان کے ہمراہ ان کے وزیر داخلہ لفٹننٹ جنرل کے ایم شیخ، وزارت خارجہ کے چند افسر اور ان کا ذاتی عملہ بھی تہران آیا ہے۔ صدر ایوب خان کی پذیرائی کے لئے ہزاروں لوگ بھی ہوائی اڈے پر جمع ہو گئے تھے۔ جب شہنشاہ ایران نے صدر پاکستان سے مصافحہ کیا تو ان لوگوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں اور پرجوش نعرے لگائے۔ بعد میں صدر پاکستان نے شاہی خاندان کے افراد، سفیروں اور وزیروں سے باتیں کیں۔ ایرانی فوج کے چاق و چوبند سپاہیوں کے ایک دستے نے گارڈ آف آنر پیش کیا اور فوجی بینڈ باجے نے دونوں ملکوں کے قومی ترانوں کی دھنیں بجائیں۔ اس شاندار استقبال کے بعد صدر پاکستان اور شہنشاہ ایران ایک کھلی کار میں بیٹھ کر ہوائی اڈے سے عبدالرضا پہلوی محل کی جانب روانہ ہوئے ان کی سواری جلوس کی شکل میں جا رہی تھی ان کے پیچھے وزیروں، امیروں، سفیروں اور شاہی خاندان کے ارکان کی کاریں تھیں۔ ہوائی اڈے سے عبدالرضا پہلوی محل ساڑھے تین میل دور ہے اس سارے راستے کو جو خیابان پہلوی کے نام سے مشہور ہے دونوں ملکوں کے جھنڈے جھنڈیوں اور محرابوں سے سجایا گیا تھا۔ یہ شاہراہ چنار کے خوبصورت درختوں کی وجہ سے بڑی شہرت رکھتی ہے۔ سڑک کے مختلف مقامات پر سپاہیوں کے دستے کھڑے تھے جو جا بجا صدر پاکستان کو سلامی دیتے تھے۔ سڑک کے دونوں طرف ہزاروں خوش و

ایرانی گلی

مجالسِ عزا

یکم جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ م ۲ دسمبر ۱۹۵۹ء سے ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ م ۱۱ دسمبر ۱۹۵۹ء تک دس مجلسیں بغرض ایصال ثواب حضرت قبلہ کاہن عالیجناب مولانا مولوی سید عبداللہ صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ ووالدہ صاحبہ اعلی اللہ مقامہا و دیگر مومنین مقرر ہیں۔ جن میں حسب سابق عالیجناب مولانا مولوی سید کلب عابد صاحب قبلہ مدظلہ مجتہد لکھنؤ بیان فرمائیں گے

امیدوار ہوں کہ شرکت مجالس سے کمترین کو ممنون و مشکور فرمائیں

المحتاج سید کاظم حسین وثیق کلکتہ

نوٹ۔ مجلس پابندی وقت بمطابق گھڑی ۷ بجے شروع کر دیا کریگی

خرم مرد اور عورتیں اور بچے جن پاکستان اور ایران کے جھنڈے لئے کھڑے تھے جب صدر پاکستان کی سواری ان کے پاس سے گزرتی وہ جھنڈے ہلا ہلا کر احترام بجا لاتے اور فلک شگاف نعرے لگاتے۔ صدر پاکستان کی سواری تہران کے خوبصورت بازاروں سے ہوتی ہوئی جب عبدالرضا پہلوی محل پہنچی تو شہزادہ عبدالرضا نے بعض دوسرے امراء سمیت دروازے سے باہر انہیں خوش آمدید کہی۔ صدر پاکستان نے دوپہر کا کھانا شہنشاہ ایران کے ساتھ کھایا۔ تیسرے پہر انہوں نے شاہ رضا شاہ پہلوی مرحوم (شہنشاہ ایران کے والد) کے مزار پر پھول چڑھائے اس وقت شہنشاہ ایران ان کے ہمراہ تھے۔

شہر کی سجاوٹ!

ایجنسی فرانس کی اطلاع کے مطابق آج ایران کے دارالحکومت ایران کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ شہر میں بڑے بڑے پوسٹر چسپاں کئے گئے تھے۔ جن کے ذریعہ پاکستان اور ایران کی دوستی کی خصوصیات بیان کی گئی تھیں۔ ان پر موٹے حروف میں "ایران اور پاکستان کی دوستی زندہ باد" لکھا گیا تھا۔ پوسٹروں پر دونوں ملکوں کے سربراہوں کی تصویریں بھی تھیں۔ آج ایران کے سارے سینما گھروں میں فلموں کے ذریعے پاکستان اور ایران کی دوستی پر روشنی ڈالی گئی۔ ٹیلی ویژن پر بھی پاکستان کے بارے میں مفید معلومات فراہم کی گئیں۔ لوگوں نے صبح سے ہی ان سڑکوں پر جمع ہونا شروع کر دیا تھا جہاں سے پروگرام کے مطابق دونوں ملکوں کے سربراہوں کی سواری جلوس کی شکل میں گزرنے والی تھی ان لوگوں کے ہاتھ میں [illegible]

تھے پاکستانی پرچم اور طغرے تھے جن پر پاکستان کے بارے میں تعریفی کلمات لکھے تھے شہر کے جن بازاروں سے صدر پاکستان کی سواری گزری ان کی سجاوٹ ایران کی تاریخی عظمت کی یاد تازہ کر رہی تھی لوگوں کے گروہ نہ صرف سڑکوں پر دو رویہ کھڑے تھے بلکہ عمارتوں کی چھتیں بھی بھری نظر آتی تھیں اور حقیقت یہ ہے کہ متعلقہ شاہراہیں کھچا کھچ بھری پڑی تھیں آج عام ایرانی کاروں کے اگلے شیشے پر پاکستان اور ایران کے جھنڈوں کی تصویریں چسپاں تھیں۔

اخبارات کے خاص نمبر!

آج ایرانی اخبارات نے خاص نمبر نکالے قریب قریب سارے اخبارات کے پہلے صفحات پر صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب کا فوٹو ہے۔ ان اخباروں میں پاکستان کے بارے میں مختلف مضامین شائع ہوئے ہیں جن میں انقلابی حکومت کی کامیابیوں کو سراہا گیا ہے۔ تہران کے انگریزی زبان کے اخبار "تہران جرنل" نے اپنے اداریہ میں لکھا ہے کہ صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے کارنامے باعث فخر ہیں۔ انہوں نے ایک سال کے قلیل عرصہ میں دنیا پر واضح کر دیا ہے کہ وہ اقتدار کے بھوکے ڈکٹیٹر نہیں بلکہ وہ جمہوریت کے دلدادہ ہیں۔ اور عملاً کام کرنے کو اہمیت دیتے ہیں۔ اس اخبار نے لکھا ہے کہ صدر پاکستان کا یہ دورہ دونوں ملکوں کا تعاون بڑھانے کا موجب بنے گا۔ روزنامہ "اطلاعات" نے لکھا ہے کہ پاکستان اور ایران مذہب کے رشتہ کی وجہ سے ایک دوسرے کے اتنے قریب آ چکے ہیں کہ تاریخ عصر حاضر میں اس کی مثال نہ مل سکے "صدائے مردم" نے لکھا ہے کہ دونوں ملک مذہب، ثقافت اور تاریخ کا مشترکہ رشتہ رکھتے ہیں ان کے تعلقات مصنوعی نہیں بلکہ حقیقی ہیں۔ ایک اور ایرانی اخبار "کیہان" نے لکھا ہے "آج شہنشاہ ایران مہرآباد کے ہوائی اڈے پر صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب کا استقبال کر رہے ہیں جنہوں نے اپنے ایک سالہ عہد حکومت میں پاکستان میں انتہائی دانشمندانہ پالیسی پر عمل کیا ہے۔ آج تہران کے ہوائی اڈے پر آقائے احمد قدیمی سفیر ایران متعین پاکستان نے ریڈیو تہران کو بتایا کہ صدر پاکستان کے اس دورے سے دونوں ملکوں کے تعلقات اور بھی مستحکم ہو جائیں گے آپ نے مسرت کے ساتھ کہا کہ دونوں ہمسایہ ملکوں میں کسی قسم کا کوئی اختلاف موجود نہیں۔" جنرل رضا سفیر پاکستان متعین ایران نے ریڈیو تہران کو بتایا کہ صدر پاکستان ایک برادر ملک کے دورے پر ہیں۔ دونوں ملکوں کے تعلقات پہلے ہی انتہائی دوستانہ رہے اور یقیناً اس دورے کی وجہ سے اور بھی مستحکم ہو جائیں گے۔"

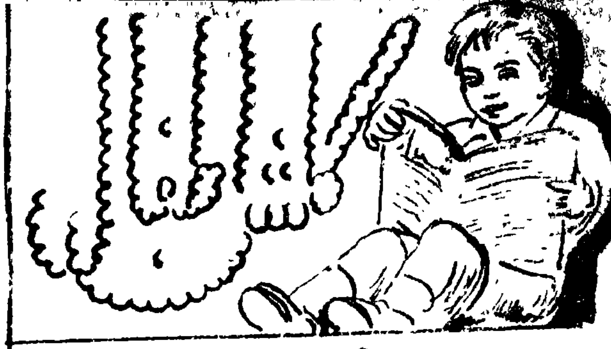
ایرانی پارلیمنٹ سے صدر ایوب کا خطاب

تہران ۱۰ نومبر۔ صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے کہا کہ پاکستان کو دنیائے اسلام کے اتحاد و ترقی سے گہری دلچسپی ہے کیونکہ اس کی اپنی ترقی اور طاقت کا راز دنیائے اسلام کے استحکام میں مضمر ہے۔ صدر پاکستان نے یہ الفاظ آج ایرانی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہے۔ آپ نے کہا کہ اگر عالم اسلام ترقی کرے تو پاکستان اس کے ایک حصے کی حیثیت سے قدرتی طور پر مستحکم اور مرفہ الحال ہو جائے گا۔ اور اگر خدانخواستہ دنیائے اسلام کمزور ہو جائے تو پاکستان اس کی کمزوری سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ آپ نے کہا پاکستان اور ایران دونوں مسلم ممالک ہیں وہ نہ صرف ثقافتی بلکہ تاریخی اعتبار سے بھی ایک ہیں۔ لہذا اگر دونوں ملکوں میں گہرے تعلقات پیدا ہو جائیں تو اس میں تعجب کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ صدر پاکستان نے کہا دونوں ملکوں کی حکومتوں نے مختصر سے عرصہ میں سرحدی امور کا تصفیہ کر لیا دونوں کے مسائل ایک سے ہیں اور دونوں مضبوط بنیاد پر جمہوریت کے قیام کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اسی طرح دونوں کا مقصد یہ ہے کہ عوام کا معیار زندگی بلند ہو افلاس اور بیماریوں کا قلع قمع کیا جائے اور عوام کو تعلیم یافتہ بنایا جائے ان کے لئے نئی نئی اقتصادی راہیں کھولی جائیں اور تجارت بڑھائی جائے تاکہ عوام خوش اسلوبی کے ساتھ مرفہ الحال اور خوش اقبالی کے راستے پر گامزن رہیں۔

تاریخی تعلقات

صدر مملکت نے پاکستان اور ایران کے تاریخی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے کہا پاکستانی عوام نے ایرانی ادب سے بڑا استفادہ کیا ہے۔ آپ نے کہا ایران کی قابل احترام ہستیاں ہمیشہ پاکستانیوں کے لئے قابل احترام رہی ہیں۔ دونوں ملکوں کے بزرگ مشترک رہے ہیں اور دونوں کا ثقافتی ورثہ مشترک ہے۔ آپ نے کہا سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ دونوں کے دوست مشترک ہیں۔ اور دونوں کے دشمن بھی مشترک ہیں۔ صدر پاکستان نے افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا کہ بعض ملکوں کی طرف سے ایران اور شہنشاہ کے خلاف ... بنیاد پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ جس کا بڑا مقصد یہ ہے کہ ایک اسلامی ملک کو بدنام کیا جائے۔ پاکستان کا خیال یہ ہے کہ اس قسم کے پروپیگنڈے سے غلط اور عداوت پھیلانے کے سوا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا اس قسم کا پراپیگنڈا کبھی متعلقہ مسائل کو حل کرنے میں مدد نہیں دے سکتا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ امن عالم کے اعلیٰ مقصد کے پیش نظر اس قسم کا پراپیگنڈہ بند کر دیا جائے آپ نے کہا پاکستان سب ملکوں کے حق خود ارادیت کا حامی ہے پاکستان کا نظریہ یہ ہے کہ دوسرے ملکوں کے معاملات میں مداخلت کرنا حق خود ارادیت کے اصول کے بالکل منافی ہے لہذا اسے ہر حالت میں ختم ہو جانا چاہئے۔ آپ نے کہا کہ اس امر کا فیصلہ کرنا خود متعلقہ ملک کا کام ہوتا ہے کہ اسے داخلی مسائل کس طرح حل کرنے چاہئیں۔

صدر پاکستان نے کہا جنگ بے تعلق اقدام ہے اس سے دو ملکوں کے متنازعہ فیہ مسائل کے تصفیہ میں کبھی امداد نہیں مل سکتی۔ لہذا جنگ کو جھگڑوں کے تصفیہ کا ذریعہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ آپ نے کہا پاکستان نے محض جنگ کے امکان کے سدباب کیلئے بعض علاقائی معاہدوں میں شرکت کی ہے۔ پاکستان کو اپنی آزادی اور خود داری سب سے عزیز ہے اور ان کی حفاظت پاکستانی عوام کے سب سے بڑے فرائض میں شامل ہے۔ صدر پاکستان نے کہا ایران میرے لئے کوئی نیا ملک نہیں میں پہلے بھی کئی دفعہ ایران آچکا ہوں اور اس ملک کے لیڈروں سے تبادلہ خیالات کر چکا ہوں صدر محمد ایوب خان نے پرتپاک خیر مقدم کی وجہ سے ایرانی عوام اور حکومت کا شکریہ ادا کیا۔ آپ نے کہا کہ استقبال کے وقت یوں معلوم ہوتا تھا کہ میں اپنے ہی ملک واپس پہنچ گیا ہوں۔ صدر نے شہنشاہ ایران کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ انہوں نے اپنے عظیم والد کی روایات کو برقرار رکھا ہے وہ بڑے دور اندیش بادشاہ ہیں اور انہیں ایرانی عوام کی فلاح و بہبود سے بڑا اُنس ہے۔ آپ نے کہا شہنشاہ ایران نے عوام کی حالت سدھارنے کا جو کوشش شروع کر رکھی ہے ایران کا کوئی دوست اسے سراہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس سے پیشتر ایرانی سینیٹ کے صدر (صدر الاشراف) نے صدر پاکستان کو خوش آمدید کہتے ہوئے دونوں ملکوں میں زیادہ مستحکم تعلقات کے قیام کے سلسلے میں ان کی کوششوں کو سراہا اور امید ظاہر کی کہ دونوں ملک فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور شہنشاہ ایران کی رہنمائی میں پہلے سے بہت زیادہ مستحکم تعلقات پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ پاکستان کی اس انقلابی حکومت نے ایک سال کے قلیل عرصہ میں جو اصلاحات نافذ کی ہیں۔ صدر الاشراف نے ان پر مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ پاکستان کی ہر ترقی ایران کے لئے ہمیشہ خوش آئند رہی ہے۔ اس سے پیشتر جب صدر مملکت پارلیمنٹ ہاؤس پہنچے تو ان کا پورے فوجی اعزاز کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ تہران سے مختلف خبر ایجنسیوں نے جو اطلاعات بھیجی ہیں ان سے پتہ چلا ہے کہ آج صبح تہران کارپوریشن کے میئر نے صدر پاکستان سے ملاقات کی اور انہیں اس شہر کی طرف سے ایک تحفہ پیش کیا آج سفارتی نمائندوں نے بھی صدر پاکستان سے ملاقات کی۔ آج تیسرے پہر صدر پاکستان نے تہران یونیورسٹی کا معائنہ کیا۔ جہاں انہیں اعزازی ڈگری پیش کی گئی۔



زرین اقوال

بہ لوحِ قلب نامِ شاہ بخطِ جلی بینم
زرخش آئینہ زہرا و مرأة علی بینم
حسین آئنت آئینہ عثمان کہ دست حق پرست او
بدستِ احمدی بینم بہ فرقِ ہر ولی بینم

(سرکار حق آگاہ)

شیخ سعدی

از [illegible] شیرازی

آپ کا نام [illegible] آپ [illegible] میں [illegible] پیدا ہوئے [illegible] شیراز [illegible] ایک [illegible] آپ [illegible] ملاحظہ [illegible] آپ [illegible] زندگی [illegible] کسی [illegible] آپ [illegible] سعد بن [illegible] آپ کا [illegible] نظامیہ بغداد [illegible] تعلیم دلوائی۔ تقریباً [illegible] علوم [illegible] سعد [illegible] کی مناسبت سے آپ کا تخلص "سعدی" ہے۔ عالمگیر شہرت رکھنے والی کتابیں "گلستان و بوستان" آپ کی تصنیف ہیں۔ ایک سو دس سال آپ دنیا میں رہے [illegible] میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا مزار شیراز میں ہے، جو سعدیہ کے نام سے موسوم ہے۔ [illegible] ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو نے آپ کے مزار پر حالیہ دورۂ ایران کے موقع پر چادر گل چڑھائی۔ ذیل کا قطعہ آپ کا آج بھی زبان زدِ خاص و عام ہے۔

گر مرا زار بکشتن دہد آن یارِ عزیز
تا نگوئی کہ در آن دم غمِ جانم باشد
گویم از بندۂ مسکین چہ گنہ صادر شد
کہ دل آزردہ شد از من غمِ آنم باشد

سوالات و جواب

(۰)

سوال:- اردو زبان کو [illegible] بادشاہ نے نوازا؟
([illegible] — چادر گھاٹ)

جواب:- ہمارے سرکار حق آگاہ (اعلیٰ حضرت بندگانعالی [illegible]) نے [illegible] نوازا۔

سوال:- [illegible] فلمی [illegible] کیوں نہیں [illegible] ادا ہو سکتی ہے اور [illegible] وقت [illegible] آپ [illegible] کے ساتھ [illegible]۔
(عثمان [illegible] — باقری)

جواب:- شیراز حق کا علمبردار ہے، سرکار حق آگاہ کا پرستار ہے اور اس کا شیوہ حسینیت کا پرچار ہے۔ ایک فلم ہی پر کیا منحصر ہر اس چیز کا اشتہار شیراز میں شائع نہیں کیا جاتا جس کو اسلام نے منع کیا ہے ایسی آمدنی سے شیراز اپنی آب و تاب بڑھانا نہیں چاہتا۔

سوال:- دنیا کا [illegible] کونسا ہے؟
(میرا بانو — پنجاب)

جواب:- یورپ میں "لندن" اور ایشیا میں "تہران"

سوال:- آجکل ہر گھر میں کونسی دوا کا [illegible] زور ہے؟
(مظہر النساء — منڈی میر عالم)

جواب:- جیون بیبوتی۔

سوال:- خالص گھی کہاں ملتا ہے؟
(اکبر علی خان — شاہ علی بنڈہ)

جواب:- گھی گھر، چیل بازار

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبانِ ذوق کا اخبار ہے

دن اور رات کی تقسیم

از مرزا احسن علی متعلم کالج دریچہ رنگ عالیتا

قدیم زمانے سے دن اور رات کو ۲۴ گھنٹے میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مگر یہ تقسیم کی ابتدا [illegible] اور کب کی اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ اس کی وجہ [illegible] نہیں بتلا سکتا کہ ۲۴ گھنٹے کی تقسیم [illegible] پسند کی گئی۔ مصریوں اور یونانیوں نے روز [illegible] اجالے اور اندھیرے کو ۱۲ گھنٹے کا دن اور ۱۲ گھنٹے کی رات میں تقسیم کر دیا۔ مگر چونکہ دوران سال میں اجالے اور اندھیرے کے دوران میں کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے اس لئے گھنٹہ کا دوران بڑھتا گھٹتا رہتا ہے۔ [illegible] سردیوں میں رات لمبی ہو جاتی ہے اور [illegible] ۶ گھنٹے [illegible] رہتا ہے [illegible] ۶ گھنٹوں [illegible] ۱۲ گھنٹے قرار دیئے جاتے تھے [illegible] گھنٹہ تقریباً [illegible] ہوتا تھا۔ اور دن کے گھنٹے گھٹ کر ۴۰ منٹ کے [illegible] کیونکہ ان [illegible] ۸ گھنٹے کے ۱۲ گھنٹے قرار دیئے جاتے [illegible] اسطرح موسموں کے بدلنے کے ساتھ ساتھ گھنٹے بھی چھوٹے بڑے ہوتے رہتے تھے۔

یہ عمل اس قدر تکلیف دہ تھا کہ تیرھویں صدی میں ابوالحسن ایک عرب حساب دان نے ایک نیا طریقہ رائج کیا اور اس نے ہر گھنٹے کو دوران سال کے لئے ۶۰ منٹ کا قرار دیا۔ لیکن اس کی وجہ بھی [illegible] معلوم ہے کہ ایک گھنٹے کو ۶۰ منٹ میں اور ہر منٹ کو ۶۰ سکنڈ میں کیوں تقسیم کیا جاتا ہے۔ مگر یہ عمل قدامت سے چلا آرہا ہے جب کہ مصریوں نے وقت کا تعین کرتے ہوئے ۳۶۰ دن کا ایک سال قرار دیا اور ایک سال کو ۱۲ مہینوں میں تقسیم کر دیا اور پھر دن اور رات کو ۱۲ ۱۲ گھنٹے کا مقرر کیا۔ اسی [illegible] ۳۶۰ [illegible] کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مہینوں میں وقتاً فوقتاً دنوں کی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

ہفتہ کے سات دن [illegible] مقرر ہوئے۔ لیکن ایسا کرنے کی کوئی مخصوص وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ انجیل میں دنیا کی خلقت چھ دن میں ہونا اور اس کے بعد ایک دن آرام لینے کا تذکرہ موجود ہے ممکن ہے اسی وجہ سے سات دن کا ہفتہ قرار دیا گیا ہو۔

آقا ی حسین ضابط

[illegible] نیک دل، نیک [illegible] سرزمین [illegible] بہشت [illegible] شیراز کی [illegible] عشق [illegible] ایک [illegible] گفتار [illegible] الله الله [illegible] دوست [illegible] [illegible] گرد ایران [illegible] آپ نے محبت سے [illegible] رکھا۔ [illegible] وہ نظم و نثر سے کام لیا۔ اپنے آپ کو غلام حسین ثابت کر دیا۔

سید صمصام شیرازی

قلبِ مومن

عرش کی داؤدؑ نے بارِ الٰہ | اک خزانہ رکھا ہے بادشاہ
اے خدا تیرا خزانہ ہے کہاں | آئی یہ آواز ربِ دو جہاں
فرش سے برتر خزانہ ہے مرا | خلد سے بہتر خزانہ ہے مرا
ہے خزانہ میرا کرسی سے وسیع | عالمِ ملکوت سے بھی ہے رفیع
اُس خزانہ کی زمیں ہے معرفت | آسماں ایماں ہے بارش مرحمت
اُس خزانہ کا شجر طاعت مری | اُس خزانہ کا ثمر حکمت مری
چار دروازوں پہ ہے اسکی بنا | علم و حلم و صبر اور میری رضا

عرض کی داؤدؑ نے اے کبریا
مجھکو بتلا دے کہ وہ آخر ہے کیا؟
آئی پھر آوازِ ربّ دوسرا
قلبِ مومن کا خزانہ ہے مرا

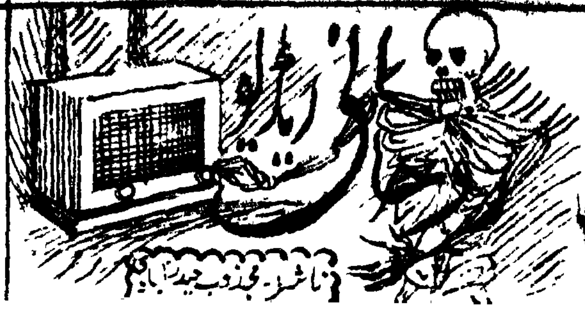
عمومی کتابخانه وزیری یزد

هر ملتی در هر شهر و دیاری که بدانش بیشتر ابراز علاقه داشته و بتوسعه آن زیادتر توجه دارد در دنیای کنونی زنده تر و ارزنده تر شناخته میشود. پیغمبر اکرم صلی الله علیه و آله وسلم کمال توجه را بدین امر مهم معطوف داشته که میفرماید اطلبوا العلم من المهد الی اللحد و همچنین طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة. بدیهی است تأسیس کتابخانه و در دسترس طالبان و علاقمندان قرار دادن کتب بزرگترین وسایل توسعه علم و نشر دانش است. کتابخانه از ارکان مهم تمدن و فرهنگ هر قوم بشمار است. در اجرای این نظر عالی دانشمند معظم حضرت آقای حاج سید علی محمد وزیری دامت برکاته پس از فراغت از ترمیم مسجد جامع کبیر و با عظمت یزد که یکی از آثار برجسته باستانی و شاهکاری از صنعت معماران ایرانی است اهتمام بی نظیر خود را معروف بنا تأسیس کتابخانه مدرن و آبرومندی بنام (کتابخانه وزیری یزد) وصل بمسجد جامع فرموده و در سال ۱۳۳۴ ... ۱۰۰۰ جلد از کتابهای علمی، ادبی، فلسفی، تاریخی و اجتماعی خود که هسته مرکزی کتابخانه مزبور تشکیل داد برای استفاده عموم تأسیس فرمودند. در آستانه تأسیس و تشکیلات اداری و قبل از اینکه دعوتی در این باره بعمل آید حسن استقبال کم نظیری از طرف دانش پژوهان خیرمند با اهداء کتب بعمل آمد در نتیجه اینک کتابخانه مزبور بیش از چهار هزار جلد کتاب مناسب موجود دارد کتابهای اهدائی چندین روزنامه و مجله مؤسسه برای استفاده عموم دفعه برکتابخانه مزبور میگردد. نظر بلزوم توسعه و تکمیل کتابخانه مزبور که اکنون در یزد مورد توجه کامل واقع است و رفع نیاز مراجعه کنندگان احتیاج با اهداء کتب از طرف فرهنگ پروران دارد لذا از آن جناب استدعا میشود بمقتضای علو همت و استطاعت و علاقمندی با اهداء چند جلد از کتب مفیده و سودمند این کتابخانه تشنگان علم و معرفت را از زلال دانش و فضیلت رهبری و خدمت گزاران کتابخانه را سپاسگزار فرمایند.

(مدیر کتابخانه)

واپسی!

حیدرآباد: ۲۸ نومبر حضرت آقای شیخ ابوالقاسم حسام العلماء مدیر مطبع و کتب خانہ حیدری چھتہ بازار جو آنکھوں کے علاج کے لئے کراچی تشریف لیگئے گزشتہ ہفتہ حیدرآباد واپس ہوئے۔ نامپلی اسٹیشن پر دوست احباب۔ اور خویش و اقارب کے علاوہ مومنین کی ایک کثیر تعداد نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا۔ آقای سید محمد علی وزیری جو بغرض زیارت شاہ خراسان ایران تشریف لیگئے تھے گزشتہ ہفتہ بعد فراغ زیارت واپس حیدرآباد ہوئے۔ ایرانیان مقیم حیدرآباد و سکندرآباد نے آپکو خوش آمدید کہا۔



یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات سے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ ناظرین جانتے ہیں کہ خود روحانی نشریات میں نام مقام اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص یا مقام خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے۔ (ایڈیٹر)

ایک ہزار نوری میٹر پر یہ روحانی ریڈیو ہے۔ ابھی آپ نے مہ جوان آف آرک کی تقریر سن رہے تھے جو ٹرانسمیٹر کی اچانک خرابی کی وجہ سے برابر نشر نہ ہوسکی جس کا ہمیں افسوس ہے ٹرانسمیٹر کی اس خرابی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہمارا ٹرانسمیٹر میڈ ان جاپان ہے جس دن جاپان پر ایٹم بم گرایا گیا ہے اسی دن سے ٹرانسمیٹر کا مزاج ناساز ہے۔ اب جب کبھی جاپان کا ذکر اخبارات میں آتا ہے تو ہمارے ٹرانسمیٹر کی حرارت کا پارہ نارمل سے ایکدم اونچا ہو جاتا ہے امید کہ ہمارے سامعین ان حقائق کے پیش نظر ہمیں معاف فرمائیں گے

اس وقت دنیا کے بارہ بجے ہیں حالانکہ اس وقت چھ بجنا چاہئے۔ چین ہمارے سرحدات پر گڑبڑ کر رہا ہے ایسے موقعوں پر وقت کے بجتے، گھڑی کے کانٹے، لیڈروں کی زبان اور ایڈیٹروں کے قلم میں تیزی جاتی ہے۔ اب آپ ہم سے خبریں سنیں گے۔

پہلی خبر

دو لڑکے ڈاکٹر اور مریض بنکر آپس میں کھیل رہے تھے۔ جو لڑکا ڈاکٹر بنا تھا اس نے مریض لڑکے کے لئے کونین کی گولیاں تجویز کیں اور اس چھ سال کے لڑکے کو ۲۷ کونین کی گولیاں کھلا دیں لڑکا بیہوش ہو گیا بے ہوشی کی حالت میں اسے ہسپتال پہنچایا گیا۔ جہاں عمل استفراغ کے ذریعہ سے لڑکے کی حالت درست ہو گئی۔

دوسری خبر

ایک شیر اور ایک شیر ببر میں خوفناک جنگ ہوئی اس جنگ میں شیر بری طرح مجروح ہوکر جانبر نہ ہوسکا۔ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب کہ ایک شیر، شیر ببر کی سرحد میں پہنچا تھا شیر کو دیکھتے ہی شیر ببر نے غرا کر اس کا استقبال کیا اور پھر شیر کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر اس پر حملہ آور ہو گیا پندرہ منٹ کی خوفناک جنگ کے بعد شیر کا کام شیر ببر نے تمام کردیا اس طرح اس نے جنگل کے چپہ چپہ پر اپنی حکومت برقرار رکھی

تیسری خبر

ایک انجن ڈرائیور ریل گاڑی کو لیکر بھاگ گیا۔ اس گاڑی میں تقریباً ایک سو مسافر تھے۔ ریلوے حکام نے رپورٹ پیش کی کہ ڈرائیور سرحدی چوکی سے ۶۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ریل کو آگے بڑھا کر فرار ہو گیا ہے۔

چوتھی خبر

ایک تین سالہ لڑکی اور ایک ۱۲ فیٹ طویل سانپ میں گہری دوستی ہو گئی لڑکی جہاں کہیں جاتی ہے سانپ اس کے ہمراہ رہتا ہے جب لڑکی اپنے والدین کے ساتھ باہر جاتی ہے تو یہ سانپ موٹر میں رینگتا رہتا ہے۔

پانچویں خبر

ایک عرب کے سر میں بیٹی کے قریب چاقو پیوست ہو کر رہ گیا تھا۔ چار ڈاکٹروں نے اس کی آپریشن کرکے بھیجہ کا ایک حصہ الگ کر دیا اس کے باوجود وہ زندہ ہے۔

چھٹی خبر

ایک مرغی نے نصف پونڈ وزنی انڈا دیا ہے۔ اس انڈے کا قطر دس انچ ہے۔ یہ مرغی جزیرہ رہوڈ کی ہے ولسم پولٹری فارم کے کرتا دھرتا ایسی مرغیوں کے انڈے فراہم کرنے کی کوشش میں ہیں۔

ساتویں خبر

ایک ۲۷ سالہ خاتون نے عدالت میں اپنے شوہر سے طلاق دلوانے کی درخواست پیش کی ہے۔ وجہ یہ بتائی ہے کہ اس کا شوہر نہایت جوش کے ساتھ اظہار محبت کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کی گردن میں موچ آگئی ہے اور صحت خراب ہو گئی ہے۔

ہم ایک ہزار نوری میٹر پر روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ اہم خبریں سماعت فرما رہے تھے۔ اب ہم آپ کو سر دلبران در حدیث دیگران سنائیں گے

میں عابد روڈ سے بس میں بیٹھکر سکندرآباد جا رہا تھا۔ میرے سامنے کی نشست پر دو ادھیڑ عمر کے آدمی بیٹھے ہوئے تھے جو آپس میں دستور کے تقرر سے متعلق گفتگو کر رہے تھے دوران گفتگو میں ایک شخص نے کہا :۔

ہندو اجلاس پر ہندو وکیل اور مسلم اجلاس پر

صرف مسلمان ویل کا جواب جو ستاتا ہے۔ یقین پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں جیسا کہ ایک اعتقاد ہے۔ ... مسلمان ... کی ... زائد ... ہو چکے ہیں۔ اور ... ہندو ... تمام ... ہو چکے ہیں۔ وہ ... کو اتنا ... انسانیت کی آنکھوں سے ہر انسان کو دیکھتے ہیں۔

اس گفتگو پر دوسرے ساتھی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

بھائی یہ صحیح ہے خدا نے پانچوں انگلیاں برابر نہیں بنائیں۔ مگر جب کھانے کا معاملہ ہوتا ہے تو پانچوں انگلیاں برابر ہو جاتی ہیں۔ کسی ایرانی ظریف نے کہا ہے اگرچہ:

خدا پنج انگشت یکسان نکرد
مگر بوقت خوردن ہمہ یکسان اند۔

اس کے بعد یہ گفتگو ... برابر ... کرتی رہی ... اس میں ... "ہم اس ... دوستی ... کی ..."

ایک ہزار لوری ... آر آر ... دیگر ... ہمارے ... وقت ختم ہو چکا ہے، ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔ ہفتہ بخیر۔

شہزادی فاطمہ

● شاہ ایران کی ہمشیرہ شہزادی فاطمہ کی شادی جنرل محمد خاتمی سے جو ایران کی فضائیہ کے کمانڈر انچیف ہیں ۱۳ نومبر کو ہوئی۔

شاہ ایران

● شاہ ایران کی شادی اکیس سالہ فرح دیبا سے ۲۱ دسمبر کو ہونے والی ہے ۱۹ نومبر کو سرکاری طور پر اس کا اعلان کر دیا گیا۔

صدر پاکستان مشہد میں

● صدر پاکستان نے آستانہ رضوی کی زیارت کی جہاں موصوف کو قرآن حکیم کا تحفہ پیش کیا گیا۔ صدر پاکستان نے بارگاہ رضوی میں پچاس ہزار ریال نذر گزراننے کی عزت حاصل کی۔

ایرانی وزیراعظم

● ایرانی وزیراعظم ڈاکٹر منوچہر اقبال کو سائنس اور تعلیم کی ترقی کے متعلق ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری دینے کا پنجاب یونیورسٹی نے فیصلہ کیا ہے۔

۲۵ کروڑ کا قرضہ

● چیکوسلوواکیہ ہندوستان کو ملک میں تیسرے پلان کے دوران بعض انجینئرنگ پراجکٹوں کی تکمیل کے لئے ۲۵ کروڑ روپیہ بطور قرض دے گا۔ ہندوستان اس قرض کو صنعتی خام مال کی شکل میں ادا کرے گا۔

ہندوستانی سرحد

● وزیر دفاع مسٹر کرشنا مینن نے کہا ہے کہ ہندوستانی سرحدوں میں چینیوں کا زبردستی گھس آنا خطرناک اور ... تشویشناک ہے لیکن حکومت ہند سرحدوں کی ... حفاظت کے لئے تمام قسم کے اقدام کر رہی ہے۔

سوتنترا پارٹی

● شری راجگوپال اچاری نے کہا کہ سوتنترا پارٹی دیا سلائی ... انہوں نے ... کے ایوان میں آگ لگانے جلایا ہے۔ سابقہ نظم و نسق اچھا اور انصاف پسند تھا لیکن موجودہ نظم و نسق بہت گھٹیا ہے۔ وزیر اعظم میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ حالات کو بہتر بنا سکیں۔

امریکی زراعت کی ایک جھلک!

نئی دہلی ۱۲ دسمبر سے ۱۴ فروری تک عالمی زراعتی نمائش کے موقعہ پر جو امریکی میلہ منعقد ہو رہا ہے اس میں یہ دکھایا جانے گا کہ امریکی کسان کیونکر اپنے اور ۲۳ دوسرے اشخاص کے لئے کافی خوراک پیدا کرتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات جو میلے میں دکھائی جائے گی یہ ہوگی کہ چند سالوں کے اندر اتنی شاندار کامیابی کیونکر حاصل ہوئی ہے۔ آج کل جتنی زراعتی پیداوار ہوتی ہے دو پشت پہلے اس کا تقریباً چوتھا حصہ پیدا کیا جاتا تھا۔ امریکہ کی موجودہ فی فصل پیداوار کے لئے کئی اسباب کارفرما ہیں۔ تحقیق و مطالعہ اور کسانوں کی طرف سے اسے بروئے کار لانا، رضاکارانہ کوآپریٹو ادارے، جن سے کسانوں کو بڑے کاروبار کے تمام فائدے پہنچتے ہیں۔ لیکن ان کے بنیادی زرعی خاندانی اتحاد پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بڑے پیمانے کی مارکیٹنگ، اس سے خوراک کو فروخت کرنے میں مدد ملتی ہے جس سے بہت کم وقت ضائع ہوتا ہے۔ معلومات کے وسیع ذرائع جیسے ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلمیں، رسالے اور کتابچے، جن سے وہ تازہ ترین ٹیکنیکل معلومات حاصل کرتے ہیں اور انہیں بروئے کار لاتے ہیں۔ ان سب سے زیادہ اہم ہے کسان کی مشقت اور خاندانی فارم کی انسٹی ٹیوشن جس سے کسان فی ایکڑ پیداوار بڑھا سکتا ہے۔ امریکہ میں مکئی، گیہوں، کپاس، تمباکو اور سویابین وغیرہ منفعت بخش فصلیں ہیں۔

کچھ مقامی نوعیت کی بھی فصلیں ہوتی ہیں۔ جیسے تو السی، چاول، مونگ پھلی، خشک پھلیاں۔ اور شکرقند وغیرہ۔ امریکی میلے میں گیہوں اور مکئی کی پیداوار کا مظاہرہ نمائش کا ایک بڑا حصہ ہوگا۔ امریکی کسان مختلف قسم کی فصلیں پیدا کرتے ہیں۔ رونلڈ اور نارتھ ڈکوٹا ... میں سوٹا میں پیدا ہوتے تھے۔ لیکن اب مغربی ریاستوں میں ان کی پیداوار بہت بڑھ گئی ہے۔ اور کیلیفورنیا تو اس سلسلے میں مذکورہ دونوں ریاستوں پر سبقت لے گیا ہے۔ السی کی پیداوار ابھی تک مینی سوٹا اور ڈکوٹا ... ہی میں ہوتی ہے۔ سورگم (ایک نئی قسم کا پیوندی چارہ) جس میں خشکی کی مدافعت کرنے کی غیرمعمولی قوت ہوتی ہے۔ وسطی اور جنوبی ریاستوں کے بڑے بڑے نشیبی علاقوں میں جہاں بارش کے غیر یقینی حالات ہوتے ہیں بڑے پیمانے پر پیدا ہوتا ہے۔ مویشیوں کو خوراک مہیا کرنے کے لئے یہ وہاں مکئی کا اچھا نعم البدل ثابت ہوا ہے۔ شمالی ریاستوں کے بڑے بڑے میدانوں میں بھی بہت ... کا ... پیدا ہوتا ہے۔ روئی موسمی وقت ... جنوبی کیرولینا، جارجیا، الباما، مسی سی پی، ... ارکانساس، مسوری، ... اور ٹینیسی جیسی جنوبی ریاستوں کی ... فصل بھی ... ہے ... اب بھی ان ... میں ... پیدا ہوتی ہے ... اوکلاہوما، ٹیکساس ... اور ایریزونا ... میں اس کی پیداوار بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ میری لینڈ ورجینیا، شمالی اور جنوبی کیرولینا ... زرخیز آب و ہوا اور زمین کے باعث تمباکو ان علاقوں کی ایک اہم زرعی پیداوار بن گیا ہے۔ شکرقندی مغربی مینی سوٹا، ڈکوٹا، مونٹانا، اداہو، واشنگٹن اور یگون اور کیلیفورنیا میں بھاری تعداد

میں پیدا ہوتی ہے۔ جب کہ خلیج میکسیکو کی سرحدی ریاستیں گنّے کی پیداوار کے لئے مشہور ہیں۔ اور جنوبی لوئی سی آنا میں تو بہت زیادہ گنّا پیدا ہوتا ہے۔ مونگ پھلی کی پیداوار ورجینیا، شمالی کیرولینا، جنوبی الاباما اور جارجیا میں ہوتی ہے۔ اور فلوریڈا، ٹیکساس اور اوکلاہوما کے بعض علاقوں میں بھی اس کی کاشت ہوتی ہے۔ چاول کی کاشت نسبتاً محدود علاقوں میں بھاری مقدار میں کی جاتی ہے اور یہ ارکانسس، جنوب مغربی لوئی سی آنا، ٹیکساس اور شمال وسطی کیلی فورنیا کی ایک بڑی فصل ہے۔ آلو قریباً تمام ریاستوں میں پیدا ہوتا ہے تاہم وہ شمال مشرقی مینی کی ارو سٹوک کاونٹی، لانگ آئی لینڈ (نیویارک) مینی سوٹا اور شمالی ڈکوٹا کی ریڈ ریور وادی، اوآہو کے چار علاقوں، ڈیلاویر، نیوجرسی، مشرقی ورجینیا میں بڑی مقدار میں پیدا کیا جاتا ہے۔ پھل امریکہ کے بہت بڑے حصے میں پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور لیموں کی زیادہ تر پیداوار فلوریڈا، وسطی اور جنوبی کیلی فورنیا اور جنوبی ٹیکساس کی وادی میں ہوتی ہے۔ سیب یوں تو تمام حصوں میں پیدا ہوتا ہے تاہم تجارتی نقطہ نگاہ سے اس کی وسیع کاشت ریاست واشنگٹن، مغربی ورجینیا میری لینڈ، پنسلوینیا، مغربی ورجینیا، مشرقی اور شمال مغربی نیویارک، اور مغربی مشی گن میں کی جاتی ہے۔ انگور کیلی فورنیا میں بڑی مقدار میں پیدا ہوتا ہے لیکن وہ مغربی نیویارک شمال مغربی پنسلوینیا، شمالی اوہایو اور جنوب مغربی مشی گن کی مشہور فصل ہے۔ آڑو پہلے زیادہ تر جنوب مشرقی جارجیا اور جنوبی کیرولینا میں پیدا ہوتا تھا۔ لیکن اب وہ نیویارک، کیلی فورنیا، واشنگٹن، مشی گن، اوہایو، ورجینیا، پنسلوینیا، میری لینڈ، ارکانسس، کولوریڈو اور دوسری ریاستوں میں بھاری مقدار میں پیدا ہوتا ہے اور اس کی نئی نئی قسمیں پیدا کی جا رہی ہیں۔ اسٹابری مشرقی ساحلی علاقوں، خصوصاً نیوجرسی، ڈیلاویر، میری لینڈ، ورجینیا، شمالی کیرولینا اور فلوریڈا میں، اور لوئی سی آنا، ارکانسس، ٹینیسی، کینٹکی، مسوری، واشنگٹن اور اوریگون کے وسیع علاقوں میں پیدا کی جاتی ہے۔ وہاں کی آب و ہوا اس کے لئے سازگار ہے اور عمل انجماد کے ذریعے اسے محفوظ رکھنے کی سہولیات بھی پائی جاتی ہیں۔ اخروٹ کی کاشت زیادہ تر مغربی ساحل پر کیلی فورنیا کے وسیع علاقوں اور واشنگٹن اور اوریگن کے کچھ حصوں میں ہوتی ہے۔

مشرق و مغرب کا ملاپ ایک حقیقت بن رہا ہے

(جان ٹی ریڈ کے قلم سے)

برطانیہ کے ایک مشہور شاعر اور مصنف نے لکھا تھا کہ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب ۔ ان دونوں کا ملاپ ناممکن ہے۔" لیکن آج دنیا کا رُخ تعلیم کے پھیلاؤ، سائنس اور آمد و رفت کے وسائل میں وسعت کے باعث اتنا بدل رہا ہے کہ مشرق و مغرب کا ملاپ ایک حقیقت بن رہا ہے ۔

میرے مطالعہ کی میز پر ادبی تصانیف کا جو انبار لگ گیا ہے اگر اسے کوئی علامت سمجھا جائے تو ہم اس زمانے سے بہت آگے بڑھ چکے ہیں جب یہ کہا گیا تھا۔ کہ "مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب"۔ اب یہ سوال حل ہو چکا ہے اور موجودہ دور کا موضوع ہے "مشرق و مغرب کا ملاپ"۔ اب مغربی دُنیا میں مشرقی تہذیب و تمدن کی قدروں کے متعلق معلومات کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں بھاری سرگرمیاں جاری ہیں اور اسی طرح مشرق میں مغرب کے متعلق زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ میں اس قسم کے عظیم کام کی اہمیت اور حجم کے متعلق کوئی کم اندازہ نہیں لگاتا لیکن بہت سے لوگ اس قسم کے اولوالعزم کام بڑی دلیری اور ہمت سے سرانجام دیتے ہیں جس کی درجنوں مثالیں دی جاسکتی ہیں خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی اور ناقابل توجہ نظر آئیں ۔ آیئے ان میں سے چند مثالیں لیں ۔ اس وقت میرے سامنے ایک بڑا موٹا سا لفافہ پڑا ہے جس پر لکھا ہے "معلموں کا جنوبی ایشیائی پیکٹ"۔ ایسے پیکٹ نیو یارک میں ایشیا سوسائٹی کی طرف سے امریکی ثانوی اسکولوں کے سینکڑوں معلموں کو بھیجے جاتے ہیں۔ جب آپ یہ پیکٹ کھولیں تو آپ کو اس میں ایک چھوٹی سی کتاب ملے گی جس میں ایشیا کے متعلق ان فلموں کی فہرست درج ہے جو طلباء کو دکھائی جاسکتی ہیں۔ فہرست میں ان کے ملنے کا پتہ بھی لکھا ہوا ہے میرو پالیٹن عجائب خانے میں رکھی ہوئی بعض قدیم ہندوستانی نقاشی کے نمونوں کی تصویریں اور ہندوستان پاکستان اور لنکا کے متعلق خورد گی سے بنائے ہوئے کچھ نقشے بھی ہیں۔ جنوبی ایشائی ملکوں کی روزمرہ کی زندگی کے متعلق بھی کچھ تصویریں شامل ہیں۔ معلموں کے لئے مطالعہ کے ہدایت نامے۔ جنوبی ایشیائی گانوں کے ریکارڈ اور نمائش میں رکھنے کے قابل نوادرات کے ملنے کا پتہ اور کچھ معلوماتی پمفلٹ بھی اس پیکٹ میں شامل ہیں۔ یہ پیکٹ اگرچہ کوئی بڑی چیز نہیں تاہم اگر میں کسی ہائی اسکول کا معلم ہوتا جو اپنے طلباء میں ہندوستان کے متعلق دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہو تو یہ پیکٹ عملی معلومات اور مشرق و مغرب میں مفاہمت بڑھانے کے لحاظ سے میرے لئے بہت مفید ہوتا۔ واشنگٹن میں علمی پیشہ تنظیموں کی عالمی فیڈریشن کے رسالہ "پنا روما" کا ۱۹۵۹ء سالگرہ کا نمبر بھی میری میز پر ہے۔ اس کے بیشتر صفحات میں مشرق و مغرب کی باہمی ثقافتی قدروں کی مفاہمت کو سراہا گیا ہے۔

الیشیائی مسائل پر بھی کچھ سلسلہ مضامین ہیں۔ چنانچہ آپ کے ہندوستان کے) وزیر تعلیم کا بھی ایک مضمون ہے جس کا عنوان ہے "ہندوستانی سماج پر سائنس کا اثر" اور ایک برطانوی معلم نے "مغربی تعلیم کا مشرقی تعلیم" کے موضوع پر ایک مضمون لکھا ہے۔ ان کے علاوہ کئی دوسرے لوگوں کے مضامین بھی ہیں۔ اس رسالے کے آخری حصے پر ہندوستان کے نائب صدر ڈاکٹر رادھا کرشنن کے اقوال کا بھی ایک اقتباس درج ہے جس کو ... یہاں دہرائے بغیر نہیں رہ سکتا ... مغرب کو ... جو نہیں ... شعور ... بیدار کا ... مشکلوں ... ہمارا ... ایک انسان کی تہذیب ... اور ... کے ... بلکہ ہمیں یوں کہنا چاہیئے کہ ہم ... کے دو رخ یا دو پہلو ظاہر کرتے ہیں ... بعض اوقات مذہبی اور بعض دفعہ سائنسی پہلو زیادہ نمود ہوتا ہے۔ میری تیسری مثال بالکل مختلف ہے ... اور ادب کے متعلق ایک رسالہ جو ... سے ... (...) کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے۔ اس کا نام "مشرق و مغرب" ہے اس کے صفحات میں انگلستان، ہندوستان اور امریکہ کے شاعروں کی تخلیقات درج ہیں۔ یہ عوام کے لئے ایک پمفلٹ بھی نہیں کہلایا جا سکتا۔ لیکن یہ اپنی بساط کے مطابق شاعری کے ملکی اور غیر ملکی شائقین کو یکجا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سلسلے میں میری آخری مثال یسور یونیورسٹی کا رسالہ "لٹریری کرائی ٹیرین" کا گرمائی پرچہ ہے۔ یہ کینیڈا ایک امریکی ادبی نمبر ہے۔ اس میں امریکی ادب کے متعلق اعلیٰ معیار کے دلچسپ مضامین شائع ہوئے ہیں۔ جن کے لئے اس کے ایڈیٹر ... مبارکباد کے مستحق ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ صدر مثالیں کچھ اتنی بڑی نہیں ... عدم مفاہمت کی دیواریں گر جائیں لیکن اگر ان چھوٹی چھوٹی انسانی سرگرمیوں کو فروغ دیا جائے تو مشرق اور مغرب کا ملاپ ایک حقیقت بن جائے گا اور مجھے یقین ہے ایسی سرگرمیاں ضرور بڑھتی جائیں گی۔



سید امجد علی!

قومی تنزل اور فوجی تدبر

سات اکتوبر کا انقلاب غور کیا جائے تو ایک عظیم انقلاب تھا۔ لیکن یہ ہماری تاریخ کا تنہا واقعہ نہیں۔ ہندو پاکستان کے مسلمان عروج و زوال کی بہت سی منازل سے گذرے ہیں۔ اور بارہا ایسے سخت مقام آئے ہیں جب قوم کا شیرازہ منتشر ہوتا معلوم ہوتا تھا اور امید کی تمام راہیں مسدود نظر آتی تھیں لیکن ایسے نازک موقع پر ہر دفعہ "مردے از غیب بروں آید و کارے کرد"۔ ہمارے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کی شہادت کو سات سال گذر چکے تھے۔ اور (فرعون کی خواب کی طرح برا شگون لئے ہوئے) سات وزیراعظم یکے بعد دیگرے ہماری سیاست کے اسٹیج پر گذر چکے تھے کہ امیدوں کی دنیا ویران ہوتی نظر آتی تھی اور ہماری قوم کا کارواں وحشت ظلمت میں ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ اس افراتفری کی حالت میں، خصوصاً جمہوریت دم توڑتی نظر آتی تھی ۷ر اکتوبر کی معرکہ آرا رات سے پہلے دو مہینوں میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ مشرقی پاکستان کی مجلس قانون ساز میں دنگا فساد کے باعث اسپیکر کی ہلاکت واقع ہوئی۔ ادھر مرکز میں پارلیمانی حکومت نے یہ مضحکہ خیز صورت اختیار کر لی تھی کہ اراکین کابینہ کی تعداد چھبیس ۲۶ تک پہنچ گئی تھی۔ اور اگر آٹھ وزیروں کو بھی شامل کر لیا جائے جو صوبجات میں تھے۔ تو مرکزی اسمبلی کے اسی ممبروں میں سے پینتیس ۳۵ منصب سنبھالے ہوئے تھے۔ گویا جمہوریت ایک مذاق بن کر رہ گئی تھی۔ لیکن عین وقت پر غیب سے ... آئی ــــ

ع : جب ناؤ ڈگمگائی پاس آگیا کنارہ

... اس سے پہلے بھی بارہا ہوا تھا۔ اسی طرح قومی بحران ... اس خطرناک زمانے کی تاریخ میں بھی ایک بڑا انسان ... شہود پر جلوہ گر ہوا۔ اور اس نے آن کی آن میں ... کایا پلٹ دی۔ اس عظیم انسان نے ملک کو ان ... سی مردارخواروں اور ان بھیڑیوں کے ہاتھوں سے ... دلائی جنہوں نے بھیڑیوں کا روپ دھار رکھا ... ایک تربیت یافتہ اور اطاعت شعار فوج کی مدد سے ... ازیں طوفان اور قحط کے سلسلے میں شاندار خدمات ... دے کر خیر خواہی ملت کا ثبوت دے چکی تھی ــــ

جنرل محمد ایوب خان نے ایک خاموش انقلاب پیدا کیا اور اس طرح کہنہ و فرسودہ نظام کو مٹا کر نئی امید کی جوت جگا لی۔ اور از سر نو قومی جدوجہد اور نشو و ارتقا کا در باز کر دیا۔

اب ذرا قوم کے ماضی کی طرف نظر ڈالئے کہ پہلے کیسے نازک وقت اس پر آئے۔ اور کیسے کیسے اس کا تدارک کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ حالات کی نوعیت ہمیشہ جداگانہ ہوتی ہے اور ایسے ہی اس کا علاج بھی۔ لیکن یہ بات بھی ایک حد تک صحیح ہے کہ افراد کی طرح اقوام کا مزاج بھی اسی رد عمل سے ہوتا ہے جو وہ کسی نازک موقع پر ظاہر کریں۔ اس نقطہ نظر سے مسلمانان برصغیر کی تاریخ کا اس نظر سے جائزہ دلچسپ بھی ہے اور سبق آموز بھی۔ خصوصاً بحران کی ان خاص مثالوں کا جب سیاسی، خلفشار یا اخلاقی تنزل نے اس کو تباہی و بربادی کے کنارے لا کھڑا کیا۔ قوم اس قعر مذلت سے کس طرح بار بار ابھری۔ وہ برگزیدہ عناصر کونسے تھے۔ جو اس کی احیاء ثانیہ کا باعث ہوئے۔ اس کا جاننا یقیناً دلچسپ بھی ہے اور اہم بھی۔

سنہ ۱۲۵۰ء اور سنہ ۱۷۵۰ء کے درمیان مسلمانوں پر سات بار ایسی افتادیں پڑیں۔ جب قوم کے افراد میں سے ایک ان کی رستگاری کا باعث بنا۔ معاصرین کی زبانی ان خاص واقعات کا حال سننے کے لائق ہے۔ کیونکہ انہیں صرف گذارش احوال واقعی سے غرض ہے۔ نہ کہ کوئی نظریہ مرتب کرنے سے۔ بایں ہمہ اس مطالعہ سے یہ عجب خیز نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر قومی بحران کے بعد جو نجات دہندہ پیدا ہوا، وہ افواج ہی کی صفوں میں سے ابھرا۔ اور اس خطہ سے جو اب پاکستان ہے۔ چنانچہ غیاث الدین تغلق، بہلول لودھی، اور منعم خان، خان خانان تو انقلاب کے وقت لاہور کے حاکم تھے۔ جلال الدین خلجی کا تعلق سمانہ یعنی لاہور کے اطراف میں ایک مقام سے تھا۔ فیروز تغلق ٹھٹھہ کے پاس خود موجود تھا۔ اور غیاث الدین تغلق اور جلال الدین خلجی کی طرح بلبن کی خاص آماجگاہ بھی پاکستان کا مغربی علاقہ رہا جہاں منگولوں کے حملوں کو روکنا اور ہماری مغربی سرحدوں کو سنبھالنا اس کا خاص کارنامہ تھا۔ البتہ نجف خان ایران سے نو وارد تھا۔ ان سب نے بزم سے پہلے رزم میں اپنے جوہر دکھائے۔ لیکن اپنی لیاقت اور تدبر کا ایسا ثبوت دیا کہ اکثر لوگوں نے خوشامد کر کے عنان حکومت کے سنبھالنے پر راضی کیا۔ جیسے غیاث الدین تغلق۔ فیروز تغلق، بہلول لودھی۔ واقعات میں پوری پوری مطابقت پیکا رہے۔ لیکن اگر ہم سابقہ حالات کا بغور مطالعہ کریں

اور پھر ہم ان کا موازنہ موجودہ صورت حال سے کریں تو ان میں کتنی ہی باتیں مشترک نظر آتی ہیں گی۔ آیئے ہم ان انقلابات پر یکے بعد دیگرے نظر ڈالیں۔

ضیاء الدین برنی "تاریخ فیروز شاہی" مولفہ ۱۳۵۰ء میں لکھا ہے:

بلبن

غیاث الدین بلبن ۶۶۲ھ، ۶۶۴ھ (مطابق ۱۲۶۵ء) میں تخت نشین ہوا۔ وہ شمسی غلاموں میں سے تھا۔ اس کے سریر آرا ہونے سے پہلے سلطنت جاہ و جلال کے اس درجہ سے بہت ہی گر چکی تھی۔ جہاں تک یہ سلطان شمس الدین کے عہد میں رسائی ہوئی تھی۔ وہ سلطان جو کہ سلاطین مصر کا ہمسر اور شاہان عراق، خراسان اور خوارزم کا ہم پلہ تھا۔ اس کے بعد ۳۰ سال تک، اس کے بیٹوں کے زمانہ میں ملکی معاملات اس کے ابتدائی جانشینوں کی سرمستی شباب و عیش پرستی اور سلطان ناصر الدین کی نرمی و عاجزی کے سبب بالکل ابتر ہو چکے تھے۔ خزانہ خالی تھا اور دربار کے پاس نہ دولت تھی نہ مرکب۔

سلطان غیاث الدین معاملات ملکی میں بہت ماہر و تجربہ کار تھا۔ اس نے نظم و نسق کو بحال کیا۔ اور اس سررشتہ کو خوب استوار و کارگزار بنایا جو خلل پذیر اور تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ اس نے حکومت کے عز و وقار کو بحال کیا اور اس کے نہایت کڑے قواعد اور عزم بالجزم نے ملک کے تمام لوگوں، ادنیٰ و اعلیٰ کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا۔ تمام لوگوں کے دل پر خوف و رعب طاری ہوا لیکن اس کے انصاف اور رعایا پروری نے سب کے دل کو موہ لیا۔ اپنی حکومت کے پہلے ہی سال میں بلبن نے اپنا اعلیٰ تدبر اور تجربہ سب سے پہلے فوج کی تنظیم پر ہی مرکوز کیا کیونکہ فوج ہی نظم حکومت کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ اپنی ۲۲ سالہ حکومت کے دوران بلبن نے سلطنت کا عز و وقار، اس کا دبدبہ و صولت اس طرح برقرار رکھا کہ اس سے زیادہ تصور کرنا محال ہے۔ عدل و انصاف میں وہ انتہائی سخت گیر تھا۔ یہاں تک کہ اپنے خویش و اقارب، مصاحبوں، حاشیہ نشینوں اور اولاد کی بھی رعایت نہ کرتا تھا۔ اور اگر ان میں سے کوئی کسی غیر منصفانہ فعل کا مرتکب ہوتا تو وہ مظلومین کے حق اور تلافی نقصان سے کبھی دریغ نہ کرتا۔

(بلبن کے بعد اس کے دو پوتے تخت نشین ہوئے)

جلال الدین خلجی

جو تھوڑا بہت نظم حکومت قائم ہوا تھا وہ بھی برباد ہو گیا۔ لوگ بے روزگار رہتے (ورقہ) کے دروازوں پر انبوہ در انبوہ جمع ہو گئے۔ نظم و ضبط کی کوئی تدبیر نہیں کی گئی تھی۔ اس لئے کہیں بھی امن چین نہ تھا۔ دربار کے معاملات درہم برہم ہو گئے۔ اور کسی کام میں بھی کوئی قاعدہ دستور نہ رہا۔ اس وقت جلال الدین عریض ممالک کے عہدہ پر فائز تھا۔ اس نے فوج کی چہرہ نویسی کی اور معائنہ کیا۔ جلال الدین کے بیٹے، جو نہایت دلیر تھے، پانچ سو نفر لے کر علانیہ شاہی محل کو گئے اور خورد سال سلطان کو اپنے باپ کے پاس اٹھا لائے۔ اب یار اغیار سب نے جلال الدین کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اس کو سواروں کے ایک بڑے دستہ کی ہمراہی میں بہار پور سے لے جا کر تخت نشین کیا۔ اس نے فوراً اپنی حیثیت مستحکم کر لی۔ اور اس کی حکومت مضبوط ہو گئی۔ اس کے اعلیٰ کردار، انصاف پسندی۔ شفقت و کرم اور خلوص نے عوام کی بدگمانی دور کر دی۔

(علاؤ الدین کا زمانہ مگر مبسوط حکومت اور پھر قطب الدین اور خسرو کا [illegible])

غیاث الدین تغلق

قطب الدین کی غفلت و فضول خرچی اور سابقہ نظم و ضبط کے معطل ہو جانے کی وجہ سے مسلمانوں میں بے اعتدالی پیدا ہو گئی۔ اور ہندوؤں میں بددلی اور بغاوت کے بیج پھوٹ نکلے۔ جبر و تشدد کے شعلے آسمان تک پہنچنے لگے۔ آخر جو امراء اور روسا جمع تھے۔ انہوں نے بیک آواز کہا کہ غاصبین نے شاہی خاندان کی کوئی نشانی بھی باقی نہیں چھوڑی اور عرض کیا کہ:۔

"اے غازی ملک! ہمارا تم پر حق ہے کیونکہ تم برسوں منگولوں کے خلاف ہماری سپر رہے ہو۔ اور ان کی آمد کو روکتے رہے ہو۔ تم نے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جو تاریخ کے صفحات پر درج رہے گا۔ تم نے ہمارے محسنوں کا بدلہ لیا ہے۔ اور امیر غریب سب پر احسان کیا۔ جتنے لوگ بھی یہاں جمع ہیں تمہارے سوا اور کسی کو بادشاہی اور حکومت کے لائق نہیں سمجھتے" چنانچہ تمام حاضرین نے اسکو متفقہ طور پر بادشاہ قرار دیا اور وہ سلطان غیاث الدین تغلق کے لقب سے تخت نشین ہوا (۱۳۲۰ء)

سلطان نے ایک ہی ہفتہ میں معاملات حکومت کو صحیح راستے پر لے آیا۔ تمام اہالیان ملک اس کی تخت نشینی پر بے حد خوش ہوئے۔ بغاوت و سرکشی ختم ہو گئی۔ امن و اطاعت کا دور دورہ ہوا۔ اپنے جبلی جود و کرم کے باعث اس نے حکم دیا کہ تمام ملک میں لگان منصفانہ طور پر پیداوار کے مطابق

جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی احتیاط برتی جائے کہ ...کاری ہر سال ترقی پذیر ہو۔ سلطان کا دبدبہ و ... تمام خراسان و ہندوستان پر چھا گیا۔

سلطان کی وفات ۱۳۵۱ء میں ہوئی۔ اس کے بعد ...نے حکومت کی۔ وہ ٹھٹھہ کی تسخیر کے لئے آئے ...ہا تھا کہ سنہ ۱۳۵۱ء میں اس کو پیک اجل نے آن لیا۔ ...ہی پر باغیان ٹھٹھہ اور مغلوں نے فوج پر حملہ کیا۔

...ز تغلق

یہ آڑا وقت تھا۔ جب اس سلطنت کی چوتھی گھڑی سامنے آئی۔ فیروز تغلق کی فوج دریا سندھ کے کنارے کرب و اضطراب ...عالم میں کھڑی تھی۔ اور اس کو جان و مال کا شدید خطرہ ...درپیش تھا۔ عورتیں اور بچے موت کے گھاٹ اتر چکے ...۔ چنانچہ سارے سردار جمع ہوئے اور فیروز شاہ کے ...ی جاکر یک آواز کہا: "تم سلطان مرحوم کے بعید وارث ہو۔ اس کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ اور تم اس کے ...ہو۔ شہر یا لشکر میں کوئی ایسا شخص نہیں جس پر لوگوں ...اعتماد ہو یا وہ حکومت کا اہل ہو۔ خدا کے لئے ان ...غریب لوگوں کو بچایئے اور تخت نشین ہو کر ہمیں اور ...ہزار ہا دوسرے برگشتہ قسمت انسانوں کو مصیبت ...نجات دلوایئے۔ چنانچہ فیروز شاہ ۱۳۵۱ء میں تخت ...نشین ہوا۔ اور ہند و سندھ کے تمام ارباب بینش نے ...دیکھ لیا کہ اس کے عہد مبارک میں کس طرح چنگیز خانی ...مغلوں کے حملے رک گئے۔"

شمس عفیف نے "تاریخ فیروز شاہی" (مرتبہ عہد اکبر) لکھا ہے۔ "سابقہ سلطان کے عہد میں غیر دانشمندانہ ...قوانین مرتب کئے گئے۔ جن کی وجہ سے رعیت و رعایا کو ...بڑی لگان ادا کرنے پڑتے تھے۔ سلطان فیروز نے احکام ...شریعت کو شمع راہ بنایا۔ ان پر بڑی تندہی سے عمل کیا ...اس کے منافی جملہ امور کی مناہی کردی گئی۔ مقررہ سرکاری ...رقم سے زیادہ کچھ بھی وصول نہیں کیا جاتا تھا۔ اور جو افسر ...ایسا کرتا، اس کو اس کی تلافی کرنا پڑتی۔ شاہی ...قماش، ریشم یا دیگر اشیاء بازار کے نرخ پر ...لی جاتیں۔ اور ان کی قیمت بھی ادا کردی جاتی۔ ...نے ایسے قوانین نافذ کئے کہ امیر غریب سب ان ...سے مطمئن تھے۔ لوگوں کے گھر اناج، مال، گھوڑوں ...اور سامان سے پر تھے۔ سلطان فیروز نے توفیق ...تمام محصول ملک کو عوام میں تقسیم کردیا۔ ...اس قدر مہربان تھا۔ اس لئے سب ...اس کے مداح تھے۔

اور اس روشنی کے بعد پھر تاریکی! پانچ نااہل بادشاہوں کے مختصر دور حکومت اور پھر تیمور کا ہولناک قتل عام!! اس وقت حاکم ملتان و لاہور نے تاج شاہی سر پر رکھ کر خاندان سادات کی بنیاد ڈالی۔ جس کے چار سلاطین (۱۴۱۴ء-۱۴۵۱ء) اپنی حکومت پایۂ تخت سے باہر قائم نہ کرسکے اور دہلی گوناگوں مناقشات و تنازعات کی آماجگاہ بن گئی۔ اس طوائف الملوکی میں ضبط و نظم پیدا کرنے کے لئے ایک بار پھر لودھی کا نام لوگوں کی رستگاری کے لئے سامنے آیا۔ یہ تھا بہلول لودھی۔ جس نے لودھی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ اس اولو العزم شخصیت کو ایک نامور مورخ نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

بہلول لودھی

"آخر سرکردہ امراء نے تہیہ کرلیا کہ وہ ذات ... خیر باد کہہ کر ایسے آدمی کو دعوت حکومت دیں جو ملک میں نظم و نسق قائم کرسکے۔ بہلول ایک سپاہی تھا۔ اور اس نے ارادہ کرلیا کہ ملک اپنی کھوئی ہوئی سطوت کو دوبارہ حاصل کرے اس کے بعد امن و سکون کے دو چار سال آئے ان میں بہلول نے سرکش سرداروں اور چھوٹے چھوٹے راجوں کو مسخر کرکے دہلی کی سابقہ طاقت کو کافی حد تک بحال کیا۔ اس کا کردار بے داغ تھا۔ وہ نمود و نمائش سے متنفر تھا۔ وہ بے حد فیاض تھا۔ غرض وہ اپنے زمانہ کے جابر بادشاہوں میں مستثنیٰ حیثیت رکھتا ہے۔"

مغلوں کے حملے سے پہلے ملک کی جو افسوسناک حالت تھی وہ محتاج بیان نہیں۔ مغلیہ دور اورنگ زیب عالمگیر کی وفات تک ہم آہنگی و فراخ المزاجی کا ایک طویل وقت اقتدار دور تھا۔ اگرچہ اس میں کئی حادثے آئے اور گذر گئے۔

خان خاناں

مرحوم شہنشاہ نے ایک جہاندیدہ شخص منعم خان کو کابل کا انتظام سپرد کیا تھا۔ اس نے اورنگ زیب کے سب سے بڑے زندہ بیٹے شاہ عالم کی بڑی جانفشانی اور اطاعت شعاری سے خدمت کی تھی۔ جس کے نتیجہ میں شہزادے نے صوبہ لاہور کا جاگیر کا انتظام اس کے سپرد کردیا تھا۔ اور اس کے لئے شہنشاہ سے صوبہ داری ... کی سفارش بھی کی تھی۔ جو شہنشاہ نے اس کو ارزانی فرمائی تھی۔ آخر جب منعم خان ہی کی فراہم کردہ فوج اور دوسری امداد سے شہزادہ تخت نشین ہوا تو اس نے اس کو وزارت اعلیٰ کے عہدہ پر فائز کرکے اس کو خان خاناں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ خان خاناں نے وزیر کی حیثیت سے اپنی خدمات انتہائی خلوص، امتیاز اور دیانت داری سے سرانجام دیں۔

۱۷۱۲ء میں بہادر شاہ کی وفات آشوب عظیم کا پیش خیمہ تھی۔ اس کے بعد پیہم و مسلسل خانہ جنگی اور منافقات کا آغاز ہوا۔ جس کا انجام نادر شاہ کا حملہ تھا

شامت اعمال ما صورت [illegible] در گرفت!

پھر مرہٹوں نے اپنی بے پناہ چیرہ دستیوں سے ملک میں کہرام مچا دیا۔ ہر طرف ایک قیامت صغریٰ برپا تھی۔ جس نے ایک اور بیرونی حملہ آور۔ احمد شاہ درانی کو دعوت یلغار دی چنانچہ اس نے ۱۷۶۱ء میں وارد ہو کر مرہٹوں کو شکست دی لیکن اس نے ملک کی بے اطمینانی اور ابتری کا صیدر [illegible] کیا۔ شاہ عالم برائے نام تاجدار تھا اس نے الہ آباد میں پناہ لی اور بعد میں دوبارہ [illegible] کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرکے ۱۷۷۱ء میں پھر دہلی وارد ہوا جادو نانتھ سرکار نے یوں لکھا ہے۔

نجف خان

جب شاہ عالم کے کیمپ نے شہنشاہ ورود دہلی ۱۷۷۲ء سے پہلی بار آفتاب امید طلوع ہوا تو ہر طرف خوشی [illegible] کا منظر دکھائی دیا۔ [illegible] آبادی [illegible] اور [illegible] کے دوبارہ سال [illegible] پایۂ تخت [illegible] کا عدم موجودگی میں بسر کئے تھے، ختم ہو گئے۔ اور امید ہوئی کہ شاید دہلی اب پھر اپنا سر افتخار بلند کرے۔ لیکن شہنشاہ میں یہ تاب کہاں تھی کہ وہ ان توقعات کو پورا کرے۔ اس کے لئے تو خود بھی گذر اوقات مشکل تھی، خزانہ خالی، جاگیر خالصہ قبضہ سے باہر، محلات ساز و سامان سے معرا۔ شاہ عالم ثانی کے لئے جنوری ۱۷۷۲ء میں جو کام تھا وہ یہ تھا کہ وہ اپنی پارہ پارہ سلطنت کو کس طرح دوبارہ مسخر کرے جب کہ اس کا خزانہ خالی تھا۔ اور صوبجات میں بڑے بڑے طاقتور غاصب اپنے پاؤں مضبوطی سے گاڑے ہوئے تھے۔

شاہ عالم کی مراجعت دہلی کے بعد صرف ایک فرد (نجف خان) آہستہ آہستہ مگر نہایت واضح طور پر محض خداداد قابلیت کی بنا پر حکومت کا مشیر اعلیٰ اور بساط سیاست کے واحد محیط کل شخصیت بنا۔ یہ وہ آخری ممتاز مدبر و فوجی مجاہد تھا جس نے حکومت دہلی کے معاملات کی باگ ڈور سنبھالی۔ جب ہم نجف خان کے کارنامۂ حیات پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ اس کی کس بات کی سب سے زیادہ تعریف کریں۔ اس کی فوجی صلاحیت، سیاسی بصیرت یا انسانیت۔ ان تمام امور میں دہلی کے تمام معاصر اعیان سلطنت یا پایۂ تخت امراء میں اس کا کوئی حریف نظر نہیں آتا۔ اپنے ملک کے حسد [illegible] دے کر دیا

تاجروں اور مفتوحہ شہروں کے غیر مبارز باشندوں کے ساتھ اس کا سلوک بے حد مشفقانہ تھا۔ اور وہ فراخدلی کے ساتھ ان کی جان و مال اور عزت و ناموس کی حفاظت کرتا تھا۔ جس کی اس زمانہ کے جنگ و جدل میں کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ مرزا نجف خان ذوالفقار الدولہ موٴرخین دہلی کے ذہن میں غیر معمولی جگہ رکھتا ہے۔ اس لئے کہ وہ مغلیہ سلطنت کا آخری جلیل القدر سلطان وزیر اعظم تھا اور اس کے بعد عنان کار دو سال تک نا اہل وزراء کے ہاتھوں میں رہنے کے بعد پھر عرصہ دراز کے لئے غیر ملکی حاکموں کے قبضہ میں آگئی۔ ڈاکٹر پرسیوال سپیئر اس کے متعلق "ٹوائی لائیٹ آف دی مغلز" میں لکھتے ہیں کہ "تمام اہل الرائے متفق ہیں کہ اگر حالات زیادہ سازگار ہوتے تو وہ مغلیہ حکومت کے لئے سامان نجات ثابت ہوتا۔"



فون نمبر (۲۳۷۲)

انگریزی اور مغلائی کھانوں اور بہترین انتظام کیلئے

ایمباسی کیفے اینڈ پراویژن سٹور

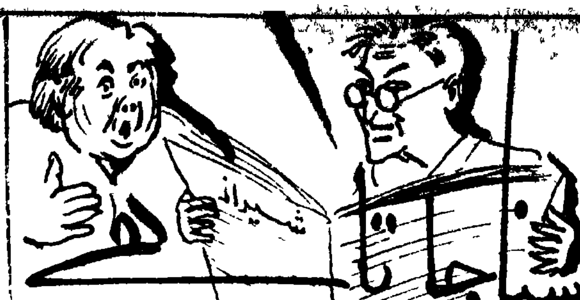
چوراہا بشیر باغ حیدرآباد

اپنی آپ نظیر ہے!

خاص کر یہاں کے کری پفس ہندگیر شہرت کے حامل ہیں!

اگر آپ نے ایمباسی کیفے کے کری پفس نہیں کھائے ہیں تو

گویا آپ نے کری پفس کھائے ہی نہیں!



کہ شری کا سنجیوا ریڈی نے فرمایا کہ چیف منسٹری کے ۳ سالہ دور کو نہیں بھول سکے ہے گرین لینڈ کا آرام ہیں بھلایا جا

کہ (بادشاہ نگر) شری منشی نے کہا:— کانگریس تیزی سے ڈکٹیٹر شپ قائم کر رہی ہے در آنجا لیکہ

اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست

کہ پنجاب کے گورنر شری گینڈگل نے کہا۔ ان دنوں پنجاب کو تین عارضوں کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ آوارہ مویشی، غنڈے اور مایوس سیاستدان۔—

یہ کیا کہدیا شری گینڈگل نے مویشیوں اور غنڈوں کے زمرے میں مایوس سیاستدانوں کا ذکر کرکے ان کو مشتعل۔ اب مایوس سیاستدانوں کو پرامید نگر پنجاب کو فری اسٹائل اکھاڑہ بنا دینے کا چانس ہے وہ آوارہ مویشیوں اور غنڈوں سے نقصان پہنچانے کا ریکارڈ توڑ کر دکھائیں کہ وہ بڑے سیاستدان ہیں۔

کہ الو پی سفید نے کہا کہ گیہوں کی چوربازاری کی حوصلہ افزائی محکمہ رسد کر رہا ہے۔۔ نہ کہ رسد والوں سے پولیس والوں نے گٹھ جوڑ

کہ شری پنڈت جواہر لال نہرو نے فرمایا کہ کانگریس میں سوتنترا پارٹی کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے —

راجہ جی کے لئے لمحہ فکر۔— سوتنترا پارٹی میں کانگریس کے حامیوں کی تعداد کہیں بہت زیادہ تو نہیں۔

کہ پنڈت نہرو نے کہا کہ دفتروں کا کام مرد، عورتوں کو سونپ کر عظیم تر کام کریں۔

پنڈت جی نے بالکل ٹھیک کہا مردوں کے لئے اب بچے بہلانے اور کھانا پکانے سے زیادہ عظیم تر کام کونسا ہے!

کہ ہندوستان کے ہونے والے بجٹ کے راجہ شری سیم سنجیوا ریڈی نے فرمایا، ہم کسی کی مدد کے بغیر اپنی سرحدوں کی موثر حفاظت کر سکتے ہیں۔

جی ہاں! کیوں نہیں!!

تو بار دگر رانکو ساختی — کہ سوئی ہمالہ بہ پرداختی

ٹیلیگرام تشہیر کا بہترین ذریعہ ہے

شیراز

(ادبی) ماهنامه

مدیر :- سید صمصام شیرازی

مقام اشاعت :- چادر گهات گیت حیدرآباد (۲)، انڈیا

دانشمندان نامی اسلام

۱۷ـ مسعودی پلینیوس شرق

داناترین مورخ وجغرافیادان خاور

تالیف :- دانشمند محترم آقای سید محمود خیری

مرسله دوست ارجمند آقای حسین ضابط مدینه ہوٹل۔

علی بن الحسین بن علی مسعودی از معروفترین مورخین مشهور وجغرافی نویسان اسلامی است. تولد مسعودی در حدود قرن نهم میلادی در شهر بغداد بوده وبعد از آنکه تحصیلات خود را در مسقط الراس خویش تکمیل نمود بسیاحت وجهانگردی پرداخت چنانکه نخست مسافرت بمصر وسپس فارس وکرمان را سیاحت و دیدن کرد. در سال ۹۰۳ هجری در شهر اسطخر فارس رحل اقامت افکند و در سال ۲۱۰ مسافرتی به هند کرده از آنجا به سیلان رفته واز سیلان از راه دریا رهسپار افریقا گردید واغلب سواحل شرقی آنقاره را سیاحت کرد و از آنجا بجزیره ماداگاسکار[1] آمده مجدداً از راه دریا به عمان وخلیج فارس راجعت کرد و در سال ۲۱۴ هجری به نواحی گرگان وآذربایجان وقفقاز گردید. پس عنان عزیمت بجانب شام وفلسطین معطوف کرد و در سال ۳۳۲ هجری انطاکیه وثغور شام ودمشق را دیدن کرد در سال ۳۴۵ هجری در شهر فسطاط مصر اقامت گزید در ۳۴۶ هجری جهان ناپایدار را بدرود کرد. مسعودی در این مسافرتها باندازه ای حقایق تاریخی وجغرافیائی جمع آوری کرده که قبل از او برای هیچکس میسر نشده است وکتابی در جغرافی بنام التنبیه والاشراف تالیف کرده که حقایق زیادی راجع به تقسیمات ممالک شعوب مختلفه آن وقت وتواریخ ملل قدیمه وجبال ومنبع ومصب رودخانه ها وطبیعت هر اقلیم ودرجه تاثیر آن در اخلاق اهالی ومقداری از هیئات ونجوم وغیره ذکر نموده واین کتاب در سال ۱۸۹۴ میلادی در شهر لیدن[1] در پانصد صفحه بطبع رسیده است.

دیگر از کتب بی نظیر وی مانند او کتاب مروج الذهب ومعدن الجوهر است این کتاب اگرچه جزو کتب تاریخ بشمار می آید ولی چون حقایق زیادی راجع به جغرافی در آن نگاشته شده میتوان آنرا در شمار کتب جغرافی نیز شمرد.

مروج الذهب بواسطه شهرت واهمیت بی اندازه که در میان تمام فضلا ودانشمندان دارد از شرح وتوصیف مستغنی وبی نیاز است زیرا هرکس قادر بفهم عبارات عربی است وجزئی ذوقی هم در مطالعه کتب دارد باید لااقل یک بار این کتاب نفیس را خوانده باشد.

این کتاب علاوه بر اینکه متضمن معلوماتیست که مسعودی در ضمن مسافرتهای خویش بدست آورده دارای فوائد دیگریست که از برخی کتاب های دیگر که اکنون از بین رفته نقل کرده است خاورشناس نامی (باربیه دی منار) نظر به اهمیت کتاب مزبور آنرا از عربی بفرانسه ترجمه کرده است و در سال ۱۸۴۱ (م) در نه مجلد در پاریس بطبع رسانیده است. متن عربی آن علاوه بر آنکه مکرر در مصر چاپ شده بهمت جمعیت شرق در سال ۱۸۶۱ (م) بطبع

---

[1] ماداگاسکار جزیره بزرگی است واقع در اقیانوس هند مجاور سواحل شرقی افریقا که بوسیله تنگه موزامبیک از کشور موزامبیک مستعمره پرتقال در افریقا جداشده و دارای ۵۹۲،۰۰۰ کیلومتر مربع مساحت و ۴،۰۰۰،۰۰۰ نفر جمعیت میباشد. این جزیره مستعمره فرانسه ومحصول عمده آن برنج، ذرت، نیشکر، کاکائو، قهوه، توتون، وانیل و دارای معادن گرافیت زغال سنگ واحجار قیمتی است.

[1] لیدن یکی از شهرهای هلند ودارای مطابع عالی وپاره از کتب علمی وتاریخی وادبی در چاپخانه مطابع آن بطبع رسیده است.

... خاتمه یافت علاوه بر این دو کتاب (اخبار الزمان ومن اباده الحدثان من الامم الماضیه والاجیال والممالک الداثره) است که در ۳۰ جلد تالیف کرده لکن حوادث روزگار کتاب مزبور را از میان برده و فقط جزئ اول آن در کتابخانه پایتخت کشور اطریش موجود است در مروج الذهب خیلی از این کتاب اسم میبرد و بسیاری از مطالب را از آن نقل می نماید.

چهارم کتاب اوسط است که از مروج الذهب بزرگتر و از اخبار الزمان کوچکتر است گویا این کتاب مختصر اخبار الزمان باشد این کتاب را هم دست روزگار از بین برده و فقط یک کتابی در کتابخانه آکسفورد انگلستان موجود است که تصور می نمایند همان کتاب باشد بعضی متتبعین مدعی هستند که قسمتی از آن کتاب را در کتابخانه دمشق ... آورده اند.

در اروپائیان مسعودی را به پلینیوس ... تشبیه ... پلینیوس شرق ... میخوانند.

... پایتخت مملکت اطریش در اروپای ... واقع ... دانشگاه و کتابخانه ... تعداد موزه ... معتبر ... صنایع الکتریکی و فلز کاری و ... دو ملیون نفر جمعیت دارد.

... پلینیوس ... دانشمند ... است که تاریخ طبیعی را در ۳۷ جلد بطور دائره المعارف منظم کرده و اطلاعات ... خود را جمع آوری کرده است ... قرن ... استفاده میباشد ... در قرن ... عالم طبیعی ... دائرة المعارف پلینی حاوی علوم معارفت الارض وجغرافیا و هیئت و حیوان شناسی و نبات شناسی و معادن وغیره میباشد. زکریای قزوینی متوفی در سال ۶۸۲ هجری صاحب آثار البلاد و عجایب المخلوقات را نیز پلینی شرق می نامند.

پلینیوس ... ملقب به اکبر ... باشد در سال ۲۳ میلادی متولد شده و در سال ۷۹ وفات کرد.

دادگاه نظامی بغداد

دادگاه نظامی بغداد امروز منظر عبدالله فرزندیکی از رهبران کمونیست عراق را با تمام ... بعد ... کشیدن جسد او در خیابانهای بغداد محکوم باعدام کرد و ۲۱ تن دیگر از متهمین این حادثه را بزندان با اعمال شاقه محکوم کرد. دادگاه نظامی بغداد اکنون سرگرم محاکمه ۲۶ تن دیگر از متهمین این حادثه است.

ماه مصنوعی تازه امریکه

مجله موشک نشفته چاپ واشنگتن در شماره امروز خود گزارش داده است که امریکه قصد دارد در ماه آینده یک ماه مصنوعی تازه بفضا پرتاب کند این ماه اطلاعات جالبی راجع به آفتاب بزمین خواهد فرستاد.

کشف داروی تازه

نیروی دریائی ایالات متحده امروز اطلاع داد که دانشمندان امریکائی در قطب جنوب موفق بکشف آنتی بیوتیک تازه ای شده اند که در مبارزه با میکروب به نیرومندتر از انواع بیوتیکهای موجود است این داروی تازه هنوز نامگذاری نشده است و پزشکان سرگرم مطالعه خواص آن هستند.

جشن فرهنگی مهرگان

در جشن فرهنگی مهرگان شاهنشاه هنگام بازدید از نمایشگاه خط فرمودند: بخط فارسی در مدارس باید بیش از پیش توجه شود. سپس جوائز شاگردانی را که در رشته های مختلف در جریان سال گذشته مقام را احراز کرده بودند ...

غزلیات

آقای دانش از غزلیات خود اوراق شیراز را مزین خواهند فرمود - اداره شیراز ممنون ... میباشد.

ہفتہ وار سیدار

ایڈیٹر:۔ سید مقام شیرازی

مقام اشاعت:۔ چادرلعاٹ گیٹ حیدرآباد (د) انڈیا

جلد ۱۴
روز
سہ شنبہ
۱۵
ڈسمبر
۱۹۵۹ء
۲
۱۴
جمادی الثانی
۱۳۷۹ھ
شمارہ
(۶)

سلام

(مطلع) ذاتِ حسنین کہ در شانِ جمالی دیدیم | نیز درجاتِ علا ہم بہ معالی دیدیم

جان خود آنکہ بداد نزد لبِ جوئے فرات | بہر این تشنہ لبان جامِ زلالی دیدیم

بعدِ این گردشِ افلاک و نجومے بہ بروج | شکلِ این ماہِ محرم کہ ہلالی دیدیم

بستہ در حرص و ہوا رفت ہمہ زیرِ زمین | اشقیا راکہ بہ زنجیرِ خیالی دیدیم

سخت مشکل نہ شود پُر پےٓ اعدا دنی | در ہمہ وقت کہ این کیسہ خالی دیدیم

گفت این آمدِ نورِ وزِرِ ساعتِ غدیر | در خرامے بہ چمن بادِ شمالی دیدیم

(مقطع) در غم و ماتمِ شبیر چہ گویم عثمان
ہمہ گریان کہ بہ آنہار و لیالی دیدیم

(منقول از نظام گزٹ) —— مرقوم ۵ ر ڈسمبر ۱۹۵۹ء

عجیب و غریب درخواست مدیر ہمدم در پرچہ اخبار ۶ ؍ ڈسمبر سنہ ۱۹۵۹ء

فرمایا وہ یہ تھی کہ یکم رجب کو سالگرہ نمبر جو نکالنا چاہتا ہے اس میں دامادان نظام مرحوم کے تصاویر شائع کرنے کی اجازت درکار ہے (اوس کے بلاک بناکر) اور میرا تازہ کلام حاصل کرنے کی درخواست۔ اِس کا جواب حرف اِسی قدر ہے کہ درخواست گزار کی عقیدت مندی با خیر خواہی خسر صاحب کے تنخ جیسی کچھ بھی تھی چند سال قبل وہ اظہر من الشمس تھی جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں کہ ہر چیز ریکارڈ پر ہے۔ بمصداق "نوشتہ بماند سیاہ بر سفید"۔ لہٰذا اس کے ہوتے ہوئے اس کے داماد جناب خلیب کے ممنون احسان بننا نہیں چاہتے ہیں اور نہ اِس کی اُن کو ضرورت ہے کیونکہ جو کچھ اِن کو حاصل ہے اُس پر وہ ہر طرح قانع ہیں۔ بقول "هذا مِن فضلِ ربّی"۔

رہا اخبار ہمدم کی وقعت جیسی کچھ تھی زمانہ گذشتہ میں یا اب ہے۔ اوس کی تشریح کی یہاں ضرورت نہیں۔ بقول۔ عیاں را چہ بیاں۔ خلاصہ یہ کہ بعض خصوصیات کی وجہ سے جو کہ الم نشرح ہیں شیراز ہفتہ وار کا کوئی مدمقابل نہیں ہوسکتا۔ ایسی حالت میں چاپلوسی وہ بھی جلب منفعت کے تحت مناسب نہیں کہ اسکی وقعت نذری باغ میں مفقود ہے کہ ہر چیز آزمودہ ہے۔

بقول۔ آزمودہ را آزمودن جہل است۔ ــــ مرقوم ۷ ؍ ڈسمبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

بے معنٰی اور احمقانہ دلیل

فرمایا۔ اخبار ہمدم مورخہ ۶ر دسمبر ۱۹۵۹ء میں بہ سلسلۂ کتاب خلافت معاویہ ویزید۔ ایک جگہ یہ عبارت درج ہے کہ "اہل سنت حضرت علیؑ کے نام کو ائمہؑ کی فہرست میں شریک کرنے کیلئے قطعاً تیار نہیں ہیں"۔ اس سے کیا مطلب ہے سمجھ میں نہیں آیا۔ بقول معنٰی فی بطن شاعر۔ برخلاف اسکے امامت کا سلسلہ امامِ اولین سے شروع ہو کر دوازدہ امام پر ختم ہوا ہے۔ اور اسی وجہ اس ذاتِ ستودہ صفات کو بہ مقابل دیگران ہر طرح کی افضلیت یا فضیلت حاصل ہے جس میں رتی برابر شک و شبہ نہیں۔

• بہرحال فدایانِ حیدریؑ کا عقیدہ اپنی جگہ مستحکم اور اٹل ہے در آنحالیکہ کثرت والے طبقہ کے کیا خیالاتِ مذہبی یا عقائد ہیں اس سے انکو تعلق نہیں بقول "موسٰی بہ دینِ خود و عیسٰی بہ دینِ خود" اسکے علاوہ ان کا طغرائے امتیاز (یعنی ماٹو) (MOTTO) یک در گیر و محکم گیر ہے۔ ایسی حالت میں کبھی اس راستہ میں انکے قدم نہیں ڈگمگا سکتے یا بھٹک سکنے کہ وہ جادۂ مستقیم پر تیرہ سو برس سے گامزن ہیں اور رہیں گے اور اسی خصلت خوب کی وجہ سے مشہور اور عالم آشنا ہیں۔

دیگر مدیر ہمدم نے بہ سلسلۂ کتاب خلافت معاویہ و یزید۔ پاشا حسینی صاحب کی جو مدح سرائی کی ہے وہ حد سے بڑھی ہوئی مبالغہ کی حد تک ہے۔ لہذا صاحبانِ کردار کے ہاں ہر چیز اپنی حد میں ہو تو اچھی نظر سے دیکھی جاتی ہے ورنہ مذموم۔ خیر یہ معاملہ تو دوسرا تھا۔ اگرچند سال قبل اسی مدیر نے بہ سلسلۂ کتاب شہیدِ انسانیت مولوی علی نقی صاحب مجتہد کی ذات سے متعلق جو کچھ دریدہ ذہنی سے کام لیا تھا (علاوہ دیگر اشخاص) تو اسکے عوض اگر وہ اس مدح سرائی مذکورہ کا یک عشر عشیر مولوی صاحب کے علم و فضل یا ذاتی صفات سے متعلق لکھتا تو یہ روزِ بد نہ دیکھتا بلکہ ممکن تھا کہ کسی جگہ سے اسکا معاوضہ اس کو ملتا مگر افسوس۔ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند۔ کہ ایسے ہی اشخاص کو لقب بندۂ زر دیا جاتا ہے جو ہوا کے رخ پر چلتے ہیں۔ جنکی آجکل کی دنیا میں کمی نہیں بلکہ بہتات ہے۔

ہم قوم ۸ر دسمبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

دُنیا کا مقولہ "ایاز حدّ خود بشناس"

فرمایا حال کا واقعہ ہے کہ بسلسلۂ کتاب خلافت معاویہ و یزید جناب خطیب نے اپنے اخبار میں
اسی مضمون کے دوران میں ارشاد فرمایا چونکہ کتاب مذکور کا جواب (جو چند سطری تھا) آپ نے اور آپکے
پیر و مرشد و ہم طریقت بھائی نے اخبار میں دیدیا ہے جو کہ ہر طرح کافی یا غالباً تشفی بخش ہے۔ لہذا اسکے
بعد کوئی دوسرے اصحاب اس کا جواب دینا چاہیں اخباری بیان کے ذریعہ ہو یا کتاب کی شکل میں اسکی
ضرورت اب باقی نہیں رہی ورنہ اگر یہ سلسلہ جاری رہے گا تو فتنۂ برپا شدہ کو ہوا دینے کا مصداق
ہوگا وغیرہ۔ چہ خوب تصفیہ فرمایا؟ مگر دوسری طرف آپ دو کا شمار دیگر جیّد علمائے شیعی یا
صاحبان پوزیشن کے ہاں کسقدر ہے اس پر ایک نظر ڈال لیا جاتا تو یہ مہمل عبارت آپ کے قلم معجز رقم
سے نہ نکلتی کیونکہ دوسری طرف جب تک کتاب مذکورہ کا مدلّل و معقول جواب جیّد علمائے شیعی
کے قلم سے نہ دیا جائے گا وہ دُنیائے علم و فضل میں یادگار نہ رہے گا کیونکہ یہاں دو چیز کی ضرورت ہے
یعنے لکھنے والوں کا مذہب اسلام سے کافی معلومات رکھنا یا ان پر عبور ہو۔ دوسری طرف ذی وجاہت
ہوں جو عالم آشنا ہوں نہ کہ محدود بہ یک دو محلّہ۔ اور سب کے آخر میں جو یہ کتاب لکھوائیگا اس کا
کیا پوزیشن ہے یہ بھی ذہن مبارک میں رہتا تو بہتر تھا جو دُنیا سے پوشیدہ نہیں بلکہ مثل آفتاب عالمتاب
نمایاں ہے۔ لہذا اگر اس ساز و سامان کے ساتھ (بشمول محنت و پیسہ) کتاب تیار نہ ہوگی تو وہ منکروں
کے لئے نہ مُسکت ثابت ہو سکتی ہے اور نہ زمانہ آیندہ میں یادگار رہ سکتی۔ الی قل یہ اُمور ایسے اہم و
غور طلب ہیں کہ ان کی تہہ تک پہنچنے کے لئے عقول بالغہ یا احساسات تامّہ کی ضرورت ہے۔ یعنے
یہ الفاظ دیگر ما و شما یا گمنام اشخاص کے بس کی یہ بات نہیں ہے کہ ہر معاملہ کے مالہٗ و ماعلیہ پر
کافی غور کرکے صحیح نتیجہ پر پہنچے وہ بھی ایسا قطعی تصفیہ ہو جو ہر کسی کے لئے باعث اطمینان و تشفی بخش ثابت
ہو سکے۔ یہ ہے نذری باغ کا غور کردہ خیال جسکے مطابق کام ہوگا۔ جس کی تیاری مولوی علی نقی صاحب
مجتہد نے شروع کردی ہے بہ قیام علیگڑھ یونیورسٹی کہ مولوی صاحب کا تقرر یہاں پروفیسری
علوم مشرقیہ پر ہوا ہے (...) پر۔ یہ کیوں تو غالباً ان کے علم و فضل کی وجہ سے جن کا پایہ
جیّد علمائے شیعی میں ہے وہ بھی مجتہد کے درجہ پر۔ زیادہ تمّت بالخیر۔

مرقوم ۸ر ڈسمبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

تصحیح شعر نمبر ۳ در غزل شائع شدہ۔ امروزہ یوم چہار شنبہ
(در اخبار نظام گزٹ)

فرمایا وہ شعر یہ تھا:۔

بوئے گل پر یہی کہتی ہے بہار
یہ عنادل بھی بھٹکتے ہی رہے

حالانکہ بھٹکتے کی جگہ لپکتے ہی رہے۔ ہونا چاہیئے تھا۔
(یعنے مائل)

اس کے سوا یہ قافیے دراصل دیکھو تو مہذب نہیں ہیں تاہم اپنی جگہ محاورہ زبان کے مدنظر درست ہیں۔ اور یہ غزل قدیم غیر طبع شدہ غزلوں میں تھی۔ اور اسی پر کیا موقوف ہے بلکہ بے حساب ذخیرہ کلام کا موجود ہے جو کہ دَواوین کی شکل میں اشاعت پاناہے۔ جس کا خیال نذری باغ کو ہے گو اَبتک بہت کچھ وقت ہاتھ سے جاتا رہا ہے۔ تاہم جو کچھ ہونا ہے انشاءاللہ وہ ہو کر رہے گا۔ تاکہ دستبرد زمانہ سے یہ محفوظ رہے۔

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۹ر ڈسمبر ۱۹۵۹ء

(کال کنگ کوٹھی میں)
(CALL)
(۸ر ڈسمبر ۱۹۵۹ء)

فرمایا اصحاب ذیل نے وزیٹرس بک میں اپنا نام لکھا تھا جو کسی کام کی غرض سے یہاں آئے ہوئے تھے۔
(visitors)

یعنے (۱) شری سی۔ راجہ گوپالا چاری۔
(۲) سر ایچ۔ پی۔ موڈی۔
(۳) شری یم۔ آر۔ مسانی۔

چونکہ یہ میرے قدیم شناسا احباب میں شریک تھے اور معزز طبقہ سے تعلق رکھتے تھے لہذا اِن کو آدھا گھنٹہ کے لئے چاء پر مدعو کرلیا۔ اور مِلکر بہت محظوظ ہوا۔

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۹ر ڈسمبر ۱۹۵۹ء

طریقۂ پیری مُریدی

فرمایا۔ اس کا رواج کثرت والے طبقہ کے ہاں ہے۔ مگر قلت والے طبقہ کے ہاں یہ درست نہیں ہے۔ دوسری طرف اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جس غرض کے تحت یہ ہوتی ہے یعنے تائب ہو کر منہیات شرعی سے پرہیز کرنا اس چیز کی پابندی نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ بدستور اگر علانیہ نہیں تو پوشیدہ ہی سہی جاری رہتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ حج و زیارت کے بعد بھی یہ جاری تھی۔ چنانچہ اس کا بہت کچھ ثبوت یا عینی مشاہدہ بھی ہے۔ بہر حال ایسے دکھاوے یا نمائشی چیزوں سے کام نہیں چلتا جب تک کہ اس کی پابندی کرنے والا قطعی طور پر اپنی جگہ تصفیہ نہ کر لے کہ یہ اوس سے ممکن ہے یا نہیں۔ اور اگر یہ ممکن نہیں ہے تو ایسے بے سود کام کر کے خود کو نشانۂ ملامت نہ بنائے جبکہ اوسکو کسی قسم کی مجبوری نہیں ہے بلکہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے حق میں جو چاہے تصفیہ کرے۔

دوسری طرف انسان بالطبع آزاد پیدا ہوا ہے۔ لہذا کوئی بھی کام ہو تو اس کے مالہٗ وما علیہ پر نظر رکھ کر کرے تاکہ اس کا نتیجہ اچھا نکلے۔ چنانچہ یہی خیال نذری باغ کا ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے وہ پیری مریدی کا نہ قائل ہے (وہ بھی نیم دروں نیم بیروں) اور نہ اس کی اس کے ہاں وقعت ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص عابد و زاہد ہے۔ یا عالم باعمل ہے یا کوئی دوسرے ذاتی صفات رکھتا ہے تو اس کے ساتھ عقیدت رکھنا یا اوس کا پاس و لحاظ کرنا وہ جداگانہ امر ہے جس کو معاملہ مذکورہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کہ اس کی نوعیت دوسری ہے۔ خلاصہ یہ کہ ساکن نذری باغ آزاد مشرب ہے۔ جو کسی کا مقلد نہیں ہے بلکہ ہر چیز کو وسعتِ نظر سے دیکھتا اور اپنی عقل سلیم سے کام لے کر راہ مستقیم پر گامزن ہے۔ اور انشاء اللہ آیندہ بھی ایسا ہی رہے گا۔ بعونہٖ و کرمہٖ۔

مرقوم ۱۰ر دسمبر سنہ ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

خطیب مدیر ہمدم روپوش در بمبئی

فرمایا امین متعینہ دیوڑھی نذری باغ کو یہاں آکر اطلاع دی کہ اس کا برادر نسبتی (یعنے سالا) بمبئی میں بیمار ہے۔ لہذا اوس کے دیکھنے کے لئے وہ جانا چاہتا ہے۔ چنانچہ یوم چہارشنبہ شام ہی میں معلوم ہوا کہ وہ ریل سے روانہ ہو گیا۔ معلوم نہیں یہ بیان کہاں تک صحیح تھا۔ گو بظاہر یہ دکھائی دیتا ہے کہ اس کے مضمون پر جو حال میں لے دے ہوئی ہے ایسے وقت میں وہ یہاں رہنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ یہاں سے چلے جانا ہی بہتر سمجھا۔

دوسری طرف ذات شریف کا کردار جیسا کچھ چند سال قبل رہا ہے وہ بھی مخفی نہیں بلکہ آشکارا ہے۔ بہر حال اس قسم کے بندۂ زر قابلِ اعتماد نہیں ہیں جو آئے دن رنگ بدل کر اپنی مقصد برآری کرتے رہتے ہیں۔

مرقوم ۱۰ر دسمبر سنہ ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

مفتی محمود صاحب سابق مفتی علاقہ میسرم

فرمایا ایک لوکل اخبار میں درج تھا کہ خطیب مدیر ہمدم کے بیان سے متعلق کہ "اہلِ تسنن اولوا ائمہ کو قطعاً اپنی فہرست اماموں میں شریک کرنے تیار نہیں ہیں" لہذا مفتی صاحب سے دریافت کیا جائے کہ یہ بیان کہاں تک صحیح ہے یا فتوےٰ طلب کیا جائے وغیرہ۔

فک۔ اسی سلسلہ میں نذری باغ کے خیال میں اس کی ضرورت نہیں پائی جاتی کہ بادی النظر میں جو کچھ عقائد کثرت والے طبقہ کے ہیں وہ راز سربستہ نہیں بلکہ آشکارا ہیں۔ ایسی حالت میں پھر بے ضرورت اس باب میں استفسار کرنے کی کیا حاجت ہے؟ دوسری طرف یہ امر بھی ظاہر و باہر ہے کہ ایسے ویسے فتووں کی حدود نذری باغ میں وقعت نہیں بجز ذی علم و مستند گروہ علماء جو یہ کام کرنے کا اپنے میں صلاحیت رکھتا ہے اور جو جادۂ صداقت پر گامزن ہے اور جو حق گوئی کیلئے مشہور ہے بلا خوفِ لومۃ لائم۔ کہ در اصل پوچھو تو یہی صراطِ مستقیم ہے۔ صاحبانِ عقل و خرد کے لئے جو غور و فکر کا مادہ اپنے میں رکھتے ہیں اور جو اندھی تقلید کے پیرو نہیں ہیں بلکہ آزاد رائے رکھتے ہیں۔ چاہے وہ کسی نوعیت کی ہو اس سے بحث نہیں۔

(منقول از نظام گزٹ) ———— مرقوم ۱۱ر ڈسمبر ۱۹۵۹ء

"بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے"

فرمایا! مجھے خوب معلوم ہے کہ ایک صاحب جو کہ اچھی خاصی مدت تک ہل فورٹ پر کنٹرولر کی خدمت انجام دیتے تھے۔ یہ زمانۂ گذشتہ میں میرے گذرانیدہ دو استعمولی جبا ڑ ساٹھ یا ستر کنول کے جو کہ سرکاری کوٹھ میں تھے جن کی قیمت اُس زمانہ میں بیس اور پچیس ہزار سے کم نہ تھی اپنے ہمراہ لے کر نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ گئے تھے تو یہ اُن کا بیان تھا کہ اتفاقاً خطیب مُدیر ہمدم بھی ہم سفر بن گیا تھا۔ لہذا وہاں کے قیام کے زمانہ تک وہ خود کو امامیہ مذہب کا پیرو بتایا تھا اور جب وہ واپس ہندوستان آیا تو خود کو سلسلۂ قادریہ میں شمار کر کے اہل سنت میں بتانے لگا اور قلت والے طبقہ کے عقائد پر اپنے اخبار میں نکتہ چینی کرنا شروع کیا وغیرہ

یہ عجیب و غریب قصہ سن کر میں نے اُس صاحب سے کہا کہ نہ صرف ایسی نازیبا حرکتیں کرنے والا ایک تھا بلکہ ایسے اشخاص محدود کم نہیں تھے بلکہ بہت سے موجود ہیں۔ اسی وطیرہ کے یا ہم قماش جو جیسا وقت دیکھتے ہیں ویسا خود کو ہمنوا بنا کر اپنا کام نکال لیتے ہیں۔ نظر بر آں ایسا گروہ مطلبی (Time Server) کہلاتا ہے جس کو اصل میں مذہب و عقائد سے کچھ سروکار نہیں رہتا ہے۔ بجز کاسۂ گدائی پر کرنے کے یا بے ضرورت فتنہ و شر پیدا کرنے کے جو کہ اس کی طبیعت ثانیہ بن گئی ہے جن میں یہ مشہور خطیب بدنہاد بھی شامل ہے۔

دیگر فرمایا یہ بھی گمان غالب ہے کہ خطیب ایسے وقت میں بمبئی گیا ہے جہاں سینیر پرنس کرایہ کے مکان میں بغرض علاج یا تبدیل مقام مقیم ہیں۔ لہذا ممکن ہے کہ وہاں اِنکی چاپلوسی کر کے کچھ نہ کچھ ان سے بھی حاصل کرے۔ جیسا کہ چند دوسرے اسی قماش کے اشخاص جو مرفقاء کی سروس میں رہ کر ایسے افعال کئے تھے جن کا ذکر کچھ عرصہ قبل نذری باغ کے مضامین میں آیا تھا جو کہ نظام گزٹ یا سیشیر ارمیں طبع ہوئے تھے۔ بہرحال یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں جن پر کافی نظر رکھی گئی ہے تا کہ شکار جال میں آئے اور قصہ ختم ہو رُوسیاہی کے ساتھ۔

(یعنے برطرفی)

بقول۔ اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی؎

اگر اس واقعہ کی صحت کسی کو منظور ہے تو ثبوت دینے والے صاحب موجود ہیں۔ بقید حیات ان سے پوچھ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جو کچھ بیان ہوا ہے وہ کہاں تک درست ہے گو یہ واقعہ ۲۰ یا ۲۵ سال کا ہے۔ رفت و گذشت جو کہ ریکارڈ پر موجود ہے۔

(منقول از نظام گزٹ) ―――― مرقوم ۱۲ ار دسمبر ۱۹۵۹ء

اذان

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

طب یونانی کیساتھ ناروا سلوک

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آب و ہوا کے فرق کے ساتھ ساتھ ہر ملک کے باشندوں کے مزاج میں فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ مغربی طریقہ علاج ہر جگہ یکساں طور پر مفید ثابت نہیں ہوتا۔ اسی اختلاف طبائع کے مدنظر ریاست حیدرآباد میں یونانی طریقہ علاج صدیوں سے رائج ہے۔ اس کی افادیت کے مدنظر اعلیٰ حضرت بندگان عالی کے دور میں خوب ترقی حاصل ہوئی۔ اس سررشتہ کی تنظیم کی گئی ہر تعلقہ میں ایک ایک یونانی شفاخانہ کا قیام عمل میں آیا اور شہر حیدرآباد میں صدر شفاخانہ یونانی تعمیر کیا گیا۔ جس میں مریضوں کے علاج معالجہ کا نہ صرف بہترین انتظام تھا بلکہ وارڈ اور پلنگ بھی مقیم مریضوں کے لئے مہیا کئے گئے تھے۔ مفرد اور مرکب ادویہ کے لئے خاص اہتمام مدنظر رکھا گیا۔ نافع اور قیمتی ادویہ کے لئے ان کی قیمت کے لحاظ سے رقمی گنجائش مہیا کی گئی تھی۔ نتیجتاً ہزاروں بیمار شفایاب ہوتے تھے۔ اس کے ثبوت میں متعلقہ شفاخانے کے مرجوعہ کے رجسٹرات بھرے پڑے ہیں۔

اب جبکہ حکومت ہمہ جہتی ترقی و ترویج پر کروڑوں روپیوں کا خرچ برداشت کر رہی ہے تو فطرتاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ طب یونانی کی افادیت اور اہمیت کے مدنظر اس کی ترقی اور ترویج پر بھی لاکھوں روپیہ خرچ کئے جا رہے ہوں گے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ فروغ و ترقی پر صرفہ کرنا تو کجا اس کے موجودہ واقعی اور حقیقی اخراجات کی تکمیل بھی نہیں کی جا رہی ہے۔

گذشتہ بارہ برس میں گرانی نے جو مہیب صورت اختیار کرلی ہے اس سے یونانی ادویہ مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ادھر مفردات و مرکبات کی قیمتیں تگنی اور چوگنی ہوگئی ہیں اُدھر بڑھتی ہوئی آبادی کے لحاظ سے مرجوعہ بھی بہ مقابل سابق

خطیب منبر سلونی ؑ
ارشاد فرماتے ہیں کہ بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کے لئے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

دوگنا ہوگیا ہے۔ مگر چونکہ خریدی ادویہ کا مد میں کوئی رقمی اضافہ نہیں ہوا ہے اس لئے ادویہ کی مقدار گھٹتے گھٹتے اب ایک تہائی رہ گئی ہے اس نامناسب صورت حال سے نمٹنے کے لئے دوا کا تناسب کم اور پانی کا تناسب بہت زیادہ کردیا گیا ہے۔ کوئی اور متبادل صورت پر عمل کیا جانا بحالت موجودہ ممکن نہیں ہے۔ اس مذموم خرابی کی وجہ سے عوام متاثر ہو رہے ہیں۔

طب یونانی کے اسپیشل افسر کو یونانی طب سے خفیف سا لگاؤ نہیں ہے۔ وہ حکومت کو اس جانب متوجہ کرنے کی بجائے آنکھیں بند کئے اور کانوں میں روئی ٹھونس کر بیٹھے ہیں۔ ان کا یہ طرز عمل اور عمداً یہ خاموشی یونانی طب کو غیر مفید ثابت کرنے اور بدنام کرنے کے لئے ہے۔ وہ صرف ایورویدک طریقہ علاج کی تائید کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ایورویدک اور طب یونانی کے ساتھ یکساں عمل کرنا چاہئے۔ دونوں طریقے علاج کے ملک میں رائج ہیں تو انہیں چاہئے کہ دونوں کو ایک نظر سے دیکھیں اور دونوں کی ترقی اور فروغ کے لئے کوشش کریں۔

جس وقت چیف منسٹر صاحب نے صدر شفاخانہ یونانی کے شعبہ جات کا معائنہ کیا تھا تو ان کو رقمی اضافہ کی شدید ضرورت کے متعلق توجہ دلائی جا چکی ہے۔ اس کے بعد بھی کیا اس کی ضرورت ہے کہ انڈین میڈیسن کی معاونت کرسی پر سابق ڈائرکٹر جنرل بحالت کی ستی بے نوٹ اور جری شخصیت ہو اور سابق اسپیشل افسر ڈاکٹر حمید الدین جیسا لائق اور کارگزار شخص ہو جو حکومت کے سامنے یونانی طب کی خاطر خواہ طور پر پوری پوری ترجمانی کرے۔ کیونکہ اب طب یونانی چیخ اٹھی ہے۔

> مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
> وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

بڑا ہی اچھا ہوگا اگر حکومت اپنی توجہ اس جانب مبذول کرکے خریدی ادویہ کی بڑھتی ہوئی قیمتوں اور مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے مدنظر رقمی گنجائش مہیا کر دے تاکہ طب یونانی کی شاندار عمارت جس کو سالہا سال کی محنت و کوشش سے اس قدر بلند درجہ پر پہنچایا گیا تھا اور جس کی افادیت و اہمیت ظاہر و عیاں ہے منہدم ہونے سے محفوظ رہے۔

دربارِ شام کا ایک منظر

ایک عربی خاتون کی جوانمردی

نوشتہ جناب مولوی سید ابن حسن صاحب قبلہ ایم اے جارچوی

وہ بے پناہ تلوار جو خندق میں بلند ہوئی۔ بدر میں چمکی اور خیبر میں مصروف کارزار رہی۔ مدت سے زیر نیام ہے اسلام کا وہ شمشیر جس نے عرب کے ہر مدعی شجاعت کے چھکے چھڑا دیئے تھے، عرصے سے نجف میں موت کی گہری نیند پڑا سو رہا ہے۔ اب عالم اسلام میں بنی امیہ کا دور دورہ ہے دمشق مرکز خلافت ہے اور دنیا کی دولت سمٹ سمٹ کر وہاں جمع ہو رہی ہے۔ قصر خلافت جو کوفہ میں زہد و تقویٰ سادگی و رواداری کا مسکن بنا ہوا تھا جہاں سے شب و روز تسبیح و تکبیر کی آوازیں بلند ہوتی تھیں، جہاں مظلوموں کی دادرسی اور حاجتمندوں کی حاجت روائی ہوتی تھی، جہاں بوسیدہ بوریے پر رسول اسلام کا وہ جانشین رونق افروز ہوتا تھا جس کی زبان سے علوم و فنون کے دریا بہتے تھے جس کے سادہ مگر پرجلال دربار کو دیکھ کر کافر بھی کلمہ پڑھنے لگتے تھے۔ جس کے گرد اگرد ہمیشہ صحابۂ رسول، مجاہدین ملت اور ماہرین علم و فن کا مجمع رہتا تھا تاکہ اصلاح امت کی تدبیروں پر غور کیا جائے اور بڑھتے ہوئے فتنوں کو روک کر قیام امن و امان کی داغ بیل ڈالی جائے۔

دمشق میں یہی قصر خلافت رندی اور ہوسناکی کا اڈا اور کبر و غرور کا مرکز بن کر رہ گیا ہے۔ تکبیر و تہلیل کی آوازیں یا تو بلند ہی نہیں ہوتیں یا مینا کی قلقل، رومی باجوں کے بلند آہنگ نغموں اور شاہدان تو بہ شکن کے ہر ادھم وسرود میں غائب ہو کر رہ جاتی ہیں۔ جو اس زنگار تخت پر وہ قیصر خصال اور زرا اعمال شخص ہے جو زرق برق لباس اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کی وجہ سے نہ تو جمہوریہ عرب کا صدر نظر آتا ہے نہ مامور من اللہ رسول کا جانشین بلکہ شخصی سلطنت کا مطلق العنان تاجدار معلوم ہوتا ہے۔ اس کے گرد اگرد موقع پرست اور انجام نا آشنا قسمت آزماؤں کا وہ گروہ ہے جو ذاتی اغراض کی قربان گاہ پر مفاد ملت کی بھینٹ چڑھا دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

یکایک دور سے ایک قافلہ آتا ہوا نظر پڑا، سب کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں، قافلے کی سردار ایک خاتون تھی۔ جب وہ دربار کے قریب پہنچی تو اس نے حاجب کے ذریعہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ امیر شام نے اسے فوراً اندر بلا لیا، دیکھا تو وہ عمارہ ابن اشتر کی بیٹی سودہ تھی، سودہ کو سامنے کھڑا ہوا دیکھ کر جنگ صفین کا منظر امیر شام کے سامنے آگیا معمولی دعا سلام کے بعد کہنے لگا

امیر شام! کیا صفین کی لڑائی میں تو نے ہی اپنے دماغ … تو یہ شعر سنا کر جرأت دلائی تھی۔ اے عمارہ کے بیٹے آج نیزے مارنے اور بہادروں کے مقابلہ کا دن ہے تو اپنے باپ کی طرح حملہ کے لئے دامن اٹھا اور علیؑ اور حسینؑ اور ان کی جماعت کی مدد کر اور ہندہ اور اس کے بیٹے کے ذلیل کرنے میں کسر نہ اٹھا رکھ کیونکہ ہمارا امام نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کا بھائی ہدایت کا نشان اور ایمان کا منارہ ہے۔



سودہ۔ اے امیر! آن قدح بشکست و آن ساقی نماند" وہ چادر ہی نہ رہی جس میں ستو بند تھے لذری ہوئی باتوں کا اب ذکر ہی کیا۔

امیر شام! اے سودہ! تیرے بھائی کا ذکر ایسا نہیں ہے کہ اسے طاق نسیان میں رکھ دیا جائے۔

سودہ:۔ اے امیر! خدا کی قسم آپ سچ کہتے ہیں۔ مگر جو کچھ مجھ سے ہوا ہے، اس کو خدا کے لئے معاف کر دیجئے۔

امیر شام:۔ اچھا میں نے معاف کیا۔ یہ تو بتا کہ میرے پاس کس غرض سے آئی ہے؟

سودہ:۔ اے امیر اب تو آپ لوگوں کے سردار بن بیٹھے ہیں اور ان کے تمام معاملات کا بار آپ کی گردن پر ہے۔ خدا نے جو ہمارے حقوق آپ پر فرض کئے ہیں ان کے متعلق وہ ضرور باز پرس کرے گا۔ آپ ہمیشہ ہم پر ایسا عامل مقرر کرتے ہیں جو آپ کی عزت کے بل بوتے ہم پر حکومت کرتا ہے اور آپ کی طاقت کے گھمنڈ پر ہاتھ پیر پھیلانے لگتا ہے اور کھیتی کی طرح ہم کو کاٹتا ہے۔

یہ ابن ارطاۃ جو ہماری بستیوں پر حاکم بنا کر بھیجا گیا ہے اس نے ہمارے مردوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا ہے اور ہمارا مال و زر چھین لیا ہے۔ اگر آپ کی اطاعت کا خیال نہ ہوتا تو ہم بھی عزت رکھتے تھے اور (اس فتنہ کو) دفع کر سکتے تھے۔ اگر آپ نے اس کو معزول کر دیا تو ہم ممنون ہوں گے۔ ورنہ ہم اپنی جانیں دے دیں گے۔

امیر شام:۔ کیا تو مجھے اپنی قوم سے ڈراتی ہے، واللہ میرا ارادہ ہے کہ تجھ کو (ابن) ارطاۃ ہی کے پاس بھیج دوں تاکہ وہ تجھ پر اپنا حکم جاری کرے۔"

سودہ (پہلے تو خاموش رہی پھر کڑک کر یہ شعر پڑھنے لگی)

"خدا اس روح پر رحمت نازل کرے جس کو قبر نے اپنے سینے سے لگا رکھا ہے (اے قبر) خوشا حال تیرا کہ عدل مجسم تیرے اندر دفن ہے۔"

امیر شام:۔ "یہ کس کا ذکر کر رہی ہے؟"

سودہ:۔ "علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا۔"

امیر شام:۔ "کیا کوئی واقعہ ہے؟"

سودہ:۔ ہاں ایک دن میں نے ایسے شخص کی شکایت لے کر حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی جس کو آن جناب نے ہمارے صدقات کی وصولی پر مقرر کیا تھا۔ دیکھتی کیا ہوں کہ آپ نماز میں مصروف ہیں سلام پھیرنے کے بعد آپ نے نہایت نرمی اور مہربانی سے پوچھا کیا تم کو کچھ کام ہے۔ میں نے آپ سے شخص مذکور کا پورا حال بیان کیا۔ آپ سن کر رونے لگے پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار تو جانتا ہے کہ میں نے اپنے عاملوں کو تیری مخلوق پر ظلم کرنے اور تیرا حق چھوڑنے کا حکم نہیں دیا ہے پھر اپنی جیب سے کاغذ کا ایک پرچہ نکال کر لکھا۔

تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس کھلی کھلی نشانیاں آ چکی ہیں۔ پس تم اپنے پیمانے اور ترازو پوری رکھو اور لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور اصلاح کے بعد زمین پر فساد نہ پھیلاؤ اگر تم ایمان والے ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر طریقہ ہے۔ جب یہ میرا حکم نامہ تم کو ملے تو جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کو حفاظت سے رکھو، یہاں تک کہ اس کا

لینے والا تمہارے پاس پہنچکر اُس کو تمہاری تحویل سے لے لے والسلام فعزله ۔ اُس کے بعد حضرت نے اس کو معزول کر دیا

امیرشام (اپنے وزیروں سے مخاطب ہوکر) (عامل کو لکھدو کہ اُس عورت کے ساتھ عدل و انصاف کا سلوک کیا کرے)

سودہ :۔ (عدل و انصاف کا سلوک میرے ساتھ کرے یا میری تمام قوم کے ساتھ؟)

امیرشام :۔ تجھ کو دوسروں سے کیا غرض ہے۔

سودہ :۔ (عدل ہو تو عام ہو ورنہ جو قوم کا حال وہ میرا حال۔

امیرشام :۔ (ہائے ضنب علیؑ ابن ابیطالب نے تمہاری جراتیں بڑھا دی ہیں کہ سلطان کے دربار میں بھی آزادانہ گفتگو سے نہیں ڈرتیں۔ ہیبت اور استبداد کے طویل دور کے بعد چند روز کیلئے غرب کی قسمت جاگ اٹھی تھی۔ مرکز خلافت کے عدل و انصاف کی شہرت اس قدر عام ہو گئی تھی کہ عورتیں تک بھی آزادانہ دربار خلافت میں حاضر ہوتی تھیں اور بڑے سے بڑے عامل کے خلاف مرافعہ کرکے اپنا حق حاصل کرتی تھیں لیکن ایک بجلی جو گھنگھور گھٹا میں کوند کر غائب ہو گئی بھادوں کے مہینے کا ابر پارہ تھا جو برسا اور کھل گیا، اب پھر وہی تاریکی تھی اور ابر عدل کے چند چھینٹوں نے برسوں کی پیاسی زمین کی پیاس کو اور بڑھا دیا۔

آنکھیں جو حضرت علیؑ اور ان کی دادرسی کو دیکھ چکی تھیں وہ ہستیاں جو انصاف دوست اور عدل پرور حکام کی خوگر ہو گئی تھیں، چاروں طرف نظر ڈالتی تھیں مگر سناٹا ہی سناٹا دکھائی دیتا تھا۔ امیرشام لاکھ لاکھ کہتے رہے کہ تجھے دوسروں سے کیا کام تو ہمارے ظل عنایت میں چین سے زندگی بسر کئے جا مگر وہ نہ مانی، اب ابو سفیان کے فرزند کی آنکھیں کھلیں اور انھیں محسوس ہوا کہ گو علیؑ دنیا سے گزر گئے مگر آزادیٔ ضمیر اور حریت خیال کا جو تخم انھوں نے سرزمین اسلام پر بو دیا تھا وہ آہستہ آہستہ نشو و نما پا رہا ہے استبداد اور ظلم و جور کی مسلسل جد و جہد برسوں میں جاکر اس حریت پسندی کا خاتمہ کریگی۔

مطلق العنان شخصی حکمران نے صنف لطیف کو اسی جرأت و بے باکی کے ساتھ اپنے اور اپنی قوم کے حقوق کی وکالت کرتے ہوئے کب دیکھا تھا، وہ بیچین ہوکر اس خاتون کا منہ دیکھنے لگا۔ ان فقروں پر غور کرو جو اس وقت امیرشام کے منہ سے نکلے، دیکھو یہ اس کے دل کی بیچینی اور کرب کی کس خوبصورتی سے ترجمانی کر رہے ہیں "ھیھات علمکم ابن ابی طالب الجرأت علی السلطان"

ارے! ابی طالب کے فرزند نے تم کو بادشاہوں کے حضور میں آزادانہ گفتگو کرنے کی عادت ڈال دی ہے!

یہ یادگار الفاظ منہ سے نکال کر امیرشام نے علیؑ کیلئے طرز جداگانی کو وہ خراج تحسین ادا کیا ہے جس کا لطف کچھ مدبران عالم ہی اٹھا سکتے ہیں۔ کون تھا جو ابو سفیان کے بیٹے کو بتاتا کہ اسلام آیا ہی اس لئے تھا کہ شاہ و گدا کے امتیاز کو مٹا کر آدم کو بھائی بھائی بنا دے، برسوں کی مٹی ہوئی جبلتوں کو زندہ کرے اور ہر فرد کو اپنے جائز حقوق کے حصول کی آزادی دے۔ اگر دنیا منہاج رسالت اور طریق آل محمدؐ پر چلتی تو نہ معلوم آج بنی آدم ترقی کے کس زینے پر پہنچ گئے ہوتے

انقلاب فرانس نے آگے چل کر جس جذبہ آزادی کو بیدار کیا۔ انقلاب روس نے جس کو شاہراہ پر ڈال دیا اس کی بنیاد اصل میں اسلام کے اس درویش صفت شہنشاہ کے دور میں پڑ چکی تھی۔

قومی اطلاعات

تین نئے رسٹوران

(۰)

صفائی پسند اور اچھی چائے پینے والوں کے حلقوں میں یہ خبر بڑی مسرت سے سنی جائے گی کہ تین نئے ایرانی رسٹوران شہر حیدرآباد میں کھل چکے ہیں۔ جنکی وجہ سے شہر کی رونق میں اضافہ ہوگیا ہے۔ "مینار کیفے" چار مینار۔ "خیام کیفے" حمایت نگر یونیورسٹی روڈ۔ اور "کیفے سٹی" فتح میدان روبرو دیوے گوشہ محل ہائی اسکول۔ ناموں کی ترتیب افتتاح کی تواریخ کے لحاظ سے دی گئی ہے۔

مجلس ایصال ثواب

۳ر دسمبر کو شام کے ۵ بجے عبادت خانہ دارالشفا میں آقای حاجی حسین یزدی کے ایصال ثواب کی مجلس آقای سید محمد صادق کی جانب سے مقرر تھی۔ سید ابو الاعظین آقای سید شاہ عباس منصوری نے دنیا کی بے ثباتی پر بہ زبان فارسی ایک پُر اثر تقریر کی کہ دنیا میں جو آتا ہے اس کیلئے جانا لازم ہے اس لئے انسان کو چاہئے کہ ہمیشہ نیک کام کیا کرے۔ کیونکہ نیک نامی ہی انسان کیلئے باعث نجات و وسیلۂ آخرت ہے۔ مرحوم آقای حاجی حسین دوستدار ائمہ اطہار تھے۔ مرحوم کی عمر ۷۳ سال تھی موصوف نے اپنے وطن مالوف یزد (ایران) میں انتقال فرمایا۔ چونکہ آپ کے فرزند آقای سید محمد صادق ایک عرصہ سے حیدرآباد میں مقیم ہیں اس لئے یہ مجلس انہوں نے حیدرآباد میں برپا کی۔ حاضرین مجلس نے مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کرنے سورۂ فاتحہ پڑھی۔ آقای صادق کے اس غم میں ہم برابر کا شریک ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ایک مخصوص مرثیہ

روز یکشنبہ بتاریخ ۶ر دسمبر ۱۹۵۹ء بوقت ۵ بجے شام محب قوم ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب کے مکان پر ایک مخصوص مجلس عزا برپا ہوئی۔ جس میں حیدرآباد کے اکثر شعراء نے شرکت کی تھی۔ شاعر اہلبیتؑ علامہ نجم آفندی نے اپنا مرثیہ جو امام حسینؑ کے حالات سے متعلق تھا سنایا جسے بے حد پسند

کیا گیا۔ حاضرین مجلس کی چائے سے تواضع کی گئی۔ سامعین میں سابق میئر بلدیہ مسٹر شہاب الدین بھی تھے۔

انّا ماتم سخت است!

نہایت ہی حزن و ملال کے ساتھ یہ خبر سنی جائے گی کہ مولوی میر عابد علی صاحب سعید کے جوان سال فرزند میر باقر علی نے صرف چند گھنٹوں کی علالت کے بعد بمقام نلگنڈہ داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے چاہنے والے والدین کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

سید الشعراء نواب شہید یار جنگ بہادر کے مرحوم پوتے اور مولوی میر سخاوت علی صاحب نجم نبیرہ حضرت ناجی اعلی اللہ مقامہ کے نواسے تھے۔ نلگنڈہ ہائی اسکول کی جماعت نہم میں اگرچہ زیر تعلیم تھے مگر نہایت خوش طبع، ذہین اور ملنسار واقع ہوئے تھے۔ ۷ر دسمبر کی رات کو یکایک مرحوم کی طبیعت خراب ہوئی اور ۸ر دسمبر کی صبح کے دس بجے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی نلگنڈہ سے ذریعہ کار نعش مشہد (حیدر گوڑہ) اور وہاں سے الاوہ سرطوق مبارک لائی گئی ـــ الاوہ سرطوق مبارک سے میت دائرہ میر مومن صاحب قبلہ روانہ ہوئی۔ جنازہ میں مومنین کی کافی تعداد نے مشایعت کی۔ ابو الاعظین مولوی سید عباس حسین صاحب قبلہ مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور تلقین اول مولوی سید نقی حسن صاحب وقار نے پڑھی۔ مومنین نے فاتحہ خوانی کی۔ ہم اس صدمۂ عظیم میں غم دیدہ پدر کے ساتھ شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت اور والدین و پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا۔

جشن سالانہ!

بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی روز یکشنبہ رات کے ۸ بجے جشن ولادت باسعادت بمقام الاوہ بی بی مقرر ہے
امید کہ مومنین شرکت فرما کر کمترین کو ممنون فرمائیے

معرفت ـــ عباس علی خان مرثیہ خوان ـــ

خلف باور علی خان صاحب مرثیہ خوان مرحوم و مغفور
اور ... بعد ختم جشن زنانی جشن بھی ہوگا۔

... ۱۶

جو بونے سے پہلے بیجوں پر دوا چھڑک دیجئے

فصل کو خرابی سے بچانے کی انسدادی تدبیر

اگر آپ اس فصل میں جو اگانے کا ارادہ کر رہے ہیں تو جو کے ایسے بیج خریدیئے جو کیڑ کھائے اور خراب نہ ہوں۔ متعلقہ عہدہ دار زراعت آپکو بیج کے امراض دفع کرنے والے تین قسم کے ادویات اور فراہم کریں گے۔ خراب بیجوں سے جو پودے اُگتے ہیں ان پر سیاہ دھبے آجاتے ہیں اسی وجہ سے فصل خاطرخواہ نہیں ہوتی۔ اور حاصل بہت کم مقدار میں ہوتی ہے۔ اسی لیے اس بیماری کی روک تھام کے لئے اگر جو کے بیجوں کو بونے سے پہلے گندھک کے سفوف میں جسے اگر اسن جی ین یا سراسن کہتے ہیں مرک دیجئے۔ آپ ۲ سے ۱۰ تولہ تک گندھک ایک من جو کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ یا پھر اگر اسن جی۔ ین کے ۲/۱ ۸ تولہ اتنی مقدار کے لئے بالکل کافی ہے اگر گیلے علاج کی ضرورت ہو تو پھر ڈھائی تولہ سراسن کو سات سیر پانی میں ملایئے یہ ساٹھ سیر بیجوں کے لیے کافی ہوگا۔ بیجوں کے خشک بھر کائی کے لئے ۲/۱ ۲ تولہ اسی دوا کے اتنی ہی مقدار کے لئے کافی ہوں گے۔

فصل ربیع کیلئے اپنے کھیت کا بہتر استعمال

اگر آپ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور فصل خریف کے بعد ربیع کی فصل اگانا چاہتے ہیں تو پھر آپ وسط نومبر میں فصل کاٹ ڈالیئے اگر آپ کا کھیت تری ہے تو کھیت کاٹنے میں قطعاً پس و پیش نہ کیجئے۔ گورکھ پور (جو اتر پردیش میں ہے) کے تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ آلی فصل پر منفعت کما سکتے ہیں۔ مثلاً مسور، سٹرے، اور سیم۔ اگر آپ چاہیں تو جوار، باجرہ اور مکئی بھی بو سکتے ہیں، ربیع کی فصل وقت پر کاٹنے کی وجہ سے زمین کی زرخیزی بڑھنے میں مدد ملتی ہے اور آپ کو فائدہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اجناس کے علاوہ چارہ بھی مہیا ہو جاتا ہے۔

اتر پردیش کا محکمہ زراعت سفارش کرتا ہے کہ ربیع کی فصل کی پیداوار بڑھانے کے لیئے سوپر فاسفیٹ استعمال کیجئے ایک ایکڑ کے لئے ایک من سوپر فاسفیٹ کی مقدار کافی ہے جس کو آخری حل چلانے کے بعد سال کے بیج میں ڈال دیجئے۔

بقیہ قومی اطلاعات

سیدۃ النساء العالمینؑ!

حسب عادت قدیم ۲۰ جمادی الثانی رات کے آٹھ بجے چشمہ بی بی متصل قصر فلک نما پر جشن ولادت مقرر ہے۔

امید کہ بشرکت محفل قصیدہ خوانی اراکین انجمن کو ممنون فرمایا جائے گا۔

شہید یار جنگ

نوٹ

یہ انجمن تقریباً ۴۰ سال سے قائم ہے سرپرست انجمن امیر اعظم نواب تراب یار جنگ بہادر بالقابہ ہیں۔ سید الشعراء نواب شہید یار جنگ بہادر اسی انجمن کے معتمد ہیں۔ خزانہ داری کے فرائض قوم کے ڈاکٹر، ڈاکٹر میر احمد علی صاحب زیدی انجام دیتے ہیں۔ مولوی میر تیسین علی صاحب نبیرہ حضرت شفیق مرحوم (بادشاہی عاشورخانہ) انتظام کرتے ہیں تقریباً چالیس سال سے ہر سال ۲۰ جمادی الثانی کو یہاں وسیع پیمانہ پر جشن ہوتا ہے عقیدتمندان آل رسولؐ چراغ ہائے مراد روشن کرتے ہیں۔

گلشن اطفال



ماں کی خدمت

از سیدہ طاہرہ بیگم

خوش قسمت ہیں وہ جنکو ماں کی خدمت کا شرف حاصل ہو۔ ماں کی خدمت ہی ترقی کا اصلی سبب ہے ماں کی خدمت گزاری سے انسان دنیا میں عزت اور آخرت میں فلاح پاتا ہے۔ جب بیٹا اپنی ماں کی خدمت بجا لاتا ہے تو اس کی ماں اس کو دعاؤں سے سرفراز کرتی ہے۔

ماں کی پرستاری میں ہمارے اعلیحضرت اقدس کا جواب نہیں، اعلیحضرت نے جو خدمت اپنی ماں کی بجا لائی ہے اس کی مثال تاریخ میں بمشکل مل سکے گی۔ اعلیحضرت نے ماں کے احترام کی وہ مثال قائم کی ہے جس کی تقلید دوسروں کے لئے باعث کامرانی ہے۔ یہ حقیقت ہے افسانہ نہیں جبتک مادر دکن (نور اللہ مرقدہا) بقید حیات تھیں اعلیحضرت روزانہ سلام کو جاتے اور پچھلے قدموں واپس ہوتے تاکہ مادر دکن نور اللہ مرقدہا کی طرف پیٹھ نہ ہو یہ مادر دکن کی دل سے نکلی ہوئی دعائیں ہیں جو دشمنوں سے حضور کی حفاظت کرتی ہیں۔

خدا سے ہماری دعا ہے کہ خدا ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے اعلیٰ حضرت کی طرح اپنی ماں کی عزت و خدمت کر سکیں۔

زرین اقوال

شیر از ہفتہ و درکا کوئی مد مقابل نہیں ہو سکتا
(سرکار تق آگاہ)

نہیں ممکن

بلبل سے کبھی وصف گل تر نہیں ممکن
آئینہ سے اوصاف سکندر نہیں ممکن
ذرہ سے ثنائے شہ خاور نہیں ممکن
جبرئیل سے تعریف پیمبر نہیں ممکن
مقدور کسے شیر الٰہی کی ثنا کا؟
ہو سکتا ہے بندے سے کہیں شکر خدا کا؟

فرانس کا مشہور ڈاکٹر

ڈاکٹر کالی ہیٹن نے دس ہزار ایسی مطبوعات کو حفظ کر دیا تھا جو حکومت فرانس نے ضبط کر لی تھیں!

منتخب پاکستانی ہائی کمشنر!

بروہی برآہند!

(۲)

جناب اے۔ کے بروہی منتخب ہائی کمشنر پاکستان برائے ہند۔ ڈاکٹر عمر حیات ملک موجودہ ہائی کمشنر پاکستان سے عنقریب جائزہ لینے والے ہیں۔ ڈاکٹر حیات ملک ناسازئ مزاج کی وجہ سے رخصت پر بغرض علاج واپس جا رہے ہیں۔

جناب کے۔ بروہی ۲۴ دسمبر ۱۹۱۵ء کو بمقام گڑھی یاسین ضلع سکھر مغربی پاکستان پیدا ہوئے۔ بمبئی یونیورسٹی سے ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ کرنے کے بعد ۱۹۴۱ء میں وکالت شروع کی اور ۱۹۵۱ء میں صوبہ سندھ کے ایڈووکیٹ جنرل ہو گئے۔ ۱۹۵۲ء میں وہ پاکستان کی کابینہ کے رکن ہو گئے اور بحیثیت وزیر قانون دستور پارلیمانی ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء تک کارگزار رہے۔ اس کے بعد انہوں نے استعفیٰ دے دیا۔ پاکستان کی سپریم کورٹ کے اب سینئر ایڈووکیٹ ہیں۔

بحیثیت وزیر قانون و دستور پارلیمانی کام کرتے ہوئے مسٹر بروہی نے دستور سازی اور مقننہ کے [illegible] کو سنبھالا [illegible] پر نسپلز کمیٹی کی رپورٹ [illegible] مجلس دستور [illegible] پیش کی [illegible] دستور کی دفعات [illegible] قانون دستور [illegible] کرتے ہوئے [illegible]

فروری ۱۹۵۱ء میں جب [illegible] کونسل [illegible] تو مسٹر بروہی نے [illegible] انہوں نے [illegible] ۱۹۵۸ء [illegible] اسمبلی کے [illegible] اجلاس [illegible] پاکستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے [illegible] ۱۹۵۸ء میں جب یونسکو کے [illegible] بمقام پیرس منعقد ہوئی تو [illegible] پاکستانی وفد کی قیادت کی۔

مسٹر بروہی کو بچوں کی تعلیم سے غیر معمولی دلچسپی ہے [illegible] ۱۹۵۸ء [illegible] پاکستان [illegible]

کا بنیادی قانون" نامی ایک کتاب لکھی ہے جو خود ان کے الفاظ میں "آنے والی نسل کے وکلاء، جج، نظماء اور سیاستدانوں کی مدد کرنے اور جمہوری اصول اور دستوری حکومت کی روح پھونکنے کی غرض سے" تحریر کی ہے۔

مراجعت!

حیدرآباد۔ ۱۳ دسمبر۔ آج رات کی گرانڈ ٹرنک اکسپریس سے جوان سال مجتہد مولوی سید کلب عابد صاحب قبلہ مدظلہ ۱۰ ایام مجالس پڑھنے کے بعد مراجعت فرمائے لکھنؤ ہوئے۔ نامپلی اسٹیشن پر مومنین کی ایک کثیر تعداد نے درود کی گونج میں موصوف کو خدا حافظ کہا۔ نواب سید کاظم حسین صاحب واثق حقیقی داماد زادہ نواب سالار جنگ ثالث مرحوم و مغفور کی دعوت پر موصوف سلسلہ مجالس ذریعہ مولوی سید محمد اللہ صاحب اعلی اللہ مقامہ تیسری بار حیدرآباد تشریف لائے تھے۔

ہائی مجلس کی جانب سے موصوف کے اعزاز میں ۱۲ دسمبر کو ایک پُرتکلف عشائیہ ترتیب دیا گیا تھا۔ جس میں دوران سالار جنگی کے ننھیالی و ددیالی افراد کے علاوہ معززین شہر اور ممتاز افراد قوم بھی شریک تھے۔

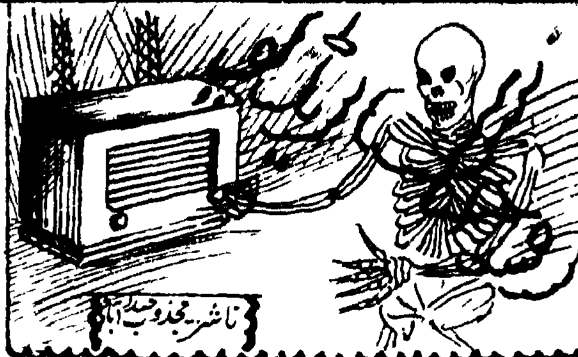
حضرت سید الشہداء!

(۵)

سلسلۂ مجالس دلیہ (برسی) حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام حضرت آقائی سید ابوالحسن اشہیر بہ میرن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ۔

مجالس [illegible] حسینیہ فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر واقع منڈی میر عالم روزانہ شام کے ۷ بجے منجانب [illegible] کمیٹی سید العلماء اعلی اللہ مقامہ منعقد ہیں۔ ان مجالس کو مولوی سید ضیاء الحسن صاحب قبلہ مبلغ مدرسۃ الواعظین خطاب فرما رہے ہیں۔

ان مجالس کا سلسلہ ۱۶ دسمبر تک ہے۔ [illegible] ایک سورہ فاتحہ سید العلماء [illegible] ارشاد فرمائیں۔



یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقام اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم فاعل یا مقام خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے۔ (ایڈیٹر)

ایک ہزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ شوقین فنکار کا مرید نکیتا رؤف اسد اللہ خان غالب کی فارسی غزل سن رہے تھے جس کا مطلع تھا ؎

بی مے نکند درتن من خامہ روانی
سرد ہست ہوا، آتش بی دود کجائی

اب لالہ ٹھنڈو رام ٹھنڈوی، ایک دُھواں دھار صاف فرماتے برفبار تقریر فرمائیں گے۔ آپ کی تقریر کا عنوان ہے ”سردی“

لالہ ٹھنڈو رام:—

روحانی دنیا کے دوستو! میں اس وقت مصنوعی طور پر گرمی پیدا کرنے کے لئے دو تولے سنگھ کھا کر ایک تولہ کستوری یعنی مشک خالص کا ضماد گلے پر کرکے حکیم بعنوان ڈاکس کا سائز ماترا لی کر۔ کانوں پر اُونی گلوبند لپیٹ کر گلے میں انگیٹھی لٹکا کر آگ تاپ تاپ کر بھاشن دینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس کے باوجود مارے سردی کے میری زبان سے الفاظ تھرتھراتے کپکپاتے اور کانپتے ہوئے نکل رہے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میری پیدا کی ہوئی آواز کی لہر بھی آپ کے کانوں میں برف بن کر داخل ہو رہی ہوگی۔ اُف ری سردی! معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کسی نے کرۂ ارض کو رفریجیریٹر میں بند کردیا ہے۔ یا کم سے کم کسی نے ہمارے دیش بھارت کو اٹھا کر اسکیمو کے دیس قطب شمالی میں رکھ دیا ہے۔ محمد اسمٰعیل میرٹھی نے لکھا ہے کہ ہمارے دیس میں چار موسم ہوتے ہیں ؎

جاڑا، گرمی، بہار، برسات
ہر رُت میں نیا سماں نئی بات

لیکن میں کہتا ہوں غلط ہے۔ ہمارے دیش میں صرف دو ہی موسم ہوتے ہیں۔ ایک ”سردی“ دوسرے ”شدید سردی“۔ تیسرا کوئی موسم نہیں۔ یہاں نہ صرف موسم سرد ہے۔ بلکہ عناصر بھی سرد ہو گئے ہیں۔ ہوا میں سردی ہے۔ پانی میں سردی ہے۔ مٹی سرد ہے۔ حد یہ ہے کہ آگ بھی سرد ہے۔ دیکھئے سینوں میں مہر و محبت کی آگ بجھ چکی۔ آندھرا پردیش میں اندھیر سینوں میں راکھ کا ڈھیر ہے۔ خلوص اور یگانگت کی چنگاریاں بجھ چکیں۔ حد ہو گئی کہ ”سرد مہری“ انتہا یہ کہ معشوق کے آتشیں رخساروں میں بھی سردی اور خنکی آگئی۔ چنانچہ شاعر کو کہنا پڑا ؎

برف سی جم رہی ہے ہونٹوں پر
کس کے رخسار آتشیں سے کہیں

اب عشاق کی نگاہ شوق کی گرمی کا بھی اثر اُلٹا ہونے لگا۔ یعنی نگہ شوق کی گرمی سے اب گلاب (یعنی ”عرق گلاب“) ٹپکنے لگا۔ اور گلاب کی نسبت سے متعلق حکیم شفاء الملک سے لے کر ڈاکٹر عزرائیل تک سب متفق ہیں کہ سرد ہوتی ہے۔ دیکھئے شاعر نے کہا ہے ؎

نگہ شوق کی گرمی سے پہنچ آیا ہے گلاب
یہ پسینہ نہیں ان کے رخساروں پر

آج ہر جگہ سردی کی گرم بازاری ہے ؎

کیا بتاؤں کہ ہے کہاں سردی
از زمیں تا بہ آسماں سردی

احباب کے دل سرد ہیں۔ غریبوں کے چولہے سرد ہیں روزگار کا بازار سرد ہے۔ پبلک سرونٹس عشق اور اعتماد منٹ کے دفتر پر برس رہی ہے۔ خلوص اور وفا تو منتظمین کے اسٹور برف کی الماری میں رکھے ہوئے ہیں۔ دوستوں سے خلوص و محبت کی گرمی دور ہو چکی ہے۔ ایثار و ہمدردی کی مشک کافور ہو چکی ہے — گرمجوشی کی بجائے سرد مہری ہے۔ حرکت و حرارت کی بجائے جمود و خمود ہے۔ دفاتر پر کہر برس رہی ہے نظم و نسق ژالہ باری سے متاثر ہے۔ وزراء کے بنگلوں میں شمع کافوری جل رہی ہے۔ دیانت داری، رشوت کی برف کے نیچے دب چکی ہے۔ ہم آہنگی و اتحاد و اتفاق و انتشار کی برف کی سلیں گر چکی ہیں۔ اب سردی اور

صاحبانِ اقتدار کے دل و دماغ پر اقتدار پسندی اور جلبِ منفعت کا کہر چھایا ہوا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ہمارے دیش میں کئی برسوں سے صرف ایک ہی مہینہ ہے۔ اور وہ ہے دسمبر۔ کئی برسوں سے یہاں دسمبر ہی چل رہا ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎

یہ دسمبر کا مہینہ، نصف شب اور ماہتاب
تل رہا ہے برف کے کانٹے پہ سردی کا شباب
جا رہا ہے رائیگاں اس طرح نور ماہتاب
جیسے بیوہ کا تبسم، جیسے مفلس کا شباب

سورج بھی مارے سردی کے صبح مشرق سے کانپتا ہوا نکلتا ہے۔ اور شام کو مغرب میں شفقی رنگ لحاف اوڑھ کر سو جاتا ہے۔ چاند رات بھر سلما ستارے کا کام کی ہوئی نیلی رضائی اوڑھ کر سردی سے ٹھٹھرتا رہتا ہے۔ بیلائے شب مارے سردی کے سی سی سی سی کرتی رہتی ہے۔ رات بھر سمندر کے دانت بجنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے دیش میں کئی شہر ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس مہان دیش میں صرف ایک ہی شہر ہے۔ اور وہ ہے۔ نیلگری۔ کیونکہ آجکل ہر شہر کی آب و ہوا نیلگری سے ملتی جلتی ہے۔ وہی برف وہی کہرا وہی سردی — سینوں کی بھٹیوں میں سرمایہ کو منجمد کرنے والی سردی! — قومی زندگی کی شریانوں میں خون کو جما دینے والی سردی۔ قومی خوشحالی اور ترقی کے راستے میں برف کی سلیں بچھا دینے والی سردی — حرکت و عمل، فلاح و ارتقا کو برفا دینے والی سردی! — نئی پود کو ٹھٹھرا دینے والی سردی — قومی ترقی کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو برف میں تبدیل کر دینے والی سردی! — کرۂ ارض کو کرۂ زمہریر میں تبدیل کر دینے والی سردی

دیکھنا یہ ہے کہ یہ دسمبر کا مہینہ کب کٹتا ہے برف کو پگھلا دینے والا اور بقول کملانے والا مارچ کا مہینہ کب آتا ہے۔ چور بازاری، بد دیانتی، رشوت خوری اور اقتدار پسندی کا یہ کہرا کب چھٹتا ہے — ترقی و خوشحالی کی کرنیں کب نمودار ہوتی ہیں — جمود و خمود کے رفتی جنگل کا دروازہ کب کھلتا ہے — وزیروں کو لیڈروں کے دل و دماغ پر جمی ہوئی برف کب پگھلتی ہے — نظم و نسق پر گرتے ہوئے برف کے تودے کب ہٹتے ہیں — بے ایمانی اور خود غرضی کی یہ ژالہ باری کب ختم ہوتی ہے —

آج ہمارے بچے مدرسے میں پڑھ رہے ہیں ؎

اُف ری سردی آہ ری سردی
سارے بدن میں برف سی بھر دی

نہیں معلوم وہ دن کب آئے گا جب ہمارے بچے یہ پڑھیں گے ؎

گرمی اور کردار کی گرمی
علم کی اور ایثار کی گرمی

بھگوان! اس رُت کو جلد بدل دے۔ عقل و دانش پر پڑی ہوئی اس برف کو جلد پگھلا دے۔ قومی زندگی میں پھر گرمی آ جائے۔ محبت اور ایثار کا بازار گرم ہو جائے — زندگی کے ہر شعبہ میں سرگرمی پیدا ہو جائے — فرقہ واریت اور تعصب کا کہرا چھٹ جائے۔ ہم ایک دوسرے سے گرمجوشی سے ملنے لگیں یہ دسمبر کا مہینہ ٹل جائے۔ مارچ کا مہینہ آ جائے۔ بسنت رُت آ جائے، خوشحالی کی سرسوں پھولے اور ہم گائیں ؎

پھر بسنت آئی، گئے جاڑے، ہوئی رُت خوشگوار
مسکراتی، ناچتی، گاتی ہوئی آئی بہار
جاگتی ہے صبح کو جیسے کوئی مست شباب
یوں اٹھی انگڑائیاں لیتی ہوئی صبحِ بہار
اُف ری سردی — سی سی سی —

روحانی دنیا کے دوستو! میرا ارادہ تھا کہ میں دھواں دھار تقریر اگر نہ سہی کم از کم گہر بار تقریر کر کے آپکا دامن سماعت موتیوں سے بھر دوں۔ لیکن ہمارے دیش کی زمہریرانہ سردی کی وجہ سے میری تقریر گہر بار کی بجائے کہر بار ہو گئی — اب مجھے اجازت دیجئے کہ مارے سردی کے الفاظ میرے لبوں سے اولے بن کر نکل رہے ہیں — میری زبان یو سفیہ کولڈرنک ہاؤس کی آئسکریم کی طرح بستہ ہو رہی ہے۔ اور ہونٹ فالودہ کی قاشیں بن گئے ہیں۔

ایک ہزار نوری میٹر پر یہ روحانی نشرگاہ ہے ابھی آپ لالہ کھنڈے رام بھسنڈوی سے تقریر سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں اجازت دیجئے۔ شب بخیر!!!

ہندوستانی آزادی اور امریکہ!

دوسری عالمگیر جنگ میں امریکہ کے صدر فرینکلن روزویلٹ نے برطانیہ پر زور دیا تھا کہ ہندوستان کو آزادی دی جائے۔ کئی وجوہات کی بناء پر وہ اس مرحلہ پر مسٹر ونسٹن چرچل کو ایسے اقدام کے لئے راضی نہیں کرا سکے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور ۱۹۴۷ء میں جب برطانیہ نے ہندوستان کو آزادی کی پیشکش کی تو اس کی پشت پر منجملہ دیگر باتوں کے امریکہ کا اثر و رسوخ اور دباؤ بھی تھا۔

گزشتہ ۱۴ برسوں سے ہندوستان اور امریکہ کے درمیان کئی امور پر اختلافات کے باوجود جو دوستی اور مفاہمت بڑھتی چلی آ رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ظاہر ہے کہ صدر آئزن ہاور کے دورۂ ہند سے اس مفاہمت اور دوستی کو بھاری تقویت حاصل ہو گئی۔ صدر ۹ دسمبر کو دلی پہنچے۔ اور ۱۴ دسمبر کو یہاں سے چلے گئے۔ اپنے قیام کے دوران میں آپ نے ہندوستانی لیڈروں سے بات چیت کی۔ امید کی جاتی ہے کہ اس براہِ راست بات چیت کے نتیجے کے طور پر دونوں ملکوں کے تعلقات نہ صرف مزید استوار ہو جائیں گے بلکہ دیرپا اور مستقل صورت اختیار کر لیں گے۔ اس موقعہ پر یہ جاننا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ امریکہ نے ہندوستان کی تحریک آزادی میں کیا کردار انجام دیا۔ یوں تو قریباً قریباً ہر ہندوستانی اس امر سے واقف ہے کہ جب ہندوستان انگریزوں کی غلامی سے چھٹکارا پانے کے لئے زندگی اور موت کی جدوجہد میں مصروف تھا تو امریکہ خاموش تماشائی کی طرح نہیں رہا۔ اس نے ان گنت ہندوستانی دیش بھگتوں کو اپنے ہاں پناہ دی۔ نہ صرف پناہ دی بلکہ ہندوستان کی آزادی کے لئے پراپیگنڈہ کرنے اور امریکی رائے عامہ کو اپنا ہم خیال بنانے کی پوری پوری آزادی بھی دی۔ اور تو اور امریکہ کے براڈکاسٹنگ سٹیشنوں پر بھی انہیں ہندوستان کی آزادی کا پرچار کرنے کی آزادی حاصل تھی۔ ۱۹۲۹ء میں فلیڈلفیا میں ہندوستانیوں اور معزز امریکیوں کا ایک عظیم اجتماع ہوا جس کی صدارت مرحوم ڈاکٹر جے ٹی سنڈرلینڈ نے کی جو "انڈیا ان بونڈیج" (محکوم ہندوستان) کے مصنف تھے۔ یہ بھاری جلسہ پنڈت جواہر لال نہرو کے اس تاریخی بیان کی حمایت میں ہوا تھا۔ جس کے ذریعہ انہوں نے پورن سوراجیہ (مکمل آزادی) کا اعلان کیا تھا۔ ہندوستان میں اس اعلان کی حمایت میں مظاہرہ کرنے کا سوال ہی نہیں تھا کیونکہ انگریز حکمرانوں نے تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے سخت سے سخت قوانین بنائے تھے۔ غیر ملکی پریس تک رسائی حاصل کرنا قوم پرستوں کے بس سے باہر تھا۔ یوں تو مٹھی بھر انقلاب پسند ہندوستانی جاپان پہنچ گئے تھے۔ مگر ان کی سرگرمیوں سے ہندوستان کی رائے عامہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔ کچھ اور انقلاب پسند یورپ کے مختلف ملکوں میں پھیل گئے تھے۔ مگر یہ لوگ بھی

اپنے ملک سے لوٹ لئے گئے اور بد دلی اور مایوسی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ۔۔۔ دیگر امریکہ ہی ۔۔ واحد ملک تھا جو غیر مبہم طور پر ہندوستان کی تحریک آزادی کی حمایت اور ان ہندوستانیوں کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔ جو وہاں پہنچ گئے تھے۔ امریکہ ایسے آزاد اور جمہوری ملک سے یہ توقع کرنا ایک قدرتی اور قابل فہم امر تھا۔ آخر یہ سب کچھ امریکہ کی آزاد اور جمہوری روایات کے عین مطابق ہی تو تھا۔

روزویلٹ کی کوششیں

حال ہی میں کئی ایسی باتوں کا انکشاف ہوا ہے جن سے یہ ۔۔۔ واضح ہو گیا ہے کہ امریکہ نے ہندوستان کی آزادی میں کیا رول ادا کیا۔ ان انکشافات کے مطابق فرینکلن ڈی روزویلٹ نے جو دوسری عالمگیر جنگ کے دوران میں امریکہ کے صدر تھے، ۔۔۔ برطانیہ پر کافی زور دیا تھا کہ ہندوستان کو آزادی دی جائے۔ حق تو یہ ہے کہ اس معاملہ میں ۔۔۔ روزویلٹ ہی نے کی تھی ان کا نظریہ ۔۔۔ ہندوستان بحیثیت ایک ملک جنگ میں ۔۔۔ گرمی سے مدد نہ دے تب تک اتحادیوں کی کوششیں ادھوری رہ جائیں گی۔ ۔۔۔ تو ہندوستان جنگی کوششوں میں شامل تھا لیکن ۔۔۔ دل خواہ ۔۔۔ روزویلٹ ۔۔۔ ان دنوں ۔۔۔ کا بھی ۔۔۔ کے سرگرم تھا ۔۔۔ وہ اسپرٹ اور وہ ماحول پیدا نہیں ہو سکتا جو جنگ جیتنے کے لئے ضروری ہے۔ ۔۔۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ہندوستانیوں سے یہ توقع کرنا بے معنی ہے کہ وہ دل و جان سے اتحادیوں کا ساتھ دیکر دنیا کی آزادی کے لئے لڑیں کیونکہ وہ خود آزاد نہیں تھے

چرچل سے بات چیت

فرینکلن روزویلٹ نے برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر ونسٹن چرچل کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کی۔ مشہور امریکی مصنف و جرنلسٹ ایڈگر سنو (۔۔۔) نے نیویارک ۔۔۔ ماہوار ریویو' میں اس بات چیت کا ذکر کیا ہے جو روزویلٹ اور ان میں ہوئی تھی۔ ایڈگر سنو نے لکھا ہے کہ صدر روزویلٹ کے ساتھ چین اور جاپان سے متعلق گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک ہندوستان کا ذکر چھڑ گیا۔ ۔۔۔ ان دنوں کی بات ہے جب ہندوستان کو ایک طرف سے جاپانیوں کے حملے کا خطرہ درپیش تھا اور دوسری طرف سے بغاوت کا۔ صدر کا اندازہ تھا کہ ہندوستانیوں کو بحیثیت مجموعی جنگ میں شامل کیا جا سکتا ہے اگر انہیں برابر کا ساتھی تصور کیا جائے۔ ایڈگر سنو نے لکھا ہے۔ صدر روزویلٹ نے مجھے بتایا کہ مجھے اب ہندوستان کے حالات سے بہت دلچسپی ہو رہی ہے کیونکہ میرا خیال ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا جب ہندوستان ہمارا مسئلہ بن جائے گا۔ مجھے اس سلسلے میں کچھ کرنا ہی ہوگا، میں نہیں جانتا کہ ونسٹن کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ میں نے اٹلانٹک چارٹر کانفرنس کے دوران میں جب ان سے بات کی تو میں نے یہ محسوس کیا کہ وہ (ونسٹن چرچل) ہندوستان کے بارے میں ضرور کچھ کرنے کے خواہاں ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ انہیں کیا کرنا چاہیئے۔ صدر روزویلٹ نے لازمی طور پر اس سے پہلے بھی ونسٹن چرچل سے تفصیل کے ساتھ بات چیت کی تھی۔ ایڈگر سنو کے بیان کے مطابق ۔۔۔ بات چیت کے دوران میں روزویلٹ نے تفصیل کے ساتھ انہیں بتایا تھا کہ ونسٹن چرچل اور ان کی



ٹوری پارٹی کیوں ہندوستان کو آزادی دینے کیخلاف تھے؟ روزویلٹ نے انہیں بتایا۔ "ہمیں اپنے یوروپین اتحادی دوستوں کو کہدینا ہوگا کہ انہیں ایشیا کے لوگوں پر اعتبار کرنا چاہئے۔ اور کہ ان میں اپنی حکومت آپ چلانے کی قابلیت اور صلاحیت ہے۔ یہ صرف ہندوستان برما اور ہند چینی ہی کے بارے میں نہیں بلکہ جاوا، ملایا یہاں تک کہ نیو گنی کے بارے میں بھی سچ ہے۔ ولندیزی یہی کہتے ہیں کہ جب وہ واپس جائیں گے تو وہ لوگوں کو حکومت سونپ دیں گے لیکن اس سے ولندیزیوں اور انگریزوں دونوں کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسی "سیلف گورنمنٹ" چاہتے ہیں جس کے تحت یورپ کے حکمران مزید ایک سو برس تک برسراقتدار رہ سکیں"۔ جدید تاریخ سے دلچسپی اور قریبی تعلق رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ روزویلٹ کا اندازہ بلکہ پیش گوئیاں کتنی صحیح نکلیں۔ روزویلٹ کا بظاہر یہ خیال تھا کہ ہندوستانیوں کے جذبات اور خواہشات سے ان کا قریبی رابطہ نہیں انہیں ہندوستانی لیڈروں کے ساتھ براہ راست تعلق نہ ہونے کا دکھ تھا۔ ہندوستان کے بارے میں ان کی واقفیت برطانوی حکومت اور سفارتی ذرائع کی اطلاعات پر مبنی تھی۔ اسی شدت احساس کے تحت ہی انہوں نے ایڈگر سنو کو یہ کام سونپ دیا تھا کہ وہ پنڈت نہرو تک ان کا پیغام پہنچا دیں۔ ایڈگر سنو نے لکھا ہے کہ پریزیڈنٹ روزویلٹ نے مجھے کہا کہ پنڈت نہرو کو میرا سلام کہدیجے میں نہیں جانتا کہ آیا وہ کبھی ہمارے ملک میں آئے ہیں۔ میرے خیال میں نہیں آئے ہیں۔ بہرحال ان سے کہدیجئے کہ میری خواہش ہے کہ وہ (نہرو) یہاں آئیں۔ میں ان سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ ان سے کہدیجئے کہ وہ مجھے خط لکھیں جس میں واضح طور پر یہ بتائیں کہ وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں"۔ ایڈگر سنو نے ۱۹۴۲ء میں روزویلٹ سے پھر ملاقات کی۔ ان کا کہنا ہے کہ تب بھی ہندوستان ان کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا کیونکہ روزویلٹ نے انہیں بتایا تھا کہ ونسٹن چرچل حقیقت میں ہندوستان کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ اپنے اس اعلان کی ذمہ داری سے بہتر کار انہیں پاتے کہ وہ (چرچل) ہز مجسٹی کی سلطنت کا دیوالہ نہیں نکال دیں گے"۔ اور جب ایڈگر سنو ۱۹۴۵ء میں روزویلٹ سے پھر ملے تو انہوں نے ان سے صاف کہدیا کہ "زمانہ بعد از جنگ میں امریکی پالیسی کا یہ بنیادی اصول ہوگا کہ وہ تمام نوآبادیوں کے قدیم لوگوں کو آزادی دلانے کی سعی کریگا اور انہیں منظم مگر تیز طریقے سے برابری حاصل کرنے کے لئے کام کریگا۔

وزارت خارجہ کے انکشافات

امریکہ کی وزارت خارجہ نے اس سال ۱۳ رجون کو جو کاغذات شائع کئے ان سے یہ بالکل واضح ہوتا ہے کہ روزویلٹ کی یہ قطعی رائے تھی کہ ہندوستان کو درجۂ نوآبادیات مل جانا چاہئے۔ نہ صرف پالیسی کی بناء پر ہی بلکہ اس لئے بھی کہ جنگ میں ہندوستان کا سرگرم تعاون حاصل کیا جاسکے۔ ان کاغذات کے مطابق اس مطلب کا مسودہ تیار کیا گیا تھا۔ اگر ۱۹۴۱ء میں کچھ اعلیٰ ترین امریکی افسروں میں اختلاف پیدا نہ ہوتا تو یہ مسودہ اعلان برطانیہ کو بھیج دیا گیا ہوتا۔ ۵ر اگست ۱۹۴۱ء کو اس مطلب کا ایک تار تیار کیا گیا تھا۔ جو اس وقت کے امریکی سفیر مقیم لندن، مسٹر جان ونینٹ

کو بھیجا جانے والا تھا۔ تار میں یہ تجویز کیا گیا تھا کہ آپ امریکی سفیر سر ونسٹن چرچل کو یہ پلان پیش کریں کہ

(۱) ہندوستان کو نوآبادیات کا درجہ دیا جائیگا۔

(۲) ہندوستان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور چین آپس میں ڈیفنس معاہدہ طے کریں گے اور

(۳) امریکہ مناسب طریقہ سے ظاہر کرے گا کہ وہ اس قسم کے معاہدہ کی مدد کریگا۔"

مسودہ میں یہ بھی درج تھا کہ "پریذیڈنٹ اور وزارت خارجہ کو یقین ہے کہ ایسا پلان تجویز کرنے کا یہ موزوں اور موافق موقعہ ہے۔ اور آپ کو اجازت دی جاتی ہے کہ آپ یہ پلان وزیر اعظم اور وزارت خارجہ کو پیش کریں۔" لیکن ریکارڈ سے ظاہر ہے کہ یہ تار نہیں بھیجا گیا۔ کچھ تو اسلئے کہ لارڈ ہیلی فیکس نے جو ان دنوں امریکہ میں برطانیہ کے سفیر تھے، حکومت امریکہ کو بتایا تھا کہ ہندوستان میں حالات حقیقت میں اچھے تھے۔ لہذا مزید رعایتیں دینا ضروری نہیں۔ لیکن اصل وجہ یہ تھی کہ امریکہ چرچل کو ناراض ہونے کا موقعہ نہیں دینا چاہتا تھا۔ ہندوستان کی آزادی کے متعلق جن کے احساسات کا امریکی حکام کو بخوبی علم تھا۔ بہرحال اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ نائب وزیر خارجہ اے، اے برلی نے برطانوی حکومت کے ساتھ بات چیت کرنے کی سفارش کی تھی۔ لیکن سمر ویلز نے اس کی سخت مخالفت کی۔ مسٹر برلی نے ۵ رمئی سنہ ۱۹۴۱ء کو ایک میمورنڈم میں لکھا تھا "ہندوستان موجودہ مسئلہ میں ہاتھ نہیں بٹا رہا۔ اور اگر ہندوستان کی یہ حالت جاری رہی تو وہ مستقبل قریب میں سارے علاقہ کیلئے زبردست خطرہ بن سکتا ہے۔ برطانیہ اس بارے میں بظاہر کچھ بھی نہیں کر رہا ہے۔ برطانوی گورنمنٹ نے یہ تجویز کیا ہے کہ ہم واشنگٹن میں ہندوستانی ایجنٹ جنرل کا تقرر قبول کریں۔ اس نے دلی میں سرگرم امریکی نمائندہ مقرر کرنے کی کوشش پر ناراضی کا اظہار کیا ہے۔" مسٹر برلی نے میمورنڈم کے ساتھ ایک اور مسودہ خط لگایا تھا جس میں یہ الفاظ درج تھے۔ "اس مقصد کے حصول کے لئے حکومت امریکہ امید کرتی ہے کہ ہز مجسٹی کی حکومت ہندوستان کو دوسرے کامن ویلتھ ممالک کی سطح پر لاکر اپنا شریک بنانے کی کوشش فوراً شروع کریگی اور ایسا ہونے کی صورت میں حکومت امریکہ واشنگٹن میں ایسے ڈپلومیٹک مشن کے تقرر کے سوال پر ہمدردانہ غور کریگی جو ہندوستان کی نمائندگی کرے۔ اور اسی طرح دلی میں امریکی نمائندہ مقرر کیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ سنہ ۱۹۴۲ء میں برطانیہ نے ہندوستان کو جو پیشکش کی اس کی پشت پر بھی دوسرے ممالک کی طرح امریکہ کا اثر و رسوخ اور دباؤ بھی تھا۔ اور آج جب کہ ہندوستان کو آزادی حاصل کئے ہوئے بارہ سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے۔ امریکہ کے ساتھ اس کا براہ راست تعلق قائم ہے۔ پنڈت جواہرلال نہرو امریکہ کا دورہ کر آئے ہیں۔ اور صدر آئزن ہوور ہندوستان کے دورے پر آرہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے براہ راست میل جول اور بات چیت سے دونوں ملکوں میں دوستی اور مفاہمت کو تقویت ملے گی اور عالمی امن کے لئے دونوں مل کر زیادہ سرگرمی سے کام کرسکیں گے۔



غریب ماں باپ کا بیٹا جو امریکہ کا صدر بن گیا!

جمہوری نظام میں ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں غریب سے غریب انسان کے لئے بھی ترقی کی راہیں کھلی رہتی ہیں بشرطیکہ وہ اولوالعزمی اور سوجھ بوجھ رکھتا ہو۔ صدر آئزن ہوور کے ماں باپ بھی بہت غریب تھے لیکن افلاس میں پلنے کے باوجود وہ خود اور ان کے بھائی امریکہ کی نامور ہستیاں بنے۔ کیسے؟ یہ ذیل میں پڑھیئے۔

شاید ابراہم لنکن کے وقت سے ابتک ڈوائٹ ڈی آئزن ہوور ہی دوسرے صدر ہیں جو غریب گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود وہائٹ ہاؤس میں قیام پذیر ہوئے ہوں۔ لنکن تو لکڑی کے ایک حجرے میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی محنت ایثار اور قابلیت سے امریکہ کے صدر بنے تھے اور آئزن ہوور بھی ایک ایسے ہی کنبے کے فرزند ہیں جو بہت ہی غریب تھا۔ انکی پیدائش سے کچھ وقت پہلے ہی اُن کے والد ڈیوڈ آئزن ہوور پنساری کی دکان چلاتے تھے۔ وہ دیوالیہ ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے سارا معاملہ ایک وکیل کے سپرد کیا اور اپنی ساری جائداد بھی اس کے حوالے کی تاکہ قرضہ اتارا جائے لیکن وکیل نے بھی ان سے دھوکا کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ساری جائداد جاتی رہی۔ اس المیہ کے کچھ عرصہ بعد امریکہ کے مستقبل کے صدر (یعنی موجودہ صدر آئزن ہوور) نے اس دنیا میں آکر پہلا سانس لیا۔ ابھی وہ دو برس ہی کے تھے کہ ان کے والد اپنے وطنی قصبے کو خیرباد کہکر ایبے لین (کنساس) چلے گئے۔ ان کے ہمراہ ان کی بیوی ایڈا اور تین بچے تھے۔ اور اُن کے پاس اس وقت کل ۲۴ ڈالر یعنی ۔/۱۱۴ روپے تھے۔ یہاں وہ ایک مسکہ خانہ میں پچاس ڈالر (۲۳۸ روپے) ماہانہ پر بطور انجنیئر ملازم ہو گئے۔ آنے والے بیس برسوں تک ان کی ماہانہ آمدنی دگنی سے زیادہ نہ ہو سکی۔ اسی قلیل سی آمدنی پر ان کی بیوی ایڈا اپنا گھربار چلاتی اور چھ بچوں کی پرورش کرتی۔ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جن ملکوں میں معیار زندگی بہت پست ہے ان ملکوں میں بھی ڈیوڈ آئزن ہوور کو ایک غریب اور تنگدست آدمی تصور کیا جاتا تھا امریکہ کی تو بات ہی کیا ہے۔



وقت گزرتا گیا۔ ڈیوڈ آئزن ہوور کے بچے تعلیم پاتے گئے اور برسر روزگار ہونے لگے کئی برسوں کے بعد جب ڈوائٹ آئزن ہوور فوج میں جرنیل کے عہدے پر پہنچے اور دوسری عالمی جنگ میں فتح پانے میں کلیدی حصہ ادا کرنے پر اُن کی عزت و شہرت کے ڈنکے بجنے لگے تو انہوں نے ایک موقعہ پر کہا۔ "جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو انہی غریب لوگوں میں سے ہوں۔ میں تو عام جنتا کا ہی فرد ہوں۔ بہت ہی عام اور معمولی جنتا کا۔ پہلے ہم بہت ہی غریب تھے لیکن امریکہ کی شان یہ تھی کہ ہمیں اس کا ذرا بھی یہ احساس نہیں ہوا کہ ہم بہت ہی غریب ہیں"۔

خاص بات!

ڈیوڈ آئزن ہوور اور ان کی بیوی ایڈا کے متعلق اہم بات یہ نہیں کہ وہ غریب تھے بلکہ اہمیت اس حقیقت کی ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں کی اس طریقے سے پرورش کی انہیں لکھایا پڑھایا اور پروان چڑھایا کہ وہ سب کے سب مختلف شعبوں میں اعلیٰ رتبوں اور قدر و منزلت اور جاہ و دولت کے منصبوں پر پہنچے۔ چنانچہ ان کے سب سے بڑے بیٹے کنساس شہر میں ایک معزز بینکر تھے جن کا انتقال پچھلے برس جنوری ۱۹۵۸ء میں ہوا۔ دوسرا بیٹا ایڈگر ٹیکوما (واشنگٹن میں) وکالت کرتا ہے تیسرا بیٹا ڈوائٹ امریکہ کا صدر ہے۔ چوتھا بیٹا رائے ۱۹۴۲ء میں انتقال کر گیا جو ایک کامیاب کیمیادان تھا۔ پانچواں لڑکا ارل بجلی کا انجنیئر ہے اور اب لاڈگر بینج الی نائز میں "سب اربن لائف" اخبار کا

جنرل منیجر ہے۔ سب سے چھوٹے یعنی چھٹے بیٹے ملٹن نے مرکزی سرکار کی ملازمت میں آئزن ہوور کے جنرل بننے سے بہت پہلے بھاری شہرت حاصل کی اور پنسلوینیا یونیورسٹی کے صدر رہا اور آج کل جان ہاپکنز یونیورسٹی کا صدر ہے۔ ان بھائیوں کی کوئی بہن نہیں تھی۔

مثال! امریکی اعلان آزادی کے مصنف اور سابق صدر جیفرسن چاہتے تھے کہ امریکہ میں ایسا نظام کار رائج کیا جائے کہ جس میں غریب ترین شخص بھی کروڑ پتی کا ہمدرد اور ہم رتبہ ہو۔ اگرچہ جیفرسن کی زندگی میں یہ بات عمل میں نہ آسکی لیکن چند نسلوں کے بعد آئزن ہوور خاندان کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ جیفرسن کا وہ خواب پورا ہوا اور غریب ترین امریکی کے لئے بھی ممکن ہو گیا کہ وہ اپنی محنت، شفقت، ایمانداری اور صلاحیت کی بدولت امریکہ کے سب سے بڑے عہدے پر بھی پہنچ سکے۔ اس طرح ایک مثال قائم ہو گئی۔ حالانکہ ... اعظم جو اہر لال نہرو نے امریکہ کے ... اور ... نظام کے متعلق ... کرتے ہوئے کہا کہ ... یہ امریکہ ان ملکوں ... دنیا میں ... ذاتی ... کی طرف زیادہ ... قدر کی ... سماج کے متعلق بعض باتیں بناتے اور ... مارتے رہتے ہیں۔"

حوصلہ مندی! ڈیوڈ آئزن ہوور ایک معمولی ... صدر آئزن ہوور کے والد ...

کردار اور کیریکٹر کے مالک تھے انہیں جو کھیتی باڑی اپنے باپ کی طرف سے ملی تھی اسے بیچ کر پنساری کی دکان کھول لی۔ انہیں کھیتی باڑی سے لگاؤ نہیں تھا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد دکان میں ان کا شریک نقدی لے کر کہیں بھاگ گیا۔ اور دکان کے نام پر قرضہ بھی چھوڑ گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ڈیوڈ آئزن ہوور کو یہ قرضے چکانے کے لئے اپنی ساری جائداد سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اس طرح اس نیک سیرت ایماندار آدمی کو دوسروں کے ہاتھوں دھوکا اور فریب کھانے سے زندگی بھر افلاس و مصیبت کی زندگی گزارنی پڑی۔ ایک مشین خانے میں اُن کے ذمے حقیقت میں ایک مستری کا کام تھا جو رہے وہ غیر واقف تھے لیکن زندگی بھر انجینئر بننے کی تمنا رہی تھی۔ چنانچہ انہوں نے خط و کتابت کے ذریعہ انجینئرنگ کا ... مکمل کیا اور ۱۹۴۲ء میں جب اُن کا انتقال ہوا تو یہ سند اُن کے ... ثبوت تھی کہ ڈیوڈ آئزن ہوور کس قدر محنتی جفاکش اولوالعزم اور ... تھے۔ آپ بڑے خدا پرست واقع ہوئے تھے اور محنت مشقت میں پورا اعتماد رکھتے تھے۔ ایڈا آئزن ہوور اپنے بچوں کو ہمیشہ یہی تلقین کرتی رہتی تھیں کہ "اپنے آپ پر بھروسہ رکھو!" "محنت کرو اور کماؤ" "اپنے پاؤں پر خود ایستادہ رہو۔" "زندگی میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو محنت مشقت سے جی نہ چراؤ۔ خدا نیک اجر دے گا۔" ... عملی طور پر ان کی نصیحت پر ہمیشہ عمل پیرا رہے جس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے سب کے سب

بیٹوں نے نام پایا اور دولت و ثروت بھی حاصل کی۔

محنتی کنبہ! ایبے لین میں ڈیوڈ آئزن ہوور نے جو چھوٹا سا مکان کرائے پر لیا تھا اس کے ساتھ تین ایکڑ زمین بھی اس میں وہ اپنے کھانے پینے کا سامان اگاتے۔ گھر میں کوئی نوکر وغیرہ نہیں تھا۔ لڑکے اس زمین میں کھیتی باڑی بھی کرتے اور پڑھتے بھی رہتے۔ مال مویشی بھی پلتے اور گھر کے دوسرے کام کاج بھی کرتے۔ جو سبزیاں ترکاریاں یا فصل چیزیں کھیت میں پیدا ہوتیں انہیں ایک گاڑی میں لاد کر قصبے میں جاکر گھر گھر بیچتے۔ اس طرح آئزن ہوور کنبہ گذر اوقات کرتا رہا۔ کچھ عرصے کے بعد سب سے بڑا بیٹا آرتھر بھی مسکہ خانے میں ۱۱۔ ڈالر ماہانہ (۵۲ روپے) پر ملازم ہوگیا۔ بعد میں کنساس میں جاکر کامرس ٹرسٹ کمپنی میں نوکری مل گئی۔ یہ کمپنی ترقی کرتے کرتے وسطی امریکہ کا ایک بڑا بینک بن گئی۔ آرتھر بھی ترقی کرتے ہوئے اس کا نائب صدر بن گیا۔ دوسرے بھائیوں کی بھی حوصلہ افزائی ہوئی۔ اور وہ بھی کام کاج کرنے لگے اس طرح آئزن ہوور کنبے کے اچھے دن آگئے۔ ڈوائٹ آئزن ہوور (صدر) بھی بڑے بھائی کے ساتھ مسکہ خانے میں فاضل وقت میں کام کرتے رہتے اور جو کمائی ہوتی اسے اپنی تعلیم پر لگاتے۔

دو بھائیوں کا سمجھوتہ اور ایثار! ایڈگر اور ڈوائٹ (صدر) دونوں بھائی ایک ہی جماعت میں پڑھتے تھے جب کالج کے درجے میں پہنچے تو انہوں نے اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لئے آپس میں ایک ایسا سمجھوتہ کیا جس میں بڑا ایثار اور سچی برادرانہ محبت پائی جاتی تھی۔ دونوں نے فیصلہ کیا ایک سال ایک بھائی کمائی کرتا رہے اور وہ آمدنی دوسرے بھائی کو سال بھر تعلیمی اخراجات کیلئے بھیجتا رہے۔ چنانچہ ایڈگر ایک سال نوکری کرتا اور ڈوائٹ کالج میں وہ سال پڑھائی میں لگاتا۔ دوسرے سال ڈوائٹ نوکری کرتا اور ایڈگر کو ۲ سو ڈالر بھیجتا تاکہ وہ تعلیم جاری رکھ سکے۔ اسی طرح دونوں بھائی ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ حتیٰ کہ تعلیم سے فارغ ہوگئے۔ آئزن ہوور کنبہ غریب تھا لیکن برادری میں اس کی بڑی عزت تھی۔ ان کی دیانت داری اور محنت کشی کے سب مداح تھے۔

چنانچہ اس کا ایک ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ جب ڈوائٹ (صدر آئزن ہوور) نے نیشنل ملٹری اکاڈمی میں فوجی تربیت کے لئے درخواست دی تو شہر کے تمام سرکردہ اور ممتاز رہنماؤں نے مقامی سینیٹر سے اس کی زوردار سفارش کی۔ بہرحال سینیٹر نے امیدواروں کا جو امتحان لیا۔ اس میں بھی ڈوائٹ کو سب سے زیادہ نمبر ملے اور آپ کو داخلے کے لئے چن لیا گیا۔ کچھ دنوں جب روس کے وزیراعظم خروشچیف کی امریکہ میں آمد کے سلسلے میں آئزن ہوور سے ایک اخباری رپورٹر نے پوچھا کہ آپ کے خیال کے مطابق خروشچیف کو امریکہ میں کیا چیز دیکھنا چاہیئے؟ تو اس کے جواب میں آپ نے کہا۔

بقیہ بر صفحہ ۱۳۰

هفته وار
(فارسی)
ایدیتر: سید صمصام شیرازی
مقام اشاعت: چادرگهات گیست حیدرآباد (۲) اندیا

دانشمندان نامی اسلام

۴۴ - زکریای قزوینی

جغرافیا نویس و طبیعی دان که در نزد اروپائیان بپلینوس

تالیف: دانشمند محترم آقای سید محمود خیری

مرسله دوست ارجمند آقای حسین ضابط مدینه هوتل

(۵)

زکریا ابن محمد قزوینی که در قرن سیزده میلادی نبوغ کرده و در سال ۱۲۸۳ میلادی وفات یافته کتابی بنام آثار البلاد و اخبار العباد در یک جلد جغرافی تالیف کرده و چنانکه حاجی خلیفه در کشف الظنون مینویسد کتابی بنام عجائب البلدان نیز دارد که اول آن باین عبارت شروع میشود (العزلک والجلال لکبریائک) اضافه براین کتابی بنام عجائب المخلوقات نیز دارد که عجائب ممالک و بلدان را در آن نوشته است لکن چون کتاب اخیر خلو از صحیح و سقیم است قدر و قیمت صحیح ندارد معهذا الشان در این کتاب به بسی مسائل مهم هیأت و جغرافی برمیخورد که قسمت زیادی از آن با معتقدات علمای عصر حاضر مطابقت میکند مثلاً میگوید:

زمین جسم بسیطی است - طبیعت آن سرد و خشک است بطرف وسط حرکت میکند می گویند زمین تقریباً کرویت و قسمتی که خارج از آب است، محدب است زیرا علمای هیأت خسوف را امتحان کردند و دیدند که در مشرق و مغرب در اوقات مختلفی واقع میشود زیرا اگر طلوع مهتاب یکدفعه صورت میگرفت در تمام ممالک یکسان بودی" بعد از آن که مقداری دیگر راجع به طبیعت زمین و غیره سخن میراند باز میگوید: "هیچ نقطه از قسمت ظاهر زمین بالا و یا پائین نیست چنانکه بعضی از اشخاص بی اطلاع از هیأت و هندسه تصور می نمایند که زمین بالا و پائین دارد"

قزوینی بسیار در این باب صحبت میکند و بطور تفصیل شرح عقاید و عقاید دیگران را نیز نقل می کند و وقتی که ما اظهارات او را با عقاید متأخرین مقایسه می کنیم می بینیم حقایق زیادی نوشته که دلیل برترقی علم هیأت در آن ادوار بوده است.

ابن اثیر در کتاب (تحفة العجائب وطرفة الغرائب) عین عقائد قزوینی را نقل کرده و اضافه بر آن میگوید: "انسان در هرجای زمین بایستد سر او بطرف آسمان و پایش بسوی زمین است و هیچ وقت از نصف آسمان را می بیند" تا اینکه میگوید: هرگاه زمین را سوراخ کنند بطرف از طرف دیگر سر بیرون می آورد مثلاً اگر در حدود بوشنج زمین را سوراخ کنند سر دیگر آن در چین بیرون می آید (بوشنج نام قریه ایست از نواحی هرات)

اگرچه بعضی از علمای مسلمین از قبیل ثعالبی بیرانی ابوریحان البیرونی موهومات ملل قدیمه را در هیأت از قبیل قرار داشتن زمین بر شاخ گاو پذیرفته و سایر آنرا حقیقت تصور کرده اند لیکن کروی بودن زمین نزد حکمای اسلام یک امر مسلم و ثابتی بوده است. حکمای مسلمین علاوه بر اینکه در مسئله کروی بودن زمین عقیدهٔ حکماء یونان را تائید کرده اند اغلاط آنها را نیز اصلاح کردند - مثلاً یونانیها معتقد بودند که زمین در جوف آب و آب در جوف هوا و هوا مانند زرده تخم مرغ در جوف فلک قرار گرفته است. لیکن محققین و علمای اسلام این عقیده را رد کرده اند - چنانکه علامه ابن خلدون در مقدمه تاریخ مشهور خود میگوید: "اکنون در کتب علمائیکه در اصول عالم نظر می کنند به ثبوت رسیده که زمین کرویست و محاط به آب است و عیناً شبیه به دانه انگوری است که روی آب افتاده و چون اراده خداوند بر آبادی زمین تعلق گرفت قسمتی از آن سر از آب بیرون آورد بعضی تصور می کنند که آب در زیر زمین قرار گرفته - در صورتیکه زیر زمین فقط عبارت از جوف و باطن کره است

(سلسله سوم ملی وقت)



کہ صدر امریکہ آئزن ہوور کی خدمت میں ترکی نے ترکستانی، پاکستان نے پاکستانی، افغانستان نے افغانستانی اور ہندوستان نے ہندوستانی مخصوص مسکہ پیش کیا۔ اگرچہ ہر جگہ یہ مسکہ امریکن پوڈر کے دودھ سے نکالا گیا ہے لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ صدر معز کو کونسا مسکہ پسند آیا ہے۔؟

کہ فلم اسٹار وجینتی مالا نے صدر آئزن ہوور کے آگے رقص کیا۔ گویا حکومت ہند نے جلیل القدر مہمان کو ہندوستان کا ناز، انداز اور کرشمہ دکھلا کر سعدی شیرازی کے اس مصرعہ کی توثیق کر دی۔
ناز و انداز و کرشمہ ہمہ با مردم ہند

کہ پنڈت پنت نے فرمایا کہ طلباء اپنے کردار کو بلند کریں اور اچھے شہری بنیں۔
مجمع سے آواز آئی کہ پہلے نیتی کو صاف ہونا چاہیئے تاکہ روشنی صاف ہو۔ کانگریسیوں کا خیال ہے کہ یہ کسی سوتنترا پارٹی کے لیڈر کی آواز تھی۔

کہ گھانسی بازار کے ایک حلوائی کو پولیس پیٹتے ہوئے تھانہ لے گئی (ایک خبر)
معلوم ہوتا ہے کہ گھانسی بازار کے اس حلوائی نے مٹھائی کی ٹوکری کی بجائے پولیس کے سامنے گھانس کا پولا یہ کہہ کر رکھ دیا
حلوہ خوردن را روئے باید

کہ بلدیہ کی روک تھام سے عوام کو شکایت ہے۔
ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ بلدیہ کی کس کس چیز سے عوام کو شکایت نہیں ہے۔ اسی کا نام ہی بل دیا عظیم

کہ راجہ جی سوتنترا پارٹی کا بڑا پہیہ بھی خود بنانے والے ہیں۔
کیا راجہ جی خود کو "خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ" ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

کہ سرکاری ضیافت کے موقع پر بھارت کی حکومت نے وجینتی مالا، ارذانی رما اور کملا لکشمن کے ذریعہ اپنا ناچ دکھلا کر صدر آئزن ہوور کا دل لینے کی کوشش کی ہے۔
کیا خوشامد ہو رہی ہے قرض لینے کے لئے۔

کہ ٹرافک مشاورتی بورڈ نے ٹرافک کے اصول کا پروپگنڈہ کرنے کئی ہزار کی رقم منظور کی۔
ٹرافک مشاورتی بورڈ نے یہ کئی ہزار کی رقم تجارتی اصول پر لگا رہی ہے تاکہ لاکھوں کا منافع جرمانہ کی صورت میں وصول ہو۔

مارننگ پوسٹ اینڈ پروویژن اسٹور

روبروئے اکونٹنٹ جنرل آفس سیف آباد حیدرآباد!

فون نمبر (۳۱۵۶)

یہاں اشیاء خورد و نوش۔ بریانی اور دیگر لوازمات نہایت پاکیزگی اور اصول حفظان صحت کے سا تھ تیار کئے جاتے ہیں۔



ماہوں کی طرح خوف اپنے بین مائیں اور وہاں کے لوگوں سے ملیں۔ وہاں ابھی کتنے ہی لوگ بقید حیات ہیں جنہوں نے میرا لڑکپن دیکھا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ وہاں لوگوں سے انہیں پتہ چلے گا کہ وہ کتنے غریب گھرانے میں پیدا ہوئے اور کس طرح افلاس میں ہی پرورش اور تعلیم پائی اور سب بھائی بڑے بڑے عہدوں پر پہنچے اور وہ خود امریکہ کے سب سے بڑے عہدے پر فائز ہوئے۔ ایک آزاد جمہوری ملک میں ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کے لئے بھی ترقی کی شاہراہیں کس طرح کھلی ہیں۔

اقوال جناب امیر انگریزی میں

آقای حسین ضابطہ کی کامیاب کوشش

(♥)

SAYINGS OF ALI (ع) کے نام سے باب علم جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اقوال کو یکجا کرکے کتابی صورت میں سیدہ الزہرہ کمیٹی کی جانب سے انگریزی میں شائع کیا گیا ہے۔ اس کے پیش کنندہ آقای حسین ضابطہ ہیں۔ جنکی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے آقای موصوف ایسی تحریکات میں ہمیشہ خوب دل کھول کر حصہ لیتے ہیں۔ چنانچہ قبل ازیں حضرت علیؑ کے اقوال مترجمہ فارسی کو دیدہ زیب چارٹ کی شکل میں طبع کروا کے ہزارہا چارٹ مفت تقسیم کئے تھے۔ اب یہ انگریزی کتابچہ بھی آقای حسین ضابطہ کی مالی اعانت اور ذاتی صرفہ سے طبع ہو کر تقسیم ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب موصوف کی کوششوں کو کامیاب کرے اور اجر عطا فرمائے۔

حقیقت میں حضرت علی علیہ السلام کے اقوال دینی و دنیوی فلاح و برکت کا موجب ہیں۔ ان کو جمع کرکے انگریزی میں م شائع کرکے ایک بڑی کمی کو پورا کیا گیا ہے۔ مختلف اقوال کو مختلف ابواب کے تحت عربی زبان سے انگریزی میں منتقل کرنا مشکل کام تھا جس کو بڑی احتیاط کے ساتھ سرانجام دیا گیا ہے۔ جس پر ناشرین اور پیش کنندہ لائق مبارکباد ہیں۔

کمر ... نقل آن بشمار می آید و هر جسمی بواسطه سنگینی بطرف همان جوف منتقل میشود. و غیر از بیان زمین عموماً جوانب و اطراف آن بشمار می آیند. و آبی که زمین را احاطه کرده روی خود زمین است و اگر گفته شود که قسمتی از آب زیر زمین واقع است آنهم نسبت با قسام دیگر خود زمین است. قسمتی از زمین که خارج از آب است عبارت از نصف کره می باشد و بشکل دایره ایست که آب از هر جهت آنرا احاطه کرده و آنرا بحر محیط یا اقیانوس مینامند. چنانکه گفته شد عقیده کروی بودن زمین در میان حکماء اسلام یک امر بدیهی بوده حتی مفسرین بزرگ در تفسیر آیاتی که ذکری از زمین آمده کروی بودن زمین را ثابت کرده و مخالف با این عقیده را سفاهت نسبت میدهد، حتی در تفسیر آیه (الذی جعل لکم الارض فراشا) تا آخر آیه که مفسرین قشری دلیل مسطح بودن زمین دانسته اند امام مذکور قول آنها را ذکر کرده و میفرماید: (این آیه را دلیل بر مسطح بودن زمین دانستن اشتباه بزرگی است زیرا کره وقتی بسیار بزرگ شد یک قطعه آن مثل مسطح قابل سکونت و زندگی خواهد بود)

قزوینی عجایب المخلوقات را در سال ۱۲۷۵ میلادی تالیف کرده آثار البلاد و عجایب المخلوقات هر دو در مصر و اروپا بطبع رسیده اند و بعضی از اروپائیها قزوینی را هم مانند مسعودی بلینوس شرق مینامند. قزوینی در کتابهای خود علاوه بر مطالب جغرافی در بعضی موارد متعرض تاریخ طبیعی نیز شده و شاید اول کسی است از مسلمین که متعرض این مبحث شده است.

* [illegible]

آیا میدانید

• دانشمندان میگویند که سر یک انسان مو قرمز بطور متوسط دارای ۹۰٫۰۰۰ و یکعدد موشکی در حدود ۱۰۵٫۰۰۰ مو و یک فرد مو طلائی در حدود ۱۴۰٫۰۰۰ مو می باشد.

• در تمام امریکای جنوبی فقط یک نوع خرس وجود دارد که آنرا خرس عینکی می نامند و تغذ اش نباتات میباشد از آن لحاظ عینکی می گویند که دور چشمان او حلقه سفید رنگی دیده میشود و از این حیث در دنیا بی نظیر است. وزن این حیوان در حدود ۹۰ کیلو است.

• وسیله عادی رفت و آمد در آلاسکا که آخراً جزو ایالات متحده امریکه شد یکنوع هواپیمائی است که روی یخ می نشیند و آنرا "اتوبیل فانوادگی" می نامند با این هواپیما همه گونه وسائل خانه و مزرعه حمل می شود و اگر دکتری بخواهد بیماری را عیادت کند یا خانمی بخواهد بسلمانی برود یا ماهیگیری بماهیگیری برود با این نوع هواپیما بمحل مورد نظر خود میروند!

• اگر یکی از دستهای ستاره دریائی قطع شود بجای آن دست دیگری میروید و با اینکه دست قطع شده بصورت یک ستاره دریائی دیگر در می آید بعضی از ستاره های دریائی حداکثر ۵۰ دست دارند ولی معمولی ترین آنها ستاره های دریائی پنج دست می باشد.

• سنجاقک با این حشره خوش رنگ و زیبا در مدت دو ساعت دو برابر وزن خود مگس بزرگ میل کند برخلاف عقیده عموم این حشره هیچگونه خرابی برای انسان تولید نمی کند.

• اهالی کشور روز با مخصوصاً مردم بنود آن سرزمین بیش از مردم دیگر میان صعوبات میخوا اهالی کلمبا بیش از سائر ملل تنند مصرف می کنند در جزیره آشلند بیش از همه شیر و نبات و مردم اسکوتلند بیش از همه گوشت مصرف میکنند.

زبان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے — خیر خواہ شاہ من آگاہ میر شیراز ہے

H.507

ہفتہ وار شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی — مقام اشاعت:- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴ — روز شنبہ — ۲۲ ڈسمبر ۱۹۵۹ء — م ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ — شمارہ (۷)

غزل

(مطلع) کیست این قصہ بیان کردہ کہ با ایقان نیَم | کیست این بیہودہ گفتہ من کہ با ایمان نیَم

مذہبے دارم کہ شُد آزاد از کار جہاں | بحث و ہم تفتیش گفتہ من بہ این و آن نیَم

گنبد خضری بگفتہ این چہ افسانہ بگوش | بہر ہر کس جز شہ دین منکہ مدحت خوان نیَم

اکتساب ضو کنم از آفتاب کربلا | بر سپہر چرخ بریں ہم کوکب تابان نیَم

طائر باب نجف گشتم بگفتہ نو بہار | مثل بلبل نغمہ زن در صحن ہر بستان نیَم

ظاہر و باطن مرا یکسان بود پیش نظر | مثل گوہر در صدف زنہار پنہان من نیَم

سیر گشتم از نعم ہر آنچہ حاصل شد مرا | دست شستم از زر و مالے کہ در ارمان نیَم

(مقطع) روح من عثمان پریدہ در ریاض کربلا
مثل بلبل گفت سدرہ من کہ در بستان نیَم

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۱۶ ڈسمبر ۱۹۵۹ء

حق کی فتح باطل کی شکست

فرمایا دہلی سے جو اعلان بابت امتناع کتاب خلافت معاویہ و یزید (نوشتہ محمود عباسی پاکستان) شائع ہوا ہے وہ قابل غور اور قابل ستائش ہے اور جس کی اشد ضرورت تھی کہ اس کتاب سے جو فتنہ و شر مابین فریقین اسلام پیدا ہوگیا تھا اوس کا سدباب ہوا اور دوسری طرف اس کتاب سے جو علاوہ تھے وہ سمجھ جائیں کہ انکی مدح سرائی حقیقت پر مبنی تھی یا نہیں۔

زیادہ — بر این مژدہ گر جان فشانم رواست

منقول از نظام گزٹ ——— مرقوم ۱۳ ارڈسمبر ۱۹۵۹ء

نقل مضمون شائع شدہ در اخبار نظام گزٹ مورخہ ۱۳ ارڈسمبر ۱۹۵۹ء روز یکشنبہ

کتاب خلافت معاویہ و یزید
دہلی میں پابندی عائد کردی گئی

دہلی :- ۱۲ ارڈسمبر:- دہلی اسٹیٹ کے چیف کمشنر نے ایک حکم جاری کرکے کتاب خلافت معاویہ و یزید پر پابندی عائد کردی ہے۔ اس کتاب کے مصنف محمود عباسی ہیں اور یہ دہلی سے شائع ہوئی ہے چیف کمشنر دہلی کے حکم کے مطابق کتاب میں ایسا مواد موجود ہے جس کا دانستہ اور شرانگیز مقصد یہ ہے کہ ہندوستانی شہریوں کے مختلف طبقات کے لوگوں میں دشمنی اور منافرت پھیلائی جائے۔ (س، ح، ک) مرقوم ۱۳ ارڈسمبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

سینیر پرنسز کی آمد حیدرآباد میں ۱۹ر ڈسمبر ۱۹۵۹ء

(Senior Princess) (بعد دو سال)

(اقامت دبیر کت ویلا)

فرمایا اونھوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ ان کا بڑا صاحبزادہ مکرم جاہ لندن میں مصروف تعلیم ہیں (غالبًا یہ دوسری قسم کی ہے) مع جدید رفیقۂ حیات۔ لہذا ان کے ہمراہ صرف مفخم جاہ آئیں گے کیونکہ کرسمس کے تعطیلات شروع ہو گئے ہیں اور ماں بیٹا کا قیام یہاں کم و بیش ایک ماہ تک رہے گا۔

یہ سنکر میں نے جواب دیا مناسب ہے۔

مگر دوسری طرف خود غرض اشخاص کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اس دوران میں کوئی نازیبا حرکات کرکے اونکے قیام کو تکلیف دہ نہ بنائیں جیسا کہ گذشتہ وقت ہوا تھا۔ اور غیر متعلقہ امور میں بے جا مداخلت نہ کریں۔ ورنہ نتیجہ اسکا انکے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ اسی کے مدنظر مکان مذکورہ میں احتیاطی انتظام رکھا گیا ہے تاکہ امن و امان قائم رہے۔

دیگر یہ بھی خبر ہے کہ اسی آمد کی وجہ سے شاید سینیر پرنس جوکہ اسوقت بمبئی میں بغرض علاج مقیم ہیں وہ یہاں آجائیں۔ مگر یہ یقینی نہیں ہے بلکہ ایسا سنا گیا ہے۔ لہذا معلوم نہیں یہ کہاں تک صحیح ہے ——— مرقوم ۱۴ر ڈسمبر ۱۹۵۹ء

گفت این قیس بہ روئے لیلیٰ ؛ قصۂ عشق بہ پایان آمد

فرمایا وہ اشخاص جنہوں نے یہ آواز اٹھائی تھی کہ کتاب موسوم بہ خلافت معاویہ و یزید کے ساتھ دوسری کتاب موسوم بہ اموی دورِ خلافت پر بھی گورنمنٹ امتناع عائد کرے ۔ تو اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک معاملہ تو ختم ہو چکا ۔ اور دوسرا معاملہ زیرِ غور آگیا ۔ مگر قطع نظر اس کے اگر واقعی کتاب موخر الذکر بھی اسی قابل ہوگی تو وہ بھی ضرور ایک دن اسی پنجۂ آہنی میں آجائیگی ۔ برخلاف اسکے قیاس کہتا ہے کہ اس سے وہ شاید محفوظ رہے کہ آزاد مشربوں کے خیال میں اس میں بظاہر کوئی بات قابلِ اعتراض ایسی نظر نہیں آتی کہ اس پر بھی گرفت ہو بلکہ تیرہ سو سال کے جو مختلف فیہ مسائل مابین فریقین غیر تصفیہ شدہ تھے اُن کا اس میں اعادہ کیا گیا تھا غالباً اسوجہ سے کہ معاملہ زیرِ بحث کی تشریح اچھی طرح ہو جانے جو مسخ کرکے بیان کئے گئے تھے ۔ مختلف مذہبی کتب سے لہذا اسکے سوا کوئی جدید بات اس میں نہیں تھی ۔ اب رہا لکھنے والے نے کیوں اس رنگ میں لکھا تو ہر فریق اپنے مذہب اور عقائد کی روشنی میں لکھنے پر مجبور رہے ۔ مگر ساتھ ہی اس کے طرزِ بیان اسمیں شک نہیں کہ مہذب تھا ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ صاحب ذی علم معمر ہیں یعنے سید محمد باقر نقوی ۔ مدیر اخبار را اصلاح لکھنؤ ۔ جیسا خود طرزِ تحریر سے ظاہر ہے کہ زبان ثقہ ہے ۔ اور معلومات علمی کافی رکھتے ہیں ۔

ف ۲ بہر حال پردۂ غیب میں کیا رکھا ہے اس کا علم بجز خدا دوسرے کو نہیں ہے تاہم اتنا ضرور ہے کہ سب اصحابِ صداقت شعار کی الماریوں میں اس کتاب کو جگہ مل کر رہے گی کہ وہ ہمیشہ حق کلمات سننے کے عادی رہے ہیں اور ہر چیز کو جب تک عقل و خرد کی کسوٹی پر کس کر دیکھ نہ لیں کوئی حرف قطعی زبان سے نہیں نکالتے ہیں ۔ اور یہی ان کا طغرائے امتیاز رہا ہے ۔ بقول

جز بابِ علم آنکہ بود مخزنِ علوم ؛ ما پیش ہر درے کہ نگوں سر نمی کنیم

مرقوم ۱۵ ارڈ بہشت ۱۱۵۹ف ——— (منقول از نظام گزٹ)

اھلاً وسھلاً

پیش شدہ در نذری باغ

کتاب خلافت معاویہ و یزید پر امتناع کے اعلان کی مسرت میں نذری باغ سے جو بیان بعنوان "حق کی فتح باطل کی شکست"۔ نظام گزٹ مورخہ ۱۳ رجمادی الثانی ۱۳۷۹ھ میں شائع ہوا ہے۔ ان پانچ سطور میں جو حقائق مسطور ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ خصوصاً ختم بیان پر جو مصرعہ رقم طراز ہے اسکے پڑھنے سے صاحب نذری باغ کے خلوص دل اور اہلبیت پاک سے والہانہ مودت و محبت و آزاد مشربی کا ثبوت مل رہا ہے۔ (وہو ہذا)

بریں مژدہ گر جان فشانم رواست

مختصر یہ کہ اہل ایمان کی گردنیں خم ہیں منجانب شیعہ کمیونٹی بعد دعا ہدیۂ تشکر بارگاہ سلطان العلوم میں گزراننے کی عزت حاصل کی جاتی ہے سے "زندہ باد عاشق آل محمدؐ زندہ باد"

بتاریخ ۱۴ رجمادی الثانی ۱۳۷۹ھ م ۱۵ دسمبر ۱۹۵۹ء

گذرانندہ

(۱) محمد عون افندی سرگروہ گروہ حضرت ابوالفضل العباسؑ
(۲) حیدر حسین سرگروہ گروہ جعفریؑ
(۳) میر احمد علی صدر انجمن پروانۂ شبیرؑ
(۴) آغا عبدالحسین تبریزی مالک امیر ناچ
(۵) میر اکبر علی نیرؔ نادر قلم منتظم گروہ

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ ولادت معصوم صاحبزادہ ممتاز علیخان بطنی صاحبزادی مشہدی بیگم

(بطنی لیلےٰ بیگم در عدن باغ)

بتاریخ ۱۶ ردسمبر ۱۹۵۹ء م ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ یوم چہارشنبہ)

(وقت پونے ۹ بجے شب)

قسمت معصوم بنگر در جہاں ممتاز شد | در ہمہ امثال و اقران وجہ فخر و ناز شد
این ندا آمد ز سمت مشہدے عثمان شنو | از برائے کامرانی این چہ لیلےٰ باز شد

(ذرہ شاد)

زمانہ مبارک باشد بہ عمر طویل و توفیق جزیل بہ طفیل امام ہشتم بادشاہ خراسان۔

(منقول از نظام گزٹ) —— مرقوم ۷ ردسمبر ۱۹۵۹ء

قطعہ در توصیف کتاب اموی دور خلافت نوشتہ مولوی سید باقر صاحب مدیر اصلاح کھجوا

بجواب کتاب خلافت معاویہ و یزید نوشتہ محمود عباسی پاکستانی

پنہاں تھا جس میں بغض کہ شعور و زباں ہوا | پوشیدہ تھا جو راز سر اہم عیاں ہوا
دیکھئے ست نامۂ باقر نے یہ کہا | کس شان سے یہ قصۂ دلکش بیاں ہوا

(واقعی نائب دیدانشت)

(منقول از نظام گزٹ) —— مرقوم ۷ ردسمبر ۱۹۵۹ء

میرا مولا ابو الائمہؑ ہے

حلقہ میلاد النبیؐ (بازار گارڈ) میں مولانا سید محمود صاحب مفتی خطیب مکہ مسجد سے ملاقات ہوئی صاحب موصوف نے مجھ سے بیانات ذیل فرمایا کہ:۔

خطیب رہبر ہمدم نے میرا نام اپنے اخبار میں (بسلسلہ کتاب معاویہ و یزید) اس لئے لکھا ہے کہ شاید اوروں کی طرح خدا نخواستہ میرا بھی ایمان ڈانواں ڈول ہے وہ خود نہ ادھر کا ہے نہ ادھر کا۔

ہر جمعہ کو میں خطبہ میں امام المشارق و المغارب اسد اللہ الغالب امام الدین ابو الائمہؑ نفس رسولؐ زوج بتولؑ کا اسم گرامی لیا کرتا ہوں اور یہ میرا فرض ایمانی ہے۔ (بہت خوب ارشاد ہوا)

۱۷ ردسمبر ۱۹۵۹ء

بیان —— فرستادہ علمی افندی

نوٹ: اس حد تک بیان مفتی صاحب کا درست ہے مگر بحث صرف مقدم و مؤخر کی ہے جبکہ دنیا کا مسلّمہ کلیہ ہے

"جانے فراز دار پہ شیخ نما شود" اور نظری باغ کہتا ہے۔

" قیاس کن ز گلستان من بہار مرا "

(منقول از نظام گزٹ)

"سم سی امتناع کتاب خلافت معاویہ و یزید"

(شامل کتاب زیر ترتیب)

(مطلع) مدح و ثنا فنا چو برائے یزید گشت | آنکس کہ این نوشت چہ رنگش پرید گشت
از خوف امتناع چو جاری شدہ بگفت | اوراق این کتاب کہ قبض و برید گشت
از بہر آنکہ کردہ ستایش ہمہ غلط | در لعن و طعن نیز کہ اہل من مزید گشت
مردا چون بہ راہ خدا از کف خودش | ابن علی نبیؐ تو کہ شاہ شہید گشت
بادہ بگفت پیر مغان از رہ کرم | بہر نشاط حیدر نمد برائے خرید گشت
چون بود پاک و نیز مصفا ز اعتراض | در چشم دین حسین کہ فرد فرید گشت

(رندانہ) (مقطع) وابستہ شد بہ کرب و بلا او صد بیانت
عثمان کہ از ازل بہ کفش ہم مرید گشت

(منقول از نظام گزٹ ۱۸-دسمبر ۱۹۵۹ء)

تبصرہ بر تحریر چند نمایندہ ہائی گروہان داخل شدہ در نذری باغ نہج نب شیعہ کمیونٹی در حیدرآباد

(جو طبع ہو چکی ہے نظام گزٹ میں یوم پنجشنبہ گذشتہ)

فرمایا یہ پیش کرنے والے وہی ہیں جو چند سال قبل نذری باغ کے مذہبی مضامین پر جو کہ نظام گزٹ ہو یا شیراز میں طبع ہوتے تھے۔ دریدہ دہنی سے کام لیتے تھے۔ اور آج جامہ کہنہ بدل کر لباس مدح سرائی میں خود کو ظاہر کرتے ہیں۔ بقول۔ این گل دیگر شگفت۔

بہر حال ایسے مذموم کردار سے دوشناس ہوتے ہیں انکے قول و فعل پر ہرگز بھروسہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اونکے تحریرات کی نذری باغ میں کوئی وقعت ہے جو ہوا کا رخ دیکھ کر چلتے ہیں جس سے ان کا ناعاقبت اندیشی یا خود غرضی زود یا بدیر ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

الحاصل ساکن نذری باغ کسی کی دعا یا مدح و ثنا کا خواہاں ہے اور نہ کسی کی ہرزہ سرائی سے وہ متاثر ہوتا ہے جبکہ دنیا خوب جانتی ہے کہ وہ بالطبع آزاد مشرب پیدا ہوا ہے اور بغیر نیوں لومۃ لائم جادۂ مستقیم پر گامزن ہے اور انشاء اللہ آیندہ بھی ایسا ہی رہے گا۔

بمصداق قطب از جا نمی جنبد

خلاصہ یہ کہ ایسے ہی قماش کے لوگوں کی تعریف میں مشہور مقولہ ہے

ما نعوبہ نی شناسیم پیران پارسا را

(منقول از نظام گزٹ) مرقوم ۱۸ر دسمبر ۱۹۵۹ء

صحت ایک مصرعِ دوم شائع شدہ امروزہ در نظام گزٹ

متعلق نظم اِمتناع کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید"

فرمایا اُس میں لفظ کے سہو کتابت سے رہ گیا تھا در آں حالیکہ یہ ہونا چاہیے تھا۔ یعنے
ازخوفِ امتناع بہ جاری شدہ بگفت : اوراقِ آن کتاب کہ قطع و بُرید گشت

نوٹ۔ اگر آیندہ صحت کے ساتھ کلام نذری باغ طبع نہ ہو سکا تو نظام گزٹ میں
طبع ہونا موقوف ہو جائے گا اور اُس کا دوسرا انتظام ہوگا۔

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۱۹ ار ڈسمبر ۱۹۵۹ء

۷۸۶
۹۲

قطعۂ تاریخ

ولادتِ معصوم صاحبزادہ ممتاز علی خان سلمۂ فرزند نواب محمود جنگ بہادر
نبیرۂ حضرت یلےا بیگم صاحبہ۔ در عدن باغ
مبارک باشد، باشد مبارک

بتاریخ ۱۶ ار ڈسمبر ۱۹۵۹ء
مطابق ۱۵ ار جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ

یوم چہار شنبہ
بوقت پونے ۹ بجے شب

سلامت رکھے تم کو شاہِ خراساں
خداداد تاریخ نکلی ہے حلمی

زباں پر وہ مشہد کے نادِ علیؑ ہے
(صاحبزادی مشہدی بیگم سلمہا)
یہ دُرِّ عدن باغ ممتاز علیؑ ہے

۱۹ ۶ ۵۹

حلمی آفندی

مرقوم ۱۹ ار ڈسمبر ۱۹۵۹ء
منقول از نظام گزٹ

یاعلیؑ

گُلِ مشہدی محمود

بہ دُختِ شاہ ایزد داد آے صمصام فرزندے : بلے فرزند با نو مشہدی شہنازی باید
چو این مولود را ممتاز علی سرکار بن نامید : بگفتم پورِ محمود علیؑ ممتاز می باید

گذرانیدہ
جاں نثار سید صمصام شیرازی
تحریر ۱۷ ار ڈسمبر ۱۹۵۹ء روز پنجشنبہ

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ طغرائے امتیاز برائے ہفتہ وار شیراز

(جس کا مدیر صمصام شیرازی ہے، اہل عجم سے)

فرمایا میری غزل کا یہ مطلع و مقطع ہے (جو امروز نظام گزٹ میں طبع ہوئی ہے، لہذا یہ دو شعر کو ملا کر قطعہ بنایا ہے) جو نقادان کلام کے ملاحظہ اور داد کے قابل ہے، بشرطیکہ مثل نذری باغ وہ آزاد مشرب ہوں۔ بقول ہر رنگ ضرر ندارد ۔ ہو ہذا ۔

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا ؛ وفور عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا

مٹا کر آپ کو عثمان یہی کہتا ہے ہر اک سے ؛ کوئی باب نجفؑ کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

——— مرقوم ۲۱ ۔ ڈسمبر ۱۹۵۹ء

منقول از نظام گزٹ

ہدیۂ امتنان و تشکر

سرکار حق آگاہ نے خاص طغرۂ امتیاز سے ہفتہ وار شیراز کو مفتخر فرمایا ہے۔

ادارۂ شیراز اس اعزاز و امتیاز پر نازاں ہے۔ عزاین لطف گر جان فشانم رواست ۔ چنانچہ یہ طغرائے امتیاز آیندہ اشاعت سے طغرۂ شیراز میں استعمال کیا جائیگا۔ کیونکہ شیراز کی آیندہ اشاعت سرکار حق آگاہ کی مبارک و مسعود سالگرہ کے موقع پر یعنی غرۂ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۵۹ء روز جمعہ ہوگی ۔ (صمصام شیرازی)

سعیب ... سوئی
فرماتے ہیں کہ بے وفائی آدمی کی قدر گھٹا دیتی ہے۔

ایک مخمور سانپ کی طرح شاہراہوں پر لہراتی ہوئی دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں بل کھاتی ہوئی تیزی کے ساتھ چلائی جاتی ہیں۔ لیکن ان کا چالان نہیں کیا جاتا۔ ایسے شہریوں سے گنہگاروں کا تا حال سدباب نہیں ہوا جو موٹر کے چنگھاڑتے ہوئے ہارن کو بار بار استعمال کر کے راہگیروں کا بھیجہ ہلا دیتے ہیں اور کان پھاڑ دیتے ہیں۔ اور اس بات کا قطعاً احساس نہیں رکھتے کہ انکی اس حرکت سے دوکانداروں اور راہرؤوں کو کس قدر شدید تکلیف ہوتی ہے۔ جس طرح افضل گنج اور چادر گھاٹ کے پل پر رفتار کی پابندی سختی سے کی جاتی ہے اگر اسی طرح شہر کی جملہ شاہراہوں پر ہر سواری کی رفتار پر نظر رکھی جائے تو حادثوں کی تعداد میں معتد بہ کمی ہوگی۔ اس کے ساتھ شاہراہوں کی فضا کو بھی بغیر سائلنسر کی موٹر سیکلوں اور بے ہنگم ہارن بجانے والوں کی باز پرس کر کے نعارف رکھا جائے تو دوسرے متمدن شہروں کی طرح یہاں کے شہری بھی اطمینان کا سانس لے سکیں گے۔

پرواز
ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

ٹریفک کے انتظامات

آزادی کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہوئی آبادی میں شاہراہوں پر ٹھیک طور پر چلنے کا شعور پیدا کرنا ٹریفک پولیس کا کام ہے مگر یہ کام جتنا بظاہر آسان اور معمولی نظر آتا ہے در اصل اسی قدر مشکل ہے۔ آزادی کے نشہ میں مخمور اور جاہل عوام کو شاہراہوں کے صحیح استعمال کے اصول سکھانا دقت طلب کام ہے آزادی حاصل ہونے کے مروجہ قوانین کے پابندی کا احساس دن بہ دن عوام میں کم ہوتا جارہا تھا۔ چنانچہ ایسے حالات میں آئرسرا پر ٹریفک پولیس نے روز افزوں بڑھتی ہوئی ٹریفک کے مد نظر کچھ عرصہ قبل ٹریفک ہفتہ منایا۔ بڑی شاہراہوں چوراہوں اور ٹریفک کے جزیروں پر مختلف کہاوتوں اور انگریزی جملوں کی تختیاں لگائی گئیں ڈیمانسٹریشن وین Demonstration Van کے ذریعہ راہ گیروں کی رہنمائی کی گئی۔ اس کے ساتھ شہر کے مختلف حلقوں میں ٹریفک پولیس اسٹیشن بھی قائم کئے گئے۔ ان اسٹیشنوں پر فی الحال بلا نمبر کی یا اور طور پر پکڑی ہوئی درجنوں رکشائیں گاڑی ہوئی نظر آتی ہیں یا بغیر قندیل کی سیکلیں پکڑی جاتی ہیں ٹریفک کے انتظامات کے لئے اوقات دفاتر و مدارس پر پولیس متعین رہتی ہے جیسے حادثات میں کمی ضرور ہوئی ہے لیکن جو کوششیں اور پروپگنڈہ کیا گیا اس کے تناسب سے خاطر خواہ نتائج بر آمد نہیں ہوئے چنانچہ اب بھی موٹریں اور لاریز تیز رفتار سے چلائی جاتی ہیں۔ اور راہ گیروں کی جان کے لئے شدید خطرہ کا باعث ہیں۔ لیکن ان کی رفتار کی خلاف ورزی کے سلسلہ میں قابل باز پرس نہیں سمجھا جاتا۔ اب بھی موٹر سیکلیں بغیر سائلنسر کے شور قیامت برپا کرتے ہوئے

سلام فقیر بہ پیش گاہ امیرؑ

از جناب عینی شاہ صاحب نظامی مرحوم

مرحوم عینی شاہ صاحب نظامی کی ذات ہمارے کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے مرحوم حنفی مذہب کے مرشد اور مشہور عالم تھے آپ نے حضرت امیرؑ کی شان میں اپنی تحقیقات کا نچوڑ حوالہ جات کے ساتھ ۱۵ اسلام کی شکل میں نذر عقیدت کے طور پر پیش کیا ہے وہ درج ذیل ہے۔ خدا مرحوم کو جزائے خیر دے آمین

(رشید صمصام شیرازی)

سلام اُس پر جو باب اللہ ہے	ینابیع مودت ص۴۹۶
سلام اُس پر جو دست خدا ہے	ابن مردویہ
سلام اُس پر جو سیف اللہ ہے	سمہودی در خلاصۃ الوفا ص۲۷
سلام اُس پر جو صفوۃ اللہ ہے	ابن مردویہ و ابوسعد فی شرف النبوۃ
سلام اُس پر جو ولی اللہ ہے	دیلمی ص۱۴۳ و خوارزمی ص۳۷
سلام اُس پر جو حجۃ اللہ ہے	مسند دیلمی و مناوی ص۱۱۳
سلام اُس پر جو عبد اللہ ہے	ابن ماجہ ص۱۲ و حاکم جلد ۳ ص۱۱۲
سلام اُس پر جو فنا فی اللہ ہے	کنز العمال ج ۶ ص۱۵۷
سلام اُس پر جو علم اللہ ہے	کنز العمال ج ۶ ص۱۵۷
سلام اُس پر جو خدا کا محبوب ترین ہے	حدیث طیر ترمذی و ص۵۴۲
سلام اُس پر جو حبیب خدا ہے	حدیث خیبر
سلام اُس پر جو محبوب خدا ہے	حدیث خیبر
سلام اُس پر جو صدائے خدا ہے	خوارزمی ص۶۹
سلام اُس پر جو شیر خدا ہے	ابوسعد و اشرف النبوۃ
سلام اُس پر جو نور خدا ہے	خوارزمی ص۴۷
سلام اُس پر جو خدا کا سب سے بڑا عارف ہے۔	کنز العمال جلد ۶ ص۱۵۷
سلام اُس پر جو خدا کا سب سے بڑا عالم ہے۔	مسند دیلمی ص۱۴۱ ۳

سلام اُس پر جو نور رسول ہے	ریاض نضرہ ص۲۱۴
سلام اُس پر جو نفس رسول ہے	صواعق محرقہ ص۱۰۷
سلام اُس پر جو نظیر رسول ہے	کنز العمال جلد ۶ ص۱۶۳
سلام اُس پر جو برادر رسول ہے	کنز العمال جلد ۶ ص۱۵۴
سلام اُس پر جو وزیر رسول ہے	کنز العمال جلد ۶ ص۱۹۷
سلام اُس پر جو وصی رسول ہے	کنز العمال جلد ۶ ص۱۹۷
سلام اُس پر جو خلیفہ رسول ہے	کنز العمال جلد ۶ ص۱۹۷
سلام اُس پر جو خون محمدؐ ہے	کنز العمال ص۱۵۴ و ص۱۹۳
سلام اُس پر جو عین محمدؐ ہے	علی منی و انا منہ
سلام اُس پر جو روان محمدؐ ہے	علی منی کروحی فی جسدی
سلام اُس پر جو راس محمدؐ ہے	صواعق محرقہ ص۷۵
سلام اُس پر جو طینت محمدؐ ہے	کنز العمال جلد ۶ ص۱۵۴
سلام اُس پر جو حبیب محمدؐ ہے	کنز العمال جلد ۶ ص۳۹۴
سلام اُس پر جو محبوب محمدؐ ہے	کنز العمال جلد ۶ ص۳۹۴
سلام اُس پر جو آل محمدؐ ہے	مسلم نسائی ترمذی وغیرہ
سلام اُس پر جو عترت محمدؐ ہے	کنز العمال جلد ۶ ص۳۹۵
سلام اُس پر جو اہلبیت محمدؐ ہے	مسلم نسائی ترمذی و حاکم

سلام اُس پیر جو داماد محمدؐ ہے	شفا قاضی عیاض و ریاض نضرہ ص ۱۶۲
سلام اُس پیر جو ناصر محمدؐ ہے	کنز ج ۶ ص ۱۵۶ و ص ۲۱۶
سلام اُس پیر جو رفیق محمدؐ ہے	حاکم جلد ۳ ص ۱۳۳
سلام اُس پیر جو شبیہ محمدؐ ہے	امام شعرانی در یواقیت و جواہر
سلام اُس پیر جو برادر جبرئیل و میکائیل ہے	کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۶
سلام اُس پیر جو اول مومن ہے	کنز العمال جلد ۶ ص ۱۶۰
سلام اُس پیر جو اول مسلم ہے	کنز جلد ۶ ص ۱۵۴ و نسائی و ...
سلام اُس پیر جو صدیق اکبر ہے	ریاض نضرہ ص ۱۵۵ و مسند دیلمی ص ۲۲۱
سلام اُس پیر جو فاروق اعظم ہے	ما انزل اللہ یا ایہا الذین آمنوا
سلام اُس پیر جو نفس الایمان ہے	
سلام اُس پیر جو سید المسلمین ہے	کنز جلد ۶ ص ۱۵۷ و مناوی ص ۶
سلام اُس پیر جو سید المومنین ہے	
سلام اُس پیر جو سابق السابقین ہے	کنز جلد ۶ ص ۱۵۲ ...
سلام اُس پیر جو اول مصلی ہے	نسائی ...
سلام اُس پیر جو امیر المومنین ہے	و نیمی ص ۱۱۳ و خوارزمی ص ۲۳۴
سلام اُس پیر جو امام المتقین ہے	کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۷ و حاکم جلد ۳ ص ۱۳۸
سلام اُس پیر جو ... ہے	صغیر سیوطی و کنز ...
سلام اُس پیر جو صالح مومنین ہے	صواعق محرقہ ص ۱۴
سلام اُس پیر جو یعسوب مومنین ہے	کنز جلد ۶ ص ۱۵۳ ... ص ۵۵
سلام اُس پیر جو ولی المومنین ہے	کنز جلد ۶ ص ... و ریاض ص ۲۴۰
سلام اُس پیر جو خاتم الوصیین ہے	حلیہ ابو نعیم ص ۶۳ و مسند دیلمی ص ۲۲۴
سلام اُس پیر جو نظیر خاتم المرسلین ہے	صغیر طبرانی ص ۱۶۴ و کنز جلد ۶ ص ۱۹۴
سلام اُس پیر جو نظیر انبیاء و مرسلین ہے	ریاض ص ۲۱۸
سلام اُس پیر جس نے کبھی بت پرستی نہ کی	صغیر سیوطی ص ۱۳ و صواعق ص ۷۲
سلام اُس پیر جو نبی کا ہم شجرہ ہے	مناوی ص ۱۱ و کنز جلد ۶ ص ۱۵۴

سلام اُس پیر جو نبی کا ہم سرشت ہے	حامی و زرین ہی در ارجح المطالب
سلام اُس پیر جو احب اہلبیت ہے	کنز جلد ۶ ص ۱۵۲
سلام اُس پیر جو سید دین و دنیا ہے	ریاض ص ۱۶۶ و مسند دیلمی ... حاکم جلد ...
سلام اُس پیر جو مولائے مومنین ہے	حدیث مشہور و متواتر
سلام اُس پیر جو اولیٰ بالمومنین ہے	روایات حموینی و ینابیع مودۃ
سلام اُس پیر جو ہارون منزلت ہے	روایات حموینی و ینابیع مودت
سلام اُس پیر جو قرآن منزلت ہے	مسند دیلمی ص ۱۴۳ و حاکم جلد ۳ ...
سلام اُس پیر جو خیر البشر ہے	مناوی ص ۱۲۲ کنز ج ص ۱۵۹ و ص ۳۹۲
سلام اُس پیر جو افضل البشر ہے	کنز جلد ۶ ص ۱۵۴
سلام اُس پیر جو خیر البریہ ہے	خوارزمی ص ۴۷
سلام اُس پیر جو خیر خلیفہ ہے	کنز جلد ۶ ص ۱۵۴
سلام اُس پیر جو سید اولاد آدم ہے	خوارزمی ص ۲۲۶
سلام اُس پیر جو افضل امت فی الدنیا والدین ہے	ابن مردویہ
سلام اُس پیر جو خیر الناس ہے	خوارزمی ص ۵۴
سلام اُس پیر جو فخر ملائکہ ہے	حلیہ ابو نعیم ص ۱۵۲ و مسند دیلمی ...
سلام اُس پیر جو حق سبحانہ تعالیٰ کا مایہ ناز ہے	حلیہ ابو نعیم ص ۱۵۲ و مسند دیلمی ...
سلام اُس پیر جو فخر انبیاء ہے	حلیہ ابو نعیم ص ۱۵۲ و مسند دیلمی ...
سلام اُس پیر جو امام ابرار ہے	حاکم جلد ۳ ص ۱۲۹ و صواعق محرقہ ...
سلام اُس پیر جو امام اولیاء ہے	خوارزمی ص ۲۴۳
سلام اُس پیر جو امام امت ہے	مودت قربیٰ و کنز جلد ۶ ص ۱۵۷
سلام اُس پیر جو قاضی امت ہے	ترمذی نسائی و طبری ص ۱۹۸
سلام اُس پیر جو قائد امت ہے	کنز جلد ۶ ص ۴۰۲
سلام اُس پیر جو پدر امت ہے	ریاض نضرہ ص ۱۶۲ و مناوی ص ۴۷
سلام اُس پیر جو نقیب امت ہے	اسد الغابہ و مسند دیلمی ص ۲۰۴
سلام اُس پیر جو ساقی کوثر ہے	صغیر طبرانی ص ۱۲ و مسند دیلمی ...
سلام اُس پیر جو باب علوم پیغمبر ہے (باقی آئندہ)	احادیث مشہور و متواتر

اطلاعات و تعلقات عامہ حکومت آندھرا پردیش

سنہ ۱۹۶۰ء میں سرکاری تعطیلات

حکومت آندھرا پردیش نے احکام صادر کئے ہیں کہ سال ۱۹۶۰ء کے دوران میں ریاستی حکومت کے زیر انتظام تمام سرکاری دفاتر ہر اتوار کو اور جنوری کے سوا ہر مہینے کے آخری سے پہلے سنیچر کو بند رہیں گے۔ ریاست کے تمام سرکاری دفاتر کو سنہ ۱۹۶۰ء کے دوران میں نیچے بتائے ہوئے دنوں میں عام تعطیل رہے گی۔

تقویم	تقاریب
یکم جنوری سنہ ۱۹۶۰ء	یوم سال نو
۱۴ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء	بھوگی
۱۵ر 〃 〃	سنکرانت
۱۶ر 〃 〃	کانوما
۲۶ر 〃 〃	یوم جمہوریہ
۲۸ر مارچ 〃	اگادی
۲۹ر 〃 〃	رمضان (عید الفطر)
۱۵ر اپریل 〃	گڈ فرائی ڈے
۳۰ر جون 〃	ششماہی حسابات کی تکمیل
۵ر جولائی 〃	محرم
۱۵ر اگسٹ 〃	یوم آزادی
۲۶ر اگسٹ 〃	ونایک چتورتھی
۲۹ر ستمبر 〃	مہا نومی
۳۰ر ستمبر 〃	وجے دشمی
۲۰ر اکٹوبر 〃	دیپاولی

• ہولی کا تہوار ۱۳ر مارچ سنہ ۱۹۶۰ء کو واقع ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے متعلق علیحدہ اعلان نہیں کیا گیا۔

• سری جینتی کا تہوار ۱۴ر اگسٹ سنہ ۱۹۶۰ء کو واقع ہوتا ہے اس لیے اس کے متعلق علیحدہ اعلان نہیں کیا گیا۔

• عید میلاد النبی ۴ر ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے متعلق علیحدہ اعلان نہیں کیا گیا۔

• مہاتما گاندھی جینتی ۲ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء کو واقع ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے متعلق علیحدہ اعلان نہیں کیا گیا۔

• کرسمس (۲۵ر ڈسمبر سنہ ۱۹۶۰ء) اس لیے اس کے متعلق علیحدہ اعلان نہیں کیا گیا۔

سرکاری ملازمین اپنے اختیار سے تہواروں کے موقعوں پر سال بھر میں تین تعطیلوں سے استفادہ کرسکیں گے ان اختیاری تعطیلات سے استفادے کی اجازت کے لیے پہلے ہی سے تحریری درخواست پیش ہونی چاہیئے جسے متعلقہ گزیٹیڈ عہدہ دار معمولاً منظور کرے گا۔ بجز ان صورتوں میں کہ جب کہ انفرادی طور پر کسی ملازم کی موجودگی دفتر کے کام کے سلسلے میں ناگزیر طور پر ضروری ہو۔ ایسے موقعوں پر سرکاری ملازمین کو اتفاقی رخصت کی درخواست پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور نہ انہیں اتفاقی رخصت پر سمجھا جائے گا۔ ایسی تعطیلات کا حساب رکھا جائیگا۔

ڈاکٹر پٹابھی سیتارامیا

ڈاکٹر بھوگاراجو پٹابھی سیتارامیا ۱۷ر ڈسمبر کو حیدرآباد میں (۸۰) سال کی عمر میں انتقال کرگئے۔ ان کی وفات سے نہ صرف ریاست آندھرا پردیش اپنے ایک ایسے لیڈر سے محروم ہوگئی جس کا شمار ریاست کے عظیم ترین لیڈروں میں تھا بلکہ ہندوستان کا بھی ایک ناقابل فراموش نقصان ہوگیا عوام انہیں شفقت و محبت سے ڈاکٹر پٹابھی کہتے تھے۔ دل و دماغ کی صلاحیتوں کے اعتبار سے انہیں جیرؤں کا مقام حاصل تھا۔ انہوں نے کئی قابل قدر تصانیف چھوڑی ہیں۔ جن میں ان کی مشہور تواریخ کانگریس بھی شامل ہے سیاسی لیڈر کی حیثیت سے وہ راشٹر پتا مہاتما گاندھی کے بعد ہندوستانی قومی کانگریس کے اولین محافظین اور صف اول کے لیڈروں میں شامل تھے۔ ڈاکٹر پٹابھی ۲۴ر نومبر سنہ ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئے۔ مسولی پٹم اور مدراس میں تعلیم پائی۔ سنہ ۱۹۰۶ء سے سنہ ۱۹۱۶ء تک مسولی پٹم میں پیشہ طب انجام دیا۔ سنہ ۱۹۳۶ء میں آندھرا پردیش کانگریس کمیٹی کے صدر چنے گئے۔ اور سنہ ۱۹۱۶ء سے سنہ ۱۹۵۲ء تک کل ہند کانگریس کمیٹی کے رکن رہے سنہ ۱۹۱۹ء میں انہوں نے ایک انگریزی ہفتہ وار اخبار "جنم بھومی" جاری کیا۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں کراچی میں کل ہند ریاستی عوام کانفرنس کے صدر اور سنہ ۱۹۴۸ء میں کل ہند قومی کانگریس کے صدر سنہ ۱۹۴۶ء میں مجلس دستور ساز کے رکن منتخب

ہ وہ جے وی کا پی کمیٹی کے بھی رکن رہے ۔جس نے خاص طور پر ریاست آندھرا کے قیام اور عام طور پر لسانی بنیاد وں پر ہندوستانی صوبوں کی دوبارہ تشکیل کے مسئلہ پر غور کیا۔ ڈاکٹر پٹابھی جولائی سنہ ۱۹۵۲ء سے سنہ ۱۹۵۷ء تک مدھیہ پردیش کے گورنر رہے اور گورنری کے عہدہ سے سبکدوشی کے بعد وہ حیدرآباد میں رہ گئے تھے۔ ڈاکٹر پٹابھی بعض کاروباری اداروں مثلاً آندھرا بنک اور آندھرا انشورنس کمپنی کے بھی بانی تھے۔ تواریخ کانگریس کے علاوہ جو کئی جلدوں میں چھپی ہے ڈاکٹر پٹابھی کی دوسری تصانیف یہ ہیں۔

(۱) قومی تعلیم (NATIONAL EDUCATION)

(۲) لسانی اساس پر ہندوستانی صوبوں کی جدید تقسیم (REDISTRIBUTION OF INDIAN PROVINCES ON LINGUISTIC BASIS)

(۳) ہندوستانی قومیت (INDIAN NATIONALISM) ۱۹۳۱ء AND اور

(۴) بال و پر اور پتھر (FEATHERS and STONES)

بیدار مغز ناظم اطلاعات

یہ کہنا غلط ہے کہ آندھرا پردیش کے اکثر دفاتر کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ مثال کے طور پر جب سے محکمۂ اطلاعات کی نظامت پر شری ماتھر تشریف لائے ہیں انھوں نے سابقہ ساری بدعنوانیوں اور حق تلفیوں کا سدّباب کر دیا ہے۔ صاحب موصوف کو مردم شناسی کا خداداد ملکہ ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کون شخص اہل ہے اور کون نااہل۔ اپنے ماتحتین سے ان کی خاص صلاحیتوں کے لحاظ سے استفادہ کرنا شری ماتھر کا طرۂ امتیاز ہے۔

اب محکمہ اطلاعات میں ناممکن ہوگیا ہے کہ کسی لائق کا تنزل کر کے اس کی جگہ کسی نالائق کو محض پروری کی خاطر ترقی دی جائے۔

چنانچہ گزشتہ دور کی ساری بدعنوانیاں، اقربا پروریاں اور جانب داریاں سرے سے ختم کر دی گئی ہیں۔ حق و انصاف کا دور دورہ ہے۔ کارگزاری اور لیاقت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مسٹر عبدالجبار بی اے، ال ال بی جو ایک عرصہ قبل مددگار رکھے اور جن کو بلا وجہ موجہ ڈگریڈ کر دیا گیا تھا ان کی دادرسی شری ماتھر نے کی ہے۔ جس کی وجہ سے سررشتہ کا ہر آدمی صاحب موصوف کی اصابت رائے، قوت فیصلہ اور دادگستری کا ثنا خواں ہے۔



زرّین اقوال

سوالات و جوابات

سوال :- ظالم پر لعنت بھیجنا درست ہے؟
(سعد اللہ —— حیدرآباد)

جواب :- ظالم پر لعنت نہ بھیجنے والوں پر بھی لعنت بھیجنا درست ہے۔ قرآن مجید میں خدا خود فرماتا ہے۔
لعنت اللہ علیٰ قوم الظالمین

سوال :- مظلوم کا خدا ہے ظالم کا ہے زمانہ، کس کا مصرعہ ہے؟
(ہاشم —— بازار نور الامراء)

جواب :- یہ مصرعہ سعید شہید کا ہے۔

فاطمہ بنت اسد

از سیدہ طاہرہ بیگم

(۱)

ہمارے مولا علی مشکل کشا کی محترم والدہ کا نام فاطمہ ہے جو اسد بن ھاشم کی بیٹی تھیں۔ آپ کی شادی حضرت ابو طالبؑ سے ہوئی۔ آپ کے فرزندوں میں ہمارے مولا مشکل کشا کے علاوہ طالب۔ عقیل۔ اور جعفر بہت مشہور رہیں۔ ہمارے رسول اللہ جناب محمد مصطفےٰ اپنی چچی کی بڑی عزت اور تعظیم فرماتے تھے اور ماں پکارا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ اپنے چچا حضرت ابو طالب کے زیر پرورش تھے تو حضرت فاطمہ بنت اسد آپ کے ساتھ ماں کا سا سلوک کرتی تھیں۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ نے اپنے پیراہن مبارک کا کفن دیا۔ نماز جنازہ پڑھی، آپ کو قبر میں اتارا اور کچھ دیر کے لئے قبر میں لیٹے رہے۔ منافقین سے دیکھا نہ گیا پوچھنے لگے :-

”آپ نے کسی اور کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا جو ان کے ساتھ کیا ہے۔ یا رسول اللہ کیا بات ہے؟“

سرور کائنات نے ارشاد فرمایا :-

کیا تم نہیں جانتے کہ ان کا رتبہ میری ماں کے برابر ہے یہ ابو الائمہ کی والدہ ہیں میرا بھائی، میرا وصی، میرا جانشین، اور میرا مددگار وزیر ”علی“ ان ہی کا بیٹا ہے —— چچا ابو طالبؑ کے بعد میرے ساتھ ان سے بڑھ کر کسی اور نے نیکی نہیں کی

خدا

کرتا ہوں میں ذکر اس خدا کا
اک کہتا ہے گاڈ، ایک اللہ
مسجد مندر یا ہو گرجا
ہے غور کہ خدا میرا اکیلا
نام اس کا ہے بدل دیگا
اک کہتا ہے ایشور خدا کو

جس نے کہ جہان کو بنایا
منزل ہے ایک مختلف راہ
ہر ایک جگہ ہے اس کا چرچا
لیکن نہیں نام ایک اس کا
وہ ایک ہے ایک ہی رہیگا
کوئی کہتا ہے کوئی کبریا کو

ہیں سب کے طریقے ملتے جلتے
بے غور نہیں یہ راز کھلتے

علیؑ آپ

(الف) امیرالمومنین ہیں (ب) باب علم ہیں (ت) تاجدار اِنّما ہیں
(ث) ثبوت واحدانیت ہیں (ج) جانشین رسول ہیں (ح) حاجت روا ہیں
(خ) خلیفہ بلافصل ہیں۔ (د) دولت جاوید ہیں۔
(ذ) ذریعہ نجات ہیں۔ (ر) رضائے خدا ہیں۔
(ز) زوج بتول ہیں۔ (س) ساقی کوثر ہیں۔
(ش) شافع محشر ہیں۔ (ص) صدیق اکبر ہیں۔
(ض) ضیغم داور ہیں۔ (ط) طاہر و اطہر ہیں۔
(ظ) ظلِّ پیمبر ہیں۔ (ع) عین عبادت ہیں
(غ) غالب کل غالب ہیں۔ (ف) فاروق اعظم ہیں
(ق) قرآن ناطق ہیں (ک) کنندہ باب خیبر ہیں۔
(ل) لسان اللہ ہیں۔ (م) مشکلکشا ہیں۔
(ن) نفس پیغمبرؐ ہیں۔ (و) ولی خدا ہیں
(ہ) ہادی امم ہیں۔ (ی) یعسوب الدّین ہیں۔

شاہ حق آگاہ

ہست سرکار حق شناس ما | منبع علم و فہم و دانائی
فخرِ نوشیروان در نصفت | در سخا رشکِ حاتم طائی
از دل و جان عاشق مولاؑ | مومن و فی و قار و مولائی
کس ندیدہ چو شاہِ حق آگاہ | در جہان اقعتُ تولائی
واعظ و شیخ و زاہد و صوفی | کردہ اندر بر درش جبیں سائی
شاد ماند حضورِ من یا رَبّ | دارم این من ز تو تمنائی

در مدیحش ز راہ صدق و صفا
کردہ صمصام خامہ فرسائی

اعتذار

زیرِ نظر شمارہ کی معتد بہ زیادہ طباعت ہو چکی تھی کہ اچانک کاتب صاحب کی علالت کے سبب ۲۲ ڈسمبر کا پرچہ آج شائع ہو رہا ہے۔ اس تاخیر کے لئے ادارہ شیراز معذرت خواہ ہے۔



یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی انکشافات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقام اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص یا مقام خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے۔ (ایڈیٹر)

ایک ہزار نوری میٹر پر یہ روحانی ریڈیو ہے
اب آپ خواجہ قوال اینڈ پارٹی سے ایک نظم سنیں گے
جس کا عنوان ہے "مولوی"۔

کل کسی محفل میں تھے اک پیر روشن ضمیر
آنکھ میں کاجل لبوں پر ایک موج احمریں
سر پہ تاج اک عبا میں اس طرح لپٹے ہوئے
ہاتھ میں تسبیح ذکر رحمت حق کی دلیل
تھا عصا بھی ساتھ وعظ و پند کا مارا ہوا
الغرض ہم ٹھاٹھ سے بیٹھے ہوئے تھے بزم میں
بھولے بھالے کچھ مسلمان بھی عقیدت کیش تھے
آپ نے تقریر کی جنت اگر درکار ہو
اس کی بالکل اک نئی ترکیب سے واقف ہوئیں
ہاں مگر اک شرط ہے اور وہ ذرا دشوار ہے
اور یہ خیرات ملنی چاہئے اس شخص کو
جس کا دل ہر وقت ہو خوف خدا سے مضطرب
جو ترقی کیلئے ہو دین کی سرگرم عمل

چہرۂ زیبا حسین ریش مبارک باوقار
اور سر پر اک عمامہ با تمکین کی یادگار
فی الحقیقت جیسے کوئی متقی پرہیزگار
اور زہد و اتقا روشن جبیں سے آشکار
دوش پر رومال بھی ڈالے ہوئے اک زرنگار
اور تھا دعویٰ کہ ہوں اسلام کا خدمت گزار
نام پر مذہب کے کر سکتے تھے جو جانیں نثار
یا خدا سے ہو لگاؤ پھر کے امیدوار
تم اگر چاہو تو کر سکتے ہو اس کو اختیار
یعنی ہونی چاہئے خیرات دولت بے شمار
جو نہ ہو کچھ بھی مگر ہو عابد زندہ دار
روح میں جس کی چمکتے ہوں حقیقت کے شرار
رات بھر رہتا ہو جو محو عبادت اشکبار

کہہ سکے یہ کچھ اس طرح رو کے جناب مولوی
ہو گئی حاصل تو جہ ہر شریک بزم کی
آپ نے پھر اور کی تقریر اک جادو اثر
آ گئے آخر سر شاخ بریدہ پر ثمر
یعنی سیم و زر کا ڈھیر آپ پر ہونے لگا
شاعر فطرت یہ عالم دیکھ کر رونے لگا
کی دعا حق سے بچا اسلام کو فرما کرم
کر رہے ہیں مولوی گمراہیوں کو مرتسم

ابھی آپ خواجہ قوال اینڈ پارٹی سے نظم سن رہے تھے
اب مولوی عبدالوکیل صاحب عرف پیروکار "زمانہ قدیم کی عدالتوں" کی حکایت سنائیں گے۔

مولوی عبدالوکیل صاحب:-

روحانی دنیا کے مادّی دوستو زمانہ قدیم کی عدالتوں زنجیر عدل، میزان عدل اور عصائے عدل کی طرح ایک کرسی عدل بھی ہوا کرتی تھی۔ راجہ بکرماجیت کے سنگھاسن کی طرح اس کرسی عدل پر جو شخص بیٹھتا اسکے سر میں عدل و انصاف کی ایک سینگ پھوٹ جاتی تھی اس سینگ سے وہ سینگ والی بکری کا بدلہ بغیر سینگ والی بکری سے لیتا تھا۔ کرسی عدل اپنے بیٹھنے والے کو عدالت کے علم سفینہ کے ساتھ ساتھ علم سینہ بہ سینہ بھی سکھا دیتی تھی ایک اچھا خاصہ آدمی اس کرسی پر بیٹھتے ہی پورا "حاکم عدالت" بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ سے یہ کہاوت چلی آرہی ہے کہ "کرسی سب سکھا دیتی ہے"۔ راجہ بکرماجیت کے سنگھاسن کے متعلق مشہور ہے کہ راجہ بکرماجیت کی سلطنت ختم ہو جانے کے صدیوں بعد پاٹلی پتر کے ایک جنگل میں ایک ٹیلہ پر چرواہے کا ایک لڑکا بیٹھا کرتا تھا۔ ٹیلہ پر بیٹھنے کے بعد اس کی جودت فکر اور اصابت رائے اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسائل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مقدمات کو باتوں باتوں میں فیصل کر دیتا تھا۔ اس کی اس ذہانت سے گاؤں کے بڑے بڑے پنڈت، گیانی اور گنتا چکا (؟) حاکم انگشت بدندان تھے۔ شدہ شدہ یہ بات اس زمانے کے راجہ کے کانوں تک پہنچی راجہ اپنے مصاحبین کے ساتھ اس چرواہے کے لڑکے کا امتحان لینے کے لئے اس جنگل میں پہنچا۔ لڑکے سے بات چیت کرنے کے بعد راجہ کو معلوم ہوا کہ لڑکا جب ٹیلہ پر بیٹھتا ہے تو وہ غیر معمولی ذہین ہو جاتا ہے۔ اور جب ٹیلہ سے نیچے اترتا ہے تو نرا چرواہا بن جاتا ہے اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے راجہ نے ٹیلے کی کھدائی کا حکم دیا جب ٹیلہ کھودا گیا تو اس کے نیچے سے ایک تخت برآمد ہوا جو چار پریوں کے شانوں پر رکھا ہوا تھا۔ اس تخت کا دور تاریخی معین کرنے کے لئے اس زمانہ کے ماہرین آثار قدیمہ کو طلب کیا گیا جنہوں نے تخت کے آثار و علائم دیکھ کر حکم لگایا کہ یہ تخت راجہ بکرماجیت کا ہے۔ اس تخت پر بیٹھ کر راجہ عدل و انصاف کیا کرتا تھا۔ ماہرین آثار قدیمہ سے یہ بات معلوم کر کے راجہ نے حکم دیا کہ اس تخت کو

میرے محل میں رکھا جائے جس پر بیٹھ کر مقدمات فیصل کیا کروں گا۔ راجہ کے حکم سے فوراً تخت کو اٹھا کر محل میں پہنچایا گیا۔ راجہ نے دربار عام کا حکم دیا اور بھرے دربار جب تخت پر بیٹھنا چاہا تو وہ چاروں چوبی شیر بھگوان کے حکم سے اصلی شیر بن کر گویا ہوئے کہ اے راجہ یہ بکرماجیت کا تخت ہے جو عادل راجہ تھا لیکن تو ایک ظالم بادشاہ ہے تو اس تخت پر نہیں بیٹھ سکتا۔ یہ کہہ کر وہ چاروں شیر تخت کو لے کر آکاش پر اڑ گئے اور سارے درباری تصویر حیرت بن کر دیکھتے ہی رہ گئے۔

ایک ہزار نوری میٹر پر یہ آر آر ہے ابھی آپ مولوی عبدالوکیل صاحب کی تقریر سن رہے تھے اس وقت سیخوا ریڈی ہاما کی مونچھوں کے کانٹے دس دس پر ہیں اور رنگا ریڈی اناکی مونچھوں کے کانٹے آٹھ بیس بتا رہے ہیں اب ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔ شبعبہ بخیر ———!

حاجی ق ق

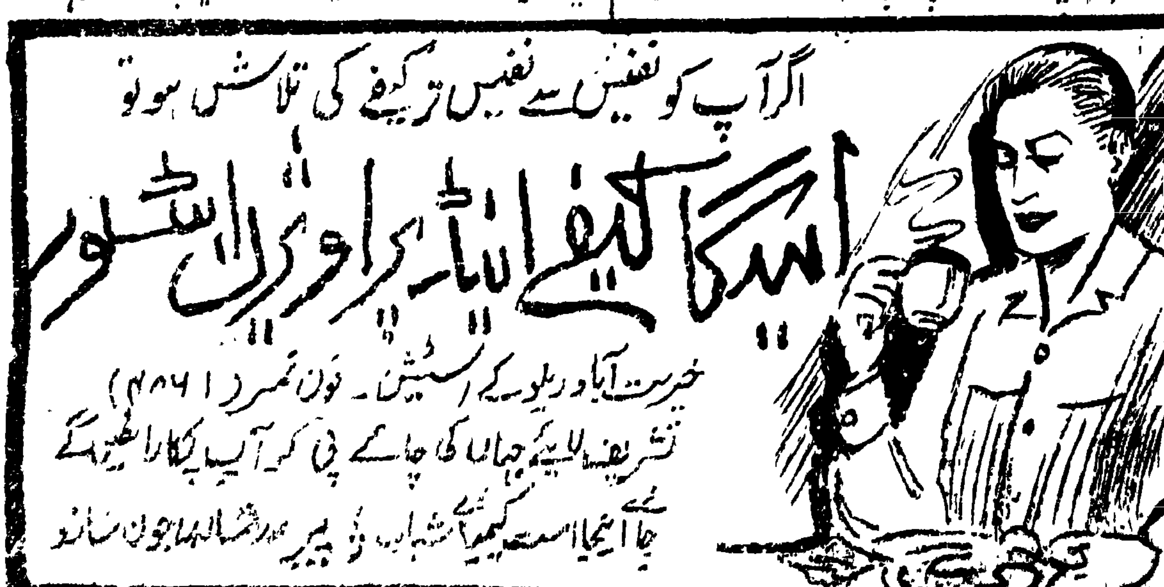
شیطان پرست قبیلہ "یزیدی"

جس نے حضرت امام حسینؓ کیخلاف جنگ کی تھی

میں عراق میں تیرہ سال تک مقیم رہا ہوں اس دوران میں عرب اور کرد شرفا سے میرے تعلقات کافی رہے ہیں اور میں دونوں کے طبائع سے خوب واقف ہوں۔ عراقی کردوں کے متعلق میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر مسٹر ایچ اے۔ آر گب کی رائے درج کرتا ہوں۔ جو عربی تاریخ و تمدن و ادب پر بہت سی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ پروفیسر صاحب "دنیائے عرب" کے نام سے ایک پمفلٹ لکھتے ہیں۔

"عرب ملکوں کا ایک اور خاصہ بھی ہے جس کا بہت گہرا معاشرتی اور سیاسی اثر پڑا ہے۔ یہ خاصہ اصل میں عربوں کے اس سلوک کا مظہر ہوں منت ہے جو انہوں نے شروع میں فاتح ہونے کی حیثیت سے اپنی مفتوح قوموں سے روا رکھا تھا۔ عربوں کی فتوحات ایک قومی مظاہرہ تھیں۔ جس کی تہ میں مذہبی جوش کام کر رہا تھا۔ مفتوح قومیں جہاں کہیں اسلام لے آئیں وہ عربوں سے مل جل گئیں لیکن کچھ دور افتادہ پہاڑی قومیں ایسی نکلیں کہ باوجود اسلام لانے کے بھی الگ تھلگ رہیں۔ انہوں نے اپنی زبان اور پرانی روایات نہیں کھوئیں۔ چنانچہ عراق کے شمالی علاقوں کے کرد اور شمالی مغربی افریقہ کے پہاڑی علاقوں کے بربر ہمیشہ عربوں سے علیحدہ رہے۔"

پروفیسر گب نے عراق کے جن علاقوں کا ذکر کیا ہے یعنی جن علاقوں میں کرد آباد ہیں وہ عراق کے شمال اور شمال مغربی سلیمانیہ سے لے کر جبل سنجار تک پھیلا ہوا ہے اور اسی علاقے کے مغربی پہلو میں کرد قوم کے تقریباً ۲۵ ہزار یزیدی بستے ہیں جو مذہبی عقیدے کے لحاظ سے شیطان پرست ہیں۔ مجھے اس عجیب و غریب کرد قبیلے کے حالات پر کچھ روشنی ڈالنا ہے۔ میں ۱۹۲۶ء میں عراق کے مشہور شہر اربیل میں مقیم تھا جو ایک ضلع کی انتظامی حیثیت رکھتا ہے اور جس میں کرد قوم آباد ہے میں ان دنوں لیفٹ رجمنٹ عراق لیویز میں بانشکاتب (ہیڈ کلرک) تھا۔ اور ہماری رجمنٹ اسی شہر کے باہر عارضی چھاؤنی میں پڑی تھی یہ رجمنٹ چونکہ کیولری (گھوڑسوار) تھی۔ جسے اردو زبان میں رسالہ کہتے ہیں۔ اس لئے تلف شدہ اور سالخوردہ گھوڑوں کی جگہ پوری کرنے کے لئے نئے گھوڑوں کی ضرورت اکثر رہتی تھی۔ ایک دفعہ ہماری رجمنٹ کے کمان افسر لفٹنٹ کرنل اے ایل الیگزینڈر گھوڑوں کی تلاش و خرید کے لئے موصل کے شمال میں اس علاقے کی طرف نکل گئے۔ جس میں یزیدی آباد ہیں۔ کرنل صاحب واپس موصل پہنچے تو انہوں نے لیویز ہیڈ کوارٹرز موصل میں یہ رپورٹ پیش کی کہ اس علاقے سے وہ گھوڑے خرید کر لانے میں وہاں ایک قبیلہ یزیدی آباد ہے اور اس قبیلہ کے کرد جوان بڑے ہی جفاکش پھرتیلے اور بہادر ہیں اگر ان کو لیویز فورس میں بھرتی کر لیا جاوے تو بہت



مفید ثابت ہوں گے۔ کرنل صاحب نے اس سفارش کے ساتھ یزیدی نوجوانوں کی بھرتی کی اجازت مانگی جو میری ہیڈکوارٹر نے دے دی۔ اور کرنل الیگزینڈر پھر بھرتی کے دورے پر اسی علاقے کو روانہ ہوگئے۔

آپ پندرہ بیس روز کے دورے کے بعد واپس موصل اور وہاں سے اپنے رجمنٹل ہیڈکوارٹر اربیل پہنچے اپنے کیمپ میں پہنچ کر انہوں نے مجھے پنسل سے لکھی ہوئی ایک ڈائری دی جس میں وہ دوران سفر اپنے سفر کے حالات اور یزیدیوں کے متعلق معلومات قلم بند کرتے گئے۔ مجھے حکم ہوا کہ میں اس ڈائری کو ٹائپ کردوں۔ چنانچہ میں نے یہ سارے کو الف خود ٹائپ کئے اور چونکہ یہ بڑے دلچسپ تھے اس لئے میں بعض دل پسند حالات کو اردو میں قلم بند کرتا گیا۔ اور تقریباً بیس فل اسکیپ حالات پر مشتمل ٹائپ شدہ مواد میں نے کرنل صاحب کے حوالہ کیا۔ جو شاید اسے انگلستان کے کسی رسالے میں طبع کرانا چاہتے تھے۔ اپنی اس ڈائری میں کرنل صاحب الیگزینڈر نے لکھا کہ گھوڑوں کی خریداری کے ایام میں انہوں نے تہیہ کر لیا کہ اس شیطان پرست قبیلے سے متعلق بہت کچھ معلومات فراہم کیں۔ چنانچہ انہی معلومات کی بنا پر انہوں نے یزیدیوں کے مقدس ہیڈکوارٹر شیخ عدی جانے کا عزم کر لیا۔ اور ایک یزیدی سے شیخ عدی کا راستہ پوچھ لیا۔ جو موصل سے ۴۵ میل شمال مغرب کی طرف واقع ہے کچھ راستہ موٹر کا ہے جو موصل کے شمال میں قریباً پندرہ میل پر واقع ہے اور جبل المقلوب کے ساتھ ساتھ جاتا ہے اور باقی دشوار گزار راستہ پتھروں اور گھوڑوں

سکتا ہے شیخ عدی پہنچنے سے پہلے ایک مقام عین سفنی آتا ہے جو پست پہاڑیوں پر واقع ہے اس تمام علاقے میں اس مقام کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی اسی مقام پر تیار کی تھی اور یہی وہ چشمہ ہے (عربی زبان میں چشمہ کو عین ہی کہتے ہیں) جس میں طوفان آکر تمام زمین پر پھیل گیا تھا۔ اس لئے اس مقام کو عین سفنی کہتے ہیں۔ کرنل صاحب عین سفنی پہنچے تو وہاں ان کو قائم مقام قاسم آفندی مل گئے۔ ان ایام میں جب کہ کرنل الیگزینڈر کی فسٹ لیوی رجمنٹ کرکوک کے قلعہ میں مقیم تھی کرکوک کے قائم مقام تھے۔ اور کرنل صاحب سے ان کا کافی میل جول تھا۔ مسٹر قاسم نے کرنل صاحب کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اور جب کرنل صاحب نے اپنا عزم ظاہر کیا۔ تو قاسم افندی ان کے ساتھ شیخ عدی جانے کے لئے تیار ہوگئے۔ لیکن کہا کہ ایک دن کی مہلت دیجئے اور مجھے مہمان نوازی کا موقع دیجئے۔ اس کے بعد میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔ کرنل صاحب نے یہ پیش کش منظور کرلی اور وہاں ٹھہر گئے۔

رات قاسم افندی اور کرنل الیگزینڈر کے مابین دلچسپ گفتگو ہوئی۔ موضوع گفتگو یہی یزیدی تھا۔ کرنل صاحب کے اس سوال پر کہ اس قبیلے کو یزیدی کیوں کہتے ہیں؟ قاسم افندی نے بتایا کہ عام روایات کے مطابق جو اس وقت سارے کردستان میں مشہور ہیں۔ یہی بات زبان زد عوام ہے کہ یزید ابن معاویہ کی سلطانی فوجوں نے حضرت امام حسینؑ اور ان کے اہل و عیال پر حملہ آور ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ ان یزیدیوں کو واقعہ کربلا سے پہلے بزواری کہتے تھے۔



گرفتار کرلا یا گیا۔ اور معقول تنخواہیں دے کر امام حسین علیہ السلام کے خلاف ان سے جنگ کروائی گئی۔ اس واقعہ کربلا کے بعد کرد قبیلہ یزیدی کے نام سے مشہور ہوگیا یزیدیوں کے معتقدات کے متعلق قاسم افندی نے بتایا کہ کردی زبان میں شیخ عدی نے ان کے لئے کچھ آیات قرآنی کا ترجمہ کیا تھا۔ لیکن اب یہ چیز بھی نایاب ہو گئی ہے۔ یزیدی دن میں تین نمازیں پڑھتے ہیں مگر ان کے اوقات وہ ہیں جن میں نماز پڑھنے سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے۔ وہ ابلیس کو خدا مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابلیس خدا کا دوست تھا۔ دونوں نے مل کر زمین آسمان بنائے مگر کسی وجہ سے دونوں میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ ابلیس کمزور تھا اس وجہ سے اس کو خوار کر دیا گیا یزیدیوں نے ابلیس کو اپنا خدا بنا لیا۔ اور تمام صفات الٰہی کو بھی اسی کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ یہ لوگ اپنے اس خدا کی تعظیم اس حد تک کرتے تھے کہ ان کے نزدیک شیطان یا ابلیس کا لفظ منہ سے نکالنا سخت ممنوع ہے انہوں نے اس کا نام ملک طاؤس تجویز کر رکھا ہے۔ شیخ عدی کے مقبرے کی چوکھٹ پر ایک سانپ کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ یہی ملک طاؤس ہیں گویا انجیل کے واقعہ کے مطابق ابلیس کو سانپ کی شکل بنے رکھی ہے۔ کرنل الیگز بنڈر نے شیخ عدی کے حالات پر روشنی ڈالنے کی فرمائش کی۔ تو قاسم آفندی نے انہیں بتایا کہ واقعہ کربلا کے بعد مسلمان بادشاہوں کا یہ معمول رہا۔ کہ وہ اپنا ایک نمائندہ مقررہ میعاد کے لئے کردستان بھیجا کرتے جو حکومت کی طرف سے ان پر قانون نافذ کرتا اور ٹیکس وصول کرتا تھا۔ یہ نمائندہ ایک قسم کا گورنر ہوتا تھا۔ انہی گورنروں میں ایک گورنر شیخ عدی بھی تھے۔ جن کا پورا نام شیخ عدی بن ابن مسافر الدمشقی تھا۔ آپ بڑے پکے مسلمان تھے۔ اور تصوف میں ان کو کمال حاصل تھا۔ یزیدیوں کو آپ سے انس ہوگیا تا آنکہ جب آپ کچھ عرصہ کے لئے غیر حاضر ہو جاتے تو یزیدی پریشان نظر آتے۔ چنانچہ ایک روز سب نے مل کر التجا کی آپ کا ہمارے درمیان سے چلے جانا بہت ہی گراں گزرتا ہے یہاں تک کہ آپ حج کو جاتے ہیں تو ہم پریشان اور اداس رہتے ہیں۔ ہم آپ کے لئے ایک کعبہ اور زمزم یہیں بنا دیتے ہیں۔ آپ حج کو شریف نہ لے جایا کیجئے۔ تاریخ اس کے متعلق خاموش ہے کہ شیخ عدی نے ان کی یہ خواہش منظور کر لی یا اسے رد کر دیا۔ البتہ قرین قیاس یہی ہے کہ شیخ عدی پکے مسلمان تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ خواہش منظور نہیں کی ہوگی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یزیدیوں نے ایک چشمہ بنا کر اس کا نام زمزم رکھ دیا۔ اور ایک سیاہ پتھر کہیں سے لے آئے اور اس کو حجر اسود کا نام دے دیا۔ چنانچہ یہ دونوں چیزیں آپ کے مقبرے کے ساتھ موجود ہیں۔ قاسم افندی نے یہ بھی کہا کہ شیخ عدی ایک ایسے قبیلہ کی بات کیسے مان سکتے تھے جو شیطان پرست ہو۔ اور کسی حالت میں بھی شیطان اور ابلیس کو لفظ اپنی زبان سے نہ نکال سکے میں جب ٹائپ کرتا ہوا ان الفاظ پر پہنچی تو مجھے فوراً اس سلسلے میں ایک بات یاد آگئی اور میں وہ بات کرنل صاحب کو بتانے کے لئے ان کے کمرے میں گیا بات یہ تھی کہ میں نے جب ان یزیدیوں کے بارے میں سنا تو میں موصل میں مقیم تھا وہاں حکومت عراق کے ایک ٹیکس افسر غلام ربانی نے مجھے بتایا کہ وہ ایک دفعہ سرکاری ٹیکس وصول کرنے کے لئے شیخ عدی

گئے تو عجیب واقعہ پیش آیا انھوں نے اپنے آنے کی خبر پہلے ہی
یزیدیوں کے امیر کو بھجوا دی تھی، چنانچہ امیر نے ان کے لئے
ایک خوبصورت اور تیز رفتار گھوڑا سواری کے لئے بڑا اوپر
بھیج دیا تھیں افسر صاحب اس گھوڑے پر سوار ہو کر منزل مقصود
پر پہنچے تو وہاں ان کے استقبال کے لئے امیر سعید بیگ اور
اس کے حواری کھڑے افسر صاحب گھوڑے سے اترے تو امیر
نے ان سے پوچھا۔ کہ گھوڑے نے راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں دی؟
گھوڑا بہت تند خو تھا اور راستہ میں تندی اور منہ زوری دکھاتا رہا
اس لئے افسر نے جواب دیا کہ آپ کا گھوڑا بہت شیطان ہے، شیطان
کا لفظ افسر کے منہ سے نکلنا تھا کہ امیر کے ایک حواری نے پستول تان لیا
لیکن امیر نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے روک دیا ورنہ وہ فائر کر دیتا
امیر نے افسر کو بتایا کہ جو لفظ آپ نے گھوڑے کے متعلق استعمال کیا ہے
وہ ہمارے مذہب کی بڑی توہین کرتا ہے۔ افسر نے معافی
مانگ لی۔

سلام اللہ علیہا
سیدۃ النساء العالمین صلوٰۃ اللہ و

جشن ظہور مبارک

زیر انتظام سیرۃ الزہرا کمیٹی ۲۴ر جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ
روز جمعہ ۷ ساعت شب بلا انتظار بمقام حسینیہ مخزوم نواب
عنایت جنگ بہادر --- مقرر ہے۔ امید کہ آپ اپنے
دوست احباب کے ساتھ تشریف لا کر خود کو مثاب اور کمیٹی
کو ممنون فرمائیں گے۔

چشم سید سعد اللہ قادری صدر کمیٹی سربراہ

جشن ظہور مبارک

زیر انتظام خواتین سیرۃ الزہرا کمیٹی ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ
روز جمعہ دن کے ۲ بجے بمقام یادگار حسینی حویلی قدیم مقرر ہے
آپ کی شرکت باعث خوشنودی خدا اور رسولؐ موجب ممنونیت کمیٹی ہے
اشرف النساء بیگم
اہلیہ مولوی سید اعجاز حسین صاحب ایم اے انشد مقتا
معتمدہ خواتین سیرۃ الزہرا کمیٹی

جشن ولادت

۲۵ر جمادی الثانی روز شنبہ ۷ بجے شام بمقام ... کیا گیا
واقع ... کمیٹی --- مقرر ہے امید کہ آپ والا شرکت فرما کر
خود کو مستفید اور کمیٹی کو ممنون فرمائیں گے
چشم براہ ... میر افضل علی

دل بدست آور

از آقائی رحمت اللہ، دانش

آہ ازین شورکہ از عشق تو ما را در سر است
بندۂ عشق توام عشق تو ما را رہبر است
ساکن کوئے تو گشتم با دلے امیدوار
دل بدست آور چہ بتوانی کہ حج اکبر است
در رہِ عشق تو دادم عقل و دین و ہوش را،
ہرچہ بود از کف رہا شد لیک دل مستظہر است
زاہد بیہودہ بر ما نکتہ چینی میکنی
کار عشق و عاشقی کو ابتدا ترک سر است
دعوت حق نی کنی حق از کجا آوردہ،
بی سبب خود را مدہ آزار گوش ما کر است
سالہا دل جستجو اطراف عالم می نمود
آنچہ کرد او جستجو دید عاقبت اندر بر است
کعبہ و دیر و کلیسا جمع در میخانہ بود
نقشہا آن دانش درد و عالم اہل درست

یوم ولادت حسینؑ

حیدرآباد:۔ ۸ار ڈسمبر۔ معتمد صاحب نشر و اشاعت
انجمن نوجوانان قوم آندھرا پردیش اطلاع دیتے ہیں
۳ر شعبان المعظم مطابق یکم فروری ۱۹۶۰ء کو
عظیم الشان پیمانہ پر یوم حسینؑ منایا جائے گا۔ چنانچہ اس
سلسلہ میں ممتاز ہندوستان اور بیرون ہند سے ربط
پیدا کر لیا گیا ہے، پاکستان سے علامہ رشید ترابی،
حضرت جوش ملیح آبادی کو مدعو کیا جا رہا ہے
اس یادگار جشن ولادت کو کامیاب بنانے کے لئے
انجمن نوجوانان قوم آندھرا پردیش کے محبان حسینؑ
سے مخلصانہ تعاون عمل کی اپیل کرتی ہے

کمیونسٹ اور جمہوری نظام پر ایک نظر

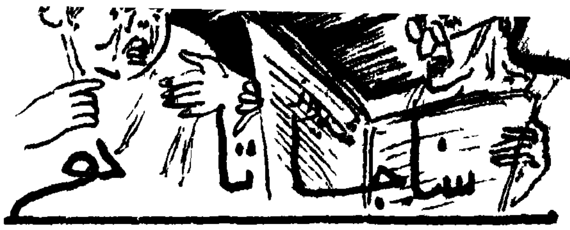
(۱)

آج کی دنیا میں جو نظریاتی مقابلہ پایا جاتا ہے۔ اصل میں وہ اپنے اپنے سماج میں فرد کے کردار کے سلسلے میں متضاد تصورات سے متعلق ہے۔ سوال یہ ہے کہ موجودہ دنیا کے اہم مسائل مختلف آزادانہ تعاونی طریقوں یعنی جمہوری نظام کے تحت بہتر طور پر حل کئے جا سکتے ہیں یا آمرانہ اشتراکیت کے ذریعہ اس کے متعلق امریکی نظریہ ہے کہ انسانی آزادی ہی اس کی کلید کا میابی ہے امریکہ ایسے نظام کو قبول نہیں کرتا جو فرد پر اپنے اصولوں کو زبردستی ٹھونسے۔ وہ انسان کی خداداد طبعی گوناگونی میں پورا پورا یقین اور طاقت و توانائی بخشنے والی آزادی میں اعتقاد رکھتے ہیں۔ چنانچہ صدر آئزن ہوورنے خیرسگالی کے حالیہ دورے پر روانگی سے پہلے اس عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ "ہم نے امن اور دوستی کے جملے بکثرت سنے ہیں لیکن جہاں تک امریکہ کی خواہشات اور امنگوں کا تعلق ہے یہ جملے مکمل نہیں ہیں ان کے بدلے یوں کہنا چاہئے۔ امن اور دوستی آزادی تینوں چیزیں لازمی ہیں میں سمجھتا ہوں دنیا کے لئے امریکہ کا یہی حقیقی اور صحیح پیغام ہے"۔ حالیہ مہینوں میں سوویٹ روس کے وزیر اعظم خروشچیف اور دوسرے کمیونسٹ ترجمانوں نے بین الاقوامی منظر کو بار بار ایسا اکھاڑہ قرار دیا ہے جس میں دو متضاد نظاموں کے تحت جنگ کے بغیر باہمی مقابلہ پایا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے خیالات کو مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے وہ اسے "پُر امن باہمی مقابلہ" "پُر امن ہمہ وجودیت" "باہمی مقابلے کی ہمہ وجودیت" یا "بقائے باہمی" سے تعبیر قرار دیتے ہیں۔ لیکن انہوں نے کہیں بھی کسی بھی طرح سے اپنے تصور کے مستقبل میں آزادی کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ امریکی روایاتی طور پر باہمی مقابلے کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ انہیں بین الاقوامی پہل کی ہے اور اس سلسلے میں اس کے اقدامات سے موزوں و مناسب طور پر واضح ہوتا ہے کہ امریکہ ایسے طریقے تلاش کرنے میں رضا مند ہے جن سے باہمی مقابلہ پُر امن طور پر ہو۔ امریکی نکتہ نگاہ کے مطابق کمیونسٹ جو کچھ بھی کہتے ہیں اس میں آزادی کو شمار و قطار میں لانے میں وہ سب ناکام رہتے ہیں۔ امریکی وزیر خارجہ مسٹر ہرٹر نے کمیونسٹوں کے "بقائے باہمی" نظریوں کے متعلق بجا طور پر کہا ہے کہ یہ انسان کی ان بنیادی خواہش سے پیدا ہوتے ہیں جو اس کے دل میں زندہ رہنے کے متعلق پائی جاتی ہے۔ اور یہ زندہ رہنے کی خواہش آزاد لوگوں اور کمیونسٹوں میں یکساں طور پر ہوتی ہے۔ مسٹر ہرٹر کے الفاظ میں خروشچیف نے کہا ہے کہ نظریاتی تضاد کے باوجود جس پر ہم سختی سے کاربند ہیں ہمیں ایک مشترک زبان بنانی چاہئے۔ اگر امریکی اس بات سے متفق ہوں گے کہ ایک ایسی مشترک زبان بنائی جائے جس سے بقائے باہمی کی یقین دہی ہو سکتی ہو۔ ورنہ باہمی غلط فہمیوں سے ایٹمی جنگ کا خطرہ ہو سکتا ہے جس سے ساری دنیا ہی تباہ ہو جائیگی لیکن امریکی محض اس بات میں یقین نہیں رکھتے کہ ملکوں کو ایک جمودی حالت میں بقائے باہمی یا ہم وجودیت

نے تصور پر فاتح رہنا چاہیے۔ اس کے برعکس وہ اور سب باتوں سے بڑھ کر انسانی عظمت اور صلاحیتوں کی قدر کرتے ہیں۔ باہمی ترقی میں رضاکارانہ تعاون کے تصور کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور امریکہ کا سب سے بڑا نظریہ تو انسانی آزادی کا ہے۔

وزیر اعظم کو روشچیف تو باہمی مقابلہ صرف مادی سکارنا موں تک محدود کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ تمام ملکوں خاصکر امریکہ کو بھی صنعتی اور زراعتی ترقی میں پچھاڑ دیں گے۔ اس سلسلے میں جہاں تک روسی کوششوں کے معیار زندگی کو بلند کرنے کا تعلق ہے امریکہ اس کا ویسا ہی خیر مقدم کرتا ہے۔ جیسا دنیا کے دوسرے ملکوں کی خوشحالی کا۔ امریکہ کے علاوہ ہر لحاظ سے انسانی فلاح و بہبود اور عالمی استحکام و استقامت کے سوال پر بہت خوشحال ہوسکتے تھا۔ لیکن وہ اس تصور کو تسلیم نہیں کرتے کہ محض مادی ضروریات کی تکمیل ہی انسانی سماج کی منزل مقصود ہے۔ وہ اس کے ساتھ ہی انسانی آزادی، ... معراج کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ کمیونسٹ اشتراکی اقتصادی نظام کو بھی دوسرے اقتصادی نظاموں سے بہتر قرار دیتے ہیں۔ اور دنیا نے دیکھا ہے کہ روس نے اپنا یہ نظام دوسرے ملکوں پر زبردستی ٹھونسا ہے خواہ وہ ملک اسے پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ انہیں پھر بھی اس پر چلنا پڑتا ہے۔ لیکن امریکہ چاہتا ہے کہ دنیا بھر میں تمام لوگوں کو آزادی سے اپنی پسند کا نظام قائم کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ امریکہ کسی پر کبھی اپنا نظام نہیں ٹھونسا۔ اور کمیونسٹ

عملی طور پر دیکھا ہے کہ باہمی مقابلہ آزادی میں زیادہ ثمر آور اور نتیجہ بخش ہوتا ہے۔ اس لئے وہ یقین رکھتے ہیں کہ مستقبل میں انجام کار دنیا بھر میں آزادی کا ہی دور دورہ ہوگا۔ اور جمہوریت فتح پائے گی۔



کہ شری لیس کے پاٹل وزیر خوراک نے کہا:
"وزارت خوراک ایک دردسری ہے"
سچ ہے وزارت پناہ! ایک وزارت
خوراک ہی پر کیا منحصر دوسری وزارتیں بھی
موجب دردسری ہیں مگر اس
دردسر کے واسطے صندل لگانا ہے مفید

کہ شری رنگاریڈی (قانڈا یوان) نے
آندھرا پردیش کی قانون ساز کونسل میں
پہلی مرتبہ ایک اہم بیان اردو میں دیا ہے۔
معلوم ایسا ہوتا ہے کہ موصوف کے سارے
پہلے کے بیانات غیر اہم تھے اگر اہم ہوتے تو وہ بیانات
بھی اردو میں دیئے جاتے ۔۔

کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے جعلی صداقت نامے
آندھرا پردیش کے سرویسز Services
میں چلائے جا رہے ہیں۔
ایسی صورت میں عثمانیہ یونیورسٹی کے
جعلی صداقت نامے اتر پردیش سرویسز میں اگر چلائے
جائیں تو عوض معاوضہ گلہ ندارد!

کہ شہر حیدرآباد میں محکمہ برقی کے انتظامات
نہایت معقول ہیں اہل شہر اور اہل خود
کی شکایتیں صداقت پر مبنی نہیں ہیں۔

کہ تحتانی مدارس میں بچوں کو دوپہر کا کھانا
مفت کھلایا جائے گا۔
تو کیا ان بچوں کے ماں باپ کو ناشتہ
بھی نہ کرایا جائے گا۔

کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام
ہوگا
مگر پتہ نہ چل سکا کہ اسلام کو سرکار سے
کیا تعلق ہے؟!

کہ عوام کی جانب سے شہر حیدرآباد و سکندرآباد کا الحاق کر کے درجہ
اول کا شہر قرار دینے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔
حکومت چاہے حیدرآباد کو سکندرآباد میں یا سکندرآباد کو حیدرآباد میں ضم کر کے اس کو
درجہ اول کا شہر قرار دے یا درجہ چہارم کا۔
ــ لیکن غلہ سستا کر دے! ــ

شاید آپکا محبوب اخبار ہے اس ہفتہ یہ سوچئے
کہ سال سنہ ۱۹۶۰ء شروع ہونے سے پہلے اسکے لئے آپ نے کیا سوچا
....

شیراز
هفته وار
(فارسی)
ایدیتر:- سید مقام شیرازی
مقام اشاعت:- چادر گهات گیت حیدرآباد (۲) اندیا

دانشمندان نامی اسلام

۵۰- ابن مسکویه!

فیلسوف و طبیب اسلامی در قرن پنجم هجری

تالیف:- دانشمند محترم آقای سید محمود خیری
مرسله دوست ارجمند آقای حسین ضابط- مدینه هوتل

ابن مسکویه احمد بن محمد یا ابو علی بن مسکویه از بزرگترین فلاسفه و اطبای اسلامی اواخر قرن چهارم هجرت بوده است و با ابو ریحان بیرونی و ابن سینا و نظائر ایشان معاصر است و اضافه بر مهارت در هر دو قسمت علمی و عملی طب که داشته، در لغت و منطق و ادب و شعر و کتابت و ریاضیات و اقسام فلسفه فاضل بوده است

ابن مسکویه مدتی خازن کتب (کتابدار) ابن العمید بوده است و در دربار ملوک دیالمه ندیم مخصوص عضدالدوله دیلمی و محرم اسرار و خزانه دار بیت المال وی بوده و از دو جهت لقب خازن داشته و جدش یعقوب نیز خازن ری بوده است.

از تالیفات او الفوز الاصغر در فلسفه که در بیروت و قاهره چاپ شده. احوال الحکماء المتقدمین و صفات انبیاء السابقین و احوالهم. الاشربه و ما یتعلق بها من الاحکام الطبیه

تهذیب یا طهارة الاعراق که در اخلاق و حکمت عملیه بسیار مفید است و بارها در مصر و بیروت و قاهره چاپ شده و خواجه نصیر طوسی در دیباچه کتاب اخلاق ناصری همین کتاب و مؤلفش را ستوده و هم بامر ناصرالدین محتشم از عربی بفارسی ترجمه اش کرده و دو قسم دیگر از حکمت تدبیر منزل و سیاست مدن را بدان افزوده و به اخلاق ناصری موسومش ساخته و بارها در ایران چاپ شده است. دیگر (جاویدان خرد) است گویند که اصل این کتاب که در آداب و اخلاق و حکم است تالیف هوشنگ شاه پیشدادی یا بعضی از حکما و دانشمندان عصر او بوده که بنام وی تالیف کرده اند و هم چنان در خزانه ایشان محفوظ بوده تا در زمان مامون عباسی بدست آمده و وزیرش حسن بن سهیل قسمتی از آن را ملخص و بعربی ترجمه اش کرده و آنرا ملخص جاویدان خرد موسوم ساخته و ابن مسکویه نیز همین ملخص عربی را مرتب و مهذب کرده و مطالب مهمی بدان افزوده و بفارسی ترجمه اش کرده و بنام اصلی قدیمش جاویدان خرد مسمی گردانید و عین ملخص عربی مذکور را هم در دیباچه کتاب آداب العرب درج ساخته و علامه محسن امین عاملی کتاب آداب العرب را که حاوی ملخص مذکور هم هست در مجلد دهم اعیان الشیعه ضمن شرح حال ابن مسکویه در شصت و چند صفحه نقل کرده و در دمشق (شام) چاپ شده است. و هم چنین تالیفات دیگری نیز از ابن مسکویه هست که از ذکرشان صرف نظر می شود که موجب تطویل کلام نشود.

وفات ابن مسکویه در نهم صفر چهار صد و بیست یا بنا بر مشهور بیست و یکم هجری قمری در اصفهان واقع و در تخت فولاد مدفون است.

بقیه ابراهام لینکان

مقصود او از لفظ مادر در این عبارت نانسی هانکس است که مادر خودش بود یا سارا بوش زنامادری او زیرا بهردوی آن معانی را مدیون می دانست.

اتفاقاً روزی یک نسخه موش خورده ای از کتاب زندگانی واشنگتن بدست ابی افتاد و این پسر پابرهنه دهاتی سابقاً در خیال و اندیشه عملیات آن پیشوای بزرگ غوطه ور گردید. مطالعه این کتاب بدری در روحیه اش تاثیر کرد که چند روز بعد موقعیکه بعلت برپا کردن تیغ الموره و توبیخ زنی قرار گرفت و با دیگفت خوب ابی، اگر تو بخواهی همیشه از این کار ها بکنی عاقبت تو چه می شود؟ گفت: دشمن طی بندم که عاقبت چون

جنود و مشهور مال بعد اسره کرم (دنباله)

مردان خود ساخته

آبراهام لینکلن!

ترجمه :- آقای مسعود رجب نیا

مرسله :- آقای محمود دشتی خیام کیفی.

(۵)

بسال ۱۸۱۶ چهار نفر که کلیه افراد یک خانواده را تشکیل می دادند خانه مسکونی خویش را در ایالت کنتاکی ترک گفتند و با اندک اثاثه و دارائی ناچیز خود بسوی شمال غرب کشورهای متحده امریکا رهسپار گشتند.

این چهار عبارت بودند از توماس لینکلن و زنش نانسی هانکس و دو فرزند: دختری نه ساله بنام سارا و پسری هفت ساله و کشیده اندام و نحیف بنام ابراهام یا (ابی). این کاروان کوچک با تبری که همراه داشتند در جنگلهای خالی از سکنه برای خود راه باز میکردند و از حیواناتی که توماس لینکلن با تفنگ شکار می کرد تغذیه می نمودند. باین طریق بسوی شهر (جنتری ویل) واقع در ایالت ایندیانا آمده سرانجام در آنجا رحل اقامت افکندند و ... بنا کردند.

کلبهٔ جدید با تکه های الوار بریده شده ساخته شده بود و کف آن پر بود از علفهای وحشی چند دست رختخواب که تشکهای آن از برگهای خشک پر شده بود یک یا دو چهار پایه، یک میز و یک کتاب مقدس کلیهٔ اثاثه این خانه و دارائی این خانواده را تشکیل می داد.

خانم لینکلن که زنی رنگ پریده و خوشخوی بود فرزندان خویش را بوسیلهٔ آن کتاب مختصر خواندن و نوشتن می آموخت، توماس لینکلن خودش از خواندن و نوشتن عاجز بود. ولی پسرش ابی سه ماه در یک مدرسه بسیار مختصر خواندن را آموخته بود و بواسطهٔ حدت ذهن و هوش مفرط و حافظه نیرومند پس از اندک زمانی تمام کتاب مقدس را از بر می خواند. ابی در اثر تعلیمات مادر دارای احساسات عمیقی از محبت و صمیمیت گردید.

ولی این تعلیمات دیری نپائید زیرا مصائب مهاجرت و دشواریهای زندگانی بدون تقویت و ناتوان نانسی هانکس را بطوری فرسوده ساخته بود که ابی هنوز به ده سالگی نرسیده مادرش در اثر بیماری سل درگذشت رئیس خانواده آن فرشتهٔ فامیل را در صندوق ساده ای جای داد و در سایهٔ درختی نزدیک کلبه خانوادگی بخاک سپرد.



این فاجعه برای ابی (که بعدها در بیست سالگی خواهرش را هم از دست داد) فقدان عظیمی بود. پس از چند ماه هنوز آرام و قرار نداشت. نامه ای به کشیش نوشت و از او دعوت کرد تا بکلبهٔ محقر آنها بیاید و دعای برای آسایش روح مادرش بخواند. کشیش آمد و روز یکشنبه ای صبح سوار بر اسب مراسم مذهبی مربوطه را بجای آورد. باین طریق ابی بهترین و شفیق ترین دوست ایام کودکی را بدرود گفت.

توماس لینکلن بزودی تجدید فراش کرد و زنی گرفت خانم جدید لینکلن زنی بیوه و از دوستان قدیمی نانسی هانکس بود این زن با سه فرزندش به کلبهٔ لینکلن آمد و با خود یک میز کشودار تحریر و چند صندلی و یک میز ساده و لوازم رختخواب آوردند. برای اولین بار ابی در یک رختخواب واقعی خوابید. این زن برای آنها مادری مهربان شد و توماس لینکلن راحت طلب و لاقید را هم معنا تقویت کرد. و به کار گماشت و کلبه را جالب تر ساخت و آسایش همه را تأمین کرد. ابی را هم تشویق می کرد که بیشتر بجهان کتاب توجه کند و در آن فرو رود. اصول تکامل اخلاقی و کنجکاوی علمی را در او زنده می کرد. ضمنا او را تا حدود امکان به پرهیزکاری و فداکاری ترغیب می نمود.

سالها بعد هنگامیکه رهبری سی میلیون نفوس را بعهده داشت گفته پر از محبت می گوید: و آنچه ممکن است در آتیه برافتخارات آن افزون گردد همه مرهون مادر فرشته رفتار م است. خدا او را بیامرزد» و معلوم نیست

(بقیه در صفحه …)

مجلل‌ترین ضریح ائمهٔ اطهار در مشهد نصب میشود

ضریح حضرت رضا(ع) یکی از نفیس‌ترین و گرانبهاترین آثار هنری ایران خواهد بود

در ساختمان این ضریح ۳۵۰ هزار مثقال نقره و ۵ هزار مثقال طلا بکار خواهد رفت

از دو سال قبل ساختمان این ضریح آغاز گردیده و بزودی برای نصب آماده خواهد شد

در گوشه‌ای از قسمت شرقی صحن جدید آستانهٔ حضرت ثامن الائمه علیه السلام در محلی که به سراچه بالای آب انبار معروف است برای ایجاد ضریحی مجلل و متناسب با شأن و مقام علی ابن موسی الرضا علیه السلام جمعی از زبده‌ترین هنرمندان کشور ما شب و روز فعالیت می‌کنند و در آینده‌ای نزدیک این فعالیت به نتیجه میرسد و ضریح مجلل و زیبای مرقد مطهر حضرت رضا علیه السلام آماده نصب می‌گردد.

خبرنگار ما در مشهد که در این باره گزارش کاملی تهیه کرده است علت تعویض ضریح حضرت ثامن الائمه علیه السلام و چگونگی ساختمان ضریح جدید را بشرح زیر توضیح داده است.

نفیس‌ترین اثر هنری! چون ضریح مطهر حضرت رضا علیه السلام از جنس پولاد است و بر اثر کثرت تبرک فرسوده شده است باین جهت از چندی پیش مسلمانان با ایمان و شیعیان بر آن شدند که ضریح فعلی مرقد مطهر حضرت علی ابن موسی الرضا را بضریح مجلل و باشکوهی از طلا و نقره تبدیل نمایند.

هم اکنون مدتی است با کمک مسلمانان و مردم نیکوکار ساختمان ضریح جدید بطرز بسیار جالب و زیبائی که شایستگی مقام حضرت رضا علیه السلام را داشته باشد شروع گردیده است. این ضریح مجلل بسرپرستی آقای سید ابوالحسن حافظیان که یکی از مؤسسین و متدینین شهر مقدس مشهد است ساخته می‌شود و آقای حاج محمد تقی ذوفن هنرمند معروف اصفهانی با ۲۵ نفر کارگران ورزیدهٔ خود ساختمان قسمتهای مختلف ضریح را بعهده دارند.

وقتی برای اطلاع از چگونگی ساختمان این ضریح مجلل وارد محوطه سراچه بالای آب انبار شدم بیش از همه چیز ازدحام جمعیت توجهم را جلب کرد. این جمعیت عموماً زائرین حضرت رضا علیه السلام بودند که برای پرداخت کمک نقدی طلا و نقره از یکدیگر سبقت می‌جستند. جز این عده، جمعی دیگر نیز برای تماشای ضریح باشکوه حضرت رضا باین محوطه وارد گردیده بودند و محو ظرافت و زیبائی ضریح جدید بودند. قبل از ورود بدفتر ضریح و کارگاهها از میان انبوه مردم گذشته خود را بمقابل ضریح رساندم. باید انصاف داد که متخصصین و کارگران ایرانی منتهای ذوق و سلیقه را در طرح ریزی و ساختمان این ضریح بکار برده‌اند بطوریکه میتوان گفت این ضریح از ضریح تمام مشاهد متبرکه زیباتر و مجلل‌تر ساخته شده و در ردیف نفیس‌ترین آثار هنری ایرانیان میباشد.

مقدار طلا و نقره ضریح ضریح جدید بر روی یک سکوی آجری بارتفاع ۳۵ سانتیمتر و در یک محفظه چوبی بزرگ بطول ۶ متر و عرض ۵ متر قرار دارد.

این محفظه چوبی بمنظور جلوگیری از دست زدن و لمس اشخاص بضریح ساخته شده است.

البته ارتفاع این محفظه چوبی کمتر است و یکمتر از ضریح درون این محفظه پیدا است و بقیه آن در قسمتهای بالا برای مشاهده مردم باز است. طول ضریح جدید حضرت رضا علیه السلام چهار متر و پنجاه و یک سانتیمتر، عرض آن سه متر و پنج سانتیمتر، ارتفاع آن سه متر و شصت و پنج سانتیمتر میباشد. ضخامت بدنه ضریح با چوب آن ۱۷ سانتیمتر است و روی آن با طلا و نقره پوشیده شده است. وزن چوبی که برای ساختمان اسکلت ضریح بکار رفته سه هزار و سیصد و پنجاه کیلوگرم است که از بهترین چوب گردو تهیه و از طرف آقای حاج حسین آقا ملک که حاضر بمعرفی ایشان نیست تقدیم شده است.

مقدار نقره مصرفی ضریح مطهر سیصد و پنجاه هزار مثقال و طلای مصرفی آن پنج هزار مثقال میباشد. تمام هزینه ساختمان ضریح جدید بیش از ۲ میلیون ریال خواهد بود.

مشخصات ضریح ضریح جدید دارای چهارده پنجره است که هشت پنجره آن در طرفین آن از قسمت طول و شش پنجره نیز در طرفین آن از قسمت عرض قرار داده‌اند

نقره‌کاری ضریح خاتمه یافته و آقای حاج محمدتقی ذوفن هنرمند معروف اصفهانی مشغول نصب قسمت‌های طلای آن میباشد.

قرار بود قبلا سقف ضریح از چوب پوشیده شود ولی در ضمن ساختمان ضریح تصمیم گرفته شد که سقف آن نیز با نقره پوشیده شود و آقای سید ابوالحسن حافظیان این تصمیم را باطلاع مردم رسانید.

مردم مقدار نقره‌ای را که برای پوشاندن سقف ضریح لازم بود فراهم کردند ولی برای تأمین کسری نقره مورد لزوم نیز به پیشنهاد آقای حافظیان با موافقت آقای مهران نایب التولیه سابق یک پنجره نقره که روی در جواهر ضریح فعلی نصب بود و بعلت کثرت تبرک فرسوده برداشته شده و به بایگانی خزانه تحویل گردیده بود در ساختمان سقف ضریح جدید مصرف شد.

نکته جالب اینکه چون نقره‌هائی که بمصرف ساختمان ضریح میرسد باید خالص و باصطلاح بدون بار باشد. باین جهت نقره‌های تقدیمی اشخاص مرتبا جمع‌آوری میشود و برای ذوب و خالص کردن آن بوسیله حاجی محمدتقی ذوفن باصفهان فرستاده میشود تا در کارگاه وی در اصفهان ذوب شود و بصورت نقره ۹۰ درآید و پس از خالص کردن نقره مجددا به مشهد بازگردانده می‌شود البته این کار طبق برنامه منظمی با نظارت آقای سید ابوالحسن حافظیان صورت میگیرد.

در کارگاه - پس از بازدید ضریح برای دیدن طرز کار هنرمندان اصفهانی که در اطاق‌هائی مشغول کار بودند رفتم کارگاه ساختمان ضریح شامل قسمت‌های قلم‌زنی، زرگری، آهنگری، فلزتراشی، نجاری و نوبندگی است که کارکنان هر یک از این قسمت‌ها در یک اطاق مخصوص زیر نظر آقای حاج محمدتقی ذوفن بکار خود مشغول میباشند. آنگاه بدفتر ساختمانی ضریح که آقای سید ابوالحسن حافظیان و برادر ایشان آقای سید علی اکبر حافظیان در چند [illegible] دفتر دارند دیگر مشغول کار بودند رفتم جمعیتی انبوه سرگرم پرداخت پول و طلا و نقره به متصدیان مربوطه بودند. در برابر هر مبلغ پول و هر نوع طلا و نقره تقدیمی برای ضریح مطهر رسید مخصوص داده میشود و در دفتر ساختمان ضریح بلافاصله ثبت میگردد.

هنگامیکه وارد دفتر ساختمانی ضریح شدم بانوئی مراجعه کرده با قبضی که در دست داشت گفت: تقاضا دارم این قبض را اصلاح کنید آقای سید علی اکبر حافظیان که مسئول دریافت وجوهات و طلا آلات تقدیمی است اظهار داشت این قبض بدون عیب است و مطابق نام و مبلغی است که شما پرداخته اید ولی بانوی مزبور گفت: بله، صحیح است ولی میخواهم مبلغی دیگر تقدیم کنم این مبلغ را نیز ثبت کنید ضمنا من هنگام تقدیم مبلغ قبلی نام خود را شاهزاده خانم گفته ام و این نامی است که مردم مرا به آن میشناسند در صورتیکه نام اصلی من سکینه است. سپس بفکرم رسید که در آن محلی که میخواهم این قبض را همراه ببرم باید نام خودم ذکر شود بدین جهت میخواهم نام اصلی مرا که سکینه است در قبض یادداشت کنید زیرا میخواهم در هنگام مرگ این قبض را داخل کفنم بگذارند.

گره‌گشائی می کنند. نا گفته نماند که بعضی از زائرین هم با پرداخت نیمی از مبلغ و یا قطعه جواهر و طلا آلاتی برای ضریح حضرت ثامن الائمه علیه السلام، نیم دیگر را نزد خود نگاه میدارند تا نذرشان ادا شود و آن وقت نیم دیگر را تقدیم میکنند مثلا زنی یک لنگه گوشواره خود را بدفتر ساختمانی ضریح تقدیم میدارد تا چنانچه نذرش پس از مدتی معین اداشد لنگه دیگر را نیز تقدیم دارد و چنانچه در آن مدت نذرش ادا نشد آن لنگه گوشواره ای را نیز که تقدیم داشته است باز پس میگیرد. بهرحال در دفتر کار آقای سید ابوالحسن حافظیان از ایشان راجع به ساختمان ضریح سؤالاتی کردم. پرسیدم چه شد که بفکر ساختمان ضریح افتادید و چگونه برای ساختمان آن اقدام کردید؟ آقای حافظیان اظهار داشت اولین قدم برای انجام این کار مذاکره ای بود که بین من و یکی دو نفر از دوستان ضمنی صورت گرفت و افراد مزبور پیشنهاد کردند که مبلغ دو میلیون ریال برای ساختمان ضریح کمک کنند.

این نخستین گامی بود که برای انجام این خدمت بزرگ برداشته شد. پس از آن با آقای دکتر شادمان نایب التولیه وقت تماس گرفتم و با دریافت ۲۴۰ هزار مثقال نقره ۹۰ و یک هزار مثقال طلای ناب از خزانه آستانه همراه با مبلغی که دوستان پیشنهاد کرده بودند شروع بکار کردم آقای حاج محمدتقی ذوفن را از اصفهان برای انجام اینکار به مشهد خواندم و ویرا برای مشاهده ضریح‌های مشاهد متبرکه بعتبات اعزام داشتم آقای ذوفن پس از بازگشت از عتبات با اجرت مثقالی ۱۴ ریال شروع به ساختمان ضریح نمود و تعهد نمود که دو سال پس از شروع کار تحویل دهد هم اکنون ساختمان ضریح نزدیک بپایان است. و در آینده‌ای نزدیک نصب خواهد شد. (اطلاعات)

علی کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا | وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مٹا کر آپ کو عثماںؔ یہی کہتا ہے ہر اک سے | کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی

جلد ۱۴
روز جمعہ
یکم جنوری
سنہ ۱۹۶۰ء
م
غرہ
رجب المرجب
سنہ ۱۳۷۹
شمارہ
(۸)

غزل

(مطلع) علی کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا | وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا

نہیں آساں کہ واقف ہو کوئی اس رازِ پنہاں سے | کہ دنیا میں مقامِ آدمی سمجھا تو میں سمجھا

صبا قاصر رہی ہے کہتی ہے بلبل سمجھنے میں | ہنسی غنچوں کی گلشن میں کوئی سمجھا تو میں سمجھا

ذرا تو دیکھ لے نقشہ ہے کیا اس دارِ فانی کا | کہ انساں کی یہ طرزِ زندگی سمجھا تو میں سمجھا

عجب ہے نور اس بابِ خراساںؑ کی تجلی میں | شعاعِ شمس کی بھی روشنی سمجھا تو میں سمجھا

گلہ ہر دم یہی پیرِ مغاں سے رند کرتا ہے | مئے رنگیں میں مستی کی کمی سمجھا تو میں سمجھا

(مقطع) مٹا کر آپ کو عثماںؔ یہی کہتا ہے ہر اک سے
کوئی بابِ نجفؑ کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

(منقول از نظام گزٹ)

مرقومہ ۲۰ ڈسمبر سنہ ۱۹۵۹ء

روپوشی خطیب مدیر ہمدم در بمبئی

فرمایا معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بمبئی میں فرقہ اثنا عشری کی تیار کردہ ایک سرائے ہے جہاں لوگ کچھ مدت کیلئے آکر ٹھہرتے ہیں۔ بغرض ادائے فیس۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ خطیب پیشتر یہاں آکر ٹھہرا تھا۔ لہٰذا قیاس ہے کہ اس نے غالباً ایجنٹ سعودیہ گورنمنٹ سے امداد طلب کرنے کے سلسلہ میں بغرض ادائے حج و زیارت گیا ہے کہ اس کا زمانہ آرہا ہے۔ مگر دوسری طرف دیکھنا یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ قیاس درست ہے تو بعد ارتکاب سنگین جرم یعنی دریدہ دہنی بہ مضامین نذری باغ" در زمانہ گذشتہ اگر وہ چاہتا ہے کہ حرمین شریفین جاکر اسکا کفارہ ادا کرے تو غالباً یہ قبول نہ ہوگا کہ اس کے حرکات مذموم ایک مدت دراز تک جاری تھے وہ بھی قصداً نہ کہ سہواً۔ ایسی حالت میں اگر سہو بشری سے کسی وقت غلطی ہو جائے اور پھر انسان نادم ہو کر طالب عفو ہو تو یقیناً اوس کا یہ فعل مستحسن قرار پائیگا صاحبان کرام کے ہاں۔ مگر یہ معاملہ یہاں ایسا نہیں ہے بلکہ اوس کی نوعیت دوسری ہے یعنی یہ کرات و مرات وقوع میں آیا۔

نظر بر آن گو نذری باغ نے اوس کی درخواست پر معافی دیدی مگر یہ طیب خاطر نہیں بلکہ طوعاً و کرہاً۔ اور اس کی مفلسی کو دیکھ کر جو ماہانہ امداد دیگئی تھی تو وہ مشروط تھی۔ یعنی بالفاظ دیگر اگر بعد از خرابی بسیار وہ تائب ہوا ہے تو اس کا اوس کو اچھی طرح علم ہے کہ اگر کسی دن معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی تو امداد بھی فوراً مسدود ہو جائے گی ـــ بقول

فاذا فات الشرط فات المشروط۔!

الحاصل اس کو وہ فراموش غالباً نہیں کیا ہے بلکہ سمجھتا ہے کہ نذری باغ کی برہنہ تلوار اس کے سر پر لٹک رہی ہے وہ بھی رشتۂ خام سے جو معلوم نہیں کہ کس دن اس کے سر پر گرے اسی وجہ سے وہ حزم و احتیاط کے تحت کام کر رہا ہے۔ تاکہ آخر میں چلکر پھر ندامت نہ اوٹھائے۔ بقول۔ خسر الدنیا و الآخرہ۔

الحاصل دنیا میں اگر سچ پوچھیے تو ایسے ایک دو شخص نہیں بلکہ بے شمار ہیں جو خود غرض ہیں شکم پری کا یہ ذریعہ بنائے ہوئے ہیں مگر چونکہ یہ راستہ غلط ہے اس لئے وہ کامیاب نہیں ہوتے ہیں۔ بقول۔ خود کردہ را علاجے نیست۔! بلکہ برعکس اس کے منہ گریبان میں ڈالے پھرتے ہیں یہ خیال کرنے والے بر حال ما۔!

مرقوم ۲۲ دسمبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

غلطی مدیر اخبار نظام گزٹ

فرمایا ایک مضمون بعنوان مسجد سکندر لانسر جو اس میں دیر وزہ طبع کیا ہے تو مدیر اخبار کو چاہیئے تھا کہ ایسے لوگوں سے خود کو علیٰحدہ رکھتا باوجود اس کا علم رکھنے کے کہ یہ لوگ وہی تھے جو نذری باغ کے ایک سابق خانہ زاد کی دیدہ و دانستہ زندگی کو برباد کئے تھے (یعنے قادر علی کی) اس کا عقد نذری باغ کے پس پشت کرکے جس کو کم وبیش ایک سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ دوسری طرف اس کے کیا واقعات تھے اسی اخبار نظام گزٹ میں مختلف مضامین کی شکل میں کچھ عرصہ قبل طبع ہوئے تھے۔ خیر مضٰی ما مضٰی۔ لہذا آئندہ سے اون اخبارات کو جن میں نذری باغ کا کلام طبع ہوتا ہے یا امداد دی جاتی ہے ایسے معاملات میں احتیاط کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ حصول اجرت طباعت مضمون کی خاطر ایسے اندھا دھند کام کرنے کی۔ غالباً وقار احمد صاحب مرحوم زندہ ہوتے تو یہ غلطی سرزد نہ ہوتی۔

دیگر مضمون شائع شدہ میں ایک جگہ ما بدولت کا سیوت متوفی شخص سے متعلق لکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ لقب اعلیٰ حضرت نے نظام کی والدہ مرحومہ کو بوجہ ان کے ذاتی صفات یا طرز زندگی اون کے انتقال پر دیکر اونکی عزت افزائی کی تھی جو کہ عالم آشکارا تھا نہ کہ پس پردہ۔ لہذا باوجود اس کا علم رکھتے ایسی غلطی کرنا قابل گرفت ہے۔ جس کو نذری باغ نے نظر انداز کر دیا۔ بار اول سمجھکر جس کا اعادہ پھر نہ ہونا چاہیئے اس کا خیال رہے۔

مرقوم ۲۸ دسمبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

ایک تھیلی کے چٹّے بٹّے

فرمایا مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ جتنے خود غرض اشخاص ہیں یہ روزانہ چاءخانہ میں ملتے رہتے ہیں جو ان کا اڈّہ بنا ہوا ہے اور وہاں ہمہ قسم کے اُمور پر آپس میں گفتگو ہوتی رہتی ہے اور یہ قرار پاتا ہے کہ فلاں فلاں معاملہ میں۔ فلاں شخص لکھے تو اس کا جواب بظاہر دکھاوے کی غرض سے فلاں شخص دیگا (اخبار میں) اور اگر اس حرکت کا نتیجہ بد نکلے تو اس میں سب ہم نوالہ و پیالہ شریک رہیں گے (بحیثیت شرکاء) ورنہ اگر قسمت سے بہتر نتیجہ نکلے تو فائدہ ہوگا۔ جس میں سب کا مشترکہ حصہ رہےگا اور اس مذموم طریقہ سے یہ اپنی شکم پری کرتے رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے ایسے گرے ہوئے حرکات صاحبان کردار کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتے کہ یہ کام صاحبان غیرت کا نہیں ہوتا ہے بلکہ اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو اپنے کردار کو فروخت کرکے لین دین کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ انہیں وجوہ سے ایسے اشخاص کی آمد و رفت نذری باغ میں مسدود ہے جنکے قول و فعل پر کسی قسم کا بھروسہ نہیں ہوسکتا کہ یہ بندۂ زر بنے ہوتے ہیں۔

الحاصل اب نذری باغ بعد تلخ تجربہ ہشیار ہوگیا ہے اور ان حرکات زبون پر اوسکی نظر ہے کیونکہ ان کو یہاں سے مشروط امداد ملتی ہے اور اگر یہ بات پیدا نہ ہوتی تو پھر بیکار دردسری مول لینے کی نہ ضرورت ہے اور نہ یہ اُمور قابلِ توجہ ہیں۔ بقول شیخ سعدیؒ

ماراچہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۲۵ رڈسمبر سنہ ۱۹۵۹ء

مژدۂ سالِ نو عیسوی سنہ ۱۹۶۰ء

(برائے خباسس علی بیگ فرزند ہمایون علی بیگ)

فرمایا یہ لڑکا اس وقت آکسفورڈ یونیورسٹی میں (انگلینڈ میں) زیر تعلیم ہے۔ اور یہ ختم ہونے کے لئے ابھی دو سال باقی ہیں اور اس وقت اس کی عمر ۲۰ سالہ ہے۔ اور ڈگری کر رہا ہے۔ نظر بر آن یہ تعلیم ختم کرکے بعد جب حیدرآباد اپنے وطن کو واپس ہوگا تو اُس وقت اس کی بہبودی اور سرسبزی کے لئے معلوم نہیں کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوگا کہ یہ مسئلہ اس وقت بزرگ خاندان کے زیر غور ہے بربنائے تحریک ساکن مکان کاف جسکی تشریح اسوقت بے وقت ہے کہ ہر چیز وقت پر منحصر ہے۔ بمصداق۔ گل امروز بہ ہین باد فانیا۔

زیادہ مبارک باشد۔

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۲۷ رڈسمبر سنہ ۱۹۵۹ء

امر قابلِ غور

فرمایا ایک صاحب جو نذری باغ میں آمد و رفت رکھتے ہیں اتفاقاً ایک شناسائی سے ملنے کا انکو موقع ملا تھا جو کہ طبقہ مشائخ سے تھے تو بر سبیلِ تذکرہ اُس مضمون پر گفتگو آئی تھی جو نذری باغ سے حال میں طبع ہوا تھا۔ اُوس کمیٹی علمائے شیعی کے نظر سے متعلق جو کہ متفقہ طور پر پانچ اہم جواب کتاب خلافت معاویہ و یزید لکھنے والے ہیں تو صاحب مذکور سے مشائخ صاحب نے کہا "کیا ہم یہ کام انجام نہیں دے سکتے۔" اس پر سے صاحب مذکور نے جواب میں کہا معاف کیجئے آپ کا گروہ (یعنی کثرت والا فرقہ) یہ کام جیسا کہ چاہیئے نہیں کرسکتا کہ ہر کارے و ہر مردے مشہور ہے۔ دوسری طرف کوئی اصحاب جوں لکھنے کو لکھ سکتے ہیں مگر وہ خوبی اس میں نہیں آنے گی جو قلت والے طبقہ کو حاصل ہے۔ کیونکہ اس گروہ کا لگاؤ یا شغف اس قسم کے مذہبی کاموں کے ساتھ جو ہے وہ ظاہر ہے جس سے انکار نہیں ہوسکتا۔

دوم۔ "ہر سال ماہ عزا محرم میں یہ گروہ مراسم عزاداری ادا کرکے اپنے خیالاتِ مذہبی کو تازہ کرتا رہتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا کہ خاص اس کام کے لئے یہ مخصوص ہے۔"

اس دلیل کو سنکر مشائخ صاحب نے کہا کہ یہ جو کچھ کہا گیا تھا وہ اپنی حد تک درست تھا وبس۔

یہ گفتگو سنکر میں نے ان سے کہا کہ انھوں نے جو کچھ بے لاگ یا بلغیر طرفداری کئے کہا تھا وہ یقیناً صداقت پر مبنی تھا اور آخر میں کہا کہ نذری باغ ہمیشہ اس قسم کے کام صرف انھیں اصحاب سے لیگا جو اس کے لئے موزوں سمجھے جائیں گے نہ کہ ایسے اصحاب سے جو اسکے اہل نہ ہوں۔ اس کے علاوہ جو کتاب لکھوائی جائیگی وہ ایک مہتم بالشان یادگار کام ہوگا مذہبی نقطہ نظر سے لہذا اس کو دیکھ سمجھکر کیا جائیگا تاکہ محنت یا پیسہ برباد نہ ہو بلکہ ہر طرح بکار آمد ثابت ہو کہ یہ مذہبی اہم مسائل ہیں اسلام کے نہ کہ ناول یا افسانہ نویسی جس کیلئے ذاتی قابلیت اور لکھنے والوں کا مسلمہ پوزیشن ہونا ضروری ہے۔ علمائے شیعی میں اور وہ بھی کونے گمنامی کے نہ ہوں بلکہ عالم آشنا یا کم از کم دنیائے علم و فضل میں مشہور ہوں تاکہ درست طریقہ پر کام ہو کر نتائج خوشگوار سامنے آئیں۔ ختم۔

مرقوم ۲۹ر ڈسمبر سنہ ١٩٥٩ء

(منقول از نظام گزٹ)

ایک جدید لوکل اخبار اردو

فرمایا اس میں نذری باغ کے مضامین سے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا اثر ساکن نذری باغ پر ہرگز نہیں پڑ سکتا کہ وہ پہلے تو خدا کے حفظ امان میں ہے اور بعدہٗ جس ہستی مقدس کے قدم سے وہ وابستہ ہے وہی اوسکی حفاظت کرتے آئے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہینگے۔ بعونہٖ و کرمہٖ۔ جس کا مالوٹو ہے یعنے۔ یک در گیر محکم گیر۔

دوئم۔ زبانی جمع و خرچ کرنا آسان۔ مگر قول کو عملی جامہ پہنا کر ثبوت دینا مشکل۔ یعنے کہ بارسے وارد ہو کہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور مرد میدان بننے والے ہی بن سکتے ہیں نہ کہ بدھو جیسے سستی مار۔ جن سے گلشن گلخن ہوتا ہے نہ کہ چمن۔ جو کہ مختص ہے بلبلان ہزار دستان کے لئے۔ جس پر نو بہار نثار اور رنگ گل خوش گفتار ہے۔ کیونکہ یہ چمنستان جنت ہے۔ مرحبا کیا کہنا اس خوش آیند منظر کا!

خلاصہ یہ کہ کنگ کوٹھی نادِ کلاں کے حصار میں جہاں اعدا کی رسائی قطعاً ناممکن ہے۔ یہ اچھی طرح ذہن نشین رہے اور اگر یقین نہیں تو آزما کر دیکھ لیا جائے تو کذب و صدق معلوم ہو جائے گا۔ اور کوئی امر مذبذب نہیں رہے گا بلکہ مثل آئینہ نمایاں رہے گا۔

بقول عیاں را چہ بیاں!

مرقوم ۳۰ر دسمبر سنہ ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

۲۸۶
۲۹۲

اطال اللہ عمرہا

مادۂ تاریخ و پنج شعر بتقریب ولادت باسعادت صاحبزادہ نواب ممتاز علیخاں بہادر پسر نواب محمود جنگ بہادر بطنی حضرت مہدی بیگم صاحبہ

بتاریخ ۱۶ ڈسمبر سنہ ۱۹۵۹ء م ۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۷۹ھ بروز چہارشنبہ

(مادۂ تاریخ بالمقطع)

ذات والا پہ تری ہے جو ہمیں ناز علیؑ
بج رہے ہیں طرب و عیش کے پھر ساز علیؑ
انکی امداد پہ تائیدِ نجفؑ سے صادقؔ
فضل و اکرام کے حامل ہیں جو ممتاز علیؑ (بالمقطع)

۱۹ ۶ ۵۹

(پنج شعر)

ہیں پنجتن میں حرف ہر اک تمسری میں پانچ
پھر دیکھئے گا فاطمہ بنتِ نبی میں پانچ (بنتِ رسول)
حسنین میں بھی اس طرح ہوتے ہیں پنج حرف
دیکھ لیجئے خسرو عثمان علی میں پانچ (خسرو کارنامہ ...)
اقبال میں ہیں پنج سعادت میں بھی ہیں پنج
مشہد کا ہے یہ فیض کہ پھر مشہدی میں پانچ (حضرت مہدی بیگم صاحبہ)
حمدِ خدائے پاک نہ کیوں کر زبان پہ ہو
سرتاج میں بھی پانچ اور محمود بھی میں پانچ (محمود جنگ)

مولود پر ہیں سایہ فگن پانچ تن سنو
صادقؔ اسی لئے تو ہے ممتاز ہی میں پانچ (ممتاز علی خان)

نتیجۂ افکار

گذرانیدہ صادق علی (المخاطب صادق الوعد) مقیم نذری باغ

۲۰ ڈسمبر ۱۹۵۹ء بروز یکشنبہ

نوٹ۔ اس لڑکے نے اچھی تاریخ کہی ہے جو قابل تحسین ہے اور ذی کردار ہے اور ایک حد تک پڑھا لکھا ہے

منقول ۲۴ ڈسمبر سنہ ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعۂ تاریخ ولادت باسعادت

صاحبزادہ نواب میر ممتاز علی خان بہادر دام اقبالہ فرزند دلبند نواب محمود جنگ بہادر

ایزد بیچون ز الطاف و کرم داده پسر | شاہ دشاہ و خویشش پدر ہم مادرش شد بہره‌مند
سال تاریخش برآمد وه چه ممتاز نفیس | نوگلی باغ مراد از مشہدی اقبال مند

۱۹ ۴ ۵۹

۲۱ جمادی الآخر سنہ ۱۳۷۹ھ

گذارندہ
سید کاظم حسین قمر عابدی

(منقول از نظام گزٹ)

بسم اللہ الرحمن الرحمن

ہذا من فضل ربی

اللہ محمد علی
فاطمہ حسن حسین

بشرف ملاحظہ اقدس اعلیٰ فداماں بارگاہ خداوندی آصف سابع اعلیحضرت قدر قدرت بندگان عالی ظل سبحانی رحمت یزدانی پیر و مرشد سلطان العلوم حضور پرنور صانہم اللہ عن الشرور و الفتن خلد اللہ ملکہ ما دام الایام و اللیالی۔

بسلسلہ ولادت باسعادت صاحبزادہ نواب میر ممتاز علی خان بہادر

قطعۂ تاریخ

بہ زیر سایۂ شاہ علوم خوش آمد | تولد نبسہ بہر شاہ نیک خصال
نوشت خامۂ صائم بہ صنعت صوری | ہزار و سہ صد و ہفتاد و نہ مبارک سال

سنہ ۱۳۷۹ھ

موروثی دعاگوئے

سید محمد کاظم صائم نجفی خلف مولوی سید علی نقی صاحب نجفی قبلہ طاب ثراہ۔
ساکن کوٹلہ عالیجاہ کوچہ مسجد جعفری

۲۰ جمادی الثانی سنہ ۱۳۷۹ھ

(منقول از نظام گزٹ)

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ
ترجمانِ اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے — خیرخواہِ شاہِ حق آگاہ شیراز ہے
شیراز
ایڈیٹر: سید صمصام شیراز
لا فتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار

سالگرہ مبارک

(۰)

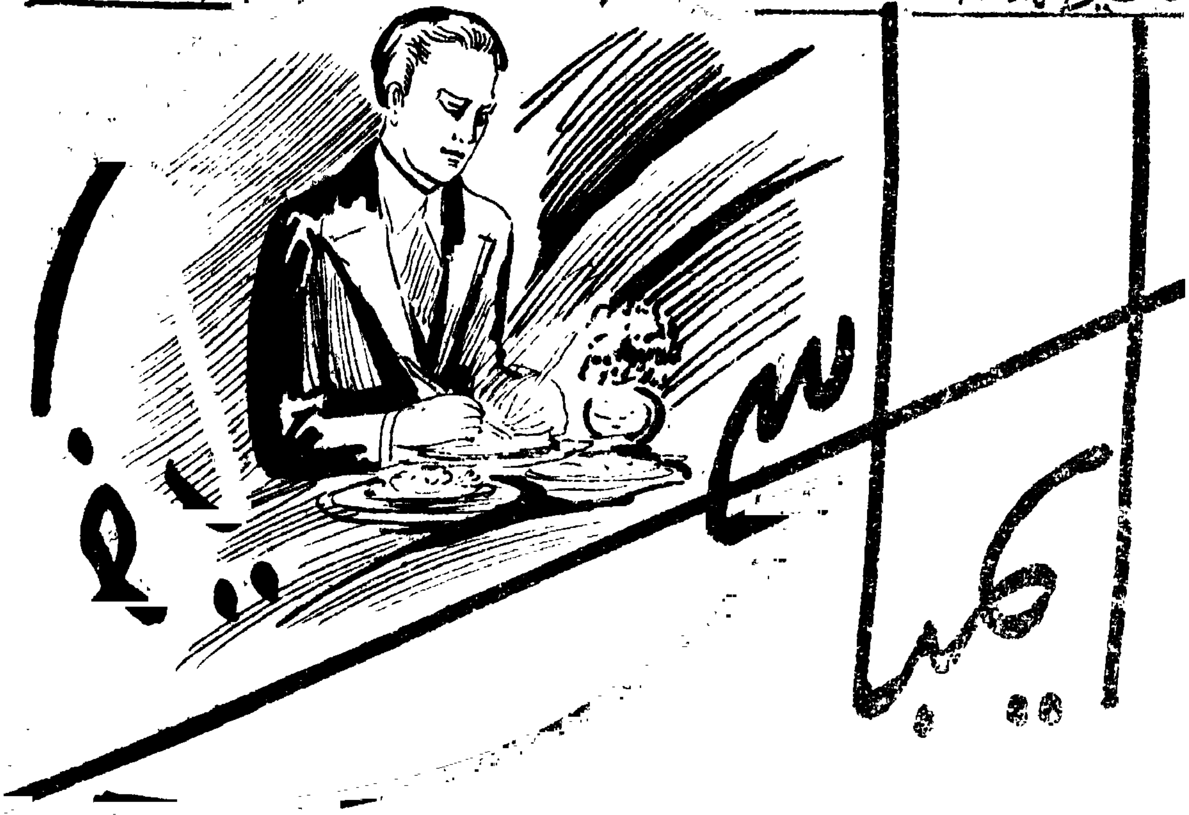
آج ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۷۹ھ کی پہلی تاریخ ہے اور جمعہ کا دن، آج ہی کے مبارک دن سرکار حق آگاہ کی سالگرہ کا جشن منایا جاتا ہے۔ اس مبارک اور مسعود موقع پر ادارۂ شیراز ہدیہ تبریک پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

حیدرآباد کی سرزمین کا چپہ چپہ اور یہاں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ مملکت حیدرآباد کی ہمہ جہتی ترقیاں سرکار کیفی آثار کی ایک ادنی توجہ کی مرہون منت ہیں۔ ملک میں تعمیری، علمی، ثقافتی، معاشی، اخلاقی اور مذہبی اعتبارات سے اس کی ٹھوس نشانیاں دو ایک نہیں بے شمار ہیں۔ عثمانیہ عدالت العالیہ، جامعہ عثمانیہ، دارالترجمہ، عثمانیہ شفاخانہ، کتب خانہ آصفیہ، عثمان ساگر، حمایت ساگر، نظام ساگر، تنگبھدرا کے علاوہ سینکڑوں میل طویل شاہراہیں اور کئی آنے والی نسلوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسی دور فرخی و فراخی کی یاد دلاتے رہیں گے۔ ملک کی خوش حالی، صنعتی ترقی اور تعلیمی شعور اسی دور میمنت لزوم کی یاد دلاتا ہے۔ مذہبی رواداری اور فارغ البالی اسی مبارک دور کا ممنون منت ہے۔

گذشتہ دور کی خوش حالی اور ارزانی کے بعد موجودہ ہوشربا گرانی، بیروزگاری، کسادبازاری اور کسمپرسی کے دور میں بے شمار طالب علموں، سینکڑوں بیواؤں، معذوروں اور بیماروں کی امداد و اعانت کے لئے گرانقدر ٹرسٹ قائم کرکے سرکار نے ایک ایسا چشمۂ فیض جاری فرمایا ہے جو آپ اپنی نظیر ہے۔ موجودہ زمانے میں جب کہ سرِ رشتہ جات سے بھی رعایتی وظائف بند کردیئے گئے ہیں۔ اس ٹرسٹ کی امداد و اعانت کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ چنانچہ طلباء اور بیمار اور مستحقین وظائف حاصل کرکے اپنا سلسلۂ تعلیم، علاج معالجہ اور گزر بسر جاری رکھتے ہوئے سرکار کی درازیٔ عمر و اقبال کی شب و روز دعائیں مانگتے ہیں۔ اگر ایک طرف سرکار کی سادگی پسندی عاملان نقل و بصیرت کے لئے لائق تقلید ہے اور ارباب علم سے دلی عقیدت اور وابستگی عام مسلمانوں کے لیے سبق آموز تو دوسری طرف سرکار کی حد درجہ مصروف زندگی علمی، ادبی اور مذہبی دلچسپیاں ایسی ہیں جن کا ترشح شائع شدہ افکار زرنگار میں نمایاں نظر آتا ہے اور جن سے بہت کچھ اخذ کیا جا سکتا ہے۔

خسروا زندہ باد و لطف او پائندہ باد
بار طفا آفتاب عز لش تا ابد تابندہ باد

خطیب منبر سلونیؑ
ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ ہر دولت و نعمت کا بخشنے والا ہے اور ہر مصیبت اور سختی کا دور کرنے والا ہے۔


ایمباسی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

از :- سید العلماء مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد مدظلہ

امام کے معنی پیشوا کے ہیں اور سچا پیشوا وہی ہوسکتا ہے جس کے پیچھے چل کر انسان نجات کا حق دار بن سکے اور نجات کا حق دار ایسے ہی پیشوا کی پیروی سے ہوسکتا ہے جو خود زندگی کے ہر شعبہ میں اس بلند معیار پر پہنچا ہوا ہو جو انسانی بہتری کے لئے خالق انسان کو مد نظر ہے۔ یہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاک گھرانے کی خصوصیت تھی کہ اس گھرانے میں پیغمبر کے بعد لگاتار بارہ ایسی کامل فردیں ہوتی رہی ہیں جن میں سے ہر ایک بلند ترین انسانی اوصاف کا مرقع تھا اور ہر ایک خلق خدا کی رہنمائی اور پیشوائی کے منصب پر خدا کی طرف سے پہنچا ہوا۔ یہ بارہ امام ہیں جن میں سے پانچویں شخصیت کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

نام و نسب پانچویں امام کا نام اپنے جد بزرگوار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام پر محمد تھا۔ اور باقر لقب اسی وجہ سے امام محمد باقر کے نام سے مشہور ہوئے۔ بارہ اماموں میں سے یہ آپ ہی کو خصوصیت تھی کہ آپ کا سلسلہ نسب ماں اور باپ دونوں طرف سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ باپ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام چوتھے امام تھے۔ جن کے حالات سید سجاد کے نام سے اس کے پہلے لکھے جاچکے ہیں اور یہ بتایا جاچکا ہے کہ امام زین العابدین فرزند تھے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے جو حضرت رسول خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چھوٹے نواسے تھے اور امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ ام عبداللہ فاطمہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں جو حضرت رسول کے بڑے نواسے تھے۔ اس طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام رسول کے بلند کمالات اور علی اور فاطمہ کی نسل کے پاک خصوصیات کے باپ اور ماں دونوں کی طرف سے وارث ہوئے۔

ولادت آپ کی ولادت روز جمعہ یکم رجب ۵۷ھ میں ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب امام حسن علیہ السلام کی وفات کو سات برس ہوچکے تھے اور امام حسین علیہ السلام مدینہ میں خاموشی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور وقت کی رفتار تیزی کے ساتھ واقعہ کربلا کے اسباب کو فراہم کر رہی تھی۔ زمانہ آل رسول اور شیعیان اہل بیت کے لئے پر آشوب تھا۔ چن چن کر محبان علی گرفتار کئے جا رہے تھے۔ تلوار کے گھاٹ اتارے جارہے تھے۔ یا سولیوں پر چڑھائے جارہے تھے۔ اس وقت اس مولود کی ولادت گویا کربلا کے جہاد میں شریک ہونے کی

سلسلہ میں ایک کڑی کی تکمیل تھی۔

واقعۂ کربلا تین برس محمد باقر علیہ السلام اپنے جد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے سایہ میں رہے۔ جب آپ کا سن پورے تین برس کا ہوا تو امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے سفر کیا۔ اس کمسنی میں محمد باقر بھی راستہ کی تکلیفیں سہنے میں اپنے بزرگوں کے شریک رہے۔ امام حسین علیہ السلام نے مکہ میں پناہ لی۔ پھر کوفہ کا سفر اختیار کیا اور پھر کربلا پہنچے۔ ساتویں محرم سے جب پانی بند ہوگیا تو یقیناً محمد باقر نے بھی تین دن پیاس کی تکلیف برداشت کی۔ یہ خالق کے منشا کی ایک تکمیل تھی کہ دہ روز عاشور میدان قربانی میں نہیں لائے گئے ورنہ جب ان سے چھوٹے سن کا بچہ علی اصغر تیر ستم کا نشانہ ہوسکتا تھا تو محمد باقر کا بھی قربان گاہ شہادت میں لانا ممکن تھا۔ مگر سلسلۂ امامت کا دنیا میں قائم رہنا نظام کائنات کے برقرار رہنے کے لئے ضروری اور اہم تھا۔ اس لئے منظور الہی یہ تھا کہ محمد باقر کربلا کے جہاد میں اسی طرح شریک ہوں جس طرح ان کے والد بزرگوار سید سجاد زین العابدین علیہ السلام شریک ہوئے۔ عاشورہ کو دن بھر عزیزوں کے لاشے پر لاشے آتے دیکھنا۔ بی بیوں میں کہرام۔ بچوں میں تہلکہ۔ امام حسین علیہ السلام کا وداع ہونا اور ننھی سی جان علی اصغر تک کا جھولے سے جدا ہوکر میدان میں جانا پھر واپس نہ آنا امام کے باوفا گھوڑے کا درِ خیمہ پر خالی زین کے ساتھ آنا اور پھر خیمۂ عصمت میں ایک قیامت کا برپا ہونا یہ سب مناظر محمد باقر کی آنکھوں کے سامنے آئے اور پھر بعد عصر خیموں میں آگ کا لگنا اسباب کا لوٹا جانا۔ بی بیوں کے سروں سے چادروں کا اتارا جانا اور آگ کے شعلوں سے بچوں کا گھبرا کر سراسیمہ و مضطرب ادھر ادھر پھرنا اس عالم میں محمد باقر کے ننھے سے دل پر کیا گذری اور کیا تاثرات ان کے دل پر قائم رہ گئے۔ اس کا اندازہ کوئی دوسرا انسان نہیں کرسکتا۔

گیارہ محرم کے بعد ماں اور پھوپھی دادی اور نانی اور تمام خاندان کے بزرگوں کو دشمن کی قید میں اسیر دیکھا۔ یقیناً اگر سکینہ کا بازو رسی میں بندھ سکتا تھا تو یقین کیا جاسکتا ہے کہ محمد باقر کا گلا بھی ریسمان ظلم سے ضرور باندھا گیا۔ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام اور پھر رہائی کے بعد مدینہ کی واپسی ان تمام منازل میں نہ جانے کتنے صدمے تھے جو محمد باقر کے ننھے سے دل کو اٹھانا پڑے اور کتنے غم و الم کے نقش تھے جو دل پر ایسے بیٹھے کہ آئندہ زندگی میں ہمیشہ برقرار رہے۔

تربیت

واقعۂ کربلا کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی دنیا کی کشمکشوں اور آویزشوں سے بالکل الگ نہایت سکون اور سکوت کی زندگی تھی۔ اہل دنیا سے میل جول بالکل ترک کبھی محراب عبادت اور کبھی باپ کا ماتم۔ ان ہی دو مشغلوں میں تمام اوقات صرف ہوتے تھے۔ یہی زمانہ وہ تھا جس میں امام محمد باقر علیہ السلام نے نشوونما پائی ۶۱ھ سے ۹۵ھ تک ۳۴ برس اپنے مقدس باپ کی سیرت زندگی کا مطالعہ کرتے رہے اور اپنے فطری اور خداداد ذاتی کمالات کے ساتھ ان تعلیمات سے فائدہ اٹھاتے رہے جو انہیں اپنے والد بزرگوار کی زندگی کے آئینہ میں برابر نظر آتی رہیں۔

باپ کی وفات اور امامت کی ذمہ داریاں

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پوری جوانی کی منزلوں کو طے کرتے ہوئے ایک ساتھ جسمانی و روحانی کمال کے بلند ترین نقطہ پر پہنچے اور ۳۴ برس کی عمر تھی جب آپ کے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات ہوئی حضرت نے اپنے وقت وفات ایک صندوق جس میں اہل بیت کے مخصوص علوم کی کتابیں تھیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام کے سپرد کیا۔ نیز اپنی تمام اولاد کو جمع کرکے ان سب کی کفالت و تربیت کی ذمہ داری اپنے فرزند محمد باقر علیہ السلام پر قرار دی اور ضروری وصایا فرمائے۔ اس کے بعد امامت کی ذمہ داریاں حضرت امام محمد باقر پر آئیں۔ آپ سلسلۂ اہل بیت کے پانچویں امام ہوئے جو رسول خدا کے برحق جانشین تھے۔

اس دور کے خصوصیات

یہ زمانہ وہ تھا جب بنی امیہ کی سلطنت اپنی مادی طاقت کے لحاظ سے بڑھاپے کی منزلوں سے گذر رہی تھی بنی ہاشم پر ظلم وستم اور خصوصاً کربلا کے واقعہ نے بہت حد تک دنیا کی آنکھوں کو کھول دیا تھا۔ اور جب یزید خود اپنے مختصر زمانہ حیات ہی میں جو واقعۂ کربلا کے بعد ہوا اپنے کیے پر پشیمان ہو گیا تھا اور اس کے برے نتائج کو محسوس کر چکا تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا معاویہ اپنے باپ اور دادا کے افعال سے کھلم کھلا اظہار بیزاری کرکے سلطنت سے دست بردار ہو گیا تھا تو بعد کے سلاطین کو کہاں تک ان مظالم کے مہلک نتائج کا احساس نہ ہوتا جبکہ اس وقت جماعت توابین کا جہاد مختار اور ان کے ہمراہیوں کے خون حسین کا بدلہ لینے میں اقدامات اور نہ جانے کتنے واقعات سامنے آ چکے تھے جن سے سلطنت شام کی بنیادیں ہل گئیں تھیں۔ اس کا نتیجہ تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ امامت کو حکومت کے ظلم و تشدد کی گرفت سے کچھ آزادی نصیب ہوئی آپ کو خلق خدا کی اصلاح و ہدایت کا کچھ زیادہ موقعہ مل سکا

واقعۂ امام حسینؑ میں انہماک

آپ واقعۂ کربلا کو اپنی آنکھ سے دیکھے ہوئے تھے۔ پھر اپنے جد امام ... کے غم میں رونے میں ... والد بزرگوار باوجود اتنے غم و رنج اور گریہ و زاری کے ایسا موقعہ نہ پا سکے کہ دوسروں کو امام حسین علیہ السلام کا ماتم برپا کرنے کی دعوت دیتے۔ اس کا نتیجہ تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کو اس میں خاص اہتمام پیدا ہوا۔ آپ مجالس کی بنا فرماتے تھے اور کمیت بن زید اسدی جو آپ کے زمانہ کے بڑے شاعر تھے ان کو بلا کر مراثی امام حسین علیہ السلام پڑھواتے تھے اور سنتے تھے۔ یہی وہ ابتدا تھی جسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور اس کے بعد پھر حضرت امام رضا علیہ السلام کے زمانہ میں بہت فروغ حاصل ہوا۔

علمی مرجعیت

دریا کا پانی بند کے باندھ دئے جانے سے جب کچھ عرصہ تک ٹھہر جائے اور پھر کسی وجہ سے وہ بند ٹوٹے تو پانی بڑی قوت اور جوش و خروش کے ساتھ بہتا ہوا محسوس ہوگا۔ ائمہ اہل بیت میں سے ہر ایک کے سینہ میں ایک ہی دریا تھا علم کا جو موجزن تھا۔ مگر اکثر اوقات ظلم و تشدد کی وجہ سے اس دریا کو پیاسوں کے سیراب کرنے کے لئے بہنے کا موقعہ نہیں دیا گیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ میں جب تشدد کا شکنجہ ذرا ڈھیلا ہوا تو علوم اہل بیت کا دریا پوری طاقت کے ساتھ امنڈا اور ہزاروں پیاسوں کو سیراب کرتا ہوا شریعت حقہ اور احکام الٰہی کی کھیتیوں کو سرسبز بناتا ہوا دنیا میں پھیل گیا۔ اس علمی تبحر اور وسعت معلومات کے مظاہرے کے نتیجہ میں آپ کا لقب باقرؑ مشہور ہوا۔ اس لفظ کے معنی ہیں اندرونی باتوں کے ظاہر کرنے والے'' چونکہ آپ نے اپنے علم سے بہت سے پوشیدہ مطالب کو ظاہر کیا اس لئے تمام مسلمان آپ کو باقرؑ کے نام سے یاد کرنے لگے۔ آپ سے علوم اہل بیتؑ حاصل کرنے والوں کی تعداد سینکڑوں تک پہونچی ہوئی تھی بہت سے ایسے افراد بھی جو عقیدتاً ائمہ معصومین سے وابستہ نہ تھے اور جنہیں جماعت اہل سنت اپنے محدثین میں بلند درجہ پر سمجھتی ہے وہ بھی علمی فیوض حاصل کرنے امام محمد باقر علیہ السلام کی ڈیوڑھی پر آتے تھے جیسے زہری، امام اوزاعی، اور عطا ابن جریح۔ قاضی حفص ابن غیاث وغیرہ یہ سب امام محمد باقر علیہ السلام کے شاگردوں میں محسوب ہیں۔

سلام فقیر بہ پیشگاہ امیرؑ

از جناب نبی شاہ صاحب نظامی مرحوم

([illegible])

سلام اس پر جو اعلم الناس ہے	کنز جلد ۶ صفحہ ۱۵۱
سلام اس پر جو علم نبوی کا خزانہ ہے	کنز جلد ۶ صفحہ ۱۵۳
سلام اس پر جو علم نبوت کا دروازہ ہے	ینابیع مودت صفحہ ۷۱
سلام اس پر جو فائز علوم پیغمبر ہے	کنز جلد ۶ صفحہ ۱۵۳
سلام اس پر جو باب الدین ہے	مسند دیلمی صفحہ ۱۱۲
سلام اس پر جو باب فقہ ہے	تذکرۂ خواص از سبط ابن جوزی صفحہ ۲۹
سلام اس پر جو باب حکمت ہے	ترمذی صفحہ ۵۲۳
سلام اس پر جو باب نبوت ہے	ینابیع مودت صفحہ ۶۵
سلام اس پر جو قرآن مع [illegible] ہے	ینابیع مودت صفحہ ۷۴
سلام اس پر جو ثانی قرآن ہے	حدیث مشہور ثقلین
سلام اس پر جو قرآن مشرح ہے	حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۴
سلام اس پر جو قرآن [illegible] ہے	حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۳
سلام اس پر جو قرآن [illegible] ہے	مسند فردوس دیلمی صفحہ ۱۴۲
سلام اس پر جو سراپا سنت ہے	ریاض نضرہ صفحہ ۱۹۲
سلام اس پر جو قل ہو اللہ کی زینت ہے	دیلمی صفحہ ۲۰۴
سلام اس پر جو علی مع الحق [illegible]	صواعق صفحہ [illegible]
سلام اس پر جو [illegible] ایسے پڑھ نہ سکے	حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۷۲
سلام اس پر جو مولود کعبہ ہے	حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۸۳
سلام اس پر جس کا حجرہ مسجد میں تھا	حدیث صحیح

سلام اس پر جس کا دروازہ بند نہ ہوا	کنز جلد ۶ صفحہ ۱۵۷
سلام اس پر جو مسجد نبوی میں مجبور رہ درود رہنا ممکن نہ تھا	کنز جلد ۲ صفحہ ۱۵۹ و صواعق صفحہ ۷۳
سلام اس پر جو مطہر اور بدر ہے	
سلام اس پر جو یا مرد آمد ہے	
سلام اس پر جو مخاطب لا فتیٰ ہے	ریاض صفحہ ۱۹۰
سلام اس پر جو فاتح خندق ہے	حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۲
سلام اس پر جو قاتل ابن عبدود ہے	حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۲
سلام اس پر جو فاتح خیبر ہے	واقعہ مشہور و مستند
سلام اس پر جو قاتل مرحب ہے	کنز جلد ۶ صفحہ ۳۹۳
سلام اس پر جو قالع باب خیبر ہے	ریاض صفحہ ۱۹۰
سلام اس پر جو کرار غیر فرار ہے	نسائی صفحہ ۴
سلام اس پر جو یا مرد دنیں ہے	واقعہ مشہورہ
سلام اس پر جو راکب دوش نبوت رہا	کنز جلد ۶ صفحہ ۴۰۷
سلام اس پر جو بت شکن ہے	نسائی صفحہ ۳۱
سلام اس پر جو فاتح طائف ہے	مسند ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۹
سلام اس پر جو مبلغ سورہ برأت ہے	نسائی صفحہ ۱۴
سلام اس پر جس کے سینہ پر رسول کی روح اقدس پرواز کی	ریاض صفحہ ۱۷۸ و صواعق محرقہ صفحہ ۸۵
سلام اس پر جس نے پیغمبر کی تجہیز و تکفین کی	ازالۃ الخفا صفحہ ۱۶۲

سلام اس پر جس کا نام لینا عبادت ہے۔ — خوارزمی ص ۵۲
سلام اس پر جسکی مودت عبادت ہے۔ — مسند دیلمی ص ۶۰۳
سلام اس پر جسکو دیکھنا عبادت ہے۔ — مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۴۲
سلام اس پر جسکی مودت باعث نجات ہے۔ — مناوی ص ۲۱
سلام اس پر جسکی مودت کفارۂ ذنوب ہے — دیلمی ص ۹۳
سلام اس پر جسکی مودت امان جہنم ہے — دیلمی ص ۹۳
سلام اس پر جسکی مودت ایمان
اور جس کا بغض منافقت ہے۔ — کنز جلد ۶ ص ۱۵۲
سلام اس پر جسکی مودت دوزخ کو سرد کر دیتی ہے — مسند دیلمی ص ۹۳
سلام اس پر جسکی مودت برات از جہنم ہے۔ — مناوی ص ۴۲
سلام اس پر جسکی مودت نجات کا پروانہ ہے۔ — خطیب دیلمی ص ۹۳
سلام اس پر جسکی مودت برات از نفاق ہے۔ — مناوی جلد ۲ ص ۱۷
سلام اس پر جسکی مودت کیساتھ گناہ گناہ نہیں۔ — خوارزمی ص ۴۵
سلام اس پر جسکے بغض کیساتھ کوئی نیکی نیکی نہیں۔
سلام اس پر جسکی مودت گناہ سوز ہے۔ — کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۸
سلام اس پر جسپر فرشتوں نے سلام کیا۔ — خوارزمی ص ۲۲۳
سلام اس پر جسکو جبرئیل و میکائیل نے
سلام کیا۔ — تذکرہ خواص الآئمہ ص ۲۸

سلام اس پر جسکا ایمان زمین و آسمان
سے زیادہ وزنی ہے۔ — ریاض ص ۲۲۶، خوارزمی ص ۷۸
سلام اس پر جسکی مودت کا امت سے سوال کیا جائیگا — صواعق محرقہ ص ۸۹
سلام اس پر جسکی مودت خدا اور رسول کی مودت۔ — حاکم جلد ۳ ص ۱۲۸
سلام اس پر جس سے دشمنی خدا اور رسول
سے دشمنی ہے۔ — حاکم جلد ۳ ص ۱۲۸
سلام اس پر جس کیلئے آفتاب لوٹ آیا۔ — طحاوی جلد ۴ ص ۳۸۸
سلام اس پر جس سے آفتاب ہمکلام ہوا۔ — مسند دیلمی

سلام اس پر جسکے وضو کیلئے آب بہشت آیا۔ — خوارزمی ص ۲۳۶
سلام اس پر جسنے بحالت رکوع انگشتری دی۔ — کنز جلد ۶ ص ۳۹۱
سلام اس پر جسکی نماز خدا کو پسند ہے — قرآن مجید
سلام اس پر جو مورد ہل اتیٰ ہے — 〃
سلام اس پر جو آئمہ طاہرین کا باپ ہے۔
سلام اس پر جو اہل مشرق و مغرب کا امام ہے۔
سلام اس پر جس کا مولد خانہ خدا ہے۔
سلام اس پر جس کا مسکن خانہ خدا ہے — مسجد نبوی
سلام اس پر جو مکین مسجد نبی رہا۔
سلام اس پر جو خانہ خدا میں زخمی ہوا
سلام اس پر جو خاتم الخلفاء ہے۔ — دیلمی ص ۲۳۴ و ابن عساکر
سلام اس پر جسکی خلافت تا ابد ہے۔
سلام اس پر جو حامل لواء محمد ہے۔
سلام اس پر جس کا نام علی ہے۔

بہتر قسم کی فصلیں پیدا کرنے میں ایٹم کا حصہ

ہر قسم کی فصلیں پیدا کرنے کے سلسلے میں ایٹمی تابکاری کا اہم استعمال نہایت بیش قیمت ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ بات کافی عرصے سے جانی گئی ہے کہ ایکسرے جیسی تابکاری سے پودوں اور مویشیوں میں ایسے تغیرات پیدا ہو سکتے ہیں جو پشت در پشت جاری رہتے ہیں ایٹمی توانائی نے مزید اقسام کی تابکاری مہیا کی ہے اور اس طرح تجربوں میں استعمال کے لئے زیادہ قوی وسائل میسر آنے لگے ہیں۔ ایسے تجربوں میں پسندیدہ قسم کے تغیرات واقع ہوتے ہیں جن کا پودوں اور مویشیوں کے لئے انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ پودوں میں تبدیلیاں لانے اور انہیں جلد بڑا کرنے کے اس طریقے کے بارے میں دنیا بھر کے متعدد ملکوں میں اب تحقیق ہو رہی ہے بہتر قسم کی فصلیں اور پودوں کی تیاری کے سلسلے میں پہلے ہی عملی کامیابیاں ہو چکی ہیں۔ مثال کے طور پر امریکہ میں جئی کی ایک نئی قسم کی فصل تیار کی گئی ہے جو ایک نباتات ضرر رساں پھپھوندی کی مزاحمت کر سکتی ہے۔ زراعت میں ایٹم سے جو کچھ جس طریقے سے حاصل کیا گیا ہے اس کا مظاہرہ امریکی پیلے کے ایٹمی توانائی کے ایوان میں کیا جا رہا ہے۔ یہ میلہ ۱۱ دسمبر سے ۴ فروری تک نئی دہلی کی عالمی زراعتی نمائش میں دکھایا جا رہا ہے۔ سویڈن اسی قسم کا جو پیدا کیا گیا ہے جس کی فصلیں زیادہ عرصہ تک کھڑی رہ سکتی ہیں جو کہ دکن بہتر استعمال کر سکتی ہیں اور جو میکانکی کٹائی کے لئے خاص طور سے موزوں ہیں اس کے علاوہ سویڈن میں بڑے پیمانے پر جو سفید قسم کی سرسوں پیدا کی جا رہی ہے وہ تابکاری سے تیار کی گئی ہے۔ یہ فصل اب تقریباً ۲۰ لاکھ کراؤن (سویڈن کا سکہ) کی ہوتی ہے جو اس ملک میں پودوں کی تحقیق پر خرچ ہونے والی کل رقم کا اٹھ گنا ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تابکاری سے پیدا کی جانے والی تبدیلیاں بڑی اہمیت کی ہوں گی اور اس سے ایسی فصلیں پیدا کرنے کی توقع کی جا سکتی ہے جو پیداوار پختگی امراض کی مزاحمت اور دوسری اہم زرعی خصوصیات کے اعتبار سے بہتر قسم کی ہوں گی۔ مگر اس سے بھی زیادہ اہم بات اس امر کا امکان ہے کہ تابکاری کے استعمال کے ذریعے ایک "ہارٹ بریڈرز" (پودوں کی نشوونما کرنے والی مشین) سے پودوں میں تغیرات کے عمل پر براہ راست کنٹرول کیا جا سکیگا۔ مثال کے طور پر یہ معلوم کیا گیا ہے کہ تابکاری کے جو مختلف درجے ہیں ان کے مطابق پودوں وغیرہ میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ بالائے بنفشہ سے بھی تبدیلیاں پیدا کی جا سکتی ہیں۔ اور بہت سے کیمیکلوں میں بھی یہ خاصیت موجود ہے اگر یہ حقیقت ذہن میں رکھی جائے کہ خود آلی پیدا وار کو بڑھانے کا شاید ایک ارزاں ترین یقینی طریقہ پودوں کی پرورش ہے تو یہ امید کرنا حق بجانب ہوگا کہ بہتر قسم



گلشن اطفال



زرّین اقوال

شیراز میں جو کچھ اندراجات ہوتے ہیں تو اُنکی شکل ریکارڈ کی ہوتی ہے۔ (سرکار عرش آشیاں)

علیؑ کی محبّت

سیدہ داور النساء بیگم!

بچّو! ماں کی گود میں جب ہمارے سرکار نے آنکھیں کھولیں تو اللہ تعالےٰ نے اسی وقت نبیؐ و علیؑ کی معرفت کے پردے اٹھا دیئے اور علی علیہ السلام کی مودّت ہمارے سرکار کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دی سچ ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بچو! علی علیہ السلام کی محبت جانتے ہو کیسی لازوال دولت ہے۔ دوستداران علیؑ کے مرتبہ کا کیا کہنا؟ جس دل میں علیؑ کی محبت ہوتی ہے وہ بڑے مدارج کا حامل ہوتا ہے۔

بچو! علی علیہ السلام کے چہرہ پر نظر ڈالنا عبادت ہے۔ علی علیہ السلام کا ذکر کرنا اور سننا عبادت ہے علی علیہ السلام کی رضا خدا کی رضا ہے خوشا بحال اس کا جس کے دل میں علیؑ کی محبت جاگزیں ہو۔

آج سالگرہ ہمایونی کے مبارک و مسعود موقع پر ہماری دعا ہے کہ خدا علی علیہ السلام کے طفیل ذاسے ہمارے سرکار سال بہ سال سالگرہ مناتے رہیں۔

آج کا دن

سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! آج کا دن ہمارے لئے عید سے کم نہیں آج ہمارے سرکار کی سالگرہ کا دن ہے آج ہی کے دن ہمارے سرکار عدم سے عالم وجود میں آئے ہندوستان میں تو ایک سے ایک بڑھکر حکمراں ہوا مگر جو خوبی ہمارے سرکار میں ہے کسی میں نہیں۔ سرکار ہمارے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہیں خدا سرکار کو تا قیامت اسی سال سلامت رکھے آمین!

آج بھی سرکار کے فیض سے ساری دنیا فیض پا رہی ہے۔ آج ہم سب کو ملکر دعا مانگنا ہے کہ خدا ہمارے سرکار کے جملہ مقاصد دینی و دنیوی بر لائے اور سرکار کو جنتم ہوائی بی بی اماں دکن دوران مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین!

کتنا اچھا ہوگا اگر ہم اپنی اپنی حیثیت کے موافق آج کی خوشی میں دو دو چار چار غریبوں اور محتاجوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں اور ان سے کہیں کہ وہ ہمارے اعلیحضرت کے لئے دعا کریں۔ شریف محتاجوں کو کھانا کھلانا خصوصاً اس گرانی کے زمانہ میں سب سے عمدہ بات ہے۔

آصف ہفتم

زہے عرفان آصف ہفتم
میں ثنا خوان آصف ہفتم
دل سے شیدا بو تراب ہے تو
حق شناسی تری مسلّم ہے
سارے عالم میں ہے وقار ترا!
فیض آثار ہے تری سرکار
تو کلام خدا پہ عامل ہے
مومن و شاہ دیندار ہے تو
صاحب فیض و اعتبار تو ہی
شاہ دنیائے علم و ذی وقار تو ہی!

زہے ایقان آصف ہفتم
حق نگہبان آصف ہفتم
سارے عالم میں انتخاب ہے تو
جتنی تعریف ہو تری کم ہے
صف اول میں ہے شمار ترا
قابل رشک ہے ترا ایثار
دور حاضر کا صاحب دل ہے
آل احمدؐ کا جاں نثار ہے تو
باعث ناز و افتخار تو ہی
گلشن علم کی بہار تو ہی

رہے تاج دولت ترے سر پہ
جو دو معصوم ہوں ترے یاور
با رونق شرکت دولت و اقبال
تو سلامت رہے ہزاروں سال

خاص بچوں کیلئے

(سید مقام شیرازی)

شیراز پڑھو اور اس کیلئے مضمون لکھا کرو

یزید راکشس تھا

شریمتی کرشنا رانی۔ بی۔ اے (پنجاب)

کربلا کی ٹریجڈی دنیا کے بڑے بڑے واقعات میں بہت اہم ہے۔ مذہب انسانیت کی ایکہ پیدا کرنے کے لئے ہے انسان کو برائی سے دور کرنے اور نیکی کا راستہ بتانے کے لئے ہے اسی لئے کربلا کی ٹریجڈی ہر مذہب میں بڑی اہمیت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ اگرچہ ہندو دھرم میں نیک کام کرنے والوں کی مثالیں بہت ہیں، جن میں شری رام چندر جی مہاراج کا نام پیش پیش ہے جنہوں نے راون سے جنگ کرکے برائی کی جڑیں کاٹ ڈالی تھیں۔ مگر کربلا کی ٹریجڈی میں خاص بات یہ ہے کہ امام حسین کو یزید نے جو راون کی طرح راکشس تھا پیاسا رکھ کے قتل کروا دیا تھا۔ مگر امام صاحب کا راستہ نیکی کا تھا اور وہ یہ سبق دینا چاہتے تھے کہ دنیا کے لوگ کبھی راکشس طاقت کے آگے اپنا سر نہ جھکائیں۔ اسکے لئے ساری دنیا ان کا نام ادب اور احترام سے لیتی ہے اور دل سے عزت کرتی ہے۔

مجھے بڑا اچنبھا ہوا جب میں نے اخباروں میں پڑھا کہ یزید جیسے راکشس کی تعریف میں کسی پاکستانی نے کتاب لکھی ہے جس کا چرچا ہندوستان بھر میں ہو رہا ہے پھر مجھے یہ سنکر خوشی ہوئی کہ ہماری ہند سرکار نے اس کتاب کو ضبط کر لیا ہے۔ ہند سرکار نے بہت ٹھیک کام کیا کیونکہ بھارت میں ہر جاتی کے لوگ امام صاحب کو بڑا مانتے ہیں اور دل سے ان کی عزت کرتے ہیں اس کے سوا بھارت کے ہر شریف شہری کو نیک کام کا چرچا کرنا چاہیئے اور برے کام پر خاک ڈالنی چاہیئے۔

سوالاً وجواباً!

سوال:۔ حیدر آباد کے اچھے مدرسے کونسے ہیں؟

(محسن نظام الدین ——— جام باغ)

جواب:۔ گورنمنٹ پبلک اسکول بیگم پیٹھ، سینٹ جارجس گرامر اسکول اور مدرسہ عالیہ کا شمار حیدر آباد کے اچھے مدرسوں میں کیا جاتا ہے۔

سوال:۔ نونِ غنہ کسے کہتے ہیں؟

(میر ہاشم علی ——— بازار نورالامراء)

جواب:۔ جب نون کی آواز غیر متحرک نکالی جائے تو ایسے نون کو نون غنہ کہیں گے مثلاً ماں۔ اماں وغیرہ

سوال:۔ برتھ ڈے اور سالگرہ میں کیا فرق ہے؟

(محمد جاوید خان ——— چادر گھاٹ)

جواب:۔ معنے کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ برتھ ڈے انگریزی لفظ ہے اور سالگرہ فارسی لفظ ہے جس کے معنے ہیں پیدائش کا دن اور برس کا دن۔

منی کا سبق

دلبرِ مادر کہ کن ہیں آپ	بخدا نازشِ زمن ہیں آپ
ہے یہ سرکار مختصر تعریف	نام لیوائے پنجتن ہیں آپ

منی سٹی ماڈل پرائمری اسکول جادر گھاٹ کے فرسٹ اسٹانڈرڈ میں تعلیم پا رہی ہے۔ عزاخانہ زہراؑ کی سبز روشنی دیکھ کر دعائے چراغ پڑھتی اور بانی عزاخانہ زہرا زندہ باد کا نعرہ لگاتی ہے۔ منی بڑی اچھی بچی ہے۔

> شیراز ۱۵۵۵۵ اشخاص کی نظر سے گزرتا ہے

کام کی باتیں

۱۔ خدا پر بھروسہ رکھو۔

۲۔ نیکی کرو اور بھول جاؤ۔

۳۔ گناہ کرنے سے ڈرو۔

۴۔ بزرگوں کا ادب کرو۔

۵۔ نیک آدمی کے نقش قدم پر چلو۔

۶۔ اچھے کو اچھا اور برے کو برا سمجھو۔

۷۔ ہمیشہ شیراز پڑھا کرو۔



(یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے۔ ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقام اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص یا مقام خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایک ہزار نوری میٹر پر یہ روحانی ریڈیو ہے
اب آپ کو میم طوطے گپتا صاحب ایک نظم سنائیں گے جس کا عنوان ہے "ہو کے بی۔ اے ایکٹر بن جایئے"

بی اے اور ایم اے بھرتی بیکار کیوں
ہر جگہ اس بت کے جلوے ہیں عیاں
بیٹھ کر آنے عدو کی بیٹھک پر
کیا کسی بت نے مسخر کر لیا
جو نہ جائے میرا دامن تار تار
کیا نہیں ہے ہند میں اہل ہند

ڈوبتے جائیں نہ دلِ گریدار کیوں
ہو نہ جائے عشق کا آزار کیوں
لیکے آئے آپ موٹر کار کیوں
شیخ نے پہنی ہے یہ زنار کیوں
دے دیا اس بت کو آخر پیار کیوں
جا رہے ہو تم سمندر پار کیوں

ہو کے بی اے، ایکٹر بن جایئے
کیجئے آخر یہ بیوپار کیوں

ہو کے بی اے ایکٹر بن جایئے۔ کیجئے آخر یہ بیوپار کیوں؟ ابھی یہ نظم آپ کو میم۔ طوطے گپتا صاحب سنا رہے تھے۔

آج ہمارے سننے والوں کی مسلسل فرمائش کی بنا پر ایم۔ اے۔ ایس کا انٹرویو یعنی سول ایڈمنسٹریٹیو سروس کے انتخاب کے طریقہ کار کو اس کی افادیت کے مدنظر نشر کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ امتحانی مقابلہ میں شرکت کرنے والے امیدواروں کو اس سے بڑی سہولت حاصل ہوگی۔

دنیا کی اہم سرکاری ملازمتوں کے لئے جسطرح پبلک سروس کمیشن مقرر ہیں۔ اسی طرح چاند کی مملکت میں بھی اہم سرکاری ملازمتوں کے لئے امیدواروں کو منتخب کرنے کا کام ایک پبلک سروس کمیشن کے ذمہ ہے ایک زمانہ تھا کہ ہماری دنیا میں خالص دودھ اور گھی کی کمی نہیں تھی اور لوگ پیٹ بھر کھا کر میٹھی نیند سویا کرتے تھے مگر اب گرانی اور بڑھتی ہوئی بیروزگاری کیوجہ سے لوگ مجبوراً ترک دنیا کرکے چاند پر حصول روزگار کے لئے جا رہے ہیں۔ روزانہ ہزاروں تعلیم یافتہ، نیم تعلیم یافتہ اور ناخواندہ اشخاص کا امیگریشن کے دفتر پر تانتا بندھا رہتا ہے اس لئے اب یہ شرط لگا دی گئی ہے کہ اعلیٰ ملازمتوں کا ہر امیدوار اپنی درخواست کے ساتھ دس روپیہ بنک میں جمع کروا کے اس کی رسید روانہ کرے، گورنمنٹ کے معینہ ڈاکٹر کو فیس دے کر اپنی صحت کا صداقت نامہ حاصل کرے اسیطرح اپنی عمر کا صداقت نامہ بھی عدالت مجاز کے چپراسیوں اور اہلکاروں کو ان کا معمول ادا کرکے حاصل کرے۔ ان سارے صداقت ناموں کے حاصل کرنے میں امیدوار کے اس فائدہ کو زیادہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ بیروزگار امیدوار روزگار کے ملنے سے قبل ہی دفتروں کے دھکے کھا کھا کر روپیہ دینے اور لینے کے گر سے واقف ہو جائے۔ اور کرسی ملتے ہی روپیہ لینے میں اس کی قابلیت کے جوہر کھلتے جائیں۔

امیدواروں کی تعداد اگرلا متناہی ہے تو ان میں سے اتنی ہی تعداد درخواستیں پیش کرتی ہے جس میں ان اخراجات کا بار برداشت کرنے کی سکت ہے لائق مگر بے زر درخواست گزار کو امتحان مقابلہ کی زحمت سے بچا لیا جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود موصولہ درخواستوں کے ذریعہ اتنا روپیہ جمع ہو جاتا ہے کہ کمیشن کے سالانہ اخراجات از خود نکل جانے کے بعد بھی گورنمنٹ کے خزانہ میں کافی رقم جمع ہوتی رہتی ہے

امیدواروں کا انتخاب ججوں کی ایک جماعت کرتی ہے جنکو امیدواروں کی علمی قابلیت اور لیاقت کا اندازہ کرنے کے لئے سوالات کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ البتہ عام معلومات اور امیدوار کی ذاتی صلاحیت کا امتحان لیا جاسکتا ہے۔ ججوں کی جماعت قبل از قبل سوالات مرتب کر لیتی ہے۔ اور یہ بھی طے کر لیتی ہے کہ کون سا سوال کونسا جج پوچھے گا۔ انٹرویو لینے سے قبل ہی امیدواروں کی فہرست میں سے ایسے امیدواروں کا امتحان کر لیا جاتا ہے جو بالترتیب چیف منسٹر، منسٹر، معتمدین، ججس، نظماء کی اولاد یا قریبی عزیز یا پھر رشتہ دار ہوں — ان میں ایسے امیدوار مرجح ہوتے ہیں جو خود صدر پبلک سروس کمیشن

یا اس کے دوسرے ارا کین کا عزیز ہو۔

انٹرویو میں بالعموم قابل اور لائق امیدوار سے اس قسم کے سوالات پوچھے جاتے ہیں تاکہ ان کے عام معلومات کا اندازہ لگایا جا سکے اور ناکام قرار دینے میں سہولت ہو!

۱- ہمالیہ پہاڑ کا وزن کتنا ہے؟
۲- ایٹمی راکٹ کیسا بنایا جاتا ہے؟
۳- گوریلا بندر کو آپ کیسے تربیت دیجئے؟
۴- اگر اصیل مرغ کا انڈا آپ کو دیا جائے تو اس کے بچہ کی پرداخت کسطرح کریں گے؟
۵- پنڈت جی کے بعد بھارت کا وزیر اعظم کون ہوسکتا ہے کیا شریمتی اندرا گاندھی اپنے باپ کی بہترین جانشین نہیں ہیں۔

ججز قیافہ شناسی کے ماہر ہوتے ہیں اور امیدوار کے چہرے کے آثار چڑھاؤ پر گہری نظر رکھتے ہیں چنانچہ جب کوئی امیدوار شرمیلا ہو یا پریشانی کے آثار اس کے بشرہ سے عیاں ہوں تو ذیل کے سوالات میں سے کوئی سوال اس سے کیا جاتا ہے۔

۱- آپ کا وطن کونسا ہے؟
۲- آپ کے والد کا کیا نام تھا؟
۳- آپ تعلیم پانے کے بعد کیا کرتے رہے؟

بعض دفعہ کوئی جھوٹے امیدوار ایسا بھی نکل آتا ہے جو ہمالیہ پہاڑ کا وزن تولے ماشوں تک ایک سانس میں بتا دیتا ہے گویا کہ اس نے انٹرویو میں آنے سے پہلے اس کو اپنے ہاتھ سے تول لیا تھا یا ایٹمی راکٹ کی ایسی بے سروپا تفصیل سنا دیتا ہے جس کو جج اپنی ناواقفیت کی وجہ سے صحیح سمجھنے پر مجبور رہے یا پھر گوریلا بندر کو تربیت دینے کے متعلق وہ اس وضع سے کنگ کانگ فلم کے گوریلے کا تذکرہ کرتا ہے گویا اسی نے اس کو تربیت دی تھی یا پھر اصیل مرغ کے بچے اور مینارکا، روڈ آئی لینڈ، آرپنگٹن، لگ ہارن سے لے کر اجالی مرغی تک کے انڈوں اور بچوں کی نگہداشت پر کسی اینمل ہسبنڈری کے ڈاکٹر کی طرح کہنے لگے یا پھر لگے ہاتھوں مسز اندرا گاندھی کی سیاست دانی کو دنیا بھر کے سارے سیاستدانوں سے بڑھا چڑھا کر پیش کرے تو جج فوراً ایسے امیدوار کو منتخب کر لیتے ہیں ـــ شرمیلے اور پریشان امیدوار سے دو ایک منٹ سوالات کر کے شکریہ کے ساتھ اس کو رخصت کر دیا جاتا ہے اور فیس امتحان مقابلہ جمع خزانہ سرکار رہتی ہے۔

ابھی آپ پبلک سروس کمیشن میں درخواست پیش کرنے والے امیدواروں کے انٹرویو کی تفصیل سن رہے تھے اب ہمارا وقت ختم ہو گیا ہے۔ ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے ـــ

ہفتہ بخیر!

مذہبے دارم کہ شد آزاد از کار جہان
بحث و ہم تفتیش گفتہ من بہ این و آن نیم

(۱)

از مولوی سید محمد احسن صاحب بی۔ اے، ال ال بی (عثمانیہ)
خلف مولوی سید علی الشبیر صاحب مرحوم سابق صدر منتظم پیشی مبارک

اللہ تعالی کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ وہ جس کو چاہے عزت دیتا ہے اور جلیل القدر بناتا ہے اگر چشم بصیرت ہو اور غور کیا جائے تو قسام ازل کے ہر کام میں معارف کے دفتر نظر آتے ہیں۔ رجب کا مہینہ بڑی برکتوں کے نزول کا مہینہ ہے اس میں چھ اہم واقعات کا ظہور ہوا۔

۱۔ یکم رجب ولادت با سعادت امام محمد باقر علیہ السلام
۲۔ ۵ رجب ولادت با سعادت امام علی نقی علیہ السلام
۳۔ ۱۰ رجب ولادت با سعادت امام محمد تقی علیہ السلام
۴۔ ۱۳ رجب ولادت با سعادت ابو الائمہ حضرت علی علیہ السلام
۵۔ ۱۵ رجب عقد جناب فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا با حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام
۶۔ ۲۷ رجب معراج۔

۱۔ ہمارے پانچویں امام کی ولادت پہلی رجب کو ہوئی اور اسی مبارک و مسعود تاریخ کو ہمارے سرکار کی ولادت ہوئی۔

۲۔ ہلالی سال کا ساتواں مہینہ رجب ہے ہمارے سرکار خاندان آصفی کے ساتویں چشم و چراغ ہیں اس طرح رجب کی پہلی تاریخ ولادت سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ خاندان آصفی کے ساتویں بادشاہ اپنے مسلک میں یکتا ہیں۔

۳۔ ہمارے سرکار کا نام نامی اسم گرامی "میر عثمان علی خان" رکھا گیا۔ اس کے جملہ حروف (۱۴) ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام سے ہمارے سرکار کو کتنی والہانہ عقیدت ہے۔

۴۔ بلحاظ ابجد سرکار کے اسم گرامی "میر عثمان علی خان" کے اعداد (۱۰۸۰) ہوتے ہیں اور ان کا مفرد عدد (۰+۸+۰+۱) = ۹ ہوتا ہے سیدۃ النساء العالمین کے اسم گرامی "فاطمہ" کے اعداد (۱۳۵) کا مفرد عدد ۹ ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ سرکار حق آگاہ کا قلب جلوہ گاہ حضرت فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا ہے۔ اور ان کا فضل ہمارے سرکار کے شامل حال ہے۔

۵۔ محمدؐ کے اعداد (۹۲) کا مفرد عدد (۲) ہے اور علیؑ کے اعداد (۱۱۰) کا مفرد عدد بھی (۲) ہے سرکار کے اسم گرامی "عثمان علی خان" کے اعداد (۸۳۰) ہیں جس کا مفرد عدد (۲) ہے جس سے ظاہر ہے کہ محبوبؐ خدا اور شیر خدا کی معرفت سرکار کو کس درجہ حاصل ہے۔

۶۔ اسی مبارک مہینہ میں جناب فاطمہ صلواۃ اللہ علیہا کا عقد امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالبؑ سے ہوا۔ دونوں مقدس ناموں کے اعداد "۱۳۵" ، ۱۱۰ کا مجموعہ (۲۴۵) ہوتا ہے جس کا مفرد عدد (۲) ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا و رسولؐ

بزم سعدیؒ کے مشاعرہ کی تفصیل

۲۷ رڈسمبر کو ۲/۱ ۴ بجے شام رفعت کدہ واقع کوچہ علی رضا برکت پورہ میں بزم سعدیؒ کا ماہانہ اجلاس مولوی محمد مجاہد علی صاحب عباسی آئی۔ اے۔ ایس زائد معتمد فینانس حکومت آندھرا پردیش کی صدارت میں منعقد ہوا۔ پونے پانچ بجے اجلاس کا آغاز صدر محترم کی گلپوشی اور حضرت سعدیؒ کی شبیہ کی نقاب کشائی سے ہوا۔ سب سے پہلے جناب مغنی تبسم صاحب نے ایران کے انقلابی شاعر ابو القاسم لاہوتی کی خود نوشتہ ایک طویل سرگزشت کا اردو ترجمہ سنایا۔

دوران خواندگی میں صدر محترم نے اپنے فرایض صدارت علامہ سید علی اصغر بلگرامی کو سپرد کرکے ضروری کام سے تشریف لے گئے موصوف کے غیاب میں علامہ سید علی اصغر بلگرامی نے صدارت فرمائی۔ مغنی صاحب کے بعد حیدرآباد کے فارسی ادیب ڈاکٹر نظام الدین نے فارسی زبان میں حضرت سعدیؒ کی ادبی زندگی کے ہر پہلو پر اجمالی روشنی ڈالی ارمغان سعدیؒ کے بعض بعض مقامات پڑھ کر سنائے۔ گلستان اور بوستان کو حضرت سعدیؒ کی نہ مٹنے والی بے مثال و بے نظیر ادبی یادگاریں بتاتے ہوئے اپنی جامع اور پر مغز تقریر کو ختم فرمایا۔ آپ کی تقریر کے بعد حیدرآباد کے مشہور و معروف موسیقار مولوی محمد عبدالرؤف صاحب بی۔ اے، سابق مددگار ناظم لاسلکی نے سعدیؒ، خسرو، عبدالقادر، ابوالقاسم لاہوتی، طاہر علی سلم اور قدر کی غزلیں ساز پر سنائیں اس کے بعد طرحی مشاعرہ کا آغاز ہوا۔ جناب شمس الدین تاباں۔ جناب اکیلی۔ جناب سنجر۔ جناب قمر ساحری، جناب اسد اللہ بیگ حیدر، جناب قدر، علامہ حیرت بدایونی اور ڈاکٹر طاہر علی خان سلم نے اپنا اپنا کلام سنایا۔ طرحی مشاعرہ کے اختتام کے بعد بانی و معتمد بزم سعدی کی خواہش پر ایڈیٹر شیراز نے بھی اپنا فارسی کلام سنایا۔

حاضرین میں مولوی محمد عبدالرزاق صاحب راشد، ڈاکٹر عبدالرحیم ماہر چشم، مولوی سید نظام الدین صاحب (معدنیات) مولوی عبدالقادر صاحب سرمدی، مولوی عبدالمجید صاحب (امور داخلہ) اور مولوی سید ... علی صاحب [illegible]

علیؑ و فاطمہؑ کا فضل اور تائید ہمارے سرکار کو حاصل ہے۔ اسی لئے تو سرکار خود ارشاد فرماتے ہیں ؎

ظاہر و باطن مرا یکساں بود پیش نظر
مثل گوہر در صدف زنہار پنہاں من نیم

کوئی کیا مدح سرائی کرسکتا ہے سرکار کی ؎

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جب سرکار کا باطن یہ ہے تو ظاہر تو ظاہر ہی ہے مولائے کائنات کی تاسی میں سادہ زندگی بسر کرنے والے غریبوں کے والی، طالب علموں، یتیموں اور بیواؤں کے داتا، سرکار کی سالگرہ کا آج مبارک دن ہے میری دعا ہے بحق محمدؐ و آل محمدؐ :-

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار



جس کیفے کے افتتاح کا آپکو ایک عرصہ سے انتظار تھا

اس کا افتتاح ۴ ڈسمبر کو ہو چکا ہے



آپ اپنے

دوست احباب

کے ساتھ

کیفے

فیل خانہ قدیم روبروئے گوشہ محل ہائی اسکول

حیدرآباد

میں تشریف لا کر چائے کا

حقیقی لطف اٹھائیے

یہاں آپ کو تازہ، خوش ذائقہ اور اعلیٰ درجہ کی چائے جو آسام اور نیلگری کے خاص خاص باغات سے منگوا کر ماہر فن سے تیار کرائی جاتی ہے

نیز

آپ کے ضروریات کی ہر چیز ہمارے پراویژن اسٹور میں

واجبی قیمت پر ملتی ہے !!!

جشن میلادِ بنت شاہ ہے آج
جوشش پر رحمت الٰہ ہے آج

جشنِ ولادت ذخیرۂ نسوان

شہزادی سکینہ بنت الحسینؑ

بنا کردہ

حضرت قبلہ گاہی مولوی سید ولایت حسین صاحب نقوی اعلی اللہ مقامہ

غرہ رجب ۵ ساعت عصر مقرر ہے ۔!

متمنی شرکت

سید عباس حسین نقوی ڈپٹی کلکٹر حیدرآباد شرقی
بنگلہ نمبر ۲۵۲ ۔ عقب ضیا ٹاکیز نوبے نگر
سابقہ پلے گراونڈ والی گلی۔

سالگرہ ہمایونی

حیدرآباد :۔ ۲۹ ڈسمبر سالہائے ماسبق کی طرح اس سال بھی نواب میر طاہر علی خاں صاحب نائب صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس پریذیڈنٹ سید اشرف علی برادرس آکشن ہال معظم جاہی مارکٹ نے اعلیحضرت بندگانعالی کی پُرمسرت سالگرہ کے موقع پر دارالیتامی بازار نورالامراء اور یتیم خانہ انیس الغربا نامپلی اور دوسرے یتیم خانوں اور یتیموں میں پانچسو روپیہ تقسیم کئے ہیں تاکہ غرہ رجب کو جو اعلیحضرت حضور نظام کی سالگرہ مبارک کا دن ہے یتیم بچوں میں شیرینی تقسیم کی جائے اور یتیم بچے حضور نظام کی درازیٔ عمر و اقبال کی دعا کریں۔

دو رباعیاں

از جناب سید کاظم حسین قمر عابدی

پھر ہم کو ہوئی ہے ماہ رجب کی دید
بالیدہ نہ کیوں فرطِ مسرت سے ہوں دل
خالق نے دکھایا ہمیں یہ روز سعید
ہے سالگرہ شہ کی ہمارے لئے عید

ضَو فگن ہے ہلالِ سالگرہ
تا قیامِ فلک ہوں جتنے سال
ہے مسرت مآلِ سالگرہ
ہو ہر اک سال سالِ سالگرہ

غزل

:۔ از نواب حکیم میر عباس حسین خانصاحب راسخ رضوی نبیرۂ نواب رشید الملک مرحوم

کمندِ دل سر زلفِ تو بارگ جان است
گرشانہ می زنی و خاطرم پریشان است
[illegible] بلا سر [illegible] مرگ خویش است
خیال پرسش زدن سخت تشنیدان است
ز درسِ باغ [illegible] آگہی دارد
ہنوز قیس دلم طفلک دبستان است
بچشم غور نگر [illegible] روزہ فصلِ بہار
بہ غنچہ گل شد لی خندہ نمایان است
خیال اغیر بہ دل رہ [illegible]
بر آشنائی این خانہ در نگہبان است
اگر گوش [illegible] و نماز [illegible]
بدیر خامۂ من ہم سرِ و دستان است

[illegible]
[illegible]

سنہ ۱۹۵۹ء میں سائنس کی نئی اور حیرت انگیز دریافتیں

سنہ ۱۹۵۹ء ایک طرح سے سائنسی پیش قدمی کا سال تھا جس کے دوران میں ہر ملک نے اپنی بساط کے مطابق سائنسی اور صنعتی علوم میں ترقی کی امریکہ اگرچہ اس لحاظ سے پہلے ہی ترقی یافتہ ملک ہے تاہم امریکی سائنس دانوں نے بھی زیر تبصرہ سال میں بھاری پیشقدمی کی۔ اور دو سائنس دانوں کو نوبل انعام بھی ملا

صنعتی اور طبیعاتی علوم کے امریکی ماہرین نے ۱۹۵۹ء میں انسانی معلومات اور فلاح و بہبود کے سلسلے میں مختلف قسم کے کارنامے سر انجام دیئے۔ چنانچہ ان سائنسدانوں نے جہاں مٹر کے دانے کے برابر طاقتور ریڈیو سیٹ تیار کیا وہاں زہرہ (شکر) ستارے سے تعلق پیدا کرنے والا راڈر بھی بنایا۔ ایک طرف اگر مادے کا ایک نیا ذرہ دریافت کیا تو دوسری طرف سمندروں کی گہرائی میں پہاڑوں کا ایک نیا سلسلہ بھی ڈھونڈ نکالا۔ کیلی فورنیا یونیورسٹی (امریکہ) کے دو طبیعاتی سائنس دانوں ڈاکٹر ایمیلیو سگری اور اوون چیمبرلین کو اینٹی پروٹون ذرات کی دریافت پر نوبل انعام سے نوازا گیا اسی طرح اور بھی کئی کارنامے عمل میں آئے ہیں۔ جن کی مختصر سی کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

صنعتی علوم میں اضافہ

ننھا سا ریڈیو سیٹ! ایک ریڈیو سیٹ یعنی (دکھانڈ) کے پیوٹر ڈلے کے برابر بنایا گیا ہے اس قدر چھوٹے ریڈیو سیٹ کی ساخت اس میں مائیکرو ویو ڈیولس کے استعمال سے ممکن ہوئی ہے۔ یہ طاقتور برقیا رے ذروں کی جسامت کے ہوتے ہیں ان میں بڑے بڑے الیکٹرانک ٹیوبوں اور ٹرانسسٹر کی جیسی قوت پائی جاتی ہے یہ آواز کو بلند بنانے اور بڑی قوت سے اسے نشر کرتے ہیں۔

بائرو گرلفائٹ! ایک ایسا صنعتی طریقہ دریافت کیا گیا کہ جس سے بائرو گرلفائٹ کو پہلی بار عملی طور پر استعمال کیا جانے لگا ہے۔ سائنسدانوں کے لئے پچھلی نصف صدی سے یہ چیز ایک معمہ بنی ہوئی تھی یہ مادہ گنتی اور کیمیاوی عنصر کی نسبت ۶۷۰۰ درجے تک حرارت برداشت کر سکتا ہے چونکہ حرارت اس کی صرف بیرونی سطح پر سے گزرتی ہے (یعنی اندر جذب نہیں ہونے پاتی) اس لئے اسے راکٹوں، ایٹمی بھٹیوں اور صنعتی کارخانوں میں زیادہ برقی حرارت والے کل پرزوں میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

آواز کی تیز رفتار لہریں! آواز کی ایسی لہریں پیدا کی گئی ہیں جن کی قوت رفتار دس ارب فی سیکنڈ ہے۔ اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اب تک کی نہایت ہی طاقتور اور تیز رفتار آواز ہے یعنی انسان جو عام آواز سنتے ہیں

اس سے ۵ لاکھ گنا زیادہ بلند اور تیز ہے۔ اور بیٹوں کو راڈر سکوپ اور لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ ان آوازوں کی تیز رفتاری کا پتہ چلتا ہے۔

کمروں کو گرم رکھنا! ایک ایسے دیواری پیل کا نئی تجربہ کیا گیا ہے کہ

جس سے کمروں کو گرم اور روشن رکھا جا سکتا ہے۔ اس عمل کو الیکٹرو یومینی سینس کہتے ہیں۔

دوربینوں کو روشن رکھنا! ایک ایسا طریقہ استعمال کیا گیا

ہے جس سے دوربین کی قوت بہت تیز ہو جاتی ہے۔ اس سے ایک چھوٹی سی دوربین اپنی جسامت سے دس گنا زیادہ قوت کی تیز روشنی جمع کرتی ہے۔ اس کو آزمانے کے دوران میں ایک دفعہ مریخ (منگل) کی تصویر لی گئی۔

فضائی کارنامے! امریکی ہوائی بیڑے کے ایک جیٹ طیارے نے

۱۰۳۳۹۶ فٹ کی بلندی تک اڑان سے نیا ریکارڈ قائم کیا۔ اس نے طیارے کی اڑان کے موجودہ ریکارڈ سے بھی ۲ ہزار فٹ زیادہ بلندی پر اڑان کی۔ ایک اور امریکی ہوائی فوجی جہاز نے ۱۴۰۴ میل فی گھنٹہ کی رفتار کی اڑان سے نیا ریکارڈ قائم کیا۔ خلائی سفر میں استعمال کئے جانے والے سامان (لباس آلات وغیرہ) کی آزمائش کے لئے ایک امریکی ہوا باز ۷۶۴۰۰ فٹ کی بلندی سے ایک غبارے سے کود پڑا۔ اس سے پیشتر کہ اس کی ہوائی چھتری کھلی وہ ۴۵۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زمین پر اتر رہا تھا اس کی ہوائی چھتری زمین سے ۱۲ ہزار فٹ کی بلندی پر کھلی۔ غبارہ بردار دو ماہروں نے ۱۶ انچ قطر والی دوربین ۸۱ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچائی اور زہرہ (شکر) ستارے کے گرد پانی کے بخارات دریافت کئے۔ اس دریافت سے یہ قیاس کیا جانے لگا کہ شکر ستارے میں زندگی پائی جاتی ہے شکر ستارے سے راڈر کے ذریعہ بھی پیغام رسانی کا سلسلہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور پہلی بار وہاں سے زمین پر واپسی نشریات وصول ہوئے۔ شکر سے زمین تک ۶۰ لاکھ میل کا فاصلہ ہے: ہاں آواز کو پہنچنے میں تقریباً ۵ منٹ لگے۔ یہ کارنامہ سنہ ۱۹۵۸ء میں عمل میں آیا اور جب اس طرح حاصل کئے ہوئے اعداد و شمار اور معلومات کا تجزیہ کیا گیا تو اس کے بعد ایک سال میں شکر ستارے سے پیغام کے واپسی نشریہ کا انکشاف کیا گیا۔ ۸۰ نچ رول کا ایک بیڑا خلا میں اڑایا گیا۔ ان میں لگے ہوئے آلات سے معلوم ہوا کہ چڑھا ہوا ریڈیائی شعاعیں سورج سے نہیں بلکہ دور دراز خلاؤں میں پھیلے ہوئے ستاروں اور کہکشاں سے پیدا ہوتی ہیں۔ دور دراز کہکشاں میں اچانک ہی معمولی تابش سے کئی کروڑ گنا زیادہ تیزی سے چمک اٹھنے والے ستارے کا پتہ لگایا گیا۔ اس قسم کی کاسمک گڑبڑ کے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ یہ ہر ۳۰۰ یا ۴۰۰ برس بعد واقع ہوتی ہے۔

جس میں دس ارب سے بھی زیادہ الگ ستارے پائے جاتے ہیں۔ کیلی فورنیا یونیورسٹی میں پہلی بار ۱۲۰ انچ قطر والی دوربین سے پتہ چلا کہ کہکشاں کا اندرونی گہرا حصہ بیرونی حصوں کی نسبت ایک سو بار زیادہ گردش کرتا ہے۔ یہ دریافت ایک نئی قسم کی برقی مشین کی مدد سے عمل میں آئی جو روشنی کو کئی گنا تیز بنا دیتی ہے۔ خلا میں بادلوں میں لپٹے ہوئے مدھم روشنی کے ایسے قطعے دریافت ہوئے ہیں جن کے متعلق قیاس کیا جاتا ہے کہ یا تو ان سے نئی کہکشاں بن رہی ہے یا یہ دو کہکشاؤں کے باہمی ٹکراؤ کا نتیجہ ہے۔

ایک اور اہم دریافت یہ ہوئی کہ سورج نے اپنا مقناطیسی کرہ بدل دیا ہے۔ اور شمالی اور جنوبی قطبین نے اپنی پوزیشن کا تبادلہ کیا ہے۔

راکٹ میں رکھے ہوئے ایک کیمرہ سے ۱۲۳ میل کی بلندی پر سورج کے تمام رخ کی تصویر کھینچی گئی۔ تصویر میں سورج میں نمایاں طور پر آندھیاں چلتی ہوئی نظر آتی ہیں اور عام طور پر جتنا بڑا وہ نظر آتا ہے تصویر میں اس سے دگنا دکھائی دیتا ہے۔

ایک اور راکٹ کیمرے سے ۳۰۰ میل کی بلندی پر دونوں سورج اور زمین کے خم کی تصویر لی گئی ہے۔

طبیعات

ایک طاقتور ایٹم شکن کے استعمال سے سائنسدانوں نے ایک اور ایٹمی ذرہ دریافت کیا ہے جسے زیرو ... کہتے ہیں یہ آخری ذرہ تھا اب تک جو دریافت نہیں ہوا تھا۔ اس کے متعلق یقین کیا جاتا ہے یہ ایٹموں کے بالکل اندرونی مرکز میں ہوتا ہے۔ ایک اور زیادہ انوکھا ذرہ بھی دریافت کیا گیا ہے جسے ایٹمی لمبڈا کہتے ہیں۔ اس کی دریافت سے اس دلیل کو تقویت ملتی ہے کہ جہاں کائنات عالم کے موافق ایٹمی ذرات پائے جاتے ہیں وہاں منفی اور ناموافق ذرات جب آپس میں ٹکراتے ہیں تو عظیم ایٹمی توانائی پیدا ہوتی ہے۔

سورج جس طریقے سے ریڈیائی لہروں کو بڑا بناتا ہے اسی طریقے کے مطابق سائنسی تجربہ گاہ میں ریڈیائی لہریں پیدا کرنے میں کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔ ایک ایسا بادلی چیمبر بنایا گیا ہے جس میں سائنسدان زیادہ طاقت والے ایٹمی ذرات میں امتیاز کر سکیں گے اور اس طرح کاسمک شعاعوں کے متعلق زیادہ معلومات حاصل ہوں گی اور زمینی کرے سے متواتر ٹکرانے والے پُراسرار برقی ذروں کی اصلیت اور ماخذ کا پتہ بھی لگ سکے گا۔

سال رواں کے شروع میں راکٹ کیمرے کے ذریعہ بادلوں کے بننے کی تصویر لی گئی۔ آب و ہوا کا تعلق آندھیوں اور موسموں سے ہوتا ہے۔ سمندری ماہرین نے بحر منجمد شمالی میں ایک ایسے غرق شدہ جزیرے کا پتہ لگایا ہے جس کے متعلق قیاس کیا جاتا تھا کہ وہاں کوئی زندگی نہیں پائی جاتی لیکن اب وہاں بھی مختلف قسم کے جانور پائے گئے ہیں۔ ان میں چند ایسے جانور بھی ہیں جن کا اب تک کسی کو علم نہیں تھا ان میں پانی کے قطرے کے برابر ایک جانور ہے جس کو کیکڑے کی نسل کا سمجھا گیا۔ پیاز کی شکل کی سمندری مچھلی اور گھونگا بھی دریافت ہوا جس کی بلندی ۱۲ ہزار فٹ سے زیادہ ہے۔



کہ اسپیکر نے کہا :- "اسمبلی کو مچھلی بازار نہ بناؤ" — یہ الفاظ پنجاب اسمبلی کے اسپیکر کے ہیں آندھرا پردیش اسمبلی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

کہ کانچ کی گائے کو گھاس کھلانے اور اس کا دودھ دوہنے کی کوشش ---- (ایک خبر کی سرخی)

مشرقی جرمنی کی بنی ہوئی یہ کانچ کی گائے ہے جو نئی دہلی کے زرعی میلہ میں نمائش کے لئے رکھی گئی ہے بھارت کی جنتا کانچ کی گائے کا دودھ دوہنا چاہتی ہے مطلب تو یہ ہے کہ ایسی سادہ لوح جنتا کو اپنے نمائندہ منتخب کرنے کا حق ہے اور ان ہی کے نمائندوں کی آج کل حکومت ہے جو اپنے رائے دہندوں ہی کو گھاس کھلا کر دودھ دوہ رہی ہے اور غریب جنتا کھڑی دُم ہلا رہی ہے۔

کہ الہ آباد کے جلسہ عام میں پنڈت نہرو نے دوران تقریر میں کہا "عوام کو ہر وقت چوکس اور چوکنا رہنا چاہیئے۔"

شاید پنڈت جی کو اس کا علم نہیں کہ عوام بیروزگاری اور گرانی کے سبب راتوں کو بھی سونے کی بجائے چوکس اور چوکنے رہنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

کہ تعلقہ گجویل میں کبرجانے داڑھی والا اور پکڑا جانے مونچھوں والا کا ایک تازہ واقعہ وقوع پذیر ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ کسی درخت پر شہد کا ایک چھتہ تھا جس پر ایک چیل نے جھپٹا مارا درخت کے سایہ میں ایک کاشتکار پڑا سو رہا تھا شہد کی مکھیوں نے بھنا کر اس پر دھاوا بول دیا۔ اور بیچارہ کاشتکار تڑپ تڑپ کر تین گھنٹے بعد مر گیا۔

کہ کمیونسٹوں کے خلاف اب متحدہ پروگرام تیار کرنے چالیس ممالک کی کانفرنس ہو رہی ہے۔ اگر چالیس کی بجائے اسی ملکوں کی کانفرنس بلائی جاتی تو اچھا تھا کہ کمیونسٹوں کے گلے میں گھنٹی باندھنے والا کوئی مرد میدان پیدا ہو جاتا

هفته وار

فارسی شیراز

ایدیتر:- سید صمصام شیرازی

مقام اشاعت:- چادرگهات گیت حیدرآباد (۲) اندیا

دانشمندان نامی اسلام

۳۳- مهذب الدین!

کحال، چشم پزشک نامی شرق و رئیس الاطباء عصر خود

تالیف:- دانشمند محترم آقای سید محمود خیری

مرسلهٔ دوست ارجمند آقای حسین ضابط مدینه هوتل.

(۱)

مهذب الدین عبدالرحیم بن علی مکنی بابی محمد و ملقب بمهذب الدین و موصوف بداخوری یا دخوار از مشاهیر اطبای اسلامی اوائل قرن هفتم هجری و در بدایت حال مانند پدرش به کحالی اشتغال داشته و سپس ریاضیات و فنون حکمت و علم طب را تحصیل و بطبابت و معالجه آغاز کرده و در نتیجهٔ مهارتی که در علم طب داشته رئیس الاطباء و حکیم باشی بیمارستان کبیر دمشق گردیده و بثروت و سامان فراوان رسیده و بسیاری از کتب طب و غیره را بخط خودش که بسیار خوب بوده نوشته و در سال ششصد و بیست و هشتم هجری قمری بلا عقب درگذشته و خانهٔ خود را برای مدرسه ساختن تدریس طب وقف کرده و کتب علمیه و تمامی دارائی خود را نیز بهمان مدرسه تخصیص داده و تلخیص اغانی ابوالفرج اصفهانی و تلخیص کتاب حاوی ابوبکر رازی و کتاب الجنیه و بعضی از آثار نفیسهٔ دیگر از تألیفات او میباشد.

در دورهٔ اسلامی برای طبابت مقررات سختی بوده که توسط رئیس الاطباء اجرا میشد. پس از گذرانیدن امتحان پروانهٔ طبابت داده میشد. مشهورترین رؤسای اطباء سنان بن ثابت در بغداد و مهذب الدین داخوری (مذکور در فوق است) ریاست اطبای مصر را عهده دار بود و چون در دارو سازی و دارو فروشی تقلباتی پدید آمد - برای داروسازان نیز رئیس مناسبی تعیین گردیده و دارو سازان و دارو فروشان مجبور بگذرانیدن امتحان شدند. کسانیکه در امتحان شکست میخوردند از کار خود ممنوع میشدند و این امتحان داروسازی اولین بار به امر ([illegible]) در بغداد توسط زکریا ابن طیفوری اجرا شد و داستان مفصلی دارد. اطباء نیز دو دسته بودند دسته‌ای که برای پادشاهان و خلفا و دولتیان طبابت میکردند و از دولت حقوق میگرفتند و دستهٔ دیگری که اشخاص عادی را معالجه میکردند.

(۲) پزشکان بچند طبقه تقسیم میشدند از این قرار: پزشک کلی، چشم پزشک، دندانساز، جراح، ماما پزشک زنان، پزشک ویژهٔ دیوانگان، خون گیر (کسیکه در رگ زدن و حجامت تخصص دارد) و در واقع مثل امروز پزشکان آن ایام هر کدام در قسمتی تخصص داشتند. در مصر بواسطهٔ بدی آب و هوا چشم پزشک (کحال) بیشتر پیدا میشد و آب سیاه را با داغ کردن چشم معالجه میکردند همانطور که امروز آن بیماری بوسیلهٔ الکتریک علاج میشود. زنان پزشک نیز میان مسلمانان کم نبودند از آن جمله اخت الحفید اندلسی و دختر او که از علم طب بخصوص در بخش بیماریهای زنانه سررشتهٔ کاملی داشتند. و کسی جز آن مادر و دختر زنان حرم سرای منصور خلیفهٔ اندلس را معاینه و معالجه نمیکرد. زینب پزشک بنی اود از زنان نامی دورهٔ امویان است که در شام طبابت میکرده است بخصوص در جراحی چشم ماهر بوده است. پاره‌ای از آنان بعلم دارو نیز شهرت داشتند مانند رشیده دینوری و بنت دهیس اللوز دمشقی و غیره که نابغهٔ زمان خود بشمار آیند. تحقیقات اطبای اسلام برای تشخیص بیماری منحصر بمعاینه و آزمایش ادرار و گرفتن نبض بود باین قسم که بیمار با شیشهٔ ادرار نزد پزشک میآمد پزشک ادرار را میدید. بعد برای تحقیق بیشتر آنرا میچشید که بداند قند یا ترشی یا مواد زیادی دیگری در آن هست یا نیست؟ و سپس حرکت نبض مریض را بدقت رسید؟

عنوان جوت [illegible]

آبراهام لینکان!

ترجمه :- آقای مسعود رجب نیا.

مرسله :- آقای محمود دشتی خیام کیفی!

(بسلسله گذشته)

شرط میبندم که عاقبت رئیس جمهوریه کشورهای متحده امریکا گردم.
در بیست و سالگی شغلی در یک دکان کوچک پیدا کرد. در یا نزده [illegible] (گمنزی ویل) [illegible] فصول معینی از سال تشکیل میگردید. در آن مواقع [illegible] هرگاه فرصتی بدست می آورد و [illegible] زود با عجله [illegible] آن محلی میرسانید و پس از آنکه تمام روز را در نهایت خوشی بشنیدن اظهارات [illegible] دستان [illegible] متهم گذرانیده بود شبانگاه بخانه باز میگشت. ضمنا [illegible] با مانت گرفته بود [illegible] مطالعه آن [illegible] گردد [illegible] نویسی لعبیه و عجیب [illegible] میشود [illegible] کتاب [illegible] بود از [illegible] تجدید نظر شده ایالت ایندیانا.

یک روز که در دادگاه حضور یافته بود دفاع یک وکیل زبردستی را [illegible] شنید. هرگز سخنی باین فصاحت و بلاغت نشنیده بود. چون تعطیل دادگاه اعلام شد [illegible] دست او را [illegible] و قلب وکیل [illegible] [illegible] بود [illegible] گذشت و یک کلمه هم سخن نگفت. سی سال بعد این دو نفر در شهر [illegible] با هم مواجه شدند در آن [illegible] رئیس جمهور کشورهای متحده امریکا موفق شد از بر [illegible] نطق موثرش تقدیر کند. در سال [illegible] خانواده پدرش [illegible] انتقال خانه بایالت ایلینوا یاری کرد. [illegible] از جاده های [illegible] و [illegible] [illegible] برادران [illegible] بمسافت پانزده [illegible] ذرت پاک کرده [illegible] اطراف آنرا [illegible] [illegible] پس از [illegible] [illegible] از طریق [illegible] جان که بالغ [illegible] شده بود [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]



داشت و برای بدست آوردن آن مجبور شد در مقابل هر نیم متر پارچه شلواری چهارصد قطعه چوب بطول معینی تحویل دهد.

سرانجام با برادر ناتنی اش مزدور آقای (افوت) شد تا برای او کشتی مسطح پی شراع و موتوری بسازد و آن را به نیواورلئان ببرد. ابراهیم خود با نهایت خوبی عمل کرد و صاحب کار بقدری از حسن خدمت او خشنود گشت که او را بسرپرستی یک کارخانه و دکان بزرگی که در (نیو سالم) واقع بود برگماشت. در معامله با مشتریان بنهایت [illegible] بود. یکبار مبلغ دو دلار و شش سنت و ربع لوازم خانه بیکی از مشتریان فروخت. چون در پایان روز بحساب رسیدگی میکرد متوجه شد که مبلغ شش سنت و ربع بیش از میزان و نرخ عادله گرفته است. با آنکه شب فرا رسیده بود و با [illegible] راه پیمائی کرد و تفاوت را بمشتری که ذوماتش از فرط شگفتی باز مانده بود برگرداند. حوادثی از این قبیل باعث شد که به لینکان لقب (ابی امین) دادند و تا آخر عمر باین لقب شناخته شد.

این دهکده نداریجوان بسیار شائق بود که شیوه کلام خود را اصلاح کند. چون شنیده بود که در شش میلی آنجا در یک کتاب فروشی دستور زبان موجود است پیاده بآنجا رفت. شب [illegible] بمطالعه آن مشغول شد و چون [illegible] [illegible] بود [illegible] چوب میسوزانید. ابراهیم رفته رفته علاقه ای با سیاست پیدا کرد و برای اطلاع از جریان [illegible] (گمنزی ویل) [illegible] روزنامه های معروف را [illegible] [illegible].

پس از آنکه [illegible] آقای افوت ورشکست [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

ولادت نظام دکن

از آقای سید کاظم حسین قمر عابدی

برای ازدیاد معلومات و تفنن طبع شاهدوست برادران ایرانی و مشتاقان زبان فارسی مقاله معلوماتی بر سالگره سرکار حق آگاه اعلیحضرت همایونی اینجا درج میشود. نگارنده این مقاله آقای سید کاظم حسین قمر عابدی محتاج تعارف ما نیستند ایشان از بهی خواهان برجسته اعلیحضرت همایونی هستند که در ادبیات فارسی از اجل معلمین می باشند. (اداره شیراز)

یاد داریم که به روز میلاد آصف جاه هفتم از آغاز سپیده سحری آوازه تبریک و تهنیت و صدای نوشانوشش بلند شد و از زمین تا گوشش فلک رسید. گرفت مردم از خرد و کلان و برنا و پیر با لباس زیبا سوی میدان (فتح میدان) برای تماشا کردن مراسم میلاد خسروی رو نمودند و جوق در جوق پیاده و اسوار بر دوچرخه ها و اتومبیلها راه می روند بر شاه راه از دو طرف بر جهائی بوقلمونی با طرز زیبائی در اهتزاز مناظر قشنگی پیدا میکرد. مرغان چمن نغمه ریز و نسیم سحر عنبر بیز در وزیدن غنچه ها تبسم بر لب و گلها از فرط مسرت خنده زن. ساعت هشت و نیم بامداد اعلیحضرت همایون اولاً به شکر این موهبت عظمی و سعادت کبری سال میلاد خویشش برای ادای دوگانه بدرگاه ایزدی نهضت فرمایه مسجد باغ عام شدند سپس موکب همایونی به فتح میدان نزول اجلال میفرمود اینجا همه عمائدین سلطنت و اراکین دولت و خانواده شاهی که پیش از پیش جمع آمده استقبال شاهی میکنند از آن بعد سران افواج و ستمیارانی ارتش با سربازها دسته دسته با لباس زیبا و سزا و با شمشیرها که برق میزد پیش روی اعلیحضرت سلام بجا می آورند و از جلوشان صف بسته و باقدم ها به هم پیوسته میروند در این چمن سرود دلی و ملکی نواخته میشود و دعا ئی

دراز شاه می سراید بیست ویک توپ شلیک میگردد. پس از این مراجعت فرمائی کاخ شاهی (کنگ کوتهی) می شوند همه خدم و حشم و امرای دولتی شادان و فرحان حضور حضرت سلطان العلوم تبریک و تهنیت گویان با پیشکش نذرها سرافراز و مفتخر میگردند.

درین زمان هم این روز شادی بخش و اندوه زدا برای پرستاران آنعلیحضرت کمتر از عید نیست و هر سال بجز و رود به فتح میدان همه مراسم میلاد در قصر شاهی بعمل می آید مردم نمی توانند که این روز مسعود را فراموش کنند زیرا که این روز میلاد آن ذات قدسی است که از وجود ذیجودش بجهت اصلاحات همه جهتی داخلی و خارجی و امور بهبودی رعایا و برایا چون خشت خمهای بنا های قول پیکر و سر به فلک کشیده مثل دانشگاه جامعه عثمانی و دادگاه عالی و بیمارستان بزرگ (شفاخانه) و آبگیرهای که مزرعه ها را آفاده می بخشد" مملکت دکن در صف مملکتهای به عروج رسیده شمرده می شود. از بدو سلطنت آصفی این پادشاهی و جهانبانی بر تخت نهاده که حکمرانیش گذشته از احیای مردم بر دلهای اینها جاگیر باشد و با قلب صافی و نصفت پسند مسلم و غیر مسلم را دو چشمان خودش بداند.

این روز میلاد آن ذات گرامیست که هیچگاه از برای آسایش و احفاظ خودش از تابش گرما در ییلاق هند یا برای سیاحت اقطاع اروپا و غیرهم از مملکت بیرون پا نه نهاد و همواره با اهالیان مملکتش در رنج و راحت ایشان شریک و سهیم بوده بامدادای درد شان زندگی می نمود و فرح و انفعالی خودش را مثل خلفای پیشین اسلام اینقدر در صد و د نگاهداشته که به شرح احتیاج ندارد لاکن در امور سود و بهبود کافه انام از ملیون ها هم گاهی دریغ نفرمود از همین است که از ذکر شر و تهای خطیر که شمارش به کرورها میرسد برای ما یاد نمود که نمی توانیم از عهده شکریش بدر آئیم لاکن سرزمین دکن هیچگاه از یاد اینچنین شهریاری معطل نخواهد ماند و ثبت است بر جریدهٔ عالم دوام علامة الناس خوب می دانند که چه زحمتها و زحمتهای طاقت فرسا بود که در زمان جهانبانی گریبان گیر شاه ما گشته و چه تاثلا ماتی که رونما بیها

از سیاستان فرنگ و بدخواہان مملکت نہ دید کہ فتنہ و شری آفرید تا داخل مملکت خلل پذیرد لاکن باینہمہ مثل کوہ استقامت نمود و از ہیچ مشکل و دشواری نہ ہراسید و از پامردی و فراست ایزد بخش عقدہائے پرپیچ سیاسی را بکشود۔

آن روز چہ روز خوشتر بودہ باشد کہ این خلاصۂ دودمان آصفی در قصر شاہی (حویلی قدیم) از کتم عدم بہ منصۂ ظہور جلوہ گر شد اگر کسی از ما در آن زمان بودی منظرۂ زیبائی و جالب نظارہ میکرد کہ شعرائے شیرین زبان و قصیدہ گویان شیوا بیان تبریک و تہنیت نوشتہ جلوہ آصفجاہ سادس (نور اللہ مرقدہٗ) می خوانند و از زر و جواہر دامن امید پر میکنند خدم و حشم از خلعت شاہی و خطاب و انعام سرفرازی می شدند، رقاصان خوش ادا و مطربان خوش نوا از رقص و سرود زہرہ و مشتری را گویا از فراز چرخ روئے زمین فرود آوردند ہفت شبانہ روز جشن ولادت در مملکت ادامہ داشتند و دانشگاہ ہا و ادارہائے مملکتی را از دستور شاہ در این روزہا تعطیل می بود و عدۂ زیادی از زندانیہا را از بند رہا و آزاد

میکردند۔ کاخ شاہی از چراغان و فانوسہائے نور افشان ستارہائے فلکی را چشمک میزد و بقعۂ نور بہ نظر می آمد ہر کہ میدید میگفت کہ اینکہ می بینم بہ بیداری ست یا رب یا بخواب۔

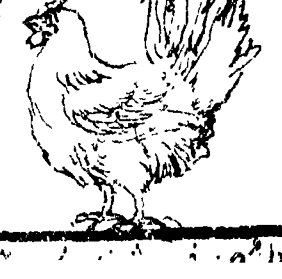
این روز این رو ہم موجب خرسندی ما ست کہ در ہمین روز ولادت حضرت امام محمد باقرؑ امام پنجم ست و خود ماہ رجب برائے ما ہا باعث شادی است کہ در ہمین ماہ خانہ کعبہ از مولود کعبہ زینت گرفت۔

ظہور وارث تخت و تاج آصفی در سال یکہزار و ہشتصد و ہشتاد و شش سال میلاد است کہ تا این زمان ہفتاد و سہ سال میباشد و در ہمین معنی ست گفتہ کسی عہد (قصر شاہی زو کش فردوس شد) کہ اگر اعدادش بقاعدۂ ابجدی جمع کنند سال میلاد شاہ ذیجاہ ما بر می آید۔

ما ہمہ بہی خواہان شاہ جمجاہ از ایزد متعال صمیمانہ مسئلت می نمائیم کہ سایۂ ہمایونش بر مفارق خانوادۂ آصفی و وابستگان دودمان شاہی سالہائے متمادی باکمک و پشتیبانی شاہ لافتیٰ علیہ آلاف التحیۃ والثناء دیرگاہ بماناد

بنبیؐ و آلہ الامجاد





شیراز

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا | دو نورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مثالِ آپ کو عثماں یہی کہتا ہے ہر کس سے | کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

ایڈیٹر:- سید مقام شیرازی - مقام اشاعت:- چادر گھاٹ گیسٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴ روز یکشنبہ ۱۰ جنوری ۱۹۶۰ء م ۱۰ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ شمارہ (۹)

غزل

(مطلع) رہے آباد اے ساقی ہمیشہ تیرا میخانہ
برائے میکشاں لبریز رہتا ہے یہ پیمانہ

پئے اورادِ بہرِ متقی و زاہد و عابد
ہمیشہ متحد رشتہ سے ہے تسبیح کا دانہ

یہ کہتے جا رہے ہیں پیرِ مغاں سے رند مستی میں
شرابِ ناب سے پُر ہو ہمیشہ تیرا خمخانہ

پئے تزئینِ صورت کہتی جاتی ہے یہ رعنائی
مبارک کاکلِ پیچاں کو ہو آئینہ و شانہ

علیؑ سے کہتے ہیں سارے فدائی شاد ماں ہو کر
رہے باقی تری بابِ نجف میں شانِ شاہانہ

ندا ہے ابرِ نیساں کی یہی بحر و قلزم بھی
صدف میں بنتہ صورت سے رہا کرتا ہے دُردانہ

(مقطع) یہ کہتا جاتا ہے بابِ نجف سے آج عثماں بھی
ہمیشہ جلوہ گر پیشِ جہاں ہو تیرا کاشانہ

(بارگاہ علویؑ)

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقومہ ۱۴ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

ایک جدید لوکل اخبار کی کذب بیانی

فرمایا اس میں لکھا ہوا تھا کہ نذری باغ اپنے کیسۂ زر کی کشش سے دوسروں کے ایمان یا ضمیر کو خرید کر رہا ہے مگر اس کی صراحت نہیں تھی کہ وہ کون اشخاص تھے اور ان کا مشرب کیا تھا۔ البتہ اس کے عوض صداقت کو کام میں لاکر لکھتا کہ لوگ از خود نہ کہ بالجبر نذری باغ کی جبہ سائی کرنے میں دوڑے جا رہے ہیں اور دو فائدہ دیکھ کر ساکن مکان کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں تو یہ درست ہوتا بہ این وجہ کہ ان کو پردۂ غیب سے جادۂ مستقیم کی ہدایت ملتی ہے اور ساتھ ہی ان کی مفلسی کے پیش نظر ان کی شکم پری بھی کی جاتی ہے جسکی اس پر آشوب دنیا میں سخت ضرورت ہے تو لکھنے والوں کے بیان میں جان پڑ جاتی جس سے انکار مشکل ہو جاتا جبکہ یہ امور واقعی مشاہدے میں آرہے ہیں گو کسی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو اس سے بحث نہیں ہے۔ بہرحال الحمدللہ کہ اس دور انقلاب میں بھی خاندان نظام کی تھوڑی بہت شہرت یا پوزیشن باقی ہے یا مانا جاتا ہے اور اس کو دست فیاض ازل نے کسی کا محتاج نہیں رکھا بلکہ اس وقت اوس کو جو کچھ تائید غیبی سے حاصل ہے اوس پر وہ قانع و متشکر ہے اور قابل امداد اشخاص کی حتی الامکان حاجت روائی کر رہا ہے جو کہ غالباً اغیار کی آنکھوں میں یہ خار بنکر کھٹک رہا ہے یا رشک و حسد کے مارے ایسی بے بنیاد باتیں مشہور کر رہے ہیں کیونکہ ان کا کیسہ تہی ہے مگر ساتھ ہی یہ نہیں جانتے کہ کس طریقہ سے اس کو پر کیا جا سکتا ہے جبکہ اس کی خواہش ہو تو ورنہ مثل مشہور ہے۔ ہیچ آفت نہ رسد گوشۂ تنہائی را۔

دوم اب رہا اوس کی آزاد مشربی تو اس کی خوبی کو سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں نہ کہ ہما و شما۔ کیونکہ اس کے لئے آزاد خیالی و عالی ظرف کی ضرورت ہے اور اسی کی وقعت وہی سمجھ سکتے ہیں جو اوس کے ہم مشرب ہیں۔ اس سے زائد تشریح کی ضرورت نہیں کہ جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ماقل و دل ہے۔ اور غافلوں کے لئے درس عبرت ہے بشرطیکہ اس کا احساس ہو اور اس مقولہ پر نظر رہے یعنی خذ ما صفا و دع ما کدر تو پھر اطمینان قلب انسان کو حاصل ہے باوجود مصائب و آلام روزگار۔

مرقوم ۳۱ ر دسمبر ۱۹۵۹ء

(منقول از نظام گزٹ)

آٹ ہوم بتقریب سالگرہ معصوم صاحبزادہ جونیر پرنس (بطنی انور بیگم صاحبہ)

(بتاریخ ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء در فرن ویلا وقت عصر)

(یوم دوشنبہ)

فرمایا انشاء اللہ تاریخ مقررہ پر عاشور خانہ میں رسم گرہ ادا ہوگی۔ بعدہٗ اسی مکان کے چمن میں زیر شامیانہ ٹی پارٹی ہوگی جو محدود ہوگی بہ افراد خاندان نظام جبکہ ممکن ہے کہ سب لڑکے مقیم نذری باغ اس میں شریک ہوں۔ لھذا سب مل کر کم و بیش بالتقدیر اشخاص برسر موقع موجود رہیں گے ہم کوشش نغمہ سازی زیادہ خدا سب کو یہ سال نو عیسوی سازگار کرے بہ تصدق باب نجف۔

مرقوم یکم جنوری سنہ ۱۹۶۰ء ——— (منقول از نظام گزٹ)

خوبی آزاد مشربی

فرمایا حسب عادت یکم رجب کو امداد مستحقین کو دی جاتی ہے چاہے وقتی ہو یا مداتی جیسا کہ موقع درپیش ہو۔ اور جو مدحیہ قطعے لکھ کر فریم میں لاتے ہیں۔ یعنے بہی خواہان انکو بحکمت مناسب معاوضہ دیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ساکن نذری باغ چونکہ فدائی شہنشاہ نجف ہے یہ اوسی کی برکت ہے کہ بتوسل ایک خادم ازلی لوگوں کو فیض پہنچتا ہے بشرطیکہ وہ اس کے مستحق ہوں نہ کہ بدخواہ یا اعدا جو کہ صفت بالا سے خارج ہوں۔ بہرحال سال میں ایک دفعہ نذری باغ کا یہ پروگرام ہے جس کے مطابق کام ہوتا ہے جو بجائے خود ایک کار خیر ہے۔

دیگر فرمایا ہر سال ایسے موقع پر میرے قدیم شناسائی کرم فرماؤں کے طرف سے متعدد ٹیلیگرام مبارکباد کے وصول ہوتے ہیں جنکا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ آپنے باوجود نیرنگئ زمانہ ساکن نذری باغ کو فراموش نہیں کیا ہے بلکہ یاد رکھا ہے جس کو میں فضل رب سے تعبیر کرتا ہوں۔

مرقوم ۲ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

تحریر خطیب مُدیر ہمدم مورخہ یکم جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

فرمایا اس میں ایک مضمون کے ضمن میں ارشاد ہوا کہ بعد غور و خوض بسیار جناب نے حنفی مذہب اختیار کیا کہ اس میں خوبیاں لاتعُد و لاتحصیٰ ہیں یعنے یہ وسیع تھا بالمقابل مذہب امامیہ جو کہ محدُود تھا جس میں بجز تبرا بازی یا ماتم کے اور کچھ نہیں تھا۔ بہت خُوب ارشاد ہے اگر یہ انوکھا تصفیہ ابتک کسی کے گوش گزار نہیں ہُوا تھا کہ درحقیقت ان دو مذہب میں اگر فرق تھا تو صرف اسیقدر تھا آپکے زاویۂ نظر سے۔ مگر دوسری طرف عرض ہے کہ مذہب امامیہ میں جو کچھ خوبیاں ہیں وہ صرف اہل نظر کو ہی نظر آتی ہیں نہ کہ کور چشموں کو۔ بمصداق۔

تہی دستان قسمت را چہ سُود از رہبر کامل
کہ خضرؑ از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

اس کے سوا دُنیا کی یہ بھی مثل مشہور ہے کہ ارزان بہ علت و گران بہ حکمت۔ یعنے تمثیلاً دیکھا جائے تو قیمتی میوہ یا تو درجنوں فروخت ہُوگا یا تو لوآن کیونکہ یہ سستا میوہ نہیں ہے (جسکو میوہ کی صفت میں لانا درست نہ ہوگا) جو بوٹ وگاجر یا مولی کی شکل میں دھیلے دمڑی میں فروخت ہوتا ہے جو صرف کم حیثیت یا غیر مستطیع اشخاص کے کھانے کے قابل رہتا ہے۔ برخلاف اس کے اول الذکر میوہ یا تو صرف بیمار یا جرکم اشخاص کے شکم میں جاتا ہے یا جنکا کیسہ پُر ہو وہی اسکو خرید کرسکتے ہیں نہ کہ ہر کس و ناکس۔!

الحاصل اس تشریح کے بعد جس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے وہ خود بخود حل ہو جاتا ہے خصوص ذی کردار یا آزاد مشرب اشخاص کے بال کہ دراصل ان دو شقوں میں کیا فرق ہے اور ہر ایک کی کیا نوعیت ہے! القصہ یہ ایسے نازک مسائل ہیں کہ ان کو صحیح عقل و فہم ہی سمجھ سکتی ہے نہ کہ وہ لوگ جو ان صفات کے حامل نہیں ہیں یا ان کے عقول و فہوم ہی اس ساخت کے نہیں ہیں کہ اس کی خوبی کو کما حقہٗ سمجھ سکیں اس لئے وہ ہر طرح قاصر رہتے ہیں۔ لہٰذا جو کچھ تصفیہ فرمایا گیا تھا یا ارشاد ہوا تھا اوس کی وقعت کیا تھی مثل روز روشن نمایاں تھی۔ زیادہ مذہب حق بہ این استواری دکار فرمائی مستدام باد۔ علیٰ رغم مُخالفین!

مرقوم ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

پرچۂ شیراز ہفتہ وار مورخہ یکم جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

فرمایا نظام گزٹ میں نذری باغ کے مضامین یا کلام جو طبع ہوتا ہے تو اس کے نقول پرچۂ مذکور میں درج ہوتے ہیں بہ شکل ریکارڈ۔ مگر اس دفعہ صفحہ ۶ پر جو مضمون ہے اس میں ایک جگہ لفظ "و" چھوٹ گیا ہے اور اسی میں دوسری جگہ لفظ "ہے" چھوٹ گیا ہے۔ غالباً سہو کتابت کی وجہ سے یا جلدی میں طبع ہونے سے۔ لہذا اس کا آیندہ خیال رہے۔ لہذا اس طرف مدیر پرچہ متوجہ ہو کر دوبارہ اس کی تکرار نہ ہونے پائے۔ ورنہ نقائص پیدا ہوں گے تو پرچہ کی خوبی میں فرق آئے گا۔

دیگر۔ آج نظام گزٹ میں جو شکریہ مضمون ایمان علی خانہ زاد کا طبع ہوا ہے متعلق سالگرہ۔ اس کے آخر میں دعا کی شکل میں تسعہ کی جگہ ثقتہ سہو کتابت سے لکھا گیا ہے یعنی تسعہ ہونا تھا کیونکہ عربی میں تسعہ نو کو کہتے ہیں اس طرح سے خمسہ آل عبا و تسعہ انجبا ان ہر دو کی تعداد ۱۴ کی ہے یعنی دوازدہ امام و چہاردہ معصوم بہ شمول سیدۃ النساء فاطمہؑ۔

مرقوم ۴ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

اَغیار کی مُداخلت بے جا دَر اُمورِ نذری باغ

فرمایا ایک جدید لوکل اخبار میں کسی بے وقوف نے لکھا تھا کہ ساکن نذری باغ کا مذہب ایک معمہ بنا ہوا ہے جو سمجھ سے باہر ہے۔ اور مذہب اسلام کے فریقین میں سے کوئی بھی اس سے مطمئن نہیں ہے وغیرہ۔ لہذا اگر اسکو وقوف ہوتا تو سمجھتا کہ کسی کے مذہب یا عقائد پر اسکو تبصرہ کرنیکا آیا حق تھا یا نہیں۔ رہا فریقین کا اطمینان و غیر اطمینان تو اس جگہ معرضِ بحث میں یہ آ نہیں سکتا۔ اور نہ کسی کو اس سے واسطہ!

دوسری طرف یہ امر مثل آفتاب جہانتاب روشن ہے کہ نذری باغ کے کیا فیوض و برکات ہیں کہ کل تک جو اس کے معاملات میں دَریدہ دَہنی سے کام لیتے تھے آج وہ پشیمان ہو کر اور اپنی خطا پر نادم ہو کر خواستگار معافی ہیں۔ یہ کیوں تو غالباً پسِ پردہ اس کے کوئی قوی وجوہ ہونگے جب ہی تو یہ بات پیدا ہے۔ دوسری طرف ان اشخاص کو جب عقل آ رہی ہے تو آزاد مشربی کا معنٰی و مفہوم سمجھنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ جس سے اِن کا بھلا ہو اور اس انقلاب کے زمانہ میں مَدد مِل کر وہ قدرے اطمینان قلب سے اپنی بقیہ زندگی زیر سایہ نذری باغ گذار سکیں۔ الحاصل یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ناقابل انکار حقائق ہیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں بلکہ ہر طرح عیاں ہیں

بہرحال نذری باغ خوب سمجھتا ہے کہ چند ہی دنوں میں یہ کایا پلٹ کیسی ہوئی تو غور سے معلوم ہوا کہ قدرت کو بھی یہی منظور تھا کہ جو مخالف تھے وہ آج بھی خواہ بن جائیں اور صاف گوئی سے فائدہ اٹھائیں چنانچہ اسی قسم کے اشخاص کو وہ حتی الامکان مَدد دے سکتا ہے نہ کہ اِن کو جو کہ مُذبذب ہیں۔ بقول

"ہم مست دیوانے نہ اِدھر کے۔ نہ اُدھر کے۔

خلاصہ یہ کہ دُنیا میں بہت کم اشخاص نکلیں گے جو اپنی خطا پر یا لغزش پر نادم ہو کر اپنا کردار درست رکھیں گے۔ جس کا معاوضہ ان کو کچھ نہ کچھ مِل کر رہے گا جس کے وہ مستحق سمجھے جائیں۔ ورنہ شما بہ خیریت و مابہ سلامت!

مرقوم ۵ر جنوری ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

بے جا درخواستیں نذری باغ میں پیش ہوتی ہیں

فرمایا وہ لوگ جو یا تو برسر خدمت ہیں یا کام کا معاوضہ پاتے ہیں مگر موقع ڈھونڈکر ترقی کے لئے یہ پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ایسی حرکت کرتے سے شرم آنی چاہیئے۔

بہرحال آئین متعینہ دیوڑھی نذری باغ کو حکم دیا گیا ہے کہ اس قسم کی درخواستیں لیکر پیش نہ ہوں بلکہ دروازہ پر ہی یہ لانے والوں کو واپس کردی جائیں۔

چونکہ یہ سلسلہ رکا نہیں تھا اس لئے چند سطور لکھکر اخبار میں شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

مرقوم ۵ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

آمد مولوی علی نقی صاحب مجتہد از علیگڈھ یونیورسٹی

(برائے مجالس عید امیری)

فرمایا مولوی صاحب ۱۲ر رجب کو یوم شنبہ صبح کی گاڑی سے یہاں پہنچیں گے اور ۱۶ر رجب یوم شنبہ شب کی گاڑی سے واپس جائیں گے جب کہ آپ کا بیان عالمانہ و فاضلانہ اجتہادی کا رنگ لئے ہوئے رہے گا جو قابل سماعت ہوگا یعنے ۱۳ر اور ۱۴ر رجب بڑی دیوڑھی میں اور ۱۵ر رجب عزا خانہ زہرا میں۔ نظر بر آں شائقین سماعت اگر چاہیں تو شریک ہوسکتے ہیں (وقت عصر) مگر صرف حاملان مذہب اثنا عشری کی حد تک کہ یہ مخصوص مجالس ہیں تاکہ مولوی صاحب آزادی سے بیان کرسکیں کہ یہ میرا گھر ہے نہ کہ کوئی اور مقام۔ مولوی صاحب حسب عادت عدن باغ میں مقیم رہیں گے کہ نظام اور اس کے افراد خاندان اور سب لڑکے مقیم نذری باغ مولوی صاحب کا احترام کرتے ہیں جس کے وہ مستحق ہیں۔

مرقوم ۵ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

اظہارِ حقیقت

بمسرّت سالگرہ مبارک بندگان اقدس مدظلہ العالی

رحمت حق کی ہے گھٹا چھائی
سب شجر تالیاں بجاتے ہیں
رہنے سرسبز تیرا نذری باغ
کہہ رہی ہے بہار سالگرہ
تو ہے لاکھوں قلوب کا سلطان
وہ کسی کو بھی اب نصیب نہیں
ہیں علیؑ و حسینؑ تیرے ساتھ
مومنِ پاک آصفِ سابع
تیرے دل میں ہے غدیر کا مے
تیرے سر میں علیؑ کا سودا ہے
تیری آزاد مشربی کا ثبوت
اے عزادارِ سرورِ مظلوم
ہیں مددگار تیرے شام و سحر
تو سلامت رہے صدہا سال

للّٰہ الحمد پھر بہار آئی
بج رہی ہے کہیں پہ شہنائی
تجھ سے ہے اس چمن کی رعنائی
اے علیؑ ولی کے شیدائی
کیا یہ کچھ کم ہے تیری دانائی
منزلت وہ جو تو نے ہے پائی
اے تیرا آل اے تو لا آئی
کون تجھ سا ہے آج مولائی
ہے تیرے ہاتھ جام صہبائی
عقل قربان تجھ پہ سودائی
تیرے قول و عمل کی یکجائی
تجھ سے خوش ہے رسولؐ کی جائی
قبلۂ دین رسولؐ کے بھائی
اے امیرِ عرب کے شیدائی

یکم رجب المرجب ۱۳۷۹ھ
مطابق یکم جنوری ۱۹۶۰ء

عاصی حلمی آفندی

بسیار خوب

(منقول از نظام گزٹ)

بملاحظہ آقائے ولی نعمت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی خلد اللہ ملکہ

بعد از آستانہ بوسی مؤدبانہ عرض ہے کہ

باغبان لم یزلی کا ہم جسقدر بھی شکر ادا کریں وہ کم ہے۔ آج نذری باغ ہماری نظر میں رشک فردوس بنا ہوا ہے۔ آج گلستان عقیدت میں نسیم سحر صبح سے جھوم رہی ہے۔ آج دل کے کنول کھل رہے ہیں۔ آج چمن کے گل بوٹے شادمانی کا اظہار کر رہے ہیں۔ آج کا دن ہم جمیع خانہ زادگان کے لئے یوم عید سعید ہے۔ آج ہمارے آقائے ولی نعمت کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔ آج ہم خانہ زادگان اپنی قسمت پر جسقدر بھی ناز کریں وہ کم ہی کم ہے۔ بقول

جب ہم کو خسرو ذی جاہ سرفراز کریں
ہم اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کریں

حقیقت تو یہ ہے کہ ہم زمرۂ خانہ زادگان کی سود و بہبود کے لئے سرکار ذی وقار نے دائمی ٹرسٹ قائم فرما کر ہماری آیندہ زندگی کو مطمئن فرما دیا ہے۔ ہم پر ہمارے آقا و مالک نے جو احسان عظیم فرمایا ہے اس کو ہرگز فراموش نہیں کر سکتے۔ آج خانہ زادوں کی فکر ان کے مربی و محسن اعظم کو جسقدر ہے اس کا اندازہ دوسرا نہیں کر سکتا۔

یکم رجب المرجب کو کربلائے معلی میں مخصوص مجلس ہوا کرتی ہے جس کے فضائل اعمال بے شمار ہیں۔ اور اسی مبارک تاریخ میں ہمارے آقائے ذیجاہ کی ولادت عمل میں آئی ہے جنہوں نے ہم خانہ زادگان کو حقیقت اسلام سے آشنا کر کے بارگاہ حسینؑ ابن علیؑ کی غلامی کا شرف عطا فرماتے ہوئے "خدام حسینی" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ ہم کو صراط مستقیم کی رہبری فرمانے والے آقا کے حضور میں ہم بصمیم قلب ہدیہ تشکر پیش کرتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ ہمارے سر پرست اعلیٰ بندگانعالی کا سایہ ہما پایہ بطفیل پنجتن آل عبا و تسعتا انجیا ہمارے سروں پر بحق قائم آل عبا تا قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین۔

خسرو لاجواب زندہ باد
عاشق بوتراب زندہ باد

المرقوم یکم رجب المرجب ۱۳۷۹ھ
م یکم جنوری ۱۹۶۰ء

معروضہ آدب

جمیع خانہ زادگان عثمانی
ایمان علی خانہ زاد عثمانی

ناسخ و منسوخ

از مدّاحِ آلِ نبیؐ شاعرِ قوم حلمی آفندی

کتاب چار ہیں بیشک جناب من بیشک
حقیقتاً کہ عقیدہ بھی اس پہ راسخ ہے
اب اسکے آگے نہیں اور شرح کی حاجت
کہ تین اور ہیں سے منسوخ ایک ناسخ ہے

خطیب منبر سلونی

ارشاد فرماتے ہیں کہ سچا ہمیشہ بزرگ اور جلیل ہے جھوٹا ہمیشہ پست اور ذلیل ہے۔

قسمت انسانی ہمدردی سے نہیں بدل سکتی ؎

گلیم بخت کسی را کہ بافتند سیاہ
بہ آب زمزم و کوثر سپید نتوان کرد

مجھے بڑی ندامت ہوتی ہے جب مجھے یہ یاد آتا ہے کہ میں نے سرکار حق آگاہ کے سامنے یہ اصرار عرض کیا تھا کہ یہ اپنے قول اور عہد پر پابند رہے گا اور راہ راست پر آجائے گا مگر ؏

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

میں نے اس بہروپیہ کو قابل اعتماد اور لائق بھروسہ سمجھا۔ اس کی ریاکاری کو سچائی پر محمول کیا اور اس کی آہ وزاری کو حقیقت پر مبنی جانا۔ آج ثابت ہو گیا کہ اس کے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں اس کا ظاہر و باطن ایک نہیں اور یہ منہ لگانے کے قابل نہیں۔ اس کی منحوس صورت پر داڑھی یا تو نمائشی ہے یا پھر بلیڈ خریدنے کے دام جیب میں نہ ہونے کی وجہ سے بڑھ گئی ہے یا پھر سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کے لئے بطور جال اس نے بڑھا رکھی ہے اور یہ ملعون داڑھی کی آڑ میں شکار نہیں کھیلتا بلکہ داڑھی سے شکار کھیلتا ہے خود کو عالم متبحر سمجھتا ہے مگر اہل نظر جانتے ہیں کہ گدھا شیر کی کھال اوڑھ کر شیر نہیں بن سکتا۔ کتے کی دم سیدھی نہیں ہو سکتی ؎

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

ترجمانِ اہلِ حق ہر قوم کی آواز — خیر خواہ شاہِ حق آگاہ بہ شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

ملعونِ اعظم

مجھ سے ایسی نادانی ہوئی کہ جس کا ملال زندگی بھر رہے گا۔ میں نے ایک ملعون پر جس کا ظاہر و باطن مختلف تھا اعتبار کر لیا میرے سامنے اس دشمن آل نبیؐ و اولاد علیؑ و بدخواہ سرکار نے جب خود کو دستبردار اہلبیت اطہارؑ اور خیرخواہ سرکار ظاہر کیا تو میں نے یقین کر لیا کہ اس کے الفاظ خلوص پر مبنی ہیں۔ جب اس نے اپنی ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی پر ندامت کا اظہار کیا تو میں نے اس کو بھی سچ سمجھا اس کے معافی نامہ کو اپنے سرکار حق آگاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دیا۔ سرکار حق آگاہ کی مردم شناس نگاہوں سے اس ملعون کی خباثت دلی پوشیدہ نہ تھی اس کے باوجود سرکار حق آگاہ نے اس ملعون کے لئے میری گزارش عفو و کرم کو شرف سماعت بخشا۔ سچ ہے کہ جو مردود ازلی ہو اس کی

سگ بدر یائے ہفت گانہ بشوی
چون کہ تر شد پلید تر باشد

اس روسیاہ ازلی ذبیح قبیح نے اپنے "رجب کے چیتھڑے" "مذہب ابو حنیفہ خطرہ میں" کی چھاپ لگا کر بے ڈھنگے رکیک اور بے ربط جملے لکھے اور آخر اپنی اصلیت پر آ گیا اپنی ناشائستگی کی دھاک بٹھانے میں بیہودہ لفظوں سے بھی بڑھ گیا۔

اس کندۂ ناتراشیدہ کو یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ سرکار حق آگاہ تعریف و توصیف سے مستغنی ہیں جب علمائے عظام اور شعرائے کرام کی تعریف و توصیف سرکار حق آگاہ کی منزلت میں اضافہ کا موجب نہیں تو پھر اس جیسے جاہل مطلق یاوہ گو کی ہرزہ سرائی اور بیہودہ بکواس سے کیا ہو سکتا ہے اگر یہ کور چشم آفتاب کو آفتاب نہ سمجھے اور اس کی ضیا پاشیاں نہ دیکھ سکے تو آفتاب کا کیا بگڑتا ہے آفتاب آفتاب ہے اور آفتاب ہی رہے گا؂

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اپنے جیسے ٹٹے ہیں اپنی نا اہلی کو چھپائے نہ چھپا سکا اس جیل دستہ نے اپنی ساری عمر سعدی شیرازی کا زبان زد خاص و عام یہ شعر؂

خر عیسیٰؑ اگر بمکہ رود
چون بیاید ہنوز خر باشد

نہ تو پڑھا ہی تھا اور نہ کبھی سنا تھا۔ انسان خود جیسا ہوتا ہے ویسی ہی صحبت میں بیٹھتا ہے اس لئے اس کے دوستوں نے بھی اصلاح نہ کی اور اس شعر کی اس کے ہاتھوں یوں درگت بن گئی "اگر خر عیسیٰؑ بمکہ رود۔ چون باز آید ہنوز خر باشد!!" برعکس نہند نام زنگی کافور کے مصداق ذبیح اللہ کے نام پر اپنا نام رکھنے والے خود کو انسان ثابت کرنے کی بجائے اشرف المخلوقات میں اپنا شمار کروانے کے عوض بکرے کی طرح میں ... میں کرتا رہتا ہے۔ تعجب ہے کہ مذہب کی الف بے سے واقف نہیں، رجال کی دم نہیں جانتا اور نہ ایال سے واقف ہے مگر ابو الائمہ علی علیہ السلام کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہؒ کو لاتا ہے۔ حالانکہ امام ابو حنیفہ امام اربعہ میں سے ہیں جو خود کو مصحف ناطق امام جعفر صادقؑ کے شاگردوں میں شمار کر کے فخر محسوس کرتے تھے۔

"چار پائے بر و کتابی چند" کے مصداق کون اس عقل کے اندھے کو بتائے کہ تو کس کا مقابلہ کس کے ساتھ کر رہا ہے۔ کہاں ابو الائمہ اور کہاں امام ابو حنیفہؒ؟ کہاں علیؑ یا بحا اور کہاں امام ابو حنیفہؒ۔ کہاں علیؑ منی بمنزلہ ہارون من موسیٰؑ اور کہاں ابو حنیفہؒ۔ کہاں انا و علی من نور واحد اور کہاں امام ابو حنیفہؒ؟ کہاں امام المشارق و المغارب اور کہاں امام ابو حنیفہؒ

اگر آج امام ابو حنیفہؒ ہوتے تو وہ خود کو اپنے استاد اعظم امام جعفر صادق علیہ السلام کے مقابل میں لانے کی جسارت نہ کرتے مگر واہ رے ہو چیتھڑے والے پر کہ تو نے اپنے ہی امام پر یہ جسارت کی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں :—

علی حبہ جنۃ قسیم النار و الجنۃ۔ وصی مصطفیٰ حقا امام الانس و الجنۃ

سچ فرمایا تھا یا رسول اللہ آپ نے۔ یا علیؑ تم کو دوست وہی رکھے گا۔ جو حلال زادہ ہوگا۔ اور تم سے دشمنی وہی کرے گا جو حرامزادہ ہوگا۔ مگر علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا" بریل کھانے والا' عقل کا اندھا اور ایمان کا دشمن ذبیح قبیح جھنجلا گیا کہ یہ طرہ امتیاز میرے نصیب میں نہ تھا۔

ذبیح قبیح! اگر تجھے اخبار نویسی کرنی ہی ہے تو زبان کو بے لگام نہ کر اپنے زعم ناقص میں جمہور کے سامنے اپنی جعلی مسلمانی کا دعوی نہ کر۔ جمہور تجھ سے، تیری لیاقت سے، تیرے کردار سے اچھی طرح واقف ہے اور تیرے جیتو طے کی وقعت بھی اچھی طرح جانتی ہے مگر پھر بھی آگ سے نہ کھیل، مذہبی منافرت نہ پھیلا کہ یہ تمام دین و دنیا میں کہیں کا نہیں رکھتا دنیا میں اس کا شمار تعزیری جرائم میں ہے اور عقبیٰ میں جہنم میں پہنچا دینے کا موجب۔

خوب یاد رکھ یہ کرتوت ایک دن رنگ لائے گا۔ زمین کے تیرا ایک طرف مذہبی منافرت پھیلانا اور دوسری طرف حکومت اندھرا پردیش کے چیف سکریٹری صاحب کو آدل فول سنا دینا ایسا ہے کہ تیرے دو چھٹکل قید کو حبس دوام میں مبدل کرا کے رہے یا یہ کہ حکومت اپنی کمزوری ثابت کرنے کے لئے اپنا آہنی پنجہ نہ بڑھائے اور تیری بیہودہ بکواس بند نہ کروائے

(سید صمصام شیرازی)

دعوت عام!

مخانب انجمن اتحاد ایرانیان دکن دعوت عام ہے کہ حسب معمول در آمد گزشتہ امسال بھی انجمن کی جانب سے ۱۳ رجب سنہ رواں یوم میلاد جشن میلاد مولی الکونین ابوالحسنین شہنشاہ اولیاء حضرت مولا علی مشکلکشا علیہ السلام کوہ مبارک مولا پر مقرر ہے۔ شاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی صاحب قصیدہ خوانی کی صدارت فرمائیں گے اور مداح اہلبیت مولوی سید محمد اصغر صاحب فضائل و مناقب مولود بیت اللہ بیان فرمائیں گے آقای قیصر الحاج عباس بہمنی زیارت خوانی سے مشرف فرمائیں گے بعد جشن مبارک شام تک نیاز مبارک کا بھی انتظام ہے۔ شعراء کرام و محبان اہلبیت زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرماکر ثواب دارین حاصل فرمائیں۔

لاجواب رباعی نوشتہ نذیر احمد ہاشمی والباقری

دعوائے خلافت ز دو حق می باید	اسناد حدیث ہم قوی می باید
این جا ئے نفاق و منکر و خائن نیست	این مسند علم است علی می باید

مرقوم ۹ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از ندر کا بادی نیرائے پرچہ شیراز ہفتہ وار)

ایک اولوالعزم امریکی کسان کنبے کی کہانی

"ذیل کے مضمون میں ایک ایسے امریکی کسان کنبے کی کہانی درج ہے جس نے اپنی ہمت، محنت مشقت اور دیانتداری کی بدولت چند ڈالروں کے فارم کو ایک لاکھ ڈالر کے فارم میں تبدیل کر دیا۔ اصل میں یہ امریکہ کی خوشحالی کی کہانی ہے۔"

یہ ۱۸۵۲ء کی بات ہے کہ جرمنی کا ایک شخص چارلس براؤن امریکہ آیا۔ اس کے پاس اس وقت صرف ۲ سو ڈالر تھے اس قلیل سی رقم سے اس نے اپنا گزارہ بھی کیا اور ایک فارم بھی بنایا۔ تھوڑے سے ڈالروں سے کاشت کیا ہوا یہ فارم آج ایک لاکھ ڈالر سے بھی زیادہ مالیت کا ہے۔ اس کا بیٹا فریڈ براؤن بھی اپنے باپ کے ساتھ ہی کھیتی باڑی کے کام میں لگ گیا اور ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رکھی۔ چنانچہ کچھ وقت کے اندر اس نے ایم اے کر لیا۔ فریڈ براؤن کی اولوالعزمی کی کہانی امریکہ کے ایک مشہور تر باتصویر اخبار "لائف" میں چھپی ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی سے آئے ہوئے ایک بے سرمایہ شخص نے اپنی ہمت، محنت، مشقت اور دیانتداری سے کس طرح ترقی کی اور اپنے کردار عمل سے کس طرح دوسروں کے لئے ایک مثال قائم کر دی۔ اس کے ۲۴۰ ایکڑ کے فارم میں مکئی۔ جو۔ چارے کی گھاس اور کچھ دوسرے اناج پیدا ہوتے ہیں اور بہرحال مویشی اور جانور بھی پالے ہوتے ہیں۔ اس کی پیداوار کی ملکیت ۲۵ ہزار سے ۵۰ ہزار ڈالر تک ہوتی ہے۔ براؤن خاندان نے قلیل عرصے میں اتنی ترقی کیسے کی یہ بجائے خود امریکی زرعی انقلاب کی کہانی ہے۔

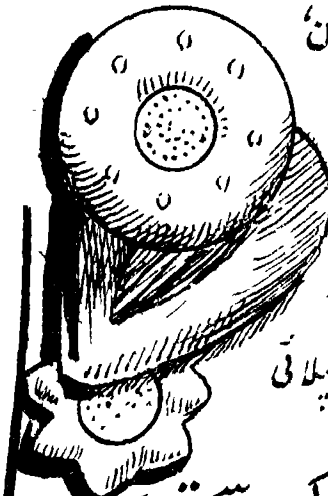
انہوں نے شروع شروع میں فارم پر اپنے رہنے کے لئے دو کمروں کی ایک جھونپڑی بنا لی اور سارا وقت فارم کی آبادکاری اور کاشت میں لگانے لگے۔ روشن دماغی سے کام لیا اور جدید ترین زرعی معلومات کے مطابق اپنے فارم میں تبدیلیاں کرتے اور کھیتی باڑی کے طریقے بدلتے گئے۔ اس زمانے میں جس شخص کے پاس پانچ گھوڑے ہوتے وہ تقریباً ۴۰ ایکڑ زمین کاشت کر سکتا تھا۔ (یعنی ۴۰ ایکڑ) زمین کے آدھے حصے میں ایک سال اور باقی نصف میں دوسرے سال فصلیں اُگائی جاتی تھیں تاکہ زمین کی قوت پیداوار میں کمی نہ ہونے پائے۔ اگر کسی کسان کنبے میں زیادہ آدمی ہوتے تو عورتیں لڑکے لڑکیاں اور گھر کے دوسرے افراد مویشی مرغیاں وغیرہ پالتے اور سبزیاں، ترکاریاں۔ آلو، مونگ پھلیاں، گاجریں وغیرہ بھی اُگاتے۔ چارلس براؤن کے کنبے میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس کے دس بچے پیدا ہوئے اور سال بہ سال وہ اپنے مکان میں نئے کمروں کا اضافہ کرتا گیا اور پیداوار میں بھی۔ اس نے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دی اور کھیتی باڑی میں لگائے رکھا۔ سب سے بڑے بیٹے فریڈ براؤن نے اپنی تعلیم میں کچھ

کچھ اپنی ہمت، اعلیٰ کردار اور اولوالعزمی سے کساد بازاری اور بڑے دنوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں اور اس کے بعد امریکہ کی اقتصادی استواری نہ صرف برقرار رہی بلکہ اس میں اضافہ بھی ہوا۔ پچھلے پندرہ بیس برسوں میں تو امریکی زراعت و صنعت میں بھاری ترقی ہوئی ہے۔ سنہ ۱۹۲۰ء اور سنہ ۱۹۳۰ء کی کساد بازاری نے امریکی حکومت اور سائنسدانوں اور موجدوں کی آنکھیں کھول دی تھیں اور نئی نئی دریافتوں زراعتی مشینوں اور کیڑے مار دوائیوں اور بہتر کھاد، بہتر بیجوں کے باعث تعمیری انقلاب آ گیا۔ براؤن کنبے کی خوشحالی کے دن بھی آ گئے اور دو پشت کی محنت مشقت ثمر آور ہونے لگی۔ سنہ ۱۹۳۳ء کے دنوں میں براؤن کنبے کے پاس ہل چلانے کے لئے صرف چھ گھوڑے اور معمولی سی مشینری اور سامان تھا۔ اب ان کے پاس تین ٹریکٹر ہیں۔ بیج بونے اور فصلیں کاٹنے، اناج ڈھلنے، چارہ بنانے اور دودھ دوہنے وغیرہ کی مشینیں بھی ہیں جن کی قیمت قریباً ۱۱ ہزار ڈالر اور اپنے رہنے کے مکان کو چھوڑ کر دوسرے مکان مویشیوں، آلات اور کارکنوں کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ان کی مالیت ۱۴ ہزار ڈالر کے لگ بھگ ہے مشینری کی مرمت اور دیکھ بھال پٹرول اور بجلی پر سالانہ ۹ ہزار ڈالر تک خرچ کرتے ہیں۔ اب فریڈ براؤن کے ساتھ اس کا بیٹا ڈک براؤن یعنی چارلس براؤن کا پوتا بھی شریک کار ہے۔ پیداوار کی بابت ہے سنہ ۱۹۲۰ء کے دنوں میں فی ایکڑ جہاں ۴۹ بُشل پیداوار تھی وہاں اب ۸۵ بُشل ہے۔ اور سنہ ۱۸۸۰ء کے زمانے کے ساتھ تو مقابلہ ہی کیا ہے۔ محنت تو یکساں ہوتی تھی اس زمانے میں بھی اور آج کے زمانے میں بھی لیکن جدید سائنسی معلومات اور کھیتی باڑی کے طریقوں سے بمقابلتاً تھوڑی سی زمین سے پہلے کے مقابلے میں دس گنی فصلیں پیدا ہونے لگی ہیں۔ اور آج امریکہ دنیا بھر کے لئے اناج کا گودام ہے۔ تمام اخراجات کاٹ کر اب براؤن کنبے کی آمدنی ۳۰ ہزار ڈالر سالانہ سے بھی زیادہ ہے۔ آج اگر براؤن جیسے کنبے کا فارم کوئی شخص خریدنا چاہے تو اسے کم سے کم ایک لاکھ ڈالر کا سرمایہ لگانا پڑے گا۔ ۲۰ ہزار ڈالر کے مال مویشی کی قیمت اس کے علاوہ دینی پڑے گی۔ بتانے کی ضرورت نہیں کہ امریکہ براؤن کنبے جیسے کسان کنبے چاہتا ہے جو اولوالعزمی اور ثابت قدمی سے اپنا کام جاری رکھیں۔ ملکی اور ذاتی خوشحالی کے لئے انتھک محنت کرتے رہیں۔ اور مصیبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کر سکیں۔ امریکہ کی آبادی بڑھ رہی ہے۔ نئے نئے کارخانے کھل رہے ہیں۔ نئی نئی بستیاں ابھر رہی ہیں۔ ہر طرح پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لعلیم خاص کر سائنسی علوم کے پھیلاؤ سے زیادہ سے زیادہ زمین بھی استعمال میں آنے لگی ہے۔ نئی عمارتوں، نئی سڑکوں، کارخانوں کی توسیع ہر چیز کے لئے مزید زمین کی ضرورت ہے۔ اسی طرح فارموں، کھیتوں، پھلوں کے باغوں وغیرہ کے لئے بھی زمین چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے اب ریگستانی علاقوں کو سیراب کیا جا رہا ہے دلدلی زمینوں کو خشک بنانے کے منصوبے زیر عمل ہیں۔

تو وہ بھی ڈالا تاکہ پیداوار بڑھانے جس سے باقی کنبہ پل سکے اور تعلیم یافتہ بن سکے۔ اسی طرح اس نے خود آئیووا یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری بھی حاصل کی۔ آخر اس نے بھی اپنی ہمت اور محنت سے جو کچھ کمایا تھا اس سے اپنا الگ فارم خریدا۔ اور وہاں کی ایک استانی سے شادی کر لی۔ یہ ۱۹۱۶ء کا واقعہ ہے۔ سنہ ۱۹۲۰ء کے دنوں میں فصلوں کی بہتات تھی اور ادھر اقتصادی بدحالی سے کاروبار میں کمی آ گئی تھی کساد بازاری نے آن گھیرا تھا۔ زرعی پیداوار کے دام کارخانوں میں تیار کی ہوئی اشیاء کی برابری نہ کر سکے۔ افراطِ زر کے باعث بھی براؤن کنبے کے لیے بڑی مشکلات پیدا ہوئیں۔ ادھر سات برس میں پانچ بچے پیدا ہوئے تھے۔ ان کی پرورش میں بھی مشکل پیش آ رہی تھی۔ لیکن براؤن روزانہ ۱۴ گھنٹے کھیتی باڑی میں لگا رہتا۔ اور شدید محنت کرتا۔ اس کی بیوی بچوں کی دیکھ بھال کے علاوہ مویشیوں کو پالتی، دودھ دوہتی، کھانا پکاتی۔ بچوں کے لئے کپڑے سیتی، اور دھوتی اور انہیں صاف ستھرے لباس میں سکول بھیجتی، غرض کہ سارا کنبہ دن رات محنت سے کام کرتا وہ سب کے سب زندہ دل اور خوش باش تھے اسلئے مصیبت میں بھی نہیں گھبرائے۔ سنہ ۱۹۳۰ء کے زمانے میں کساد بازاری نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ حالات بد سے بدتر ہو گئے۔ اس پر ستم یہ کہ فریڈ براؤن کا بھائی جوانی ہی میں انتقال کر گیا۔ اب چارلس براؤن کے پاس ۲۴۰ ایکڑ کا فارم تھا۔ ۶۵ برس کی عمر ہو گئی تھی۔ بڑھاپے کے دن تھے۔ دوسروں کی مدد کی ضرورت تھی۔ اگرچہ اس کا بیٹا فریڈ براؤن اس کی مدد کرتا رہا لیکن مشکلات بڑھتی گئیں۔ آخر انہوں نے فارم کرایہ پر دیدیا۔ لیکن اس سے بھی حالات کچھ بہتر نہیں ہونے پائے اور چارلس براؤن سنہ ۱۹۳۹ء میں انتقال کر گیا۔ بیٹے نے فارموں کو چلانے کی بہت کوشش کی۔ ہمت اور حوصلے سے کام لیا۔ لیکن پھر بھی حالات موافق نہیں آئے اور مالی مشکلات دور نہ ہوئیں۔ اس طرح سنہ ۱۹۲۰ء میں زرعی پیداوار کی کساد بازاری اور سنہ ۱۹۳۰ء کے زمانے میں عام کساد بازاری نے براؤن کنبے کی کمر توڑ دی۔ زمین رہن پڑی ہوئی تھی۔ سود چڑھتا جا رہا تھا۔ اور حالات بے قابو ہو رہے تھے اولوالعزم فریڈ براؤن اور ان کے والد چارلس براؤن نے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور محنت مشقت میں لگے رہے۔ باپ کے انتقال کے بعد فریڈ نے دوسرے بھائیوں کی جائیداد بھی خرید لی اور کام جاری رکھا۔ اس دیوالیہ حالت میں بھی بچوں کی تعلیم جاری رکھی۔ خود کبھی کہیں سیر و تفریح کے لئے نہ جاتا۔ سالہا سال نئے کپڑے نہیں سلوائے۔ افلاس و تنگدستی کی زندگی گزاری اور ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کیں۔ عام ملکی حالات سے متاثر ہو کر کچھ وقت کے بعد حکومت امریکہ نے "نئی ڈیل" اسکیم پروگرام کے تحت اسے بھی امداد دی اور اس کی فصلیں بھی خریدیں اس میں اسے کچھ فائدہ ہوا یہ سلسلہ دوسری عالمی جنگ میں امریکہ کی شمولیت تک جاری رہا۔ اس طرح براؤن کچھ تو سرکاری امداد اور

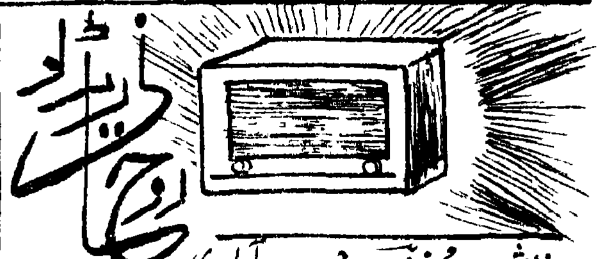
کچھ اپنی ہمت، اعلیٰ کردار اور اولوالعزمی سے کساد بازاری اور بڑے دنوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں اور اس کے بعد امریکہ کی اقتصادی استواری نہ صرف برقرار رہی بلکہ اس میں اضافہ بھی ہوا۔ پچھلے پندرہ بیس برسوں میں تو امریکی زراعت و صنعت میں بھاری ترقی ہوئی ہے۔ سنہ ۱۹۲۰ء اور سنہ ۱۹۳۰ء کی کساد بازاری نے امریکی حکومت اور سائنسدانوں اور موجدوں کی آنکھیں کھول دی تھیں اور نئی نئی دریافتوں زراعتی مشینوں اور کیڑے مار دوائیوں اور بہتر کھاد، بہتر بیجوں کے باعث زرعی انقلاب آگیا۔ بروس کینٹ کی خوشحالی کے دن بھی آگئے اور دو پشت کی محنت مشقت ثمر آور ہونے لگی۔ سنہ ۱۹۳۳ء کے دنوں میں بروس کینٹ کے پاس ہل چلانے کے لئے صرف چھ گھوڑے اور معمولی سی مشینری اور سامان تھا۔ اب ان کے پاس تین ٹریکٹر ہیں۔ بیج بونے اور فصلیں کاٹنے، اناج ڈھلنے چارہ بنانے اور دودھ دوہنے وغیرہ کی مشینیں بھی ہیں جن کی قیمت قریباً ۱۱ ہزار ڈالر اور اپنے رہنے کے مکان کو چھوڑ کر دوسرے مکان مویشیوں، آلات اور کارکنوں کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ان کی مالیت ۱۴ ہزار ڈالر کے لگ بھگ ہے۔ مشینری کی مرمت اور دیکھ بھال پیٹرول اور بجلی پر سالانہ ۱۰ ہزار ڈالر تک خرچ کرتے ہیں۔ اب فرینڈ بروس کے ساتھ اس کا بیٹا ڈک بروس یعنی چارلس بروس کا پوتا بھی شریک کار ہے۔ پیداوار کی بہتات ہے سنہ ۱۹۲۰ء کے دنوں میں فی ایکڑ جہاں ۴۹ بشل پیداوار تھی وہاں اب ۸۵ بشل ہے۔ اور سنہ ۱۸۸۰ء کے زمانے کے ساتھ تو مقابلہ ہی کیا ہے۔ محنت تو یکساں ہوتی تھی اُس زمانے میں بھی اور آج کے زمانے میں بھی لیکن جدید سائنسی معلومات اور کھیتی باڑی کے طریقوں سے مقابلتاً تھوڑی سی زمین سے پہلے کے مقابلے میں دس گنی فصلیں پیدا ہونے لگی ہیں۔ اور آج امریکہ دنیا بھر کے لئے اناج کا گودام ہے۔ تمام اخراجات کاٹ کر اب بروس کینٹ کی آمدنی ۴۰ ہزار ڈالر سالانہ سے بھی زیادہ ہے۔ آج اگر بروس جیسے کینٹ کا فارم کوئی شخص خریدنا چاہے تو اسے کم سے کم ایک لاکھ ڈالر کا سرمایہ لگانا پڑے گا۔ ۲۰ ہزار ڈالر کے مال مویشی کی قیمت اس کے علاوہ دینی پڑے گی۔ بتانے کی ضرورت نہیں کہ امریکہ بروس کینٹ جیسے کسان سینچنے چاہتا ہے جو اولوالعزمی اور ثابت قدمی سے اپنا کام جاری رکھیں۔ ملکی اور ذاتی خوشحالی کے لئے انتھک محنت کرتے رہیں۔ اور مصیبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کر سکیں۔ امریکہ کی آبادی بڑھ رہی ہے۔ نئے نئے کارخانے کھل رہے ہیں۔ نئی نئی بستیاں ابھر رہی ہیں۔ ہر طرح پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لعلیم خاص کر سائنسی علوم کے اصولوں سے زیادہ سے زیادہ زمین بھی استعمال میں آنے لگی ہے۔ نئی عمارتیں۔ نئی سڑکوں، کارخانوں کی توسیع ہر چیز کے لئے مزید زمین کی ضرورت ہے۔ اسی طرح فارموں، کھیتوں، پھلوں کے باغوں وغیرہ کے لئے بھی زمین چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے اب ریگستانی علاقوں کو سیراب کیا جا رہا ہے دلدلی زمینوں کو خشک بنانے کے منصوبے زیر عمل ہیں۔

امریکہ کا مجموعی رقبہ ہندوستان کے رقبے سے تقریباً دگنا اور آبادی نصف سے بھی کم ہے۔ اب وہاں صنعتوں زراعت اور تجارت کے فروغ کے باعث غیر آباد علاقے بھی آباد کئے جا رہے ہیں۔ اور برون جیسے کسنے اپنی ہمت سوجھ بوجھ بردباری اور محنت سے امریکہ کو دنیا کا خوشحال ترین ملک بنا رہے ہیں۔ لطف یہ کہ یہ سب کچھ جمہوری نظام کے تحت ہو رہا ہے انفرادی ملکی آزادی اور انسانی عظمت کو بھی چار چاند لگ رہے ہیں۔ ہندوستان میں بھی برون جیسے کسان کمپنیوں کی کمی نہیں۔ ہند حال ہی میں آزاد ہوا ہے اور مناسب وقت اور امن و امان کی برقراری اسے بھی مشرق کا امریکہ بنا دیگی۔









ناشر:۔ مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدر آبادی کی ملکیت ہے۔ ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقام اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص یا مقام خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے ——— (ایڈیٹر)

ایک ہزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ بمبئی کی مشہور و معروف نصر ٹیکل کمپنی کی شہرۂ آفاق اور ممتاز رقاصہ سلطانہ سے اکبر الہ آبادی کی معرکتہ الارا غزل سن رہے تھے جس کا مقطع ہے ؎

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جنکو پڑھکے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

اب سماجی لیبارٹری کے ناظم تحقیقات مسٹر مرد ایک تحقیقاتی رپورٹ پیش فرمائینگے۔ آپ کی رپورٹ کا عنوان ہے:۔

"بناسپتی گریجویٹ"

مسٹر مرد:۔

جی ہاں! بناسپتی گریجویٹ! اس جعل اور فریب کاری سے بھری ہوئی دنیا میں صرف گھی ہی بناسپتی نہیں ہوتا، صرف اشیاء خورد و نوشش ہی میں ملاوٹ نہیں ہوتی۔ بلکہ انسان بھی بناسپتی ہوتے ہیں، پیشے بھی بناسپتی ہوتے ہیں۔ پیشوں میں بھی کھوٹ اور ملاوٹ ہوتی ہے۔ وہ تو آپ نے سنا ہوگا۔ سنا کیا بلکہ دیکھا ہوگا کہ دواساز، ادویہ کو "کوفتہ و بیختہ اور گل حکمت" کرتے کرتے حکیم بن جاتے ہیں، جی طبیب نہیں بلکہ حکیم، حکیم قضاء الملک ——— اسیطرح کمپونڈر، سوڈا بائی کارب، اور سوڈیم نائٹریٹ کو ملاتے ملاتے ڈاکٹر ہو جاتے ہیں۔ جی ہاں ڈاکٹر عزازیل! پہلے یہ اپنے آپ کو ڈاکٹر لکھنے لگتے ہیں پھر لکھتے لکھتے اپنے آپ کو ڈاکٹر سمجھنے لگتے ہیں۔ دوست احباب بھی کچھ تو مروت سے اور کچھ حوصلہ افزائی کی خاطر "ڈاکٹر، ڈاکٹر" پکارنے لگتے ہیں۔ ایک تو کمپونڈر صاحب کی خوش فہمی کہ "میں ڈاکٹر ہوں" دوسرے دوست احباب کا ان کو "ڈاکٹر ڈاکٹر" پکارنا۔ کریلا اور نیم چڑھا والا مضمون ہو جاتا ہے ——— کمپونڈر صاحب میڈیکل ٹریٹ منٹ کے ساتھ سرجری کا بھی شوق کرنے لگتے ہیں۔ ورید کی بجائے شریان کاٹ دیتے ہیں۔ رسولی کی بجائے بیمار کے گردے نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ قبرستان آباد ہو جاتے ہیں۔ کثرت آبادی کا مسئلہ بلا واسطہ حل ہو جاتا ہے ——— بناسپتی حکیموں اور ڈاکٹروں کے علاوہ ہمارے سماج میں مصنوعی شاعر، جعلی ادیب اور پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل قسم کے عالم گمنام یونیورسیٹیوں کے بے کام (بی۔ کام نہیں) گریجویٹ بھی پائے جاتے ہیں ——— ان کے علاوہ سال سنہ ۱۹۴۸ء سے ہر سال او کالی بارشی مینڈک کی طرح بناسپتی گریجویٹ بھی پیدا ہونے لگے ہیں جس طرح مرکزی تجربہ خانہ میں گھی کا کیمیاوی تجزیہ کرکے یہ بتایا جاتا ہے کہ اس میں چربی اس مقدار میں ہے۔ کرڈ آئیل اتنا ہے۔ دیگر مضر صحت اشیا اتنے ہیں۔ اسیطرح ہماری سماجی لیبارٹری میں (جس کا میں ناظم ہوں) بناسپتی ایڈوکٹس وغیرہ کا تجزیہ اور "انلائز" کرکے یہ بتایا جاتا ہے کہ اوریجنل "کتنا" ؟ اس میں انسانیت کتنی ہے۔ اور بہیمیت کتنی ؟ شعور کتنا ہے ؟ اور جہالت کتنی ؟ وقوف کتنا ہے ؟ اور بے وقوفی کتنی ؟ چنانچہ حال ہی میں ہم کو ایک بناسپتی گریجویٹ کا تجزیہ کرنے کا

موقع ملا — ہماری لیبارٹری میں جس کسی شخص کا تجزیہ کیا جاتا ہے ہم اس کا نام عموماً راز میں رکھتے ہیں — تاہم اشارتاً اور کنایتاً ہم ہماری مرتب کردہ رپورٹ میں وہ سب کچھ بتا دیتے ہیں، جس کی مدد سے رپورٹ کا مطالعہ کرنے والے کو تجزیہ شدہ ... سستی گریجویٹ کا نام، پتہ، حلیہ، بشرہ اور نقش و نگار سب ہی کچھ معلوم ہو جاتا ہے، ہم نے اس ہفتہ جس سستی گریجویٹ کا تجزیہ اور X RAY کیا ہے — اس کے نام کا ایک سرِ حرف "لا کھ" میں ہے۔

یہ لوگ ہماری یونیورسٹیوں کے پست معیارِ تعلیم کی شکایت کرتے ہیں۔ ان کی یہ شکایت گندہ ناتراشیدہ گریجویٹوں کو دیکھ کر صد فیصد صحیح معلوم ہوتی ہے۔ پستی کی بھی ایک حد ہوتی ہے، ایک گریجویٹ میں اگر میٹرک کا معیار کی قابلیت ہو تو پھر بھی اس کو گوارا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر ایک ڈبل گریجویٹ میں فورتھ اسٹانڈرڈ کی قابلیت بھی نہ ہو تو اس کو کیا کہا جائے گا!؟ — جس شخص کو لفظ "قانون" خائے خرشت سے لکھا جاتا ہے یا خائے تخذ سے، یہ تک نہ معلوم ہو اس کو اگر بی۔ اے۔ کی ڈگری مل جائے تو اس کو نہ صرف معیار کی پستی بلکہ معیار کا "اسفل السافلین" کہنا بیجا نہ ہوگا — لیکن اس پستی کا الزام اور پستی کی ذمہ داری کسی یونیورسٹی پر عائد کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یونیورسٹی کی مثال ایک آفتاب کی سی ہے کہ آفتاب کی کرنوں سے ایک خربوزہ، سٹھاس اور ذائقہ کا اکتساب کرتا ہے اور اسی آفتاب کی کرنوں سے ایک حنظل کڑواہٹ حاصل کرتا ہے — اس میں قصور آفتاب کی کرنوں کا نہیں بلکہ حنظل کی استعداد کا ہے یونیورسٹی کی مثال علم کے ایک چشمہ کی سی ہے۔ لیکن کسی کا ظرف ہی چلو بھر کا ہو تو وہ اس چشمہ سے چلو بھر چلو سے زیادہ اور کیا حاصل کر سکے گا۔! قدرت حوصلہ اور ہمت کو دیکھ کر عطا کرتی ہے۔ جیسا کہ غالب نے کہا ہے ؎

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ جو گوہر نہ ہوا تھا

جس کا ظرف ہی تنگ ہو، جس کی ہمت ہی تنگ ہو اس کو نہ کالج کچھ دے سکتا ہے اور نہ یونیورسٹی!

گُل مولا

سرکارِ حق آگاہ کی پیاری تعریف

کس ندیدہ آلہ وشہدائے یزدان ہمچنین
عاشقِ آلِ محمد شاہِ ذیشان ہمچنین
مادرِ گیتی نزاد و چرخِ بوقلمون ندید
رونقِ بزمِ مودت مرد میدان ہمچنین

(سید محمد ... یزدی)

کسی یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کرنا اور شئے ہے اور علم کو ہضم کرنا اور شئے ہے ـــ جب ہی تو کہا جاتا ہے :۔

"یک من علم را، دہ من عقل باید"

اسیطرح علم کے ساتھ عمل کی بھی ضرورت ہے ورنہ علم بغیر عمل کے ایسا ہی ہے جیسے پھول بغیر خوشبو کے، یا جیسے درخت بغیر پھل کے! اسی لئے تو حضرت سعدی شیرازی نے فرمایا ہے ؎

علم چندان کہ بیشتر خوانی
چون عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے بر و کتابی چند

اس لئے بے عقل اور بے عمل گریجویٹ کی حالت ایک بیل کی سی ہے جس پر علم و ادب کے مجلدات لدے ہوتے ہیں۔ فلاسفہ، حکما اور عقلاء کے نزدیک "علم" کے معنے "اعتراف جہل" کے ہیں۔ جس کو اپنے جہل کا اعتراف ہونے کی بجائے "ہمہ دانی" کا "زعم" ہو۔ اس کے متعلق محقق طوسی کا فیصلہ ہے ؎

آن کس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابد الدہر بماند
وان کس کہ بداند و بداند کہ نداند
اسپ جہد خویش بر افلاک دواند

زیر تجزیہ گریجویٹ صاحب بھی "نداند" اور "بداند" کے اسی "جہل مرکب" والے دلدل میں کمر سے نیکر سینگ تک پھنسے ہوئے ہیں

ایک ہزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی سماجی لیبارٹری کے ناظم تحقیقات مسٹر مرد ایک رپورٹ سنا رہے تھے۔ اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں آیندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔

ہفتہ بخیر!!!

ولادت مولی الکونین ابو الحسنین علی علیہ السلام

جشن سالانہ قدیم!

۱۰ رجب المرجب ۱۳... روز یکشنبہ بوقت بیس ساعت صبح بارگاہ کوہ پنجہ مولا علیؑ زینجہ گٹہ مقرر ہے امید کہ محبان اہلبیت شرکت فرماکر ثواب دارین حاصل فرمائیں گے! ۱۰ بجے سہرہ مبارک چڑھایا جائے گا۔ الداعیان :۔ سید افتخار حسین وغیرہ ـ

قطعہ تاریخ سالگرہ مبارک اعلحضرت بندگانعالی

آج اس شاہ حق آگاہ کی ہے سالگرہ	جو دل و جاں سے ہے بہر حال ہے قربان علی
یہ ہیں سلطان علوم انکے رقم ہوتی ہے	منقبت کلک گہر بار سے شایان علی
ہے مدام انکی حقیقت سے مگر آنکھوں میں	عظمت سیدہ و نور نگاہان علی
انکا سایہ تو سر پر ہے ہمارے عالی	فرق پر سایہ فگن انکے ہے دامان علی

عرض ہے عیسوی تاریخ شہا با دل شاد
اور صد سال سلامت رہیں عثمان علی

۱۹ ۶ ۶۰

سید ضیاء الدین عالی

قطعہ تاریخی در تہنیت باسعادت ولادت نواب میر ممتاز علیخان طول عمرہ

نبسہ حضور پر نور نواب میر عثمان علیخان بہادر دام اقبالہ

قطعہ

ہو مبارک یہ نواسہ پیارا	تھا نبیؐ کو بھی نواسوں پر ناز
فی البدیہ تاریخ عنایت نے کہا	نانا عثمان و نواسہ ممتاز فخر

۱۳۷۹ھ

گذرانیدہ

خاکسار سید احمد علی عنایت حیدرآبادی

ساکن اندرون پل قدیم کوچہ بہر دیہ

گلشن اطفال



کوہِ مولا

از سیدہ طاہرہ بیگم

یہ اس شہر حیدرآباد سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ واقع ہے جو ہمارے مولا مشکلکشاؑ کے نام سے منسوب ہے۔ یہاں مولاؑ کا چلہ ہے بڑی برکتوں کا مقام ہے اہل وِلا جوق جوق اس کوہ مقدس کی زیارت کے لئے آتے ہیں نواب نظام یار جنگ حسام الملک خان خانان مرحوم نے اس مقدس پہاڑ کے متعلق یہ رباعی کہی تھی جو کوہ شریف پر کندہ ہے :-

این کوہ شریف در دکن چون نجف است
از پنجۂ مرتضیٰ علیؑ ذی شرف است
ہر کس کہ زیارتش باخلاص کند
داخل بہ بہشت و از سقر برطرف است

اس کوہ مقدس پر ہر سال ۱۳ رجب کو مولاؑ کی ولادت کا جشن ہوتا ہے۔ مولاؑ کی شان میں قصائد پڑھے جاتے ہیں اور مولاؑ کے نام پر ہزاروں زائرین کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔

اعلیٰحضرت بندگان عالی نے زائرین کی سہولت اور آرام کے لئے بصرف زر کثیر سیڑھیاں تعمیر کروائیں آپ ہی کی توجہ سے اس کوہ قدس پر برقی روشنی کا انتظام ہوا۔ ہمارے سرکار ہر سال بہ نفس نفیس جشن میں شرکت فرماتے تھے جس کی وجہ سے عجیب سماں نظر آتا تھا۔ سرکار کی تشریف آوری کی وجہ سے کوہ شریف کے علاوہ چو طرف گہما گہمی اور بڑی چہل پہل رہتی تھی۔ دُور دُور سے ہزاروں لوگ سرکار کو دیکھنے کے اشتیاق سے کھیچے کھیچے چلے آتے تھے، اور سرکار کی دید اور مولاؑ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ وہی منظر دیکھنے کو آج آنکھیں ترس رہی ہیں۔ خدا سرکار کو سلامت رکھے۔

زرین اقوال

دنیا میں فرق مراتب کارفرما ہے
(سرکار حق آگاہ)

چہلم بھی ہوگیا

۸ر جنوری کو شام کے ۵ بجے عبادت خانہ دارالشفاء میں پانزدہ ۱۵ سالہ سید باقر علی مرحوم ولد میر عابد علی صاحب سعید فرزند سید الشعراء نواب شہید یار جنگ بہادر شہید کی مجلس فاتحہ چہلم منعقد تھی قرآن اور مرثیہ خوانی کے بعد خطیب اہلبیت مولوی عباس رضوی صاحب نے مجلس کو مخاطب فرمایا۔ موصوف نے خطیب منبر سلونی کے ارشادات کی روشنی میں بے ثباتی دنیا پر سیر حاصل بیان دیتے ہوئے فرزندان جناب زینبؑ کے واقعات شہادت پر اپنا بیان ختم فرمایا۔ مومنین نے سورہ فاتحہ سے مرحوم کی روح کو نوازا — صاحبزادہ نواب قدرت نواز جنگ بہادر بھی شریک مجلس تھے بعد ختم مجلس موصوف نے سید الشعراء کو ان کے مرحوم پوترے کا پرسہ دیا — خدا مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور مرحوم کے خویش و اقارب کو صبر جزیل عطا فرمائے۔

قلمی چہرے

از جناب تقی عابدی صاحب

(۱)

قدیم اسکول کے پیرو تھے۔ مصرع طرح پہنچ جائے تو کچھ نہ کچھ کہنا اپنے پر واجب کر لیتے تھے۔ ہر محفل میں بالالتزام شرکت فرماتے تھے۔ سیدھے سیدھے شعر تحت اللفظ انگلی اٹھا اٹھا کر پڑھتے تھے۔ محفل میں آپ کا ناسب محفل نہیں بلکہ صرف کوئی ایک ہوتا تھا۔ اب یہ محفل کے اخلاق تھے کہ وہ آپ کی تعریف کر دیتی تھی۔ ورنہ آپ محفل کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے تھے ہر نظم آپ لفافے میں سے نکال کر پڑھتے تھے۔ نہیں معلوم سنانے کے بعد آپ کسی کے نام بھیجدیتے تھے۔ یا کوئی سنانے کے لئے آپ کے نام بھیجتا تھا۔ یہ عقدہ آج تک نہیں کھل سکا

(۲)

ناک نقشے کے بڑے تیکھے مشہور شاعر۔ آسمان شعر و سخن پر تارے کی طرح چمکتے نظر آتے ہیں۔ بہت سے شاگردوں کے استاد محفلوں سے کتراتے بھی ہیں اور محفلوں میں شرکت بھی فرماتے ہیں۔ اچھے سے اچھے شعر پر بھی تعریف نہیں فرماتے تھے۔ (اب فرمانے لگے ہیں) اور خود مطلع ختم کرنے سے پہلے اس انداز سے سلام کے لئے تیار ہو جاتے ہیں کہ محفل کو بعض اوقات حقیقی اور بعض اوقات اخلاقاً تعریف کر دینا ہی پڑتی ہے۔ دبلے پتلے آدمی ہیں کافی زور دیکر پڑھتے ہیں۔ محفل کچھ آپ کی شہرت۔ کچھ آپ کے پڑھنے کے انداز اور کچھ مریدان کی پراپگنڈے سے مرعوب سی ہو جاتی ہے۔ محفل میں ہمیشہ بے تعلق سے بیٹھنے کے عادی۔ بعض اوقات ذرا ترقی پسند قسم کی زبان اور محاورے بھی استعمال فرماتے ہیں۔ جب ملتے تھے تو بالکل کھادی بھنڈار بنے ہوئے تھے۔ آج کل حیدرآباد میں ہیں۔

(۳)

حیدرآباد میں لحن میں پڑھنے کے باوا آدم نہیں تو ہابیل قابیل سے ہم مرتبہ۔ بعض محفلوں کے آلہ مکبر الصوت غیر متعصب سامع بڑھانے بھی تو سنتے اور پڑھتے بھی خوب تھے۔ استعداد علمی اچھی اور ملکہ شاعری فطری ہے مگر صرف شاعری فرمالیتے ہیں۔ جی ہاں صرف شاعری۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اوقات بہت اونچے لڑجاتے ہیں۔ مقرر بھی اچھے ہیں۔ اردو تقریر بھی عربی لب و لہجہ میں فرماتے ہیں۔ خ اور ع کے مخارج پوری احتیاط سے ادا کرنا واجب جانتے ہیں۔ دوران تقریر میں سامعین کو گراں گوش سمجھتے ہیں اس لئے چیختے بہت ہیں۔ بعض اوقات تقریر بھی لحن میں فرمانے لگتے ہیں۔ غنیمت ہے گفتگو لحن میں نہیں فرماتے۔ آج کل حیدرآباد میں نہیں ہیں۔

(۴)

بڑے جاندار شاعر ہیں۔ خود کم کہتے ہیں مگر یہ ایک راز کی بات ہے کہ کہہ کر دوسروں کو دیتے ہیں۔ فارسی میں شاعری نہیں کرتے مگر ایرانی مذاق خرید رکھتے ہیں۔ فارسی ترکیبیں دریا کو کوزہ میں لیتے ہوئے آپ کے اشعار میں جابجا نظر آتی ہیں۔ کم مگر کافی فکر کے بعد کہتے ہیں۔ جتنا اچھا کہتے ہیں اتنا ہی برا پڑھتے ہیں کبھی آپ نے کسی گلو گرفتہ کو رونے کی کوشش کرتے ہوئے سنا ہے۔ آپ اسی کی کامیاب نقل ترنم میں فرماتے ہیں خدا آپ کو ترنم پر رحم کرنے کی توفیق عطا فرمائے ورنہ ہم کو صبر جمیل = آمین =

(۵)

شعر کہتے ہیں اس سے زیادہ مشاعروں میں شرکت کرچکے ہیں اور ہر مشاعرہ میں اپنا اور دوسروں کا کلام بار بار پڑھتے نظر آتے ہیں۔ چاہے مشاعرہ تمبکٹو ہی میں کیوں نہ ہو۔ فطرت میں شاعری اور طبیعت میں بلا کی بے چینی ہے اسلئے بطور تبدیل ذائقہ جملہ مکاتیب خیال سے استفادہ کرتے ہیں۔ آپ کا کلام ایک ایسا گلدستہ ہے جس میں ہر رنگ کے کھلائے تازہ مشام جان کے لئے سامان نکہت فراہم کرتے ہیں۔ مشرات نہیں پیتے مگر ترک مسکرات کی کوششوں کے خلاف ہمیشہ کربستہ نظر آتے ہیں۔ صحت کی طرف سے ہمیشہ لاپرواہ رہتے ہیں۔ اس لئے لیلیٰ کی انگلیوں اور مجنوں کی پسلیوں کے ساتھ آپ کا اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ بہتوں جگا لیجئے۔ چائے اور اسپرو کے سہارے جاگتے بھی جائیں گے اور جیتے بھی جائیں گے۔ پڑھتے اتنا اچھا ہیں کہ بعض اوقات یہ تمیز مشکل ہو جاتی ہے کہ شعر اچھا تھا یا آپ نے پڑھا اچھا = چونکہ آشیاں دوست ہیں اس لئے برق سے کشمکش رہتی ہیں۔ طبیعت میں روانی اور جوش ورثہ ملا ہے اس لئے ہر صنف شعر میں اچھے اچھے اشعار نکال لیتے ہیں۔ آجکل شعرا اور بچے ساتھ ساتھ فرما رہے ہیں۔ بچے کم اور شعر زیادہ فرمانے لگیں تو مستقبل کے آسمان شعر پر جگمگاتے نظر آئیں گے۔

(۶)

آپ کو لوگ بگڑا شاعر سمجھتے ہیں حالانکہ آپ اچھے خاصے شاعر ہیں۔ ہر صنف شعر میں کامیاب شعر آسانی سے فرما لیتے ہیں۔ اپنی صف میں آپ کا مقام کافی اونچا اور بلند و بالا ہے۔ آپ بالکل مرزا بے پرواہ قسم کے آدمی ہیں۔ فکر سخن اس وقت نہیں فرماتے ہیں جب وقت بالکل باقی نہیں رہتا۔ ایسے تنگ وقت میں بھی آپ کے کلام میں کافی گوشے اچھوتے نکل ہی آتے ہیں۔ اگرچہ موضوعی نہیں مگر انداز نظم میں بڑی موسویت ہے۔ اگر آپ شعر کی طرف زیادہ توجہ کرنے لگیں اور زیادہ وقت دینے لگیں۔ آپ سے بڑی توقعات وابستہ ہیں۔

(۷)

اعلیٰ گھرانے کے چشم و چراغ۔ شعر و سخن کے سرپرست خاص۔ بڑے اچھے شاعر۔ بہت اچھے سخن فہم۔ ہر محفل میں شرکت فرماتے ہیں۔ مگر کبھی تنہا نہیں آتے۔ باپ۔ بیٹا۔ اور روح القدس۔ یہی تثلیث ہر جگہ رونق محفل بنی رہتی ہے زیادہ صد ادب۔

(۸)

ایک بڑے عہدہ دار کے والد ماجد ہیں۔ اسلئے ساری محفل کو اپنا ماتحت سمجھتے ہیں۔ کلام میں کوئی خوبی نہیں مگر کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ پڑھنے ایسا ہیں گویا محفل کو لفظاً لفظاً سبق دے رہے ہیں۔ شعر پڑھتے ہیں کم مگر سلام کرنے میں زیادہ وقت خراب کرتے ہیں۔ ہمیشہ سادے سید ھے مگر محفلوں میں شال اوڑھ کر آتے ہیں۔

(۹)

سرخ و سفید رنگ۔ بلند و بالا قد۔ شیروانی کا گلا ہمیشہ کھلا ہوا۔ شعر سناتے ہوئے کچھ چباتے رہتے ہیں۔ ترنم میں پڑھتے ہیں اور خوب پڑھتے ہیں۔ سلام ایسا کرتے ہیں جیسے کوئی کمانڈر اپنے آرڈرلی کا سلام لے رہا ہو۔

(۱۰)

ان لوگوں میں تھے جن کا دم غنیمت سمجھا جاتا۔ کلام

میں بڑی جولانی تھی۔ جبتک تحت اللفظ پڑھتے تھے۔ مگر جب سے ترنم میں پڑھنے لگے۔ آپ بالکل "گنگنانا" ہوکر رہ گئے تھے۔ جیسے ہچکی میں ادا کیا جائے۔ یا یہ بات تھی کہ آپ شعر سے زیادہ ترنم پر توجہ فرمانے لگے تھے۔ ہر صنف شعر میں قادر الکلامی سے سادے سیدھے شعر مگر جذبات میں ڈوب کر کہتے تھے۔ اور خوب مزے لے کر پڑھتے تھے بعض اوقات جوش کے عالم میں کسی شعر پر محفل کو اس طرح متوجہ فرماتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا ڈانٹ رہے ہیں آپ کی منقبتیں جو جوش عقیدت میں ڈوبی ہوئی ہیں آپ کا وہ سرمایہ حیات ہے جو دین دنیا دونوں میں آپ کے کام آتا رہے گا۔



کہ حکومت نے ایک آدم خور شیر کو مارنے کے لیئے (۲۵) روپیہ کا انعام مقرر کیا ہے۔ چند دن قبل یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ پولیس نے ایک ایسی جماعت کو گرفتار کیا ہے جو کمسن بچوں کا اغوا کرلی تھی اور ان کو قتل کرکے ان کا گوشت کھایا کرتی تھی اب آدم خوری کا شوق جانور اور انسان ہر دو میں بڑھتا ہی جارہا ہے۔

کہ اس سال ہندوستان میں بہترین فصل کی بنیاد پر توقع کی جارہی ہے کہ غلہ کی قیمتیں گرجائیں گی۔ جی ہاں! ہر سال ایسی ہی توقع کی جاتی ہے اور ہر سال حکومت گری ہوئی قیمت پر غلہ خرید کر مصنوعی قحط پیدا کرتی رہتی ہے۔

کہ تیسرے پنجسالہ منصوبہ کے تحت ایک کروڑ اشخاص کو روزگار ملے گا۔ جی ہاں! اور پھر روزگار ملنے تک بے روزگار دو کروڑ ہو جائینگے۔

کہ حیدرآباد میں ایک شادی کے سلسلہ میں ایک عدد مشاعرہ بھی ہوگا۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ مشاعرہ طرحی ہوگا یا بے طرح کا اور دولہا دولھن بھی طبع آزمائی کریں گے یا نہیں؟

کہ ہمارا اقدام کا پرمٹ یافتہ ایڈیٹر ایک گالی نمبر شائع کرنے والا ہے جس کے سرورق پر مجسٹریٹ کی سہ رنگی تصویر ہوگی۔ تصویر کے نیچے لکھا ہوگا —
نشہ باندازہ خمار نہیں

نذرِ عقیدت کے انمول جواہر

از خادم ادب مولوی سید محمد عباس صاحب موسوی قیصر

معین و پاسباں ہے خسروِ ملکِ دکن اپنا
نہالانِ چمن بار ثمر سے جھکتے جاتے ہیں
چمن سے پھول لائی طرۂ دستار کی خاطر
خدا کے فضل سے سرسبز رہے آستانہ پر
الٰہی کل محبانِ وطن کا پھول بالا ہو
رہے دنیا میں تا قائم نظام ذی حشم یارب
محمدؐ اور علیؑ و فاطمہ زہراؑ کے صدقے میں
خدا آباد رکھے شاد رکھے محتشم رکھے
ہے سارے ملک میں علم و ہنر کی گرم بازاری
سخن پرور سخن سنج و سخنور آصف سابع
گلستانِ سخن میں یوں حضورِ حضرت عثماں
بہت اٹھلا کے آئی ہے باندازِ حیا پرور
مبارک باد دیتا ہے زمانہ شاہ عثماں کو

نہ کیوں رشکِ چمن ہو ساری دنیا میں وطن اپنا
کہ نہوڑائی ہے سر کعبہ نگٹ میں جیسے اک وطن اپنا
عروج شان دکھلاتی ہے سب کو یاسمن اپنا
نہایت عجز سے سر ٹیکتے ہیں صف شکن اپنا
دلِ بدخواہ میں چبھ جائے بس خارِ وطن اپنا
کرم کر شاہ عثماں پہ بحقِ پنجتن اپنا
رکھیں سایہ شہ عثماں پہ شبیر و حسن اپنا
رہے زندہ مثالِ خضر یہ شاہ دکن اپنا
کہ ہے استادِ کامل تاجدار علم و فن اپنا
یہ اقلیمِ سخن کو مل گیا استادِ فن اپنا
ادب سے سر جھکاتے ہیں جہاں کے اہل فن اپنا
مبارک ہو عروسِ زندگی کو بانکپن اپنا
سنہ مقبول ہجری عقد میں دیتا ہے سن اپنا
۱۳ ۷۹

مرے سرکار کا جاہ و حشم قائم رہے قیصر
ہے اب یہ رحمتِ حق کی طرف رخ سخن اپنا

هفته وار
فارسی شیراز
ایدیتر:- سید صمصام شیرازی۔
مقام اشاعت:- چامد لطافت گیت حیدرآباد (۲) اندیا

دانشمندان نامی اسلام

۲۶- اسحاق موصلی

موسیقی دان و آهنگ ساز اسلامی

تالیف:- دانشمند محترم آقای سید محمود خیری
مرسلهٔ دوست ارجمند آقای حسین ضابط مدینه هوتل

ندیم ابراهیم بن ماهان بن بهمن ابو اسحاق که ایرانی الاصل بوده و در کوفه تولد یافته و به قبیله تمیمی منتسب و در موصل میگزیده - ابراهیم موصلی یکی از معروف ترین موسیقی دان های اسلام بوده است که آن فن را پیش استادان ایرانی تحصیل کرده و در آواز و نواختن عود مهارتی بسزا یافته - در زمان خود در غنا و سرود و خوانندگی و آهنگ ها و اختراع الحان متنوعه بی نظیر بوده و در عهد مهدی و هادی و هارون عباسی مقام بلندی در دربار ایشان داشته است۔

درباب مهارت او در خنیاگری که در حیرت آور بوده حکایتها نقل می کنند، مثل بالا رفتن - او در زنبیلی بخانه ایکه زنان خوانیاگر و رامشگر در آن بوده اند و آمدن مردی پیش او و آواز شگفت آوری بدو آموختن و همچنین حرکت مجلس در هر وقت که او سرود کرده و برادر زنش منصور معروف به زلزل، هم ساز و تنبور نواخته و سامعه انبها - وفات او در سال دویست و سیزده هجری [illegible] او در سال یکصد و هشتاد و هم [illegible]

در شصت و سه سالگی یا چهار سالگی اتفاق افتاده است و چنانکه اشاره شد این موسیقی دان اصلا ایرانی بوده و از خانواده بزرگیست در ایران و از آنرو که مدتی در موصل اقامت کرده به موصلی شهرت یافته چنانکه میگفتن او هم کمیت آن بود که در ایام صغر بعد از وفات پدر در تحت تربیت و کفالت بنی تمیم بزرگ شده بود - مخفی نماند گاهی لفظ ماهان اسم پدر ابراهیم را قلب به میمون کرده و ابراهیم بن میمون گویند۔

۱- ندیم در اصل لغت عرب هم کاسه و هم پیاله و هم جلیس شراب را گویند و هم داستان شب هم باین نام می خوانند و بعزموده و تعقیبٔ انتقال در عرف ادا فرسی است که در دربار سلاطین جهت قصه خوانی و تاریخ گوئی و دیگر مراسم انس مجلس شاه را از مطایبات و (که مصاحبات و غیرها) تخصیص یافته باشد و این کلمه در اصلاح رجالی لقب احمد بن ابراهیم بن اسماعیل و محمد بن اسحاق و بعضی دیگر است۔

۲- موصل یکی از شهرهای شمالی (عراق) است۔

۳- عود یکی از آلات موسیقی - بربط

افکار دانش

آقای رحمت الله دانش۔

ما داستان عشق ز قرآن شنیده ایم
ما مفلسیم و هیچ نداریم - اعتبار
گر لذت وصال ندیدیم در دو هجر
با آه و ناله روز و شب اندر فراق یار
ما مست بی خودیم و خرابیم و عاشقیم
ما را اگرچه دور نمود از وصال خود

مهر از جمیع خلق و ز عالم بریده ایم
لیکن بلای عشق تو با جان خریده ایم
بسیار در فراق تو جانا کشیده ایم
روزی و رزق دشمن جان را بریده ایم
با لذت شراب دستش چشیده ایم
غم نیست زانکه عادت هجران کشیده ایم

دانش که قبله گاه نمازش رخ تو بود
صد بار امتحان نظر آزموده ایم

اطلاعات

انجمن اسلامی دانشجویان ایرانی در امریکا

یک انجمن اسلامی بنام انجمن اسلامی دانشجویان ایرانی درامریکا تاسیس یافته که مرکز آن در واشنگتن می باشد. این انجمن دانشجویان ایرانی را طی اعلامیه شماره یک خود که قسمتی از مفاد آن در زیر باطلاع خوانندگان میرسد دعوت بهمکاری و مشارکت نموده است. موسس این انجمن آقای صادق قطب زاده میباشد و اعلامیه بامضای ایشان انتشار یافته است.

اعلامیه شماره یک

با توکل به خداوند بزرگ برای تامین آسایش روحی وجلوگیری ازفساد خانمان برانداز یکه در نتیجه بی ایمانی وسستی در اجرای معنویات وآلایش ضمیر در میان طوائف بشری ایجاد گردیده است گروهی از جوانان وطن خواه مسلمان ایرانی دست به تشکیل شعبه ای از انجمن اسلامی دانشجویان ایرانی زده با ایمان وفداکاری شایسته ای بنیان این فلسفه عظیم را بر پا داشته اند که اولین بارقه آن در امریکا بحضور فرزندان مبارز اسلام وایران تقدیم میشود وایشان را ازترقیات سریع یک سازمان وسیع ملی وروحانی آگاه میسازد.

بدون تردید این انجمن متعلق بکلیه دانشجویان میهن پرست مسلمان ایرانی است وسعی خواهد شد کنگره آن قبل از تشکیل مرکز اصلی در تهران در یکی از نقاط امریکا تشکیل وگزارش عملیات وفعالیت های خود را بسازمان دانشجویان اعلام نماید ودر آینده تماس خود را با سازمانهای مشابه در کشورهای اروپائی وسائر نقاط جهان برقرار نماید تا بتوانیم وظیفه وجدانی خود را در مقابل حق واجتماع بخوبی ادا نمائیم.

در مقابل ما بخوبی میدانیم که مشکلات فراوانی ما در پیش داریم ولی مردانه از این دریای طوفانی گذر خواهیم کرد.

انجمن اسلامی دانشجویان ایرانی مقیم امریکا مفتخر است که مظهر این احساسات پاک می باشد و معتقد است که در این راه هر مشکلی را در هم کوفته ودرپرچم توحید خداپرستی را با نهایت قدرت در سر منزل پیروزی خواهد افراشت. اینک بدینوسیله از شما

دانشجوی عزیز تقاضا می شود که آدرس دوستان خود را برای این انجمن بفرستید تا ازنشریات و اعلامیه ها و کتبی که بدین وسیله بدست ما میرسد برای علاقمندان بفرستیم. از طرف اعضاء انجمن اسلامی دانشجویان ایرانی مقیم آمریکا - (صادق قطب زاده)

ورود آیت الله

طهران پنجم دسامبر — دو روز قبل حضرت ایت الله سید هبة الدین شهرستانی که از روحانیون مورد توجه ایرانی ساکن عراق می باشد واخیراً برای زیارت استان قدس رضوی بمشهد مشرف شده بودند برای بازگشت به عراق وارد کرمانشاه شدند. معظم الیه مدت هفت روز در کرمانشاه اقامت خود داشت.

خروج

طهران پنجم دسامبر — همسر سابق والاحضرت شاهدخت فاطمه پهلوی و رئیس شرکت ایران اکسپرس عصر دیروز با هواپیما بامریکا پرواز نمود در فرودگاه و نیت مشارالیه اظهار داشت که برای امور تجارتی بامریکا مسافرت می نماید و بزودی بایران باز خواهد گشت.

ملاقات سابق وزیر ترک با حضرت آیت الله

از قلم تلفنی خبرنگار ما گزارش میدهد روز گذشته آقای حسن علی یک یوجل وزیر فرهنگ سابق ترکیه باتفاق آقای بدیع الزمان فروزانفر رئیس دانشکاه معقول ومنقول وارد قم شدند و بعد از ظهر روز گذشته با حضرت ایت العظمی بروجردی ملاقات کردند. بقرار اطلاع در این ملاقات پیرامون روابط فرهنگی ومعارف اسلامی بین دو کشور ایران وترکیه وهمچنین طرز تبلیغات درکشورهای اروپائی وامریکا مذاکراتی صورت گرفت حضرت آیت الله از تبلیغات اسلامی مخصوصاً تبلیغاتی که در آلمان غربی شده اظهار رضایت کردند وفرمودند باید تبلیغات اسلامی بطرزه صورت گیرد که حقیقت دین که مطابق با موازین عقلی است برای مردم دنیا بیان شود نا بدینوسیله خدمتی بشر انجام گردد. وزیر فرهنگ ترکیه در این ملاقات بزبان فارسی صحبت میکرد وپس از این ملاقات به تهران بازگشت.

مردان خودساخته

ابراهام لینکان

ترجمه:- آقای مسعود رجب‌نیا-
مرسله:- آقای محمود دشتی خیام کیفی-
(بسلسله گذشته)

(۱)

یک گروهان در نیوسالم تشکیل شد که (ابی امین) را بفرماندهی آن منصوب کردند- (ابی از همان اولین جنگی که درگرفت بشدت مورد محبت زیردستان و افراد گروهان واقع شد- زیرا همواره در فکر راحت و آسایش آنها بود. با این طریق درس بنفعی هم در ارتباط با مردم و هم در رسته تری فراگرفت اکنون دوستانش درخواست میکردند که در انتخابات پارلمانی ایالت ایلینوا نامزد نمایندگی بشود- ابتدا کمی تردید کرد از آنرو که می‌ترسید مبادا دوستانش او را دست انداخته باشند و بخواهند با این طریق ریشش خند کنند- اما جیمز و تلج رئیس دانشگاه کوینگ که لینکان نیز در آن عضو بود باو گفت (نگران نباش زیرا مردم پس از آنکه سخنرانیهای تو را شنیدند به شخصیت تو پی خواهند برد- بهر حال شرکت در این کار بنفع تو است-)

لینکان بیست و سه ساله در مبارزه انتخاباتی شرکت کرد چند سخنرانی پرحرارت ایراد نمود و سرانجام گرچه موفق نشد اما بواسطه محبوبیت محلی از مجموع آراء نیوسالم دویست و هشتاد رای بنام او بصندوق ریخته شده بود- از آنجا این گفتار ضرب المثل شد که می‌گفتند (لینکان هیچ ندارد جز دوستان بسیار)

لینکان اینک در خانه آقای روتلج منزل کرده بود- دختر این خانه که بنام (آن) خوانده می‌شد زیبا و جاذب بود- لینکان سخت دلباخته او شد ولی دختر نامزد دیگری بود و ازدواج آنها حتمی بنظر میرسید- اندکی قبل از ازدواج نامزد آن دختر بمنظور انجام کاری ناچار از مسافرت به نیویورک شد- از آنجا نامه‌ای نوشت و به بیماری و مرگ نابهنگام پدر خویش اشاره کرد- از آن بعد دیگر از او خبری نشد-

پس از یکسال، عشق مفرط لینکان اثر بخشید و دختر راضی شد که زن او بشود- اینک خوشبختی لینکان بحد اعلای خود رسیده بود- با نیروی تازه‌ای غرق در مطالعات گردید- بنمایندگی انتخاب شد و صمیمانه در کمیسیونها فعالیت می‌کرد و احتیاجات ایالت ایلینوا را دقیقاً مورد بررسی و مطالعه قرار میداد-

سال بعد که لینکان با بیست و هشت سالگی گذاشت در دادگاه پذیرفته شد- از نیوسالم بشهر بزرگتر اسپرینگفیلد رفت و با آقای استوارت که کتابهای حقوقی با مانت میداد شریک دارالوکاله شد و در چهارم نوامبر ۱۸۴۲ و چهار سال پس از درگذشت آن روتلج لینکان با ماری تاد ازدواج کرد- وی دختری بود روشن بین و باهوش و از زیبائی بهره‌ای داشت- لینکان را بواسطه کارهای برجسته‌اش تحسین می‌کرد و باستعداد او ایمان داشت و جاه طلبی خود شوهر را به امور سیاسی شوهر دخالت داد- از این ازدواج سه پسر بوجود آمد-

حال دیگر کار لینکان رونق گرفته بود و مرتباً مدارج ترقی و تعالی را می‌پیمود- زیرا حسن شهرتی یافته بود که هرگز وکالتی را نمی‌پذیرد مگر اینکه از حقانیت آن اطمینان کامل داشته باشد در ۱۸۴۶ با یک اکثریت فوق العاده به کنگره کشورهای متحده امریکا راه یافت-

بر اثر کوششهای دائم التزاید (انجمن ضد برده فروشی) عاقبت قانون علیه برده فروشی در ۱۸۵۰ از کنگره گذشت در نتیجه تصویب این قانون، برده فروشی در ناحیه کلمبیا قدغن شد-

هنگامیکه در ۱۷ ژوئن ۱۸۵۶ حزب جدید التاسیس جمهوری خواه دومین کنگره عمومی خویش را در شهر فیلادلفی برپا کرد- ابراهام لینکان با صد و ده رای بنامزدی آن حزب جهت احراز مقام معاونت ریاست جمهور برگزیده شد- در این موقع- واقعه‌ای رخ داد که بر حسن شهرت لینکان بیش از پیش افزود- مردی کشته شده بود و دو نفر باتهام قتل او بازداشت شده بودند- یکی از آن دو جوانی تنگدست بود که مادرش (بنام (هانا ارمسترانگ) سالها پیش با لینکان آشنائی داشت- از آنجا که به بیگناهی فرزندش ایمان داشت به لینکان که اکنون وکیلی سرشناس و مشهور شده بود نامه‌ای نوشت و از او استمداد کرد- وقتی جلسه دادگاه آغاز شد تماشاچیان بصدای بلند حکم اعدام ارمسترانگ را

خواستار شدند. گواه اصلی دادگاه شهادت داده بود که در نور مهتاب زندانی را دیده است که ضربه ای کاری بر مقتول زد. پس از بازپرسی دقیقی که لینکان در حضور تماشاچیان دادگاه از گواه بعمل آورد تقویم را ارائه داد که معلوم میداشت در شب مورد بحث ماه قابل دید نبوده است ولذا ثابت کرد که شهادت گواه کذب محض است. دلهای هیئت قضات از دفاعیه موثر وی بحال آن جوان سوخت و در پایان سخن چون جوان متهم تبرئه شد خود لینکان هم از فرط تأثر گریه میکرد. چون میدانست متهم تنگدست است حتی از قبول یک شاهی هم برای کاریکه انجام داده و پسر را آزاد ساخته بود امتناع ورزید.

سال بعد از لینکان دعوت شد که در انستیتوی اتحادکوپر واقع در نیویورک سخنرانی کند مردمیکه در اتحادیه کوپر گرد آمده بودند انتظار داشتند مثل سخنرانیهای معمولی انتخاباتی تعدادی داستانهای کوچک بی معنی بشنوند ولی برخلاف انتظار نطق دوره ای از تاریخ برده فروشی در امریکا را بیان داشت و راجع بآینده آن نیز پیشگوئیهائی کرد. وسعت اطلاعات و فصاحت و بلاغت ناطق همه را بشگفت واداشت.

هنگامی که در نهم مه ۱۸۶۰ کنگره ایالتی حزب جمهوریخواه ایلینوا در اسپرینگفیلد تشکیل شد از لینکان دعوت شد که بر صدر نشیند. ازدحام جمعیت چنان بود که ناچار او را بروی دست تا سکوی ریاست بردند در ۱۸۶۰ در کنگره ملی جمهوریخواه که در شیکاگو تشکیل شد لینکان بر رقیب خود یعنی ویلیام ه. سیوارد فائق آمد. وقتیکه خبر پیروزی او را رسانیدند با آرامش کامل گفت «خوب آقایان در خانه خانمی است که در این امر شاید بیش از همه ذیعلاقه باشد. در صورتی که مرا معذور بدارید این خبر را باو برسانم»

مبارزه انتخاباتی اینـدوره در تاریخ آمریکا کم نظیر است. ایالات جنوبی معتقد بودند که اگر لینکان بریاست جمهوری انتخاب شود جنگ داخلی قطعی است. پیش از رسمی استقلال رئیس جمهور جدید بیشتر ایالات جنوبی از کنفدراسیون امریکای شمالی جدا شده بودند. لینکان از دوستان بسیار خویش خدا حافظی کرده اسپرینگفیلد را بقصد واشنگتن ترک گفت. از شریک دارالوکاله اش تقاضا کرد که نام وی را تا بازگشت قطعی از واشنگتن یعنی اتمام دوران ریاست جمهوری از تابلوی دارالوکاله حک نکند.

هنگامی که بواشنگتن وارد شد دید خزانه خالی است و بتدریج در سراسر کشور دامنه جنگ وسعت می یابد. چین معاو چروکهای چهره اش از فرط اضطراب و غصه گود تر شد و چشمانش در گودیاسه فرو تر رفت. در نطق آغاز زمامداری خویش گفت «هموطنان ناراضی عزیزم نتیجه و عامل جنگ داخلی بسته بعمل شما است نه من. دولت حمله نخواهد کرد و اگر متجاوز و مهاجم نباشید کشمکش ایجاد نمی شود. در واقع ایالات شمال و جنوب غیر قابل تفکیک و تجزیه هستند»

یوم محمد قلی قطب شاہ

(۱)

حیدرآباد۔ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر، حیدرآباد کے بانی اور قطب شاہی سلسلے کے پانچویں بادشاہ محمد قلی قطب شاہ کی یاد میں ادارہ ادبیات اردو کی طرف سے ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء کو تیسری بار یوم محمد قلی قطب شاہ منایا جا رہا ہے۔ آقای حسین ضابط معتمد مجلس استقبالیہ نے شہر کے ادیبوں، شاعروں اور عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ اس پروگرام میں شریک ہو کر حیدرآباد کے بانی محمد قلی قطب شاہ کی روح کو خراج عقیدت پیش کریں۔

۱۰ر جنوری کو حسب تفصیل نظام العمل یہ جلسہ گنبدان قطب شاہی گولکنڈہ پر شروع ہوگا۔ صبح ۱۱ بجے سے گنبد محمد قلی قطب شاہ پر بیت بازی کا مقابلہ ہوگا جس کا افتتاح علامہ نجم آفندی فرمائیں گے۔ ۲ بجے سے اہل ذوق اصحاب کو مقابر قطب شاہی کا معائنہ کرایا جانے لگا اور پھر ۴ بجے قطب شاہی دور سے متعلق کتابوں اور تصویروں کی نمائش ہوگی جس کا افتتاح شری کالیشور راؤ اسپیکر آندھرا پردیش اسمبلی کریں گے۔ ۴½ بجے ڈاکٹر نیلم سنجیوا ریڈی چیف منسٹر آندھرا پردیش صدر کل ہند کانگریس کی صدارت میں تقریروں اور نظموں کا پروگرام رہے گا جس میں شری رنگا ریڈی وزیر مال، آغا حیدر حسن مرزا صاحب اور میر ملدیہ میر روشن علیخان صاحب، شری پی ہنمنت راؤ میئر کی تقاریر ہوں گی۔ شعراء اور فنکار محمد قلی قطب شاہ معانی کی غزلیں ترنم سے سنائیں گے۔ اور شعراء صاحبان محمد قلی کو خراج عقیدت پیش کریں گے۔ صدر جلسہ آخر میں تقریری و تحریری مقابلوں میں اول و دوم آنے والوں کو انعامات اور تاریخ و آثار گولکنڈہ کے سپاس ... اسد واردوں کو اسناد تقسیم فرمائیں گے ... بجے قرآن پاک کی تلاوت اور مرثیہ خوانی کے بعد چادر گل چڑھائی جائے گی۔

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی — مقام اشاعت چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد

جلد ۱۴ — روز سہ شنبہ — ۱۹ جنوری ۱۹۶۰ء — م ۱۹ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ — شمارہ (۱۰ و ۱۱)

منقبت عید امیری ۱۳ رجب المرجب

(مطلع) گفت این صہر نبی من کہ امامت کردم — خارج این حشو و زوائد کتابت کردم

گفت این ذاتِ علیؑ حیف کہ مجبور شدہ — در ہمہ وقت کہ بد بود خلافت کردم (ناموافق حالات)

دادہ مژدہ پئے اصلاحِ امور دارین — بہر ہر پیروِ اسلام بشارت کردم

کردہ تفریق بہ ظلمات و دگر نور ہمہ — بہر تشریح رموزے چہ سخاوت کردم

گفت لسان فصیحے کہ نہ دارد مثلش — روز و شب بین تو بہ سجدہ چہ ریاضت کردم

گفت این صہر نبی بیش جہان خوردہ قسم — ایستادہ بہ ہمہ شب کہ عبادت کردم (اریب)

(مطلع) گفت این منبر علوی چہ فسانہ عثمان — اندرین نہج بلاغہ چہ خطابت کردم (خطبے)

ارشادِ گرامی جناب خطیب مدیرِ ہمدم

فرمایا مجھے خوب یاد ہے بلکہ یہ ریکارڈ پر ہے کہ میں نے اپنے ایک مضمون میں چند سال قبل (غالباً بسلسلۂ کتاب شہید انسانیت نوشتہ مولوی علی نقی صاحب مجتہد لکھنؤ مختلف النوع کے مضامین جو لکھا تھا جو کہ شیراز میں مندرج ہیں) تو ایک مضمون میں میوہ کی وائن (WINE) کی تعریف کی تھی جو کہ ڈاکٹروں کی رائے میں مقوی اعضائے رئیسہ ہے اور جس کو معالج بیماروں یا کمزوروں کے لئے تجویز کرتے ہیں تو اس پر سے اپنے اخبار میں لکھا تھا کہ جس نے جبتک اس کا مزہ چکھا نہ ہو کیسے تعریف کرسکتا ہے۔ (درآنحالیکہ روزانہ وہ کس حالت سکر میں رہتا تھا اس کے متعدد چشم دید گواہاں موجود ہیں) چنانچہ پینے والے کے لئے مذہب ابوحنیفہ میں (۸۰) کوڑے مقرر تھے تو پہلے اس بے وقوف کو لکھنے کے قبل اس پر غور و خوض کرنا چاہیئے تھا کہ اس جملہ کا مفہوم کس طرف جاتا ہے اور آیا ایسی گستاخی دمڑی کی حیثیت والے کے لئے جائز تھی یا نہیں۔ دوسری طرف یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں تھی کہ ساکن نذری باغ کا مذہب یا عقائد کیا تھے ایسی صورت میں اس سے تجاہل کرکے واہی تباہی باتیں کہنا آخر میں چل کر (اوس کے معافی نامہ کی بناء پر) اوس کو جگ میں ذلیل و خوار کیا خلاصہ یہ کہ جوان قیود مذہبی سے آزاد ہو تو پھر زید۔ عمر۔ بکر اوس کے سامنے مساوی ہیں۔ ہاں البتہ ایک چیز ضرور مثل شمس تاباں عیاں ہے کہ وہ اگر پیرو ہے تو صرف مذہب حق کا ہے اور اگر مرید ہے تو شہنشاہ نجف کے دست حق پرست پر و بس۔ لہذا اس کو مستثنےٰ کرتے ہوئے وہ نہ کسی کا پیرو ہے نہ مرید بہ این وجہ کہ ایسی چیزوں کی حدود نذری باغ میں کوئی وقعت نہیں ہے۔
بقول۔ یک در گیر و محکم گیر۔

خلاصہ یہ کہ خطیب مذکور بعد این خرابی بسیار و ہم معاہدہ واثق اگر کسی وقت اس سے روگردانی کرے گا تو اس کا تدارک بھی ایسا ہوگا جو باید و شاید ہوگا اور ساتھ ہی عبرت خیز (Reaction) برائے مماثل اشخاص۔ تاکہ آیندہ کے لئے کسی کو جرأت نہ ہو اور ہمیشہ وہ ہوشیار رہے کیونکہ زمانہ دگرگوں ہونے سے حزم و احتیاط کا طالب ہے خصوص ایسے اشخاص کے لئے جو جادۂ راست سے ہٹے ہوئے ہیں اور خود غرضی کے بندے ہیں جنکو کسی نہ کسی ذریعہ اپنا جیب بھرنا ہے اور نمائشی مسلمان ہیں جنکی کمی نہیں بلکہ بہتات ہے (مثل حشرات الارض)

(منقول از نظام گزٹ) ―――― مرقوم ۱۹ فروری ۱۹۶۰ء

حرکات نازیبا ایک فاترالعقل شخص کے

فرمایا مجھے ایک دو عہدہ داران پرائیویٹ اسٹیٹ نظام کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ شخص وقفہ وقفہ سے مہمل تحریرات ان کے نام بھیجتا رہتا ہے جو ناقابل التفات سمجھ کر وہ اصحاب اس کو نذر آتش کردیتے ہیں۔ یہ سنکر میں نے کہا کہ واقعی ایسے مہمل کاغذات اسی کے قابل ہیں کہ یہ مثل پررکھنے کے ہرگز قابل نہیں ہیں اور نہ پڑھنے میں تضیع اوقات کو برداشت کیا جائے جو دراصل کوئی وزن اپنے میں نہ رکھتے ہوں۔ لہٰذا اگر اس کو مجنونانہ حرکات سے تعبیر کیا جائے تو کچھ بے جا نہوگا۔ کہ آجکل جو طرف اسی کا بازار گرم ہے جو قریب میں خود بخود سرد ہو جائے گا کہ ہر چیز وقت پر ختم ہوکر رہتی ہے۔ اور کرنے والوں کو پشیمانی۔

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۶ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء

ارشاد خطیب مدیر ہمدم مورخہ یکم جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

فرمایا اس میں مدیر مذکور نے ایک مضمون کے ضمن میں لکھا ہے کہ "جس مذہب کا میں پیرو ہوں (یعنی حنفی کا) اس میں رہتے ہوئے اگر میں مذہب سنی کے اصول کے تحت تھوڑی سی ریاضت کرلوں تو یقیناً ولی اللہ کی صف میں داخل ہو جاؤنگا" ماشاءاللہ چہ خوب۔ دعوٰی وہ بھی بے دلیل! بقول دروغ گویم بروئے تو۔ دوسری طرف اگر جناب والا اپنے سابقہ کردار یا رویہ پر نظر ڈال لیتے جو کہ چند سال قبل دنیا کے سامنے تھا۔ اور جو ریکارڈ پر موجود ہے جس سے آپ کو انکار نہیں بلکہ ہر طرح اقبال ہے کہ آپ کی طرز زندگی کس نوع کی تھی۔ یعنی کس قدر معائب سے پاک و صاف تھی تو پھر مزید ارشاد فرمانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ بہرحال اس ارشاد کے جواب میں صرف اسی قدر کہا جائے تو کافی ہے۔

یعنی "ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہئے!"

مرقوم ۷ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

ایک لوکل اخبار مورخہ ۷ رجب سنہ ۱۳۷۹ھ

فرمایا اس میں ایک مضمون جو خود مدیر اخبار کے قلم کا نوشتہ ہے اسمیں کم و بیش ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں جو وثیقہ تحریری بلا جبر و اکراہ یا تحریص و ترغیب نذری باغ کو لکھ کر دیا تھا (جسکی نقل نظام گزٹ میں طبع ہوچکی ہے) اسکو خلاف ورزی معاہدہ کے سلسلہ میں خود منسوخ کردیا ہے جسکی توقع ہی ایسی تھی کہ مثل ہوا پر ہونے کی وجہ سے اس کا بھروسہ نذری باغ میں مطلق نہیں تھا کہ خود مدیر کا ذاتی کردار کیسا تھا اور اس کے اعمال کے کیا نتائج برآمد ہوئے تھے وہ عالم آشکار تھے الحمد للہ کہ معاملہ تذبذب میں نہیں رہا بلکہ اس کی یکسوئی ہوکر داخل دفتر ہوچکا ہے اور میرے خیال سے سب زبان شناس اصحاب کو اتفاق ہے اور سمجھتے ہیں کہ الخیر فیما وقع۔ زیادہ

از پس پردہ بگفتہ اشتیاق دل شنو
این نوید ے رکوح افزا زودی آید برون

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۷ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء

استفسار مدیر ہمدم کا

فرمایا اپنے اخبار میں مورخہ یکم جنوری سنہ ۱۹۶۰ء میں لکھا ہے کہ اس کی واپسی از بمبئی کے بعد اس کے بعض احباب یا شناسائی اشخاص نے کچھ لطیفے اس سے متعلق بیان کئے تھے تو اس نے ان کو قابل اعتنا نہ سمجھکر نظرانداز کر دیا تھا۔ چہ خوب کہا! حالانکہ وہ زمانہ شاید اس کو یاد نہیں رہا کہ جب یہ ان اصحاب ذی پوزیشن کے گھر کا طواف کرکے ان کو کسی نہ کسی طرح خوش کرکے (یعنے مدح خوانی کرکے) ان سے اپنا جیب گرم کرتا تھا۔ اس کا ثبوت قطعی موجود ہے یعنے اگر یہ درکار ہو تو کیونکہ یہ اصحاب مذکور اب بھی زندہ ہیں۔ اور لطف جب آجائے کہ دُو بدُو ہوکر جو کچھ ہوتا ہے وہ ہو رہے تو چھان بین سے صدق و کذب ظاہر ہوجائے گا۔ الحاصل دنیا اسی کو کہتے ہیں کہ موقع و محل دیکھکر خودغرض اپنا کام نکالیں اور دوسرے امور پر نظر نہ رکھیں جو سیاہ داغ بنکر ان کے دامن پر نمایاں ہے۔ جس کو آب زمزم بھی دھو نہیں سکتا بقول نوشتہ باند سیاہ بر سفید

مرقوم ۸ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

منقول از نظام گزٹ

خبر مسموع شدہ

فرمایا وہ یہ تھی کہ بعض اشخاص اخبار نظام گزٹ پر عدالت میں دعویٰ کرنے والے ہیں کہ وہ کیوں نذری باغ سے متعلق مضامین چھاپتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرا اخبار اپنے معاملہ میں آزاد ہے بعینہ اسیطرح جیساکہ دوسرے لوکل اخبارات کا وطیرہ رہا ہے۔ ایسی حالت میں صرف دو اخبارات ہیں ایک روزانہ کا جیساکہ اخبار نظام گزٹ ہے اور ایک دوسرا ہفتہ وار شیراز کا جسمیں نذری باغ کے مضامین ایک عرصہ دراز سے طبع ہوتے ہیں کیونکہ ان کو ماہانہ امداد ملتی ہے اسلئے وہ مضامین شائع کرنے میں مجبور ہیں۔ بہرحال باوجود اس شرح کے اگر ان دو اخبار کو کسی وجہ سے عدالت میں کسی وقت جانا پڑے تو ان کے سرپرست کی طرف سے ضرور امداد ملیگی جسکا ان کو اطمینان ہے بشرطیکہ یہ معاملہ نذری باغ سے متعلق ہو۔ لہذا وہ یہ سمجھکر کہ ہمیں گوئے وہمیں میدان۔ مقابلہ کے لئے ہر وقت تیار ہیں وبس۔

مرقوم ۸ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

ریمارک ایک صاحب متعلق مضمون شائع شدہ در یک لوکل اخبار

(متعلق مذہب امام ابوحنیفہؒ)

فرمایا اتفاق سے ان سے حال میں دوران گفتگو معلوم ہوا کہ انھوں نے یہ مضمون مذکورہ غور سے پڑھا تھا اور کہا کہ اس کا عنوان صرف اسقدر ہونا بہتر ہوگا کہ مطابق ارشاد شیخ سعدیؒ کے یعنی

"کلوخ انداز را پاداش سنگ است"

یہ سنکر میں نے کہا واقعی یہ خیال ان کا بہت مناسب و موزون ہے کہ جتنے ثقہ اصحاب ہیں غالباً انکو بھی اس سے اتفاق ہوگا۔

گفت این بخت زبون جامہ دریدہ از کفش زیادہ
این چہ خمر خام سنگو کہ ساغر بشکند

مرقوم ۸ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

گستاخی دو کوڑی کے شخص کی یعنی خطیب مدیر ہمدم کی

(بسلسلہ کتاب شہید انسانیت مدزمانہ گذشتہ)

فرمایا اس نے اپنے اخبار میں معلوم نہیں اپنی حیثیت کذائی کو بھول کر اور کن بدمعاشوں کے ساتھ ملکر مولوی سید علی نقی صاحب مجتہد لکھنؤ کی شان میں بے ادبی کے الفاظ لکھا تھا یا ان کا کارٹون بنایا تھا جو کہ ریکارڈ پر موجود ہے جس سے وہ انکار نہیں کر سکتا دوسری طرف اس بیوقوف کو اس کا احساس نہیں تھا کہ اس کے ہم مشرب پیر و مرشد ہوں یا مولانا صاحب کے جیسے مولوی صاحب نہیں تھے جنکا پایہ ان سے بہت بلند تھا کیونکہ دیکھ لیا کہ تیرے ہی ہم مشرب کے پیرو نے اپنے ایک عالم پاشا کی کیا گت بنائی تھی یعنی توہین کی تھی متعلق منبر والا واقعہ بسلسلہ کتاب خلافت معاویہ و یزید بہر حال دنیا میں فرق مراتب کار فرما ہے لہذا اس کو فراموش نہ کرو ورنہ نتیجہ معلوم کہ یہ افراد علمائے شیعی ہیں جو پیرو مذہب حق ہیں نہ تیرے ہم مشرب افراد جو گم گشتگان راہ حقیقت ہیں۔

مرقوم ۹ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

یاد فرمائی مولوی علی نقی صاحب مجتہد بہ ماؤنٹ پلیزنٹ
برائے طعام دوپہر

فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ مولوی صاحب کے دوران قیام حیدرآباد میں ایک دن جونیر پرنس انکو طلب کریں گے۔ کیسلئے کہ چند سال قبل اپنے اپنے کم سن صاحبزادہ (بطنی انور بیگم منکوحہ) کو مولوی صاحب کے گود بابرکت میں دیکر (بطور شگون نیک) مولوی صاحب کی عزت افزائی کی تھی جس کا فوٹو موجود ہے اس کے علاوہ آپ حامل مذہب حق ہیں۔
زیادہ خدا اس علم نوازی پیاز و یاد مزا نتب کرے اور معصوم کو عمر طویل بہ سرسبزی و کامرانی حاصل ہو اور اسکو ایک دن خطیب لیفیر آل رسول نبنا نصیب ہو۔ آمین ثم آمین۔

مرقوم ۹ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء　　(منقول از نظام گزٹ)

انتباہ برائے (۱) حلمی افندی۔ (۲) صمصام شیرازی۔ (۳) قمر عابدی

فرمایا چوں کہ یہ لوگ ایک عرصہ سے عندالضرورت نذری باغ میں آیا جایا کرتے ہیں۔ لہذا ان کو چاہیئے کہ نذری باغ کے اعدا کے ساتھ میل ملاپ نہ رکھیں ورنہ ممکن ہے کہ ان کا رویہ مشتبہ ہو کر کہیں ان کو نقصان نہ پہونچ جائے کہ سب امور کی خبر مجھے ملتی رہتی ہے۔ اور دنیا کی مثل ہے کہ کوئی بڑائی کے وقت کسی کا ساتھ نہیں دیکتا کہ ہر ایک اپنے قدح کی خبر منا تا ہے۔ لہذا حزم و احتیاط ضروری ہے۔

مرقوم ۹ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء　　(منقول از نظام گزٹ)

مشہور قول نظام سادس

یعنے ایک غزل یا سلام کا مصرعہ ہے

"علی کو بعد رسالت ماب سمجھے ہیں"

(یعنے توقیر منزلت میں)

مرقوم ۱۵ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء　　(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

ایک بے وقوف مُدیر لوکل اخبار کی حرکت بے سُود

فرمایا اُس نے اپنے اخبار میں ہوش بلگرامی کا ایک مضمون جو کہ زمانہ سابق کا نوشتہ ہے۔ (متعلق عزاداری امامؑ) شائع کیا ہے۔ حالانکہ اس معاملہ سے اسکو تعلق نہیں تھا کہ وہ دوسرے کثرت والے فریق سے تعلق رکھتا تھا نہ کہ ہم مشرب مرحوم تھا۔ اسکے علاوہ اگر اُس پر کسی کو تبصرہ کرنے کا حق تھا تو صرف پیروان مذہب امامیہ کو کہ یہ کہانتک درست تھا۔ بہرحال اُس مضمون کے کاتب پر وہ اُس کو نقل کرکے شاید اپنے خیال میں احسان کرنا چاہتا تھا۔ مگر ساتھ ہی اسکے مرحوم نے کتاب مشاہدات لکھکر اپنی بے وفاداری یا نمک حلالی کو داغدار بنایا تھا جوکہ ہر طرح عیاں تھا جو کہ غالباً انقلاب زمانہ کی وجہ سے تھا ورنہ یہ بات پیدا نہ ہوتی۔ بہرحال رفت و گزشت واقعہ پر اسوقت مزید چُناں چُنیں کرنا نذری باغ کیلئے مناسب نہیں ہے جبکہ اس شخص کی خیر سگالی داغدار بن کر غائب ہو چکی تھی۔ اور اگر اس کا ذکر بیچ میں نہ آتا تو یہ علاوہ نذری باغ میں نسیاً منسیاً ہو چکا تھا ناقابل بیان بنکر مگر ایسی حالت میں کیا فائدہ تھا مرحوم کی رُوح کو تکلیف پہنچے۔ جبکہ وہ زیر زمین ہیں معلوم نہیں کس حالت میں خدا ہی کو اُس کا علم ہے تاہم بہت سے اصحاب ذی پوزیشن کے خیالات انکی نسبت اچھے نہیں تھے۔ انہیں وجوہات سے جو کہ بیان ہوئے ہیں۔!

(منقول از نظام گزٹ) —— مرقوم ۱۰؍جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

ذوق و شوق برائے حصولِ معلوماتِ مذہبی

فرمایا اسوقت بذری باغ میں جتنے لڑکے ہیں۔ جو کہ عاقل بالغ ہیں متاہل یا غیر متاہل (لائق یا نرگو چھوڑ کر جو کم سن ہیں) انکو اپنی حد تک ضرور پیدا ہوگیا ہے۔ اور ذواتِ قدسیہ کی محبت یا انکی عظمت و بزرگی ان کے دلوں میں جاگزین ہو رہی ہے جو ان کی خوش بختی کی دلیل ہے۔ اس کے علاوہ سال بھر میں متعدد قسم کے جو مجالس ہوتے ہیں (دیوڑھی کے عاشور خانوں میں) تو کان لگا کر مولوی علی نقی صاحب مجتہد کے بیانِ منبر کو سنتے ہیں اور کوئی چیز سمجھ میں نہ آئے تو مجھ سے دریافت کر لیتے ہیں کہ اس کا معنے و مفہوم کیا ہے اور یہ کیا واقعہ تھا خصوصاً ختم مجلسِ عزا پر۔ جس دلچسپی اور توجہ سے نوحہ پر ماتم کرتے ہیں وہ ضرور قابل قابلِ تحسین ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ خدام حسینی عتباتِ عالیات سے فیوض و برکات حاصل کر رہے ہیں۔ اور صرف تعلیم و تربیت یا ماحول کا اثر ہے جس میں ان کی زندگیاں بسر ہو رہی ہیں جو کہ ان کے حق میں یہ ایک نعمت ہے۔

دیگر ان میں سے بعض لڑکے ایسے ہیں کہ بیان آغا منصور خراسانی کو بھی ایک حد تک سمجھ سکتے ہیں جو زبان عجم میں ہوتا ہے۔ اور فارسی کا نوحہ (کیونکہ اس کے لئے یہی زبان موزوں ہے) جو چند لڑکے پڑھتے ہیں تو لب و لہجہ انکا مثل اہلِ عجم کے ہوتا ہے۔ بہرحال چونکہ یہ سب لڑکے طفیلِ اسلام سے ہیں اس لئے یہ باتیں ان میں پیدا ہونا کوئی نئی چیز نہیں ہے بشرطیکہ پردۂ غیب سے ان کو یہ توفیق نصیب ہو۔ اور اپنے مذہبی عقائد میں پکے بنکر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں۔ زیادہ انکو متبرک مجالس کے صدقہ میں اطمینان کی زندگی مع سرسبزی نصیب ہو جسکے وہ مستحق ہیں اور انشاءاللہ ایسا ہو کر رہیگا۔

(منقول از نظام گزٹ) —— مرقوم ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

سُبکدوشی مہدی نواز جنگ از کیبنٹ آندھرا گورنمنٹ بہ حیثیت ممبر

(مردے از غیب برون آید و کارے بکند)

فرمایا چونکہ میں ان کو ایک زمانہ سے جانتا ہوں جو مختلف اہم خدمات پر زمانۂ گذشتہ میں یا عالیہ میں رہے تھے اور جو نہایت قابل شخص ہیں صاحبِ کردار جن میں وفاداری کا جوہر موجود

لہٰذا اگر آئندہ کوئی جگہ جو ان کے پوزیشن کے موافق پرائیوٹ اسٹیٹ نظام میں یا دفتر ٹرسٹ میں (جیسا کہ موقع درپیش ہو) خالی نکلے گی تو ضرور اُس وقت دوسرے متماثل اصحاب کے ساتھ ان کے نام پر بھی غور کرونگا۔ زیادہ دیر آید و درست آید

[illegible] مستعفی ہو کر وہ قیود سے آزاد ہو چکے ہیں۔ لہٰذا [illegible] [illegible] مد نظر رکھیں گے کہ ان کا شمار صاحبان پوزیشن میں ہے

مرقوم ۱۲ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از بذری باغ)

عنوان مضمون "ہماری بُت پرستیاں"
(نوشتہ ہوش بلگرامی درزمانہ گذشتہ)

فرمایا یہ مختصر سے رسالہ کی شکل میں طبع ہوا ہے۔ جسکو مَیں نے مولوی علی نقی صاحب مجتہد کے دیکھنے کیلئے دیا تھا۔ اور مولوی صاحب سے کہا ہے کہ اِن کا جو کچھ خیال ہے مذہبی نقطۂ نظر سے (کیونکہ یہ عزاداری امام پر متاثر ہے) لکھ کر عند الفرصت مجھے دیں تو سرشتہ رازمیں طبع کرا دیا جائے گا کہ حال میں مولوی صاحب کے دو چار مضامین مذہبی نوعیت کے سرشتہ راز میں طبع ہوئے تھے۔ مولوی صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ بغور مضمون مذکورہ کو دیکھ کر جو کچھ اپنی رائے ہوگی بتوسط تحریر مجھے آگاہ کریں گے۔ مَیں نے کہا مناسب ہے۔

ف۲۔ آخر میں مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ وہ ہوش بلگرامی کو زیادہ نہیں جانتے تھے تاہم انہوں نے سُنا تھا کہ گو مرحوم کا خاندان امامیہ مذہب کا تھا۔ تاہم اُن کا خیال تھا کہ نویسندۂ مضمون کے خیالات مثل فرقۂ وہابیوں کے تھے جو مذہب امامیہ سے بالکل علیحدہ ہیں۔ کیونکہ ہر مذہب کے اصول ہوں یا فروعات جدا جدا ہوتے ہیں بہ شمول دیگر عقائد۔ لہٰذا اس کا لحاظ کرتے مولوی صاحب نے کہا کہ اسکے مطابق کام ہونا آسان نہیں بلکہ قدرے دشوار ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ یہ سُنکر میں نے کہا کہ مجھے مولوی صاحب کی رائے سے اتفاق ہے۔

دیگر فرمایا آج سے عاشور خانوں میں مجالس کا آغاز ہے جو یوم شنبہ آئندہ تک جاری رہے گا۔ اسی وقت شب کی گاڑی سے مولوی صاحب مجالس جا رہے ہیں اور نذری باغ کے لڑکے مولوی صاحب کا بیان سُننے کیلئے مشتاق ہیں۔ جنکا سب لڑکے احترام کرتے ہیں کہ مولوی صاحب جید علمائے شیعی و مجتہدین سے ہیں۔

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقومہ ۱۳ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

منبع انسانیت اعلیحضرت بندگان عالی مدظلہ العالی

عرض عقیدت بذیر ابا د

نظام گزٹ میں اس خادم کی عزت افزائی نے دل کی گہرائی میں احسانمندی کے نہ مٹنے والے نقوش مرتسم کردیئے۔ یہ محسوس ہوا کہ فدوی کو خاطر ہمایونی کی قربت کی عزت کا شرف حاصل ہے۔

۲۔ حیدری صاحب کے صدر اعظم ہوتے ہی فدوی نے رخصت حاصل کی اور حیدر آباد سے باہر چلا گیا سرکار کو معلوم تھا کہ حیدری صاحب مجھ سے محض اس لئے ناخوش تھے کہ میں مہاراجہ اور باب حکومت کی معتمدی کے فرائض خیر خواہی سے انجام دیتا تھا۔ ایسے بدلے ہوئے زمانے میں کہ جب نئی حکومت کی فضا مجھ سے محترز تھی میری غیر حاضری میں سرکار نے یہ کہکر فدوی کو خطاب سے سرفراز فرمایا کہ " ان کو معلوم ہو جائے کہ میں ان سے ناخوش نہیں ہوں " خطاب تو سرکار نے بے حساب عطا فرمائے مگر فدوی کو جس حالت اور جس موقع پر خطاب سے سرفراز فرمایا اس میں انسانیت کی شان اور صاحبدلی کی دلیل تھی جس کا آج اعادہ ہوا ہے

۱۳ رجب ۱۳۷۹ھ
۱۳ جنوری ۱۹۶۰ء

سرکار کی صحت اور درازی عمر کا دل سے دعا گو

(دستخط) مہدی نواز جنگ

(نقل آمده از نذری باغ)

تصفیہ متعلق جواب کتاب "خلافت معاویہ و یزید"

فرمایا حال میں جب کہ مولوی علی نقی صاحب مجتہد مجالس عید امیری کے سلسلہ میں یہاں آئے ہوئے تھے تو اس مسئلہ پر میری اور مولوی صاحب کی گفتگو ہوئی تھی۔ اور آخر میں یہ تصفیہ ہوا کہ جب گورنمنٹ نے اس کتاب مذکور کو تمام انڈیا میں ممنوع الاشاعت قرار دیا ہے تو پھر اس کا جواب لکھنے کی اب ضرورت باقی نہیں ہے؟ مطابق مثل فاذا فات الشرط فات المشروط۔

یہ سن کر میں نے کہا کہ مولوی صاحب کی رائے سے مجھے پورا اتفاق ہے اور اس حد تک معاملہ ختم ہو گیا۔ بہ خیر و خوبی!

مرقوم ۱۵ر جنوری ۱۹۶۲ء منقول از نظام گزٹ

مصرعہ مطلع غزل نظام شائع شدہ در نظام گزٹ

یعنی

"(علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا)"

فرمایا مولوی علی نقی صاحب مجتہد جو بہ سلسلۂ مجالس عید امیری یہاں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے شیرازہ دیکھ کر کہا کہ سرکار کا یہ مصرعہ ایسی چیز ہے جس کو ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ البتہ وہ اصحاب جو کہ ذی علم ہوں لہٰذا مذہب امامیہ کی رو سے یا اہل مذہب کا کیا عقیدہ یا خیال تھا وہ ذاتی حاکر اس کے متعلق مجھے لکھ کر سمجھوا دیں گے۔ یہ سن کر میں نے کہا بہت مناسب ہے کیونکہ یہ شیرازہ تمیں طبع ہو جائے گا۔ جو ریکارڈ کی شکل میں رہے گا۔ آخر میں مولوی صاحب نے کہا کہ مذہب کے نکات سمجھنا آسان نہیں ہے بلکہ کارے دارد الا ماشاء اللہ۔

مرقوم ۱۶ر جنوری ۱۹۶۲ء منقول از نظام گزٹ

لاجواب قطعہ

دل سے شامل ہیں مگر کچھ نہیں سکتے منہ سے ۔ جی سے مائل ہیں مگر کچھ نہیں سکتے منہ سے
غفلتی ہو گئی دانستہ کہو یا غفلت ۔ وہ بھی قائل ہیں مگر کچھ نہیں سکتے منہ سے

مرقوم ۔ جنوری ۱۹۶۲ء

(آمدہ از تندرنامہ ... برائے نیا آزاد ہفتہ وار)

زمین و آسمان کا فرق ان ۲ دو مصرعوں میں
معنےٰ و مفہوم کے لحاظ سے

فرمایا ایک گمنام شاعر جس کا تخلص تبسم ہے۔ ایک لوکل اردو اخبار میں اس کا کلام قریب قریب روزآنہ طبع ہوتا ہے۔
اس غزل کا مطلع تھا جس کا مصرعہ اول یہ تھا۔
یعنے۔ ”کسی تیرے حسن کی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا“ اور
نذری باغ کی غزل کے مطلع کا مصرعہ اولے یہ تھا۔
یعنے ___ ”علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا“
لہذا نقادانِ کلام اب خود تصفیہ کرلیں کہ کس کا مصرعہ معنےٰ و مفہوم کے لحاظ سے درست ہے اور کس کا نہیں۔
بقول۔ ”بہ بین تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا“

مرقوم ۱۷ر جنوری سنہ ۱۹۷۰ء (آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

سلام حضرت آصف جاہ سادس غفران مکانؒ

مطلع) خدا کے راز رسالت مآبؐ سمجھے ہیں — نبیؐ کے سرِّ خفی بوترابؑ سمجھے ہیں
۲) رخِ حسینؑ کو حق کی کتاب سمجھے ہیں — اس انتخاب کو ہم انتخاب سمجھے ہیں
۳) حسینؑ کو جو علیؑ کا جواب سمجھے ہیں — تو اس جواب کو ہم لاجواب سمجھے ہیں
دہان ہے فاطمہؑ کے لال کا جو غنچۂ گل — لعابِ پاک کو روحِ گلاب سمجھے ہیں
یہ آہِ زینبؑ و کلثومؑ ہے۔ نہیں بجلی — یہ دودِ آہ ہے جسکو سحاب سمجھے ہیں
نہیں رہا جو برس دن بھی ظالموں کا نشاں — سمجھنے والے اسے انقلاب سمجھے ہیں
غمِ حسینؑ میں آنسو جو ڈبڈباتے ہیں — حباب آنکھوں کو اشکوں کو ناب سمجھے ہیں
کرے لقب سے غلامی کی گر ملقب وہ — ہم اپنے حق میں یہ اعلیٰ خطاب سمجھے ہیں
جو سچ کہو تو خدائی میں بندۂ یکتا — علیؑ کو بعدِ رسالت مآبؐ سمجھے ہیں
علیؑ نبیؐ سے نبیؐ ہیں علیؑ سے، یہ حق ہے — ہم اس حدیث کو ام الکتاب سمجھے ہیں

جہاں میں کہتے ہیں اکسیر جس کو اے آصف
ہم اس کو خاکِ درِ بوترابؑ سمجھے ہیں

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

ترجمان اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے — خیر خواہ شاہِ حق آگاہ بھی شیراز ہے

شہباز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار

عیدِ امیرؑ مبارک

جناب علیؑ ابن ابیطالبؑ کی ذاتِ گرامی وہ ہے جن کے کارنامو ں سے اسلام اور اس کی تاریخ بھری ہوئی ہے اور ناممکن ہو کر رہ گیا ہے کہ علیؑ کی ذات کو تاریخ سے جدا کیا جاسکے۔ یہی وہ ہستی ہے کہ ہر کلمہ گو کسی نہ کسی عنوان سے آپ کی عظمت و جلالت اور امامت کا قائل ہے اور اسی وجہ سے عیدِ امیرؑ عالمِ اسلام کی عید ہے۔

علامہ ابن حسن جارچوی ایم۔اے نے اپنی کتاب "تذکرۂ محمدؐ و آلِ محمدؐ" میں یوں ارقام فرمایا ہے۔

مشکل سے کوئی واقعہ اور پیغمبرِ اسلامؐ کی زندگی میں ایسا ہے جس کے ساتھ کسی نہ کسی طرح علیؑ کا تعلق نہ ہو۔ صلح یا جنگ، خوشی یا رنج آنحضرتؐ کی سوانح عمری کا کوئی باب کھول کر پڑھیے آپ کو وہاں حضرت علیؑ ضرور نظر آئیں گے۔

۱۳ رجب کا دن وہ ہے جس کی آمد آمد کا انتظار اعلانِ نبوت کو تھا۔ اسی دن وہ انسان برتر پیدا ہوا جو اگر پیدا نہ ہوتا تو نہ نبوت کا اعلان ہوتا اور نہ اسلام پھیلتا نہ دنیا میں خاتم النبیینؐ کی تصدیق کرنے والا کوئی ملتا۔ آپ تاریخ دیکھیے سیر دیکھیے تفسیر دیکھیے سب سے پہلے حضرت علیؑ نے خاتم النبیینؐ کی رسالت کی تصدیق فرمائی۔ علی ابن ابیطالبؑ نے آنکھیں کھولیں تو محمدؐ مصطفیٰؐ کے چہرۂ اقدس کو دیکھا اور رسولِ مقبولؐ کی آنکھیں بند ہونے تک برابر ساتھ ساتھ رہے۔ بابِ علم کی ولادت سے دنیا کے لئے علم و حکمت، قرآن و تفسیر، فقہ و حدیث عدل و انصاف کا دروازہ کھل گیا۔ اور دنیا نے اس ذاتِ گرامی کو دیکھا جس کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے جس کا ذکر کرنا اور سننا عبادت ہے۔ بہادروں نے اس شیرِ کردگار کو دیکھا جس کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے۔ یہ وہ ذاتِ گرامی ہے جس پہ امانت و دیانت، زہد و تقویٰ، جرأت و پامردی، علم و عمل، تقریر و تحریر، ضبط و تحمل اور شجاعت و سخاوت ناز کرتے ہیں۔ جس کے اقوال و اعمال رہتی دنیا تک کم کردہ

خطیبِ منبرِ سلونیؑ

ارشاد فرمایا "تمہیں کہ مومن وہ ہیں جو لوگوں کی ایذائیں برداشت کرتے ہیں"

وہ انسان کو اپنی منزل کی طرف رہنمائی کرتے رہیں گے

۱۳ رجب کی تاریخ بڑی مبارک تاریخ ہے۔ اسی دن خدا کے گھر میں وہ پیدا ہوا جو رسولؐ کا بھائی اور مددگار ہے جو لسان اللہ، عین اللہ، وجہ اللہ، جنب اللہ ہے اور جس کے آگے دنیا نے سر جھکایا اگر اس نے بجز خدا و رسولؐ کے کسی کے آگے سر نہ جھکایا سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

روزے کہ بہ کعبہ مرتضیٰؑ شد پیدا
در ارض و سما جلوہ نما شد پیدا
جبریل از آسماں فرود آمد و گفت
فرزندِ بہ خانۂ خدا شد پیدا

رسولِ مقبولؐ کا ارشاد ہے "علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ اسی لئے صاحبانِ بصیرت جانتے ہیں کہ عیدِ امیرؑ اہلِ حق کی عید ہے۔ حق شناسی کی عید ہے۔ اور اسی لئے عالمِ اسلام میں چراغاں کئے جاتے ہیں جشن منعقد ہوتے ہیں قصائد پڑھے جاتے ہیں۔ مومنین مولائے مشکل کشا ابوالائمہؑ کی ولادت پر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔

ہمارے سرکار حق آگاہ جو پنجتن پاکؑ کے والہ و شیدا ہیں ایک خاص انداز سے عیدِ امیرؑ مناتے ہیں آپ کے جوشِ عقیدت و ولا کو دیکھ کر دل پکار اٹھتا ہے

رہے تاجِ ولا ترے سر پر
چودہ معصوم ہوں ترے یاور
یا دو ملک شوکت و دو ملک اجلال
تو سلامت رہے صد و سی سال

ایمباسی کیفے



EMBASSY CAFE

فون نمبر (۳۳۷۲)

انگریزی اور مغلائی کھانوں اور بہترین انتظام کیلئے

ایمباسی کیفے اینڈ پراویژن اسٹور

چوراہا بشیر باغ حیدر آباد

اپنی آپ نظیر ہے

خاص کر یہاں کے کری پفس ہندگیر شہرت کے حامل ہیں اگر آپ نے ایمباسی کے کری پفس نہیں کھائے تو گویا آپ نے

کری پفس کھائے ہی نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

امام المتقین امیر المومنین

ازسید العلماء مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ

(۱)

انسان ایک سچے راستہ بتانے والے کی تلاش میں ہر وقت لگا ہوا ہے۔ یہ پیاس اس کو ہر چمکتے ہوئے بالو کے تختے کی طرف دوڑاتی ہے وہ پانی سمجھ کر لپک جاتا ہے مگر بعد میں دھوکا ہوتا ہے ضرورت ہے ایک ایسے بے خطا انسان کی جس کی ساری زندگی میں کتنی ہی گہری نگاہ سے چھان بین کی جائے اس کی بلندی میں کوئی کمی کیسی ترقی پیدا ہوتی چلی جائے پھر یہ کہ وہ انسان کے کسی ایک گروہ یا کسی ایک جگہ کے رہنے والوں ہی کے لئے مثال نہ ہو بلکہ دنیا کا ہر آدمی اس کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ سمجھے عام طور پر بڑے بڑے انسانوں کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو محدود نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر نوشیروان عادل ایک انصاف پرور بادشاہ کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے مگر یہ سلاطین ہی کے لئے نمونہ ہے رعایا کو کس طرح مل جل کر صلح و آشتی کے ساتھ رہنا چاہیئے یہ سبق نوشیروان کی سیرت سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ حاتم کا نام سخاوت میں مشہور ہے مگر وقت آنے پر قوم و ملت کے لئے لڑائی کس طرح لڑی جاسکتی ہے اسے حاتم کی زندگی میں تلاش کرنا بے کار ہے۔ بڑے بڑے بہادروں کا نام دلاوری میں سامنے آتا ہے مگر وقت پڑنے پر مظالم کس طرح سہے جاسکتے ہیں، انکی زندگی اس کو نہیں بتا سکتی، یہ ہو سکتا ہے کہ ہر ہر صفت کی مثال کے لئے ایک ایک آدمی کا نام پیش کر دیا جائے مگر اس کا مجموعہ بھی یہ نہ بتا سکے گا کہ ان صفتوں کا ایک ساتھ استعمال کیونکر ہو سکتا ہے انسان کا میل جول اس طریقے پر کہ پورے طور سے ہر ایک کی مناسب حد اور موقع استعمال معلوم ہو سکے کیونکر ہو سکتا ہے اس کے لئے تو ایک ایسا ہی راہ نما درکار ہے جو ایک اکیلا ان تمام انسانی اوصاف کا مجموعہ ہو جس نے زندگی کی ہر منزل میں قدم رکھا ہو اور ہر راستے میں اپنے قدم کے نشان چھوڑے ہوں۔ تاریخ عالم میں ڈھونڈنے پر ایسی ہستی اگر کہیں نظر آتی ہے تو وہ صرف علی ابن ابیطالبؑ کی ذات ہے۔ ضرورت ہے کہ دنیا آپ کی زندگی کے ہر ہر رخ سے واقف ہو اور اس میں اپنی رہنمائی کے پہلو تلاش کرے اسی نقطۂ نظر سے یہ مختصر مقالہ پیش کیا جا رہا ہے۔ یقیناً یہ چند صفحے اس اتھاہ سمندر کے ایک قطرے کے برابر بھی نہیں ہیں، مگر اسے ایک خاکہ سمجھنا چاہیئے جس کے انداز پر ایک بڑی سے بڑی کتاب بھی تیار کی جاسکتی ہے۔

نسب

حضرت علیؑ آل ابراہیمؑ میں قریش کی نسل سے بنی ہاشم کے ممتاز گھرانے میں عبدالمطلب کے فرزند ابو طالبؑ کے چشم و چراغ تھے آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بھی ہاشم کے خاندان کی معزز خاتون تھیں۔ صرف ایک واسطے سے آپ کا نسب حضرت پیغمبر خدا محمد مصطفیٰؐ سے مل جاتا ہے۔ وہ محمدؐ ابن

عبداللہ ابن عبدالمطلب اور یہ علی ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب آپ کے والد ابو طالب ہی نے رسول اللہ کی پرورش بھی کی تھی۔

ولادت

پیغمبر خدا کی عمر تیس ۳۰ برس کی تھی جب خانہ کعبہ سے مقدس مقام پر ۱۳ رجب سنہ ۳۰ عام الفیل میں علیؑ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد ابو طالب اور ماں فاطمہ بنت اسد کو جو خوشی ہونا چاہیئے تھی وہ تو ہوئی ہی مگر سب سے زیادہ رسول اللہ اس بچے کو دیکھ کر خوش ہوئے شاید بچے کے خط و خال سے اسی وقت یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ آئندہ چل کر رسولؐ کا قوت بازو اور دست راست ثابت ہوگا۔

تربیت

حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ علیؑ کی پرورش براہ راست حضرت محمد مصطفےٰ کے ذمہ ہوئی آپ نے انتہائی محبت اور توجہ سے اپنا پورا وقت اس چھوٹے بھائی کی علمی اور اخلاقی تربیت میں صرف کیا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ علی دس برس کے سن میں ایسے تھے کہ پیغمبرؐ کے دعوئے رسالت کرنے پر ان کے سب سے پہلے پیرو بلکہ ان کے دعوے کے گواہ قرار پائیں۔

بعثت

علیؑ کا دس برس کا سن تھا جب حضرت محمدؐ مصطفےٰ عملی طور پر پیغام الٰہی کے پہنچانے پر مامور ہوئے اسی کو بعثت کہتے ہیں۔

زمانہ، ماحول، شہر، اپنی قوم اور خاندان سب کے خلاف ایک ایسی مہم شروع کی جا رہی تھی جس میں رسولؐ کا ساتھ دینے والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا سوائے اسی دس برس کے بچے کے جسے پیغمبرؐ نے اسی دن کیلئے پہلے تیار کیا تھا۔ پیغمبرؐ نے رسالت کا دعویٰ کیا اور علیؑ نے سب سے پہلے اس کی تصدیق کی اور ایمان اختیار کیا۔

دور ابتلا

پیغمبرؐ کا دعویٰ رسالت کرنا تھا کہ ہر ذرہ رسولؐ کا دشمن نظر آنے لگا۔ وہی لوگ جو کل تک آپ کی سچائی اور امانت داری کا دم بھرتے رہتے تھے آج آپ کو جھوٹا۔ دیوانہ۔ جادوگر۔ اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے۔ پتھر مارے جاتے اور سر پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا۔ اس سخت وقت میں رسولؐ کا ہر مصیبت میں شریک صرف ایک بچہ تھا۔ وہی علیؑ جس نے بھائی کا ساتھ دینے میں کوئی ہمت نہیں ہاری، برابر محبت و وفاداری کا دم بھرتے رہے۔ ہر ہر بات میں رسول کے سینہ سپر رہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا جب مخالف گروہ نے انتہائی سختی کے ساتھ یہ طے کر لیا کہ پیغمبرؐ کا اور ان کے تمام گھرانے والوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ حالات اتنے خراب تھے کہ جانوں کے لالے پڑ گئے تھے۔ ابو طالبؑ نے تمام اپنے ساتھیوں کو حضرت محمد مصطفےٰ سمیت ایک پہاڑ کے دامن میں محفوظ قلعہ میں بند کر دیا۔ تین برس تک اس قید و بند کی زندگی بسر کرنا پڑی اس میں ہر شب یہ اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مارے۔ اس لئے ابو طالبؑ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ رات بھر رسولؐ کو ایک بستر پر نہیں رہنے دیتے تھے۔ بلکہ کبھی جعفرؑ کو رسول کے بستر پر اور رسولؐ کو جعفر کے بستر پر

لٹا دیتے تھے اور رسولؐ کو علیؑ کے بستر پر۔ مطلب یہ تھا کہ اگر دشمن رسولؐ کے بستر کا پتہ لگا کر حملہ کرنا چاہے تو میرا جو بھی بیٹا چاہے قتل ہو جائے مگر رسولؐ کا بال بیکا نہ ہو۔ اس طرح علیؑ بچپنے ہی سے فداکاری اور جان نثاری کے سبق کو عملی طور پر دہراتے رہے

ہجرت

اس کے بعد وہ وقت آیا کہ ابوطالب کی وفات ہو گئی اور اس جان نثار چچا کی وفات سے پیغمبرؐ کا دل ٹوٹ گیا۔ اور آپ کے مخالفوں کی ہمت بڑھ گئی۔ آخر ان سب نے ایکا کیا کہ ایک رات جمع ہو کر پیغمبرؐ کے گھر کو گھیر لیں اور حضرت کو شہید کر ڈالیں۔ حضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے اسی جان نثار بھائی علیؑ کو بلا کر اس واقعہ سے اطلاع دی اور فرمایا کہ میری جان کی رکھوالی یوں ہو سکتی ہے کہ تم آج کی رات میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو اور میں چھپ کر مکہ سے روانہ ہو جاؤں، کوئی دوسرا ہوتا تو یہ پیغام سنتے ہی اس کا دل ہل جاتا مگر علیؑ نے یہ سن کر کہ میرے ذریعہ سے رسولؐ کی جان کی حفاظت ہو گی خدا کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے کہ مجھے رسولؐ کا فدیہ قرار دیا جا رہا ہے یہی ہوا کہ رسالت مآبؐ شب کے وقت مکہ معظمہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور علی ابن ابی طالبؑ رسولؐ کے بستر پر سوئے۔ چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے نیزے لئے ہوئے مکان کو گھیرے ہوئے تھے۔ بس اس بات کی دیر تھی کہ ذرا صبح ہو اور سب کے سب گھر میں گھس کر رسالت مآبؐ کو شہید کر ڈالیں۔

علیؑ اطمینان کے ساتھ بستر پر آرام کرتے رہے اور ذرا بھی اپنی جان کا خیال نہ کیا۔ دشمنوں کو صبح کے وقت یہ معلوم ہوا کہ محمدؐ نہ تھے، علیؑ تھے، انہوں نے آپ کو یہ دبا ڈالنا چاہا کہ آپ بتلا دیں کہ رسولؐ کہاں گئے ہیں مگر علیؑ نے بڑے بہادرانہ تیوروں سے یہ بتلانے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت رسول اللہ مکہ سے کافی دور تک بغیر کسی گھبراہٹ اور رکاوٹ کے تشریف لے جا سکے۔ علیؑ تین روز تک مکہ میں رہے جن جن کی امانتیں رسول اللہ کے پاس تھیں ان تک ان کی امانتوں کو پہنچا کر رسولؐ کے گھر کی عورتوں کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کئی روز تک آپ رات دن پیدل چل کر اس طرح کہ پیروں سے تمام خون بہہ رہا تھا۔ مدینہ میں رسولؐ کے پاس پہنچے اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ پر رسولؐ کو سب سے زیادہ اعتماد تھا۔ جس وفاداری ہمت اور دلیری سے علیؑ نے اس ذمہ داری کو پورا کیا ہے وہ بھی اپنی آپ مثال ہے۔

شادی

رسولؐ نے مدینے میں آ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہراؑ کا عقد علیؑ کے ساتھ کر دیا۔ رسولؐ اپنی بیٹی کو انتہائی عزیز رکھتے تھے اور عزت اتنی کرتے تھے کہ جب فاطمہ زہراؑ آتی تھیں تو رسولؐ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ہر شخص اس بات کا طالب تھا کہ رسولؐ کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف اسے حاصل ہو۔ ہر ایک نے ہمت بھی کی کہ وہ رسولؐ کو پیغام دیں مگر حضرت نے سب کی درخواستوں کو رد کر دیا۔

اور یہ کہا کہ فاطمہؑ کی شادی بغیر حکم خدا کے نہیں ہو سکتی ہجرت کا پہلا سال تھا جب رسولؐ نے علیؑ کو اس عزت کے لئے منتخب کیا یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی گئی۔ شہنشاہ دین و دنیا حضرت پیغمبرؐ خدا کی بیٹی اور اس کو پیغمبرؐ کی طرف سے جہیز بھی نہیں دیا گیا۔ جو فاطمہؑ کا مہر تھا جو علیؑ سے لیکر کچھ سامان خانہ داری فاطمہ کے لئے خرید کر ساتھ کر دیا گیا۔ وہ بھی کیا؟ مٹی کے کچھ برتن، خرمے کی چھال کے تکیے۔ چمڑے کا بستر اور چرخہ چکی اور پانی بھرنے کی مشک، اس طرح کا سامان دیا گیا۔ علیؑ نے مہر ادا کرنے کے لئے اپنی زرہ فروخت کی اور اس سے فاطمہ زہراؑ کا مہر ادا کیا۔ جو ایک سو سات روپیہ کی تعداد سے زیادہ نہ تھا۔ اس طرح مسلمانوں کے واسطے ہمیشہ کے لئے ایک مثال قائم کر دی گئی کہ وہ اپنے تقریبات کے سلسلہ میں فضول خرچی سے کام نہ لیں۔

خانہ داری

فاطمہؑ اور علیؑ کی زندگی گھریلو زندگی کا ایک بے مثال نمونہ تھی۔ مرد اور عورت آپس میں کس طرح ایک دوسرے کے شریک حیات ثابت ہو سکتے ہیں۔ آپس میں کس طرح تقسیم عمل ہونا چاہیے اور کیونکر دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے لئے مددگار ہو سکتی ہے وہ گھر دنیا کی آرائش سے دور، راحت طلبی اور تن آسانی سے الگ علیحدہ تھا محنت اور مشقت کے ساتھ ساتھ دلی اطمینان اور آپس کی محبت و اعتماد کے لحاظ سے ایک جنت بنا ہوا تھا۔ جہاں سے علیؑ صبح کو مشکیزہ لے کر جاتے تھے اور یہودیوں کے باغ میں پانی دیتے تھے اور جو کچھ مزدوری ملتی تھی اسے لے کر گھر پر آتے تھے بازار سے جو خرید کر فاطمہؑ کو دیتے تھے اور فاطمہؑ چکی پیستی۔ کھانا پکاتی اور گھر میں جھاڑو دیتی تھیں۔ فرصت کے اوقات میں چرخہ چلاتی تھیں۔ اور خود اپنے اور اپنے گھر والوں کے لباس کے لئے اور کبھی مزدوری کے طور پر سوت کاتتی تھیں۔ اور اس طرح گھر میں رہ کر زندگی کی مہم میں اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔

جہاد

مکہ میں آکر پیغمبرؐ کو مخالف گروہ نے آرام سے بیٹھنے نہ دیا۔ آپ کے وہ پیرو جو مکہ میں تھے انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں۔ بعض کو قتل کیا۔ بعض کو قید کیا اور بعض کو زد و کوب کیا اور تکلیفیں پہنچائیں۔ یہی نہیں بلکہ اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسولؐ کے خلاف مدینہ پر چڑھائی کر دی اس موقع پر رسولؐ کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مدینہ والوں کے گھروں کی حفاظت کرتے جنہوں نے کہ آپ کو انتہائی ناگوار حالات میں پناہ دی تھی۔ اور آپ کی نصرت و امداد کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے یہ کسی طرح پسند نہ کیا کہ آپ شہر کے اندر گھر کر مقابلہ کریں اور دشمن کو یہ موقع دیں کہ وہ مدینہ کی پُرامن آبادی کو اور عورتوں اور بچوں کو بھی پریشان کر سکے گو آپ کے ساتھ تعداد بہت کم تھی صرف تین سو تیرہ آدمی تھے ہتھیار بھی نہ تھے۔ مگر آپ نے یہ طے کر لیا کہ آپ باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ پہلی لڑائی اسلام کی ہوئی جو جنگ بدر کے نام سے مشہور ہے اس لڑائی میں رسولؐ نے زیادہ اپنے عزیزوں کو خطرے میں ڈالا، چنانچہ آپ کے چچازاد بھائی عبیدہ ابن حارث ابن عبدالمطلب اس جنگ میں شہید ہوئے۔ علی ابن ابی طالبؑ کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ ٢٥ برس کی عمر تھی مگر جنگ کی فتح کا سہرا علیؑ کے سر رہا جتنے مشرکین قتل

ہوئے تھے ان میں سے آدھے صرف علیؑ کے ہاتھ کے مقتول تھے اور آدھے تمام مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔

اس کے بعد اُحد، خندق، خیبر اور آخر میں حنین۔ یہ وہ بڑی لڑائیاں ہیں۔ جن میں علیؑ نے رسولؐ کے ساتھ رہ کر اپنی بے نظیر بہادری کے جوہر دکھلائے۔ تقریباً ان تمام لڑائیوں میں علیؑ کی علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا۔ اس کے علاوہ بہت سی لڑائیاں ایسی تھیں جن میں رسولؐ نے علیؑ کو تنہا بھیجا اور انہوں نے اکیلے فتح بھی حاصل کی۔ ان تمام لڑائیوں میں حضرت علیؑ نے بڑی بہادری اور ثابت قدمی دکھائی اور انتہائی استقلال، تحمل اور شرافت سے کام لیا۔ جس کا اقرار خود ان کے دشمن بھی کرتے تھے۔ خندق کی لڑائی میں دشمن کے سب سے بڑے سپاہی عمرابن عبدود کو جب آپ نے مغلوب کر لیا اور اس کا سر کاٹنے کے لئے اس کے سینہ پر بیٹھے تو اس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ آپ کو غصہ آگیا اور آپ اس کے سینے پر سے اتر آئے۔ صرف اس خیال سے کہ اگر غصے میں اس کو قتل کیا تو یہ فعل محض خدا کی راہ پر نہ ہوگا۔ بلکہ اپنی خواہش نفس کے مطابق ہوگا کچھ دیر کے بعد آپ نے اس کو قتل کیا۔ اس زمانہ میں دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے اس کی لاش کو برہنہ کر دیتے تھے۔ مگر حضرت علیؑ نے اس کی زرہ نہیں اتاری اگرچہ کہ وہ بہت قیمتی تھی۔ چنانچہ اسکی بہن جب اپنے بھائی کی لاش پر آئی تو اس نے کہا کہ کسی اور نے میرے بھائی کو قتل کیا ہوتا تو میں عمر بھر روتی، مگر مجھے یہ دیکھ کر صبر آگیا کہ اس کا قاتل علیؑ کا سا شریف انسان ہے، جس نے اپنے دشمن کی لاش کی توہین گوارا نہیں

کی، آپ نے کبھی دشمن کی عورتوں یا بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور کبھی مال غنیمت کی طرف رُخ نہیں کیا۔

خدمات

علاوہ جہاد کے اسلام اور پیغمبر اسلام کے لئے کسی کام کے کرنے میں آپ کو عار نہ تھا۔ یہ کام مختلف طرح کے تھے رسولؐ کی طرف سے عہد ناموں کا لکھنا، خطوط تحریر کرنا آپ کے ذمہ تھا۔ قرآن کی آیتیں جو اترتی تھیں ان کا لکھنا بھی اکثر آپ کے ذمہ ہوتا تھا۔ اور لکھے ہوئے اجزائے قرآن کے امانت دار بھی آپ تھے۔ اس کے علاوہ یمن کی جانب تبلیغ اسلام کے لئے پیغمبرؐ نے آپ کو روانہ کیا جس میں آپ کی کامیاب تبلیغ کا اثر یہ تھا کہ سارا یمن مسلمان ہو گیا۔ جب سورہ برأت نازل ہوا تو اس کی تبلیغ کے لئے بحکم خدا آپ ہی مقرر ہوئے اور آپ نے جاکر مشرکین کو سورہ برأت کی آیتیں سنائیں اس کے علاوہ رسالت مآبؐ کی ہر خدمت انجام دینے پر تیار رہتے تھے یہاں تک کہ یہ بھی دیکھا گیا کہ رسولؐ کی جوتیاں اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ علیؑ اسے اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔

اعزاز

حضرت علیؑ کی خدمتوں کی بناء پر رسولؐ ان کی بہت عزت کرتے تھے اور اپنے قول و فعل سے ان کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے اور کبھی یہ کہتے تھے کہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں کبھی یہ کہا کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے"۔ کبھی یہ کہ "تم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے"۔ کبھی یہ کہ علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی"۔ کبھی یہ کہ علیؑ مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو

شہادت

افسوس ہے کہ یہ امن، مساوات اور اسلامی تمدن کا علمبردار دنیا طلب لوگوں کی عداوت سے نہ بچا اور ۱۸ ماہ رمضان سنہ ۴۰ ھ کو صبح کے وقت خدا کے گھر یعنی مسجد میں عین حالت نماز میں ایک زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے زخمی کیا گیا۔ آپ کے رحم و کرم اور مساوات پسندی کی انتہا یہ تھی کہ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کر کے آپ کے سامنے لائے اور آپ نے دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں تو آپ کو اس پر بھی رحم آ گیا اور اپنے دونوں فرزندوں امام حسنؓ و امام حسینؓ کو ہدایت فرمائی کہ یہ تمہارا قیدی ہے اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا جو کچھ خود کھانا وہ اسے کھلانا، اگر میں اچھا ہو گیا تو مجھے اختیار ہے میں چاہوں گا تو سزا دوں گا اور چاہوں گا تو معاف کر دوں گا اور اگر میں نہ رہا اور تم نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضرب لگانا کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضرب لگائی ہے اور ہرگز اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ قطع نہ کئے جائیں اس لئے کہ یہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے۔ دو روز تک علیؓ بستر بیماری پر انتہائی کرب اور تکلیف کے ساتھ رہے۔ آخر زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور ۲۱ ماہ رمضان کو زندہ صبح کے وقت آپ کی وفات ہوئی حسنؓ و حسینؓ نے تجہیز و تکفین کی اور ریت کو فہ پر نجف کی سرزمین میں وہ انسانیت کا تاجدار ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سونے کے واسطے دفن ہو گیا۔



سنہ ۱۹۵۹ء میں طبّی سائنس کی پیش قدمی

دل کے آپریشن کا نیا اور آسان طریقہ۔ بڈی جوڑ گوند سرطان کا نیا علاج۔ مصنوعی گردہ۔ مارفیا سے بھی زیادہ زود اثر دوائی ——
یہ ہیں وہ نئی دریافتیں جو سائنسدانوں نے ۱۹۵۹ء میں دنیا کے سامنے پیش کیں۔

۱۹۵۹ء میں امریکی طبّی سائنسدانوں اور ڈاکٹروں نے طبّی سائنس میں تحقیق و تلاش سے قابلقدر اضافہ کیا۔ جس سے نہ صرف امریکہ بلکہ ساری دنیا کو فیض پہنچ رہا ہے۔

دل کے اپریشن کا نیا اور آسان طریقہ

ایک ایسی مشین ایجاد کی گئی ہے جس سے خون ٹھنڈا رکھا جاتا ہے اور دل کا اپریشن کرنے والے ڈاکٹر جتنی دیر تک چاہیں جراحی کا عمل جاری رکھ سکتے ہیں۔ خون خاص قسم کی نلیوں کے ذریعہ دورہ کرتا ہوا اس مشین تک پہنچتا اور وہاں سے پھر جسم میں گردش کرتا ہے۔ اس طرح مشین کی زندگی بھی برقرار رہتی اور اس کے دل کا اپریشن بھی کامیابی سے ہوتا رہتا ہے اس سے پہلے خون کو ٹھنڈا کرنے کے موجودہ مروجہ طریقے سے ڈاکٹر کو اپریشن کے لئے صرف ۶ سے ۸ منٹ تک کا وقت ملتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اتنی جلدی میں ایسا نازک اور خطرناک اپریشن کرنا ڈاکٹروں کیلئے کس قدر مشکل کام تھا۔

• جراحی سے ایک مریض کی چھوٹی انتڑی کو مثانے میں تبدیل کیا گیا۔ مریض کا مثانہ کسی مرض کی وجہ سے کاٹنا پڑا تھا۔ اس طرح جراحی میں ایک نیا قدم اٹھایا گیا

• ایک شخص کی ٹانگ گھٹنے کے اوپر کے حصے سے کٹ گئی تھی اسے دوبارہ ۳½ گھنٹے کے بعد ہی پیوند کیا گیا۔ ٹانگ بلاشبہ ابھی فالج زدہ اور بے حس ہے لیکن کچھ وقت کے بعد وریدوں اور رگوں کو بھی جوڑا جائیگا اور ساری ٹانگ میں خون دورہ کرنے لگے گا جس سے یہ پھر قابل کار ہو جائے گی۔

• کان کی بیماری کے دس مریضوں میں سے نو مریضوں کی سننے کی قوت جراحی سے بحال کی گئی۔ اس جراحی میں کنپٹی کی ہڈی نکالی گئی اور پلاسٹک کی نلی اس کی جگہ لگا لی گئی۔ کانوں کی اس خاص قسم کی بیماری کو اوٹو سکلیروسس کہتے ہیں۔

ہڈی جوڑ گوند پلاسٹک کی فوراً ہی خشک ہونیوالی گوند کے ذریعہ ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑا گیا۔ اس کے استعمال سے مریض چند دن کے بعد ہی تندرست ہو جاتا ہے —— اور ہڈیاں بالکل جڑ جاتی ہیں۔

کینسر کا نیا علاج

کینسر (سرطان) کے علاج میں پہلے سے جو دوا استعمال ہوتی تھی، اس سے عارضی طور پر آرام ہو جاتا تھا۔ اب اسی دوا کو نئے طریقے سے استعمال کیا جانے لگا ہے۔ اس دوا کا نام میکسوٹریکزیٹ ہے اور اب اس کی مروجہ خوراک سے دس گنا زیادہ مقدار میں جو عام طور پر مہلک ہوتی ہے۔ یہ دوا براہ راست خون میں داخل کی جاتی ہے اور اس طرح یہ دوا کینسر کے مقام پر پہنچتی ہے۔ وٹامن کی قسم کی ایک اور دوا کا جسم کے دوسرے حصے میں انجکشن دیا جاتا ہے جس سے مریض کے جسم کا باقی حصہ محفوظ رہتا ہے اور میکسوٹریکزیٹ دوا کینسر والے حصے کو شفا دینے کا کام کرتی رہتی ہے۔ اس نئے طریق علاج کا حوصلہ افزا نتیجہ نکل رہا ہے اور جن مریضوں پر یہ تجربہ کیا گیا وہ تندرست ہو رہے ہیں۔

— کینسر کی ایک اور قسم کی میلنوما ہے۔ یہ مریض کو بڑی تیزی سے موت کی نیند سلا دیتی ہے۔ اس کی کوئی دوا اب تک نہیں پائی گئی تھی اور شعاع زنی سے بھی اس کا علاج نہیں ہو سکتا ہے۔ کینسر کی یہ مہلک قسم بھی ایک ایسے شخص کا خون داخل کرنے سے ٹھیک ہو گئی جسے پہلے اسی قسم کا کینسر ہو چکا تھا اور وہ خود بخود ہی قدرتی طور پر شفا پا گیا تھا۔

— ایک اور مرض ایکسرمن کلیروڈیسس کا بھی پہلی بار کسی قدر کامیابی سے علاج ہوا ہے۔ اس مرض میں پٹھے اکڑ جاتے ہیں اور جلد کا رنگ چمڑے کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے مریضوں کو ایک ایسی دوا کے انجکشن دیئے گئے ہیں جن سے جسم میں چونے کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔

مصنوعی گردہ

مصنوعی گردے سے مریضوں کی جانیں بچالی گئیں۔ قدرتی گردے خون صاف کرنے کا جو کام کرتے ہیں مصنوعی گردے نے بھی یہی کام دیا۔

— جن لوگوں کے جسم آگ سے جل چکے تھے ان کا خون جلے ہوئے بچوں میں داخل کیا گیا تو وہ بڑی تیزی سے صحتیاب ہو گئے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ جلنے سے جسم میں زہریلے مادے زیادہ شدت سے پھیلتے اور اثر کرتے ہیں اور چونکہ جسم زہریلے مادوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہوتا ہے اس لئے موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ جلنے سے شخص کا خون زہریلے مادّوں کو ختم کر دیتا ہے اور اس طرح ایسے شخص کا خون جلے ہوئے بچوں کے جسم میں داخل کرنے سے وہ صحتیاب ہو جاتے ہیں۔

— انسانی ہڈیوں کا گودا اب منجمد کرنے سے سالہا سال تک محفوظ رہ سکتا ہے اور خون کی کمی والے مریضوں کے جسم میں داخل کرنے سے وہ تندرست ہو جاتے ہیں۔

ککروں کا وائرس

ککروں کا وائرس جرم پہلی بار ککروں کے ایک مریض کی آنکھ میں دیکھا گیا۔ ایشیا، افریقہ اور یورپ کے بعض حصوں میں ۳۰ کروڑ اشخاص اس بیماری میں مبتلا ہیں۔ اب اس وائرس کے دریافت ہونے سے اس بیماری کا علاج بھی آسان ہو گیا ہے

پولیو کے وائرس کا سراغ

ایک برقی خوردبین سے پولیو کے وائرس کی تصویر انسانی خلیئے کے اندر لی گئی جہاں یہ گزند پہنچا کر انسان کو ٹانگوں کے فالج کا شکار بنا دیتا ہے۔ مشاہدے میں آیا ہے کہ یہ وائرس مرکزے کے اردگرد خلیئے میں نشو و نما پاتا اور تعداد میں بڑھتا ہے۔ پہلے یہ یقین کیا جاتا تھا کہ یہ مرکزے کے اندر ہی پرورش پاتا ہے۔ یہ بات بھی دریافت کی گئی کہ واحد وائرس چند گھنٹوں میں ایک لاکھ وائرس پیدا کرتا ہے۔

— خون کے اجزاء ترکیبی کی جانچ کے لئے برقی مقناطیسی طریقہ دریافت کیا گیا ہے۔

— امراض کی تشخیص کے سلسلے میں روشن رنگ استعمال کرنے کا طریقہ نکالا گیا ہے۔ اس سے خوردبین پر جراثیم بہ آسانی سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ رنگوں کی وجہ سے وہ زیادہ نمایاں ہو جاتے ہیں اس طرح مرض کا پتہ لگنے سے علاج آسان ہو جاتا ہے۔

— درد کا احساس کم کرنے کے لئے ایک نئی دوا تیار کی گئی ہے جو مارفیا کی نسبت زیادہ زود اثر اور کم ضرر رساں ہے۔

توبہ اور شکست توبہ

نام نہاد ایڈیٹر ہمارا اقدام اپنے توبہ نامہ کے آئینہ میں

شیراز اور نظام گزٹ کے پڑھنے والے ہزارہا ناظرین اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ روزنامہ ہمارا اقدام کے چیف ایڈیٹر Cheap Editor اسمعیل ذبیح نے ۲۸؍ نومبر ۱۹۵۹ء کو ایک توبہ نامہ پیشگاہ اعلیحضرت بندگان عالی میں بوساطت مدیر شیراز پیش کیا تھا۔ یہ توبہ نامہ بمصداق "نوشتہ بماند سیاہ بر سپید" روزنامہ نظام گزٹ مورخہ ۲۹؍ نومبر ۱۹۵۹ء میں اور اوسی تاریخ شیراز میں بھی شائع ہوا۔ چنانچہ خود ایڈیٹر ہمارا اقدام نے بتاریخ ۳۰؍ نومبر ۱۹۵۹ء "ذالک الخطاب لاریب فیہ" کے عنوان سے حسب ذیل نوٹ لکھ کر اس نے اپنے تحریری توبہ نامہ کی تصدیق و توثیق کردی ہے۔

ذالک الخطاب لاریب فیہ

بہ پیشگاہ اعلیحضرت بندگان عالی مدظلہم العالی

آج کے نظام گزٹ میں فرمودہ عالی کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ فدوی کی تحریر جو ۲۷؍ نومبر ۱۹۵۹ء کی بتوسط مدیر شیراز نذری باغ میں پیش ہوئی اس کا ایک ایک لفظ احقر کے اپنے قلم کا لکھا ہوا ہے جس کی عدم صحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فدوی کو اپنی معذرت کا اقبال ہے۔ اور وہ اپنے عہد کا پابند ہے کہ ان ممدوح کے خلاف کوئی مضمون یا خبر ہمارا اقدام میں آئندہ شائع نہ ہوگی۔

یہ جو کچھ کہ ہوا فدوی کی اپنی مرضی سے ہوا۔ اس میں کسی ترغیب و تحریص کا کوئی تعلق نہیں یہ ہرگز نہ ہوتا۔ اگر تسخیر صداقت احقر کے قلب کو مسخر نہ کرلیتی۔ بہر حال اس انقلاب پر فدوی خود کو خوش نصیب سمجھتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ ہوا وہ بلا کسی ذہنی تحفظ کے ہوا۔ فقط۔

المرقوم ۲۹؍ نومبر ۱۹۵۹ء

احقر اسمعیل ذبیح عفی عنہ

چیف ایڈیٹر روزنامہ ہمارا اقدام

اس توبہ نامہ اور اس کی تصدیق و توثیق کو پڑھ کر بعض صاحبان فکر نے یہ رائے قائم کی تھی "ہر توبہ کہ میکنی گناہ دگر است" کیونکہ جو لوگ صاحب کردار نہیں ہوتے ان کو توبہ کرتے اور توبہ توڑتے دیر نہیں لگتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابھی اس توبہ نامہ کی روشنائی خشک ہونے بھی نہ پائی تھی کہ نام نہاد ایڈیٹر ہمارا اقدام نے توبہ نامہ کا نقاب اتار کر اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے اخبار میں مذہب کے ٹھیکہ دار و جواب دِہ

قطعہ

بوئے گل شگفتہ جو مشک ختن میں ہے　　دنیا کی راحتیں بھی تو اپنے وطن میں ہے
تاریکی کہتی جاتی ہے چھا کر فلک پہ آج　　صورت یہ شمس کی بھی تو دیکھو گہن میں ہے

مرقوم ۱۶؍ جنوری ۱۹۶۰ء

(آداب نذری باغ بہ ۲ شیراز ہفتہ وار) (شمس تخلص ہے ...)

کے عنوان سے پھر ہذیان سرائی کرتے ہوئے انتشار و انتزاق، دل آزاری اور فرقہ وارانہ پھوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی عدالت کے فیصل کو پھر معرض بحث میں لاکر تحقیر عدالت کا مرتکب ہوا۔

اس نام نہاد ایڈیٹر ہمارا اقدام کی متضاد تحریروں سے جو ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کا سابقہ توبہ نامہ ایک رنگ تھا جو گرگٹ کی طرح بدلا گیا اور اس کا یہ موجودہ مضمون اس کا اصلی رنگ ہے جس پر اس کی سیاہ قلبی اور کورچشمی کا پرتو ہے۔

مسلمانوں کا جو کردار ان کو دوسرے اقوام میں ممیز و ممتاز کرتا ہے وہ زبان کی یک رنگی ہے۔ ایک سچا مسلمان ایک مرتبہ اپنی زبان سے جو کہہ دیتا ہے زبان بند ہونے تک اس پر قائم رہتا ہے۔ ایک سچا مسلمان جو بات برسر منبر کہتا ہے وہی بات وہ برسر دار کہنے میں بھی نہیں جھجکتا۔ سچ ہے زبان سے ایمان اور اسلام کا دعویٰ کرنا بہت آسان ہے۔ لیکن عمل سے اس دعوے کی دلیل پیش کرنا کار دارد ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی مجبوری تھی، وہ کونسا جبر تھا جس کے زیر اثر نام نہاد ایڈیٹر ہمارا اقدام نے اپنے گھٹنے ٹیکے، ناک رگڑی اور توبہ نامہ داخل کیا اور اب کونسا دباؤ پڑا جس کے تحت اس نے اپنی توبہ کو طہارت کے لوٹے کی طرح چلتا پھرتا کرتے ہوئے یاوہ گوئی شروع کر دی۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ توبہ کرتے وقت اس پر کوئی دباؤ نہ تھا جس کی تصدیق اس کی مطبوعہ توثیقی تحریر سے ہوتی ہے۔ اب رہے توبہ شکنی کے محرکات۔ یہ بھی صاف۔ ظاہر ہے کہ اس کی توبہ شکنی بھی کسی خاص دباؤ کے تحت نہیں بلکہ اس نے ابتداہی میں توبہ شکنی کی نیت کئے ہوئے توبہ کی تھی کیونکہ جن لوگوں کا کردار متزلزل ہوتا ہے وہ توبہ توڑنے ہی کے لئے توبہ کیا کرتے ہیں۔ اب یہاں یہ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ جو لوگ اپنی بات پر قائم نہیں رہتے، جن کی گفتار اور کردار میں بعد المشرقین ہوتا ہے۔ جن کے اقوال و اعمال میں تضاد ہوتا ہے وہ لوگ صبح کو سورج کی مدح سرائی کرتے ہیں اور شام ہوتے ہوتے رات کے گن گانے لگتے ہیں۔ ان کا نہ تو سوسائٹی میں کوئی وقار رہتا ہے نہ مذہبی حلقوں میں ان کو اچھی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور تو اور خود ان کی اپنی نظر میں ان کی کوئی عزت نہیں رہتی ہے۔ نہ صرف موجودہ زمانہ ہی ان پر نفرین کرتا ہے بلکہ آنیوالی نسلوں کو بھی ان پر لعنت بھیجنے کا استحقاق پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو کذاب، منافق، ریاکار، گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والا اور بگلا بھگت کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی ریاکاروں کی نسبت کیا خوب کہا گیا ہے ؎

تن اجلا من کالا بگلے کا سا بھیس
تو سے تو کاگا بھلا باہر بھیتر ایک

وہی شخص برگزیدہ نفوس کی شان میں گستاخی کرتا ہے جس کے دماغ میں فتور ہو یا جس کے اصل و نسل میں کوئی فرق ہو ایسے ہی لوگوں کی نسبت سعدی علیہ الرحمہ شیرازی نے وہ ٹوک فیصلہ کیا ہے ؎

بخیبش نخواہند اہل خرد
کہ نام بزرگاں بزشتی برد

سید صمصام شیرازی

مطابق ارشاد نبوی (حدیث)

وزیر شاعر لکھنوی کا یہ مشہور شعر زبان زد خلایق ہے۔

یعنی۔

وزیرا! بعد نبی مرتضیٰ نبی ہوتے
نہ ہوتی ختم نبوت اگر پیمبر پر

(آمدہ از بادگاہ بابائے شیراز ہفتہ وار) ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

بسلسلہ گذشتہ

قلمی چہرے!

از جناب تقی عابدی صاحب

(۱۱)

بڑے ثقیل قسم کے شاعر تھے۔ جتنے ثقیل قسم کے شاعر تھے اُس سے زیادہ ثقیل آواز میں سناتے تھے۔ چونکہ اُستاد تھے اسلئے آپکا نمبر آخر آخر میں آتا تھا اور جب آپ پڑھتے تھے تو رات کے سناٹے میں کوا کائیں کائیں کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ بالکل زاغ جنت

(۱۲)

بڑے بانکے اپنے استاد کے جانشین۔ کبھی مونچھوں کے ساتھ گل مونچھ بھی رکھ لیتے تھے اور کبھی مونچھیں تک چھوٹی کرا لیتے تھے۔ طبیعت بڑی مشکل پسند۔ مقررہ قافیہ سے دو تین لفظ آگے ہی قافیہ قرار دیکر آتے تھے بلکہ یوں مصرعہ کو اولیت قرار دیکر بڑی کامیاب چیزیں سناتے تھے۔ آپسے چند مقررہ محفلوں میں استفادہ کا موقع ملتا تھا وبس

(۱۳)

اچھے خاصے شاعر ہیں۔ کافی فکر سے کہتے ہیں مگر کبھی شاعری آپ کو چھوڑ دیتی ہے کبھی آپ شاعری کو چھوڑ دیتے ہیں۔ محفلوں سے کترانے لگے تھے۔ اور جھجکے جھجکے کہہ کر رکھ لیا کرتے تھے۔ آج کل پھر مرد میدان بنتے نظر آرہے ہیں۔ تحت اللفظ پڑھتے ہیں اور پڑھتے پڑھتے ہونٹ گول کرکے ناک اوپر چڑھا لیتے ہیں۔ شاید عینک کی نشست درست فرماتے ہوں۔ آپ ہیں بڑے کام کی چیز بشرطیکہ خود آپ بھی اسے محسوس فرمالیں۔

(۱۴)

شاعری آپ سے اور آپ شاعری سے بری طرح دست و گریباں نظر آتے ہیں۔ بہرحال ایک نے دوسرے کے [illegible] ڈھیلے کر دیئے ہیں۔ وہ زمانہ لد گئے جب محفل میں [illegible] نعرہ۔ آج کل چراغ کے نیچے اجالا اور اوپر اندھیرا [illegible] صدر تخت پہ اور شاعر کھڑے ہو کر سنا [illegible]

ایسی ہی ایک محفل میں آپ کے چہرے پر نظر جمانے کی کوشش میں ایک صاحب کی ٹوپی گر پڑی تھی۔ پڑھنے کا انداز بہت نرالا ہے۔ ڈکٹیٹر ہیں آپنے چارلی چیپلن کو تقریر کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ خدا جانے چارلی نے آپ کی نقل کی تھی یا آپ چارلی کی نقل فرماتے ہیں۔ پڑھنے کیا ہیں اچھے خاصے محفل پر بل پڑتے ہیں۔

(۱۵)

ڈوس قسم کی مذہبی شاعری فرماتے ہیں۔ ثقیل سے ثقیل اور خشک سے خشک مضمون کو شعر میں باندھ لینا آپکا محبوب مشغلہ ہے۔ آپ کے کلام میں فلسفہ کی خشکی اور مطالعہ کا بخار زیادہ رہا کرتا ہے۔ لیکن جب آورد کے بجائے آمد سے معاملہ پڑ جاتا ہے تو آپ کا شعر ایک ایسی تصویر بن جاتا ہے جو سب کے لئے نہ صرف جنت نگاہ بلکہ دعوت نظارہ ہوتا ہے۔ پہلے آپ کو شعر کہنے میں اتنی مشکل پیش نہیں آتی تھی جتنی پڑھنے والے کی تلاش میں جب کوئی پڑھنے والا مل جاتا تو آپ اسے عجیب مصیبت میں مبتلا کر دیتے تھے۔ محفل تعریف کرتی۔ پڑھنے والا ہکا بکا منہ دیکھتا رہ جاتا اور آپ درمیان میں اُٹھ اُٹھ کر سلام کیا کرتے۔ شکر ہے آج کل خود پڑھنے لگے ہیں۔

(۱۶)

زمین میں روئیدگی کی صلاحیت نہ ہو تو بارش کا کیا قصور۔ بہ کیف ضرور ہے کہ نیسان کا ہر قطرہ گوہر آبدار نہیں بن جاتے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔

(۱۷)

نخل زندگی میں پکے پھل کی طرح اس صورت سے لگے ہوئے تھے کہ اب ٹپکے کہ اب ٹپکے۔ ضعیفی کا شباب [illegible] ہو چکا تھا اکثر جوانی کی نوحہ خوانی کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ مسلم الثبوت استاد۔ میدان سخن میں [illegible] اسپ بلوپا بھر آپ کے قابو سے باہر [illegible] تھا۔ ردو [illegible] ممنون [illegible]

[illegible]

(۱۸)

اپنے تخلص کی بالکل ضد۔ مصائب کے انبار میں دبے ہوئے۔ مگر قناعت اور شکر کے مجسمے۔ غم روزگار کی شکایت کبھی نہیں کی۔ غالباً یہی وجہ تھی جو غم روزگار بھی ضد پر اتر آیا تھا اور آپ کو پیسے ڈالتا تھا۔ مگر آپ مسکرا کر ہر غم انگیز کر لیتے تھے۔ فطرتاً غیور۔ شرافت کے بلند مینار۔ علمیت کے سر بمہر خزانے۔ شاعری کا ایک ایسا چراغ جس کے بعد محفل شعر میں اندھیرا نظر آنے لگا ہے۔ غم اندوہ کی گھنگھور گھٹاؤں میں بھی آپ کے تبسم کی برق پاشیاں ہمیشہ سامان حیرت فراہم کرتی رہیں۔ رنجہ و الم کی فراوانی میں بھی "مزاح" کو کوئی پہلو جانے نہیں دیتے تھے۔ بڑے سخت استاد تھے۔ اصلاح خود نہیں دیتے تھے۔ شاگرد ہی سے شعر درست کراتے تھے۔ اسی لئے کوئی ٹکتا نہیں تھا۔ البتہ چند سخت جان تھے جو اس چشمۂ حیات سے تا بحد ظرف زندگی پاتے رہے۔ آہ۔ اب ایسا خضر راہ کہاں ملے گا۔

(۱۹)

طبیعت میں وہ بلا کی روانی اور جوش ہے کہ مصرع دیدیجئے کہ ذرا سی دیر میں اشعار کی ایک اسپیشل ٹرین آپ کے سامنے کھڑا کر دیں گے۔ جوانی کے دن لد چکے ہیں۔ ضعیفی کے پنجے کی گرفت دن بدن تنگ ہوتی جا رہی ہے مگر آپ دبنے کو تیار نہیں۔ چاہتے ہیں کہ اپنی جوانی طبعی سے ضعیفی کو شکست دیدیں۔ ابتک تو آپ ہی کامیاب نظر آتے ہیں۔ صاحب طرز شاعر ہیں۔ جوش روانی بلند ولولہ آپ کے خصوصیات ہیں۔ آپ کے کلام میں جو زندگی ہے وہ بڑے بڑے استادوں کو نصیب نہیں۔

(۲۰)

پیر نابالغ قسم کے شاعر ہیں۔ بغیر عینک کے اپنے شعر بھی نہیں پڑھ سکتے یہ تصفیہ آجتک نہ ہو سکا کہ آپ عینک زیادہ ہیں یا شاعر۔ دور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا ابھی سبزہ آغاز ہے کیونکہ داغ اقبال قسم کے آدمی ہیں نزدیک آ جائیں تو چہرے سے بوڑھاپا جھانکتا نظر آنے لگے ہے۔ زبان میں موسیقیت زیادہ ہے اسی لئے ترنم میں پڑھتے ہیں اور ترنم ایسا کہ خواہ کسی کا سہرا ہی کیوں نہ پڑھ رہے ہوں۔ دل دہاڑیں مار مار کر رونے کو چاہتا ہے۔

(۲۱)

بالکل دہان پان۔ دبلے پتلے۔ چھوٹی بحر کی مرصع غزل کی طرح۔ سرو قد آہو چشم۔ کسی شاعر کا آئیڈیل ہونے کے بجائے خود شعر فرمانے لگے۔ تخلص الٹ پلٹ کرنے کے عادی۔ پہلے محمد اور تخلص کرتے تھے اب کچھ اور تخلص فرماتے ہیں۔ حرف نہیں بدلے مگر تخلص بدل دیا ہے کہتے خود ہیں لکھتے بھی خود ہی ہیں مگر پڑھتے خود نہیں۔ کوئی دوسرا آپکا کلام پڑھتا ہے۔ اور آپ بیٹھے ہوئے شرماتے رہتے ہیں۔

(۲۲)

اپنے استاد کی بالکل ضد۔ مگر ہیں شاگرد رشید۔ تلاش اچھی ہے اچھی فکر کرتے ہیں۔ اچھا کہتے ہیں اور اچھی اچھی محفلوں میں اچھوں سے اچھے رہتے ہیں۔ اس لئے بعض لوگ آپ سے جلنے لگے ہیں مگر آپ اف نہیں کرتے پہلے خود کہتے تھے دوسروں سے پڑھواتے تھے۔ آجکل خود پڑھنے لگے ہیں۔ پڑھتے کیا ہیں۔ اچھی خاصی لٹھ گھماتے ہیں۔

(۲۳)

شاعرانہ ماحول میں آنکھ کھولی۔ شعر و سخن کی آغوش میں تربیت پائی۔ بچپن سے اچھے سے اچھے شاعر کو سنتے آئے ہوش سنبھالا تو خود بھی شعر کہنے لگے۔ اپنی محفلوں میں باالالتزام اور دوسری محفلوں میں گاہے گاہے پڑھتے نہیں پڑھواتے ہیں۔ حالانکہ اچھے خاصے پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ جانے کیوں؟

(۲۴)

والی طرف یعنے "نہوان" کے آدمی تھے۔ مگر بہت سیدھے سادھے۔ یک در گیر و محکم گیر کے اصول پر کاربند رہے۔ محفلوں میں تنہا نہیں آتے تھے۔ کم مگر اچھا کہتے تھے۔ تحت اللفظ پڑھتے تھے۔ اور بہت اچھا پڑھتے تھے۔ اب ایسے پڑھنے والے کہاں۔

(۲۵)

اونچا پورا قد۔ اچھا خاصہ ڈیل ڈول۔ ڈھیلی ڈھالی شیروانی۔ آنکھوں پر کالی عینک چاہے دن ہو یا رات۔ اپنی وفا پر نازاں۔ دکن میں پیدا ہوئے دکن ہی میں پروان چڑھے۔ گوشت پوست سب دکنی ہی کا اس کے باوجود اپنے کو دکنی نہیں لکھتے۔ شعر خوب

کہتے ہیں مگر ضرور تاً۔ آپ جیتے زیادہ ہیں پڑھتے کم ہیں۔ اور جب کسی محفل میں پڑھتے ہیں تو پڑھنے سے پہلے ہنستے ہیں۔

(۲۶)

شعر کم اور اچھے کہتے ہیں۔ مگر مشاعروں کی تاریخ ہیں۔ ایک ایک رات میں ۳ مشاعروں میں شرکت کر لینا آپ کا معمول ہے۔ شب بیداری میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ حافظہ اچھا ہے۔ مشاعروں کی تفصیلات بھولتے نہیں۔ اچھے اچھے شعر یاد ہیں۔ گھنٹوں مشاعروں پر گفتگو کر لیتے، کبھی نہیں تھکتے ہیں۔ اور بڑے پتہ کی باتیں بتاتے ہیں۔ کاش آپ انہیں لکھ کر محفوظ کر دیں۔

شاعرِ قوم پر فضلِ مولاؑ

۱۴؍ رجب بروز شنبہ جبکہ شاعرِ قوم حلمی آفندی کے اہل و عیال بغرض زیارت کوہ شریف گئے ہوئے تھے تو ان کی بچی قائم بی بی عمر ۷ سال کوہ قدم رسولؐ پر جا رہی تھی اچانک بچی کا پاؤں لڑکھڑایا اور وہ سیڑھیوں پر سے لڑھکتی ہوئی نیچے جا پہنچی۔ بفضلِ مولا شائل حال ہو گیا کہ بچی بچ گئی۔ بچی کے سر پیشانی اور گالوں پر خراشیں اور بعض گہرے زخم آ گئے ہیں۔
اللہ تعالیٰ بہ طفیل چہاردہ معصومینؑ قائم بی بی کو جلد صحت عطا فرمائے تاکہ شاعرِ قوم کی پریشانی دور ہو۔ آمین۔
کیا ہی اچھا ہو اگر کوہ قدم رسولؐ کی سیڑھیاں کلمہ گویان رسولؐ مقبول کی جانب سے اتنی ہی عمدہ تعمیر کروا دی جائیں۔ جیسی کہ سرکار حق آگاہ کی جانب سے کوہ مولاؑ پر تعمیر ہوئی ہیں

فرن ولا میں صاحبزادہ شہامت جاہ کی سالگرہ کی پُر مسرت اور یادگار تقریب

حیدرآباد۔ ۱۸؍ جنوری۔ آج بوقت عصر فرن ولا میں شہزادہ والاشان نواب معظم جاہ بہادر شجیع کے صاحبزادہ نواب شہامت جاہ سلمہٗ کی سالگرہ کی تقریب منعقد تھی۔ سرکار حق آگاہ کی سواری مبارک ٹھیک ۴½ بجے تہنیت افروز فرن ولا ہوئی۔ سرکار حق آگاہ کے تشریف فرما ہوتے ہی مراسم سالگرہ کا آغاز ہوا۔
مجلس عزائے حسینؑ برپا ہوئی۔ سید ناصر حسین میاں سوز خوان شاہی نے سلام شاہانہ پڑھنے کی عزت حاصل کی۔ سلام خوانی کے بعد سید العلماء آقای سید شاہ عباس منصوری نے فضائل مولائے متقیان بیان فرمائے سرکار حق آگاہ شہزادہ والاشان اور صاحبزادہ شہامت جاہ کے لئے دعائے درازی عمر و اقبال کی گئی جس کا استقبال آمین کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ کیا گیا۔ مجلس کے بعد مسجد فرن ولا میں صاحبزادہ شہامت جاہ نے صاحبزادیان والاشان سرکار حق آگاہ کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں سجدۂ شکر بجا لایا۔
صحن فرن ولا میں ایک خوبصورت شامیانہ نصب کیا گیا تھا تقریباً چار سو سے زیادہ معززین مدعو تھے۔ فرن ولا کی خوبصورت عمارت کو نہایت ہی سلیقہ کے ساتھ سجایا گیا تھا رنگ برنگ کے برقی قمقموں سے فرن ولا بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ سرکار حق آگاہ نے اس مسرت آگین تقریب کے متعلق ایک جامع اور بصیرت افروز تقریر فرمائی جس کو حاضرین نے ایستادہ ہو کر سماعت کرنے کی عزت حاصل کی۔
دوران تقریر میں سرکار حق آگاہ نے فرمایا کہ یہ بچہ محمدؐ و آل محمدؐ کے طفیل میں سرسبز و شاداب ہوگا۔ اس موقع پر شاعرِ قوم حلمی آفندی نے ایک شاہکار نظم سنائی جس کا ہر شعر سرکار حق آگاہ کی محبت میں ڈوبا ہوا تھا۔ شاعرِ قوم کی نظم کو شرکاء نے ایستادہ ہو کر سنا۔ تقریباً ۷½ بجے یہ پُر وقار اور یادگار تقریب اختتام کو پہونچی۔
خداوند عالم بہ تصدق محمدؐ و آل محمدؐ سرکار حق آگاہ کو صاحبزادہ شہامت جاہ کی سالگرہ اسی طرح صد سالہ سال تک منانا نصیب کرے
آمین بحق طٰہٰ و یٰسینؑ



شاہِ ولایت مولا علیؑ

از سیدہ طاہرہ بیگم

انبیا اور اولیا کا یوم ولادت قدیم زمانہ سے منایا جاتا ہے۔ اور جشن ولادت میں عموماً ان کی زندگی کے حالات اور ان کے تعلیمات کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ ہم ان کی نیک زندگی کے حالات کو سن کر خود بھی نیک بننے کی کوشش کریں۔

یہ مہینہ شاہِ ولایت مولا علیؑ کی ولادت کا مہینہ ہے۔ مولا علیؑ کی زندگی بچوں کے لئے درس اطاعت حق، جوانوں کے لئے راہِ حق میں ثابت قدمی اور جرأت و صداقت کا پیغام اور بوڑھوں کے لئے تقوی اور تزکیۂ نفس کا درس ہے۔ ہر شخص آپ کی زندگی سے اپنی ہمت ظرف اور توفیق کے مطابق اکتساب فیض کرسکتا ہے۔

مولا علیؑ جب بچے تھے تو آپ نے اپنے بزرگوں کی اطاعت کرکے بچوں کو اپنے والدین کی اطاعت کا سبق دیا۔ جب جوان ہوئے تو آپ نے راہ حق میں اسلام کا سینہ سپر ہو کر جوانوں کو اعلائے کلمۂ حق اور حریت کا درس دیا اور جب سن تا بیب کو پہنچے تو بوڑھوں کے آگے تزکیۂ نفس اور تقوی کا سبق رکھا۔

بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے یہ مدارج ظاہری [illegible] منصب ارشاد و مولائی [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

یوں تو مولا علیؑ اس [illegible] دنیا میں آئے [illegible] آپ کا نور، نور محمدی کے ساتھ [illegible] خلقت [illegible] عالم انوار میں تسبیح و تہلیل باری تعالیٰ میں مشغول تھا۔ [illegible] الله [illegible] فرماتے ہیں۔

جب [illegible] وہ تھا جو [illegible] پہلے

اس سے بھی امام تھا ہمارا پہلے

زرین اقوال

از ابتدا تا این وقت شیراز کی وفاداری میں فرق نہیں آیا۔ (سرکارِ حق آگاہ)

دنیا میں برائے سیر آئے جو علیؑ
اللہ نے گھر اپنے اُتارا پہلے

تاریخ عالم میں سوائے علیؑ کے کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوا کہ جس کی ولادت خانۂ کعبہ میں ہوئی ہو۔

خدا کے گھر میں جو پیدا ہوا ہو اس کو کیا کہیئے؟

ہم کو چاہیئے کہ ہم حضرت علیؑ کی سیرت پاک کا بغور مطالعہ کریں اور اپنے آپ کو ان کے غلاموں کی طرح ڈھالنے کی کوشش کریں۔

ہمارے سرکار اعلیحضرت بندگان عالی بچپن ہی سے حضرت علیؑ کے سچے پیرو ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج اہل حق آپ کا نام بڑے ادب و احترام سے لیتے ہیں اور آئندہ زمانہ نہ صرف حضور کا نام ہی عزت سے لے گا بلکہ حضور کی زندگی سے سبق بھی حاصل کرے گا۔

عاشق شاہِ ولایت زندہ باد
رونق بزم مودت زندہ باد

پیدا ہوا

آج مہر رحمۃ للعالمین پیدا ہوا ۔۔۔ آج محبوب خدا کا جانشیں پیدا ہوا
حضرت آدمؑ سے لیکر احمد مختار تک ۔۔۔ حیدر کرارؑ سا کوئی نہیں پیدا ہوا
[illegible] آسمانی [illegible] کیا دیا ۔۔۔ کعبۂ مقصود ارباب یقیں پیدا ہوا
خلق کا [illegible] اولیا کا پیشوا ۔۔۔ [illegible] حضرت روح الامیں پیدا ہوا

[illegible] جس کا نہیں مثل و نظیر
آج اے صمصام وہ دُرِ ثمیں پیدا ہوا

"یوم محمد قلی قطب شاہ"

سید صمصام شیرازی کے قلم سے

گذشتہ سال کی طرح اِس سال بھی ۱۰ ار اور ۱۱ ر جنوری کو ادارۂ ادبیات اُردو کے زیر اہتمام (جس کے صدر نواب زین یار جنگ بہادر اور معتمد ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور ہیں) یوم محمد قلی قطب شاہ شایانِ شان پیمانہ پر منایا گیا۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ اُردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر، قطب شاہی خاندان کا پانچواں بادشاہ اور شہر حیدر آباد کا بانی ہے۔ محمد قلی قطب شاہ اردو زبان کا اولین محسن تھا۔ اس نے ۱۲ برس کی عمر سے اُردو میں شعر کہنے شروع کئے اور اپنی ۴۷ سال کی عمر میں تقریباً پچاس ہزار شعر کہے۔

دنیا جانتی ہے اور عثمانیہ یونیورسٹی اور دارالترجمہ کی فلک بوس عمارتیں زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ اُردو زبان اور مشترکہ کلچر کو برگرم کرنے کی ابتدا اگر محمد قلی قطب شاہ نے کی تھی تو اعلیحضرت بندگان عالی حضرت آصف جاہ سابع نے اہتمام کرم فرمایا۔ اردو زبان کو یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم قرار دیکر اور اُردو کو سرکاری زبان بناکر اردو کو ایسی نئی زندگی اور طاقت عطا فرمائی کہ اُردو زبان امر ہوگئی۔ اگر اعلیحضرت بندگان عالی اپنے زرین دور حکمرانی میں اُردو کو یہ مرتبہ عطا نہ کرتے اور یونیورسٹی میں اُردو کو ذریعہ تعلیم نہ بناتے، دارالترجمہ کے ذریعہ فنی اور سائنسی اصطلاحات کا ترجمہ اردو میں نہ کرواتے تو کبھی کے اردو زبان مٹ گئی ہوتی۔ جو لوگ آج اس تعلق کی بنا پر یوم قلی قطب شاہ منارہے ہیں کہ وہ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر تھا اور اردو کا محسن اوّل تھا۔ ان لوگوں کا کیا یہ فرض نہیں کہ وہ اُردو زبان کے محسن اعظم یعنی اعلیحضرت بندگان عالی کے خلاف یاوہ سرائی کرنے والے اردو اخبارات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں اور یوم احتجاج منائیں۔

محمد قلی قطب شاہ کی یاد منانے کا پروگرام نہ صرف تفریح اور رنگارنگی کے اعتبار سے بلکہ افادیت کے اعتبار سے بھی ایک خاص پروگرام تھا۔ اتوار ۱۰ ر جنوری کو صبح دس بجے سے مختلف کالجوں اور مدرسوں کے طلبا اور آثار قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب نے گولکنڈہ کے شاہی محلات کا معائنہ کیا۔ دن کے گیارہ بجے سے گنبد محمد قلی قطب شاہ کے اندرونی حصہ میں بیت بازی کا مقابلہ ہوا۔ ۳½ بجے سے مقابر قطب شاہی کا معائنہ ہوتا رہا۔ اس کے بعد دور قطب شاہی سے متعلق کتابوں مخطوطات اور تصاویر کی نمائش کا افتتاح اسپیکر آندھرا پردیش شری کاشیو راؤ نے کیا۔ چھ بجے ڈاکٹر نیلم سنجیوا ریڈی چیف منسٹر آندھرا پردیش تشریف لائے۔ آقای حسین فنابطہ نے اپنے رفقائے کار کے ساتھ چیف منسٹر کا استقبال کیا۔ ۶½ بجے چیف منسٹر کی صدارت میں تقریروں اور نظموں کا پروگرام شروع ہوا۔ ڈاکٹر زور نے یوم قلی قطب شاہ کے متعلق رپورٹ سنائی۔ اس کے بعد شری نیلم سنجیوا ریڈی چیف منسٹر نے اپنے صدارتی تقریر میں ان چونکا دینے والے خیالات کا اظہار کیا کہ ساڑھے تین سو سال قبل سلطنت گولکنڈہ کے تحت تلنگی بولنے والے علاقے متحد تھے اور آج پھر ایک طویل عرصہ کے بعد یہ علاقے متحد ہوگئے ہیں۔ گولکنڈہ کی قدیم یادگاروں کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ کس قدر شاندار دور تھا۔ اور کتنا اچھا زمانہ تھا۔ نہ معلوم وہ دن پھر کب لوٹ کر آئیں گے! اس وقت ہر طرف خوشحالی تھی۔ غربت اور افلاس کا نام و نشان نہ تھا۔ محمد قلی قطب شاہ اپنے فرامین اردو اور تلنگی میں جاری کیا کرتا تھا۔ آندھرا پردیش کی اس خصوصیت پر مجھے فخر ہے کہ ہم نے ہر زبان کے ساتھ مساویانہ سلوک کیا ہے۔ اس جلسہ میں شری رنگا ریڈی ڈپٹی چیف منسٹر، آغا حیدر حسن مرزا، روشن علی خاں میئر بلدیہ اور شری مادا ناتی ہنمنت راؤ نے بھی تقریر کی۔ محمد قلی شاہ کی نظمیں ترنم کے ساتھ سنائی گئیں۔ صدر جلسہ نے انعامات و اسنادات تقسیم کئے۔ نماز کے بعد آتشبازی ہوئی۔ شری کاشیو راؤ اسپیکر آندھرا پردیش نے جنکی حیثیت ایک مورخ اور محقق کی ہے۔ اپنی تقریر میں کہا کہ مسلم بادشاہوں کے زمانہ میں آندھرا نے کبھی یہ محسوس نہیں کیا کہ اس پر مسلمانوں یا غیر ملکیوں کا تسلط ہے۔ گولکنڈہ کی مملکت آندھرا تاریخ کا ایک روشن باب ہے جس پر فخر کیا جاسکتا ہے۔ قطب شاہیوں کے زمانے میں اردو اور تلنگی آندھرا علاقہ کی زبانیں بن گئیں۔ اس لئے ان دونوں کو ترقی دکھائی جانی چاہئے۔ آگے چل کر شری کاشیو راؤ نے آصف جاہی خاندان کے متعلق کہا کہ نظام الملک تو محض بادشاہ تھے۔ اس رہا ہے کہ آندھرا کی خود کو ریاست کا حقیقی حکمران تصور کرتے

قطعہ

گفت جادہ کہ چہا کج رفتار گفت خامہ کہ عجب بد گفتار

گفت این اہل جہاں با تشویق اینا چہ مروے تونگر یہ کرر ار

مرقوم ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۶۶ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

یوم محمد قلی قطب شاہ کے اس یادگار موقع پر آقای حسین ضابطہ نے قلی قطب شاہ کے بعض تواریخ اور دور قطب شاہی کے بعض نایاب مخطوطات کے چھپوانے کی ذمہ داری لی۔ کیونکہ قلی قطب شاہ امام حسینؑ کا عاشق اور حسینؑ دوست بادشاہ اور آقای حسین ضابطہ دوستداران حسینؑ کو دوست رکھتے ہیں۔

اس موقع پر قلی قطب شاہ کے تعلق سے ایک غلط فہمی کو دور کر دیا جانا مناسب ہے۔ وہ یہ ہے کہ زمانہ حال کے اکثر ادیب مورخین اور ماہرین آثار قدیمہ (نیک نیتی سے) محمد قلی قطب شاہ کی مذہبی رواداری، غیر جانب داری اور بے تعصبی کو ظاہر کرنے کیلئے یہ لکھتے ہیں کہ چارمینار جو قلی قطب شاہ نے مسجد کے ساتھ مندر بھی تعمیر کیا تھا۔ لیکن سچ پوچھا جائے تو ایسا نہیں ہے۔ جس عمارت کو مندر مقصور کیا جاتا رہا ہے وہ دراصل "گلدستہ اذاں" ہے جو ایرانی طرز تعمیر کو پیش نظر رکھتے ہوئے بنایا گیا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد قلی قطب شاہ نہایت ہی بے تعصب، انتہائی روادار اور اپنی رعایا کے ساتھ مساوی سلوک کرنے والا بادشاہ گذرا ہے۔ لیکن اسکی بے تعصبی کو ظاہر کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کے تعلق سے من گھڑت افسانے بیان کئے جائیں اور گلدستۂ اذاں کو مندر کہا جائے۔ اصل میں خود چارمینار عزاداری کے تابوت کی نقل ہے۔ اور حقیقت میں یہ عاشور خانہ تھا۔ دوسری غلط فہمی شہر حیدرآباد کی بنیاد اور وجہ تسمیہ کے بارے میں پھیلائی گئی ہے۔ حیدرآباد کا نام "حیدرآباد" جھلم کی رقاصہ بھاگ متی کے نام پر نہیں بلکہ از راہ عقیدت حضرت علیؑ کے اسم مبارک کی برکت حاصل کرنے کیلئے حیدرآباد رکھا گیا ہے۔

تیسری غلط فہمی بھاگ متی اور قلی قطب شاہ کی داستان معاشقہ ہے جو بعض رنگین طبائع نے زیب داستان کے لئے گھڑا ہے ورنہ اصلیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ قلی قطب شاہ نے مکہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھتے وقت ہزاروں علماء اور مجتہدین کے روبرو یہ اعلان کیا تھا کہ اس مسجد کا سنگ بنیاد وہی رکھے جس کی نماز پنجگانہ میں ایک وقت کی بھی نماز کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔ لیکن اس اعلان کے بعد علماء اور مجتہدین کے مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ کسی میں اتنی جرأت نہ ہو سکی کہ وہ آگے بڑھ کر یہ کہے کہ میری کوئی نماز بھی قضا نہیں ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں ایک محلہ مجتہد پورہ کے نام سے موسوم تھا جہاں مجتہدین رہا کرتے تھے۔ اسی محلہ کا بگڑا نام آج مستعد پورہ ہے۔

بالآخر جب کوئی بھی آگے نہ بڑھا تو خود محمد قلی قطب شاہ نے یہ کہتے ہوئے کہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھا کہ الحمدللہ میں نے جب سے کہ ہوش سنبھالا ہے میری تہجد کی نماز تک بھی قضا نہیں ہوئی۔ صدا [illegible]

انصاف! ایسے تہجد گذار بادشاہ پر بازاری قسم کے عاشقہ کا الزام

[illegible] ۱۹ جنوری ۱۹۶۰ء [illegible]

اور مورخین سے ہمیں توقع ہے کہ وہ اپنے مضامین کے ذریعہ اس غلط فہمی کو دور کریں گے۔ اور بانیان جلسہ سے ہمیں توقع ہے کہ آئندہ یوم محمد قلی شاہ کے موقع پر محض زیب داستان کے لئے اس قسم کے من گھڑت افسانے بیان کرنے سے احتراز کریں گے۔

علی اصغرؑ

نواب میر محمد باقر صاحب باقر خانی ہمارے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کا کلام خلوص مودت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ذیل میں آپ کی ایک نظم شائع کی جارہی ہے جو گروہ اصغریؑ کے کامیاب جشن ولادت میں پڑھی گئی تھی۔ گروہ اصغریؑ تقریباً نصف صدی سے قائم ہے۔ اس گروہ کی جانب سے نوچندی مجالس ہوتے ہیں اور ہر سال حضرت علی اصغر علیہ السلام کی مجلس ۱۸ صفر کو برپا کی جاتی ہے اور ۱۵ رجب کو جشن ولادت منایا جاتا ہے۔ ہر سال جشن کے موقع پر فدایان شہزادہ علی اصغرؑ کی خدمت میں منجانب گروہ مختلف النوع تحائف پیش کئے جاتے ہیں۔ سابق میں اس گروہ کی جانب سے گلدستۂ قصائد شائع کئے جاتے تھے۔ طباعت کی موجودہ مشکلات کے پیش نظر غالباً اب گروہ کی جانب سے گلدستۂ قصائد شائع نہیں کئے جا رہے ہیں۔ اس کمی کو دور کرنے کی متبادل صورت یہ ہو سکتی ہے کہ منتظمین گروہ شعراء کے قصائد شیراز میں طباعت کیلئے روانہ کریں تو بلا معاوضہ طباعت کا انتظام کر دیا جائے گا۔

نظم جشن گروہ اصغریؑ

گنہگاروں کو محشر میں بچائیں گے علی اصغرؑ
عجب انداز سے بگڑی بنائیں گے علی اصغرؑ

مجھے معلوم ہے راہ محبت کی کٹھن منزل
گروں گا جب میں رستے میں اٹھائیں گے علی اصغرؑ

گناہوں کا میرے دفتر پھینک کر جنت میں جاؤں گا
انشاء اللہ سے مجھے جس دم بلائیں گے علی اصغرؑ

حیات جاوداں ملتی ہے ان کو جیتے جی جنہیں
خضر کی آب آنکھوں میں بسائیں گے علی اصغرؑ

نشانہ حرملہ کا قلب بن جائیگا محشر میں
جو ناوک فتح متعدد چلائیں گے علی اصغرؑ

کہا شہ نے کہ اک قطرہ نہ پایا دم آخر
مگر دریا شفاعت کے بہائیں گے علی اصغرؑ

اسی کے نام پہ نوح پڑھتا ہے جس کا
بھنور سے میری کشتی بھی بچائیں گے علی اصغرؑ

وہ ذاتی یقین اعتقادی مجھ سے کہتا ہے
علی کی گود میں مرقد میں آئیں گے علی اصغرؑ

قطعہ

مودت نور پاتی ہے آنکھ باقر
کہ میرے دل میں سو کر مسکرائیں گے علی اصغرؑ

دم آخر ذرا جنت نظم سے آ لے کے گھوارے
وہ تو تک جائیگا تو چونک جائیں گے علی اصغرؑ

Cafe City

کیفے سٹی



جس کیفے کے افتتاح کا آپ کو ایک عرصہ سے انتظار تھا

اس کا افتتاح ۴ر ڈسمبر کو ہوچکا ہے

اب آپ اپنے دوست احباب کے ساتھ

کیفے سٹی فیل خانہ قدیم روڈ بروے گوشہ محل ہائی اسکول حیدرآباد

میں تشریف لاکر چائے کا حقیقی لطف اٹھائیے

یہاں آپ کو تازہ خوش ذائقہ اور اعلیٰ درجہ کی چائے جو آسام اور نیلگری کے خاص خاص باغات سے منگوا کر ماہر فن سے تیار کرائی جاتی ہے ملتی ہے

و نیز

آپ کی ضروریات کی ہر چیز ہمارے پراویژن اسٹور میں واجبی قیمت پر ملتی ہے

نقل مضمون شائع شدہ در اخبار نظام گزٹ مورخہ ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

نذرانہ سپاس و تشکر

دنیا کا یہ ایک مُسلّمہ مقولہ اور اٹل قول و فعل ہے کہ "جس کو خدا رکھے اس کو کون چکھے"۔ تاریخ عالم اس کی گواہ ہے۔ انسانی تاریخ میں ایسے سینکڑوں واقعات موجود ہیں جو اس مقولہ کی صداقت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ حق و صداقت کا پرچم بلند کرنے والوں کے خلاف شیطانی اور طاغوتی طاقتیں صف آرا ہوتی رہیں اور اپنے پندار ناقص میں یہ تصور کرتی رہیں کہ وہ حق و صداقت کے پرچم کو سرنگوں کردیں گی لیکن ان کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ ایسی ملعون قوتیں شیطان سے لے کر یزید تک مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی رہیں لیکن ہر زمانے میں ذلیل و خوار ہوئیں۔ اور حق و صداقت راست بازی اور سچائی کو ہمیشہ فتح نصیب ہوتی رہی۔ کیونکہ اسکو ان قوتوں کے خلاف ہمیشہ اللہ کی تائید اور امداد حاصل رہی اور شان کبریائی نے یاوری کرکے ان قوتوں کو ہمیشہ ذلیل و خوار کیا۔

ف ۲۔ آج بھی جب کہ فسق و فجور کی تاریکی پھیلی ہوئی ہے اور ہر طرف کلجگ کا سماں نظر آرہا ہے انبیائے کرام اور ائمۂ اطہار علیہ السلام کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کو اپنے لئے مشعل راہ بنانے والوں اور حق و صداقت کا پرچم بلند رکھنے والوں کے خلاف زمانہ حال میں فرعون اور یزید کی روایات کے وارث صف آرا ہونے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اللہ پاک ہمیشہ حق و صداقت کے علمبرداروں کی کسی نہ کسی صورت میں مدد اور تائید کے سامان پیدا کر دیتا ہے اور حق و صداقت کی آواز کو دبانے کی کوشش ہر مرتبہ ناکام ہو جاتی ہے۔

اگر تاریخ کے اس سبق کو فراموش کرکے چند ہستی کے مارے عصر حاضر کے لات و منات یہ تصور کرتے ہوں کہ وہ اس حامی حق، جادہ پیمائے صداقت اور وابستہ دامان آصفی کے خلاف اپنی کارستانیوں میں کامیاب ہو جائیں گے تو۔

این خیال است و محال است و جنوں

کیونکہ انبیائے کرام اور بزرگان دین اور ائمۂ اطہار کو باطل کی طاقتوں کے خلاف ظفر مند و فتح یاب بنانے والا "اللہ کا ہاتھ" تھا تو "ید اللہ کے" عاشق صادق اس بندہ کی سرپرستی اور دستگیری کے لئے موجود ہیں۔ (خدا صد و سی سال سلامت رکھے۔ آمین) اور اس حق گو و صداقت شعار کو حضرت ظل اللہ کی "منجانب اللہ" تحفظ و صیانت کا بھروسہ اور یقین واثق ہے جیسا کہ یہ الطاف خسروانہ "خبر مسموع شدہ" کے زیر عنوان فرمان خداوندی شرف صدور لایا ہے (جو اخبار نظام گزٹ کی اشاعت دیروزہ میں زیور طباعت بنا ہے)

ف ۳۔ حضرت ظل سبحانی کے الطاف و اکرام شاہانہ سے جو سرفرازی حاصل ہوتی رہی ہے وہ ہمارے لئے ایک بے مثال اور لاثانی طرۂ امتیاز ہے اس اعزاز و امتیاز کا خود کو سزاوار رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا اور یہ حکم خدائے تعالیٰ پائے استقلال میں آئندہ بھی کوئی لغزش نہیں ہوسکے گی

ف ۴۔ حضرت ظل سبحانی کے الطاف و اکرام اور نوازشات میں حالیہ فرمان شاہانہ ایسا انمول اضافہ ہے جس پر اظہار تشکر و سپاس گذاری کے لئے مناسب و موزوں الفاظ کی عدم میسری پر قلم اپنی تہی دستی پر شرمسار ہے اور یہ صد ہزار ادب و احترام اظہار تشکر و سپاس گذاری پر بھی ہمارے ضمیر حق شناس کی یہی آواز ہے کہ۔

"حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا"

ف ۵۔ کینہ پرور قوتوں کے خلاف تحفظ و صیانت کا جو یقین حضرت ظل اللہ کے فرمان میں شرف صدور لایا ہے وہ منجانب اللہ ہے کیونکہ ہمارا ایقان ہے کہ ظل اللہ سے وابستگی ہی حصول خوشنودی اللہ کا ذریعہ ہے۔ ہماری وابستگی ان کبھی متزلزل نہیں ہوسکتی کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ خوشنودی اللہ کے حصول کے لئے حق و صداقت کی علمبرداری اور وابستگی دامن ظل اللہ لابد اور باقی ہوس ہے۔ ہم پھر ایکبار اس فرمان خسروی کے لئے حضرت اقدس و اعلیٰ ظل سبحانی کی بارگاہ ہمایونی میں بصد ہزار ادب احترام نذرانہ سپاس و تشکر پیش کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

اطاعت کیش سید عبدالرحمن ہاشمی

(آمدہ از نذر کیا باغ)

کوہِ مولا پر جشنِ امیرؑ

کوہِ مولا پر یوں تو روزانہ زائرین جایا ہی کرتے ہیں مگر ۱۲ رجب کو صبح ہی سے زائرین کا ایک تانتا سا بندھ جاتا ہے اور شام تک ایک بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس سال بھی ۱۲ ر رجب کی صبح سے زائرین جوق در جوق آنا شروع ہوئے۔ شام تک ان کی تعداد کثیر ہو گئی اور جشن کا سلسلہ شروع ہوا۔ مختلف اصحاب نے جناب امیرؑ کی شان میں قصائد سنائے۔ ساری رات قصیدہ خوانی ہوتی رہی۔

زائرین کی تعداد میں ۱۳ ر رجب کی صبح سے معتد بہ اضافہ ہوتا گیا۔ سرکار حق آگاہ کی جانب سے بارگاہ مبارک کے علاوہ صحن اور دالانوں میں فرش کیا گیا تھا صبح کے نو بجے سید العلماء والمتکلمین آقائی سید عباس شاہ منصوری نے بزبان فارسی فضائل و مناقب حضرت علی ابن ابیطالبؑ بیان فرمائے۔ سرکار حق آگاہ کی سلامتی کی دعا مانگی گئی۔ مومنین نے آمین کے فلک شگاف نعروں سے دعا کا استقبال کیا۔

دن کے ایک بجے منجانب انجمن اتحاد ایرانیان دکن محفل جشن منعقد ہوئی۔ شعرائے نامدار و محبان حیدر کرار نے بارگاہ علوی میں نذر عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ سید حیدر رضوی، عباس عابدی اور شاعر اہلبیتؑ علامہ نجم آفندی نے سامعین سے خراج تحسین حاصل کیا۔ قصائد خوانی کے بعد خطیب اہلبیتؑ عباس رضوی نے بڑے دل آویز طرز اور محققانہ انداز میں فضائل و مناقب مولائے متقیان بیان فرمائے۔

انجمن اتحاد ایرانیان دکن کی جانب سے بڑے پیمانے پر ہزاروں آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ "نیاز" کا سلسلہ دن کے ۱۱ بجے سے رات کے ۱۲ بجے تک برابر جاری رہا۔ آقائی محمد حسین دستی صدر انجمن، آقائی رستم کیانی، آقائی حسین ضابط آقائی جلال شریفی اور آقائی محمد علی دستی خاطر مدارات میں مصروف تھے۔

انجمن اتحاد ایرانیان دکن قابل مبارکباد ہے کہ موجودہ ہولناک گرانی اور اشیائے احتیاج کی بے پناہ مہنگائی کے باوجود انہوں نے بصرفِ زر کثیر ہزارہا افراد کے کھانے کا نہ صرف انتظام کیا بلکہ بہ حسن و خوبی اسے انجام دیا۔

اللہ تعالیٰ ان کی ہمتوں میں بلندی اور ارادوں میں تکمیل کی قوت عطا فرمائے تاکہ آئندہ بھی مولائے متقیان امیر المومنانؑ کے نام ہر سال سے زیادہ بڑے پیمانے پر زائرین کی مہمانداری کر سکیں (آمین)

نقل مضمون شائع شدہ در اخبار نظام گزٹ

مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۶۰ء

مدیر نظام گزٹ کے خلاف ایڈیٹر ہمارا اقدام کی درخواست استغاثہ مسترد کر دی گئی
"نذری باغ" کے زیر بحث مضمون کے الفاظ قطعاً سخت نہیں بلکہ بالکل بے ضرر ہیں
(فاضل سٹی مجسٹریٹ سوم کا فیصلہ)

حیدرآباد ۱۴ر جنوری سٹی مجسٹریٹ سوم نے اس درخواست استغاثہ کو مسترد کر دیا ہے جو اسمٰعیل ذبیح ایڈیٹر ہمارا اقدام نے ۹ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء کو مسٹر سید عبدالرحمٰن علمی ایڈیٹر نظام گزٹ اور سید فاروق احمد جوائنٹ ایڈیٹر نظام گزٹ اور نذری باغ کے ایک مضمون نگار کے خلاف تحت دفعات ۱۹۵ الف ۲۹۸ اور ۱۰۹ ۳۴ تعزیرات ہند پیش کیا تھا۔ فاضل مجسٹریٹ نے ۱۳ر جنوری ۶۰ء کو مستغیث اور اس کے پیش کردہ ایک گواہ کے بیانات قلمبند کرنے کے بعد درخواست استغاثہ کو مسترد کر دیا۔ فاضل مجسٹریٹ نے اپنے فیصلہ میں کہا ہے کہ:-

"زیر بحث مضمون "ہمدم"، مورخہ یکم جنوری ۶۰ء میں شائع شدہ ایک مضمون کے جواب کے سوا کچھ نہیں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ قطعاً سخت نہیں ہیں بلکہ بالکل بے ضرر ہیں اور اس کی کوئی وجہ نہیں کہ سنی یا شیعہ فرقہ کے لوگوں میں ان کو پڑھ کر اشتعال پیدا ہو: (دکن ہیں دکھارت نیوز)

آمدہ از نذری باغ

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

نقل مضمون شائع شدہ در اخبار نظام گزٹ مورخہ ۱۴ رجب المرجب سنہ ۱۳۷۹ھ م ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کو تمام ریاستوں میں قابلِ ضبطی قرار دے دیا گیا

مرکزی وزارتِ داخلہ کی جانب سے وضاحت، مسلمانوں کے دیرینہ مطالبہ کی تکمیل

نئی دہلی: ۱۳ جنوری (یو این آئی) سرکاری ذرائع کے بیان کے مطابق "کتاب خلافت معاویہ و یزید" پر ریاست دہلی میں امتناع عائد کیا گیا ہے۔ وہ سارے ملک میں نافذ العمل سمجھا جائیگا۔ چنانچہ انجمن محافظ الاسلام بمبئی کے معتمد عمومی کے نام حکومت ہند کی وزارت داخلہ کے انڈر سکریٹری مسٹر محمد رسول کا ایک مکتوب مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۵۹ء میں کہا گیا ہے کہ "دہلی اڈمنسٹریشن نے ضابطۂ فوجداری کے فقرہ ۹۹ الف کے تحت کتاب خلافت معاویہ و یزید کے تمام نسخے بحق سرکار ضبط کرنے سے متعلق جو احکام جاری کئے ہیں ان کو سارے ملک میں نافذ العمل تصور کیا جائے گا"۔

مرکزی وزارتِ داخلہ کی وضاحت سے ظاہر ہے کہ کتاب "خلافت معاویہ و یزید" تمام ریاستوں میں ممنوع قرار پا چکی ہے۔ اور اس کتاب کو جہاں کہیں پائی جائے قابلِ ضبطی قرار دیا گیا ہے۔ حکومت ہند کے اس اعلان کا عام مسلمانوں میں خیر مقدم کیا جا رہا ہے اور ان احکام کی وجہ سے مسلمانوں کے ایک دیرینہ مطالبے کی تکمیل ہو گئی ہے۔ ان احکام سے برادرانِ اسلام میں وہ تشویش جو ایسی فتنہ انگیز کتاب کی اشاعت سے پیدا ہو گئی تھی دور ہو جائے گی۔

قابلِ توجہ شریمتی معصومہ بیگم منسٹر مسلم وقف بورڈ آندھرا پردیش

عرس کوہ مولا کے سلسلہ میں قدیم سے یہ عمل درآمد تھا کہ بادشاہی عاشور خانہ سے کوہ مولا تک سڑک کے ہر دو جانب روشنی کا انتظام کیا جاتا تھا۔ جب برقی روشنی شہر حیدر آباد میں آگئی لنگر حوض سے پیٹرومکس سڑک کے ہر دو جانب لگائے جاتے تھے۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام کے بعد برقی روشنی کا سلسلہ لالہ گوڑہ تک پہنچ گیا تو پیٹرومکس کی روشنی لالہ گوڑہ سے کوہ مولا تک کیجانے لگی مگر چند سال سے دیکھا جا رہا ہے کہ لالہ گوڑہ سے روشنی کا کوئی انتظام نہیں کیا جاتا ہے۔ ۱۷ رجب کو زائرین کی تعداد ہزاروں سے لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے جن میں پیادہ اور سیکل سواروں کو سڑک پر روشنی نہ ہونے کے سبب بہت تکلیف ہوتی ہے۔ ہم کو توقع ہے کہ شریمتی معصومہ بیگم اس جانب خاص توجہ منعطف فرمائینگی تاکہ روشنی نہ ہونے کی تکلیف دور ہو جائے۔

قطعہ

گفت مضمون کہ ناشر گردید ||| گفت ہفوات کہ شائع گردید

در مقامہ ہمہ آمد سلسلہ دل ||| آخرش غائب و خاسر گردید

مورخہ ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

آمدہ از ندوہ باغ سرائے ...



کم آندھرا پردیش کی نئی عوامی وزارت نے اپنے اپنے عہدوں کا جائزہ لے لیا۔ مگر عوام یہ معلوم کرنے کے متمنی ہیں کہ ان وزراء صاحبان نے بے روزگاری اور ہولناک گرانی کا بھی جائزہ لیا کہ نہیں؟

کم نئی کابینہ میں اقلیتی طبقہ کے ایک مرد وزیر کی جگہ ایک خاتون وزیر کو لیا گیا ہے:۔
اقلیتی طبقہ کے نزدیک عورت مرد کا نصف ہوتی ہے۔ شرعاً بھی عورت مرد کے مقابلہ آدھا حصہ پاتی ہے۔ اور دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے اس لحاظ سے ایک مرد وزیر کی جگہ دو عورتوں کا وزیر بنایا جانا ضروری ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر شریمتی معصومہ بیگم کے دوش بدوش شریمتی شاہجہاں بیگم کو بھی ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے آندھرا پردیش کی وزارت میں منتخب کر لیا جاتا۔ ایکطرف حکومت کا بھلا ہی بھلا ہوتا اور دوسری طرف تیرہ کی نحوست سے نجات مل جاتی اور اراکین کی تعداد چودہ ہو جاتی۔

کم ہندوستان میں پندرہ لاکھ پاگل ہیں اور وزارت صحت نے تجویز پیش کی ہے کہ ہر ریاست میں دماغی امراض کا ایک مرکز قائم کرنا چاہیئے
وزارت صحت کو شائد یہ علم نہیں کہ پاگلوں کی تعداد پندرہ لاکھ نہیں بلکہ کروڑوں ہے اور پاگلوں کے مراکز آج سے برسوں پہلے ہندوستان بھر میں گاؤں گاؤں اور محلہ محلہ قائم ہو چکے ہیں۔

کم پاکستان کے ایک تاجر کو گھی میں گریس ملا کر بیچا کرتا تھا پندرہ لاکھ روپیہ جرمانہ اور پانچ سال کی سزا دی گئی
یہاں تو کرشنا کے تیل میں کروڈ آئیل اور مرچ پوڈر میں اسباڑے اور دشپتوے کے بیج۔ دھنئے میں گھوڑے گدھے کی لید ملی ہی میں

کم چربی۔ دودھ میں پانی۔ رنگ کا پوڈر۔ چانول میں گارے کے کنکر ملا کر بیچنے والے مزہ کر رہے ہیں۔

کم پنڈت جواہر لعل نہرو نے قوم سے اپیل کی ہے:۔
"چینی خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار رہو"، یعنی تقریریں سنتے چلے جاؤ اور ذہنی تھکاوٹ بالکل محسوس نہ کرو۔

کم "دوسری شادی پر پابندی"،
اگر پہلی شادی پر ہی پابندی لگادی جائے تو بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ حل ہو جائے۔

کم "تیسرے پلان میں تیس ہزار ڈاکٹر دلیکو تربیت دی جائے گی"، اور یہ تو بتائیے کہ مریض کس رفتار سے تیار کئے جائیں گے۔

کم شری ایس۔ کے پاٹل نے لوک سبھا میں کہا:۔
شکر کی کھپت بہت زیادہ ہے۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔ لوگ شکر زیادہ کھائیں گے تو اتنی ہی میٹھی باتیں کرینگے۔ ایسی میٹھی میٹھی باتیں کرتے نہ معلوم شری پاٹل کے پاس شکر کی کتنی کھپت ہوگی۔

کم پنڈت جی نے نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا:۔
"تعلیم یافتہ طبقہ خود کوئی کام نہیں کرتا صرف نصیحت کرتا ہے"،
عوام کی بھی یہی رائے ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ صرف نصیحت کرتا ہے اور وزیر صرف تقریر کرتے ہیں۔

فارسی شیراز هفته وار

مدیر سید صمصام شیرازی

مقام اشاعت چادر گهاٹ حیدر آباد ۔ ۲ انڈیا

دانشمندان نامی اسلام

مقریزی (تقی الدین)

مورخ و جغرافیادان بزرگ

تالیف دانشمند محترم آقای سید محمود خیری

مرسله دوست ارجمند آقای حسین ضابط

مدینه هوتل

مقریزی احمد بن علی بن عبد القادر مقریزی متوفی بسال ۸٤۹ هجری مطابق ۱٤٤۳ میلادی کتابی در جغرافیائی مصر بنام (المواعظ و الاعتبار بذکر الخطط و الآثار) تالیف کرده که در فن خود بسیار نفیس و از جمله کتب معتبر شمار می آید. کتاب مزبور یک بار در سال ۱۲۷۰ هجری در مطبع بولاق مصر و بار دیگر در سال ۱۳۲٦ در مطبعه نیل در قاهره پایه تخت مملکت مصر بطبع رسیده.

مقریزی که سکنی بابی العباس نیز می باشد از مشاهیر ارباب سیر و مورخین عرب بوده و عزت را در عزلت دیده و بدون ضرورت با کسی مراوده و از قبول قضا دمشق که تکلیفش کردند امتناع کرده آوازه او عالم گیر و ضرب المثل بوده و دارائی مصنفات بسیاری دیگر نیز می باشد که پاره ای از آنها را در اینجا یاد میکنیم اتعاظ الحنفاء باخبار الائمة و الخلفاء که در لاریب زیک و قدس شریف چاپ شده. الالمام باخبار من بارض الحبشة من ملوک الاسلام که در مصر چاپ شده. الاوزان و المکاییل که در آلمانیا بطبع رسید تاریخ الاقباط با اخبار قبط مصر. تاریخ مصر که از سال دوازدهم هجرت تا زمان خود تمام امور ملکیه و دینیه و وقایع مهمه مصر و احوال و اطوار و عادات مصریان و مسکوکات و مقیاسات اسلامیه و تمامی اطلاعات تاریخی و جغرافیائی آن دیار را ضبط و بقید کتابت در آورده و همین کتاب بالسنه خارجه نیز ترجمه شده و در قاهره چنانچه گفته شد بنام المواعظ و الاعتبار بذکر الخطط و الآثار که نام اصلی آنست چاپ شده است. النزاع و التخاصم فی ما بین بنی امیه و بنی هاشم. السلوک لمعرفة دول الملوک که در این اواخر در قاهره با ترجمه فرانسوی چاپ شده است. مشاهیر مصر که اصل نسخه آن به خط خود مولف در کتاب خانه پاریس موجود است. نبذة العقود فی امور النقود با کتاب النقود القدیمه و الاسلامیه و غیر از اینها که دویست کتاب متجاوز است از آثار اوست.

نسبت مقریزی به ناحیه ایست بنام مقریز از نواحی بعلبک که بلاد سوریه است می باشد.

مردان خودساختہ

ابراھام لینکان

ترجمہ:- آقای مسعود رجب نیا

مرسلہ:- آقای محمود دشتی خیام کیفی

(بسلسلہ گذشتہ)



رئیس جمہور لینکان ہفتاد و پنج ہزار داوطلب خواست۔ ہزارھا جوان از دانشگاھا و مراکز کار خود بمنظور لبیک گفتن بخواہش لینکان خارج شدند۔ شعار ہمہ این بود کہ (اتحادیہ کشورھای امریکا باید حفظ و حراست شود) سپس دعوت دیگری برای ۴۲۰۰۰ داوطلب بمدت سہ سال صادر شد۔

لینکان در کتابہای نظامی فرو رفت و در خطۂ ایالات کنفدراسیون آنچہ از خلیج و پنہ و رود و دورہ بود روی نقشہ پیدا کرد۔ در ۲۱ ژوئیہ ۱۸۶۱ سپاہیان اتحادیہ امریکا یعنی ایالات شمالی بہ کنفدراسیون یعنی ایالات جنوبی در محل پول ران حملہ ور شد ولی شکست خوردند۔ جنوبی ھا از این فتح سرمست و مغرور شدند و شمالیہا استنباط کردند کہ جنگی طولانی و خونین در پیش دارند بنا بہ پیشنہاد مقام ریاست جمہوری کنگرہ تصویب کرد کہ بمنظور ادامۂ جنگ قشونی مرکب از پانصد ہزار تشکیل شود و اعتباری معادل پنج میلیون دلار در اختیار دولت گذاشت۔

بار مسئولیت رئیس جمہور در اثر ایراداتی کہ رجال سیاسی او وارد میساختند سنگین تر و طاقت فرساتر میگشت۔ عدہ ای معتقد بودند کہ رئیس جمہور بسیار تندروی میکند و دیگران بالعکس شکایت داشتند کہ خیلی کند میرود و نسبت بایالات جنوبی طرفدار بردہ فروشی بسیار با ملایمت و مدارا رفتار می کند۔ انگلستان کہ با ایالات جنوبی روابط بسیار نزدیک تجارتی داشت ناگزیر از آنہا طرفداری میکرد۔ فقط نتیجۂ دقت در رہبری و ارادۂ او بود کہ کار جنگ داخلی را منجر بجنگ با آن کشور نکرد۔

در بحبوحۂ جنگ روزی لینکان از امضاء حکم اعدام نگہبانی کہ در محل نگہبانی خوابیدہ بود خودداری کرد و گفت نمی توانم قبول کنم کہ در آن جہان دامنم بخون این جوان آغشتہ باشد۔ زیرا این نگہبان جوانیست روستائی و شاید سالہا بمحض رسیدن تاریکی عادتاً بخواب میرفتہ و این عادت در او راسخ شدہ است بنا بر این نمیتوانم خود را راضی کنم کہ او را برای این عمل تیرباران کنند۔ آن جوان بخشودہ شد و بصفوف سپاہ پیوست بعد از آنکہ در جبہۂ جنگ جسدش را یافتند مشاہدہ شد کہ بر قلبش تصویری از رئیس جمہور قرار دارد و بر آن نوشتہ بود (خدا رئیس جمہور لینکان را حفظ کند)

اکنون شش ماہ از آغاز جنگ میگذشت و مسئلۂ عمدہ و حیاتی بردہ فروشی ہمچنان لاینحل ماندہ است ژنرال مک کلان سفارش میکرد کہ با احتیاط باید گام برداشت و باید شیوۂ مدارا پیش گرفت میگفت (اگر نظریات تند و بسیار مترقی مخصوصاً در بارہ مسئلۂ بردہ ای قشون ما را از ریشہ برمیاندازد)۔ لذا لینکان در اعلام نظریات خود تامل کرد و بہ انتظار فرصت نشست۔ در پائیز ۱۸۶۲ تصمیم گرفت بردہ فروشی بطور قطع براندازد و در ۲۳ سپتامبر با اعضای کابینہ گفت (من با خدای خود عہد کردہ ام کہ این عمل را انجام دہم)۔ متعاقب آن (اعلامیۂ آزادی) را کہ بموجب چہار میلیون بردہ آزادی بدست میآوردند صادر و چنانچہ خودش ہم میدانست و میگفت این از عمدہ ترین کاری است کہ در دوران زمامداری انجام گرفت و بزرگترین حادثۂ قرن نوزدہم بشمار ۔ ہنوز جنگ داخلی تمام نشدہ بود کہ لینکان برای دوم بریاست جمہوری انتخاب شد۔ در سخنرانی آغاز دوران دوم زمامداری اعلام داشت کہ پایان جنگ نزدیک است

مصحفہ برقی مشین پریس میں چھپکر دفتر شیراز ہفتہ وار چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد سے شائع کیا


ALPHA HOTEL
BOARDING and LODGING
OPP: SECUNDERABAD RLY. STATION
ALPHA hotel
PROVISIONS


ASSAM TEA DEPOT
تازہ خوش ذائقہ اعلیٰ درجہ کی چائے
ڈسٹ اور پیکو ڈسٹ وغیرہ
ملنے کا شاندار مرکز
آسام ٹی ڈپو
فون نمبر ۳۲۲۸


اصلی ایرانی زعفران کی بریانی
گرانڈ ہوٹل
یوسف بلڈنگ عابد روڈ حیدرآباد دکن
قیام وطعام کا شاندار مرکز
باسلیقہ مستعد ملازمین
یہ وہ خصوصیات جو "گرانڈ ہوٹل" کو دوسرے ہوٹلوں سے ممتاز کرتے ہیں


Garden Restaurant
گارڈن رسٹورنٹ لاج اینڈ پروویژن اسٹور
قیام وطعام کا شاندار مرکز
پر فضا اور صحت بخش مقام ★ آرام دہ عصری فرنیچر
پاک و صاف کشادہ کمرے ★ لذیذ اور صحت بخش کھانے

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
وفور عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مٹا کر آپ کو عثماں یہی کہتا ہے ہر اک سے
کوئی باب نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی
مقام اشاعت:- چادر گھاٹ لین حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴
روز جمعہ
۵ فروری سنہ ۱۹۶۰ء
م
۷ شعبان المعظم سنہ ۱۳۷۹ھ
شمارہ ۱۳، ۱۴

غزل

(مطلع) مٹے ہیں جہاں سے نشاں کیسے کیسے
بنے ہیں نئے مہرباں کیسے کیسے

ذرا دیکھ لے اپنا جامہ بدل کر
دکھاتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

یہ کہتا ہے ساقی کہ میخوار سارے
ہوئے ہیں یہ پیر جواں کیسے کیسے

خزاں آ گئی جب چمن میں عنادل
ہیں مصروف آہ و فغاں کیسے کیسے

سبھی عقل والے برائے تقابل
جہاں میں ہیں اہل زباں کیسے کیسے

عدو کے بھی دیکھو تو پردہ میں چھپ کر
کرشمے ہوئے ہیں نہاں کیسے کیسے

علیؑ کی صفت میں یہ کہتے ہیں پیرو
ہوئے ہیں یہ قصے بیاں کیسے کیسے

(مقطع) مسائل ہیں مذہب کے کہتا ہے عثماں
کئے جاتے ہیں این و آں کیسے کیسے

(جہلا)

مرقوم ۲۳ رجنوری ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)



طمع و حرص زر حلمی افندی کی

فرمایا۔ حال میں جو سالگرہ جونیر پرنسیس کے معصوم صاحبزادہ کی (لیلی نوبیگم شاہ کا جو صاحبزادہ فرن دلہا میں ہوئی تھی تو اٹے سوم اس سلسلہ میں دیا گیا تھا تو اس موقع پر اس نے مختصر سی نظم یا قطعہ لکھکر پڑھا تھا جیسا کہ چند سال قبل فرن ولا کی گھریرائی کی تقریب میں پڑھا تھا تو خاص حالات کے تحت اس کی موجودہ یافت پر (۲۵ مرتبہ) بھاری بیرکم کا اضافہ ہوا تھا بشکل صلہ۔ مگر اس کی چاٹ میں تنا اس کا خیال تھا کہ اس دفعہ بھی ہاتھ گرم کردیں مگر یہ توقع بے جا اس کی پوری نہوئی۔ بلکہ دل ہی دل میں رہی جس کی علامت اس کے چہرے سے ظاہر تھی (افسردہ بن کر)

۲ :۔ دوسری طرف اسکو خیال رکھنا چاہئیے بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن کا گھڑی گھڑی اعادہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ یہ مناسب ہے کہ ملازم صرف خاص ایسی بیہودہ حرکتیں کرکے خود کو بدنام کریں۔ کس لیئے کہ اول سے حلمی افندی کا رویہ کیسا رہا ہے وہ پوشیدہ نہیں بلکہ عالم آشکار ہے کہ اس کا ذکر نذری باغ کے مضامین میں ہوچکا ہے۔ چند سال قبل جو کہ نظام گزٹ یا شیراز میں موجود ہے اور اس کو باشندگان دارالشفاء اچھی طرح جانتے ہیں (خصوصاً اس کے ہمسرتبہ اشخاص) کہ شروع سے اس کی طرز زندگی کس طرح سے بسر ہوئی غیر خوشگوار حال میں۔

الحاصل حالات زمانہ بدلے ہوئے ہیں لہذا اس پر نظر رکھکر ہر شخص کو کام کرنا چاہیئے تا کہ کسی غلط اقدام سے نقصان کا منھ نہ دیکھیں ورنہ دنیا کی مثل ہے۔ کردنی خویش آمدنی پیش۔

مرقوم ۲۳ جنوری ۱۹۶۰ء　　(منقول از نظام گزٹ)

اکبر علی خان بیارسٹر کا مضمون

(شائع شدہ در رہنمائے دکن مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۶۰ء)

اس کو دیکھکر فرمایا کہ غیر متعلقہ اشخاص کو نظام چیاریٹی ٹرسٹ کی کارکردگی میں مداخلت نہ کرنا چاہیئے کہ ٹرسٹ مذکورہ کا پیسہ گورنمنٹ کا نہیں ہے بلکہ نظام کا خانگی ہے۔ اور وہ اپنے مقصد کی تکمیل کس طرح کرنا اور اگر اس میں نقائص ہیں تو کس طرح دفع کرنا اغیار سے بہتر جانتا ہے جب کہ وہ عند الضرورت پرائم منسٹر انڈیا سے مشورہ بھی لیتا ہے۔ جو ہر طرح کافی ہے۔

مرقوم ۲۳ جنوری ۱۹۶۰ء　　(منقول از نظام گزٹ)

مسئلہ گھرداری پرنس مفخم جاہ
(صاحبزادۂ خورد سینیر پرنس)

فرمایا بچہ تعطیلات میں جو یہاں آیا ہوا تھا تو میرا ارادہ تھا کہ ایک دن اسکو تنہائی میں نذری باغ طلب کرکے اس کا عندیہ لیتا کہ کیا وہ بھی مثل اپنے بڑے بھائی مکرم جاہ خود اپنی ذاتی ذمہ داری پر کام انجام دینا چاہتا ہے یا دادا کو بزرگ خاندان سمجھکر اونکے صوابدید پر اسکو چھوڑنا چاہتا ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ دوسرے کاروبار کی وجہ سے مجھے اسکا موقع نہیں ملا اور ادھر بچہ کو وقت پر انگلینڈ جانے کیلئے تیار ہو جانا پڑا۔ خیر کچھ مضائقہ نہیں دیر آید درست آید۔ دوسری طرف ایک سال کے بعد یہ سن رُشد کو پہنچے گا۔ یعنی ۲۱ سال میں اور آکسفورڈ یونیورسٹی کی تعلیم جبتک ختم ہو جائیگی۔ اسکے بعد آیندہ اکٹوبر یا نومبر میں پھر یہاں آئیگا۔ اور سُنا ہے کہ وہ قانون (LAW) کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے جس کیلئے وہاں انگلینڈ میں ہونا مناسب ہوگا یا یہاں حیدرآباد میں غور ہو کر تصفیہ ہوگا۔ مگر چونکہ میں مشرقی ہونے سے میرے خیالات مشرقی ہیں نہ کہ مغربی۔ اور یہ بھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس بچہ کے خیالات اپنے بڑے بھائی کے مانند نہیں ہیں بلکہ دوسری قسم کے ہیں اور ساتھ ہی طبیعت غیور رکھتا ہے مثل اپنے چچا جونیر پرنس کے اور بچہ کی صحبت میں جو لوگ رہے ہیں اس کی طفلی کے زمانہ سے اور جو اس کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اون کا خیال ہے کہ وہ اس مسئلہ مذکورہ کو دادا پر چھوڑیگا۔ الحاصل اگر یہ جو بیان کیا گیا ہے واقعی صحیح ہے تو اس کا اطمینان کر لیکر پھر مجھے اس بچہ کے سود و بہبود میں جو کچھ کرنا ہوگا اپنی ذمہ داری پر کرونگا جو لائق دید ہوگا اور ساتھ ہی اس کے قیام کے لئے (جیسا کہ پیشتر اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا نظام گزٹ میں)۔ ابھی سے ایک موزوں مکان خرید کر کے (اپنے ذاتی پیسہ سے) اس بچہ کو عطا کرنا چاہتا ہوں بہ شکل قانونی ٹرسٹ۔ بہرحال ابھی سے میرے ذہن میں یہ سب امور موجود ہیں۔ اور انھیں پر میری توجہ مرکوز ہے۔ مبارک باشد۔

زیادہ۔ عمر طویل توفیق جزیل باد بہ سرسبزی و کامرانی کہ یہ بھی بساط آصفجاہی کے ممتاز مہروں سے ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ یہ ایک دن ایک چیز بنکر نکلے گا۔ اور خود کو مداحان علیؑ میں شامل کرکے شہنشاہ نجف کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوگا اور ساتھ ہی دادا کے مانند آزاد مشرب کہلائیگا۔ بعونہ و کرمہ۔

—————— مرقوم ۲۴ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نذری باغ)

خرابیٔ صحت زین یار جنگ

فرمایا اسکا سلسلہ چند ماہ سے ہے کہ یہ نہ تو ٹرسٹیز میٹنگ میں شریک ہوسکتے ہیں (کیونکہ علاوہ چیارٹی ٹرسٹ وہ دوسرے ٹرسٹ کے بھی ٹرسٹی ہیں) اور نہ اپنا مفوضہ کام انجام (Trust)

دے رہے ہیں لہٰذا اگر یہی سلسلہ کچھ مزید مدت تک چلیگا تو اس وقت ان معاملات کو مجبوراً کورٹ میں پیش کر کے کورٹ کی رائے حاصل کرنا ضروری ہوگا کہ ان حالات میں عدالت کا کیا فیصلہ ہے تاکہ اس کے مطابق متعلقہ ٹرسٹیز کام کرسکیں کس لئے کہ وہ اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے خاموش نہیں بیٹھ سکتے۔

دوم ٹرسٹ کے قواعد کے لحاظ سے اگر کوئی ٹرسٹی اپنی مفوضہ خدمت نہ کرے تو وہ مقررہ معاوضہ نہیں پاسکتا۔ (Remuneration)

ف ۲ الحاصل اس مسئلہ سے متعلق جو مسطور لکھاگیا ہے حضرت سٹلر اور ڈونر زین یار جنگ کو آگاہ (as Settler and doner)

کرنا ضروری تھا وہ بھی اتنی طویل مدت خاموش رہکر جس سے زائد اور مزید انتظار کرنا ناممکن تھا جو اغراض ٹرسٹ پر اثر انداز ہوتا۔

مرقوم ۲۵ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

مسئلہ حفاظ

فرمایا مَیں نے بغور اپنی ساری عمر میں دیکھا کہ بجز غریب غربا کے لڑکوں کے کوئی بیوپاری یا کم گھر ہو یا ذی وجاہت خاندان کے افراد حافظ نہیں بنتے اور اگر خال خال کہیں ایسا نظر آیا ہے تو یہ گنتی شمار میں نہیں آسکتا۔ لہذا معلوم ہوتا ہے (کہ اس سعادت سے مؤخر الذکر طبقہ محروم ہے) کہ دوسری طرف قدرت کو ان دو گروہ میں فرق رکھنا منظور تھا۔ یا یوں کہ مذکورہ مؤخر گروہ یہ کام انجام نہیں دے سکتا یعنی تجہیز و تکفین کے موقع پر ہو یا نذر قبور ہو یا زیارت چہلم کے موقع پر ہو یہ پڑھ نہیں سکتا یہ سمجھ کر کہ یہ کام اس کا نہیں ہے ورنہ فرق مراتب کا معنی و مفہوم ذہن سے یا آنکھوں سے غائب ہو جائے گا۔

الیٰ اصل خدا ہی اپنی مصلحت کو بہتر جانتا ہے بہ نسبت بندوں کے جس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ اور دوسری طرف کم سن بچوں کا ۳۰ پارے حفظ کر لینا یہ صرف قرآن کا معجزہ ہے اور کچھ نہیں۔

مرقوم ۳ر فبروری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

اٹ ہوم بتقریب غسل چھلہ صاحبزادی نواسہ لیلیٰ بیگم
(در عدن باغ)

فرمایا اچھی خاصی پارٹی تھی چار اور پانسو اشخاص کی۔ جس میں میرے افراد خاندان کے سوا معزز طبقہ کے اصحاب۔ اور نذری باغ کے لڑکے شریک تھے۔ مگر یُونیر پرنس کے پاؤں میں درد ہونے سے مجبوراً شریک نہیں ہو سکے۔ اور سینیر پرنسس جو فرل و یلا کے اٹ ہوم میں ناسازی مزاج کی وجہ سے شریک نہیں تھیں۔ اس دفعہ ان کو اس کا موقع ملا۔ چنانچہ وہ چند ملبوس برائے ماں و بچہ معہ نوٹ اس موقع پر بھیجی تھیں۔ جس کا شکریہ بچہ و ماں کی طرف سے ادا کر دیا گیا۔

ف۲ وقت برخاست ذی پوزیشن اصحاب معظم جاہ کو دیکھ کر (مکان کے ورانڈہ میں) محظوظ ہوئے اور درازی عمر کی دعا کی۔

بہرحال آج یہ تقریب بخیر و خوبی اختتام کو پہنچی جو کہ ایک یادگار چیز تھی۔ بعونہٖ و کرمہٖ

مرقوم ۲۷ر فبروری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

مختصر سی تقریر بزرگ خاندان کی

بر موقع ایٹ ہوم ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء بہ سلسلۂ ولادت معصوم صاحبزادہ ممتاز علی خان ۱۶ دسمبر سنہ ۱۹۵۹ء

(در عدن باغ وقت عصر)

فرمایا میں بہ حیثیت بزرگ خاندان چند جملے اس موقع پر کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہیں۔ یعنی سینیر پرنس (یعنی بڑے صاحب) اس وقت یہاں نہیں ہیں مگر بغرض علاج بمبئی میں ہیں۔ اور جونیر پرنس (یعنی چھوٹے صاحب) پیر میں درد ہونے سے نہیں آسکے۔ مگر دوسری طرف بچی کے بڑے بھائی کی بیوی یعنی بڑی دولہن موجود ہیں جنہوں نے بچی کی گلپوشی بر موقع غسل چلہ کر کے بچی اور اس کی ماں لیلیٰ بیگم کی عزت افزائی کی جو خاندان میں یادگار رہے گی۔

دوم جیسا کچھ عالمگیر انقلاب ہے اس کے مدنظر ہر خاندان کے بزرگوں کو چاہیئے (چاہے وہ خاندان بڑے ہوں یا چھوٹے جبکہ اس سے یہاں بحث نہیں ہے) اپنے خوردوں کا خیال رکھ کر ان کے سود و بہبود سے متعلق جو کچھ ممکن ہو (اپنی استطاعت کے موافق) یہ اپنا فرض منصبی ادا کردے کر خود اس سے سبکدوش ہوں اور دوسری طرف فریقین کو اطمینان قلب حاصل ہو کیونکہ زمانہ جیسا کچھ رنگ بدل رہا ہے اسکے مدنظر غفلت میں نہ رہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ جو چیز آج حاصل ہے وہ کل ممکن نہ ہو اس لئے وقت کو غنیمت سمجھکر بغیر تعویق بے جا یعنی اپنے فرائض منصبی کی ادائی میں قاصر نہ رہیں کس لئے کہ دنیا کا مسلمہ مقولہ ہے کہ کار امروز بفردا مگذار۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوگا تو پھر خوردان اپنے بزرگوں کو یاد نہ رکھینگے۔ (جبکہ یہ اول الذکر دنیا میں نہ ہوں۔ کیونکہ ایک دن سب کو دنیا وقت پر چھوڑنا ہے) بلکہ ان کو یکسر اپنے حافظہ سے محو کردیں گے یہ سمجھکر کہ بزرگوں نے کونسا لطف و کرم ان پر کیا تھا جو قابل یادگار تھا۔ اور اگر احیاناً ایسا ہوا تو پھر سب منصف مزاج اصحاب کے ہاں خوردوں کا کہنا ہر طرح درست و صحیح سمجھا جائے گا یعنی اس پر حرف گیری نہ ہوسکے گی۔

آخر میں کہا کہ چونکہ ہم اور ہمارے بزرگاں مشرقی تھے اس لئے ہمارے خیالات بھی مشرقی ہونا ضرور رہی ہے۔ گو حالات زمانہ یا ضرورت کے تحت اگر ہم نے مغربی علوم یا تعلیم و تربیت یا طرز تمدن و معیشت اختیار کرلیا تو وہ دوسری چیز تھی جو ہمارے خیالات مذکورہ کو نہیں بدل سکتی۔ چنانچہ مثالاً کہتا ہوں کہ سینیر پرنس نے وہ مضمون اخبار نظام گزٹ میں دیکھ کر جو کہ مفخم جاہ کی گھر داری سے متعلق طبع ہوا تھا اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا کہ "اگر میرے دوسرے بچہ کی شادی دادا کے ہاتھ سے (جب کہ وہ اس مسئلہ کو دادا کے صوابدید پر چھوڑے) حیدرآباد میں مشرقی طریقہ پر ہو تو اس سے زیادہ کوئی اور چیز اون کے یعنی ماں کے لئے زیادہ مسرت کا باعث نہ ہوگی جب کہ دادا نے اس معاملہ میں اپنی دلچسپی کا اظہار کرکے اس معاملہ پر روشنی ڈالی ہے۔"

الحاصل اس تقریر کے بعد محفل برخاست ہوئی بخیر و خوبی۔ وقت مغرب۔

دیگر سینیر پرنس کے بڑے صاحبزادہ مکرم جاہ کا ٹیلگرام آیا ہے کہ ہوائی جہاز کا انتظام ہو رہا ہے۔ اور جب قریب میں بہ مکمل ہو جائے گا تو ہفتہ عشرہ میں وہ انشاءاللہ اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ اپنے وطن حیدرآباد کو واپس آکر جو خدمت ان کے سپرد کی گئی ہے (یعنے ٹرسٹی شپ برائے چیارٹی ٹرسٹ نظام پر) بغیر تعویق کام کرنا شروع کر دیں گے۔ اور ممکن ہے کہ گنجائش نکال کر دوسرے ٹرسٹ پر بھی انکو شرکت کا موقع دیا جائے گا بہ حیثیت ٹرسٹی کہ دادا کے بعد وہ اپنے والد سینیر پرنس کی نیابت کے فرائض انجام دیں گے۔

الحاصل ٹرسٹیز میٹنگ ۹ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء کو کنگ کوٹھی میں مقرر ہو چکی ہے جب کہ سب مختلف ٹرسٹ کے مسائل پیش ہو کر تصفیہ پائیں گے جو کہ اس وقت معرض بحث میں ہیں زیادہ۔ تمت بالخیر

(بطور شگون نیک معصوم کو سینیر پرنس کے گود میں دیا گیا تھا)

مرقوم ۲۸ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

جدید قاعدہ برائے تقاریب متعلق خاندان نظام

فرمایا آیندہ سے ایسے مواقع پر نظم ہو۔ یا قطعے ہوں یا مبارکباد ہو ان کا پڑھنا ہائی سوسائٹی کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ طریقہ آیندہ کیلئے مسدود کردیا گیا ہے۔ البتہ کسی کو یہ پیش کرنا ہو تو نذری باغ میں اسکا موقع حاصل ہے۔ دوسری طرف یہ جو مشہور ہے کہ اس ذریعہ سے ہاتھ گرم کیا جاتا ہے اس کا بھی انسداد ضروری تھا جو بدنمائی پیدا کر رہا تھا۔ نظر بران چند سطور۔ لکھکر اس پر روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ مطلع صاف ہو۔ غبار آلود نہ رہے۔ چنانچہ حلمی افندی نے یوم چہارشنبہ چند قطعات پڑھنا چاہتا تھا (بر موقع آٹھ ہوم در عدالت باغ) تو اسکی اسکو اجازت نہیں دی گئی۔ اور یہ وہی قطعات تھے جو کہ اسی اخبار میں علیحدہ طبع ہوئے ہیں (جن میں کوئی خوبی نہیں ہے)۔

مرقومہ ۲۹ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

ٹرسٹیز میٹنگ ۔ بتاریخ ۹ فروری ۱۹۶۰ء در کنگ کوٹھی

فرمایا یہ میٹنگ جیسا کہ عام قاعدہ کے تحت ہوتی ہے ہوگی ۔ اور اس کے بعد کسی قدر وقفہ کے ساتھ وہی یوم (چونکہ ۱۰ فروری ۱۹۶۰ء کو جو ٹرسٹیز یہاں آئینگے وہ واپس جانے والے ہیں) چند ٹرسٹیز کے ساتھ بعض امور سے متعلق بحث و مباحثہ ہوگا جس میں کوئی غیر متعلقہ اشخاص شریک نہ ہونگے (Informal Discussion) ۔ اور جو کچھ طے ہونا ہے قطعی طور پر طے ہو کر اس کا خلاصہ پرائم منسٹر انڈیا کے علم و اطلاع کی غرض سے بھیجی جائیگا ۔ تاکہ ہر چیز مستحکم بنیاد پر ہو ۔ یہ این وجہ کہ علاوہ چیارٹی ٹرسٹ ۔ دوسرے مختلف ٹرسٹ پر مکرم جاہ (صاحبزادہ کلاں سینیر پرنس) کو مقرر کرنا ضروری ہے جلئے نکال کر ۔ تاکہ ان سب امور سے وہ واقف ہوں جو زمانہ آئندہ میں انکو یہ کام انجام دینا ہے دادا کے بعد اپنے پدر بزرگوار کی نیابت میں جب کہ یہ اہم خدمت ہوگی جو ان سے متعلق ہوگی ۔ بس ۔ (Important Notes)

مرقوم ۳۰ جنوری ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

گل پوشی گلِ پیرہن

جانِ گلستان صاحبزادہ میر ممتاز علی خان طول عمرہٗ نبیرۂ سلطان العلوم سلطان الشعرا بندگانِ عالی مدظلہ العالی

۱
نواسے کا جشنِ مسرت مبارک — ہو سرکار کو یوم عشرت مبارک
عدن باغ کے پھول کہتے ہیں حلمی — مبارک سلامت، سلامت مبارک

۲
عدن باغ کے دُرِ غلطاں کو دیکھو — چلو چل کے ممتاز علی خاں کو دیکھو
وہ ہے شہدی اور یہ ممتاز عالی — یہ جانِ دکن کے دل و جاں کو دیکھو

صاحبزادی شہدی بیگم — نبیرۂ شاہ عالی

۳
جو جانِ دکن زینتِ انجمن ہے — عدن باغ لاریب رشکِ عدن ہے
ہو ممتاز کا کیوں نہ "ممتاز جھلہ" — ہر اک پھول گلشن کا گل پیرہن ہے

۴
جوانی کا سبزہ جب آغاز ہوگا — تو یہ شہ کا شاہین شہباز ہوگا
ہیں ممتاز جس طرح عالم میں نانا — نواسہ بھی اک روز ممتاز ہوگا

(سرکار ظلہ) — صاحبزادہ ممتاز علی خاں

اُسی کی مسرت میں یہ کلبلی ہے — وہ سرکار کی شہدی جو کلی ہے
نظارہ کریں چرخ سے ابن مریم — "یہ دُرِ عدن باغ ممتاز علی ہے"

۲۷ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ م ۲۷ جنوری ۱۹۶۰ء (در عدن باغ) (منقول از نظام گزٹ) ۱۹۵۹ء نتیجۂ فکر حلمی آفندی

تبصرہ بر معروضۂ خطیب مدیر ہمارم

مورخہ ۲۰ رجب سنہ ۱۳۷۹ھ

فرمایا اس کا معروضہ جو پیش ہوا تھا نذری باغ میں اوسکی نقل اس اخبار نظام گزٹ میں طبع ہوئی ہے جس میں اپنی لاعلمی کا جو عذر کیا ہے کہ کیا قاعدہ مقرر تھا یعنے جتنے امداد پانے والے ہیں انکو بیرون حیدرآباد جانا ہو تو اسکی اطلاع دیکر یا اجازت حاصل کرکے جاسکتے ہیں۔ درست نہیں ہے۔ بدین وجہ کہ لو فرضاً اگر عذر کو معقول سمجھا جائیگا تو پھر یہ حرکت اس سے پہلی دفعہ ہونی چاہیے تھی جبکہ یہ بمبئی گیا تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ جان بوجھ کر اوسنے یہ حرکت کی تھی۔ خیر اس دفعہ تو نظر انداز کیا گیا۔ اگر آئندہ پھر آپ سے کسی قسم کی لغزش ہوگی تو ۲۴ گھنٹہ میں یادداشت اسکی امداد متوقف کرکے اسکا اعلان نظام گزٹ میں کردیا جائیگا کہ اسکی نسبت اسکا گذشتہ زمانہ کا گزارا کیا مذموم رہا تھا عیاں تھا جو کہ ریکارڈ پر ہے) اسلئے نذری باغ کے خیالات اسکی نسبت اچھے نہیں ہیں اور نہ اسکے قول و فعل پر بھروسہ ہوسکتا کہ یہ بھی بندۂ زر بنکر ہوا پر چلنے والوں میں شامل ہے اور نہ کوئی ذاتی حیثیت رکھتا ہے جو قابل توجہ ہو۔ بہرحال رفت و گذشت معاملات یا حالات کو دہرانے کی ضرورت نہیں تا آنکہ پھر اسکا موقع ہم دست ہو و بس۔

مرقوم ۳۱ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

"مختصرات یوم عیدالفطر یکم شوال وقت عصر"

(در نذری باغ)

فرمایا حال میں ۲۷ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء کو جو اٹ ہوم ہوا تھا اسی مقام پر بہ تقریب غسل چھلہ صاحبزادی مشہدی بیگم (نیلوفر لیپسے اینگیم) تو نذری باغ کے لڑکوں کو نومولود معصوم کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ (کیونکہ افراد خاندان نظام و دیگر معزز طبقہ کو دیکھنے میں مشغول ہوچکی تھی) لہٰذا یوم عید خاص ان لڑکوں کیلئے یہ موقع دیا جارہا ہے۔ اس کے سوا ابتک انہوں نے مشرقی گانا بجانا نہیں سنا تھا اس لئے اسکا بھی انتظام ہوگا جبکہ طائفہ کا مجرا ہوگا کہ ایسے امور سے ان لڑکوں کو دلچسپی ہے بوجہ سن و سال و طرز معیشت در نذری باغ۔ جو کہ اس حد تک درست ہے۔

مرقوم ۳۱ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

تشریح لفظ "صلہ" جو کہ نظم صادق علی مقیم نذری باغ کے سلسلہ میں گیا ہے نوشتہ بر موقع اطعام

عدن باغ

مورخہ ۲۷ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء بہ تقریب غسل چھلہ معصوم نواسہ لیلیٰ بیگم

فرمایا اس پر مزید روشنی ڈالنے کی مجھے مزید ضرورت محسوس ہوئی تاکہ نذری اغیار یہ نہ سمجھا جائے (جیسا کہ طامع و حریص حلمی افندی ہے کہ ایسے موقعوں سے ہاتھ گرم کرنے کی فکر میں مصروف رہتا ہے) کہ نذری باغ کے لڑکے بھی از آن قبیل ہیں! ہرگز نہیں۔ بلکہ اس وجہ کہ یہ میرے خاندان کے قدیم نمک خوار نوکروں کی اولاد ہے۔ جن کی سرپرستی کرنا اس عالمگیر انقلاب میں مجھے ضروری تھا تاکہ ان کے بڑوں کی حوصلہ افزائی ہو۔

دوم جو کچھ قسمت سے ان لڑکوں کو حاصل ہوا ہے (یعنی ایک دو قوم کا تصفیہ مستحکم بنیاد پر ہو سکا قانونی [illegible] توجہ و عنایت سے) اس پر وہ ہر طرح قانع اور متشکر رہ کر اپنے آقا و مالک کے حق میں [illegible] دعا ہیں۔ [illegible] سمجھو تو [illegible] سمجھا۔ البتہ اس کے بعد اگر کسی خاص موقع پر یا خاص جوہر سے ان کو مزید کوئی چیز قسمت سے مل گئی تو اس کو بخوشی قبول کرتے ہیں یہ سمجھ کر کہ۔ "چیزے کہ بے سوال رسد دادۂ خدا است"

بہر حال ان لڑکوں کو میں نوکر نہیں سمجھتا بلکہ اپنے گھر کے پروردہ بچے سمجھتا ہوں چنانچہ اسی لفظ مذکورہ سے انکو مخاطب کرتا ہوں۔ جس سے انکی بے انتہا سرفرازی ہے کہ آقا نے ان کو بام ترقی پر پہنچا دیا جو ان کے حق میں ضرور ایک نعمت ہے۔ لاریب فیہ۔ دیگر یہ کہ بتایا جائے اس موقع پر [illegible] کہ ان لڑکوں کی معاشرہ پست کون ہے وہ ظاہر ہے [illegible] حلمی افندی کو شاعر قوم کا لقب کس نے عطا کیا اور کس صلہ میں وہ ظاہر نہیں ہے [illegible] جس کو معلوم کرنے کیلئے نذری باغ کے لڑکے جستجو میں لگے ہوئے ہیں [illegible] اپنی تضیع اوقات نہ کریں [illegible] خوشگوار [illegible] کہ حلمی افندی کے ہم مشرب و ہم محلہ [illegible] زیادہ [illegible] لڑکوں کو رشد و ہدایت عطا [illegible] کے ساتھ [illegible] کریں جس کی ان کو سخت ضرورت ہے تاکہ ان کے نیک [illegible] امید ہے کہ انشاء اللہ ایسا ہی کرتے رہے گا تاکہ نذری باغ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ آشکارا ہو اور [illegible] قابل اشخاص اسکی داد دیں۔

بقول۔ سالیکہ نکو است از بہارش پیدا۔

مرقوم یکم فروری سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

بتقریب غسل چھلہ نواب ممتاز علیخان بہادر بطنی صاحبزادی مشہدی بیگم صاحبہ

در عدن باغ مورخہ ۲۷ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء بر موقع آٹ ہوم

(صاحبزادہ محمود جنگ بہادر عرف محمود پاشاہ)

(مطلع) این فصلِ بہار آمدن این آمد بہ گلستانست ۔۔۔ ہر غنچہ شگفتہ ہم ہر گل کہ چہ خندانست

پیغام طرب بنگر از باغ عدن آمد ۔۔۔ در قلب کہ یک موج تفریح چہ رقصانست

در خدمتِ مولودے چہ نذر کنم نسیم آخر ۔۔۔ این گفتہ گل و بلبل انگشت بدندانست

زہرہ و عطارد ہم بر چرخ ہمی گویند ۔۔۔ این بخت رسائے (بے مثل) تو ممتاز درخشانست

ممتاز تولد شد این مشہدی بیگم را ۔۔۔ از مشہدِ قدسی بین (لاجواب) فیضانِ خراسانست

آفت نہ رسد ہرگز عثمان علی خاں را (این شیوہ وفاداری است) ۔۔۔ حامی کرم بر او چون رحمت (خوبصورت) یزدانست

ممتاز خلائق ہم خواہد شدہ ذات تو ۔۔۔ ممتاز کہ ظل افگن بر توشہ (مطابق حقائق) عثمانست

بدخواہ و لعین دشمن در بزم چرا آید ۔۔۔ نادار و زبون حالے گیسوئے پریشانست

(مقطع) من رونقِ محفل را چہ شرح کنم صادق ۔۔۔ در جشن گہ بنگر فردوس (عدن باغ) نمایانست

(گذرانیدہ و نتیجۂ فکر)

صادق علی (صادق الوعد) مقیم نذری باغ

نوٹ ۔ زبان عجم میں بھی یہ لڑکا کچھ نہ کچھ واقفیت رکھتا ہے جبھی ایسا لکھا جو قابل تحسین ہے ۔ اور سن ننھی ہی ذی کردار بھی اور حوصلہ بھی پاکر رہے گا جو یادگار رہیگا اسکے حق میں ۔

دیگر ۔ نذری باغ کے لڑکوں کے کلام کو اوستاد جلیل مرحوم کے بڑے فرزند صدیق احمد صلاح دیتے ہیں

(منقول از نظام گزٹ) ———— مرقوم ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

سرپرستی نذری باغ برائے دختر مہاراجہ پیشکار آنجہانی مظفر النساء بیگم

(یعنے ہمشیرہ اقبال جنگ مقیم شادی خانہ نمبر ۱)

فرمایا حالاتِ زمانہ بدل جانے سے یہ افراد جو زمانہ گذشتہ میں معزز طبقے کے تھے وہ آج کسمپرسی کی حالت میں ہیں جسکا افسوس ہے۔ یہ اپنی وجہ نامیرہ مع اپنے بچوں کے اپنے بھائی مذکورہ کے مکان میں (یعنے دوسرے حصہ میں) مقیم ہے۔ اور اسی کا بڑا لڑکا جسکا نام بہادر علیؒ ہے بعمر ۲۲ سالہ میری ایک پوتی کے ساتھ منسوب ہوا ہے (یعنے صاحبزادی عابدہ بیگم) جسکا اعلان بھی کچھ عرصہ قبل نظام گزٹ میں ہوا تھا۔

الحاصل اس سرپرستی کی وجہ سے ماں جو اسکی مستحق تھی اسکو اطمینانِ قلب حاصل ہوا ہے۔ جو اسکے حق میں ہر طرح غنیمت ہے۔

دیگر بہادر علیؒ کا چھوٹا بھائی جسکا نام فیاض علیؒ ہے یہ بعمر ۲۰ سالہ اسکا بھی بروقت جو کچھ انتظام ہونا ہے متاہل زندگی سے متعلق ہوگا۔ مگر جو شرف اسکے بڑے بھائی کو حاصل ہوا ہے اسکو یہ حاصل نہیں کرسکتا البتہ جیسا کچھ ممکن ہوگا بڑے بھائی کی متاہل زندگی کے بعد اسکے لئے بھی بروقت غور ہوگا۔ جسکی سردست جلدی نہیں ہے۔

مرقوم ۲ر فبروری سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

صراحت لفظ توہین آمیز

فرمایا ایک مشہور بدکردار شخص جو اپنا ٹوکل اردو اخبار نکالتا ہے اس میں نذری باغ کے قطعوں کو جو کہ ہفتہ وار شیراز میں درج ہوتے ہیں ان کو قابلِ اعتراض سمجھتا ہے۔ حالانکہ جو ذی حشم ہستیوں کے کارٹون بنا کر طبع کرتا ہے یا اپنے ہم مشرب علماء و مشائخین کو ناپسندیدہ الفاظ میں یاد کرتا ہے یا بعض ان میں کے اصحاب کے ذاتیات پر حملہ کرتا ہے یعنے ان کی طرزِ زندگی پر (متعلق زمانہ گزشتہ) اس پر ہم مشرب کان نہیں دہرتے۔ مگر دوسری جانب نظر اٹھائی جاتی ہے۔ چہ خوب! بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست ــ!

بہر حال بروقت دیکھا جائیگا جبکہ میدان کارزار گرم ہوگا جسکی تیاری ہوچکی ہے کافی مواد ثبوت کے ساتھ کہ مشہور ہے کہ شیر غراں لومڑی سے خائف نہیں ہوتا بلکہ ہر طرح اپنی جگہ آمادہ و مطمئن ہے جبکہ اسکو تائید غیبی حاصل ہے جو ہمیشہ حق کے ساتھ ہے۔

زیادہ ــ جانم فدائے ذاتِ معلائے ذی شرف

مرقوم ۲ر فبروری سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

اعلان وفد کی روانگی بہ دہلی

(مندرج در یک لوکل اردو اخبار دیروزہ)

فرمایا ایسے امور سراسر قابلِ مضحکہ ہیں۔ کس لئے کہ وفد میں کون کون اصحاب ذی وجاہت یا پوزیشن شریک ہیں صراحت نہیں ہوئی ہے اور اسکی آمد ورفت کے مصارف کون برداشت کر رہے ہیں یہ بھی پسِ پردہ ہے۔ دوسری طرف جو جلسہ عام ہوگا تو یہ کس کی طرف سے۔ اور کس مقام پر۔ اور اس میں کون کون تقریر دل پذیر فرمائیں گے۔ سامعین ذی تمکین کون کون ہوں گے۔ اس کی صراحت بھی غیب۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض قیاسی یا بادہوائی باتیں ہیں جو فضا میں ہوا پر اڑ رہی ہیں۔ مثل برگِ خشک در موسم خزان۔

الحاصل ایسی گیدڑ بھبکیوں سے کام نہیں چلتا تا آنکہ اس میں کوئی جان ہو۔ چنانچہ اسی وجہ سے مدیر اخبار کا استغاثہ کورٹ سے خارج ہو کر داخل دفتر ہو چکا ہے جس کو کچھ عرصہ ہوا ہے وبس۔ مگر دوسری طرف تحقیر عدالت کے سلسلہ میں کام چالو ہے۔ خدا خیر کرے!۔

مرقوم ۳؍ فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

شیوۂ وفاداری نمکخواران نذری باغ

فرمایا یوں تو خدا کے فضل سے اب بھی اس انقلاب کے زمانہ میں ان اصحاب کی کمی نہیں ہے بلکہ معتدبہ تعداد میں ہیں چاہے وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھیں۔ مگر سردست جو تین چار ہیں جن کے مضامین چاہے نظام گزٹ میں ہو یا ہفتہ وار شیراز میں طبع ہوتے ہیں جو اعدا کی فتنہ انگیزی کا جواب دینے میں یہ غالباً ناگوار خاطر ہوتا ہے۔ بدخواہوں کو۔ مگر یاد رہے کہ یہ اشخاص مذکورہ اپنے وطیرہ کو ہاتھ سے نہ دیں گے جب تک کہ فریق مخالف اپنے کمینہ حرکات سے باز نہ آئیں کہ انکی وفاداری مثل دوسروں کے نہ جلب منفعت کے تابع ہے اور نہ معلق ہے جو ہوا کے ایک جھونکے سے ختم ہو جائے بلکہ یہ چٹان پر سنگ کہ ہے جس کو مٹانا آسان نہیں بلکہ دشوار ہے۔

مرقوم ۳؍ فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

ایک بے وقوف کا خیال غلط مندرج در یک نامہ نگار اردو لوکل اخبار

اس کو دیکھ کر فرمایا کہ اس کا یہ نتیجہ نکلتا کہ سلاطین دکن چونکہ کثرت والے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اس لیے انکو سلطنتیں دولت حشمت وغیرہ ملی تھی غیب سے۔ جس کا معنے یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ بات ممکن نہ تھی۔

سراسر کم عقلی کی دلیل ہے یہ اول وجہ کہ پہلے تو سلاطین دکن میں ہر دو طبقہ کے افراد شامل تھے

دوم ہر نعمت کا عطا کرنا خالق دو جہاں کا کام ہے نہ کہ ما و شما کا کہ ہر چیز اوس کے ید قدرت میں ہے اس کے علاوہ ایسی کوتاہ نظری بجز گروہ حمقا قابل اشخاص یا عقلا کے ہاں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

خلاصہ یہ کہ جن پیروان مذہب کے یہ خیالات ہوں تو پھر اس سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے کہ اونکی نوعیت کیا تھی۔ کہ آیا یہ قابل توجہ تھے یا نہیں۔

مرقوم ۴ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

رازِ سربستہ آشکارا گروہ مفسدین کا

فرمایا نذری باغ کو ہر چیز معلوم ہوئی ہے کہ جو دو اسم دہلی گئے ہوئے ہیں تو اس کے مصارف سفر آپس میں چندہ کرکے جو کام کیا گیا ہے۔ اور کس غرض سے جانا ہوا ہے۔ اس کے تیقنات کیا ہیں۔ اور وہاں کیا کیا ہوگا۔ یہ سب امور مثل آئینہ نمایاں ہیں۔ البتہ اب دیکھنا ہے کہ اس زحمت سفر کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ انشاء اللہ ناکامی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کہ جیسے گئے تھے ویسے خالی ہاتھ خفت کے چہرے لیکر واپس ہونگے کہ دنیا میں ہر وقت صداقت کا بول بالا رہا ہے اور کذب کو شکست فاش ہوئی ہے۔ اور یہ سب بروقت ظاہر ہوکر رہے گا صرف وقت کا انتظار ہے

مرقوم ۸ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

سامان حفظ ماتقدم در دہلی

فرمایا جو نامی گرامی اشخاص کا وفد دہلی گیا ہے تو شاید اسکو معلوم نہیں کہ ان کے اعمال شنیعہ اور افعال قبیحہ کا خلاصہ بابتہ گزشتہ اور حالیہ واقعات کا وہاں اول سے موجود ہے مثل آئینہ جس میں یہ کریہ اشکال نمایاں تھا۔ اسکے سوا قائد وفد کی لیاقت پیشہ کا عکس بھی اس البم میں شریک ہے۔ مبارک باشد۔ زیادہ ہتیار۔ از راہ پرخار۔ مثل مار۔ زہردار!

مرقوم ۴ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

نتیجہ دُو رُخی رویہ کا

فرمایا: ایک کثرت والا طبقہ ۔ قلت والے طبقہ کی تقیہ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا ہے بلکہ اس کو مذموم سمجھتا ہے ۔ حالانکہ اس کا معنے و مفہوم کیا ہے اور کن مجبوریوں کے تحت استعمال میں آتا ہے اس سے بے خبر ہے ۔ دوسرے طرف خود معترض اس پر عمل پیرا ہے کہ زبان پر کچھ ہے اور قلب میں کچھ ۔ جس میں یکرنگی نہیں ہے یک تضاد ہے ۔ للہٰذا اسی کو دُنیا کہتے ہیں کہ جیسا موقع ہو اس کے مدِ نظر کام نکالا جائے وبس ۔

بہرحال وہ اصحاب دوسرے ہیں جو یکرنگی کے حامل ہیں اور اسی وجہ سے دنیا میں انکی وقعت ہے جن کا مشرب عالم آشکارا ہے نہ کہ پس پردہ ۔

مرقوم ۵ رفبروری سنہ ۱۹۶۰ء   (آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

۲۸۶   ۲۹۲

معافی نامہ

بہ پیشگاہِ سلطان العلوم سلطان الشعراء اعلیحضرت حضور پر نور بندگان عالی خلد اللہ ملکہٗ

ظلِ سبحانی

"ذات ہمایونی" نے ۔ اس ذرہ بے مقدار کو اپنے سایۂ عاطفت میں جگہ دیکر اور بیشمار سرفرازیاں بخش کر اور "وابستۂ نذری باغ" کا اعلیٰ ترین درجہ عطا فرماکر مفتخر و ممتاز فرمایا ۔ یہ امتیاز دعاگو اور اس کے خاندان کیلئے باعثِ صدہا افتخار ہے ظل اللہ! سطور بالا تمہید نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے جو اس دعاگوئے موروثی کے قلب کی پُرخلوص عاجزانہ وفادارانہ اظہارِ صداقت کی آواز ہے ۔

عالم پناہ! دعاگوئے موروثی سے یقیناً غلطی ہوگئی ہے کہ بدونِ اجازت بمبئی چلا گیا تھا ۔ چونکہ لزومِ اجازت کی پابندی سے ناواقف تھا ۔ معروضہ ہذا بصورتِ معافی نامہ پریشان حال سائل کی طرح پیش کرنیکی عزت حاصل کرتے ہوئے اقرار کرتا ہے کہ آئندہ بلا اجازت کبھی اور کسی حال میں بیرونِ حیدرآباد جانے کی جسارت نہ کریگا یہ دعاگو کی پہلی اور آخری غلطی ہے ۔ یہ دعاگو عرض پرداز ہے کہ بہ تصدق "فرقِ مبارک" بمراحم خسروانہ و الطافِ شاہانہ سائل کا قصور معاف فرمایا جائے گا ۔ الٰہی عمر و اقبال "شاہ ذیجاہ" تابان و درخشان باد ۔ آمین ثم آمین بحق طٰہٰ و یٰسین ۔ فقط

المرقوم ۳۰ رجب المرجب سنہ ۱۳۷۹ھ

معافی خواہ
دعاگوئے موروثی "وابستہ نذری باغ"
سید مصطفیٰ قادری خطیب مدیر ہمدم

(منقول از نظام گزٹ)


EMBASSY CAFE
ایمباسی کیفے



ایک اور شاندار کیفے کا حیدرآباد میں اضافہ ہو رہا ہے

زمزم کیفے

روبرو اسمبلی ہال باغ عام حیدرآباد

۲ تاریخ افتتاح کا انتظار فرمائیے

ہفوات مندرج دریک لوکل اخبار متعلق مضامین نذری باغ

مورخہ ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

فرمایا جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے وہ سراسر غیر صحیح یا بے بنیاد ہے تاکہ محض تخویفِ مجرمانہ کے ذریعہ ہاتھ گرم کیا جائے اور کچھ نہیں! خیر بر وقت جو کچھ واقعات پیش آئیں گے اس کی روشنی میں کام کیا جائے گا۔ کہ سر دست یہ سب امور ناقابل توجہ و لحاظ ہیں کہ اس کی تہہ میں کیا ہے وہ معلوم ہو چکا ہے اور مقابلہ کی تیاری ہر طرح سے لیس ہے۔

دوم لکھنے والا خود جس جنجال مثل کنجال میں مبتلا ہے اس سے پہلے گلو خلاصی کر لے۔ اس کے بعد اس کے دماغ میں جو کچھ فاسد مواد ہے اس کو خارج کرے۔ مگر دوسری طرف معلوم ہوتا ہے شرط اول جب تک پوری نہ ہوگی شرط دوم پر خیال کرنا تو کجا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ رفتہ رفتہ چکر ہو کر اس کا بد دماغ درست ہو جائے اور اوس وقت صحیح روشنی میں ہر چیز کو دیکھ کر کفِ افسوس ملے۔ بہرحال دیر آید درست آید۔ یعنے شیخ سعدیؒ نے سچ کہا ہے:-

برسرِ بامِ ثریا خانہ سازد عنکبوت ؎ بوم نوبت می زند بر تربتِ افراسیاب

مورخہ یکم فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

قطعہ

ڈر کے مارے ہوتا ہے جو دم بخود
سر بھی ہو جاتا ہے دیکھو خم بخود
دیکھکر روئے تجلی نجف
سجدہ کرتا جاتا ہے آدم بخود

یکم فروری سنہ ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

اُستواریٔ تعلقاتِ دوستانہ مابینِ فریقینِ اسلام

خبر آیا ایک لوکل اُردو اخبار میں درج تھا کہ اِسی کے خاطر جلتے عام ہونے والا ہے (معلوم نہیں کن مشاہیر زمانہ کے طرف سے) (H.A) تو اس کا جواب صرف اسیقدر ہے کہ کون شخص ہوگا جو اسمیں افتراق ڈالیگا بجز بدطینت اشخاص کے ۔ بے شک کوئی صاحب سمجھ ایسا نہیں کر سکتا۔ مگر ساتھ ہی اس کے ایسے خواہشمندوں کو چاہیئے کہ اظہارِ حق اور غُلو سے مرتبت حیدری پر چین بہ جبیں نہ ہوں ۔ بلکہ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ جو کچھ کہا یا لکھا جاتا ہے وہ کہانتک صحیح ہے وہ بھی ایسی مقدس ہستی کی مدح و ثنا میں جو اگر ختم نبوت نہ ہوتی تو پھر قرعۂ انتخاب ضرور اُدھر ہی پڑتا ۔ البتہ اس کو چھوڑ کر اگر مزاحیہ قطعات ہیں تو اس کو اسی رنگ میں دیکھ کر لُطف اُٹھایا جائے (جیسا کہ دوسرے انگریزی ہوں یا اُردو اخبارات میں لطیفے بیان ہوتے ہیں) نہ کہ بے ضرورت اس کو رنگ و روغن دیکر اس کے معنے دوسرے لئے جائیں کہ یہ کام صاحبانِ کردار نہیں کرتے ہیں جس سے اِن کے نام پر دھبہ آئے ۔ بلکہ ہمیشہ وہ اس کے مُحافظ رہتے ہیں ۔ اور یہ گروہ وہ ہے جو فدایانِ علیؑ میں شمار ہوتا ہے جب کہ اس سے بحث نہیں کہ کس فریق سے وہ تعلق رکھتا ہے ۔ بشرطیکہ وہ پیرو دینِ مُبین ہو ۔ اور صراطِ مُستقیم پر گامزن ہو ۔ چنانچہ یہی جانِ آزاد مشربی ہے جس پر نذری باغ کو ناز ہے ۔

مرقوم ۳ رفروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

قطعہ

قِصّہ چہ گفت است شنو این دُرِ نجف ‌ ‌ ‌ اعدائے دوں خفیف شُدہ مثلِ ابنِ خلف

گشتہ زدائدے زحسابے ہمہ حذف ‌ ‌ ‌ جانم فدائے ذاتِ مُعلّائے ذی شرف

(خارج)

مرقوم ۳ رفروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے — خیرخواہ شاہ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

وزیر داخلہ سے دو دو باتیں

آپ حیدر آبادی ہیں جو درد آپ کو حیدر آباد کا ہوگا وہ کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ آپ حیدر آباد کی تہذیب و ثقافت، آداب و رسوم اور طرز معاشرت سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ آپ حیدر آباد کے ایک معیاری اخبار "رعیت" کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ ادارت کی ذمہ داریوں سے آپ بخوبی واقف ہیں آپ کو پریس کی آزادی سے متعلق کچھ سنانا ایسا ہی ہے جیسے آفتاب کو چراغ دکھانا۔

آزادی کے بھی حدود ہوتے ہیں۔ ہر شخص اسی حد تک اپنے اعمال و اقوال میں آزاد ہے جہاں سے دوسروں کے حقوق و صیانت کی سرحد نہ شروع ہوتی ہو۔ کیا مجھے آپ کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ پریس کی آزادی کے معنے ہرگز یہ نہیں ہیں کہ ایڈیٹر عوام کے مفاد کا خیال رکھے بغیر جو چاہے لکھ مارے۔ جسکی چاہے پگڑی اچھالے۔ اگر کوئی ایڈیٹر کسی شریف شخص پر کیچڑ اچھالتا ہے یا وہ کوئی فحش چیز چھاپتا ہے تو اسکو آپکا سررشتہ انتظامی (پولیس) چالان عدالت

خطیب منبر سلونی ؑ

فرماتے ہیں کہ اللہ اپنے وعدہ میں سچا ہے

کرکے سزا دلا سکتا ہے۔

بلیک مارکٹنگ کی طرح بلیک میلنگ بھی ایک جرم ہے جو افسوس ہے کہ ناقابل دست اندازی پولیس سمجھا جا رہا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ محکمہ امور داخلہ کا وجود رعایا کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کیلئے ہے اسلئے محکمہ امور داخلہ کا فرض ہے کہ ایسے اخبارات کو جنکا مستقل پیشہ بلیک میلنگ ہے کھلنے پھولنے کا موقعہ نہ دے۔

غنڈہ صحافت غنڈہ گردی کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ جس طرح غنڈوں کی سرکوبی پولیس کرتی ہے اسیطرح غنڈہ صحافت کی بیخ کنی بھی محکمہ امور داخلہ پر لازم ہے۔ محکمہ مذکور بخوبی واقف ہے کہ غنڈہ گردی صرف ایک مقام اور چند افراد تک محدود ہوتی ہے لیکن غنڈہ صحافت تمام ملک اور قوم پر اثر ڈالتی ہے۔

گربہ کشتن روز اول کے مصداق مدیر "ہمارا اقدام" کے اس فتنے کو جلد از جلد کچل دیا جانا چاہیئے۔

پریس کی آزادی کا مطلب ہے کہ اخبارات کی اشاعت پر کوئی پابندی یا سنسرشپ عائد نہ کیا جائے پریس کی آزادی کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہو سکتا کہ کوئی اخبار وزیر اعظم ہند کی صاحبزادی مسز اندرا گاندھی صدر آل انڈیا نیشنل کانگریس کو "ھلنے میں صدقے جاؤں" کے عنوان سے مخاطب کرے۔

آپ اچھی طرح واقف ہیں کہ ہمارا اقدام کا ایڈیٹر آزادی صحافت کی آڑ میں ان سرحدوں کو عبور کر دیکا ہے جہاں سے محترم ہستیوں کی ہتک حرمت اور عوام کے

قطعہ

چہرۂ بیمار را۔ در حالتِ ابتر بہ بین
نخوت و دیگر تکبر را ہمہ در سر بہ بین

این سزاوار نبودہ از پئے جنس حقیر
ہیکلِ زرین بگفتہ در گلوئے خر بہ بین

یکم فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

دل آزاری کی سرزمین شروع ہوتی ہے اس نے حضور نظام کی خواہ مخواہ مخالفت اور اُن سے بلاوجہ کی چھیڑ چھاڑ کو "آزادی پریس" سمجھ لیا ہے ضرورت ہے کہ حکومت اپنے اہنی شکنجہ کو کام میں لائے تاکہ ہمارا اقدام کے ایڈیٹر کو آزادی پریس کا حقیقی مفہوم سمجھ میں آجائے

یہ امر آپ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ایڈیٹر ہمارا اقدام کی وجہ سے اردو صحافت روز بروز گندہ ہوتی جارہی ہے جس کی وجہ سے ریاست کا وقار متاثر ہورہا ہے اور عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ حکومت نا اہل ہاتھوں میں ہے یا یہ کہ حکومت ہی کے ایما سے یہ سارا کیچڑ اچھالا جارہا ہے۔

آج سے کچھ دنوں قبل آپ نے مجھے کرسی وزارت سے یقین دلایا تھا کہ حضور نظام قابل احترام ہیں اُن کی بزرگی کا احترام کرنا ہمارا فرض ہے ہم ہرگز ان کی ذلت برداشت نہیں کرسکتے۔ براہ کرم ۳۱ر جنوری کا ہمارا اقدام ذرا ملاحظہ فرمایئے اور اس کا تصفیہ کیجئے کہ یہ عمل کس کی طرف سے ہوتا ہے؟ کون فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتا ہے؟ کس کی خواہش ہے کہ امن عامہ میں خلل پڑے؟ کون چاہتا ہے کہ سنی شیعہ جھگڑا ہو جائے؟

مدیر ہمارا اقدام نے کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور نظام ملک میں شیعہ سنی فساد برپا کرکے سوتنترا پارٹی کے لئے میدان ہموار کرنا چاہتے ہیں کیونکہ سنی مسلمانوں میں سوتنترا پارٹی کو کوئی مقبولیت حاصل نہیں ہوسکی ہے اپنی اس تحریر سے مدیر موصوف نے صاف طور پر اپنی شر انگیزی کا ثبوت دیا ہے۔ مذہب اور سیاست کا یہ بے محل اختلاط مفاد پرستی اور فتنہ انگیزی کے سوا اور کچھ نہیں۔ سوتنترا پارٹی کو قائم ہوئے ابھی ایک سال بھی پورا نہیں ہوا۔ برخلاف اس کے ایڈیٹر ہمارا اقدام کے شر انگیز اقدامات تو اسی دن سے جاری ہیں جس دن سے رضاکارانہ تنظیم پر پابندی عاید کی گئی تھی۔ بہرحال اس حقیقت سے حکومت واقف ہے کہ حضور نظام کو کسی پارٹی سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ وہ سیاسی دنیا سے کنارہ کش ہوکر اپنے ذاتی اور خاندانی امور اور علمی و ادبی مشاغل میں مصروف ہیں۔ ایڈیٹر ہمارا اقدام اعلیحضرت حضور نظام کو اسطرح مخاطب کرکے کیا چاہتا ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔

ایڈیٹر مذکور عدالت ابتدائی (فوجداری) کے خارج کردہ مقدمہ کی طرح طرح سے تشہیر کئے جارہا ہے اور عوام کو گمراہ کیا جارہا ہے تاکہ ملک میں انتشار اور بدامنی پیدا ہو۔ کیا اس کی یہ تشہیر تحقیر عدالت کی تعریف میں داخل اور امن عامہ میں خلل پذیری کا باعث نہیں ہوتی ہے؟ نہ صرف میں بلکہ ساری دنیا یہی کہے گی کہ اس کا یہ فعل نہ صرف تحقیر عدالت کا باعث ہے بلکہ تخویف مجرمانہ کی ایک نئی شکل ہے اور درپردہ استحصال بالجبر کی بھی ——— کوئی نہیں کہے گا کہ اس کا یہ عمل نیک نیتی پر مبنی ہے کوئی یہ نہیں کہے گا کہ یہ عوام دوست ہے۔ میں بلاخوف تردید کہوں گا کہ بن نتھے بیل کی طرح اگر یہ ایڈیٹر یوں ہی بے لگام رہا تو وہ دن دور نہیں کہ حیدرآباد میں شیعہ سنی فساد برپا اور امن عامہ میں خلل پیدا ہو جائے۔

وزارت مآب بات دراصل یہ ہے کہ ہماری ریاست میں چند باہر کے غلط عناصر داخل ہوگئے ہیں جو اشتعالی جذبہ اور رضاکارانہ ذہنیت رکھتے ہیں ہماری ریاست کی برتری اور نیک نامی کے سخت ترین دشمن ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہماری حکومت بدنام ہو جائے۔ پھر ایک بار رضاکار دور آجائے اور موجودہ حکومت کا تختہ الٹ جائے۔ ان کے خطرناک عزائم کے پیش نظر ان کے حرکات و سکنات پر نظر رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔

سید صمصام شیرازی

قطعہ فینسی

چہرۂ صافی بگفتہ ریشِ غیب
جامہ گفتہ صورتِ درویشِ غیب

تولہ ماشہ گفت با میزان نگر
در حصولِ جنسِ کم ہم بیشِ غیب

(زادہ)

(آمدہ از نذری باغ برآ شیراز ہفتہ وار) مرقوم ۳ر فروری ۱۹۶۲ء

قصیدہ

بنا ہے آج عالم خاص معدن حق کی رحمت کا | بپا ہے جشن میلاد آج حیدر کی ولادت کا
خوشی کا دور دورہ ہے ہر اک گھر جشن برپا ہے | یہ دن ہے صاحب امر ولایت کی ولادت کا
کلی چٹکی، چمن پھولا، نسیم مشکبار آئی | زمیں سے آسماں تک ہر طرف ہے جوش رحمت کا
زمانہ میں ترے دم سے فقط شاہا ہوا شہرہ | عبادت کا، ولایت کا، امامت کا، عدالت کا
یہ عاشور خانہ قطبی گوڑہ سے کیا کم ہے | جہاں تیرا قدم پہنچا بنا مرکز عبادت کا
تری دیدار کے طالب زیارت کے ہیں شیدائی | سروں میں انکے سودا ہے تری پرنور صورت کا
حقیقت بن کے آیا سامنے جو کچھ کہا تو نے | تو ہے مرجع صداقت کا تو ہے مصدر حقیقت کا
اندھیرا فسق و باطل کا ہے چھایا دار فانی پر | جسے دیکھا نظر آیا وہ بندہ مال و دولت کا
خدا سے منحرف ہیں مرتضےٰ سے منہ پھرائے ہیں | نہیں بھولوں سے کرتے تذکرہ حق و صداقت کا
ہے الا اللہ زباں پر لا الہ ورد ہے دل میں | مسلمانو یہ کلمہ دین کا ہے یا ضلالت کا
یہ کوشش جسکی ہو ہر وقت دنیا اس سے راضی ہو | اسے محشر کی کیا پروا اسے کیا ڈر قیامت کا
جدھر جاتی ہے دنیا تو بھی اسکے ساتھ جاتا ہے | نہیں احساس کچھ دین پیمبر کی حمیت کا
رضائے حق کسے کہتے ہیں اسکی کیا خبر تجھکو | طریقت سے نہ تو واقف نہ تو تابع شریعت کا
خدا سے ڈر نبی سے چاہ نصرت ذل سے توبہ کر | عدم کے جانیوالے دیکھ رکھ رستہ سعادت کا
جو سمجھے موت کو حق کیوں تلاش حق سے غافل ہو | اسی اک مسئلہ میں حل ہے جھگڑا نار و جنت کا
شکایت اہل دنیا کی کہاں تک طول ہوتا ہے | سنو کچھ منقبت اسکی ہے دن جسکی ولادت کا
در و دیوار عالم میں ہے برپا شور عشرت کا | مبارک کا مبارک کا سلامت کا سلامت کا
مبارک فاطمہ بنت اسد یہ عرش کا تارا | سر و سینہ جنت ہے سب معدن ولایت کا
گل مقصود اہل دل یہاں وا کرنے آتے ہیں | شرف ہونے کو ہے حاصل جو حیدر کی زیارت کا
ترے در کی گدائی ہے حقیقت میں سلیمانی | ادا ہے وجہ سے تیری خدا کی بھی عبادت کا
نبیؐ و فاطمہؑ حسنینؑ و حیدرؑ نور واحد ہیں | انہیں کا ہے در دولت جو معدن ہے رسالت کا

ترے عباس کو دیدار کی تیرے تمنا ہے
تو ہی بر لانیوالا ہے ہر اک کے دل کی حسرت کا

از

جناب سید عباس حسین صاحب نقوی
ڈپٹی کلکٹر

یہ قصیدہ عاشور قطبی گوڑہ میں ۱۶ رجب کو
پڑھا گیا جو بیحد پسند کیا گیا

احب جشن یا مجلس ماتم برپا کریں۔ بلکہ درگاہ کے منعقدہ جشن و
مجالس ماتم میں شرکت کا اہتمام فرمائیں تاکہ یکسانیت اور یکجہتی ظاہر
ہوسکے۔

۱۔ ٹانکیوں کے اندر اتر کر وضو وغیرہ نہ فرمائیں۔ نیز ایسے مقام پر وضو
وغیرہ نہ کریں کہ استعمال شدہ پانی ٹانکیوں میں جائے۔

۱۔ امید کی جاتی ہے کہ زائرین خود بھی پابندی قواعد فرمائیں اور دوسروں
کو بھی حسب ہدایت فرماکر تعمیل ہدایات کی جانب توجہ مبذول فرمائیں
اسطرح اظہار حسن خلق خوشنودی امام زمانہ کا باعث ہوگا۔

متولیہ درگاہ

افکار دانش

از آقای رحمت اللہ دانش!

جہانی مات می بینم ز صنع کبریائی را — کہ عبد بندہ چون میکرد خود کار خدائی را
ہر آنکس شد مسلمان رست از کفر و پریشانی — بیا تعلیم شنوای دل چہ یابی آشنائی را
بشوید لکہ ننگ تکبر ز آب درویشی — برون آرید از تن جامہ مکر و ریائی را
چو جبرئیل امین در عرش شد از معرفت عاجز — علیؑ تعلیم کردش وصف و اوصاف خدائی را
نبی پنہان بود در پشت قاب قوسین او ادنی — بنازم بر جلال ذات پاک کبریائی را
چو یونس شد اسیر قہر و لطف خالق داور — نجاتش ز آب ماہی داد ذکر ایلیائی را
سجدہ واجب نبی غیر از بہر حق دانم کہ میدانی — مگر واجب بآدم شد ز امر کبریائی را
کہ خود عرفان آدم ثابت از انا ظلمنا بود — کجا ابلیس دارد معرفت ذات خدائی را
صراط المستقیم از طالبی را دخراباتست — تو ہم کن ترک لذات لگاہ خود نمائی را
بجز از آیہ تطہیر او صاف علیؑ زاہد — مزن اندر میان جسم و جان رسم جدائی را

ز دانش سلب شد آن روز آداب مسلمانی
کہ کردندش قبول از بہر جام و بادہ خواری را

حضرت صاحب الزمان عجل اللہ

جشن ولادت بہ مقام کوہِ قائم

حضرت قبلہ گاہی تقدس مآب مولوی عباس علی شریف اعلی اللہ مقامہ کے اسم گرامی سے ایک نے اس کوہ اقدس پر حضرت کا چلہ مقدس قائم کرکے اپنی ذاتی آمدنی مقام مقدس کی تعمیر میں صرف کی۔ صاحب معز کے تقدس اور خلوص قلب کا مظاہرہ تھا کہ اس مقام پر شب و روز معجزات کا ظہور ہوتا رہا۔ اور مراد مندوں کا دامن مراد ہر وقت تمنائے دلی کے گلوں سے لبریز رہا۔ اور اب بھی یہی سلسلہ جاری ہے۔ یہ سب نتیجہ اس امر کا ہے کہ بصد آداب و احترام اس مقام پاک پر عقیدت کے پھول نثار ہوتے رہے ہیں۔ اور جس مقام کا ادب و احترام نہ کیا جائے۔ وہاں آثارِ فیض باقی نہیں رہتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معجزات اور خوارقِ عادات کے مظاہرات کا ظہور معدوم ہو جاتا ہے کیونکہ ہر مقام پر حصول فیض با قاعدہ اصول کے ساتھ خلوصِ دل اور رجوعِ قلب پر منحصر ہے۔ لہٰذا ہر مومن و دیندار متمسک دامنِ آلِ اطہار کا فرض ہے کہ قواعدِ منضبطہ کے تحت اکتسابِ فیض کی کوشش فرمائیں۔ اور آداب و احترام ہر وقت ملحوظِ خاطر رکھیں۔ مقاماتِ مقدسہ پر آتش بازی کے مظاہرات درست نہیں۔ نماز کی جماعت پراگندہ اور محفل مقاصدہ درہم و برہم ہو جاتی ہے۔ ہر مقام جو کسی بزرگ ہستی سے منسوب ہوتا ہے۔ بہ مصداقِ آیت۔

وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ

قابلِ تعظیم و احترام ہوتا ہے۔

نظر برآں زائرین کے لئے حسب ذیل قواعد جو سابق سے اس مقام پر زیر عمل ہیں۔ شائع کئے جاتے ہیں۔ تاریخ ہائے جشن و مجلس ماتم نیز دیگر تواریخ میں لحاظ احترام پابندی فرمائی جائے۔

(۱) مقام مقدس شخصی مقام ہے۔ چندے کی عمارت یا عوام کی ملک نہیں ہے۔

(۲) جب تک یہاں کے مقررشدہ اصول و قواعد کی پابندی نہ کی جائے عبادت یا زیارت قبول ہونے میں اشکال ہے۔

(۳) بانی کوہِ مقدس نے قدیم الایام سے یہ اصول قائم کر دیا ہے کہ کوئی زائر کوہِ مقدس پر جوتا پہن کر نہ آئے۔ کمان زیرِ زینہ پر چند اشعار کندہ کر دئے گئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک شعر یہ ہے۔

نہ سمجھو اور کچھ اتنا تو سمجھو خلق سے سنئے
جہاں ہم سر رگڑتے ہیں۔ وہاں جوتوں سے چلتے ہو۔

(۴) تالیوں کے پاس کمان کے اندر جو صحن ہے اس کو مسجد قرار دیا گیا ہے۔ گرما کی چلچلاتی دھوپ میں عارفانِ حق اس صحن پر ادائی نماز کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ یہاں تمباکو نوشی وغیرہ خلافِ احترام و ممنوع ہے۔

۵۔ مسجد سے نیچے جانے کے بعد بارہ کمانوں کا ایک دالان ہے۔ جو عاشور خانہ کے نام سے موسوم ہے۔ جہاں بارش کے موقع پر مجالسِ ماتم اور جشن ہوتے ہیں۔ در صحن ہی میں مجالس وغیرہ برپا ہوتے ہیں۔ زائران سے توقع کی جاتی ہے کہ حسبہٗ پابندی فرمائی جائے۔

(۶) بارگاہِ اقدس صرف دعا کیلئے مخصوص ہے۔ وہاں نماز گذاری یا مجالس وغیرہ برپا کرنا۔ قواعد درگاہ کے خلاف ہے۔ اور خلاف اصول و قواعد عمل کرنا قبولیتِ نذر و نیاز و عبادت کے منافی ہے۔

۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس
۔ مستورات کیلئے مناسب ہوگا۔ بارگاہ کے اندر قدم رنجہ فرما کر باہر سے زیارت فرمائیں۔ جو مخصوص آداب احترام کا باعث ہوگا۔ ایام جشن (شب و روز نیمہ شعبان) میں دو بجے سے آٹھ بجے شب تک مستورات بارگاہِ اقدس تک جانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں کیونکہ مردانہ بھیڑ ہوگا۔ ان اوقات کے سوا ایام جشن میں مردانہ تو اوپر جانے کی اجازت نہ ہوگی کیونکہ زنانہ کی آمد و رفت رہیگی۔ نیز مستورات سے توقع کیجاتی ہے کہ تحت احکام خدا و رسول کوہ قدس پر چادر و برقع کیساتھ تشریف لائیں۔

۸۔ یہ ہدایت دیجاتی ہے کہ کوئی صاحب کوہ اقدس پر دکانیں قائم کرنے کا ارادہ نہ فرمائیں اور آتش بازی کا مظاہرہ نہ ہو۔

۹۔ مردانے اور زنانے میں جشن و مجلسِ ماتم ہمیشہ درگاہ ہی کے وقت کوئی

هو القائم

عیدِ قائمؑ

۱۴ر شعبان سنہ ۱۳۷۹ھ روز جمعہ بوقت ۵ ساعت شام نصب لوائے مبارک

۱۴ر شعبان سنہ ۱۳۷۹ھ شب شنبہ اعمالِ شبِ برات

۱۵ر شعبان سنہ ۱۳۷۹ھ روز شنبہ بوقت ۵ ساعت شام

محفلِ قصائد تہنیت ولادت با سعادت

بمصرع طرح

۱۔ بخدا حضرت قائمؑ سے ہے قرآں باقی
(قافیہ — ردیف)

۲۔ محبت قائم دیں کی ہے الفت نفس ایماں کی
(قافیہ — ردیف)

المتوکلین علی اللطیف

ابنانِ مولوی عباس علی شریف صاحب قبلہ مرحوم و مغفور بانی کوہِ قائمؑ

پتہ:- کوہِ قائمؑ نزد ناناپیر عالم حمایت ساگر روڈ حیدرآباد دکن

گلشن اطفال



ہمارے اعلیحضرت کی پیاری باتیں

(از سیدہ طاہرہ بیگم)

بانیٔ اسلام (حضرت محمد مصطفےٰؐ) اور حامیٔ اسلام (حضرت علی مرتضیٰؑ) نے بلا وجہ پیوند دار کپڑے استعمال نہ فرمائے تھے، کونین کی شہزادی فاطمہ زہراؑ کی چادر میں بھی چودہ پیوند کسی بڑی تعلیم کی بنا پر تھے۔ ان ذوات قدسیہ کا عمل دنیا کے لئے مکمل شمع ہدایت تھا اہل بیت اطہار کی پاکیزہ زندگی کے درخشاں انداز حیات کو اگر مسلمان اپناتے تو آج ساری دنیا مسلمان ہوتی اس کی ہیئت کچھ اور ہی رہتی ــــ

رسولؐ اور آل رسولؐ سے محبت کے سب مدعی مگر ثبوت محبت میں سب کورے خواہ تعلیم یافتہ ہوں یا جاہل۔ دامن محمدؐ و آل محمدؐ سے وابستگی کے اثرات ہم ایک " اعلیحضرت میں پاتے ہیں۔ عشق رسولؐ سے حضور کا قلب مملو ہے۔ محبت اہلبیتؑ ہمارے حضور کا مستحکم عقیدہ ہے۔ کیا خوب تصویر کشی ہوتی ہے ان چار مصرعوں میں :ــ

کس ندیدہ والہ و شیدائے یزدان، ہمچنین
عاشق آل محمدؐ شاہ ذیشان، ہمچنین
مادر گیتی نزاد و چرخ بو قلمون ندید
رونق بزم مودت مرد میدان، ہمچنین

اہلبیت اطہارؑ کی پیروی میں اعلیحضرت نہ صرف سادہ کپڑے استعمال فرماتے ہیں بلکہ غذا بھی بہت ہی سادہ نوش جان فرماتے ہیں۔

حضور کی پیروی آل محمدؐ اور سادگی پر سینکڑوں صفحات لکھے جا سکتے ہیں۔ حضور کی خوبیاں نہ صرف ہم عبیدآبادیوں کے لئے بلکہ ساری دنیا کے لئے سبق آموز ہیں۔ خدا سرکار کو سلامت رکھے۔

زرین اقوال

شیراز میں نظام گزٹ سے جو نذری باغ کے مضامین کے نقول طبع ہوتے ہیں بشکل ریکارڈ تو ان کا بار صمتمام شیرازی پر نہ پڑنے کی وجہ سے اس کی بھی سبیل نکال دی گئی ہے کہ اوس کا کیسہ تہی ہے

(سرکار حق آگاہ)

منی کا سبق

(۰)

مالی ہوئی ہے جو دو سخاوت حضور کی
ہے دلیہ اہل حق کے حکومت حضور کی
کیونکر شیاس ہو وے ادا آپکا حضور
بھولی نہ جائے گی یہ عنایت حضور کی

اوپر سے ہم مصرعے آجکل ہماری منی رٹ رہی ہے ہمارے سرکار فیض آثار نے ادھر منی کو شاہی اذوقہ یابوں میں شامل کرنے کا حکم محکم صادر فرمایا ادھر پردہ غیب سے اِن اللہ لا یضیع اجر المحسنین کی صدا بلند ہوئی۔

منی اب خوب پڑھے گی۔ پڑھ لکھکر بڑے مرتبہ پر پہنچے گی۔ جب سے منی نے یہ سنا ہے کہ سرکار نے اس کی پرورش کا انتظام فرما دیا ہے بڑی خوش ہے پھولے نہیں سما رہی ہے گود کر گاتی ہے صدو سی سال سلامت رہیں سرکار مرے

سوالات و جوابات

سوال :ــ انسانیت کس کا نام ہے۔

(علی بابا ــــــ مدینہ بلڈنگ)

جواب :ــ انسان نوازی کا نام انسانیت ہے۔

سوال :ــ چارمینار کے اوپر جو مسجد ہے اس کے سامنے کی عمارت کیا ہے ؟

(میر ہاشم علی رضوی ــــ بازار نورالامراء)

جواب :ــ وہ گلدستہ اذان ہے۔

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

قدر گوہر شاہ داند

نواب مہدی نواز جنگ بہادر کی شخصیت، ان کی اعلیٰ صلاحیتوں اور بہترین کارگزاریوں کے سبب خاص شہرت کی حامل ہے اسی لئے شیراز کی گذشتہ اشاعت میں آندھرا پردیش کی نئی وزارت کی تشکیل سے قبل توجہ دلائی گئی تھی کہ عوامی حکومت کو ان کی اعلیٰ شخصیت اور بہترین صلاحیتوں سے استفادہ کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ اس لئے جدید کابینہ میں ان کو چیف منسٹر ہونا چاہئیے۔

عوامی حکومت کی بدقسمتی ہے کہ صاحب موصوف کو چیف منسٹر بنانے کی بجائے منسٹری برقرار نہ رکھا گیا۔ اور گولکنڈہ کے اس "ہیرے" کو نکال پھینکا۔ خیر! ہوتا ہی آیا ہے۔ جمہور کی نظر ہمیشہ ہیرے کی بجائے خذف ریزے ہی پر رہی اگر باور نہ آئے تو تاریخ دیکھ لیجئے۔

مگر اعلیٰ شخصیت اعلیٰ ہی ہوتی ہے۔ اس گوہر شاہوار کی قدر افزائی شاہ حق آگاہ نے فرمائی اور دو ہزار ماہانہ پر بہ حیثیت چیئرمین تقرر فرما دیا اور دیرینہ بہی خواہ سرکار کو مفوضہ خدمات کی انجام دہی کا موقع عطا فرمایا۔

ادارہ شیراز نواب مہدی نواز جنگ بہادر کو ہمارے سرکار کے دیرینہ بہی خواہ ہونے کی سند پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ گر قبول افتد۔

سید صمصام شیرازی

کہتی ہے تجھکو خلق خدا غائبانہ کیا

پنڈت جواہر لال نہرو
وزیر اعظم ہندوستان

میں نواب مہدی نواز جنگ بہادر کی خدمات کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ میرے دل میں موصوف کا بڑا احترام ہے۔

شری ہمایوں کبیر
مرکزی وزیر سائنسی تحقیقات و ثقافتی امور

نواب مہدی نواز جنگ بہادر نے اپنے فرائض منصبی کو بڑے ہی تن دہی اور دلچسپی سے انجام دئے ہیں۔ عوام کے لئے ان کی خدمات گراں مایہ ہیں موصوف کے تجربات اور خدمات سے آئندہ کئی سال حیدرآباد اور ہندوستان استفادہ کر سکتا ہے۔

شری وی۔ وی۔ گری
گورنر اتر پردیش

میں نواب مہدی نواز جنگ بہادر کو کم سے کم تیس سال سے جانتا ہوں جب کہ وہ ہز اگزالٹیڈ ہائنس حضور نظام کی حکومت میں معتمد باب حکومت کے عہدے پر فائز تھے۔ بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہنے کے باوجود وہ ملک کے ایک قابل سماجی کارکن بھی رہے ہیں وہ اسوقت انڈین کانفرنس آف سوشیل ورک کے مشہور و معروف رہنما ہیں اس کانفرنس کا حالیہ اجلاس جو حیدرآباد میں منعقد ہوا تھا اسکی کامیابی ان کی اعلیٰ تنظیمی صلاحیتوں کا ثبوت ہے۔ موصوف ایک بلند کردار اور اقتدار کے حامل انسان ہیں ملک کے عوامی کارکنوں کو چاہیئے کہ ان کی صفات کی تقلید اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

ڈاکٹر بی۔ ام۔ کرشنا راؤ گورنر کیرالا

بلاشبہ نواب صاحب نے چالیس سال کے عرصہ میں شاندار کارنامے انجام دئے پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ نواب صاحب سماجی خدمات کے میدان میں انسانی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ تحریک امداد باہمی کو فروغ دینے کیلئے بھی آپ نے بہترین حصہ ادا کیا ہے۔ سابق ریاست حیدرآباد کو درپیش کئی مسائل کو حل کرنے میں آپ کے دیرینہ تجربے اور اعلیٰ قابلیت سے بہت فائدہ اٹھایا گیا۔

شری کے۔ وی۔ رنگا ریڈی ڈپٹی چیف منسٹر آندھرا پردیش

نواب مہدی نواز جنگ بہادر کی ریاستی کابینہ میں نمائندگی نواب صاحب کے لئے نہیں بلکہ کابینہ کے لئے باعث عزت تھی۔ ان کا کابینہ میں عدم شمولیت پر اظہار افسوس نواب صاحب کی ہر دلعزیزی کا ایک کھلا ثبوت ہے۔

شری کالیشور راؤ اسپیکر اسمبلی

نواب مہدی نواز جنگ بہادر آندھرا پردیش کے بہترین رہنما تھے ایک اور انتہائی قابل تعریف اور ہر دل عزیز انسان ہیں۔

نواب میر اکبر علی خاں صاحب بار ایٹ لا (ایم۔ پی۔)

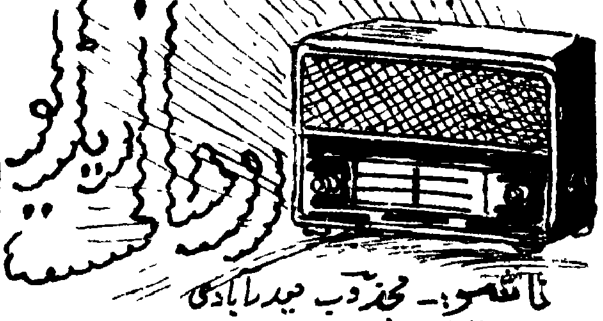
نواب مہدی نواز جنگ بہادر ان گنت صفات کے حامل تعریف ترین انسانوں میں سے ہیں

قطعہ

نفسِ بدکار ہیں خدائی میں | بھائی شیطاں کے ہیں برائی میں
ہاتھ جب تھک گئے ہیں گھونسوں سے | دن گزرتے ہیں ہاتھا پائی میں

یکم فروری ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ براشیراز ہفتہ دار)



نامہ نگار:۔ مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقام اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص یا مقام خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے۔ (ایڈیٹر)

ایک ہزار نوری میٹر پر یہ آر آر ہے آج آپ بوڑھوں کا پروگرام سنیں گے۔ سب سے پہلے حضرت فرتوت نورخانوی سے ایک تقریر سنیئے عنوان ہے "ہمارا زمانہ"۔۔۔ یہ ہیں حضرت فرتوت نورخانوی!

میں کیا بتاؤں ہمارا زمانہ کیسا تھا؟ بس یہ سمجھ لو کہ اس زمانہ میں سوائے مرحوم مولوی اکبر علی صاحب کے نہ کوئی اخبار نکالتا تھا نہ سوائے مغل کی ہوٹل کے کہیں نہاری کلچے ملتے تھے اور پھر وہ زبان اخاہ جیسے ملائی ہوتی ہے ملائی، تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ نہاری کلچے اندھیرے میں کیوں ختم ہو جاتے تھے۔۔۔ اللہ تمہارا بھلا کرے۔ بات یہ ہے میاں کہ اس زمانہ میں شریف آدمی دن کے وقت سب کے سامنے ہوٹل میں جانا۔ ہوٹل میں کھانا کھانا عیب سمجھتے تھے آجکل کا کیا پوچھنا ہے میاں تم تو دیکھتے ہوں گے کہ سڑک پر کھلے میدان میں بیٹھ کے سب کھانا کھاتے ہیں اللہ کی شان ہے اور پھر مہنگائی! مت پوچھو میاں مت پوچھو۔۔۔ پیسے کو سیر پیاز تو گرانی بولتے تھے آج بارہ آنے سیر ملی تو شکر کرنا۔۔۔ غضب ہے خدا کا غضب ڈیڑھ آنے تولہ افیم تھی میاں دو روپے مہینے کا نوکر چار نوالے کھاتا تھا مہینے میں۔۔۔ شام کے وقت کیا میلہ لگتا تھا چار مینار کے پاس، مکہ مسجد کے قریب۔۔۔ اب تو آجکل کے لونڈے سر ننگے آبدار کی شاپ پر ہوتے نہ پکوڑیاں کھاتے، نہ سیو دال کھاتے، نہ حقہ پیتے، میں چرٹ دبا کے چاکلیٹ چوستے پھرتے ہیں ہمارے زمانہ میں امیر امراء کی سواریاں نکلتے تھے۔

رکھوں پر، گھوڑا گاڑی میں، ہاتھی پر آجکل موٹر میں بیٹھے زن سے نکل گئے نہ صورت دکھتی نہ نشان معلوم ہوتی، خود موٹر چلاتے ڈرائیور پیچھے آرام کرتا۔

ابھی آپ نے حضرت فرتوت سے ایک تقریر سنی اب آپ کو بہن لطیف النساء سینے پرونے اور کھانا پکانے کے متعلق کچھ بتلائیں گی۔

یہ ہیں بہن لطیف النساء:۔

بہنو اور بچیو! سب سے پہلی بات تو کہنے کے لائق یہ ہے کہ جہاں تک اپنے کھانے یا کپڑے کا تعلق ہے جو بہ آسانی مل سکے اور جس سے بھوک اور ننگا پن دور ہو سکے وہ تو ضروری ہے اب اس کے بعد اگر اللہ دے اور موقع ہو تو کچھ لذت اور خوشنمائی کا بھی خیال کرنا چاہیئے مگر تم یقین مانو اس کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ حماقت ہے اگرچہ اس کو کہا جاتا ہے کہ وہ نفاست ہے مثلاً کشیدہ کاری ہی کو لے لو جہاں تک میرا خیال ہے پہلے پہل کسی پھوہڑ لڑکی نے بخیہ کے بجائے الٹے سیدھے ٹانکے لگا دیے ہوں گے اور کسی دیکھنے والی نے اس بنیاد پر بیل بوٹے اور پھول پتیاں بنانا شروع کر دی ہوں گی۔ ہندوستان میں کشیدہ کاری میں پھول اور دوسرے بے زبان نقش و نگار پسند کئے جاتے ہیں اور یورپ میں کتا بلی، خرگوش یعنی جانوروں کی شکلیں زیادہ پسند کی جاتی ہیں۔ مگر میں کہتی ہوں کہ یہ پھول اور یہ جانور کیا ان کے بغیر ہماری آرائش نہیں ہو سکتی جہاں تک رنگ سے آرائش کا تعلق ہے وہ درست ہے رنگ سے آرائش فطرت بھی ہم کو سکھاتی ہے۔ کاجل، مسی، مہندی، رنگین لباس سب درست ہے۔ مگر کشیدہ کاری یا زردوزی تو حماقت ہی حماقت ہیں البتہ نگاہ کمزور کرنے اور وقت ضائع کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں اور اصل یہی ہے کہ یہ سب چیزیں اُن ہی کی آخریدہ ہیں جن کے پاس وقت ضائع کرنے کے دوسرے ذرائع۔ تھے اسی کو کسی تک بند نے یوں کہا ہے ؎

بیکار مباش کچھ کیا کر
دامن ہی ادھیڑ کر سیا کر

مگر میرے نزدیک خواہ مخواہ کا کام کرنے سے کچھ نہ کرنا ہی اچھا ہے غور تو کرو وہ معاشرہ جس میں مرد اور وہ عورت جو اپنے ذاتی خاندانی اور قومی فرائض پورے کرتے رہیں ان کے پاس ان خصوصیات کے لئے کیا وقت باقی رہے گا ان کے لئے تو ایک صحت بخش مسکراہٹ، تنومند اعضاء اور صحت ہی سب سے بڑی آرائش ہے

زیبائش کے ذریعے ہی آخر ہم یہ سب کیوں کرتے ہیں؟ صرف اپنا دل خوش کرنے ہی کے لئے! — تو دل پر ہاتھ رکھ کر بتلاؤ کہ دل کس میں زیادہ خوش ہوتا ہے کاہل اور سست جسم پر زرکار ساری کو دیکھ کر یا سڈول اور خوشنما با صحت جسم پر صاف ستھری یک رنگی ساری دیکھ کر؟ ان میں گھنٹوں بیکار رہ کے طرح طرح کے گھنٹوں پکے ہوئے کھانوں میں زیادہ لذت ہے یا محنت اور دوڑ دھوپ کے بعد معمولی ترکاری اور دال روٹی میں؟

ابھی آپ بہن لطیف النساء سے ایک تقریر سن رہے تھے اب آپ کا نو قوال سے داغ کی یہ داغ غزل سنیں گے:—

غم آشکار کیا ہم نے کیا کیا	غافل کو ہوشیار کیا ہم نے کیا کیا؟
اقرار ہے لقد محبت یہ دل بہت	اوچھے کو مالدار کیا ہم نے کیا کیا؟
ہاں ہاں تڑپ تڑپ کے گزاری تمام رات	تم ہی نے انتظار کیا ہم نے کیا کیا؟
ناصح بھی ہے رقیب یہ معلوم ہی نہ تھا	کسکو صلاح کار کیا ہم نے کیا کیا؟
لیتے ہیں وہ شکایت بے داد و جور پر	تجھکو خدا نے خوار کیا ہم نے کیا کیا؟

سوا کیا جو دل نے تو اب کہہ رہے ہیں داغ
دشمن کو راز دار کیا ہم نے کیا کیا؟

ایک ستار نوازی میں ہم ردحانی تشریح کا ... ابھی آپ کا نو قوال سے داغ کی یہ داغ غزل سن رہے تھے اب ہماری نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے

شب بخیر!

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

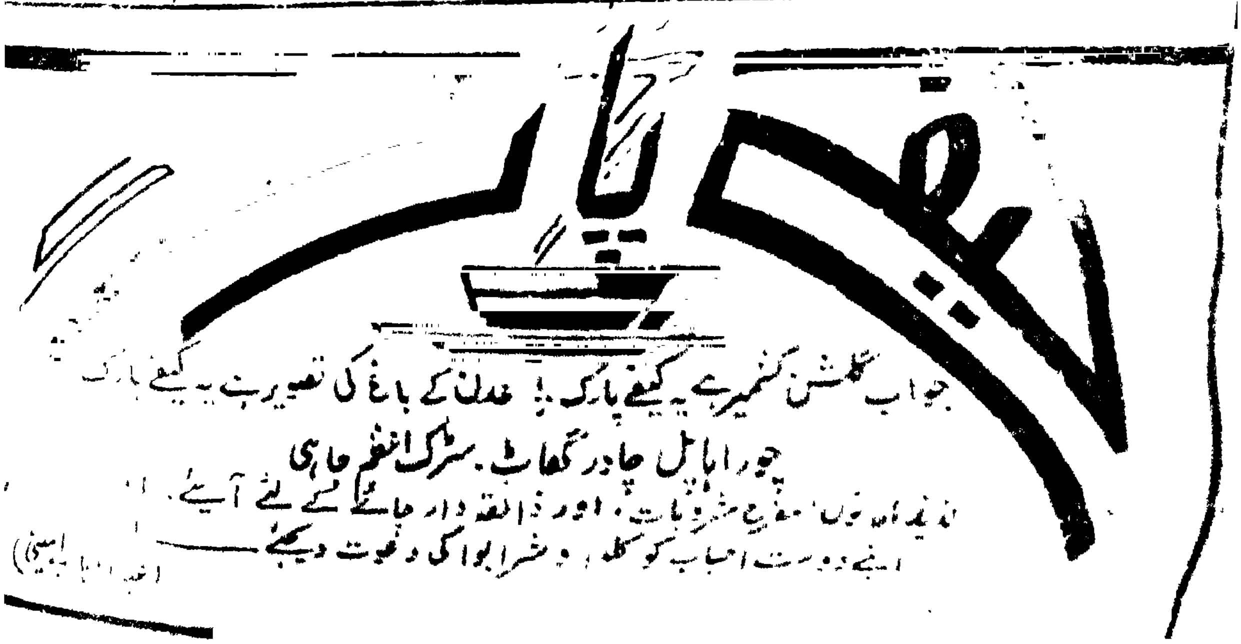
اخبار شیراز حیدرآباد

(فارم نمبر ۴ رول نمبر ۸)

مقام اشاعت	"شیراز بلڈنگ" چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد-۲
نوعیت	ہفتہ وار
چھاپنے والے	صحیفہ برقی مشین پریس
قومیت	ہندوستانی
پتہ	ملک پیٹھ حیدرآباد
شائع کنندہ ایڈیٹر اور مالک	سید صمصام شیرازی
قومیت	ہندوستانی
پتہ	شیراز بلڈنگ چادر گھاٹ گیٹ

میں سید صمصام شیرازی ذریعہ ہذا اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا میرے علم و یقین کی حد تک بالکل صحیح ہیں۔

۵ر فروری ۱۹۶۰ء سید صمصام شیرازی



قومی اطلاعات!

شہنشاہ ایران کا برقیہ

شہنشاہ ایران ہز امپیریل مجسٹی محمد رضا شاہ پہلوی کی میمنت آبادی کے موقع پر سید الشعراء نواب شہید یار جنگ بہادر شہید صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس نے برقی پیام تہنیت روانہ کیا تھا جسکو شہنشاہ معظم نے موصوف کے جذبات خلوص سے متاثر ہو کر دلآویز پیرایہ میں آپ کی تہنیت کو شرف قبولیت بخشا۔

کتب خانہ حسینیؑ کا افتتاح

حیدرآباد:۔ پنجم فروری آج شام کے ۶½ بجے فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر کے حسینیہ میں افتتاح کتب خانہ و دار المطالعہ حسینیؑ کا جلسہ منعقد ہوا۔ علمی امور سے دلچسپی لینے والے حضرات اس جلسہ میں شریک تھے۔ جناب باقر امانت خانی صاحب نے امام حسینؑ کی منقبت سے جلسہ کا آغاز فرمایا۔ مولوی اختر حسن صاحب سابق مدیر روزنامہ پیام نے کتابوں کی افادیت اور کتب خانوں کی ضرورت پر اپنی تقریر میں زور دیتے ہوئے اچھی اور بری کتابوں پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا۔ علامہ نجم آفندی نے کتب خانہ حسینی کے تعلق سے ایک نظم سنائی جو بیحد پسند کی گئی عمدۃ الذاکرین مولوی میر اقبال علی صاحب زیدی نے حسینؑ کی عظمت اور بزرگی پر ایک جامع اور اختتامی تقریر فرمائی آپ نے فرمایا اگر حسینؑ جام شہادت نوش نہ فرماتے تو محمد مصطفےٰ کی رسالت درجہ کمال کو نہ پہنچ سکتی اس کو اگر سمجھنا چاہیں تو انا من الحسین کی حدیث کی روشنی میں سمجھیے۔ میر حیدر علی صاحب صفا نے رپورٹ سنائی موصوف نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ نواب سید عباس حسین خان بہادر (رکن الملک) کی سرپرستی میں یہ کتب خانہ قائم ہوا ہے جسمیں قریب دو ڈھ ہزار معیاری کتابیں اس کتب خانہ کو عطا کی ہیں۔ رپورٹ کے اختتام پر صفا صاحب نے نواب مہدی نواز جنگ بہادر سے افتتاح کتب خانہ کی درخواست کی صاحب معظم نے درود کی گونج میں کتب خانہ کا افتتاح فرمایا۔

یوم حسینؑ

حسب سابق اس سال بھی "یوم حسینؑ" کا شاندار اہتمام کرنے کے لئے حسین ڈے کمیٹی آندھرا پردیش کے سالانہ انتخابات عمل میں لائے گئے اور نواب میر طاہر علی کو متفقہ طور پر کمیٹی کی صدارت پر منتخب کیا گیا۔ آقای الحسینی ضابط، نواب سید حسن پاشا صاحب، مولوی سید شاہ قطب الدین حسینی صاحب قبلہ (قطب میاں) رائے جانکی پرشاد صاحب اور نقی عابدی صاحب نائب صدر منتخب ہوئے۔ شاہد صدیقی صاحب کو معتمد عمومی چنا گیا۔ مولوی مہدی عابدی صاحب اور حسین عادل صاحب معتمد اور مولوی میر چراغ علی صاحب رضوی خازن کمیٹی منتخب ہوئے۔ مجلس استقبالیہ کی صدارت پر آندھرا پردیش کے ممتاز قانون داں راجہ نارائن پرشاد صاحب بی۔ ایس سی، ایل ایل بی (ایڈوکیٹ) کا انتخاب عمل میں آیا۔

قطعہ

آنکھ زر سے لگائے بیٹھے ہیں
کیسے فتنے جگائے بیٹھے ہیں

غیر کے گھر میں کھا کے اور پی کر
ہم بھی اڈہ جمائے بیٹھے ہیں

مرقوم ۳ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

انتقال پُرملال

ابھی نواب سید زین العابدین خان بہادر (بڑے پاشاہ) فرزند نواب علی یار جنگ بہادر نبیرۂ نواب صارم جنگ عزیز الدولہ اپنی ماں کے ہی غم میں تھے کہ آپ کو اپنی رفیقۂ حیات کے غم میں مبتلا ہونا پڑا۔ یہ خبر نہایت حزن و ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ نواب سکندر زمان بیگم صاحبہ نے ایک عرصہ کی علالت کے بعد مدراس میں ۱۹؍ جنوری ۱۹۶۰ء کو بمرض کینسر انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تجہیز و تکفین مدراس ہی کے بڑے نقشے میں ہوئی۔ حجۃ الاسلام حضرت محمد مہدی جان صاحب قبلہ مدظلہٗ قاضی صوبہ مدراس نے نماز جنازہ پڑھائی مومنین کی ایک کثیر تعداد نماز جنازہ میں شریک تھی۔

مرحومہ حیدرآباد کے ایک عالیشان خاندان کی رکن تھیں۔ نواب صفدر جنگ مشیر الدولہ فخر الملک کی آپ پوتری اور نواب زین جنگ بہادر سابق معتمد صنعت و حرفت کی صاحبزادی تھیں۔

مرحومہ خداترس اور نیک دل خاتون تھیں شہید نینوا کے نام پر دیتا دلانا مرحومہ کا خاصہ تھا۔ عزاداری حسینؑ مظلوم میں مرحومہ حصہ لیتی تھیں۔ مرحومہ کے پس ماندگان میں دو کمسن صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہے جو گرامر اسکول میں زیر تعلیم ہیں خدا مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

۱۴ شعبان

عبرت کی جا ہے دیدہ مومن کیواسطے
اس دائرہ میں موت بھی ہے اور حیات بھی

حضرات! اسال ہائے گزشتہ کی طرح اس سال بھی ۱۴ شعبان ۱۳۷۹ھ کو دائرہ میں چراغاں عود و گل اور روشنی الجانی کے ساتھ ۵ تا ۷ ساعت شام قرأت کلام پاک کے نشر اور اسی دوران میں نماز مغربین باجماعت اور جشن کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ قرآن خوانی، روشنی، اور پھول چڑھانے کے سلسلے میں آپ کو سہولت بہم پہنچانے کی خاطر کمیٹی نے حسب ذیل انتظامات کئے ہیں۔

(۱) پٹرومکس کی سربراہی بعوض سکہ ہندی پٹرومکس نصف شب کیلئے (۲) قرآن خوانی فی پارہ ... (۳) پھول، عود اور اگربتیوں کی فروخت (۴) قبروں پر آہک پاشی فی قبر ... (۵) سیکل کی حفاظت فی سیکل ...

آپ جس حد تک چاہیں ان انتظامات سے استفادہ فرماسکتے ہیں۔ لیکن پٹرومکس قرآن خوانی اور آہک پاشی کیلئے رقم باخذ رسید کم از کم دو روز قبل معتمد یا منتظم دائرہ کے حوالے فرمادیں تو انتظام میں سہولت کا باعث ہوگا۔ گزشتہ سنین میں بیشتر حضرات جنہوں نے اپنے عزیزوں کی قبروں پر روشنی کے لئے آرڈر دیا تھا وقت سے پہلے قبروں کی نشاندہی نہیں کی۔ اور جب ٹھیک وقت پر پٹرومکس قبر پر روشن نہ ہوسکے تو شکایت کی۔ اس لئے اُن تمام حضرات سے جو روشنی کروانا چاہیں خصوصی طور پر عرض ہے کہ وہ ۱۲ شعبان ۱۳۷۹ھ کو صبح ۹ بجے سے دو بجے تک کسی وقت بھی قبروں کی نشاندہی کرکے فہرست میں صاحب قبر کا نام اور محل وقوع درج کردیں۔

ناصر رضوی (معتمد اعزازی)

قطعہ

ڈرتا ہے دیکھو جھگڑا کیا لکھے
پھوڑنے کی سر کو عادت ہے جیسے

ہو بہت جب حال تھوڑا کیا لکھے
سنگ و آہن پر ہتھوڑا کیا لکھے

یکم فروری ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذر کی باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

مذہب کے پرستارو ...... سنو

دِلّی جانے سے فائدہ کیا ہے
عقل مچانے سے فائدہ کیا ہے

اگر کوئی آزاد مشرب آزادانہ تنقید کرے تو چراغ پا ہونے کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی؟ ٹھنڈے دل سے غور کیا جاتا کہ ناقد کا منشا کیا تھا اور نیت کیا تھی۔ مذہب کی آڑ میں سیاست کا بتنگڑ بنانا عقلا کا کام نہیں ہوا کرتا اور سمجھدار ایسی ہرگز بو تنگ پسند نہیں کرتے۔ خواجہ نصیر الدین صاحب و سید ابو محمد ناظم حسین صاحب کے بیانات ایک لوکل اخبار میں دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ یہ سمجھدار حضرات ناسمجھوں کی باتوں میں کیسے آ گئے اور انہوں نے کیسا بیان دیدیا۔ تعجب تو اس بات کا ہے کہ دلی کو وفد جا رہا ہے مگر اس خبر کو دوسرے اخبار والے نہیں لیتے بجز ایک اخبار جو ہمیشہ شر و فساد کا عادی ہے وہ اس خبر کو شائع کرتے رنگ آمیزی کر رہا ہے۔ غور و فکر کرنے والے حیرت میں ہیں کہ حیدرآباد کی صحافت کا معیار کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ آزادی کا کیا غلط مفہوم لیا جا رہا ہے۔ ستم کہ ایڈیٹر جو چاہیں شر و فساد کی باتیں لکھدیں کوئی روکنے والا نہیں۔ یہ ذات شریف اگر شرفاء کی توہین و تذلیل کریں تو کوئی ٹوکنے والا نہیں۔ کیا یہ آزادی صحافت ہے؟ یہ صحافت نہیں کثافت ہے۔

ف۱ سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ متذکرہ مذہب کے متعلق بیان بازی کی پہل کس نے کی۔ اس کے بعد رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی غیر جانبدارانہ اظہار خیال کرے تو دوسری جماعت والے اس پر کیوں لعن طعن پر اتر آتے ہیں۔ مثل مشہور ہے۔ ؎

"ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو"

ف۲ آپ تنقید سے کیوں گھبرا گئے۔ خدانخواستہ ناقد کا مقصد آپ کی یا آپ کے مذہب کی اہانت نہ تھی وہ ایک عام بات تھی جو تمثیل کے طور پر کہدی گئی ورنہ بذات خود مذہب کوئی لوٹ گاجر تو نہیں ہو سکتا۔ اگر تشبیہ میں لوٹ گاجر کہدیا گیا تو کوئی گالی تو نہیں دی گئی۔ چونکہ یہ (لوٹ گاجر) سستے داموں دستیاب ہو کر ہر مزدوری میں ہمدست ہوتے ہیں اس لئے مثالاً کہدیا ہے در اصل مذہب پر کوئی چوٹ نہیں ہے۔

ف۳ آج آپ اس ناقد کی تنقید پر تنقید کر رہے ہیں کہ کل تک جس کی مدح خوانی کیا کرتے تھے جس کے خوان نعمت سے آپ اور آپ کے آباؤ اجداد پرورش پائے ہیں کم از کم اس نمک کا لحاظ کیا جاتا جو رگ و ریشے میں پیوست ہے۔ "تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو"

اگر کوئی ناصحانہ انداز میں نصیحت فرمائے تو آپ اسکی فضیحت پر اتر آئیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ف۴ عدالت سے استغاثہ کا مسترد ہو جانا خود اس بات کی بین دلیل ہے کہ ناقد کے بیان میں کسی قسم کی دل آزاری یا توہین مذہب نہیں۔ ایک عام بات تھی ایک عام تشبیہ کے سوا کچھ نہ تھا۔

ف۵ حیدرآباد یقیناً گہوارہ امن و امان ہے اور اس کی رواداری مشہور زمانہ ہے یہاں جملہ مذاہب شیر و شکر ہیں۔ لکھنو کی مثال دینا وہ بھی غلط ہے۔ خصوصاً اس معزز ہستی کی نسبت جو خود سراپا امن و امان کی تصویر ہو اور جس کی آزاد مشربی مقبول عام ہے۔

ایسی مہتم بالشان ہستی ہرگز کسی کے مذہب کی

قطعہ

بنکے نکلے ہیں عجب آج حسینانِ جہاں
دل میں گھر کرتے ہیں ایسا یہ ماہ جبینانِ جہاں
اپنے اعمالِ زبوں میں ہی یکتا ہی جہاں
کیسے ناکام ہوئے ہیں یہ لعینانِ جہاں

مرقوم ۳ر فروری سنہ ۱۹۶۱ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

تو ہین نہیں کر سکتی یہ تو اپنی ناسمجھی ہے کہ ہم اس کو اپنی اور اپنے مذہب کی اہانت یا تذلیل سمجھ رہے ہیں۔

فقرا آخر میں مجھے یہ بھی واضح کر دینا ہے کہ اس کی ابتدا اُس مو نشن شہ ہمدم ہے کی جس نے ابتدا ایک فرقہ کی دل آزاری کی تھی۔ یہ جواب بھی اخباری جواب تھا اداریہ کی حد تک ورنہ عوام کی جانب رُخ ہوئے سخن نہ تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے سر معاملے کے تلف صافی میں سوائے مئے غدیری کوئی دوسری شراب نہیں ہے۔ بقول غالبؔ ؎

کل کے لئے نہ آج ہو خسّت شراب میں
یہ سُوئے ظن ہے ساقیٔ کوثر کے باب میں

سی مخاّنہ آزاد تبرلی کا راقم الحروف بھی مختار ہے۔ اس لئے جواب دینا لازمات سے ہے۔

اپنے ساقی کو جو کیا ہے تو بُرا
رند ہے گا جواب کیوں آ سکا

منجانب ارسطانہ آصفی
عاصی حلمی احمدی

[illegible] المعظم ۱۳۰۶ھ

نوٹ: اس جواب [illegible]
وہم تک تو [illegible] عفی۔

تلاسیا (انا) اہل حق کا ترجمان اور حیدرآباد ۔۔۔ کا اخبار ہے

قطعہ

مشاطۂ نیلگی تو کوئی کد نہیں رہی
آرائشِ جمال سے وہ بد نہیں رہی

ہے شہرتِ نگاہ کی [illegible] حد نہیں رہی
کہتی ہے یہ غروب کی [illegible] آج

مرقوم ۳ رفروری ۱۹۶۶ء

(آمدہ از ندسی باغ بر آستیر از ہفتہ وار)

کھیتی باڑی میں سائنس کا استعمال

ہندوستان کے سامنے آج ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اناج کی پیداوار میں کسطرح اضافہ کیا جائے یہاں اراضی کی کمی ہے نہ اس میں کام کرنے والے کسانوں کی۔ سوال ہے تو یہ کہ فی ایکڑ پیداوار کو کس طرح بڑھایا جائے۔ بالکل یہی سوال سنہ ۱۹۲۰ء کے برسوں میں امریکہ کے کسانوں کے سامنے تھا جب انکی مکئی کی پیداوار بہت کم تھی۔ وہ جتنی محنت اور مشقت کرتے تھے اس کے مقابلہ میں پیداوار کی سطح بہت پست تھی۔ امریکی کسان ایک ایکڑ زمین سے بمشکل ۲۰ بُشل مکئی پیدا کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ منافع بخش پیداوار نہ تھی۔ انہوں نے مکئی کی پیداوار بڑھانے کے لئے سارے ملک سے اپیل کی جس سے ردّ عمل کا ایک اٹوٹ سلسلہ شروع ہوا۔ پبلک سیکٹر کے تحقیقی مراکز نے ایک نیا بیج تیار کیا اور پرائیویٹ سیکٹر میں بیج پیدا کرنے والے لوگوں نے بیجوں کی ترقیاتی انجمنوں کے ساتھ اشتراکِ عمل کرکے نئے بیج کسانوں تک پہنچانے کا انتظام کیا۔ پبلک سیکٹر کے کوئی توسیعی ایجنٹوں نے ملک بھر میں کسانوں کے سامنے نئے بیجوں کی بجائی کا مظاہرہ کیا۔ کیمیائی کھاد فروخت کرنے والے پرائیویٹ سیکٹر کے سیلزمن کھیتوں میں جاکر کسانوں کو یہ دکھا رہے تھے کہ کیمیائی کھادوں کے ذریعہ کس طرح پیوندی مکئی کی پیداوار کو بڑھانے میں مدد مل سکتی ہے۔ اور آج امریکہ میں ایک ایکڑ اراضی سے 107 بُشل مکئی پیدا ہوتی ہے۔ ملک کے کئی حصوں میں ایسے انفرادی فارم بھی ہیں جو ایک ایکڑ اراضی سے ایک سو بُشل تک مکئی پیدا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ پیداوار میں یہ اضافہ صنعت اور کھیتی باڑی کے باہمی تعاون کا براہ راست نتیجہ ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صنعت اور کھیتی باڑی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ امریکی کسانوں نے کھیتی باڑی میں نئے نئے تکنیکوں اور نئی نئی معلومات سے فائدہ اٹھایا جس سے پیداوار میں اتنا بڑا اضافہ ہوا۔

جدید مشینری کے فوائد! کھیتی باڑی کو جن باتوں سے

مدد ملتی ہے، ان کا مظاہرہ امریکی میلے میں کیا جا رہا ہے میلے میں ان کارآمد اشیاء کی نمائش کی جا رہی ہے جن کے استعمال سے پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے۔ ان میں کیمیائی مسالے، کیمیائی کھاد۔ رسل و رسائل، مشینری مارکٹنگ اور کوآپریٹو وغیرہ شامل ہیں۔ امریکی کسانوں کی رضاکارانہ انجمنیں کوآپریٹو کسانوں کو اپنی پیداوار کی بہتر قیمت وصول کرنے میں اور بہتر بیج خریدنے میں مدد دیتی ہے۔ امریکہ میں کھیتی باڑی ایک چھوٹا سا کاروبار تصور کی جاتی ہے۔ کسان مجموعی پیداوار کا ۳۵ فیصد خود استعمال کرتا ہے جس میں صنعتی پیداوار بھی شامل ہے۔ پیداوار میں اضافہ کے لئے کتنی باتیں ذمہ دار ہیں۔ وسیع پیمانے پر فارم مشینری کے استعمال سے انفرادی فارموں کے رقبے میں اضافہ ہوا ہے۔ مشینوں کے استعمال سے فارم پر کام کرنے کی لاگت کم ہو گئی ہے

ٹریکٹر طاقت کے اولین ذرائع بن گئے ہیں۔ دوسری مشینوں کے استعمال میں بھی کافی اضافہ ہوا ہے۔ تقریباً ۹۵ فیصد فارموں پر بجلی کے استعمال سے فارموں کا کام اور بھی آسان ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ دودھ دوہنے کے کام میں بھی بجلی کا استعمال کیا جاتا ہے۔ کسان اور اس کا کنبہ مشینری کی مدد سے تجارتی کاشتکاری اور فصلوں کی کٹائی کر سکتا ہے اور اسے اجرت پر کھیت مزدوروں کو لانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں امریکہ کے فارموں میں بمشکل ۱۰ لاکھ ٹریکٹر تھے۔ لیکن سنہ ۱۹۵۸ء میں ان کی تعداد ۳۰ لاکھ تک پہنچ گئی۔ فارم مشینوں کے علاوہ صنعت کے دوسرے شعبوں کو بھی کھیتی باڑی سے فائدہ پہنچا ہے جس کے عوض صنعت تحقیق کے ذریعہ کھیتی باڑی کی مدد کر رہی ہے۔

سائنس اور زراعت

گذشتہ ایک سو برسوں میں مشینوں نے جو ترقی کی ہے زراعتی قابلیت میں ترقی محض اس کا ایک پہلو ہے۔ تیز رفتار ترقی کا یہ عرصہ تحقیق کی تاریخ کے ساتھ جوڑ کھاتا ہے جو امریکہ کے محکمۂ زراعت نے سنہ ۱۸۶۲ء میں شروع کی تھی۔ خاص خاص تحقیقوں سے انکشاف ہوا ہے کہ زمینوں کو زیادہ پیداوار کس طرح بنایا جا سکتا ہے۔ گذشتہ ۲۰ برسوں میں امریکی کسانوں نے کیمیائی کھادوں کے استعمال میں قریباً قریباً تین گنا اضافہ کر دیا ہے۔ تحقیق کے ذریعہ اہم نئے نئے پودے معلوم کئے گئے ہیں۔ پیوندی بیجوں سے مکئی کی پیداوار میں قریباً ۲۵ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ کپاس کے پیوندی بیجوں کی بدولت دوسری قسموں کی نسبت کپاس کے تار کی مضبوطی میں ۵ سے ۷۵ فیصد تک اضافہ ہو گیا ہے۔ اتنی ریسرچ نہیں مسلسل تحقیق کے لئے امریکہ ہزاروں کی تعداد میں غیر ملکوں سے بیج اور پودے درآمد کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر فلوریڈا میں تجارتی پیمانے پر جو آم پیدا ہوتے ہیں ان کے پودے سنہ ۱۸۹۹ء میں ہندوستان سے درآمد کئے گئے تھے۔ امریکی منڈیوں میں اعلیٰ قسم کے جو خوش ذائقہ شفتالو ملتے ہیں۔ وہ ۱۹۰۶ء میں کوریا سے درآمد کئے گئے تھے۔ ہندوستانی مویشیوں میں جو نمایاں خصوصیات ہیں وہ امریکی مویشیوں میں پیدا کی گئی ہیں۔ چنانچہ اب ایک گائے سال میں چھ ہزار پونڈ (۷۵ من) دودھ دیتی ہے۔ اور مرغی قریباً دو سو انڈے دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ امریکہ کی اس زرعی خوشحالی کے لئے صنعت اور کھیتی باڑی کا اشتراک کار ذمہ دار ہے۔ ہندوستانی کسانوں میں کھیتی باڑی کے نئے اور جدید سائنسی طریقے استعمال کرنے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ جلد ہی اپنے ہمعصر امریکی کسانوں کی طرح اناج کی پیداوار میں اتنا اضافہ کر سکیں گے کہ ہندوستان اناج کی پیداوار میں خود کفیل ہو سکے۔

امریکہ میں سویابین کی بڑھتی ہوئی مقبولیت

امریکہ میں سویابین کا استعمال مختلف صورتوں میں اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ وہ اس دور کے اناجوں کی سرتاج بن گئی ہے۔ نئی دلی کی عالمی زراعتی نمائش کے امریکی میلے میں ایک گھومنے والی میز اور دوسرے کاؤنٹروں پر سویابین سے بنی ہوئی مختلف اشیاء رکھی گئی ہیں جو خوش ذائقہ، بھوک بڑھانے والی اور غذائیت سے بھرپور رہیں۔ اگلے روز ایک بنگالی کسان بھگت رام گھومنے والی میز کے قریب بیٹھ کر پہیئے کے گھیرے کی دراڑ میں سے گڑھے کے اندر جھانک رہا تھا جب اس سے پوچھا گیا کہ اسے کس چیز میں دلچسپی ہے؟ تو اس نے بتایا کہ وہ جاننا چاہتا ہے کہ میز کیونکر گھوم رہی ہے؟ کیا گڑھے میں بیٹھ کر کوئی شخص میز کو گھما رہا ہے؟ جب اسے بتایا گیا کہ "یہ ایک موٹر ہے" تو اس نے جاننا چاہا کہ کیا یہ موٹر کار کے مشابہ ہے۔ بھگت رام کی ان متلاشی نگاہوں اور پوچھ تاچھ سے ظاہر ہوتا تھا کہ امریکی میلے میں آنے والے تماشائی سویابین کی نمائش میں بڑی دلچسپی لے رہے ہیں۔ سویابین خواہ وہ تیار شدہ ہو یا غیر تیار شدہ، انسان اور حیوان کی خوراک بنانے کے کام آتی ہے اور صنعتی و طبی اشیاء کی تیاری میں بھی اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر زمرے میں سویابین کا استعمال بڑھ گیا ہے۔ جہاں تک سویابین کے صنعتی استعمال کا تعلق ہے اس سے حسب ذیل چیزیں تیار ہوتی ہیں۔ پلائی ووڈ کی گوند، فاؤنڈری کور بائنڈر، بریکٹ بائنڈر، زراعتی سپرے بائنڈر، دیواری کاغذ کا پالش، انسولیٹنگ بورڈ کا پالش، زراعتی کیمیاوی مرکبات، چھاپے خانے کی سیاہی، بوٹ پالش، آرائشی اشیا کاغذ، صابن، ربڑ، پٹرول، وارنش، روغن، پلاسٹک اور دیگر بیشمار اشیاء۔ امریکی خوراک میں سویابین کے آٹے، تیل اور مارگرین کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ سویابین سے بیکری کی چیزیں جیسے روٹی اور بسکٹ، ناشتے کی غذائیں، بچوں کی خوراک، خاص مشروبات مٹھائیاں، شوربہ، چٹنی، چاکلیٹ، آئس کریم، اور دوسرا خوراکی سامان تیار کیا جاتا ہے۔ سویابین جراثیم کش دوائیاں، وٹامین اور دوسری دوائیوں کی تیاری میں بھی مفید پائی گئی ہے۔ امریکی کاشتکار مویشیوں، بھیڑوں۔ اور مرغیوں کے چارے کے لئے بھی سویابین کی کاشت کرتے ہیں، اور یہ کتوں، بلیوں، مچھلیوں اور پرندوں کی خوراک کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں امریکہ میں سویابین کی پیداوار ۲۸ کروڑ ۷۰ لاکھ بُشل تھی اور یہ سنہ ۱۹۳۲ء کی پیداوار سے ۵ گنا زیادہ تھی۔ گذشتہ برس تقریباً ۵۰ کروڑ بُشل سویابین تقریباً ۲ کروڑ ۳۰ لاکھ ایکڑ زمین میں پیدا کی گئی تھی۔ فی ایکڑ پیداوار تقریباً ۲۳ء۲ بُشل تھی۔ اوسط سطح پر ہر امریکی کاشتکار کو ہر بُشل سویابین کے لئے ۲ء۱ ڈالر ملے۔ سویابین میں ۲۹ سے ۵۲ فیصد تک پروٹین۔ ۲۲ سے ۳۴ فیصد تک کاربوہائیڈریٹ ۱۲ سے ۲۴ فیصد تک تیل۔ ۳ سے ۶ فیصد تک معدنیات اور اتنی ہی مقدار میں ریشے ہیں۔ اس کے

علاوہ اس میں وٹامین، فاسفیٹنڈز اور دوسرے جوہر ہیں۔ سویابین موسم گرما کی فصل ہے۔ اچھی فصل کی یقینی دہائی کے لئے زمین میں سویابین بیکرٹ یا ڈالا جاتا ہے۔ اسے قطاروں میں بویا جاتا ہے کیونکہ اس کی کاشت کی ضرورت پڑتی ہے۔ فصل ۷۵ سے ۱۰۰ دن تک پک جاتی ہے اور بہتر اقسام کی پیداوار فی ایکڑ ۲۵ تا ۵۰ بشل ہے۔ سویابین، چین، جاپان، منچوریا اور کوریا سے امریکہ میں آئی ہے۔ اور امریکی وزارت زراعت نے اس کی ہزاروں قسموں پر تجربے کئے ہیں جس کے نتیجے کے طور پر امریکہ میں اس کی پیداوار میں بھاری اضافہ ہوا ہے۔ پیوندی اور منتخب اقسام سے سویابین کی ایسی اقسام تیار کی گئی ہیں جو ملک کے متعدد حصوں میں مختلف زمین اور آب و ہوا کے لحاظ سے موزوں ہیں۔ سویابین اپنے لاتعداد استعمالات کے باعث امریکہ میں پیدا ہونے والا ہمہ گیر پودا بتایا جاتا ہے۔ کسی وقت یہ محض نباتاتی اشتیاق کے باعث بوئی گئی تھی اور اب امریکی اقتصادیات میں اس کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور بڑے پیمانے پر پیدا کی جاتی ہے۔ اگرچہ اولین طور پر یہ ایک ایشیائی انسان کی قدیم ترین فصل ہے تاہم ہندوستان میں عملاً کم از کم عہد جدید میں اس کا نام و نشان نہیں تھا ۲۸۳۸ قبل مسیح میں چینی شہنشاہ سنگ تنگ کی تحریروں میں سویابین کا ذکر ملتا ہے۔ ایشیائی ملکوں میں سینکڑوں برسوں سے اس کی کاشت ہو رہی ہے۔ آج بھی منچوریا میں اس کی پیداوار بہت زیادہ ہے۔ سویابین پہلے پہل سنہ ۱۸۲۹ء میں درآمد کی گئی تھی۔ لیکن اس کی طرف تب تک مطلق توجہ نہیں دی گئی تھی جب تک امریکی وزارت زراعت نے سنہ ۱۸۹۸ء میں ایشیائی سویابین کی بہت سی اقسام کے متعلق تجربے شروع نہیں کر دیئے تھے۔ تاہم اب امریکن سویابین کے بے پایاں فوائد اور اعلیٰ غذائی اہمیت کے باعث جوش و خروش سے اس کی کاشت کر رہے ہیں۔

مورخہ ۲ رفبروری سنہ ۱۹۶۰ء

بخدمت شریف جناب ایڈیٹر صاحب اخبار شیراز ہفتہ وار

سلام مسنون!

مسمی اسمٰعیل ذبیح ایڈیٹر اخبار روزنامہ ہمارا اقدام کے حالیہ مضامین مذہبی شائع شدہ سے متعلق میں بحیثیت ایک امن پسند شہری عالیجناب مجسٹریٹ صاحب سوم عدالت فوجداری بلدہ کے نام جو درخواست بھیجی ہے اوسکی ایک کاپی آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں۔ براہ کرم اپنی قریبی اشاعت میں اس کو شائع فرمادیں تو باعث تشکر ہوگا۔

سید کاظم حسین وظیفہ یاب تعلیمات ساکن کھیت بالسٹی
نمبر مکان آرائش سی (۱۰۸) حیدر آباد

بعدالت ناظم صاحب سوم عدالت فوجداری بلدہ حیدرآباد دکن آندھراپردیش

مورخہ ۲ رفروری سنہ ۱۹۶۰ء

جناب عالی۔

اخبارات کے معائنہ سے ظاہر ہوا تھا کہ مسمی اسمٰعیل ذبیح ایڈیٹر اخبار روزنامہ ہمارا اقدام سکنہ یوسف بازار نے مورخہ ۹ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء کو مسمیان سید عبدالرحمٰن ایڈیٹر اخبار نظام گزٹ و سید فاروق احمد ولد سید وقار احمد شریک ایڈیٹر اخبار نظام گزٹ اور ملزم نمبر تین سکنہ نذری باغ (جو ملزم نمبر ایک و دو کو معلوم ہے) کے خلاف زیر دفعات (۲۹۵ الف) و (۲۹۸) و (۱۰۹) و ۳۴ تعزیرات ہند عدالت والا کے اجلاس پر استغاثہ پیش کیا تھا کہ تینوں ملزمین نے بہ نیت مشترکہ اخبار نظام گزٹ مورخہ ۵ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء میں حنفی مذہب والوں کے خلاف جان بوجھ کر بدطینتی سے مضامین اور آرٹیکل لکھا ہے جس سے پیروان حنفی مذہب کے دلوں کو صدمہ پہنچا ہے اور ان کے مذہبی عقائد کی ہتک ہوتی ہے۔ یہ جرایم مذکوران کو سزا دی جائے۔ اس استغاثہ کی بنا پر مورخہ ۱۳ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء کو عدالت والا نے اسمٰعیل ذبیح وغیرہ کے حلفی بیانات قلمبند فرماکر یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ جو الفاظ مذکورالصدر آرٹیکل وغیرہ میں استعمال کئے گئے ہیں وہ ہرگز سخت اور قابل اعتراض نہیں ہیں۔ ان کی سادہ میں کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ حنفی مذہب کے لوگ ان کو پڑھکر کیوں مشتعل ہونگے۔ لہٰذا زیر دفعہ (۲۰۳) ضابطہ فوجداری ہند استغاثہ داخل دفتر کردیا جائے۔

اسمٰعیل ذبیح ایڈیٹر ہمارا اقدام کیخلاف عدالت والا کا مذکورالصدر منصفانہ فیصلہ مورخہ ۱۳ رجنوری سنہ ۶۰ء کے صادر ہونیکے بعد ایڈیٹر مذکور نے:

(۱) اپنے اخبار ہمارا اقدام مورخہ ۱۵ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء میں (حنفی مذہب بوٹ گا جو کیطرح ستاسیوہ ہے کے عنوان سے)۔
(۲) اور اپنے اخبار مذکور مورخہ ۱۶ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء میں (مذہب کے ٹھیکدار جواب دو کے عنوان سے) اور
(۳) اپنے اخبار مذکور مورخہ ۳۱ رجنوری سنہ ۱۹۶۰ء میں (سنی مسلمانوں کیجانب سے نواب میر عثمان علیخان پر فوجداری مقدمہ چلایا جائے گا) کے عنوان سے۔
(۴) اپنے اخبار مذکور مورخہ ۲ رفروری سنہ ۱۹۶۰ء میں (سنی مسلمانوں کا وفد ۳ رفروری کو دہلی روانہ ہورہا ہے۔ نواب میر عثمان علیخان پر مقدمہ دائر کرنے کیلئے مرکزی حکومت سے بات چیت ہوگی) جو مضامین تحریر اور شائع کئے ہیں ان مضامین میں ایڈیٹر مذکور نے عدالت والا کے صادر فرمودہ مذکورالصدر منصفانہ فیصلہ مورخہ ۱۳ رجنوری سنہ ۶۰ء پر اشارۃً و کنایۃً اسیطرح نکتہ چینی کی ہے۔ جو جرم تحقیر عدالت کی تعریف میں داخل ہے۔

مندرجہ بالا مضامین کی مختلف عنوانات کے ساتھ پے در پے اشاعتوں سے اسمٰعیل ذبیح کا اصل مدعا و مقصد یہ ہے کہ عدالت والا کے مذکورالصدر فیصلہ کی تحقیر ہو اور رعایا ہند کے دو مختلف طبقوں شیعہ و سنی کے درمیان دشمنی اور نفرت کے خیالات و جذبات بڑھاکر ہر دو طبقوں میں باہم فساد اور کشت و خون کرائے۔

چونکہ حدود بلدہ میں کسی قسم کا کوئی نقض امن برپا ہونے دیگر امن و امان برقرار رکھنا عدالت کے فرائض میں داخل ہے۔ اس لیئے میں بہ حیثیت ایک امن پسند شہری کے اسمٰعیل ذبیح کے مذکور الصدر مجرمانہ و فساد برپا کرنے والے ارادوں اور افعال کی حسب دفعہ (۱۹۰) ضابطہ فوجداری ہند عدالت والا کو اس غرض سے اطلاع دیتا ہوں کہ آپ اس معاملہ میں فوری کارروائی ضابطہ (حسب) اختیار فرمائیں۔

۳ـ اسمٰعیل ذبیح کو اسی قسم کے حرکتوں کے مدنظر گورنمنٹ نظربند رکھ چکی ہے۔ اور عدالہائے فوجداری بلدہ سے جرمانوں اور قید کی سزائیں صادر ہو چکی ہیں۔ نیز سنا گیا ہے کہ حال ہی میں اسکو جناب ہوم منسٹر صاحب اندھرا پردیش نے بھی اپنے ملاحظہ میں طلب فرما کر اس قسم کی بیجا حرکتوں سے باز رہنے کیلئے ہدایت فرمانے کے باوجود نامبردہ ان حرکتوں سے باز نہیں آرہا ہے۔ ان حالات میں عدالت والا اسکے اخبار ہمارا اقدام کی اشاعت کی مسدودی کے متعلق بھی مناسب کارروائی فرما سکتی ہے۔

پانچ کاپی اخبارات ہمارا اقدام مورخہ ۵ر و ۱۵ر و ۱۶ر و ۳۱ر جنوری و ۲ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء بغرض ملاحظہ عدالت والا منسلک کیئے جاتے ہیں۔ المرقوم ۲ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

سید کاظم حسین قمر عابدی
ولد میر مظفر علی صاحب مرحوم

نقل مضمون شائع شدہ در اخبار رہنمائے دکن مورخہ ۲ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

حیدرآباد مرحوم کا ذکر خیر

اعلیٰحضرت نظام دکن کی (۷۶) ویں سالگرہ کی تقریب میں ۴ر جنوری کو حیدرآباد دکن میں صدر جلسہ ـ شری وی ـ کے ـ مہا راؤ (سابق وزیر مدراس) رکن اسمبلی آندھرا پردیش کی افتتاحی تقریر:—

"جہاں ہم شخصی حکومت کے خلاف ہیں وہاں ہم شخصی دور حکومت کے شاندار کارناموں کو خراج تحسین پیش کیئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔ دیکھ سابق نظام دکن کے دور میں نہ صرف سابق حیدرآباد کے علاقوں کو ترقی دی گئی بلکہ آندھرا کے بھی بیشتر حصوں کو آگے بڑھایا گیا۔ نظام کے دور میں آندھرا اور حیدرآباد دونوں کے عوام خوش تھے۔"

یہ مدح نظام اب سنہ ۱۹۶۰ء میں! ع
یاد آئی میرے عیسیٰ کو دوا میرے بعد

آج سے بارہ سال قبل سنہ ۱۹۴۸ء میں یہ سرٹیفکٹ ملتا تو خیر کچھ قیمت بھی رکھتا! لیکن خیر بعد از وقت سہی۔ اب بھی ایک سابق منسٹر اور حال ممبر اسٹیٹ اسمبلی کی یہ جرأت حق گوئی فی الجملہ قابل داد ہی ہے۔ شاہ بیزاری اور عوام پرستی کے دور میں کوئی ایک تو کلمۂ خیر معزول شاہ و شاہی کے حق میں کہنے والا نکلا!
(صدق جدید۔ لکھنو)

قطعہ

فتنے اٹھتے جاتے ہیں جو صبح و شام
چلتے ہیں یا یہ مثل اسپ بے لگام

چونکہ حکمت تھی نہ وہ کہتے ہیں زند
بدمزہ بدکیف ہے صہبائے خام

۲ ـ فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری اخ برائے شیراز ہفتہ وار)

زاغِ صحافت

ایک اخبار کے ایڈیٹر نے اخبار کو نیم کا درخت سمجھا ہے۔ جب دیکھو اسپر میٹھا کا ئیں کائیں کرتا ہے اس بے تحقیق خمیر کو لاپچنے کو رجن کر دیا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ نگس قاب اغنیا ہو مگر اسکو یہ بھی شرف حاصل نہیں ہو سکتا حق شناس سلطان العلوم کے فرمانِ مبارک کا مفہوم سمجھتا تو یہ یوں نہ بغبغاتا۔ اوساحں کور مغز کو سمجھانا گویا بہرے کے آگے بین بجانا ہے۔ اب یہ جس مذہب و قوم کا راگ الاپ رہا ہے اسی قوم کے مقابل لنگوٹے باندھ کر دنگل میں کود پڑا تھا شاید وہ زمانہ بھول گیا۔ اب یہ مذہب حنفیہ کی تعریف کرکے اپنے کو مذہب حنفیہ سے وابستہ کرنا چاہتا ہے۔ خدا جانے اس میں کیا راز ہے۔ یہ بھی ایک دلالی کا پیشہ معلوم ہوتا ہے۔ اسکی دروغ گوئی اور چال بازیوں سے سارا عالم واقف ہے۔ رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ **الکذابُ لا امتی** پھر ایسے جھوٹے کو اسلام سے کیا تعلق۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ یہ بدافعال بندگانعالی کا بہی خواہ تھا اور آج اسقدر مخالف۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ گرگٹ کیطرح رنگ بدلتا رہتا ہے حالیہ نظیر لیجئے اس کے قائد قوم نے اسپر کیا کیا نہ احسانات کئے اور یہ اُن سے کیا سلوک کیا تو م واقف ہے اس سے بڑھ کر بھی دنیا میں کوئی محسن کش ہو سکتا ہے؟ یہ نا ہنجار حلوا مانڈا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور جب محرومی ہوتی ہے تو زہر اُگلنے لگتا ہے اس ملعون کو ذریعہ خطوط تاکید کی گئی کہ خبردار بندگانِ عالی کے خلاف پروپگنڈہ ٹھیک نہیں ورنہ اس کا نتیجہ بہت بُرا ہوگا اپنے سیاہ کرتوتوں سے فوراً باز آ۔ یہ خطوط اُس وقت لکھے گئے جب یہ اخبار میں حضور نظام اور قاسم رضوی کا تقابل کر رہا تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ قاسم رضوی کے معیار کو افضل و اعلیٰ ثابت کرے۔ جب اس کو خطوط پہنچے تو اسنے اخبار میں شوا اَیا لکھا کہ ہمارے پاس کچھ خطوط آئے ہیں جنسے ظاہر ہے کہ اب بھی شاہ پرست موجود ہیں۔ مگر ہم عنقریب حضور نظام کا ریکارڈ پیش کریں گے جب شاہ پرستوں کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اسکے ساتھ ہی اس نے اپنے بد ذاتی کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر اپنی اصلیت پر آیا۔ سچ ہے کتے کی دم بارہ برس بھی پھکنی میں رکھی جائے تو سیدھی نہ ہوگی۔ یہ بداطوار یوں نہ مانے گا جب تک کہ اسکے مقابل سخت قدم نہ اٹھایا جائے۔ شاہ پرستی ہر انسان کا فرض ہے اعلیٰ ہو کہ ادنیٰ ظل اللہ کا دشمن خدا کا دشمن۔ رسول پاک کا دشمن۔ ائمہ اطہار کا دشمن۔ ظل اللہ ہر حال میں ظل اللہ ہوتا ہے۔ اب میں یہ بانگ دہل کہہ رہا ہوں کہ اگر آیندہ اس نے آقائے ولی نعمت کے خلاف زبان کھولی تو سخت تدارک کیا جائیگا۔ کیونکہ یہ اپنی حد سے تجاوز کر گیا ہے اور ہر وقت ایک نہ ایک حیلہ سے حضور پر نور ظل اللہ کے خلاف خامہ فرسائی کرتا ہے جس کا مضمون مہمل اور نا قابل توجہ ہے۔ لہذا یہ اس قابل ہے کہ نظر انداز کیا جائے۔ کیونکہ کبھی ائمہ طاہرین کی تعریف کرتا ہے کبھی ڈھول کا پول بنتا ہے کبھی ہڑیا تو کبھی نعمالی کا بیگن۔ بھلا اس کو آئمہ طاہرینؑ سے کیا واسطہ۔ مذہب ابو حنیفہ خطرہ میں کہہ کر قومی جھگڑا پیدا کرانا چاہتا ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ ایسے بدمعاشوں پر کڑی نظر رکھے اور ایسے شتر بے مہار کے منہ میں خار دار مہار دے۔ فقط

میر مہدی محسنؔ خان دہور نبیرۂ نواب شجاعت جنگ شریف الدولہ آصفجاہی نبستہ نواب غیاث الدولہ مغفور

۱۵ ر جنوری ۱۹۶۰ء

نوجوانوں سے دو باتیں

از جناب تمکین کاظمی صاحب

حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب نوجوانوں ہی کے لئے زیادہ کارآمد ہے اور ہمارے راست مخاطب نوجوان ہی ہیں کیونکہ بچے اس کتاب کو ابھی سمجھ نہیں سکتے۔ جوان اپنے کاموں پر لگے ہوئے ہیں۔ اور بڈھے اپنی زندگی کا بڑا حصہ گذار چکے ہیں اور اب ان میں جوش عمل اور قوت کارکردگی کم رہ گئی ہے، اب ملک اور قوم کو جتنی بھی توقعات ہیں وہ نوجوانوں ہی سے ہیں۔ نوجوانی پندرہ سال کی عمر سے شروع ہوتی اور پچیس سال کی عمر تک رہتی ہے۔

نوجوانو! تم ہی ہماری امیدوں کا سہارا ہو، ہماری تمناؤں کا مرکز ہو، ہماری آرزوؤں کی منزل ہو، تم قوم کے چشم و چراغ ہو، تم ملک کو پروان چڑھانے والے ہو، تم ہی ملک لئے رکھوالے ہو اور قوم کے نگہبان، کل یہ حکومت کا جوا تمہارے کندھوں پر ہوگا اور یہ ملک تمہیں سے سرسبز شاداب ہوگا اس کو تم ہی سنوارو گے۔

نوجوانو! تم پر بڑی ذمہ داریاں ہیں، تمہیں گھربار سنبھالنا ہے، ماں باپ کی خدمت کرنا ہے، بھائی بہن کی تعلیم و تربیت کرنا ہے، بیوی بچوں کو پالنا ہے، اپنے لئے راستہ پیدا کرنا ہے، اپنی محنت، کوشش جد و جہد دماغ سوزی اور قوت عمل سے اپنے آپ کو سنبھالنا ہے خود کھانا دوسروں کو کھلانا ہے ساتھ ہی ساتھ ملک اور قوم کی خدمت بھی کرنا ہے۔

سوچو! غور کرو!! اپنے آپ کو تیار کرو!!! پندرہ سال سے پچیس سال تک انسان مکمل ہو جاتا ہے پچیس سال کے بعد دماغ میں وہ ذکاوت اور اعضاء میں وہ کساوٹ، طبیعت میں وہ جودت ذہن میں وہ تیزی باقی نہیں رہتی جو اب تک تھی اس عمر تک جو کچھ سیکھنا ہے سیکھ لو، جو کچھ کرنا ہے کرلو، اس کے بعد تم آرام سے بیٹھ کر کام کر سکوگے اتنی جد و جہد کی تم کو ضرورت نہ پڑے گی اور نہ اتنی سختیاں برداشت کرنی پڑیں گی۔

قاعدہ ہے کہ کچی شاخ ہی مڑ سکتی ہے سوکھی لکڑی موڑی نہیں جا سکتی۔ موڑنے کی کوشش میں ٹوٹ جاتی ہے۔ ابھی تم کچی شاخ ہو اپنی طبیعت کو بدل سکتے ہو، عادت بدل سکتے ہو، اخلاق سنوار سکتے ہو، کردار بنا سکتے ہو، اپنے آپ کو جس سانچے میں چاہو ڈھال سکتے ہو، محنتی کارگذار، سمجھدار، نیک، قابل، ہوشیار بن سکتے ہو، پھر دنیا تمہاری ہے اور کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

تعلیم پاؤ، تربیت حاصل کرو، اخلاق اور کردار پیدا کرو، اس کے سوا تم سے ہمارا کوئی مطالبہ نہیں ہے، یہ اگر تمہیں حاصل ہو گیا تو گویا تم کو دنیا مل گئی اور تم جہان میں سرخرو ہو گئے، اگر تم نے اس سے بیزاری ظاہر کی اور یہ حاصل نہ کر سکے تو یقین مانو تم کو بدترین زندگی بسر کرنا پڑے گا۔ اور در در کی ٹھوکریں کھاتے پھروگے اور تمہارے لئے دنیا میں کوئی جگہ نہ ہوگی۔

اس کتاب کو پڑھو اور بار بار پڑھو، یہ کتاب تمہارے

ں کیلئے لکھی گئی ہے اگر کسی حصے سے اختلاف ہو تو مجھ سے ملو یا راسلت کرو، میری غلطی ہو تو میں اصلاح کر لوں گا اور اگر تمہاری سمجھ میں نہ آیا تو تمہیں سمجھا دوں گا۔ مگر اس کتاب کو بیکار سمجھ کر پھینک نہ دو، زندگی کی چون منزلیں طے کرنے اور پینتیس ۳۵ سال تک مسلسل جدوجہد اور زندگی کے نشیب و فراز کی واقفیت کے بعد میں اس قابل ہوا ہوں کہ تم کو مخاطب کر سکوں، اب ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اس سے فائدہ اٹھاؤ، دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو! میری سنو جو گوش حقیقت نیوش ہے یاد رکھو تعلیم و تربیت اخلاق و کردار ضائع نہیں جاتے کام آتے اور ضرور کام آتے ہیں۔ ایسا شخص جہاں بھی جاتا ہے عزت پاتا ہے کسی نے کہا ہے ؎

ادب تاجیست از لطف الٰہی بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

اس تاج کو زیب سر بنا کر جہاں جاؤ گے عزت پاؤ گے سمجھ بوجھ قدم قدم پر کام دیتی ہے عقلمندی اور دانائی ہر مشکل کام کو آسان بنا دیتی ہے ؎

وجود مردم دانا مثال زر و طلا است
کہ ہر کجا کہ رود قدر و قیمتش دانند

ایسے شخص کی عزت ہر جگہ ہر قوم اور ہر ملک میں ہوتی ہے ؎

مرد خدا بہ شرق و مغرب غریب نیست
ہر جا کہ می رود ہمہ ملک خدائے اوست

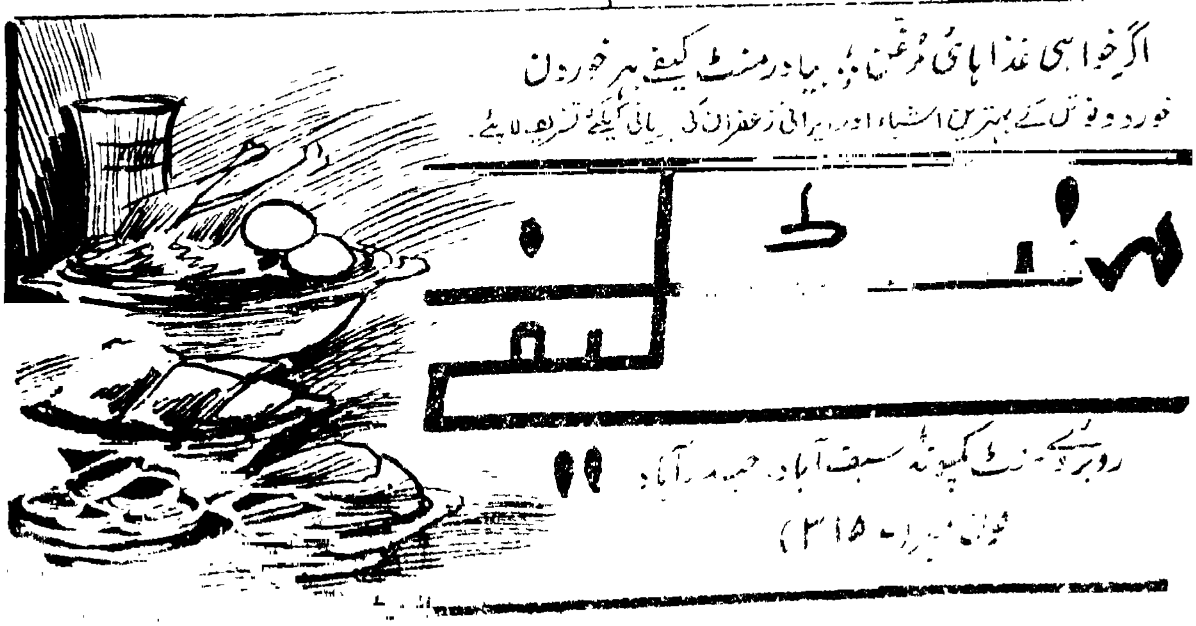
تم دیکھ رہے ہو کہ اُن خاندانوں کے افراد جن کے ہاتھوں میں چند سال پہلے حکومت تھی جن کی جاگیریں وسیع اور منصبیں بیش قرار تھیں آج رکشا چلا رہے ہیں اور بڑے بڑے ذی اثر عہدہ داروں کے خاندان کے افراد افلاس و تنگ دستی میں مبتلا ہیں، آج دیہات و قصبات کے وہ لوگ جنہیں اچھی تعلیم اور تربیت حاصل ہوئی تھی دنیا کی اونچی جگہوں پر پہنچے رہے ہیں اور وزارتوں کی کرسیوں پر براجمان ہیں یہ ان کی تعلیم و تربیت، محنت اور جدوجہد کا نتیجہ ہے جو دنیا دیکھ رہی ہے

ایسے انقلاب دنیا میں بہت آچکے ہیں شیخ سعدیؒ شیرازی نے بھی ملک شام کا ایک ایسا ہی انقلاب اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا جس کی تفصیل صرف تین شعروں میں انہوں نے بیان کی ہے پڑھو اور عبرت حاصل کرو ؎

وقتے افتاد فتنۂ در شام۔ ہر کسے گوشۂ فرا رفتند
روستا زادگان دانشمند۔ بہ وزیریٔ بادشاہ رفتند
پسران وزیر ناقص عقل۔ بگدائی بہ روستا رفتند

بالکل وہی حال ہے جو یہاں کا ہے دہقان و کاشتکاران وزارت کی کرسیوں پر متمکن اور وزیر زادے، کاسۂ گدائی بدست، دنیا گول ہے تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے ہر حکومت کی ایک عمر ہوتی ہے اس کا زوال لازمی ہے جو مصائب و آلام ہم پر آئے وہ دنیا پر آتے رہے ہیں مصر اور ایران ہمیشہ ان کا آماجگاہ بنا رہا اور آج تک بنا ہوا ہے، تم نوجوان ہو، تم میں عزم ہے، حوصلہ ہے، ارادہ ہے، دم خم ہے تم بھی ہمت کرو، ترقی یافتہ ممالک کے نوجوان کی طرح تم بھی حالات کا مقابلہ کرو، آلام و آفات کے مقابلہ میں کمر ہمت باندھ کر ڈٹ جاؤ، اپنے عزائم سے کایا پلٹ دو آج ہی سے اپنی طرز زندگی بدل ڈالو اپنے اعمال کا جائزہ لو، اپنے اخلاق کا اندازہ کرو، اپنے کردار کی جانچ کرو، ان میں جو خامیاں ہیں انہیں دور کرو، آج سے عملی آدمی بن جاؤ پھر دنیا تمہاری ہے ؎

شیر شو! شیرانہ در صحرا آ شیر پائے نہ را۔ مرد شو امردانہ پند ناصحاں را گوش گیر



یہ سائنس کی دنیا۔

۲۶ سو میل تک مزائلوں کا سراغ لگانیوالا راڈر۔ ہوا۔ پانی۔ زمین اور خوراک کے نمونوں کا تجزیہ۔ انسان بردار راکٹ جہاز کی ۶۰ ہزار فٹ کی بلندی تک کامیاب اڑان

امریکہ میں ایک نئی قسم کا راڈر تیار کیا گیا ہے جو افق پر ۲۶۰۰ میل کی دوری تک مزائلوں اور ہوائی جہازوں کا سراغ لگا سکتا ہے۔ یہ راڈر بحریہ کی تحقیقی تجربہ گاہ کی طرف سے تیار کیا گیا ہے اور اسے راڈر ٹکنالوجی میں ایک اہم پیشقدمی تصور کیا جا سکتا ہے کیونکہ مروجہ راڈر ایک ہی سمت میں جانے والے مزائلوں وغیرہ کا سراغ لگا سکتا ہے نیا راڈر برقی کرّوں سے آنے والے سگنلوں کا افق کی جانب سے پتہ لگاتا ہے۔ نئے راڈر کا نام "راجیکٹ مینڈرسے" رکھا گیا ہے جسے بحریہ کی تحقیقی تجربہ گاہ میں تحقیقی شعبہ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر رابرٹ ایم۔ پیج نے شروع کیا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے دوسری عالمی جنگ سے پہلے راڈر کی دریافت و تیاری میں اہم حصہ لیا تھا جب مزائل کیپ کینیڈیرال فلوریڈا سے داغے گئے تھے تو ۶۰۰ میل کی دوری تک ان کا سراغ لگایا گیا تھا۔ اور سراغ سے متعلق بنیادی تصور ٹھیک ثابت ہوا تھا چنانچہ اب بحریہ نے میری لینڈ میں خلیج چیس پیک کے ساحل پر ۸ لاکھ ڈالر کی لاگت سے ایک ابتدائی نمونے کا میلڈ سٹیشن بنانا شروع کر دیا ہے۔ یہ راڈر ستمبر میں مکمل ہو جائیگا۔ امریکہ افریقیا نوس شمالی میں ازورز سے نوا اسکوٹیا تک کام کر سکے گا اور اس علاقے کے اندر موزوں فضائی حالات میں ۵۰۰ میل سے ۲۶۰۰ میل تک مزائلوں وغیرہ کا سراغ لگا سکے گا

ہوا اور خوراک میں تابکاری کا مطالعہ! بین الاقوامی اٹمی توانائی

ایجنسی نے ہوا۔ پانی، زمین اور خوراک کے نمونوں کا تجزیہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ انسان کے ماحول میں تابکاری کے درجوں کا تعین کیا جا سکے۔ ایجنسی کے افسروں کا بیان ہے کہ یہ منصوبہ صحت، سلامتی اور راکھ گرنے کے متعلق ایجنسی کی سرگرمیوں اور اٹمی توانائی کے پرامن استعمال کے فروغ کے متعلق اس کی دوسری سرگرمیوں میں بھاری اہمیت رکھے گا۔ یہ کام ایجنسی کی لیبارٹری میں انجام دیا جائے گا جو اب وی آنا کے قریب بنائی جا رہی ہے۔ ایجنسی کے ممبر ملکوں اور اس (ایجنسی) سے تعلق رکھنے والی بین الاقوامی انجمنوں کی درخواست پر یہ کام کیا جا رہا ہے۔ ان اداروں کو اٹمی تابکاری کے اثرات کے متعلق اتحادی اقوام متحدہ کی سائنسی کمیٹی کا تعاون بھی حاصل ہوگا۔ مختلف علاقوں سے نمونوں

کی فراہمی اور ان کے تجزیہ سے تابکاری کی مقدار کا پتہ چلیگا اور اس سے سائنسدان ایٹم برائے امن کے تمام شعبوں میں تابکاری کے خطرات کو دور کرنے کیلئے موزوں اقدامات کر سکیں گے۔

۶۰ ہزار فٹ کی بلندی تک گذشتہ ہفتہ پرواز تجرباتی

انسان بردار راکٹ جہاز ایکس ۱۵ نے جو تھی کامیاب اڑان کی اور وہ ۱۴سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کرتا ہوا ۶۰ ہزار فٹ کی بلندی تک پہنچ گیا۔ ۵۰ فٹ لمبا جیٹ ایکس ۱۵ جو انسان کو زمین سے ... میل کی بلندی پر لیجانے کیلئے بنایا گیا ہے ایک جیٹ بی ۵۲ بمبار کے پر سے باقاعدہ کرایا گیا۔ ایکس ۱۵ میں آزمائشی اڑانیں کرنیوالا نامور ہوا باز سکاٹ کراس فیلڈ بیٹھا تھا۔ جب بی ۵۲ بمبار ۵۰ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچا تو ایکس ۱۵ کو اس سے آزاد کر دیا گیا۔ تب کراس فیلڈ نے اپنے جہاز کے انجن کو چلا کر مزید دس ہزار فٹ کی بلندی تک پرواز کی۔ ۹ منٹ تک آزادانہ پرواز کرنے کے بعد انہوں نے اپنے جہاز کو زمین پر اتارا۔ امریکی ... انسان کو ... فضا کے قریب ... اور ... سلامتی سے زمین پر لانے کے متعلق جو تجربہ کر رہا ہے یہ پرواز اس سلسلے میں ایک بڑا قدم ہے امریکہ نے انسان کو خلاء میں بھیجنے اور صحیح سلامت زمین پر واپس لانے کا جو مرکزی منصوبہ بنایا ہے ... سلسلے میں ... صحیح ... ایک ... تجربہ کیا ہے اس تجربے میں انسان کی بجائے ایک بندر ... خول میں ...

میل سے زیادہ کی بلندی پر بھیجا گیا۔ یہ خول ایک راکٹ کے ذریعے فضا میں چھوڑا گیا۔ راکٹ داغنے کے قریباً دس منٹ بعد بحر اوقیانوس میں بندریا کو زندہ برآمد کیا گیا۔ یہ تجربہ ملکی فضائی و خلائی نظامت کے لئے کام کرنیوالے سائنسدانوں کی طرف سے کیا گیا جنہوں نے اسے نہایت کامیاب بیان کیا۔ ایک ٹن کا یہ خول ایک چھوٹے راکٹ کے ذریعے جزیرہ ویلاپس میں واقع نظامت ... سٹیشن سے ان تجربوں کے سلسلے میں چلایا گیا جو انسان کو خلاء میں بھیجنے کا محفوظ طریقہ تلاش کرنے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ خول جب نظامت کے تجرباتی مرکز میں لایا گیا تو سائنسدانوں نے دیکھا کہ ساڑھے سات پونڈ وزنی بندریا "مس سیم" زندہ اور تندرست ہے اب خلائی سفر کے اثرات کا جائزہ لینے کے لئے بندریا کا معائنہ کیا جائے گا۔ یہ پہلا موقع نہیں جب خلائی سائنسدانوں نے بندر کو خلاء میں بھیجا ہے۔ اس سے پہلے وہ دو موقعوں پر اس سے بھی زیادہ بلندی پر بندروں کو بھیج چکے ہیں۔

۲۸ر مئی ۱۹۵۸ء کو دو بندر ایبل اور بیکر ۳۰۰ میل کی بلندی پر بھیجے گئے تھے۔ دونوں صحیح و سالم واپس آگئے تھے۔ اسی طرح گذشتہ ۴ر دسمبر کو مرکزی شعبے کے سلسلے میں ایک بندر سام کو ۵۵ میل کی بلندی پر بھیجا گیا تھا۔ وہ بھی سلامتی سے واپس آگیا تھا اور تجربہ کامیاب رہا تھا۔

امریکی طلباء کیطرف سے عرب ملکوں کے طلباء کے نام خطوط

باہمی دوستی اور خیرسگالی کا اظہار

ڈینور ۔ کولوریڈو ۔ اسلام ۔ جنوری ۔ عربی امریکہ میں رہنے والے حبشی جماعت کے تقریباً ۵ سو طلباء نے عرب لڑکے لڑکیوں کے متعلقہ ملکوں کے سفارت خانوں کے ذریعہ تقریباً ۵ سو چٹھیاں لکھی ہیں ۔ اخبار ڈینور پوسٹ نے ایک تحریک جاری کی تھی کہ امریکی طلباء اقوام متحدہ کی سبھا کے رکن ملکوں کے دوسرے طلباء کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعہ تعلق پیدا کریں ۔ ہر ایک چٹھی بڑے سلیقے سے لکھی گئی ہے اور اس پر متعلقہ ملک کے جھنڈے کا نشان لگایا گیا ہے ۔ اخبار نویس نے لکھا ہے کہ پچھلے برس اسی طرح کے خطوط کا نتیجہ طالبین میں قلبی دوستی کی صورت میں نکلا ۔ توقع ہے کہ اس طرح کی خطوط نویسی سے عالمی مفاہمت خیرسگالی کو تقویت ملے گی ۔ ۱۳۶ چٹھیاں عراق کے طلباء کو ۲۰ اردن کے ۴۳ لیبیا کے ۔ ۲۶ لیبیا کے ، ۱۵ مراکو کے ۔ ۹۰ سعودی عرب کے ۔ ۱۱ سوڈان کے ۔ ۲۷ تیونیشیا کے ۔ ۱۷۵ متحدہ عرب جمہوریہ اور ۲۷ یمن کے طلباء کو بھیجی گئیں ۔

امریکہ کے ایک اور شہر میں مسجد کی تعمیر

فلیڈلفیا ۔ ۲۲ر جنوری ۔ فلیڈلفیا کے علاقے کے امریکی مسلمانوں نے ایک مسجد کی تعمیر کے لئے فنڈ جمع کرنے کی مہم شروع کردی ہے ۔ امریکہ کے دوسرے کئی شہروں میں بھی مسلمانوں نے زیادہ تر اپنے چندے سے مسجدیں بنائی ہیں ۔ توقع ہے کہ گیری انڈیانا میں بھی اگلے سال کے شروع میں ایک مسجد کا افتتاح ہوگا ۔ اس اثنا میں پتہ چلا ہے کہ بفلو (نیویارک) میں ایک اسلامی مرکز نے کام شروع کردیا ہے ۔ یہ مرکز ایک سہ منزلہ عمارت میں ہے جو بفلو کے مسلمانوں نے خرید لی ہے ۔ اس میں نماز کے لئے ایک ہال ، ایک کتب خانہ اور دو جماعتی کمرے ہیں ۔



کہ نظام الملک آصف جاہ کے پاس ایک ایرانی پیش ہوا جو نوکری کا خواہاں تھا۔ آصف جاہ نے اس سے پوچھا کچھ لکھنا پڑھنا جانتے ہو؟ عرض کیا "کم و بیش"۔ آصف جاہ نے پوچھا لکھنے پڑھنے میں کمی و بیشی کیسی؟ عرض کیا "از علما کم و از جہلا بیش" اس جواب پر آصف جاہ پھڑک گئے۔ فرمانے لگے اس شخص نے "کم و بیش" کا صحیح استعمال کیا۔

——(یہ ہے اسلوب بیان)——

کہ سب سے زیادہ برقعہ پاکستان میں استعمال ہوا کرتا ہے۔

برقعے تو پاکستان میں استعمال ہوتے ہونگے لیکن سب سے زیادہ پردہ تو ہندوستان میں ہوتا ہے۔

کہ ایک نوکرانی نے اپنے مالک سے کہا جو ایرانی تھا۔ حضور! ایک شخص آیا ہے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہتا ہے ایرانی نے پوچھا "چہ حلیہ دارد؟" نوکرانی نے جواب دیا "در عینک تو دارد"

——(یعنی داڑھی لگا ہے)——

کہ ناظر مدارس جب ایک مدرسہ کی جماعت چہارم میں داخل ہوئے تو اس وقت تاریخ کا سبق ہو رہا تھا۔ تاریخ کے استاد جارحین اور جابر بادشاہ اور گلزار حوض پر تقریر کر رہے تھے۔ ناظر صاحب نے ایک بچہ سے پوچھا بتاؤ گلزار حوض کو کس نے توڑا؟ بچہ رو رو کر کہنے لگا میں نے نہیں توڑا آپ میرے ساتھی سے پوچھ سکتے ہیں۔ ساتھی سے پوچھنے پر ساتھی نے اور چلا کر رونے اور کہنے لگا "اللہ کی قسم ہم نے بھی نہیں توڑا" آپ ماسٹر صاحب سے پوچھ لیں۔ ماسٹر صاحب نے کہا کہ بچے سچ کہتے ہیں گلزار حوض انہوں نے نہیں توڑا۔ ناظر صاحب صدر مدرس صاحب کے اجلاس پر پہنچکر کہنے لگے کہ یہ کیا تعلیم ہے؟ کہ نہ بچہ صحیح جواب دے سکتا ہے اور نہ استاد۔ میں پوچھتا ہوں کہ گلزار حوض کو کس نے توڑا تو بچہ کہتا ہے میں نے نہیں توڑا ماسٹر کہتا ہے کہ بچہ سچ کہتا ہے۔ یہ سنکر صدر مدرس نے کہا سچ ہے حوض توڑنا بچوں کا کام نہیں۔

کہ انگریزی اور چینی زبانوں کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ "اردو" بولی جاتی ہے۔

اس خصوص میں ٹنڈن جی سے پوچھنا پڑے گا۔ ٹنڈن جی تو یہی کہیں گے کہ دنیا میں سب سے زیادہ تو "ہندی" بولی جاتی ہے——

کہ آجکل نوجوان شادی کے نام سے بھاگتے ہیں اور آنکھ لڑانے میں پیش پیش رہتے ہیں۔

——معلوم اب ہوتا ہے کہ انہیں بیوی کے پلو سے محبوبہ کے اونچی ایڑی کے جوتے زیادہ پیارے ہیں۔

فارسی شیراز

هفته وار

ایدیتر :- سید صمصام شیرازی

مقام اشاعت :- چادرگهات گیت حیدرآباد دکن اندیا -

دانشمندان نامی اسلام

ابن جلجل

دانشمند و گیاه شناس نامی در قرن چهارم تکمیل کنندهٔ نبات شناسی

تالیف دانشمند محترم آقای سید محمود خیری

مرسلهٔ دوست ارجمند آقای حسین ضابط مدیریت هوتل

(۲)

ابن جلجل سلیمان بن حسان اندلسی قرطبی مکنی به ابی داود ومعروف به ابن جلجل از اطبائی نامی و از گیاه شناسان قرن چهارم هجرت است که در عهد هشام بن حکم بن عبدالرحمان دهمین خلیفهٔ اموی اندلس - ۳۶۶ - ۴۰۳ ھ در شهر قرطبه از بلاد اندلس بکار تدریس طبی اشتغال و طبیب مخصوص هشام بوده است - ابن جلجل علاوه بر مشاغل طبی کافی در گیاه های دارو ئی و خواص طبی آنها که دیسقوریدس ننوشته بود - بر آن افزوده و در اواخر قرن چهارم ذیلی بر کتابهائی گیاه شناسی که از یونانی به عربی ترجمه کرده بودند نوشت و گیاه های را شرح داد که قدما آنرا نمی دانستند و از خواص آن بی اطلاع بودند -

در قسمت گیاه شناسی مسلمانان تمایلات درخشانی انجام داده اند و در دورهٔ نهضت عباسی ابتداء با ترجمهٔ تالیفات دیسقوریدس و جالینوس و کتابهای هندی، به آن کار اقدام کردند - در زمان متوکل استفان ابن باسیل کتاب گیاه شناسی دیسقوریدس را از یونانی به عربی ترجمه کرد و چون استفان، نام عربی پاره ای از گیاه ها را نمی دانست، آن اسامی را - بهمان زبان یونانی در ترجمه نگاشت تا مترجمی اندلسی را بیس از وی برگزیند و آن نامها را به عربی درآورد این ترجمه با همان وضع ناقص در اواسط قرن چهارم هجری در ایام الناصر بالله به اندلس برده شد و مردم از آن تا حدی استفاده کردند تا آنکه در سال ۳۳۷ هجری پادشاه قسطنطنیه با نامه مکاتبه و کتابهائی برائی وی فرستاد که از آن جمله کتاب گیاه شناسی دیسقوریدس به زبان یونانی بود با این مزیت که در نسخهٔ نامبرده

شکل گیاهها با تصویر های عجیب - رسمی نیز ترسیم شده بود و چون در اندلس کسی یونانی نمیدانست ناصر از پادشاه روم کسی را خواست که یونانی و لاتین بداند (در اندلس بسیاری از مردم لاتین میدانستند) پادشاه روم - راهبی را بنام نیکلا نزد ناصر فرستاد راهب در سال ۳۴۰ هجری بقرطبه رسید و با کمک عده ای که لاتین و عربی می دانستند نقیصه های ترجمهٔ استیفان را برطرف کردند و اسامی یونانی گیاه ها را به عربی ترجمه کردند و ابن جلجل مزیدی بر آن نوشته و به تکمیلش پرداخت - در اینجا و چند جائے دیگر این کتاب چون نامی از قرطبه برده شد مناسب میداند راجع به قرطبه که در آن دوره یکی از دارالعلم های بزرگ اسلامی و از جهت عظمت بمنزلهٔ پاریس و لندن امروزه بوده شرح مختصری بیان کنم - شهر قرطبه از توابع اندلس واقع در کنار رودخانه وادی الکبیر و از آن رود مشهور می شده و پیش از اسلام آباد بوده است - نخستین بنای آن از بنا های مردم کارتاژ باشد و رومی ها در سال ۱۵۲ قبل از میلاد قرطبه را فتح کردند و چندی دست به دست گشت تا مسلمانان آنجا را گشوده در طلیطله فرود آمدند سپس قرطبه را مرکز حکمرانی خویش ساختند - امویان با ساختن کاخها و بلها و مسجدها بر وسعت آن افزودند - مساحت اصلی شهر ۲۴۰۰۰ ذرع مربع بود و هفت دروازه داشته است - لکن مسلمانان ۲۱ کوی تازه در اطراف شهر سابق بنا کرده اند و در هر کوی مسجدها و گرمابه ها و خانه ها و دکانهائی کافی ساختند تا آنجا که طول شهر اطراف آن به ۲۴ میل و عرض آن به شش میل رسید یعنی ساحت شهر قرطبه ۱۴۴ میل مربع گشت - در صورتیکه مساحت لندن در سال (۱۹۰۵) ۱۱۲ میل مربع بوده و تمام این مساحت عبارت از خانه ها و کاخها و باغها و مسجدها و گرمابه ها بوده است که کنار وادی الکبیر بنا شده بناهای قرطبه و اطراف آن مکرر شماره شده و خلاصهٔ آن سرشماری در دوره آبادی شهر مذکور بقرار زیر بوده است

خانه های عادی	۱۱۳٬۰۰۰
کاخهای بزرگ	۴۳۰
عمارات رجال دولت	۶٬۳۳۰
مسجدها	۳٬۸۷۳
گرمابه ها	۹۰۰
جمع کل بناها	۱۲۴٬۵۰۳

بعضی از مورخان صورت ساختمانهای قرطبه را در زمان

این ابی عامر چنین نگاشته اند خانه های عادی ۲۰۰۰۰۰

خانهای رجال دولت [illegible] دکانها ۸۰۴۵۵ [illegible]

زیادی گرمابه [illegible] اگر مجموع [illegible] امروز

فاصله مقایسه کنیم [illegible] آن آسامی شود [illegible]

[illegible] سال [illegible]

[illegible] تمام [illegible] اسلام [illegible]

در قرطبه [illegible] بوده اند [illegible] عمارت متعلق

باشرافت بوده است [illegible]

در دوره ترقی و عظمت [illegible]

جمعیت قرطبه در آن [illegible] قرطبه

در دوره [illegible] العلم بانی اسلام [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

از [illegible] اسلامی [illegible]

[illegible]

[illegible] آن شده [illegible]

[illegible] نظیر بوده [illegible]

[illegible]

یا امیر

[illegible]

[illegible]

علم آزاد [illegible] | به زنجیر [illegible]

[illegible] | علی [illegible] ما را وزیر است

[illegible] | علی مولا [illegible]

[illegible] | [illegible] ہم [illegible]

[illegible] | علی [illegible] بے نظیر است

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] شرح [illegible]

حاجی لطف اللہ [illegible]

صحیفہ [illegible] پریس [illegible] شائع ہوا


ALPHA HOTEL
ALPHA HOTEL
BOARDING AND LODGING
ALPHA hotel


GRAND
HOTEL
گرانڈ ہوٹل


Garden Restaurant

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا — وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مثالِ کرا کے عثماں یہی کہتا ہے ہراک سے — کوئی بابِ نجفؑ کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر :- سید صمصام شیرازی — مقام اشاعت :- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴
روز یکشنبہ ۱۴ فبروری سنہ ۱۹۶۰ء
۳ ۱۶ شعبان المعظم سنہ ۱۳۷۹ھ
شمارہ (۱۵)

غزل

مطلع
بوئے چمن چون به بہارم رسید | عنبرے درمشکِ تتارم رسید
آمده از جانبِ بابِ نجفؑ | جلوۂ این درشبِ تارم رسید
بعدز یارت که چه گویم شنو | قلب وجگرہم به قرارم رسید
کرد ستم الفتِ لیلےٰ به قیس | وزن گران این چه به بارم رسید
گفت کتابت به مدادِ صفا | معنیٔ درکلکِ نگارم رسید
نوحہ وماتم چه ستم کرد این (درمحرم) | نالۂ درسینه فگارم رسید

مقطع
فضلِ خدا شاملِ عثمان چو شد
جملہ امور یکہ به کارم رسید (مقصد)

مرقوم ۶ر فبروری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

ایک بدنام اردو لوکل اخبار کا اثرِ بد بوجہ توسل کمین ان اشخاص کو روزِ بد دکھائے

(H.A)

فرمایا اس میں درج تھا کہ کچھ بیوایاں (غالباً ملازمین علاقہ صرف خاص کی ہونگی) یہاں نذری باغ میں آنا چاہتی تھیں امداد حاصل کرنے کیلئے۔ مگر کمیٹی انتظامی پرائیویٹ اسٹیٹ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پابندگان امداد یا ماہوارات نے بہ طیب خاطر یہ صرفی میں داخل کرکے اس کا معقول معاوضہ یکمشت حاصل کرچکے ہیں جس کو طویل عرصہ گزرا ہے (جبکہ ایسا کرنے کا انکو اختیار تھا) ایسی حالت میں ان پسماندوں کو ازروے قاعدہ ماہانہ کوئی مزید امداد نہیں مل سکتی کہ یہ معاملہ ختم ہوکر داخل دفتر ہوچکا ہے۔ البتہ وہ بات اور تھی اگر یکمشت معاوضہ نہ لیا جاتا تو پابندگان کی وفات پر پسماندوں کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ امداد دی جاتی۔ مگر ایسا معاملہ نہیں ہے بلکہ دوسری نوعیت کا ہے جو اوپر بیان ہوا ہے! اس کے سوا ایسا ہی عمل گورنمنٹ کے ملازمین نے کیا ہے جسکو کچھ زمانہ گذرا ہے۔

الحاصل معلوم ہوتا ہے کہ کمیشن ان سے حاصل کرنے کی غرض سے خود غرض اشخاص ان کو بھڑکا رہے ہیں جب کہ دونوں کے حق میں نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ اگر وہ ایسے ناشائستہ حرکات سے باز نہ آئیں تو۔ کیونکہ دُنیا میں ہر کام قاعدہ وضابطہ کے تحت انجام پاتا ہے نہ کہ اندھا دُھند کام کرکے دُوسروں کے لئے بُری نظیر پیدا کی جائے۔ پس ضروری خیال کیا گیا کہ چند سطور لکھکر اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جائے۔ تاکہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔ اور ہر چیز صحیح روشنی میں دکھائی دے۔

دیگر۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص جس کا نام کنیا پرشاد ہے سرغنہ ان کا [illegible] ان سے ایسے نازیبا حرکات کرا رہا ہے جس کا کردار کیسا تھا یہ صرف خاص کے ریکارڈ پر ہے۔ لہذا اس کو [illegible] رہنا چاہئے ورنہ نتیجہ معلوم [illegible]۔

نوٹ۔ [illegible] اشخاص [illegible] نذری باغ میں نہیں لئے جاسکتے اور نہ [illegible] صرف خاص میں [illegible] ہوسکتے [illegible] معاملہ ختم [illegible]۔

مرقومہ ۵ر فروری ۱۹۶۰ء

[illegible]

مکرم جاہ کی آمد در بمبئی ۷ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء یوم یکشنبہ

فرمایا معلوم ہوا ہے کہ وہ آج ولایت (England) سے روانہ ہونگے۔ اور کل بمبئی دوپہر پہنچکر تاج محل ہوٹل میں قیام کریں گے۔ اور آئندہ یوم دوشنبہ صبح وہاں سے روانہ ہوکر دوپہر تک یہاں پہنچیں گے۔ اونکے ساتھ اونکی رفیقہ حیات نہیں آسکتیں کہ زمانہ حمل کا ہے۔ اس لئے مکرم جاہ یہاں آنے بعد بذریعہ طیارہ ولایت واپس جائیں گی۔ اسی ماہ کے اواخر تک اور یہ مع بہو و صاحبزادہ مفخم جاہ آئندہ اکٹوبر میں حیدرآباد آئینگی جبکہ تعطیلات اکسفورڈ یونیورسٹی میں شروع ہو جائیں گے اور غالباً اوسوقت تک انکی تعلیم بھی وہاں ختم ہو جائے گی جسکے بعد قانونی تعلیم کیا وہاں ہوگی یا یہاں اس کا تصفیہ متعاقب ہوگا۔ بروقت ۲۵ھ۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ یہاں ہونا بہتر ہوگا وہ بھی اُن کی متاہل زندگی کے بعد تاکہ ہر دو بھائی اطمینان سے اپنے وطن حیدرآباد میں قیام کرسکیں۔ آئندہ خدا کو جو منظور ہوگا وہی ہوکر رہے گا۔

بقول۔ اِرَادَۃُ اللہ غَالِبٌ عَلیٰ اِرَادَۃِ النَّاسِ۔

مرقوم ۶ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

اخبار ہمدم مورخہ ۶ ؍ فروری سنہ ۱۹۶۰ء

فرمایا خطیب مدیر مذکورہ نے بعض حالات کو مختلف مقامات پر موجود رہکر اور عینی مشاہدہ کرکے جو کچھ لکھا ہے وہ ضرور قابل غور اور قابلدید ہے خصوصاً پریس کانفرنس منعقد کردہ وکیل ایک بدنام اخبار کی جسمیں تفصیل سے جو کچھ بیان کیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ نذری باغ خطیب کے قلم کو نذری باغ کی دوربین عینک سے دیکھ رہا تھا اور لطف اندوز تھا۔

الحاصل ایسے مفسدانہ حرکات سے کام نہیں نکلتا تا آنکہ صداقت اور غیر جانبداری سے ایسے امور کو صحیح روشنی میں دیکھکر کوئی نتیجہ پر پہنچے ورنہ یہ حرکات سراسر مضحکہ خیز ہونگے لہذا دیکھا گیا ہو وہ دوا اپس کس رنگ میں لوٹتا ہے اوسکا انتظار ہے گو نذری باغ کی بصارت وبصیرت دونوں آسمان کے تارے توڑ کر لا رہی ہے اور بیکار نہیں ہے بلکہ مشغول بہ کار ہے۔ نظر بر آن اگر خطیب ہمدم آیندہ اسی قسم کی خدمت انجام دے تو اسکی زمانہ گذشتہ کی سہو وخطا یا فروگزاشتوں کا کفارہ سمجھا جائیگا وبس۔

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۶؍ فروری سنہ ۱۹۶۰ء

ایک بے وقوف کا غلط خیال مندرجہ ایک بدنام لوکل اخبار میں

(مورخہ ۷۔ فروری سنہ ۱۹۶۰ء)

اِس کو دیکھکر فرمایا (جو ایک طویل مضمون ہے سلاطین دکن زمانہ ماضیہ سے متعلق جس کا جواب یہ ہے) کہ اِن ذی حشم ہستیوں کو جو کچھ غیب سے ملا تھا نہ وہ کسی اور ہستی ذی شان کے توسط ملا تھا جس کا لقب تھا۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ کیونکہ دُنیا کا مُسلمہ مقولہ ہے کہ جس کسی کی جو کچھ شاندار ہستی ہوگی اوسکے مدِنظر دینے والا دیگا نہ کہ اسکے خلاف یعنے اگر کوئی متمول شخص کسی محتاج کو جو کچھ عنایت کریگا (بشکلِ امداد) تو دینے والے کے پوزیشن کے مطابق ہوگا یعنے وہ بعوض سکۂ نقرہ یا طلاء دینے کے دھیلہ دمڑی نہ دیگا جو تہی دامن دِے سکے۔ ورنہ معطی کی حیثیت کے منافی ہوگا۔ لہذا دنیا میں اشیاء یا اجناس کی قلب ماہیئت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اپنی اصلی جگہ قائم رہتی ہے۔ ورنہ نظام عالم درہم وبرہم ہوگا جو کہ ناممکن ہے

دوم۔ ضمیر کی آواز سُننے کیلئے گوشِ حق نیوش درکار ہے نہ کہ ثقل سماعت۔

زیادہ۔ دیدہ شاں این تحفہ بر چشم حیراں می برد؛ عشق بے جا می رود ما را بہ ساماں می برد

مرقوم ۷ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شبیہ از ہفتہ وار)

صاف گوئی خطیب مدیر ہمدم در اخبار ہمدم مورخہ ۶ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

فرمایا اُس نے عام مقولہ گران بحکمت و ارزان بعلت کی جو صحیح تشریح کی ہے جب کہ نذری باغ نے اسکی تشبیہ قیمت موومت [illegible] کسی [illegible] چینی تھی [illegible] قابل قدر ہے مگر کیا کیا جائے کہ مفسرین موقفین [illegible] معقول یا بلا معقول [illegible] الفاظ کا جامہ پہنا کر اِس کو پیش کرتے ہیں [illegible] ان کی طبیعت [illegible] اور اس سے وہ کبھی [illegible] کبھی بیدار ہونگا اگر دوسرے طریقہ سے اسکو برا [illegible] اور کول [illegible] خوردہ منہ کو چھپا پھرتا ہے کیونکہ پیر چیر پرفند [illegible] وہ گروہ عبادتی سے ہے نہ گزیدہ کا ذہین [illegible]۔

مورخہ ۶ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شہرائے معقولہ [illegible])

ذوق وشوق برائے خواندن شیرازِ ہفتہ وار

فرمایا یہ جو سُنا جاتا ہے کہ نذری باغ کے کلام کی وجہ سے جو کہ ریکارڈ ہوتا ہے اس میں
لوگ اسکے پڑہنے کے خواہشمند رہتے ہیں۔ یہ واقعی اگر صحیح ہے تو میں نے صمصام شیرازی سے کہدیا ہے کہ
آجکل گرانی کی وجہ سے قیمت (۵ر) فی پرچہ کم ہے۔ اور بعض وقت مواد جو اسمیں جمع ہوتا ہے زائد رہتا ہے
اسلئے آیندہ سے فی پرچہ (ار) بڑہا کر (۶ر) مقرر ہو۔ ورنہ میرے خیال میں فی پرچہ (۸ر) سے کم نہیں ہے۔

فرمایا بہر حال یہ کلام قابل لوگوں کے پڑہنے کا ہے نہ کہ کم علم اشخاص کا جو ناٹک یا سینما
کی غزلوں کے دلدادہ ہیں۔ مگر برعکس اس کے دوسری طرف قابل پڑھا لکھا طبقہ کے ہاں یہ ہزلیات
سے کم نہیں ہے جو نظر انداز کرنے کے قابل ہے کیونکہ طبقہ مذکورہ پاک مذاقِ سخن رکھتا ہے جو اس کی
حیثیت یا پوزیشن کے موافق ہوتا ہے ورنہ کہا جائیگا کہ ویرانے پر ندگلستان کی ہوس رکھتے ہیں
جو کہ درست نہیں کہ ہر ایک کیلئے جگہ مختص ہے۔

مرقوم ۷ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

مُعتبر خبر قابل سماعت

فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ چند سمجھدار اور اپنی جگہ کچھ نہ کچھ حیثیت رکھنے والے افراد جو طبقہ کثرت سے تعلق رکھتے ہیں ان کا متفقہ کہنا ہے کہ آجکل جو چند اشرار یا بد طینت اشخاص جو اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جو شرانگیزی نذری باغ کے خلاف برپا کئے ہوئے ہیں۔ اس کو افراد اول الذکر اچھی نظر سے نہیں دیکھتے ہیں اور خود کو اس غول بیابانی سے (یعنی موخر الذکر افراد سے) علیحدہ رکھے ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان میں شامل ہونا اِن اصحاب کی توہین ہے وغیرہ

فرمایا اگر یہ خبر صحیح ہے جو کہ سنی گئی ہے تو آفرین اِن پر کہ ایسے کردار خوب کے اصحاب کو نذری باغ بہ نظر استحسان دیکھتا ہے۔ ورنہ دُنیا کا مقولہ ہے کہ بلبل ہزار داستان کا نغمہ سُننے والے کان زاغ وزغن کی چیخ پکار پر کان نہیں دھرتے ہیں کہ یہ خلل انداز سکونِ قلب ہے وبس۔

مورخہ ۸ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

ہفتہ وار شیراز جسکا مدیر صمصام شیرازی

فرمایا ایک بدنام لوکل اخبار میں اس رسالہ کے متعلق جو کچھ بے بنیاد اور لغو خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں (مثل نظام گزٹ روزانہ) تو اسکا جواب صرف اسقدر ہے کہ جن اشخاص کو یہ پڑھنا ناگوار خاطر ہے (گو اِسکی معقول دلیل نہیں ہے) تو پھر کیوں خرید کر کے اِن کو دیکھتے ہیں۔ یا کسی کے خرید کردہ سے لیکر مفت میں دیکھتے ہیں اور کون اِس پر اس غول بیابانی کو مجبور کیا ہے۔ بظاہر کوئی نہیں۔ دوسرے طرف اگر موخر الذکر اشخاص کو فرضاً ایک طریقہ کار اختیار کریں بھی تو اس سے نہ شیراز اور نہ نظام گزٹ پر کوئی مضر اثر پڑ سکتا جب تک کہ نذری باغ کے خیالات ان دو کی نسبت اچھے ہیں اور اِن کو زمرۂ بہی خواہوں میں شمار کرتا ہے۔ زیادہ

دشمن اگر قویست نگہبان قوی تراست

مورخہ ۱۲ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

واپسی آغا شیخ ابوالقاسم خراسانی کی بہ حیدرآباد

فرمایا سُنا ہے کہ یہ آنکھ کے علاج کیلئے پاکستان گئے ہوئے تھے جو کہ واپس حیدرآباد آ گئے ہیں۔ بہت اچھا ہوا کہ صیغہ نکاح کیلئے اب کوئی زحمت باقی نہیں رہی کہ آغا محسن مرحوم کی جو جگہ خالی تھی وہ ان سے پُر ہوئی تھی (بندہ پرورش مولوی اصغر حسین صاحب نبیرہ کلاں مولوی علی نقی صاحب مرحوم) ورنہ اگر انکی واپسی میں دیر ہوتی تو مجھے مجبوراً کسی اور صاحب کو مقرر کرنا ہوتا۔ انکو میں اچھی طرح جانتا ہوں مگر ان کے والد آغا شیخ محمد تقی صاحب مجتہد خراسانی مرحوم کو نہیں دیکھا تھا جبکہ میں کم سن بچہ تھا (مقیم حویلی قدیم)۔ اور شمشیر یار جنگ کی زبانی معلوم ہوا کہ مرحوم کا شمار عُلماء و مجتہدین شیعی میں تھا جو کہ محلہ دارالشفا میں مقیم تھے۔ بہر حال بجز خاص خاص اصحاب نذری باغ میں صیغہ نکاح کا کام انجام نہیں دے سکتے الا ایسی صورت میں جن پر مجھے بھروسہ ہو یا تھوڑی بہت واقفیت یہاں رکھتے ہوں۔ اور ان چند کو میں اچھی نظر سے دیکھتا ہوں۔ جو یہاں آمد و رفت رکھتے ہیں جو امامیہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

(منقول از نظام گزٹ) مرقوم ۸ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

معاملہ حلمی آفندی ملازم صرف خاص

فرمایا حال میں ایک بد نام لوکل اخبار میں درج تھا کہ نامبردہ کسی ہوٹل میں بیٹھکر کسی کے استفسار پر (غالباً یہ شخص اوس کا ہم مشرب نہ ہوگا) اپنے آقا و مالک کی شان میں کوئی گستاخی کا لفظ زبان سے نکالا تھا۔ لہذا اس کی نسبت صرف اسی قدر کہدینا کافی ہے کہ ایسے ملازمین صرف خاص کے معاملات میں غیر متعلقہ اشخاص کو دخل نہ دینا چاہیئے کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ بلکہ الٹا سمجھا جائے گا کہ ان ملازمین مذکورہ کے ساتھ خصومت کی حالت جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا کیوں ایسا موقع تبصرہ کرنے والوں کو دیا جائے۔

دوم بالفرض محال جو شکایت کی (اخبار) سے متعلق کی گئی تھی اگر وہ کرنیوالا نامبردہ کا ہم مشرب ہوتا تو اوس وقت ممکن تھا نذری باغ غور کرتا کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے یا غلط۔ یا اپنے ذرائع سے [illegible] کی دریافت کرتا۔ مگر [illegible] معلوم ہوا کہ کرنیوالا غالباً دوسرے فریق سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اخبار [illegible] نظر انداز کر دیا گیا۔

الحاصل [illegible] غیر متعلقہ اشخاص ہوں یا دوسرے فریق سے تعلق رکھنے والے ایسے امور سے [illegible] چند سطور کہے گئے ہیں ورنہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ [illegible] عجیب و غریب [illegible] میں نہ آیا تھا جس سے قیاس [illegible] نتیجہ معلوم ہو۔

[illegible] حلمی آفندی [illegible] ہوٹل کی نسبت کو برخاست [illegible] واقعی اس کے لئے موزوں نہیں [illegible] نذری باغ میں عند الضرورت [illegible] پرورش نذری باغ ہے۔ لہذا [illegible] زمانہ کو انقلاب ہے [illegible]

(منقول از نظام گزٹ) مرقوم ۹ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

مبارک اور خوشگوار خبریں در گوشہ سماعت بہی خواہان خاندان نظام

(۱) فرمایا شکر ہے کہ مکرم جاہ (یعنے صاحبزادہ کلاں سینیر پرنس) کا باضابطہ تقرر چیارٹی ٹرسٹ نظام پر بہ حیثیت ٹرسٹی ۹ر فروری ۱۹۶۰ء سے ہوا ہے۔ جسکی تصدیق ٹرسٹیز میٹنگ سے ہوچکی جو کہ کنگ کوٹھی میں منعقد ہوئی تھی وقت عصر۔ اور وہ امروز فردا سے کام کرنا شروع کردیں گے جس کی تیاری ہو رہی ہے۔

(۲) فرمایا شکر ہے اس ماہ فروری کی ۱۵ر تاریخ ۱۹۶۰ء سے (مطابق ۱۷ر شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ) فرن ویلا میں معصوم صاحبزادہ جونیر پرنس (بطن منکوحہ انور بیگم) کا مذہبی درس شروع ہوگا جس کے لئے سید کاظم حسین قمر عابدی (وظیفہ یاب مدرس دیوانی) کا تقرر عمل میں آیا ہے جو ذی علم و ذی کردار ہیں۔ مذہب امامیہ ہے کہ تعلیم بھی اسی نوع کی ہوگی۔

بہرحال یہ ہردو امور اپنی جگہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اور امید قوی ہے کہ اسکے بہتر نتائج آیندہ زمانہ میں ظہور پذیر ہوں گے۔ بفضلہ و کرمہ!

مرقوم ۱۰ر فروری ۱۹۶۰ء ———— (منقول از نظام گزٹ)

راز سربستہ آشکارا

ایک بدنام ڈیلی اردو اخبار میں جو نذری باغ کے مضامین کیخلاف جو کچھ لکھا جارہا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا ایڈیٹر و فد میں جو دہلی گیا ہے تو اسس کی نیابت میں ایک صرف خاص کا قدیم ملازم جس کا رویہ خراب ہے۔ یعنے مقصد ہے وہ مضامین لکھکر اخبار مذکور میں طبع کرا رہا ہے۔ اور فرضی نام کاتب کا لکھدیتا ہے۔

دوم دہلی میں وفد کی کیا کارروائیاں ہیں اسکی اطلاع نذری باغ کو برابر مل رہی ہے اور وفد ادھر ادھر مارا مارا پھر رہا ہے جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے جسکو اگر مکافات عمل کہا جائے تو کچھ بے جا نہوگا اور خالی ہاتھ واپس آئیگا۔ انشاء اللہ اس کو رجعت قہقری نصیب ہوگی وبس۔

۹ر فروری ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

قطعہ

گفت چمن فصل بہاراں رسید
در صدفے گوہر غلطاں رسید

مژدہ ناکامیٔ اعدا شنید
زائرے ہم سوئے خراساں رسید

(برائے شکریہ)

مرقوم ۱۰ر فروری ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

ابوالقاسم خراسانی کا معروضہ بہ زبان فارسی

(پیش شدہ در نذری باغ)

فرمایا اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ جو مضمون دیروزہ نذری باغ کا نظام گزٹ میں طبع ہوا تھا۔ انکی واپسی از پاکستان سے متعلق تو انھوں نے اپنے والد مرحوم کے جو حالات مختصر سے طور پر رسالہ میں طبع کر کے شائع کیا تھا وہ میرے دیکھنے کیلئے بھیجا تھا۔ اس حد تک تو کچھ مضائقہ نہیں تھا مگر جو تحریر منسلکہ رسالہ تھی اسمیں اپنی ذاتی علمی قابلیت کا بھی ذکر تھا جو اسمیں درج ہونے کے قابل نہ تھا۔ میرا خیال ہے کہ غالباً ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ قمر عابدی کا تقرر جونیر پرنس کے معصوم صاحبزادہ (بطن منکوحہ اور بیگم مقیم فرن ویلا) کی مذہبی تعلیم پر ہونے والا ہے (کیونکہ میرے سابقہ مضمون میں لکھا تھا کہ یہ مسئلہ میرے زیر غور رہے) تو اس موقع پر اپنی بھی یاددہانی کی تھی حالانکہ صاحبان کردار کا یہ کام نہیں ہے کہ موقع کی جستجو میں رہ کر اپنا کام نکالیں ورنہ دنیا ایسے اشخاص کو حریص و طامع سمجھے گی جیسا کہ حلمی آفندی کا معاملہ عالم آشکارا ہے۔ آخر میں مجھے افسوس ہے کہ عرضی گذار نے حزم و احتیاط سے کام نہ لیکر ایسی فاش غلطی کی جس کی وجہ سے نذری باغ کی آنکھوں میں جو کچھ انکی وقعت تھی اس میں گھاٹا پڑ گیا۔ الحاصل کمبخت حرص و آز ایسی خراب چیز ہے کہ اس سے بچنے والے ہی بچ سکتے ہیں نہ کہ وہ جو دو دو پیسوں پر جان دیتے ہیں۔ جس کو کوتاہ چشمی کہا جاتا ہے اور ایسے ہی اشخاص اپنے کردار کو گری ہوئی حرکات پر قربان کر دیتے ہیں جس سے ان کے نام پر دھبہ آتا ہے وبس۔ زیادہ ماشاء اللہ۔ عبا و عمامہ کی یہ وقعت ہے؟ - کیا کہنا!

مرقوم ۱۰ ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

۴۸۶/۲۰۲

بملاحظہ سرکار فیض آثار سلطان العلوم اعلیٰحضرت حضور نظام ادام اللہ ظلکم العالی

بعرض اقدس — عالی — میرساند

خسروا۔ امروز در نظام گزٹ کمترین دعاگو را سرفراز فرمودید۔ ازین ذرہ نوازی مدت العمر متشکرم و حسب سابق دعاگو خواہم بود۔

کمترین بعد مراجعت دعانامہ واپسی بہ پیشگاہ خسروی تقدیم نمودم۔

سرکار والا۔ والد مرحوم را ہم یاد فرمودید برائے مسبوقی حالات آن مرحوم سوانح ایشان را کہ چند سال قبل طبع شدہ پیش میکنم۳ در زندگی والد طاب ثراہ حقیر نزد آن مرحوم صرف و نحو تکمیل نمودہ بعد فوت ایشان در نجف اشرف در مدرسہ قوام زائد از دوازدہ سال مشغول علوم دینیہ بودہ و بعد بہ حیدرآباد مراجعت نمودہ بدعاگوئی سرکار والا مشغول گشتم۔

ایام خسروی مستدام باد برب العباد

دعاگو نمک خوار موروثی

بتاریخ ۲ شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ

شیخ ابوالقاسم نجل حجۃ الاسلام آقا حاجی شیخ محمد علی خراسانی طاب ثراہ

۳ خط کشیدہ عبارت صحیح نہیں ہے جہاں تک کہ میرا خیال ہے۔

(منقول از نظام گزٹ)

ناواجبی درخواست صاحبزادگان علاقہ صرف خاص

فرمایا اس گروہ کا معروضہ بتوسط انتظامی کمیٹی پرائیویٹ اسٹیٹ نذری باغ میں پیش ہوا تھا جس میں درخواست تھی کہ انکی پرورش کیلئے جو ٹرسٹ بنایا گیا تھا وہ تحلیل (Dissolve) کر کے کورپس (سرمایہ) کو ان افراد میں تقسیم کردیا جائے مگر ازروے قانون ایسا نہیں ہو سکتا کہ نہ صرف یہ ٹرسٹ بلکہ جتنے مختلف انواع ٹرسٹ بنے ہیں انکی نوعیت ناقابل تحلیل (Irrevocable) ہے۔ یعنے اُس میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی جاسکتی بجز وہ دفعات (Sections) جو کہ اسمیں رکھے گئے ہیں اور جس کے مطابق ٹرسٹیز کو اپنے فرائض (Duties) انجام دینا ہے وبس۔ لہذا کمیٹی مذکورہ کو ہدایت دیدی گئی ہے کہ ایسا ہی جواب دفتر ٹرسٹ سے ملنے پر پھر دوبارہ یہ میرے ہاں پیش ہوئی ہے کیونکہ جو کچھ جواب دیدیا گیا تھا وہ ہر طرح معقول تھا۔ نظر برآن حکم دیا ہے کہ یہی جواب دیگر معاملہ کو داخلدفتر کردیا جائے۔ اور آیندہ ایسی فضول و بے معنے درخواستوں کو کمیٹی انتظامی قبول نہ کرے اور نہ نذری باغ میں پیش ہوں کہ یہ اُمور قطعی طور پر منفصل ہیں۔ جو یا بندگان اذوقہ اور ان کے بعد انکی اولاد کے حق میں نہایت مفید ہے کہ ٹرسٹ پائیدار اور دائمی ہے نہ کہ عارضی لہذا ان قانونی نکات کو عقل سے سمجھکر کام کرنے کی ضرورت نہ کہ واہی تباہی خیالات کو دماغ میں جگہ دیکر پریشان ہونے کی دوسری طرف زمانہ کو کیسا انقلاب ہے یہ بھی پیش نظر رہے۔

——— مرقوم ۱۱؍ فروری ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

اثرات رشک و حسد

فرمایا اکثر دنیا کا قاعدہ رہا ہے کہ کوئی کسی کو خیر تو غیر اپنا بھی کیوں نہ ہو اُسکی اچھی حالت کو نہیں دیکھ سکتا اور اُوسکے درپئے آزار رہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے اُس کو مکر و فریب سے نقصان پہنچائے لہذا جتنے اشخاص نذری باغ سے امداد حاصل کرتے ہیں (چاہے کسی شکل میں کیوں نہ ہو) وہ ان حملوں سے خود کو بچائے رکھنے کی فکر میں رہنا چاہیے وقت، ص جبکہ ان کے قلم سے اعدا کی دریدہ دہنی کا جواب دندان شکن بھی بہ پاسِ نمک دیا جاتا ہے کس لیئے کہ زمانہ کے حالات دگرگوں ہونے سے اپنی حد تک حزم و احتیاط کی سخت ضرورت ہے مگر ساتھ ہی اُس کے ایسے ہی خواہ جبکہ اپنے دامن کو داغ سے بچانا چاہتے ہیں اور اپنے ضمیر کو آلائش سے پاک و صاف رکھنا چاہتے ہیں ان کو کسی سے خوف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بقول

دشمن اگر قویست نگہبان قوی تر است۔

آخر میں اتنا اور کہدینا ضروری ہے کہ صمصام شیرازی مدیر شمشیر ازی ہفتہ وار کی وفاداری میں از ابتدا تا انتہا کوئی فرق نہیں آیا جسکی وجہ سے اسکو نذری باغ سے امتیاز کا سرٹیفکٹ مل گیا ہے۔ جو اُس کی خوش قسمتی کی دلیل ہے وبس۔

مرقوم ۱۱؍ فروری ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

جواب مضمون شائع شدہ در ایک بدنام لوکل اردو اخبار مورخہ ۱۲ار فروری سنہ ۱۹۶۰ء

فرمایا یہ سابق نظام حیدر آباد کے معاملات سے متعلق ہے اور جس نے یہ لکھا ہے نذری باغ کو معلوم ہو گیا ہے کہ یہ فرضی نام ہے کہ اس کی جرأت نہیں ہوئی کہ میدان میں آئے۔ مگر ساتھ ہی یہ شخص کون ہے اس کا پتہ بھی معلوم ہو گیا ہے۔ (یعنی ابو العابر حیات تنگ) لہذا صرف اسیقدر لکھدینا کافی ہے کہ معاملات اہم ہونے سے یہ حشرات الارض کے دست قدرت سے باہر ہیں۔ ایسی حالت میں پھر خامہ فرسائی بے سود بلکہ یہ بات انشاء اللہ صدا بہ صحرا ہو کر رہیگی اور ناکامی کا منہ دیکھنا ہوگا۔

بمصداق۔　　این خیال است و محال است و جنون

مورخہ ۱۲ار فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

منقول از نظام گزٹ مورخہ ۱۲ار فروری سنہ ۱۹۶۰ء

بخدمت شریف جناب میرے ہمنام حلمی صاحب مدیر نظام گزٹ

تسلیم۔ میرے بیان کو شائع فرما کر مجھے ممنون فرمایئے فقط

حلمی افندی

حلمی کہاں ملے گا؟

خاص و عام کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ جو حضرات مجھ سے ملنا چاہتے ہیں وہ صبح میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں اور اس کے علاوہ ضبیعہ پریس (دیوڑھی بازار) ہر دن میں ملاقات کیجاسکتی ہے۔ آج سے میں ان دو مقامات کو ملاقات کے لئے مختص کر لیا ہے۔

دیگر یہ بیان بلا آئندہ میرا نام علم و اطلاع کے بغیر شریک نظام العمل نہ کریں ورنہ میری شرکت عدم شرکت کے برابر ہو گی۔ اس حزم و احتیاط کے باوجود پھر اخبارات میں اگر میرا نام کو اچھالا جائے گا تو پھر اس کی ذمہ داری مجھ پر نہ رہے گی۔

چنانچہ میں امور پر غور کے اس ارشاد مبارک کی بنا پر عمل پیرا ہوں گا کہ ؎

ہیچ آفت نرسد گوشہ تنہائی را

"مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا"

(کیا اہلِ سنت الجماعت میں اختلافات اور فرقہ بندی نہیں ہے ؟)

(o)

مولانا عبد السبحان صاحب! آپ کے خیالات اور آپ کے مذہبی منصوبوں کو سنکر دل مائل بہ حقیقت ہو جاتا ہے کہ آپ نے اپنی تحریک کو اچھے اور اصلاح پذیر جادہ پر گامزن رکھا ہے کہ آپ کی مرتبہ کمیٹی کی تحریک صرف مسلمانوں کے بگڑے ہوئے نظام کی اصلاح ہے ورنہ کسی فرقہ سے مخالفت مقصود نہیں بلکہ آپ کا یہ خیال کہ "نذری کا باغ" کے مضامین سے نقضِ امن کا اندیشہ ہے؟ یہ جملہ بھی محتاج فکر نظر آتا ہے کہ آپ نے یہ کیا کہدیا؟ آپ نے کبھی سُنا یا اپنی آنکھوں سے کبھی دیکھا بھی ہے یا آپ کا ضمیر اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ نذری باغ کے رکھوالے (نظام سابع) نے کبھی افسردہ پھول یا کبھی پامال غنچوں اور اجڑے ہوئے خار زاروں کو محروم بہار رکھا تھا گذشتہ تاریخ آصفیہ کا آپ نے بغائر مطالعہ کیا ہے کہ نظام سابع کا ۳۵ سالہ دورِ حکومت کس بات کا شاہد ہے جس میں اعلیحضرت کی کوئی ایسی تحریک تقریراً یا تحریراً (بذریعہ فرمان) ہوئی ہو جس سے مابین فریقین یا مابین اقوام ملل باعث تفریق و افتراق تھی جس میں ناجائز تصرفات یا دل آزار ہتھکنڈوں سے اپنے دلی و مذہبی جذبات کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ آپ حقیقت شناس اور حق گو ہیں تو بتلا دیجئے گا کہ حضور نے کون ایسا بے جا اقدام کا ظہور ہوا ہے جس پر محاسبہ کیا جا سکے۔ آپ یہ بھی مانیں گے کہ بندگان عالی ایک اعلیٰ مدبر اولوالعزم حکمران، سچے ہمدرد بنی نوع انسان اور صلح کل واقع ہوئے ہیں آپ نہ صرف قوموں کو یکجا دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ بلکہ انسانیت کے دلوں کو بہر قیمت موہ لینا چاہتے ہیں آپ نے اپنی زندگی میں کسی وقت کسی انسان کو اخلاقاً یا قولی اعتبار سے یا مذہبی مسلک کے تحت بُرا نہیں ٹھیرایا ہے بلکہ آپ نے ہر ذی نفس کو مذہبی اعتبار سے ہر شخص کو اپنے مذہب پر ۔۔ سمجھا ہے اور اپنے ذاتی اعمال پر قادر و مختار سمجھا ہے۔ تو پھر ایسی عظیم المرتبت شخصیت سے انتشار و پھوٹ کی توقع کرنی سراسر بہتان اور دلیل کج فہمی نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ **الانسان مرکب من الخطاء والنسیان** کے تحت ہر شخص بھول اور سہو کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ وہ کون انسان ہوگا جو از جز تا کل اس سے منزہ ہو۔ ان حالات میں خدارا آپ ایسی فرقہ بندی یا فرقہ پروری کے لایعنی تصورات میں ہرگز نہ جایئے اور نہ ان جزوی اختلافات میں دردسری لینے کی ضرورت ہے۔ یہ اختلافات مابین فریقین تو آج نہیں تیرہ سو سال سے چلے آرہے ہیں اور آیندہ بھی رہیں گے کیا یہ اختلافات سینوں میں نہیں پائے جاتے ہیں؟ کتنے فرقے گوشہ گمنامی سے نکل آتے ہیں جن کے عقائد پر تبصرہ کیا جا سکتا ہے تو بھلا شیعہ اور سنی۔ حنفی اور مالکی کے ہلکے سے اختلافات کو اہمیت دینے کی آپ کونسی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ لہذا اس بات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ خود اختلافی مسائل کو مابین فریقین کھڑا کر کے فرقہ واریت کا تصادم دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ نے کچھ نہیں سوچا اور اخبار میں لکھ مارا کہ مسلمانوں کو صبر اور ضبط کا مظاہرہ کرنا چاہیئے اور وہ دہلی کو گئے ہوئے وفد کا انتظار کریں کہ کیا نتائج برآمد ہونگے وغیرہ۔" حالانکہ کہیں بھی بے چینی نہیں پائی جاتی ہے بلکہ مسلمان اور سنجیدہ اہل علم حضرات ہر بات سے مطمئن ہیں۔ بہرحال آپ اپنا ہر قدم حالات حاضرہ کو دیکھکر اٹھائیں تو بہتر ہوگا۔ ورنہ مرعوب ہونے والی باتیں نہ کیجئے جس سے ہم کبھی بھی مرعوب نہ ہونگے کہ ہم ساکنان نذری باغ مذہب حنفی کے پیرو ہیں جیسا کہ ہمارا مُربی و سرپرست ہے

قطعہ

ہندستان ایک کار ہا قائم	اپنے مرکز پہ بھی تو یہ دائم
کھانے پینے سے از سحر تا شام	باز رہتا ہے دیکھ لے صائم

(روزہ دار)

مرقوم ۹ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

بقول یک در گیر و محکم گیر۔ زیادہ والسلام

۹ فروری سنہ ۱۹۶۰ء

ازقلم صادق علیؑ (صادق الوعد) مقیم نذری باغ"

نوٹ:۔ صد آفرین بر نویسندۂ این مضمون کہ پُر از حقائق است۔

(منقول از نظام گزٹ)

جناب ایڈیٹر صاحب نظام گزٹ۔

السلام علیکم۔ براہ کرم حسب ذیل مضمون عوامی کالم میں درج کرکے ممنون فرمایئے۔

صداقت پسند

سید کاظم حسین قمر عابدی

اخبار ہمارا اقدام مورخہ ۷ فروری سنہ ۱۹۶۰ء کا طبع شدہ مضمون تحریر کردہ جناب عبداللہ الصابر صاحب نظر سے گذرا۔ تعجب ہے کہ صاحب مضمون نے صرف کاغذ سیاہ کرنے پر توجہ کی اور اپنی ہی عبارت کے سیاق و سباق کو نہ سمجھ سکے اس لئے لازم آیا کہ غلط فہمی دور کرنے کے لئے چند سطور سپرد قلم کی جائیں۔ ہُوَ الہٰدا۔

سلاطین آصفی کثرت یا قلت والے کسی طبقہ سے ہوں سوال یہ نہیں بلکہ غور طلب امر یہ ہے کہ سلسلۂ نسب و شجرہ آصفی کے دیکھنے سے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آبا و اجداد کی بدولت یہ دولت و حشمت ملی اس دور کے پہلے کی تاریخ سے نابلد یا بالخصوص صرف خاص مبارک کے فینانشیل حالات سے ناواقف شخص کا یہ خیال ہو سکتا ہے۔ خود ان حضرات کے قبضۂ اقتدار میں نہ تھا کہ ایک دوسرے کو دولت و حشمت دے سکیں بجز اس کے کہ قادر مطلق سرفراز کرے کسی کے بس کی بات نہیں۔ تُؤتِی المُلکَ مَن تَشاءُ کی نص صریح صاف اور غیر مبہم اور ناقابل تاویل ہے جس طرح مالک الملک (جل عظمتہ) نے اسلاف کو عطائے حشمت و دولت سے سرفراز فرمایا اسی طرح حضور آصف سابع کو بھی اپنے فضل و کرم سے نوازا اور تخت شاہی پر متمکن فرمایا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ان اسلامی تیقنات اور سرنگی اور الٰہی دستور کے باوصف اگر کوئی اس موہبت الٰہی کو بندگان خدا کا عطیہ سمجھے تو یہ اس کی خوش فہمی یا کج فہمی کے سوا اور کیا ہے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کین رہ کہ تو می روی بہ ترکستان است"

ظل اللہ کی رباعی کے ایک شعر سے مضمون نگار نے جو مفہوم نکالا ہے کہ خود حضور نظام اس سلسلہ نسب پر ناز فرماتے ہیں اس کی کسی لفظ سے یہ منشا نہیں ہوتی بلکہ "نازم اے عثمان بریں تفضیل خویش" میں نازکی نسبت" آبا اجدادم ہمہ احناف بود" سے نہیں بلکہ "تفضیل خویش" سے ہے گویا ارشاد حضور اور مفہوم شعر سے صاف واضح ہے کہ (آبا و اجدادم گرچہ ہمہ احناف بود لاکن من بریں مسلک تفضیل خویش می نازم) غلط معنی پیدا کرنا اور خلاف عبارت مفہوم نکالنا اس کے سوا کچھ نہیں کہ بقول انوری شعر مرا بمدرسہ کہ برد۔ اسی طرح دوسری رباعی کے شعر میں بھی "ہست در اسم من علیؑ عثمان۔ طرہ شد بر کلاہ زر دوزی" مضمون نگار نے نہ صرف ٹھوکر کھائی بلکہ اس شعر کی عمق و گہرائی تو کجا سطح معنویت تک نہ پہنچ سکا۔

مقطع میں شاعر بطور تفاخر فرضی خود کو مخاطب کرتا ہے جیسے مولانا جامی نے کہا ہے۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

درآنحالیکہ مولانا جامی خود ہی قائل شعر ہیں اسی طرح سلطان العلوم نے بطور تفاخر فرضی خود کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے عثمان در اسم من علیؑ است کہ بر کلاہ زر دوزی

قطعہ

بہر علاج دیکھ لے کیسا طبیب ہے | انجان ہو کے دیکھ لے کیسا حبیب ہے
سب سُننے والے تھک گئے بکواس سے بھی آج | (دوست) پھر بھی دیتا جاتا ہے کیسا خطیب ہے

مرقوم ۹ فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے نشر از ہفتہ وار)

(دستار مبارک) طرۂ شد ز زیبائی داد) مولانا خواجہ حسن نظامی مرحوم کی دعوت قوالی پر تاریخ شہادت حضرت عثمانؓ کا عذر یقیناً آزادمشربی کا ناقابل تردید ثبوت ہے کیا شہادت سے انکار کیا جاتا یا قوالی سے تنفر کا اظہار یا احترام اور خلیفہ رسولؐ کی جیسی جو منزلت ہے اس کا ذکر نہ فرماتے جس سے کج فہمی کے باعث مضمون نگار کو قلت کالکثرت کی بحث میں جانا پڑا۔ یہ تو حفظ مراتب علا قدر مراتبہ کا ایک مسئلہ ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں تعلق محولہ و واقعہ دعوت قوالی ہے کثرت والے طبقہ کی ایک فرد ہونے کا لزوم مالا یلزم دماغی نزاکت اور ذہنی بیداوار کا نتیجہ ہے جو حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتا ٤۔ سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست۔ آبا و اجداد کا مسلک اہل بصیرت اور صاحبان عقل و خرد بخوبی جانتے ہیں کہ کس راہ پر گامزن تھے۔ غفران مکان کے سلام کا یہ شعر مطبوعہ اشارہ کافی ہے ؎

کوئی واقف نہ ہو لیکن پیمبرؐ خوب واقف ہیں
محبت جس قدر آصفؔ کو ہے آل پیمبرؐ سے

مسئلہ ہذا میں بہت سے گوشے موجود ہیں جن پر مزید روشنی ڈالی جاسکتی ہے لیکن جو کچھ تشریح کی جاچکی ہے وہ کج فہموں کی بصیرت افروزی کے لئے کافی ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔

<u>نوٹ نذری باغ۔</u> آفرین چہ خوب تشریح کردی مدلل و معقول کہ این لاجواب است

مرقوم ۸ر فروری ۱۹۶۰ء

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے
۵۵،۵،۵۵ اشخاص کی نظر سے گذرتا ہے قیمت آٹھ آنے سکہ ہند

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار شیراز
مہربانی فرماکر حسب ذیل تردید اپنے اخبار میں شائع فرماکر ممنون فرمایئے۔ شیخ ابو القاسم

تردید

مراسلہ جو ہمارا اقدام مورخہ ۱۲ر فروری ۱۹۶۰ء میں منظور الحسن صاحب کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ مراسلہ نگار صاحب سے نہ میں واقف ہوں اور نہ میں ایڈیٹر ہمارا اقدام کو جانتا ہوں۔ یہ مراسلہ میرے ایما پر انہوں نے ہمارا اقدام میں شائع نہیں کرایا ہے میں سرکار کا قدیمی نمک خوار ہوں میرا شیوہ سرکار کی خیرخواہی اور میرا وظیفہ سرکار کی دعاگوئی ہے۔ میری خواہش ہے کہ کوئی صاحب آیندہ میری حمایت میں قلم نہ اٹھائیں کہ ان کی حمایت میرے نقصان کا باعث ہوگی۔

(دستخط) شیخ ابو القاسم حسام العلماء
مالک مطبع و کتب خانہ حیدریہ
چھتہ بازار حیدرآباد دکن

ضرورت ہے

ایک ایسے شخص کی جو اخبار شیراز کے کاپیوں کی صحت اور پروف ریڈنگ کا کام انجام دے سکے۔ منشی کامیاب کو ترجیح دیجائے گی۔
تنخواہ کا تصفیہ بالمشافہ

ادارہ شیراز چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲)

قطعہ

ہوتی آخر ہے وہی بات جو مقسوم میں ہے
عقل کہتی ہے سنو جامہ کو پارہ کرکے

نیک ہو یا کہ ہو بد سب ید قیوم (خدا) میں ہے
فتنہ سازی بھی تو یہ حرکت مذموم میں ہے

مرقوم ۹ر فروری ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

ترجمانِ اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے ★ خیرخواہ ناحق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر سید صمصام شیرازی

لا فتےٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

وزیر داخلہ اک نظر ادھر بھی

ہم بار بار آپ سے مخاطب ہو کر اپنا وقار اور آپ کا قیمتی وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ مگر کیا کیجئے حالات کے تقاضوں کو ــــ ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ آپ کی وزارت کو للکاریں اور بعض شر پسند عناصر کو غیر قانونی حرکتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائیں۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ آپ حیدرآباد کے اولیٰ ملیہ معیار اخبار "رعیت" کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ صحافت کی آزادی اور اس کے فرائض سے آپ اسی طرح واقف ہیں جیسا کہ ایک عالم با پیرو محیر حروف بھی تھے ــــ ادارت، طباعت اور اشاعت کی ذمہ داریوں کو دہرا کر ہم آپ کی سمع خراشی اور اپنی تضیع اوقات نہیں کرنا چاہتے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ شہر کے بیچوں بیچ، کھلے بندوں، وزارت داخلہ کی ناک کی نگرانی کے باوجود کسی اخبار کا ایڈیٹر اپنے اخبار کے صفحہ اول پر جلی حروف میں اعلان کرکے قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور حکومت کا متعلقہ شعبہ اس سے کوئی باز پرس نہیں کرتا۔ تو بتلائیے ــــ ہم کیسے اور کب تک تماشائی تماشہ دیکھتے رہیں۔

کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے کہ ایڈیٹر "ہمارا اقدام" "نشری" مشغل ذبیح شہر سے غائب رہنے کے باوجود اپنے اخبار "ہمارا اقدام" کی ادارت، طباعت اور اشاعت کے لئے اپنا ہی نام تحریر کرتا ہے۔ کیا وزارت داخلہ اس امر سے واقف نہیں ہے کہ کسی

خطیب منبر سلونی

کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں انسان کو بڑا بناتی ہیں۔
محنت، ادب، سخاوت اور عقل۔

اخبار کا کوئی ایڈیٹر اگر شہر سے باہر چلا جائے تو اس کے لئے قانونی طور پر ڈیکلریشن داخل کرنا ضروری ہو جاتا ہے ــــ اگر ایڈیٹر "ہمارا اقدام" قانون کی اس پابندی سے مستثنیٰ ہے تو یہ اور بات ہے۔ اس صورت میں یہ ہمارا اعتراض قطعی ہرزہ گوئی ہے۔ مگر اس حقیقت کی روشنی میں کہ فروری کے ہفتہ اول میں ایڈیٹر "ہمارا اقدام" ریاست آندھرا پردیش کے حدود سے باہر تھا۔ اور اس کے باوجود اس نے اپنے اخبار میں کھلے طور پر تحریر کیا ہے۔ "مسٹر مشغل ذبیح ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے ہمارا اقدام نامی پریس میں چھپوا کر روبرو فوجداری عدالت سے شائع کیا"۔ جس سے قاعدہ کی کھلی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ سینکڑوں میل دور رہ کر بھی ایک ایڈیٹر اپنے روزنامہ اخبار کی ادارت، طباعت اور اشاعت کی ذمہ داری کیسا قبول کر سکتا ہے۔ اس قسم کی قانون شکنی کے دور رس نتائج سے جس قدر وزارت داخلہ واقف ہے کسی قدر عوام بھی واقف ہیں۔ اسی عدم موجودگی کے باوجود ایڈیٹر ہمارا اقدام اپنے اخبار میں دلیری کے ساتھ صاف طور پر اپنی موجودگی کا اعلان کرتا ہے اور معلوم وزارت اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرتی۔ آزادیٔ صحافت کے پرخچے اڑانا۔ قانون کا منھ چڑاتا۔ اور وزارت داخلہ کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ایڈیٹر ہمارا اقدام کے فن کا کمال ہے۔ [illegible] وزارت داخلہ کا [illegible] اس غلطی پر ہم حیرت [illegible] ہماری وقتی بیداری حق کوئی۔ انفاق [illegible] ہم جانتے ہیں وزارت داخلہ ایڈیٹر ہمارا اقدام کی قانون شکنی کی روک تھام کے لئے ضرور کوئی اقدام اٹھائے گی تاکہ صحافت زندہ رہ سکے۔ لا قانونیت اور فرقہ پرستی سے پاک و صاف رہ سکے۔ ورنہ ارباب اقتدار کی خاموشی سے مجبور ہو کر یہ کہنا پڑے۔
بیگانہ انصاف ہیں منصف یہاں کتنے + سائے میں عدالت کے ستم پلتے ہیں

قطعہ

ہر بد کس چہ خوب تدبیر است	ہر بلائش نگر تو زنجیر است
عید قربان یہ گفت بشیر بانا	بر لشانہ نگر تو آن تیر است

مرقوم ۱۱ فروری ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذر کا [illegible])

نظم

امامِ زین العابدینؑ

(۱)

از جنابِ سید فراز حسین صاحب نیر لکھنوی

اس سے روشن تر ہو کیا بُرہانِ زین العابدینؑ | سنگِ اسود بن گیا حسانِ زین العابدینؑ
کی دوبالا ذکرِ حق نے شانِ زین العابدینؑ | کعبہ دیکھے رفعتِ ایوانِ زین العابدینؑ

قطعہ

پائے تھے آغازِ موسم میں لباسِ نو فقیر | وہ جو تھے وابستۂ دامانِ زین العابدینؑ
کیا غلافِ نو کی حاجت تیغِ جوہردار کو | رختِ کہنہ سے گھٹی کب شانِ زین العابدینؑ
آپ کا ہمسن ہو چھوٹا ہو بڑا ہو سب کے ساتھ | ایک سا اخلاق یہ تھی شانِ زین العابدینؑ
آپکا کردار تھا نخوت شکن درسِ عمل | تھا تواضع کی طرف رحجانِ زین العابدینؑ
یوسفی انداز بھی تھے شانِ یعقوبی کیساتھ | ہے مدینہ اسلئے کنعانِ زین العابدینؑ

قطعہ

پانی کو موتی بنایا طشت کو رشکِ صدف | کون ہے جسپر نہیں احسانِ زین العابدینؑ
صاحبِ امرِ الٰہی کے ارادہ کا وہ زور | ہاتھ کا دھوون بنا نیسانِ زین العابدینؑ
کیوں نہ ہوں نقشِ قدم راہِ حقیقت کے چراغ | ہے یدِ بیضا کفِ میدانِ زین العابدینؑ
پوتے کی رجعت بھی حق معبود کا وعدہ بھی حق | تھی یہ باتیں وجہِ اطمینانِ زین العابدینؑ
نقشِ سجدہ کے علاوہ داغِ دل داغِ جگر | یہ بھی ہیں منجملہ سامانِ زین العابدینؑ
آچکا تھا پہلے ہی قرآن ورنہ دیکھئے | ھل اتیٰ کے مانڈے پر شانِ زین العابدینؑ

خوگرِ سجدہ بنا لے پہلے خامہ کو نیر
پھر قصیدہ پر لکھے عنوانِ زین العابدینؑ

حضرت صاحب الزمان علیہ السلام

امام منتظر

از سید العلماء مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ

ائمہ معصومین کے حالات زندگی کی یہ آخری کڑی حضرت حجت منتظر امام مہدی آخر الزماں عجل اللہ فرجہ کے تذکرہ کے ساتھ مخصوص ہے وہ حیرت انگیز شخصیتیں جو آنکھوں سے دیکھنے پر بھی جب سمجھ میں نہ آسکیں پردہ میں رہ کر کیا سمجھ میں آسکتی تھیں۔ جتنا سنا ہے اور سمجھا ہے اس کا زبان قلم سے اظہار مقصود ہے۔

"غیب" سے انکار کرنے والے اس رسالہ کے خریدار نہیں جنھوں نے یہ دیکھ لیا ہے کہ "ایمان بالغیب" ہی پہلی شرط ہے ان کے لئے غیبی رہنما کا تعارف مقصود ہے۔ اس یقین کے ساتھ کہ وہ ابھی غیب ہے مگر کبھی "مردے از غیب بروں آید" کا حقیقی مصداق بن کر آنے والا ہے، اس کی بارگاہ میں غائبانہ خلوص و عقیدت کی ایک نیاز مندانہ پیشکش منتظر "گر قبول افتد زہے عز و شرف"۔

نام و نسب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ کی نسل مبارک جو آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا اور داماد علی مرتضیٰ علیہ السلام سے چلی اور ان کے چھوٹے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے جو سلسل نو امام ہوئے ان میں سے آٹھویں امام حضرت امام حسن عسکری تھے اور حسن عسکری کے فرزند ہمارے بارہویں امام حضرت حجت قائم آل محمد "امام منتظر" عجل اللہ فرجہ ہیں، جو اپنے جد بزرگوار حضرت پیغمبر خدا کے بالکل ہم نام اور صورت و شکل میں ہو بہو ان کی تصویر ہیں۔ والدہ گرامی آپ کی نرجس خاتون قیصر بادشاہ روم کی پوتی اور شمعون وصی حضرت عیسیٰ کی اولاد سے تھیں امام حسن عسکری کی ہدایت سے حضرت کی بزرگ مرتبت پھوپھی حلیمہ خاتون نے ان کو مسائل دینیہ اور احکام شرعیہ کی تعلیم دی تھی۔

القاب و خطابات۔ غالباً ائمہ معصومین میں حضرت علی ابن ابیطالب کے بعد سب سے زیادہ القاب ہمارے "امام عصر" کے ہیں جن میں زیادہ مشہور ذیل کے خطابات ہیں۔

(۱) المہدی، یہ ایسا خطاب ہے جو نام کا قائم مقام بن گیا ہے اور پیشینگوئیاں جو آپ کے وجود کے متعلق پیغمبر اکرم اور دیگر ائمہ معصومین کی زبان پر آئی ہیں وہ زیادہ تر اسی لفظ کے ساتھ ہیں اور "ہمارے لئے آنے والے مہدی" کا اقرار تقریباً تمام روایات اسلام میں داخل ہو گیا ہے جس میں اگر اختلاف ہو سکتا ہے تو اوصاف و حالات کی تعیین میں لیکن اصل "مہدی کے ظہور" کا عقیدہ مسلمانوں کے ہر طبقہ کو رکھنا لازمی ہے۔ ان حضرات کا ذکر نہیں جو اپنے کو مسلمان صرف سیاسی کے زیر اثر یا سیاسی مصلحتوں سے کہتے ہیں مگر ان کے دل میں "عام و ناظم معدلت پسند" رب الارباب کا عقیدہ ہی موجود نہیں تو اس کے رسول کی کسی ایسی خبر غیبی کی تصدیق جو ابھی وقوع میں نہیں آئی ان کے حاشیہ خیال میں کہاں جگہ پا سکتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو رسول کے خلاف اس معاملے میں نے مخاطب بنانا نہیں چاہا ہے۔

"مہدی" کا لفظ کے معنی "ہدایت پائے ہوئے" کے ہیں اسی لحاظ سے کہ اصل "ہادی" (راستہ بتلانے والی) ذات خالق ہے جس کے لحاظ سے خود پیغمبر سے خطاب کر کے قرآن کریم میں یہ آیت آئی ہے (انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء) تمہارے بس کی بات نہیں ہے کہ جس کو چاہو تم ہدایت کر دو بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور اسی اعتبار سے سورۂ الحمد میں بندگان الٰہی میں دعا کی گئی ہے "اھدنا الصراط المستقیم" "ہم کو سیدھے راستے پر لگا دے"۔ اس فقرے کو خود پیغمبر اور ائمہ معصومین بھی اپنی زبان پر جاری کرتے تھے اس لئے خداوند عالم کی ہدایت کے لحاظ سے ان رہنمایان دین کو "مہدی" کہنا صحیح تھا۔ جو صفت کے لحاظ سے سب ہی بزرگوار تھے اور خطاب کے لحاظ سے حضرت "امام منتظر" کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔

قطعہ

مثال صبح ہوں میں شب نہیں ہوں
ہے اظہار حق میں کب نہیں ہوں؟

(روشنی صدق) (تاریکی کذب)

ذرا سن لیں اسے جو منتظر ہیں
اگر میں تھا کبھی کچھ۔ اب نہیں ہوں

مرقوم ۸ر فروری ۱۹۶۰ء

(آمدہ از ندری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

(۲) "القائم"، لقب ان احادیث سے ماخوذ ہے جس میں خاتم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا ختم نہیں ہو سکتی جب تک میری اولاد میں سے ایک شخص قائم (کھڑا) نہ ہو جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے۔

(۳) "صاحب الزمان"، اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ آپ ہمارے زمانے کے رہنمائے حقیقی ہیں۔

(۴) "حجت خدا"، ہر نبی اور امام اپنے دور میں خالق کی حجت ہوتا ہے جس کے ذریعہ ہدایت کی ذمہ داری جو اللہ پر ہے پوری ہوتی ہے اور بندوں کے پاس اپنی کوتاہیوں کے جواز کی کوئی سند نہیں رہتی چونکہ ہمارے زمانے میں رہنمائی، خلق کی ذمہ داری حضرت کے ذریعہ سے پوری ہوئی ہے اس لئے قیام قیامت تک حجت خدا" آپ ہی ہیں۔

(۵) "منتظر"، چونکہ امام مہدی کے ظہور کی پیشنگوئی برابر نمایاں دین دیتے رہے۔ یہاں تک کہ صرف مسلمانوں میں نہیں بلکہ دوسرے مذاہب میں بھی چاہے نام کوئی دوسرا ہو مگر ایک آنے والے کا آخر زمانے میں انتظار ہے۔ ولادت کے قبل سے پیدائش کا انتظار رہا اور اب غیبت کے بعد دنیا کو ظہور کا انتظار ہے۔ اس لئے آپ خود حضرت حکم الٰہی کے منتظر ہوتے ہوئے تمام خلق کیلئے منتظر یعنی مرکز انتظار ہیں۔

پیشین گوئیاں ۔ آپ کے دنیا میں آنے سے پہلے پیشین گوئی متواتر طریقہ پر پیغمبر اسلام اور ائمہ معصومین کی زبانوں پر آتی رہی تھی جن میں سے اس وقت ہر معصوم کی صرف ایک خبر اس موقع پر درج کی جاتی ہے۔

(۱) حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ ۔ حضرت کی زبان مبارک سے احادیث اس کثرت سے اس موضوع پر وارد ہوئے ہیں کہ صحاح و مسانید و اخبار کے کتب ان سے معمور ہیں اور متعدد علمائے اہلسنت نے ان کو مستقل تصانیف میں جمع کیا ہے جیسے حافظ محمد بن یوسف گنجی شافعی نے "البیان فی اخبار صاحب الزمان" میں۔ حافظ ابونعیم اصفہانی نے ذکر نعت المہدی" ابوداؤد سجستانی نے اپنے سنن میں جس کا صحاح ستہ میں شمار ہوتا ہے کتاب المہدی" کا مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ اسی طرح ترمذی نے "صحیح" میں اور ابن ماجہ قزوینی نے اپنی کتاب "سنن" میں اور حاکم نے مستدرک میں بھی ان احادیث کو وارد کیا ہے۔

صرف ایک حدیث یہاں درج کی جاتی ہے جسے محمد بن ابراہیم حموئی شافعی نے اپنی کتاب "فرائد السمطین" میں درج کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ ابن عباس نے روایت کی حضرت رسول خدا سے فرمایا۔ انا سید النبیین وعلی سید الوصیین وان اوصیائی بعدی اثنا عشر اولھم علی و اٰخرھم المہدی میں انبیا کا سردار ہوں اور علی اوصیاء کے سردار ہیں میرے اوصیاء (قائم مقام) میرے بعد بارہ ہوں گے۔ جن میں اول علی ہیں اور آخری "مہدی" ہوں گے۔

(۲) حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

کافی کلینی میں جابر بن عبد اللہ انصاری کی روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کے پاس ایک لوح تھی جس میں تمام اوصیا و ائمہ کے نام درج تھے جناب سیدہ نے اس لوح سے تمام بارہ اماموں کے ناموں کی خبر دی جن میں سے تین محمد تھے اور چار علی۔ ان کی آخری فرد آپ کی اولاد میں سے وہ ذات ہے جو قائم ہو گی۔

(۳) حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب جناب شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ قمی نے "کمال الدین" میں امام رضا کی حدیث آپ کے آبائے طاہرین کے ذریعہ سے نقل کی ہے کہ جناب امیر نے اپنے فرزند امام حسین کو مخاطب کر کے فرمایا "تیری نسل میں سے نواں وہ ہے جو حق کے ساتھ قائم دین کا ظاہر کرنے والا اور عدل و انصاف کا پھیلانے والا ہوگا

قطعہ

ڈھونڈتا ہے آج جامہ کو بھی کس قبیل سے
(ظریف)
بد شکل بنکے کرتا ہے جو داؤں پیچ بھی

آساں نہیں ہے دیکھ لے تو سلسبیل سے
کس طرح سابقہ ہے پڑا یہ جمیل سے
(ناظم)

بیوم ۸ر فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذر خا باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

(۴) امام حسن مجتبیٰ صدوق کمال الدین "میرے بھائی حسینؑ کی نسل سے نواں جب پیدا ہوگا تو خداوند عالم اس کی عمر کو غیبت کی حالت میں طولانی کرے گا، پھر جب وقت آئیگا تو اسے اپنی قدرت کاملہ سے ظاہر فرماتے گا۔

سید الشہداء امام حسینؑ "نواں میری نسل میں سے وہ امام ہے جو حق کے ساتھ قائم ہوگا جس کے ذریعہ سے اللہ زمین کو موت کے بعد زندگی عطا کرے گا۔ اور جس کے ذریعہ سے دین حق کو تمام مذاہب پر غلبہ حاصل ہوگا۔ اس کی ایک طولانی غیبت ہوگی جس میں بہت سے گمراہ ہو جائیں گے اور کچھ ثابت قدم رہیں گے جن میں ایذائیں برداشت کرنا پڑیں گی۔ اور ان سے لوگ کہیں گے کہ اگر سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ پورا کب ہوگا جو اس غیبت کے زمانہ میں اس اذیت اور انکار پر صبر کریں گے انہیں رسول کے ہمراہ رکاب جہاد کرنے کا ثواب حاصل ہوگا۔

(۶) امام زین العابدینؑ "وہ ہم میں سے قائم وہ ہوگا جس کی ولادت لوگوں سے پوشیدہ رہے گی یہاں تک کہ عام لوگ کہیں گے وہ پیدا ہی نہیں ہوا"

(۷) امام محمد باقرؑ کافی کلینی "حسینؑ کے بعد نو امام معین ہیں جن میں سے نواں قائم ہوگا۔

(۸) امام جعفر صادقؑ علل الشرائع شیخ صدوق میں روایت ہے فرمایا حضرت نے کہ میرے موسیٰ فرزند کی نسل سے پانچواں قائم آل محمد ہوگا

(۹) امام موسیٰ کاظمؑ ذیل کمال الدین صدوق کسی نے امام موسیٰ کاظمؑ سے کہا کہ کیا آپ قائم بھی ہیں۔ حضرت نے فرمایا "حق کے ساتھ قائم و برقرار تو میں بھی ہوں مگر اصل میں قائم وہ ہوگا جو زمین کو دشمنان خدا سے پاک کر دے گا۔ اور اسے عدل و انصاف سے مملو کر دے گا۔ وہ میری اولاد میں سے پانچواں شخص ہوگا اس کی ایک طولانی غیبت ہوگی جس میں بہت سے مرتد ہو جائیں گے اور کچھ لوگ ثابت قدم رہیں گے۔"

(۱۰) امام رضاؑ دعبل نے آپ کے سامنے جب اپنا مشہور قصیدہ پڑھا اور اس میں ان دو شعروں تک پہنچے

زمانہ میں ظہور قائم آل عبا ہوگا۔ ملدت جو نام و برکت کا ظہور ...
جہاں میں امتیاز حق و باطل کے کرے گا۔ وہ دیگا مومن ... کو برکت و ...

یہ سنتے ہی امام رضاؑ نے گریہ فرمایا اور حضرت اٹھا کر کہا اے دعبل یہ شعر تمہاری زبان پر روح القدس نے جاری کرائے ہیں۔ تمہیں معلوم بھی ہے کہ یہ امام کون ہے اور کب ظاہر ہوگا۔ دعبل نے کہا یہ تفصیلات تو مجھے معلوم نہیں مگر میں یہ سنتا رہا ہوں کہ آپ میں ایک امام ایسا ہوگا جو زمین کو فساد سے پاک اور عدل و انصاف سے پُر کر دے گا۔

حضرت نے فرمایا اے دعبل میرے بعد امام میرا فرزند محمد ہوگا اور اس کے بعد اس کا فرزند علیؑ اور علیؑ کے بعد اس کا بیٹا حسن اور حسن کے بعد اس کا بیٹا "قائم" ہوگا۔ جس کی غیبت کے دور میں اس کا انتظار رہے گا۔ اور ظہور کے موقع پر دنیا اس کے سامنے سر تسلیم خم کرے گی۔"

(۱۱) امام محمد تقیؑ "قائم ہم میں سے وہی مہدی ہوگا جو میری نسل میں تیسرا ہوگا۔

(۱۲) امام علی نقیؑ "میرا جانشین تو بعد میرے میرا فرزند حسنؑ ہے مگر اس کے جانشین کے دور میں تمہارا کیا عالم ہوگا" سننے والے نے پوچھا کیوں؟ اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا اس لئے کہ تمہیں اسے دیکھنے کا موقع نہ ملے گا بعد اس کے نام تک لینے کی اجازت نہ ہوگی۔ عرض کیا گیا پھر ان کا نام کس طرح لیا جائے گا۔ فرمایا اس یوں کہنا کہ "الحجۃ من آل محمدؐ"

قطعہ

رنگت اب زرد پڑ گئی دیکھو | کیسی صورت بگڑ گئی دیکھو
نظر بد سے شیخ کی خم میں | مے انگور سڑ گئی دیکھو

مرتو... ... فروری ۱۹۶۰ء

(آمدہ از ... باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

(۱۳) امام حسن عسکری

حضرت سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کے آبائے طاہرین نے یہ فرمایا ہے کہ زمین حجت خدا سے قیامت تک کبھی خالی نہیں ہو سکتی اور جو مر جائے اور اپنے امام زمانہ کی اسے معرفت حاصل نہ ہوئی ہو وہ جہالت کی موت دنیا سے گیا۔ آپ نے فرمایا کہ "بیشک یہ اسی طرح حق ہے جس طرح روز روشن حق ہوتا ہے"۔ عرض کیا گیا کہ پھر حضور کے بعد حجت اور امام کون ہو گا۔ فرمایا "میرا فرزند جو پیغمبر خدا کا ہم نام ہے۔ میرے بعد امام و حجت ہو گا جو شخص بغیر اس کی معرفت حاصل کئے ہوئے دنیا سے اٹھا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ بیشک اس کی غیبت کا دور اتنا طولانی ہو گا جس میں جاہل لوگ حیران و سرگردان پھریں گے اور باطل پرست ہلاکت ابدی میں گرفتار ہوں گے اور وقت مقرر کر کے پیشین گوئیاں کرنے والے غلط گو ہوں گے۔

نتیجہ ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام کے وقت سے لیکر برابر ہر دور میں اس ذات کی خبر دی جاتی رہی تھی جو "مہدی دین" ہو گا۔ ان روایت سے ظاہر ہے کہ یہ امر اتنا مشہور تھا کہ شعرا اسے نظم کرتے تھے اس کے ساتھ تواریخ پر نظر کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوست و دشمن سب ان دونوں سے واقف تھے یہاں تک کہ بسا اوقات ان سے اس لقب "مہدی" اسی لئے اختیار کیا اور نسل امام حسن سے عبد اللہ محض کے فرزند "محمد" کے متعلق یہی مہدی ہونے کا عقیدہ قائم کیا گیا اور "کیسانیہ" نے محمد بن حنفیہ کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا مگر ائمہ اہل بیت میں سے ایک معصوم ہستی کا اسی وقت پر موجود رہنا ان خیالات کی رد کے لئے کافی تھا۔ اور یہ حضرات ان غلط دعویداروں کے دعاوی کے غلط بتانے کے ساتھ اصل "مہدی" کے اوصاف اور اس کی نسبت کا تذکرہ برابر کرتے رہے اس سے یہ حقیقت صاف ظاہر ہو گئی کہ اصل "مہدی" کی تشریف آوری کا انتظار متفقہ طور پر موجود تھا۔ اس کے ساتھ پیغمبرؐ کی وہ حدیثیں بھی متواتر صورت سے موجود تھیں کہ میری اولاد میں بارہ جانشین میرے ہوں گے اور یہ تعداد خود ان غلط مدعیوں کے دعوے کے بطلان کے لئے کافی تھی لیکن اب جب کہ امام حسن عسکریؑ تک گیارہ کی تعداد ائمہ کی پوری ہو گئی تو دنیا بچینی کے ساتھ اسی امام کی طلبگار رہو گئی جو اپنی پیدائش کے قبل بھی "منتظر" تھا اور پیدائش کے بعد بھی غیبت کی بنا پر مصلحت الٰہی کے تقاضا تک "منتظر" رہنے والا تھا۔

ولادت وہ وقت جس کا معصومینؑ کو انتظار تھا آخر کو آ ہی گیا اور پندرہ شعبان سنہ ۲۵۵ھ کی رات کو سامرے میں اس مبارک و مقدس بچے کی ولادت ہوئی۔ امام حسن عسکریؑ نے اس موقع پر کافی مقدار میں روٹیاں اور گوشت راہ خدا میں صدقہ کرایا اور عقیقہ میں کئی بکریوں کی قربانی فرمائی۔

نشو و نما اور تربیت ائمہ اہلبیتؑ میں یہ کوئی نئی بات نہیں کہ ان کو ظاہری حیثیت سے تعلیم و تربیت کا موقع حاصل نہ ہو سکا ہو اور وہ بچپن ہی میں قدرت کی طرف کے انتظام خاص کے ساتھ کمالات کے جوہر سے آراستہ کر کے امامت کے درجہ پر فائز کر دیئے گئے ہوں۔ اس کی نظیریں حضرت "امام منتظر" کے پہلے بھی کئی بار سامنے آ چکی تھیں جیسے آپ کے جد بزرگوار حضرت امام علی نقیؑ جنکی عمر اپنے والد امام محمد تقیؑ کی وفات کے وقت چھ برس اور چند مہینہ سے زیادہ نہ تھی اور اس کے بیٹے امام محمد تقیؑ جنکی عمر اپنے والد امام رضاؑ کے انتقال کے وقت آٹھ برس سے زیادہ نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ مدت عام افراد کے لحاظ سے بظاہر اسباب نشو و نما اور تعلیم و تربیت کے لئے ناکافی ہے۔ مگر جب خالق کی مخصوص عطا کو

۲ غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے خاص طور پر ... [illegible]

قطعہ

زلف مشتاق ہے بل کھانے میں
شمع محفل کی بھی جل جانے میں

وہی فہمیدہ ہیں ہشیار ہیں جو
لغزش پا سے سنبھل جانے میں

(عقلمند)

مرقوم ۸؍ فروری ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

ان حضرات کے بارے میں تسلیم کرلیا تو اب سات اور چھ اور پانچ برس کے فرق کا بھی کوئی سوال باقی نہیں رہ سکتا اگر سات برس کے سن میں امامت کا منصب حاصل ہوسکتا ہے اور چھ برس کے سن میں حاصل ہوسکتا ہے جس کی نظیریں قبل کے اماموں کے یہاں دنیا کی آنکھوں کے سامنے آچکیں تو پانچ یا چار برس میں بھی یہ منصب اسطرح حاصل ہوسکتا ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجایش نہیں ہے۔ بارھویں امام کو اپنے والد کی آغوش شفقت وتربیت سے بہت کم عمر میں جدا ہونا پڑا یعنے شعبان ۲۵۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ربیع الاول ۲۶۰ھ میں آپ کے والد بزرگوار حضرت امام حسن عسکریؑ کی وفات ہوگئی اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی عمر اس وقت صرف ساڑھے چار برس کی تھی اور اسی کمسنی میں آپ کے سر پر خالق کی طرف سے امامت کا تاج رکھ دیا گیا۔

حکومت وقت کا تجسس

بالکل اسی طرح جیسے فرعون مصر نے پیشین گوئی سن لی تھی کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ایک بچہ میرے ملک کی تباہی کا باعث ہوگا تو اس نے اسکی کوششیں صرف کردیں کہ وہ بچہ کسی طرح پیدا ہی نہ ہونے پائے اور پیدا ہو تو زندہ نہ رہنے پائے اسی طرح متواتر احادیث کی بنا پر عباسی سلطنت کے فرمانرواؤں کو یہ معلوم ہوچکا تھا کہ حسن عسکریؑ کے یہاں اس مولود کی پیدایش ہوگی جس کے ذریعہ باطل حکومتیں تباہ ہوجائیں گی تو اسکی طرف سے انتہائی شدت کے ساتھ انتظامات کئے گئے کہ ایک ایسے مولود کی پیدایش کا امکان باقی نہ رہے اسکے لئے امام حسن عسکریؑ کو مسلسل قید وبند میں رکھا گیا۔ مگر قدرت الٰہی کے سامنے کوئی بڑی سے بڑی مادی طاقت بھی کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔

جس طرح فرعون کی تمام کوششوں کے باوجود موسیٰ پیدا ہوئے اسی طرح سلطنت عباسیہ کے تمام انتظامات کے باوجود "امام منتظر" کی ولادت ہوئی۔ مگر یہ قدرت کی طرف کا انتظام تھا کہ آپ کی پیدایش کو صیغۂ راز میں رکھا گیا۔ اور جسے قدرت اپنا راز بنائے اس کے افشا پر کون قادر ہوسکتا ہے۔ بیشک ذرا دیر کیلئے خود اس کی مصلحت اس کی متقاضی ہوئی کہ راز پر سے پردہ ہٹایا جائے جب امام حسن عسکریؑ کا جنازہ غسل وکفن کے بعد نماز جنازہ کیلئے رکھا ہوا تھا۔ شیعیان خاص کا مجمع تھا اور نماز کے لئے صفیں بندھ چکی تھیں امام حسن عسکریؑ کے بھائی جعفر نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکے تھے اور تکبیر کہنا ہی چاہتے تھے کہ ایک دفعہ حرم سرائے امامت سے ایک کمسن بچہ برآمد ہوا اور بڑھتا ہوا صفوں کے آگے پہنچا اور جعفر کی عبا کو ہاتھ میں لیکر کہا "چچا پیچھے ہٹئے اپنے باپ کی نماز جنازہ پڑھانے کا حق مجھے زیادہ ہے" جعفر بے ساختہ پیچھے ہٹے اور صاحبزادہ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی پھر صاحبزادہ حرم سرا میں واپس گیا۔ غیر ممکن تھا کہ یہ خبر خلیفۂ وقت کو نہ پہنچتی چنانچہ پہنچی اور اب زیادہ شدت وقوت کے ساتھ تلاش شروع ہوگئی کہ ان صاحبزادہ کو گرفتار کرکے قید کردیا جائے یا اُن کی زندگی کا خاتمہ کیا جائے۔

غیبت

حضرت امام منتظرؑ کی امامت کا زمانہ اب تک دو غیبتوں پر تقسیم رہا ہے۔ ایک زمانۂ غیبت "صغریٰ" اور ایک "غیبت کبریٰ"۔ اس کی بھی خبر معصومین کی زبان پر پہلے ہی آچکی تھی۔ جیسے پیغمبر خداؐ کا ارشاد اس کے لئے ایک غیبت ہوگی جس میں بہت سی جماعتیں گمراہ پھرتی رہیں گی" اور اس کی غیبت کے زمانہ میں اس کے اعتقاد پر برقرار رہنے والے "گوگرد سرخ" سے زیادہ نایاب ہونگے۔ حضرت علی ابن ابیطالبؑ کا ارشاد ہے "قائم آل محمدؐ کیلئے ایک طولانی غیبت ہوگی۔ میری آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے وہ منظر کہ دوستان اہلبیتؑ اس کی غیبت کے زمانہ میں

قطعہ

کیسی مُنہ پر یہ اُداسی چھائی	ہر طرف سنگ تراشی چھائی
کتنا مطبخ ہے جلا کر لکڑی	دال بھی دیگ میں باسی چھائی

مورخہ ۸ر فروری ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغبر کشمیر از ہفتہ وار)

سرگرداں پھر رہے ہیں۔ جس طرح جانور چراگاہ کی تلاش میں سرگرداں پھرتے ہیں۔" دوسری حدیث میں "اس کا ظہور ایک ایسی غیبت اور حیرانی کے بعد ہوگا جس میں اپنے دین پر صرف با اخلاص اصحاب یقین ہی قائم رہ سکیں گے۔"

امام حسن عسکری کا قول "اللہ اس کی عمر کو اس کی غیبت کی حالت میں طولانی کرے گا۔" امام حسین کا ارشاد "اس کی ایک غیبت ہوگی جس میں بہت سی جماعتیں گمراہ ہو جائیں گی۔"

امام محمد باقر کا ارشاد "اس کی غیبت اتنی طولانی ہوگی کہ بہت سے گمراہ ہو جائیں گے۔"

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ "مہدی، ساتویں امام کی اولاد میں سے پانچواں ہوگا۔ اس کی ہستی تمہاری نظروں سے غائب رہے گی۔" دوسری حدیث میں [illegible] ہونے والا ہے۔ اس وقت ہر شخص کو لازم ہے کہ تقیہ اختیار کرے اور اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہے۔" امام موسیٰ کاظم فرماتے ہیں "اس کی صورت لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہوگی مگر اس کی یاد اہل ایمان کے دلوں سے غائب نہ ہوگی وہ ہمارے سلسلہ کا بارھواں ہوگا۔" امام رضا "اس کی غیبت کے زمانہ میں اس کا انتظار رہے گا۔" امام محمد تقی "مہدی [illegible] زمانہ [illegible] ظہور [illegible] لازم ہوگی۔" امام علی نقی [illegible] امام [illegible] ہوگا جس کے متعلق [illegible] امام حسن عسکری [illegible] فرزند کی غیبت ایسی ہوگی کہ سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ محفوظ رکھے [illegible] شبہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔" [illegible] امام [illegible] پتا دیا تھا کہ "قائم آل محمد کے [illegible] بہت طولانی ہوگا [illegible] اس کی [illegible]

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ "ایک [illegible] کی [illegible] طولانی ہوگی" [illegible] یہی نتیجہ تھا کہ امام حسن عسکری کے بعد آپ کے اصحاب [illegible]

مخلصین کسی شک و شبہہ میں مبتلا نہیں ہوئے اور انہوں نے کسی حاضر الوقت مدعی امامت کو تسلیم کرنے کے بجائے اصل "امام غائب" کے تصور کے سامنے سر تصدیق خم کر دیا۔

غیبت صغریٰ

یہی غیبت کا دور ۲۶۰ھ سے ۳۲۹ھ تک ۶۹ سال قائم رہا۔ اس میں سفراء خاص موجود تھے۔ یعنی ایسے حضرات جن کو مخصوص طور پر نام کی تعیین کے ساتھ امام کی جانب سے نائب بتایا گیا تھا کہ وہ شیعوں کے مسائل امام تک پہنچائیں ان کے جوابات حاصل کریں۔ اموال زکوٰۃ و خمس کو جمع کرکے انہیں مصارف خاصہ میں صرف کریں اور جو قابل اعتماد اشخاص ہوں ان تک خود امام کی تحریرات کو بھی پہنچا دیں۔ ورنہ خود حضرت سے دریافت کرکے ان کے مسائل کا جواب دیں۔

یہ حضرات علم و تقویٰ اور رازداری میں اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ ممتاز اشخاص تھے اسی لئے ان کو امام کی جانب سے اس خدمت کا اہل سمجھا گیا تھا۔ یہ حسب ذیل چار بزرگوار تھے۔

(۱) ابو عمرو عثمان بن سعید بن عمرو عمری اسدی یہ پہلے امام علی نقی کے بھی سفیر رہے تھے۔ پھر امام حسن عسکری کے زمانہ میں بھی اس خدمت پر مامور رہے اور پھر حضرت "امام منتظر" [illegible] سب سے پہلے اس عہدہ پر یہی قائم ہوئے۔ [illegible] اس خدمت کو انجام دے کر بغداد میں انتقال کیا [illegible] میں دفن ہوئے۔

(۲) ان کے فرزند ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید عمری۔ امام حسن عسکری نے ان کے منصب سفارت پر برقرار رہنے کی خبر دی تھی ان کے والد نے اپنی وفات کے وقت بحکم امام ان کی نیابت کا اعلان کیا۔ جمادی الاول ۳۰۵ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

(۳) ابو القاسم حسین بن روح بن ابی بحر نوبختی۔ علم و حکمت کلام و نجوم میں خاص امتیاز رکھتے ہوئے [illegible] یادگار اور خود بڑے جلیل المرتبت

قطعہ

کیسی حالت تنگی ادبار ہے
آمد مژدہ کی ہر کس بے خبر

کار شیطانی بنی کس کی بدکار ہے
دل کنجی ہے خوش نغمہ مزمار ہے

مرقوم ۸ فروری ۱۹۶۰ء

(آمادہ از [illegible])

پرہیزگار تھے۔

ابو جعفر محمد بن عثمان نے اپنی وفات کے بعد امامؑ کے حکم سے ان کو اپنا قائم مقام بنایا پندرہ برس عہدۂ سفارت انجام دینے کے بعد شعبان سنہ ۳۲۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۴) ابوالحسن علی بن محمد سمریؒ یہ آخری نائب تھے حسین بن روحؒ کے بعد بحکم امامؑ ان کے قائم مقام ہو اور صرف تین برس اس فریضہ کو انجام دینے کے بعد ۱۵ شعبان سنہ ۳۲۹ھ میں بغداد میں انتقال کیا۔ وقت آخر ان سے جب پوچھا گیا کہ آپ کے بعد نائب کون ہوگا تو انہوں نے کہدیا کہ اب اللہ کی مشیت ایک دوسری صورت کا ارادہ رکھتی ہے جس کی آخری مدت اسی کو معلوم ہے۔

اب اس کے بعد کوئی نائب خاص باقی نہ رہا۔ اسی سنہ ۳۲۹ھ کے اندوہناک سال میں کافی کے مصنف ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینیؒ اور شیخ صدوقؒ کے والد بزرگوار علی بن بابویہ قمیؒ نے بھی انتقال فرمایا تھا۔ اور ان حوادث کے ساتھ غیر معمولی طور پر یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ آسمان پر ستارے اس کثرت سے ٹوٹ رہے ہیں کہ ایک محشر معلوم ہوتا ہے اس لئے اس سال کا نام رکھ دیا گیا "عام تناثر النجوم" یعنی تاروں کے انتشار کا یہ سال اس کے بعد اندھیرا چھا گیا۔ سخت اندھیرا اسلئے کہ کوئی ایسا شخص سامنے نہ رہا جو امام کی خدمت میں پہنچنے کا وسیلہ ہو۔

غیبت کبریٰ سنہ ۳۲۹ھ کے بعد سے جو زمانہ ہے اسے "غیبت کبریٰ" کہتے ہیں اس لئے کہ اب کوئی خاص نائب بھی باقی نہیں رہا ہے۔ اس دور کے لئے "خود حضرت" امام عصرؑ نے یہ ہدایت فرمادی تھی کہ "اس صورت میں دیکھنا جو لوگ ہمارے احادیث پر مطلع ہوں اور ہمارے حلال و حرام یعنی مسائل سے واقف ہوں ان کی طرف رجوع کرنا۔ یہ ہماری جانب سے تمہارے (و پر حجت ہیں)" اس حدیث کی بنا پر علما نے شیعہ اور مجتہدین کو "نائب امام" کہا جاتا ہے۔ مگر یہ نیابت باعتبار صفات عمومی حیثیت سے ہے خصوصی طور پر باعتبار نامزدگی نہیں ہے یہی خاص فرق ہے ان میں اور ان نائبین میں جو "غیبت صغریٰ" کے زمانہ میں اس منصب پر فائز تھے۔ اس زمانہ کی غیبت میں بھی یقیناً امام علیہ السلام ہدایت خلق اور حفاظت حق کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور ہماری کسی نہ کسی صورت سے رہنمائی فرماتے ہیں خواہ وہ ہم سے سلسلہ نہ ہوں اور ہمیں محسوس معلوم نہ ہو۔ یہ پردہ اس وقت تک رہے گا جب تک مصلحت الٰہی متقاضی ہو اور ایک وقت ایسا جلد آنے گا (خواہ وہ جلد ہمیں کتنی ہی دور پر معلوم ہوتا ہو) کہ یہ پردہ ہٹے گا اور امام علیہ السلام ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے معمور فرمائیں گے اسی طرح جیسے وہ اس کے پہلے ظلم و جور سے مملو ہو چکی ہوگی۔ (اللّٰہم عجل فرجہ و سہل مخرجہ)

قطعہ

کاربد سے بھی ماندگی دیکھو | ہو کے انساں درندگی دیکھو
سر تراشی بھی ہے عجب اس کی (عاجزی) | نہیں آساں قلندری دیکھو

مرقوم ۸ فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از ندری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

"ریل کی گفتگو"

از جناب مولوی سید مصطفیٰ حسین ایم۔ اے علیگ

(۱)

ایک کمیونسٹ جو ریل میں ایک مولوی صاحب کے ہم سفر تھے یہ کہہ رہے تھے کہ خواہ مخواہ آپ لوگ اللہ کا نام لیا کرتے ہیں، ہم کو تو خدا کہیں نظر نہیں آتا، نہ ہم خدا کا نام لینے کی کوئی ضرورت سمجھتے ہیں کیونکہ دنیا کے کام آخر چل ہی رہے ہیں۔ خدا کا نام لینے کا کوئی نتیجہ تو نکلتے میں نہیں آتا ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ لوگ اپنے کردار کی خرابیوں کی ذمہ داری خدا پر ڈالنا چاہتے ہیں یہ کوئی ٹھیک بات نہیں ہے۔ میں ان کی یہ گفتگو سن رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ مولوی صاحب کچھ پریشان سے ہو گئے ہیں۔ چونکہ میں بالکل قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ان کمیونسٹ صاحب سے کہا کہ جناب آپ کا یہ فرمانا تو بڑی حد تک درست ہے کہ اللہ کے نام لیوا ابھی کچھ اچھے کردار کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہیں لیکن میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ اگر اپنا کردار بنانا چاہیں تو یہی لوگ بنا سکتے ہیں۔ آپ یا آپ کے ہم خیال پختہ سیرت کی تعمیر نہیں کر سکتے۔

تاریخ اس کی شاہد ہے اور موجودہ دور بھی اس ثبوت سے خالی نہیں ہے کہ خدا کے ماننے والوں نے ہی بلند ترین کردار کا مظاہرہ کیا ہے اور شرافت کے معنی کا تعین کیا ہے، خدا کو نہ ماننے والے ہمیشہ من مانی کرتے رہتے ہیں یا خود اصول بنا کر وقتاً فوقتاً انہیں توڑا یا ترمیم کرتے رہے ہیں۔ خدا کو ماننے والے ہی اٹل اصول کے پابند ہوتے اور ہو سکتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اکثر لوگ تقلیدی طور پر مذہبی ہوتے ہیں اور کردار سازی کی اہمیت ان کے پیش نظر نہیں ہوتی ہے وہ اپنے اعتقادات سے پورا فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں یہ ان کی غفلت اور صحیح تعلیم و تعلم نہ ہونے کا نتیجہ ہے ورنہ جو لوگ اپنے رب کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں وہ اپنے رب کو پاک (سبحان) اور قدوس بھی مانتے ہیں۔ اور طاہر و مزکی یعنی پاک کنندہ بھی یقین کرتے ہیں۔ وہ اس کو حاضر و ناظر سمجھ کر اپنے اقوال و افعال کو کنٹرول کرتے ہیں۔ ان کو خالق کائنات کی مرضی کا خیال رہتا ہے وہ نیکی کو ایسی نہیں بناتے۔ کہ جب تک سچ اور عدم تشدد سے کام چلے اس وقت تک ان کو استعمال کریں اور جب جھوٹ اور تشدد مفید نظر آئیں تو بلا تکلف اس کو درست سمجھیں اور عمل کرنے لگیں ان کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اگر ہم دنیا کو دھوکا دینے میں کامیاب بھی ہو جائیں تب بھی خدائے علیم و خبیر کو ہرگز دھوکا نہیں دے سکتے۔ ان لوگوں کی ایمانداری اٹل ہو جاتی ہے یعنی مصلحت پرستی کے سبب اس میں تبدیلیاں نہیں ہوا کرتیں۔

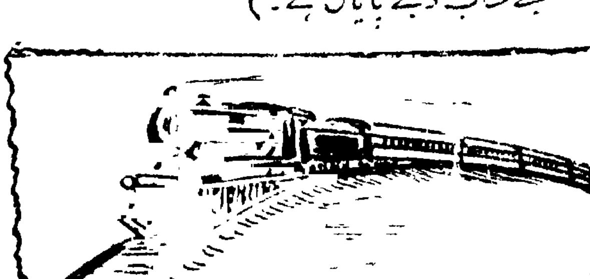
اگر دنیا کو کردار کی ضرورت ہے اور اس کی ضرورت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا ہے تو نہ صرف خدائے واحد کے وجود کو ماننا ہوگا بلکہ اس کے پیغام کو تلاش کرنا ہوگا کہ وہ نوع انسان سے کیا چاہتا ہے اور پھر اس پیغام کو حاصل کر کے اس پر کاربند ہونا پڑے گا اور اپنی من مانی کارروائیوں پر تحدید قائم کرنی ہوگی۔

الحمد للہ کہ میری اس گزارش کا اچھا نتیجہ برآمد ہوا۔ کمیونسٹ صاحب نے نہ صرف یہ کہ کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ میرا خاص لحاظ کرنے لگے۔ مولوی صاحب بھی شادان و فرحاں نظر آئے انہیں خدائے واحد سے متمسک ہونے کا فائدہ معلوم ہو گیا۔

حقیقت میں انبیاء علیہم السلام ہم کو رجوع الی اللہ کی اہمیت بتانے اور ہمیں انسانیت کا سبق پڑھانے کیلئے ہی مبعوث ہوتے تھے۔ کیوں نہ ہم اس نوبت پر متوجہ ہو جائیں اور اپنے معبود سے التجا کریں۔

"ربنا اغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وارزقنا حبک و حب القرآن العظیم و حب محمد خاتم النبیین وآلہ الطیبین الطاہرین صلواتک وسلامک علیہم اجمعین ۰ اجعلنا من شیعتہم و من الفائزین برحمتک یا ارحم الراحمین۔"

(یا اللہ تو ہمارے دل میں اپنی اور اپنے پاک نبی اور نبی کی آل پاک اور اپنے پاک کلام کی محبت ڈال دے جس سے ہمارے اب تک کے گناہ بھی محو ہو جائیں تو آئندہ ہر گناہ سے طبیعت یکلخت کنارہ ہو جائے ہمارا شمار شیعیان محمد و آل محمد میں کر کے ہم کو کامیابی کی آخری سرحد تک پہنچا دے۔ تیری رحمت بے حساب و بے پایاں ہے۔")



یہ سائنس کی دُنیا

سرطان پیدا کرنے والے نئے تیزابی مادّے کی دریافت

سائنسدانوں نے کینسر پیدا کرنے والے ایک ایک نئے تیزابی مادّے کا پتہ لگا یا ہے جو زندہ خلیوں میں موجود ہوتا ہے اور جسم کے دوسرے خلیوں پر بھی اثر انداز ہو کر اس مہلک مرض کا باعث بنتا ہے۔ یہ دریافت بہت اہم تصور کی جاتی ہے کیونکہ کینسر کی روک تھام اور علاج کیلئے یہ بہت کارگر ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ مادہ ڈی آکسی رِبو نکلیک ایسڈ (ڈی۔ این۔ اے) کہلاتا ہے اور اُن مولی کیولوں کے طویل سلسلے کی ایک کڑی ہے جو خلیوں کے مرکزے میں پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک طرح کا عظیم ترکیمیاوی مادّہ ہے جو نسل بہ نسل پیدائشی مادّے منتقل کرتا اور خلیوں کو خاص خاص کام کرنے کی ہدایت دیتا رہتا ہے۔ اس دریافت کی اطلاع نیشنل اکاڈیمی آف سائنسز کی رپورٹ میں دی گئی ہے جو سلون کیٹرنگ انسٹی ٹیوٹ فار کینسر اور حکومت امریکہ کے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ کے سائنسدانوں کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ اکاڈیمی کی حالیہ رپورٹ میں ایک اور ایسی ہی دریافت کا ذکر بھی ہے جو ہارورڈ یونیورسٹی میں ایک جاپانی سائنسدان کے ذریعہ عمل میں آئی ہے اس دریافت کو بہت اہم خیال کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے زندگی کے بنیادی عمل کے متعلق معلومات میں اضافہ ہوا ہے اور اس دلیل کی تصدیق ہوتی ہے کہ زندگی کا بنیادی عمل ایک جیسا ہے خواہ وہ بیکٹیریا میں ہو یا دودھ پلانے والے جانداروں کے خلیوں میں۔ یہ دریافت کیوٹو (جاپان) کے ڈاکٹر ٹوبو روسیوکا نے کی ہے جو نیشنل فاؤنڈیشن وظیفے پر ہارورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر رابرٹ پال کے ساتھ تحقیقی کام کرتے رہے انہوں نے ابھی پچھلے سال ہی ڈاکٹوریٹ کی ڈگری ہارورڈ یونیورسٹی سے حاصل کی ہے۔ سلون کیٹرنگ انسٹی ٹیوٹ نے اس دریافت کے سلسلے میں کہا ہے کہ یہ پہلا واضح اور صاف ثبوت ہے کہ کینسر پیدا کرنے والے ڈی۔ این۔ اے (متذکرہ صدر تیزابی مادّے) سے چھوت پھیلتی ہے اور یہ کینسر کا باعث بنتا ہے۔ کینسر کے متعلق تحقیق کرنے والوں کے لئے اس کھوج کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ زندہ جانداروں کے خلیوں میں داخل ہو کر متعدی تیزابی مادّے میں چھوت پھیلاتا ہے۔ جاپانی ڈاکٹر کے علاوہ جن سائنسدانوں نے اس سلسلے میں تحقیق کی ہے ان میں نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ کے ایس ای سٹوارٹ بی۔ ای۔ ایڈی۔ ڈبلیو ایس ہنٹر (نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ) اور سلون کیٹرنگ انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر ڈی چارلیٹ فرینڈ آرن ایبنی ڈکرٹ شامل ہیں۔

پانی اور ہوا میں ہائیڈروجن کا جزو!

امریکہ کے نوبل انعام پانے والے سائنسدان ہیرلڈسی یورے کا بیان ہے کہ پانی اور ہوا میں ہائیڈروجن کا جو جزو ابتداء میں پایا جاتا تھا اب رفتہ رفتہ اس کا دس فیصد حصہ کم ہو گیا ہے۔ [illegible] آکسیجن نے ہائیڈروجن کے اس نقصان کو [illegible] اس رفتار سے فی [illegible] سال کے بعد سمندروں میں صرف [illegible] پانی کی [illegible] واقع ہوگی۔ آپ نے امریکی میٹر لوجیکل سوسائٹی کو بتایا کہ ہائیڈروجن کے تحفظ میں آکسیجن نے [illegible] ہائیڈروجن مل کر پانی بناتا ہے۔ اس طرح ہائیڈروجن کے ذرات اڑتے ہیں [illegible] بالائے بنفشی شعاعوں (الٹرا وائلٹ شعاعوں) [illegible] ایک [illegible] کا کام دیتا ہے ورنہ سورج سے آنے والی شعاعیں [illegible] والے پانی کو آکسیجن اور ہائیڈروجن کے جزوں میں الگ الگ [illegible] ہائیڈروجن [illegible] کافی [illegible] رفتار [illegible]

[illegible]

باہر ہو کر خلاء [illegible] حالات [illegible] زندگی کی نشوونما میں کمی واقع ہوتی ہے لیکن ڈاکٹر یورے [illegible] مریخ کے تاریک حصوں میں زندگی پائی جاتی [illegible] [illegible] میں بھی زندگی موجود رہی ہے۔ [illegible] کشش [illegible] [illegible] آکسیجن [illegible] پانی کی دریافت

کے سلسلے میں نوبل انعام ملا ہے۔ آپ کی حالیہ رپورٹ سمندروں اور آتش فشاں پہاڑوں میں چٹانی پانی کے متعلق تحقیق اور مطالعہ پر مبنی ہے آپ کو یقین ہے کہ چٹانی پانی ہی زمین کا اصلی پانی ہے۔ آپ کو تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ آتش فشاں پہاڑوں کی چٹانوں کے پانی میں ایک حصہ ایٹمی پانی اور ۷ ہزار حصے معمولی پانی ہوتا ہے سمندری پانی میں ایک اور ۶۵۰۰ حصوں کا تناسب ہے وہ اس فرق کے متعلق یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہلکے قسم کے ہائیڈروجن کے ضائع ہونے کا نتیجہ ہے۔

کم لاگت والے ایٹمی سمندری جہاز

دنیا کا اولین ایٹمی مسافر جہاز اپنے آزمائشی سفر پر آئندہ موسم گرما میں روانہ ہوگا۔ لیکن ایٹمی توانائی کمیشن کے بیان کے مطابق اب اس جہاز سے بھی کم لاگت والے ایٹمی سمندری جہازوں کے نقشے تیار ہو گئے ہیں ۱۹۵۹ء کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ گیس سے ایٹمی بھٹی کو ٹھنڈا رکھنے اور گیس بند چرخی [illegible] سے نئی قسم کا انجن تیار ہو سکتا ہے۔ جس پر لاگت بھی کم آئے گی اور یہ جہاز سادہ اور زیادہ محفوظ ہوگا۔ چنانچہ جنرل ڈائنامکس کارپوریشن نے اس سلسلے میں کئی تجربے مکمل کر لئے ہیں اور اب یہ کمپنی سان ڈیگو میں ایک کارخانہ بھی قائم کرے گی۔ ۱۹۵۹ء ایک ایٹمی ٹینکر کے لئے بھی ٹھیکیدار کمپنیوں کا انتخاب کیا گیا ہے جو جدید قسم کی ایٹمی بھٹیاں تیار کرنے کے سلسلے میں انجینئری کی روشنی میں تحقیق کریں گی۔ اس سلسلے

میں جنرل الیکٹرک کمپنی۔ ویسٹنگ ہاؤس کارپوریشن گلیس اینڈ کاگس (نیویارک) وغیرہ کمپنیاں مختلف طریقوں کی جانچ اور تحقیق کر رہی ہیں۔ مؤخر الذکر کمپنی ۳۴ ہزار ٹن کے ٹینکر کے لئے ۳۰ ہزار شیفٹ ہارس پاور کا ہلکا اور جامع انجن بنانے کی تحقیق اور تجربے کر رہی ہے۔ ایٹمی توانائی کمیشن کا بیان ہے کہ ہوسٹن کی ایک کمپنی ایٹمی توانائی سے چلنے والے جہازوں کی سروس کے لئے ایک ایسا جہاز بنائے گی جو ایٹمی راکھ وغیرہ جہازوں سے نکال کر اسے ٹھکانے لگانے کا کام کریگا۔

کائناتی شعاعوں کا جائزہ

امریکی ہوائی جہاز بردار (سمندری) جہاز سے ایک اور دیو قامت غبارہ فضا میں چھوڑا گیا تاکہ کائناتی شعاعوں کی برقی قوت کا جائزہ لیا جا سکے۔ محکمۂ دفاع کی اطلاع کے مطابق یہ غبارہ ۲۱ء۴ میل کی بلندی پر پہنچا۔ اس غبارے سے اُن فلائی شعاعوں کے متعلق تحقیق مقصود ہے جو باہم ٹکرانے والے ایٹموں سے بھی ۵۰ ہزار گنا زیادہ قوت رکھتی ہیں۔ متعلقہ افسروں نے بتایا کہ جس راکٹ کے ذریعہ یہ غبارہ خلاء میں پہنچایا گیا ہے اس میں سے یہ ریڈیو کے ذریعہ الگ کیا گیا۔ اور خود بخود کھل کر فضا میں اڑان کی۔ اس کے اندر رکھے ہوئے آلات سے کائناتی شعاعوں کے متعلق معلومات نشر ہوئیں۔

ایٹمی تحقیقی مرکز

نیروسالہ جمہوریہ فلپائن کی راجدھانی منیلا سے دس میل کے فاصلہ پر کیوزون ایٹمی تحقیقی مرکز کی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا گیا جس سے یہاں کے عوام کے لئے صنعتی خوشحالی اور صحت و تندرستی کے ایک نئے دور کے آغاز کی توقع ہے۔ پچھلے شنبہ (جمعہ) کو جب اس کا سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب منعقد ہوئی تو فلپائن کے صدر گارسیا اور امریکی سفیر بکسن بڑے بڑے سرکاری افسروں اور سائنسدانوں نے اس میں شرکت کی۔
جب سنگِ بنیاد رکھا گیا تو اس کے نیچے ایک کنستر میں آیندہ کی نسلوں کے لئے فلپائن امریکی ایٹمی تعاونی معاہدے اور دوسرے اہم دستاویزوں کی نقلیں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ کنستر سنگِ بنیاد کے نیچے دبا دیا گیا۔ اس مرکز کے لئے ایٹمی بھٹی امریکہ میں تیار ہو رہی ہے۔ امریکہ کی طرف سے اس کے لئے ۵ لاکھ ڈالر کی امدادی رقم دی گئی ہے۔ واضح رہے کہ فلپائن پہلا ملک ہے جس نے امریکہ کے ساتھ ایٹم کے پر امن استعمال کا معاہدہ کیا تھا۔ اس تقریب میں صدر کے علاوہ امریکی سفیر نے بھی تقریر کی اور کہا کہ ایٹمی تحقیقی مرکز کے قیام سے لوگوں کا معیارِ زندگی بلند ہوگا اور صحت عامہ کی بہتری عمل میں آئے گی۔





گلشن اطفال

بانئ خاندان آصفی

آصف جاہ اول

از سیدہ طاہرہ بیگم

آپ حضرت محمد ابن ابی بکر کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا نام قمرالدین خاں تھا۔ آپ اپنے والد شہاب الدین خاں کے انتقال کے بعد تمام آبائی خطابات و اعزازات سے مفتخر ہوئے نادر شاہ نے تمام امرائے دہلی میں آپ کو سب سے زیادہ وفا شعار، لائق اور قریب پاکر دہلی کا تخت آپ کو دینا چاہا لیکن آپ نے اپنے آقا کی جانشینی قبول نہیں کی۔ جب آپ کے صاحبزادے ناصر جنگ نے دکن میں شہنشاہ دہلی کے خلاف علم خود مختاری بلند کیا تو آپ نے اپنے آقا کے خلاف اپنے فرزند کی بھی بغاوت گوارا نہ کی۔ اپنے بیٹے کو اس جسارت کی سزا دینے آپ دہلی سے دکن آئے۔ اورنگ آباد کے قریب باپ بیٹوں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ ناصر جنگ اسیر ہو کر قلعۂ قندھار میں قید کر دئے گئے۔

شہنشاہ دہلی نے آپ کی وفاداری اور مدبرانہ جنگی خدمات کے صلہ میں آپ کو دکن کی حکومت عطا فرمائی اور نظام الملک آصف جاہ کے خطابات سے سرفراز کیا۔ اس طرح ۱۷۲۴ء میں آپ نے دکن میں خود مختار آصفی حکومت کی بنیاد رکھی۔ آپ کا دارالسلطنت اورنگ آباد تھا۔ آپ کو آلِ رسولؐ سے کمال عقیدت و محبت تھی۔ آپ نے بہت مدح اہلبیتؑ میں تصنیف فرمائے ہیں تاکر تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا ہر شعر اپنی آپ نظیر ہے۔ جس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے آپ کا کلام آپ کے قلب مصفا کا آئینہ دار ہے۔ ترجمہ:

بوسہ گاہ لب افلاک ہو جائے علیؑ
خط پیشانی عرش نافذ فرمان باشد
نیست یک عزو وجودش زکرامت خالی
الفت اوست چو ارکان مسلمانی من

اوج امید کرنشد منبرپائے علیؑ
می شود کار جہان است بہ ایمائے علیؑ
حل مشکل شود از ناخن سیمائے علیؑ
شدہ ام شیفتہ الروتیر لبے علیؑ

می شود زندہ بہ فرش تن بیجان بیشک چشمۂ آب حیات است تمنائے علیؑ
راہ مقصود این نور بہ بیند ہمہ کس از بینی داد بہ خورشید بہ منہ نائے علیؑ
کی برد قیمتش افزون زر و عالم شاکر
بے بہا ہست زمیں گوہر یکتائے علیؑ

۷۷ سال کی عمر میں انتقال فرمایا بعد انتقال غفران مآب کا لقب پایا اور قریب مزار حضرت شاہ برہان الدینؒ (اورنگ آباد) آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

ہمارے سرکار کی ذات اقدس ان تمام صفات کی آئینہ دار ہے جن سے حضرت آصف جاہ اول متصف تھے۔

زرین اقوال

خدا ہی اپنی مصلحت کو بہتر جانتا ہے بہ نسبت بندوں کے جس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے۔ — سرکار حق آگاہ

ننھے منی کا سبق

میرے سرکار کو اللہ کی رحمت کہئے
میرے سرکار کو ایمان کی دولت کہئے
کوئی محروم نہیں جس کے درِ دولت سے
ایسے سرکار کو دریائے سخاوت کہئے

دعائے صائم بواسطۂ قائم

شاہ علوم، رحمتِ حق، فخرِ روزگار
سایہ ہے ان پہ فاطمہ زہراؑ کے لال کا
قائم جہاں میں رکھ پئے مہدیؑ حضور کو
اے ذوالجلال واسطہ تیرے جلال کا

مغربی دُنیا کا سب سے بُلند دریائی بندھ
ہوور ڈیم

امریکہ میں ہوور دریائی بندھ انجینری کا ایک عظیم کارنامہ تصوّر ہوتا ہے۔ اس کی کامیاب تعمیر سے حوصلہ پاکر کئی دوسرے بندھ بنائے گئے جو امریکہ کی خوشحالی کا ایک ذریعہ بنے ہیں۔

ہوور ڈیم (ہوور دریائی بندھ) کو بنے ہوئے اب چوتھائی صدی کا عرصہ ہوگیا ہے یہ مغربی کرۂ ارض میں نہ صرف بلند ترین ڈیم ہے بلکہ امریکہ میں انجنیری کے سات عجوبوں میں بھی ایک ہے۔ یکم فروری ۱۹۳۵ء کو کئی برس میں بنا کر کولوریڈو دریا کو ۷۲۶ فٹ کے گھیرے میں لاکر پانی جمع کرنے کا کام شروع ہوا تھا۔ اب اس دریائی بندھ پر بجلی تیار کرنے کا آخری اور پوری طاقت کا کارخانہ قائم کیا جا رہا ہے اس پر ۱۷ کروڑ ۲/۱ ڈالر لاگت آئیگی اور ۱۳ لاکھ ۴۴ ہزار ۸ سو کلوواٹ بجلی پیدا ہوا کریگی پہلی بار کولوریڈو دریا کو امریکہ کے جنوب۔ مغربی بحرالکاہل ساحل کے لوگوں کے مختلف المقاصد اور عظیم فائدے کے لئے ایک بندھ کی صورت دی گئی۔ چنانچہ امریکہ کے وزیر داخلہ مسٹر سیٹن نے بھی اس ڈیم کی ۲۵ویں سالگرہ کی تقریب پر کہا ہے کہ اس سے نہ صرف جنوب مغربی علاقے بلکہ سارے ملک کو بھاری فائدہ پہنچا ہے اس کی بدولت سیلابوں پر قابو پانا۔ آبپاشی اور گھریلو و صنعتی استعمال کے لئے پانی کو جمع کرنا۔ بجلی پیدا کرنا اور سیر و تفریح کے علاوہ مچھلیوں و جنگلی جانوروں کا تحفظ ممکن ہوا ہے۔ جس سے مختلف المقاصد دریائی منصوبہ بندی اور ان کی ترقی کی کامیابی کا ثبوت ملتا ہے ہوور ڈیم سابق صدر ہربرٹ ہوور کے نام پر تعمیر کیا گیا ہے (آپ ابھی بقید حیات ہیں) اس سے نئی اور بیکار زمینوں کو زیر کاشت لانے کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا تھا۔ اس کی تعمیر میں جو ٹکنک اور انجنیری برتی گئی اور اس سے جو تجربے حاصل ہوئے ان کی روشنی میں کولمبیا دریا پر گرینڈ کولی۔ سیکرومینٹو دریا پر شاستا۔ فلیٹ ہیڈ کے جنوبی حصے پر ہنگری ہارس اور دوسرے دریائی بندھ تعمیر کئے گئے۔ ذیل کے اعداد و شمار سے ہوور ڈیم کے فائدوں کی وسعت کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے اس ڈیم میں پچھلے پچیس برسوں میں جو پانی جمع ہوا اس سے پانچ لاکھ مربع میل جگہ گھری جا سکتی ہے یا امریکہ کی ٹیکساس اور مونٹانا ریاستوں کے برابر رقبہ ایک فٹ گہرے پانی میں ڈوب سکتا ہے۔ آج اس میں اندازاً ایک کروڑ ۹۰ لاکھ ایکڑ فٹ پانی موجود ہے جو جنوبی کیرولینا کی ساری ریاست کو ایک فٹ گہرائی تک ڈبو سکتا ہے۔ اور پھر حقیقت یہ ہے کہ یہ بندھ صرف ۲/۳ حصہ بھرا ہوا ہے۔ ہوور ڈیم

گرینڈ کینین کے نچلے حصے میں ۵ میل تک کولوریڈو دریا سے پانی جمع کرنے میں بھی مدد دیتا ہے جو ایک لاکھ ۵۵ ہزار میل پر مشتمل ہے اور جس کا ساحلی کنارہ ۵۵۰ میل لمبا ہے۔ اس بندھ پر بجلی کے کارخانوں سے ۹ ارب ۶۰ کروڑ کلو واٹ بجلی اب تک پیدا ہوئی جو فارموں، گھروں، کارخانوں، نیواڈا، کیلی فورنیا اور اری زونا میں پمپوں کے ذریعہ پانی پہنچانے کے کام آتی ہے۔ یہ بندھ بجلی پیدا کرنے میں کس قدر مفید ثابت ہوا ہے اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ بجلی کی مذکورہ صدر کلو واٹوں سے سارے امریکہ کے شہروں اور فارموں میں چھ مہینے کے لئے بجلی مہیا ہو سکتی ہے۔ اور پھر افریقہ ۶ - ارب کلو واٹ بجلی جنوب مغربی بحرالکاہلی ساحلی علاقوں کی آبادی کو سالانہ مہیا کی جاتی ہے جو اسی دریا میں کولوریڈو کے دوسرے حصوں پر قائم کئے ہوئے کارخانوں سے پیدا ہوتی ہے۔ پچھلے ۲۵ برسوں میں اس ڈیم سے ۱۸ کروڑ ۲۵ لاکھ ڈالر منافع ہوا ہے یعنی اس کی تعمیر پر جو کل لاگت آئی ہے اس سے بھی ۶۵ لاکھ ڈالر زیادہ آمدنی ہوئی ہے۔ اس طرح امریکہ کا یہ عظیم دریائی بندھ نہ صرف امریکہ بلکہ دنیا کے دوسرے ملکوں کے لئے بھی ایسے ہی منصوبوں کو عمل میں لانے کے لئے ایک مثال ثابت ہوا ہے۔ اور آج دنیا کے ہر ملک میں اسی قسم کے دریائی بندھ تعمیر ہو رہے ہیں۔ ان میں ہندوستان بھی شامل ہے۔

زبانِ خلق

ذیل میں ہم مولوی میر غلام علی خان صاحب کا خط اور پُر از حقائق مضمون شائع کر رہے ہیں۔ شیراز کے دوسرے انصاف پسند قارئین بھی ان خطوط پر اگر اپنے گرانقدر مضامین شائع کریں تو ہم شکریہ کے ساتھ شائع کریں گے۔ تاکہ حکومت کے علم میں عوام کے خیالات آسکیں۔ (ادارہ)

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب شیراز ہفتہ وار
السلام علیکم:۔ براہ کرم مندرجہ ذیل سطور آپکے موقر ہفتہ وار کی اولین اشاعت میں شائع فرماکر مشکور فرمایئے

نیاز مند
میر غلام علی خان

توبہ شکن ذبیح

(۰)

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ ایڈیٹر ہمارا اقدام ذبیح علیہ اللعنہ نے کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کو اپنے پرچہ میں نقل کرکے یہ ثابت کر دیا کہ وہ یزیدیوں کا نمایندہ ہے اور اس کا رہنما یزید ہے۔ کتاب خلافت معاویہ و یزید کی نقل بالعموم عامۃ المسلمین اور بالخصوص پروانہ شمع حسینی حضرت آصف سابع اطال اللہ عمرہٗ کی دلآزاری اور شیعہ سنی فساد برپا کرنے کیلئے کی گئی تھی تاکہ حضرت ظل سبحانی مذکورہ دلآزار سلسلہ کی اشاعت مسدود کرانے کی غرض سے اپنا کچھ تصدق نقل نویس کو سرفراز فرمائیں لیکن جب "ذات جہاں پناہی" نے نقل نویس کو تصدق سرفراز فرمانے کے بجائے کتاب مذکورہ کا حوالہ شائع کروانے کمیٹی کی تشکیل کا اعلان فرمایا تو نقل نویس ذبیح قبیح نے پینترا بدلا اور ایڈیٹر صاحب شیراز کے توسط سے "بارگاہ خسروی" میں معذرت نامہ پیش کر دیا اور جب "بارگاہ خسروی" سے مدخلہ معذرت نامہ کی توثیق یا تردید طلب فرمائی گئی تو اپنے جیتھڑے میں معذرت نامہ مذکور کا خود نوشت ہونا تسلیم کر لیا۔ اور منظوری اذوقہ کی امید میں دیڑھ دو ہفتہ سکوت اختیار کیا جس مرتبہ بھی منظوری اذوقہ کی امید بار آور نہ ہوتی دیکھ کر "ذات جہاں پناہی" کے خلاف اپنی زہریلی تحریروں کا سلسلہ شروع کرکے توبہ شکن ہونے کا ثبوت دیدیا۔

گستاخ ذبیح! ہم صرف اتنا کہیں گے کہ یہ جو گستاخی کی جا رہی ہے اس سے پہلے کاش یہ غور کر لیا جاتا کہ جس ہستی پر شیعہ سنی فساد کا محرک بننے کا بے سرو پا الزام عاید کیا جا رہا ہے وہ وہی ہستی ہے جو ہندو اور مسلمانوں کو اپنی دو آنکھیں تصور فرماتی ہے اور جس کا دور حکومت شیعہ سنی یا ہندو مسلم اختلافات سے پاک رہا ہے بدبخت ذبیح!! تم نے کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کی نقل کرکے اور "ابو حنیفہ کا مذہب خطرہ میں" کے زیر عنوان چند سطور لکھکر دو عظیم مسلم فرقوں کے درمیان منافرت پھیلانے کی ناپاک کوشش کی ہے اور اپنی اس گستاخی کو "ذات ہمایونی" سے منسوب کرکے اپنے بدبخت اور نمک حرام ہونے کی ناقابل فراموش مثال قائم کی ہے۔

ناہنجار ذبیح! اس کے قبل بھی تم نے مختلف بہانوں سے "ذات جہاں پناہی" کے دستر خوان سے زلہ ربائی کی کوشش کی لیکن ہمیشہ تمہیں منہ کی کھانی پڑی اور ان شاء اللہ تادم زیست تم کو منہ کی کھانی پڑے گی کیونکہ تم نے "حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم" کی امانت یعنی اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین" کی شان میں گستاخی کرکے مداحان اہلبیت کی دلآزاری کرکے جہنمی ہونے کا ثبوت دیا ہے

قطعہ

جامہ ہے بدنام کہنہ شال سے
کام بن جاتے ہیں سب اقبال سے
کھتی ہے رُو رُو کے ہردم قیدوبند
چھوٹنا دشوار ہے جنجال سے
(پہندا)

مرقوم ۸ فروری سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

Less :		
Current Depreciation of business C as per Sa 32 (2)	8,000	
Unabsorbed loss of business relating to ass. year 1982-83 & 1981-82 as per sec. 72 [15,000 + Rs. 25,000]	40,000	
Unabsorbed depreciation relating to business C under Sec. 32 (2)	13,000	61,000
		2,000
Less . Current Year's loss of business C		21,000
Loss under the head 'Profits and Gains of Business or Profession to be set-off against income computed under other heads.		(—) 19,000
Income under the head 'Capital Gains'		
Gains on sale of long-term capital asset	40,000	
Less : Loss on sale of long-term capital asset as per Sec. 70 (2)	30,000	
Net long-term capital gain	10,000	
Less : Loss on sale of short-term capital asset [sec. 70]	10,000	
Income under the head 'Income from other Sources'		
Dividends	Nil	
Interest paid on moneys forward for purchasing share (See note 2)	2,000	
Loss under the head Income from other Sources to be set-off against income under other heads of income under Sec. 71.		—2,000
Gross Total Income		4,500

Notes :

(1) Brought forward loss of business C relating to the **assessment year** 1974-75 cannot be set-off against income of this year as eight **assessment years have** lapsed since then upto the assessment year 1984-85.

(2) In view of the Supreme Court's decision in *CIT* v. ***Rajindra Prasad*** *Moody (1978) 111 ITR 159*, the interest on monies borrowed for **investment** in shares is admissible as a deduction under Sec. 57 (iii) even though **they have not** yielded any dividend.

(3) Loss from maintenance of race horses cannot be set-off against income from any other source under the same head or any other head of income. However, the loss can be carried forward for subsequent assessment years but not beyond 1988-89 as per Sec. 74A.

Part B

1. Total Income : Under Section 2 (45), total income means the total amount of income referred to in Section 5, computed in the manner laid down in the Act. We have already considered in Study Paper 2 the scope of total income under Section 5. The total income which is liable to tax is to be computed under various heads discussed in Study Papers 4, 5 and 6 in accordance with the principles explained therein. The provisions regarding set off losses, carry forward and set-off of business and capital losses shall also be given effect to. In computing the total income of an individual for the purpose of assessment, there shall also be included certain income of other persons. The circumstances under which income of other persons should be included in the assessee's total income are specified in Sections 60 to 65. Let us consider these provisions briefly.

2. Income of other Persons included in the Assessee's Total Income (Sections 60 to 65).

The provisions contained in Sections 60 to 65 have been designed to overtake and circumvent a growing tendency on the part of taxpayers to endeavour to avoid or reduce their tax liability by means of transfer and settlements of their assets or income or both. These provisions have been included in the Act with a view to preventing evasion of tax by assessee by transferring assets or income in favour of any person, and more particularly in favour of spouse, children and certain other relatives. These Sections cover all transfers including those effected prior to the commencement of the Act.

2.1 Transfer of income without Transfer of Assets (Section 60) : Under this Section all income arising to any person by virtue of any transfer as settlement, trust, covenant, agreement or arrangement from assets which remain as the property of the person who effected the transfer, settlement, *etc.*, is deemed to be the income of the transferer without any exception and consequently would be taxable in his hands. For this purpose it is immaterial whether :

(i) the transfer is revocable or irrevocable ;

(ii) the transfer is made in favour of a relative or non relative.

(iii) the transfer is made before or after the commencement of the Act.

Thus, this section applies to all cases of transfer of income without transfer of the assets yielding the income. The purpose of application of income under the deed of transfer, settlement, trust, *etc.*, is immaterial for consideration in this regard.

2.2 Revocable Transfer of Assets and Transfer Irrevocable for a specified Period (Sections 61, 62 and 63) : All income arising to any person by virtue of a transfer of assets under a settlement, trust, arrangement or otherwise is deemed to be the income of the transferer if any one of the following conditions is satisfied.

(a) if the transfer is revocable ;

(b) if the deed of transfer contains any provision for the direct or indirect transfer to the whole or part of the income or assets to the transferor ;

(c) if it in any way, gives the transferor a right to reassume power directly or indirectly over the whole or any part of income or assets transferred.

Exception (Section 62) : There is however, one exception to this provision ; in other words the provisions of Section 61 will not apply to a transfer which satisfies *all* the following conditions.

1. The transfer is irrevocable (i) in the case of a trust during the lifetime of the beneficiary or (ii) in the case of any transfer during the life-time of the transferee, or (iii) in the case of a transfer made before 1-4-1961 for a period of at least six years

2. The deed of transfer does not contain any provision for the direct or indirect transfer of the whole or any part of income or assets to the transferor during the period specified in (1) above.

3. The transfer does not in any way give the transferor a right to reassume power, directly or indirectly, over the whole or any part of the income or assets during the aforesaid period

4. The transferor does not derive any direct or indirect benefit from the income or the assets.

The provisions of this Section (*i e.* Section 61) can be invoked only if the transfer is coupled with either the power of revocation or the non-compliance with the conditions given (in the exception) above and for this purpose it is immaterial whether the power of revocation is actually exercised or not.

The provisions of the Section 61 merely shift the liability to tax from the beneficiary to the settler ; it does not either charge the character of the income or bring to charge any item of income which is exempt from tax under any other provision of the Act. Where the income in question is partly exmpt and partly taxable the liability under this Section would arise only in respect of that part of the income which is taxable.

Thus, in all cases where the transfer is (i) revocable, or (ii) the transferor gets any direct or indirect benefit from the trust; or (iii) a right to reassume power is exercisable by the settler, income from the assets will be included in the transferor's total income and taxable in his hands. For this purpose 'transfer' includes any settlement, trust, covenant, agreement or arrangement. The provisions of Sections 60 to 63 apply to all assessees including companies.

2.3. Income of the spouse, minor child etc., to be included in the Assessee's total Income [Section 64 (1)] : This Section is intended to foil the attempts of an *individual* to avoid or reduce the incidence of tax by transferring assets to his spouse or minor child or admitting the spouse as a partner or admitting the minor child to the benefits of a partnership or by transfer of assets to certain other specified relatives.

In computing the total income of any individual, the following income will also be included.

(1) **All income which arises directly or indirectly** to the *sponse* of such individual from the membership of the sponse in a firm carrying on a *business in which individual is a partner*—Section 64 (1)(i) In the case of a *professional* firm, where both the husband and wife are partners, each of them would be assessed separately in respect of hisor her share of the firm's income.

Where both the husband and the wife are partners in the same firm, for purposes of the aggregation of the income from partnership, under Section 64 (1) the income of the spouse must be added to that of the husband or wife whose total income (excluding the income from the firm), is greater. This is made clear in Explanation 1 to Section 64 (1).

By virtue of Explanation 1A to sub-section (1) of Section 64, where the spouse of an individual is a beneficiary under a trust and the trustee joins in any partnership business with individual, the income arising from such partnership to the trust to the extent it is for the benefit of the spouse, will be included in the total income of the individual.

(2) All income which arises directly or indirectly to the *spouse* by way of salary, commission, fees or other form of remuneration in cash or in kind from a concern in which such individual has substantial interest [Section 64 (1) (ii)]. Explanation 1 to Section 64 (1) makes it clear the income arising to the spouse by way of salary, commission, fees or any other form of remuneration from a concern in which both the individual and the spouse have substantial interest will be included in the total income of the individual or spouse whose total income excluding such salary, commission, *etc.*, is greater.

This provision, however. will not be applicable to the income of the spouse of an individual, earned by virtue of technical or professional qualifications and which is solely attributable of the application of such technical or professional knowledge and experience, from a concern in which such individual has a substantial interest. For this purpose, an individual shall be deemed to have a substantial interest in a concern—

(i) in case where the concern is a *company*, if its shares (not being shares entitled to fixed rate of dividend whether with or without a further right to a participate in profits)—*i.e.* equity shares—carrying not less than 20 per cent of the voting power at any time during the previous year, owned beneficially by such person or partly by such person *and* partly by one or more of his relatives ;

(ii) in any other case, if such person is entitled or such person *and* one or more of his relatives are entitled in the aggregate, at any time during the previous year, to not less than twenty per cent of the profits of such concern.

Again, for the purpose of this provision, the term 'relative' is defined in Section 2 (41) so as to cover the husband wife, brother or sister, any lineal ascendant or descendant of an individual :

لیکن دیکھئے کہا ہے .... چلئے ——"

اور وہ دونوں بیرا ڈائننگ میں گھس گئے ۔

ڈائننگ کی خالی میز پر بیٹھ کر اسنے چائے کا، کھانے کا آرڈر دیدیا ۔ لڑکی نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ ان سنی کرکے بیرا کو کھانے کی تفصیل بتا رہا تھا

"انڈے، فرائیڈ فش، مسٹرڈ، سوپ، چکن ... اسکے بعد جیلی جیوز، لیمن اسکویش —" تھوڑی ہی دیر میں بیرا نے سب کچھ لاکر میز پر بکھیر دیا

نگاہوں کے دو چار تبادلے آپس کا تکلف برقرار نہ رکھ سکے اور وہ دونوں چھری کانٹوں کی جھنکار میں پلیٹیں خالی کرتے رہے

کھانا کھاتے لڑکی نے سوال کیا —"آپ کہیں اور کام کرتے ہیں —؟"

"جی —!" وہ ایکدم سٹپٹایا — "میں — فی الحال تو محض ایک سماجی کارکن ہوں —" اسنے دیکھا لڑکی کچھ اور پوچھنے والی ہے تو خود ہی بولنے لگا — "آجکل تو آپ جانتی ہیں نوکریوں کی حالت۔ ایم۔ اے کرکے بھی دھول جھونک رہے ہیں —" حالانکہ اسنے صرف بی۔ اے کیا تھا

پھر کھانا ختم کرکے نیپکین سے منہ پونچھتے ہوئے بولا

"آپ نے تو کچھ کھایا ہی نہیں — بھئی! کھانا سامنے رکھتے ہوئے ہاتھ روک لینا کتنا ... ہے —" وہ چپ ہوگئی۔

اسکے بعد کافی آگئی۔ لڑکی نے اسکی طرف پیالی بڑھائی تو وہ اسکے سنہری لاکٹ کو گھور رہا تھا

"یہ ہوائی جہاز کے نمونے کا لاکٹ تو خوب بنوایا ہے"

لڑکی کے ہاتھ سے پیالی لیتے ہوئے اسکی آنکھوں میں شرارت بھر گئی

"بہت اچھا لگتا ہے آپ کے گلے میں —" وہ شوخی سے مسکراتا ہوا بولا۔ "کس خوبی سے فورسیڈ لینڈنگ کر رہا ہے —"

لڑکی نے شرما کر نظریں جھکا لیں ۔

کافی ختم کرنے کے بعد اسنے بیرا کو بل لانے کا حکم دیا اور بولا "دیکھو! بل کیا تھا سو روپے کا منیجر بھی بیٹھے آتا —"

اور دل ہی دل میں سوچا — "یہاں دو سال سے سو کا نوٹ ہی کسنے دیکھا ہے —"

اتنے میں سامنے کے دروازے پر شور مچا۔ کسی دفتر کے کلرک بغلوں میں فائلیں دبائے زور زور سے باتیں کرتے ہوئے ہال میں داخل ہوئے۔ وہ یکایک اُنکی طرف دیکھکر چیخا — "ہیلو داس —" اور کرسی سے اٹھتے ہوئے لڑکی سے بولا — "ایکس کیوز می، میں ابھی دو منٹ میں آیا —"

سامنے سے بیرا پلیٹ میں بل رکھکر لا رہا تھا — چلتے چلتے اسنے تنہا بھی نظر ڈالی تو .... چھ روپے کچھ آنے کچھ پائی۔

—! اور پھر کلرکوں کے غول کی آڑ لیکر چپکے سے باہر نکل گیا۔

چلتے چلتے سوچا — "رکشہ والے کو "بیل" بجنے کا جرمانہ چھ روپے — کچھ زیادہ تو نہیں ——!"

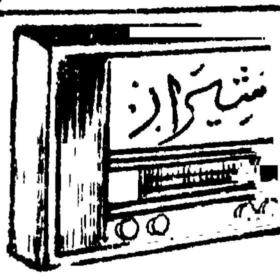
قطعہ

آفتوں کے ہوتے ہوتے بھی کہانی رہ گئی ٭ بر سرِ بازار جو شرح بیانی رہ گئی
کہتے ہیں لیل و نہارِ زندگی ہر ایک سے ٭ عمر بھر بیچھے ضعیفی کے جوانی رہ گئی

مرقوم ۱۴ مارچ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

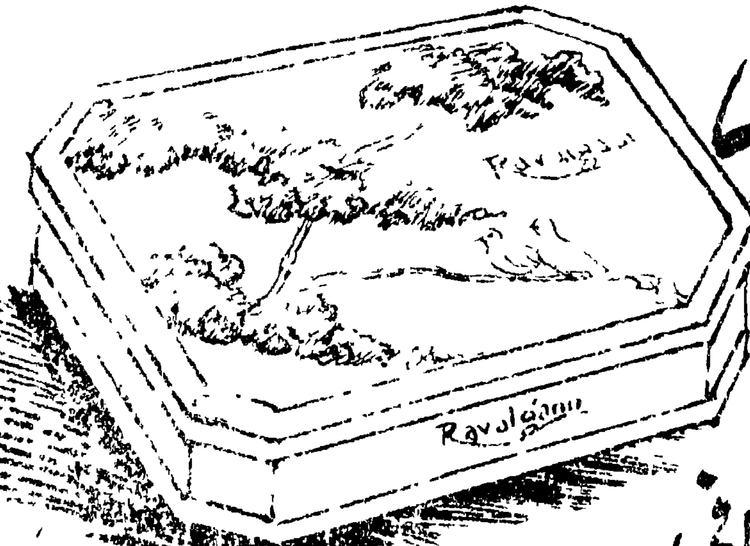
روحانی ریڈیو



ناشر :- مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرات نہیں کر سکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام و مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر الفاظ مطابقت ہو تو کسی اسم خاص کا خیال نہ فرمایا جائے —— (ایڈیٹر)

ایکبار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ "جمعیۃ الواعظین" المعروف بہ "انجمن اصحاب ریش داراں" کے سابق صدر شیخی مارو مرحوم و مغفور الملقب بہ "شہید ہیضہ" سے "دنیائے آخرت" کے عنوان پر ایک رپورتاژ سن کر ثواب دارین حاصل فرما چکے ہیں ہمیں یقین ہے کہ آپ حضرت شیخی مارو کے نام کیساتھ مرحوم و مغفور کے الفاظ سنکر یا تو خوف و دہشت سے اپنی آنکھیں پھاڑ دینگے یا کم سے کم تعجب اور حیرت سے اپنا منہ کھول دینگے مگر اسمیں خوف و دہشت یا تعجب و حیرت کی کوئی بات ہی نہیں ہے ایسے لوگ جو مرتبہ شہادت پر فائز ہوتے ہیں یا فائز کر دیئے جاتے ہیں وہ کبھی نہیں مرتے بلکہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ اور پھر یہ شیخی مارو میں پہنچے ہوئے بزرگ کا سانحہ بھی دوسرا ہے ... شاید آپ کو کوئی حلوات ہی نہیں ہیں۔ چونکہ ہم شیخ صاحب کے متعلق مختصر سا خاکہ پیش کئے دیتے ہیں ... ہمارے ... کے پروگرام میں شامل نہیں ہے پھر بھی بات ... بات نکل آئی ہے تو سنتا ... رمضان کے دن تھے یوں تو پیر شیخی مارو بارہ رمضان ... سحری ... روزے بھی رکھتے تھے ... کوئی ... نہیں ہے اگر رکھتے تھے تو اسکا ہمارے پاس کوئی ثبوت ... اور اگر نہیں رکھتے تھے تو اسکا کوئی عذر ہمیں معلوم نہیں۔ بہرحال افطار کی دعوت تھی کہ وہ چند ہی گھنٹوں بعد سحر کی دعوت ... شیخ صاحب کی معدہ انوبیت کم تھی پھر بھی اس خیال سے ... کہیں میزبان ... یہ سمجھ بیٹھے کہ اسکا کھانا ... تھا اس لئے پیر صاحب نے تھوڑا ہی کھانے پر اکتفا کر لیا اور ... میزبان کا دل ٹوٹ جائے۔ پھر سحری کی دعوت ... ہوا کہ ... پیٹ میں کچھ درد ہوا، جو کچھ کھایا تھا صاحب ... شیخ صاحب اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے ... ہوئے لوگ ... راوی ہیں کہ جب شیخ صاحب ... گذر رہا تھا تو ... کسی مشہور ... کی سواری ادھر سے جا رہی ...



ہیں۔ بے چارہ کو روکنا چاہتا تھا۔ مگر اس لیڈر کے دل میں جانے کیا بات آئی کہ موٹر ایسی موٹر روک لی نہ صرف یہی بلکہ موٹر سے اتر کر شیخ صاحب کو کاندھا بھی دیدیا۔ سونے پر سہاگہ۔ سارے شہر میں یہ بات آگ کیطرح پھیل گئی ایمان کی حرارت رکھنے والوں کے دل اُبل پڑے کسی صاحب کے اعتقاد نے جوش مارا تو انہوں نے اپنی ہزاروں روپے مالیت کی زمین شیخ صاحب کے مزار کی تعمیر کے لئے دان دے ڈالی۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جناب پیر شیخی مارو کا مزار "درگاہ حضرت شہید ہیضہ" کے نام سے تیار ہو گیا اب ... بھی ... ایسی پہنچی ہوئی ... ہستیاں اگر اس دنیا ... کرجائیں تو انہیں مردہ نہیں سمجھا جا سکتا ہے ان کے نام کیساتھ مرحوم و مغفور لگا دینے سے ان کی حیات پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ہم نے سنا ہے۔ ع

ہیضہ سے جو مرتے ہیں فنا ہو نہیں سکتے

علاوہ بریں رمضان کا مہینہ، روزہ دار، ہیضہ کا شکار اور پھر مرنے کے بعد ملک کے مشہور لیڈر کا کاندھا، اسی باکمال شخصیت کو شہید نہیں تو اور کیا کہا جائیگا۔ آپ نے اخبار میں پڑھا ہوگا، ابھی حال ہی میں جو بارش ہوئی تھی اس دوران میں ایک روز اچانک حضرت شہید ہیضہ کی درگاہ کے ایک مینار پر بجلی گر پڑی۔ کسی روزنامہ کے ایڈیٹر کی جو شامت آئی تو کمبخت نے یوں خبر شائع کی۔ "حضرت شہید ہیضہ کی درگاہ پر بجلی گرنے سے درگاہ کا ایک منارہ منہدم ہو گیا" شہر کے کونے کونے سے بیچارے ایڈیٹر پر اعتراضات کی بوچھار شروع ہو گئی کہ آپ نے شہید ہیضہ کی درگاہ کے ایک منارہ کی شان میں گستاخی کی ہے "بجلی گرنے سے درگاہ کا منارہ منہدم" ہو گیا لکھنے کے بجائے آپ کو یوں لکھنا چاہئیے تھا۔ "بجلی گرنے سے درگاہ کا ایک منارہ شہید ہو گیا" بیچارے ایڈیٹر نے فوری اپنی گستاخانہ تحریر کی معافی مانگتے ہوئے اس خبر کی تصحیح کر دی۔ پیر شیخی مارو کے اوصاف کا خاکہ بہت وسیع ہوتا جا رہا ہے اسلئے ہم اپنے بیان کو یہیں چھوڑتے ہیں۔ آپ کو اپنی عاقبت کی فکر ہوگی تو آپ خود شیخ صاحب کی معرفت کے بارے میں معلومات حاصل فرما کر اپنے دل و دماغ کو روشن کرینگے اور نجات کا راستہ ڈھونڈ نکالیں گے

روحانی نشرگاہ سے اب آپ "عیدالفطر" کے عنوان پر ایک خصوصی تبصرہ سنئیے۔ پیش کرنیوالے ہیں مولوی روزہ دار خان رمضانی۔ رمضان کے روزہ دارو۔ میں آپ کو عید کی مبارکباد پیش کرتے ہوئے شرم محسوس کر رہا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ عید کی بجائے کیوں نہ رمضان کے تیس روزے مکمل ... پر پورے خلوص و احترام کیا تھا مبارکباد پیش کروں۔ پابند صوم و صلوٰۃ روزہ داروں کو بھلا عید سے کیا سروکار! عید منانے کا حق تو صرف ان پیٹ بھرے لوگوں کو حاصل ہے جنہوں نے ایک روزہ بھی نہ رکھا پھر رمضان کے دنوں کا احترام چاہتے ہیں

...روالوں کی قدر جو احکام فطرت تو ایک طرف افطار و سحر کے اوقات سے بھی بے پرواہ ہیں پورا مہینہ تین وقت کے کھانے کے علاوہ اپنے دوست احباب عزیز و اقارب کو ساتھ دیتے کبھی طرح سحر کو اٹھ کر بھی کھانا کھاتے رہے ہیں آخر شب و روز نئے نئے کپڑے سلوانے کی فکر رہی اور اپنے چاہنے والوں سے ملاقات کرکے انھیں تحفے تحائف دینے کا اشتیاق رہا۔ بہرحال میں ایسے لوگوں کو جنھیں اسباب کا سختی سے انتظار رہا کہ کب مہینہ ختم ہو اور کب ہلال عید نظر آئے آج عید کی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انکے اضطراب کی گھڑیاں ختم ہوگئیں۔ عید کا چاند دیکھ کر انھیں اپنے "چاند" کی دید کا موقع حاصل ہوگیا۔ آج وہ نئے نئے سوٹ پہن کر سینٹ اور عطر کی خوشبو لگا کر اپنے چاہنے والوں سے ملاقات کرکے کہہ سکتے ہیں

عید کا دن ہے گلے آج تو مل لو صاحب
رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے

سچ پوچھئے تو یہ عید وہ "عید الفطر" نہیں بلکہ زردار کیلئے "عید الفطر" اور نادار کے لئے "عید الفکر" ہے غریبوں کے لئے عید کا دن پیام مسرت نہیں پیام اذیت لے کر آتا ہے جوں جوں رمضان ختم ہونے لگتا ہے ان کے دل پر اداسی چھانے لگتی ہے ان کے سینہ میں غم کی گہرائیاں اور اضافہ ہو جاتی ہیں۔ ان کے ذہن پر افکارات کا بوجھ اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

[illegible] عید کے موقع پر اپنی شریک حیات کیلئے نئی ساڑی کہاں سے لائینگے معصوم بچوں کی فرمائش کیسے پوری کرینگے۔ گھر میں ایک وقت کے کھانے کا ملنا مشکل۔ پیٹ تو [illegible] بلاتے مہمانوں کو سیویاں اور شیر خرمہ کہاں سے کھلائینگے [illegible] عطر اور پان کہاں سے لائینگے آج تک جو گھر میں چولہا نہیں سلگتا تھا کیونکہ ماہ صیام ہے اور اگر آج عید کے روز بھی چولہا نہ جلے تو [illegible] دل بہلاتے تھے اور آج سے فاقہ کشی [illegible] وہ رمضان کی برکت تھی اور آج عید کی آمد نے سارا داخلی سکون چھین لیا۔ یہی کچھ سوچتے سوچتے ان کے احساسات پر مردنی سی چھا جاتی ہے اور وہ بے اختیار دعا مانگنے لگتے ہیں خدا کرے یہ رمضان کبھی ختم نہ ہو اور عید کا دن کبھی نہ آئے۔ اب بتلائیے ایسے حالات میں روزہ داروں کو عید کی مبارکباد پیش کرنا ان کے زخموں پر نمک پاشی نہیں تو اور کیا ہے۔ پچھلے دنوں رمضان کے متعلق سے ایک دو واقعات بھی سن لیجئے۔ ایک بزرگ برائے افطار مسجد کیطرف روانہ ہوئے [illegible] ان کے ہاتھ میں ایک [illegible] کا بدنا بھی تھا جسکو انہوں نے مسجد میں داخل ہونے سے قبل بڑی احتیاط سے مسجد کے پچھواڑے دیوار کی آڑ میں چھپا کر رکھ دیا۔ افطار سے فارغ ہو کر جب وہ مسجد سے باہر نکلے اور اپنے چھپائے ہوئے [illegible] کے بدلے لینے پچھواڑے کیطرف [illegible] تو دیکھا کہ وہ غائب ہے [illegible] پکار کر کہہ اٹھے

"تعجب کیا زمانہ آگیا ہے۔ لوگ روزہ دار کا لحاظ بھی نہیں چھوڑتے۔ خدا کا ڈر نہیں رہا اب روزہ دار کی چیز چرالی۔"

ایک تیز رفتار رکشہ جس میں دو نوجوان دوست بیٹھے تھے اچانک ایک مسجد کے سامنے آکر رک گئی۔

"کیا بات ہے بھئی —؟" دونوں دوست یک زبان ہوکر بولے

صاحب نماز کا وقت ہوگیا ہے بس ابھی نماز پڑھ کر چلا آتا ہوں —" پائینتی کا بیٹھنے رکشہ والے نے جواب دیا

"یہ کیا کرکری ہے بھئی — ویسے ہی سینما کا وقت ہوگیا ہے۔ آج عید کا دن ہے ٹکٹ نہیں ملا تو —؟" ایک دوست نے کہا "ہاں ہاں بھئی۔ دوسرا دوست بولا تم ہمیں سینما چھوڑ دو پھر نماز پڑھ لینا۔ رکشہ والا جیسے جاب سے گئے پڑھ دیا۔

ایک ہزار توری بیٹھ پیتم روحانی نشرگاہ سے بول رہے تھیں۔ ابھی آپ مولوی روزہ دار خان رمضانی سے "عید الفطر" کے عنوان پر ایک تبصرہ سن رہے تھے اب ہماری نشریات کا وقت ختم ہوچکا ہے۔ اس لئے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کیلئے اجازت دیجئے۔

ہفتہ بخیر۔

قطعہ

دلم شگفتہ نہ دارم صبر و طاقت می رمیدازمن ؛ نہ دیدم روئے تو ہیہات و حسرت می چکیدازمن

بہ ہر کس آنکہ بودہ صاحبِ ظرف و دگر ہمت ؛ دہد این تہنیت ہر سو نگر تو یوم عیدازمن

مرقومہ ۳ مارچ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نازی باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

سائنس کی دنیا

شیشے کیطرح شفاف چینی مٹی

امریکہ میں مختلف قسم کے استعمال میں آنیوالا ایک نیا مسالہ تیار کیا گیا ہے جو تقریباً شیشے کیطرح شفاف ہے اور شدید حرارت کا مقابلہ کر سکتا ہے اس سے کوئی بھی دلپسند چیز بنائی جا سکتی ہے یہ چینی مٹی اور دھات کا مرکب ہے اسے لیوکالاکس (Lucalox) کہتے ہیں۔ اسکی تیاری سائنسی میدان میں ایک اور واضح پیشقدمی ہے مشکل سائنسی اور صنعتی مسئلوں کو حل کرنے میں یہ نیا مرکب بہت مفید ثابت ہوگا اس سے کئی صنعتی اور سائنسی کام لئے جائینگے مثلاً زیادہ بڑی طاقت کے برقی لیمپ بنائے جا سکتے ہیں جن پر لیوکالاکس مسالے کا شیشہ لگایا جا سکیگا اور لیمپ کی شدید حرارت کا کوئی اثر نہیں پڑیگا اسیطرح لیوکالاکس کو انفرا ریڈ لیمپوں میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جو نئی قسم کی مشینری، سامان، راکٹوں کے اگلے سرے میں رکھے ہوئے کون اور خلائی آلات وغیرہ کے معائنے، بجلی کے انسولیٹر، ہیرے جڑنے اور دوسرے سائنسی کاموں میں لایا جا سکتا ہے یہ نیا مرکب جنرل الکٹرک کمپنی کے سائنسدانوں کا ایک نیا کارنامہ ہے اسکی تیاری پہلے ناممکن خیال کیجاتی تھی۔ لیوکالاکس الیومینیم کا نہایت باریک سفوف ہے اسے کمرے کی حرارت کے مطابق گرم رکھا جاتا ہے اور بعد میں انتہائی حرارت پہنچا کر چھڑکا جاتا ہے اس طرح یہ سفوف چینی مٹی میں مل جاتا ہے مٹی میں کوئی سوراخ یا بلبلے باقی نہیں رہتے جو چینی مٹی میں عموماً پائے جاتے ہیں اور یہ مسالہ اسقدر مضبوط ہے کہ یہ ۳ ہزار چھ سو درجہ کی حرارت کا بھی مقابلہ کر سکتا ہے یہ مسالہ شیشے کیطرح شفاف ہے اور اسکے اندر جو چیز رکھی جائے صاف دکھائی دیتی ہے

مسلسل تخلیق

امریکی بحری محکمہ کی طرف سے خلا میں ایسے راکٹ بھیجے جا رہے ہیں جن سے اس نظریہ کی صداقت یا عدم صداقت کا پتہ لگانا مقصود ہے کہ اس کائنات عالم کا مادہ مسلسل طور پر تخلیق ہوتا رہتا ہے اگر خلائی بلندیوں میں تجربوں سے بعض خاص قسم کی ایکسرے شعاعیں پائی گئیں تو اس نظریہ کی بڑی حد تک تائید اور تصدیق ہو گی ڈاکٹر ہربرٹ فریڈمین نے بتایا ہے کہ ایک راکٹ اس تجربے کے سلسلہ میں پہلے ہی داغا گیا ہے لیکن مطلوبہ ایکسرے شعاعیں دریافت نہ ہو سکیں ہو سکتا ہے کہ آسمان کا وہ حصہ گھنے بادلوں کاسمس گیس اور گرد سے بھرا ہوا ہو جسکے باعث وہ شعاعیں نہ مل سکیں۔ امریکی بحری محکمہ کیطرف سے یہ پروگرام عمل میں لانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کہکشاں سے بہت دور خلائی گہرائیوں میں عجیب قسم کا ریڈیائی شور وغل پایا جاتا ہے بعض نجومی اور ماہر طبعیات سیارگان کو یقین ہے کہ یہ شور وغل دنیا کے نئے مادے کی تخلیق کے باعث پیدا ہوتا ہے اگر اس تخلیقی سرگرمی کی تصدیق ہو گئی تو سائنسدانوں کی یہ رائے مسترد ہو جائیگی کہ دنیا مادے کے ایک بہت بڑے گولے کی مانند تھی جو پھٹ گیا اور موجودہ صورت پائی جب سے یہ دنیا خلاء میں پھیلتی جا رہی ہے

نئی قسم کا برقی دماغ

امریکہ کی انٹرنیشنل بزنس مشینز کارپوریشن کمپنی ایک نئی قسم کا برقی دماغ فروخت کیلئے بازار میں لائی ہے جس میں ویکیوم ٹیوبوں کے بدلے ٹرانسسٹر استعمال کیا گیا ہے اس سے یہ دماغ زیادہ اچھی طرح کام کر سکیگا۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ یہ مشین ایک منٹ میں ایک لاکھ سوال حل کر سکتی ہے۔ یہ مشین عام میز سے کسیقدر زیادہ جگہ گھیرتی ہے اور سائنس اور انجنیئری کے نہایت پیچیدہ سوال حل کرتی ہے اب تک جو برقی دماغ استعمال میں ہیں وہ سارے کمرے کی جگہ گھیر لیتا ہے اس مشین کو آئی بی ایم ۱۶۲۰ کہا جاتا ہے اسکی خصوصیتوں میں تیز رفتاری اعداد و شمار کی زیادہ تعداد اور سوال حل کرنے کی زیادہ گنجائش کے علاوہ آسان طریق کار بھی ہے

ہائیڈروجن بم کا پرامن استعمال

امریکہ کی لاس الاماس سائنٹفک لیبارٹری میں ہائیڈروجن بم کی قوت کو پرامن کاموں میں استعمال کرنے کیلئے اہم تحقیقی کام ہو رہا ہے اگر اس عظیم قوت پر قابو پا لیا گیا تو اس سے بہت سستے داموں پر بجلی تیار ہو سکے گی دوسرے ملکوں میں بھی ہائیڈروجن توانائی کو پرامن استعمال میں لانے کیلئے تحقیق ہو رہی ہے لیکن اس میں ابھی بہت سی مشکلات پر قابو پانا باقی ہے اول تو یہ کہ کروڑوں ڈگری حرارت کیضرورت ہے تاکہ ہلکے ایٹموں کو زیادہ بھاری ایٹموں میں تبدیل کیا جائے۔ ان سے بجلی پیدا ہو سکے گی۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ ان ایٹموں سے متواتر طور پر بجلی پیدا ہوتی رہے اور وہ قابو میں بھی لائی جا سکے چنانچہ لاس الماس لیبارٹری میں کروڑوں ڈگری کی ہائیڈروجن توانائی پیدا کرنے کے جو تجربے ہو رہے ہیں اس سلسلہ میں توانائی کو جمع کرنے کیلئے عظیم اسٹور تیار کئے جا رہے ہیں اسطرح توانائی کا ایک "مدجیک" قائم کیا گیا ہے اس ٹینک کو زدلیس کا نام دیا گیا ہے۔ اس ٹینک سے ایک سیکنڈ کے کروڑویں حصہ میں اتنی برقی رو (بجلی) پیدا ہوسکیگی جتنی اسوقت سارے امریکہ میں موجودہ طریقوں سے پیدا ہوتی ہے۔

سینٹ آلوودرہ کا اشتہار کمپنی افضل گنج

[illegible] انہی میں اس اشتہار پر نظر پڑی تھی اشتیاق ہوا کہ دیکھوں جو تعریف و توصیف اسکی کی گئی ہے [illegible] استعمال سے معلوم ہوا کہ اس میں کوئی خوبی نہیں ہے بلکہ معمولی ہے اور ایسا ہے جو [illegible] کا باعث [illegible] مرحوم کا خانہ ساز زعفرانی عطر جو حیدرآباد میں زمانہ گذشتہ میں مشہور تھا (کئی انعام [illegible]) اس کا مقابلہ کوئی دوسرا عطر نہیں کر سکتا۔ مگر معلوم نہیں یہ کیوں [illegible] غور نہیں کرتے [illegible] کے عقائد مذہبی ہوں یا خیالات خالص نہ ہوں عطر تو خالص نہیں بن سکتا [illegible] اشتہار کی جو شریک ہو کر ایک جسم ہونے سے مانع ہیں۔ مگر ساتھ ہی اسکے اس قسم کے [illegible] ہو سکتے ہیں جو خود بھی خالص یا پاکیزہ عقاید یا خیالات رکھتے ہوں اور اس پر طرہ یہ کہ اگر [illegible] زمرۂ آزاد منش لوگوں سے ہوں تو پھر سونے پر سہاگہ ہوگا۔

الحاصل خدا مغفرت کرے [illegible] الملک کو کہ اس سلسلہ میں [illegible] آئے کہ انکی یاد تا قیام قیامت [illegible] یہ ہرگز [illegible] زندگی کے جو خصوصیات [illegible] جبکہ خود انکی [illegible] دنیا [illegible] اصحاب کو [illegible] قدیم نہیں بلکہ جدید [illegible] ہی نوع [illegible] انقلاب عالمگیر ہے نت نئے حالات کے ساتھ جو شعبدہ [illegible] رہے۔

[illegible] مجھے معلوم ہوا تھا کہ زمانہ گذشتہ میں [illegible] جاگیردار [illegible] سونا بھی مشہور رہا۔ مگر چونکہ اس کا مجھے ذاتی تجربہ نہیں ہے لہذا اس کی نسبت [illegible] ظاہر نہیں کر سکتا۔

[illegible] مجھے معلوم ہوا [illegible] جو موٹر بائیسکل کا حادثہ [illegible] کمسن لڑکے کو پیش آیا [illegible] بچ گئی [illegible] ہے کہ اسکا ایک [illegible] زخم [illegible] آئے ہیں۔ خدا اسکو جلد صحت دے کر [illegible] سنتا ہے اسکی عمر ۱۹ سال کی ہے۔ اور نام سید علی ہے۔

[illegible] ہے۔ ا

[illegible]

(منقول از نظام گزٹ)

۴۸۶

نقل

معروضۂ ادب

آج صبح صبح سرکار دام اقبالہ کا فرستادہ نظام گزٹ پڑھکر فدوی کے دل پر جو اثر ہوا وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔ دل مَن دَاند و مَن دانم و دانَد دلِ من۔

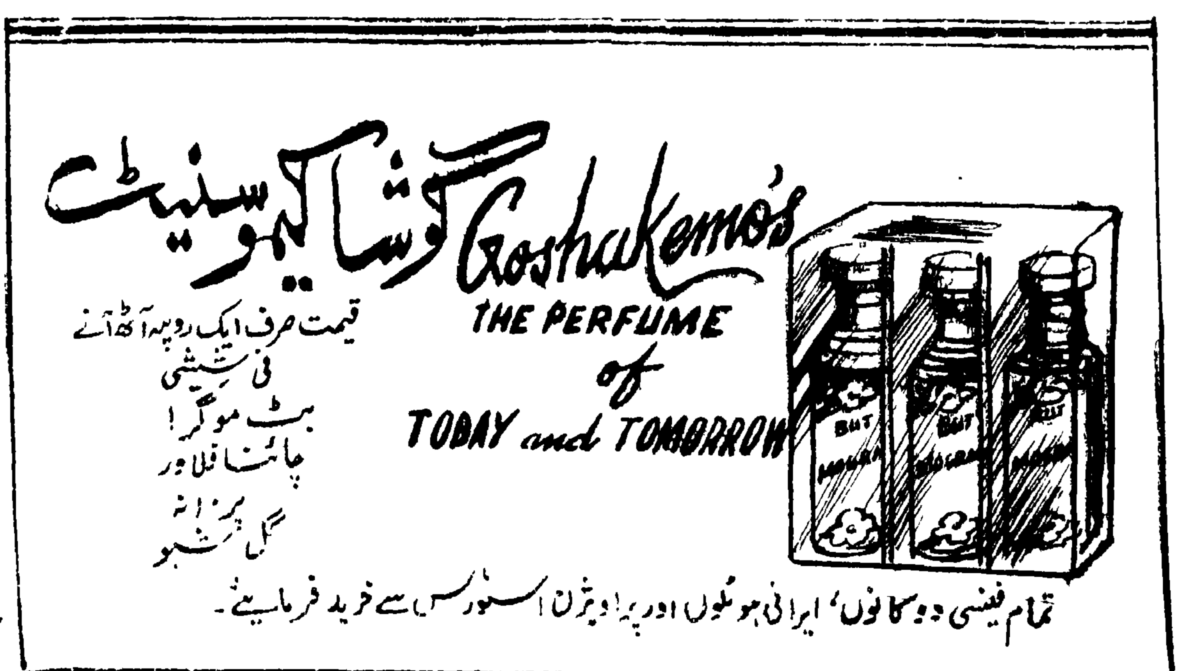
خداوند متعال اوس ہستی کو جو اپنے قدیم نمکخواروں کا اتنا خیال رکھتی ہے اور اونکی تکالیف میں درد محسوس کرتی ہے اور باعث تسکین قلب ہے بحق رحمتہ للعالمین وآلہ الطاہرین دیرگاہ صحت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھے۔ آمین۔

عُمرت دراز باد کہ در دورِ مُشتری
ما از تو برخوریم و تو از عُمر برخوری

۲۸ رمضان المبارک ۷۹ھ
روز یکشنبہ

زیادہ ادب: تا زندہ ایم بندہ ایم
معروضہ جان نثار قدیم
شہید یار جنگ

(آمدہ از نذری باغ)



باوشاہ عاشورخانہ میں یوم حضرت علی علیہ السلام

آل انڈیا جمعیۃ الصوفیہ شاخ آندھرا پردیش کا قابل آفرین عمل

ایرانی مہمان محترم ممتاز تاجر آقای حسین ضابطہ کا مستحسن اور قابل قدر کارنامہ

حیدرآباد ۲۵ مارچ — رات کے ۹ بجے جمعیۃ الصوفیہ کی جانب سے [illegible] عاشورخانہ میں یوم حضرت علی علیہ السلام [illegible] مولوی سید [illegible] قطب الدین حسینی صاحب قبلہ منایا گیا۔ عاشورخانہ [illegible] رنگ کے برقی قمقموں سے آراستہ پیراستہ کیا گیا [illegible] ایک محدود اندازہ کے مطابق تقریباً (۲۵) ہزار [illegible] بلا تفریق مذہب و ملت اس جلسہ میں شرکت کی۔ حیدرآباد کے مشائخین اور علمائے کرام و شعرائے نامدار نے اس یوم کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا [illegible] قاری محمود نے قراۃ کلام پاک سے حاضرین اور [illegible] جلسہ کو محظوظ فرمایا اجلاس کی کامیابی میں قدری صاحبان کا [illegible] القرآن مع العلی والعلی مع [illegible] پیر حبیب علی شاہ صاحب ثانی [illegible] قابل ستائش ہیں کہ آپ [illegible] یوم حضرت علی نہایت شاندار [illegible] شہر میں ہوا کریں تو لوگ [illegible]

عزاخانہ زہرا میں امام ہمام کا ماتم

۲۶ رمضان المبارک شام کے ۵ بجے عزاخانہ زہرا میں مجلس عزائے امام الانقیا منجانب سرکار حق آگاہ برپا تھی۔ سرکار حق آگاہ تشریف فرما ہوتے ہی مجلس کا آغاز ہوا شاہی سوزخوان سید ناصر حسین صاحب نے سرکاری سلام پڑھنے کی عزت حاصل کی۔ سوزخوانی کے بعد سید ابوالعظیم آقای سید عباس شاہ منصوری خراسانی نے روضہ خوانی کی۔ متزخوانی کے بعد ماتم ہوا۔ صالح علی، ایمان علی اور علی محسن خانہ زاد صاحبان نے یکے بعد دیگرے عجمی لہجہ میں فارسی نوحے پڑھے خدام حسینی نے ماتم کیا ختم ماتم پر حسن علی صاحب خانہ زاد نے عراقی لہجہ میں زیارت پڑھی دعائی ایمان علی خانہ زاد نے، دعا کی حضار مجلس نے آمین کے فلک شگاف نعروں سے دعا کا استقبال کیا۔ آخر میں شاعر قوم پروانۂ شمع آصفی حکیم حلمی آفندی نے اپنے خاص انداز میں سرکار کے عمر و اقبال کے لئے دعا مانگی۔ شاہ عزاداران زندہ باد اور حسینیت پائندہ باد کی گونج میں سواری سرکار حق آگاہ مراجعت فرمائے قصر کنگ کوٹھی مبارک ہوئی راقم الحروف نے حسب عادت قدیم مادر دکن نور اللہ مرقدہا کو سورہ فاتحہ سے یاد کیا۔

امریکہ میں عیدالفطر

(از محمود کاشفی)

ستمبر ۱۹۵۸ء کی بات ہے امریکہ کی کیلیفورنیا یونیورسٹی کے طلباء اور طالبات پر مشتمل ایک گروپ ہندوستان کے دورے پر آیا تھا یہہ گروپ "پراجکٹ انڈیا ۱۹۵۸ء" کے تحت ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں طلباء اور طالبات سے رابطہ پیدا کرنے اور ہندوستان کے متعلق زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کے مقصد سے دورہ کر رہا تھا۔ دلی میں چند روزہ قیام کے دوران میں اس گروپ کے اراکین نے کچھ وقت دلی یونیورسٹی میں بھی گذارا جہاں میری ملاقات گروپ کے کچھ اراکین سے ہو گئی۔ گروپ کے لیڈر نے مجھے اپنے دوسرے ساتھیوں سے متعارف کرایا ان میں ایک نوجوان اصل میں میری دلچسپی کا مرکز بنا۔ اس نوجوان امریکی کا نام مجھے اب یاد نہیں لیکن اسکے ساتھ جو بات چیت ہوئی تھی وہ مجھے اب بھی بالکل ٹھیک یاد ہے۔ تعارف کے دوران میں گروپ کے لیڈر نے مجھے بتایا کہ یہہ نوجوان اسلامیات سے دلچسپی رکھتا ہے اور یہہ اسکا خاص مضمون ہے۔ مختصر سی بات چیت میں اس نوجوان نے مجھے بتایا کہ امریکہ کے لوگوں میں اور خاص طور پر امریکی طلباء میں اسلامیات سے کسقدر دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے اور یہہ کہ ان میں سے بہت سے پوری سنجیدگی کیساتھ اسلامی تاریخ و تمدن اور ثقافت وغیرہ کا مطالعہ کر رہے ہیں اس نوجوان امریکی کے الفاظ میں آج سے کوئی ۸۰ برس قبل تو یہ حالت تھی کہ امریکہ کے لوگ اسلامیات سے بالکل بے خبر تھے۔ ۱۸۸۰ء میں ہارورڈ یونیورسٹی کے ایک متعلم نے اسلامی موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ پیش کیا تھا مگر یونیورسٹی کے پاس اس مقالہ کی جانچ پرکھ کا کوئی انتظام نہ تھا آج حالت بالکل مختلف ہے جیسا کہ ڈاکٹر فلپ کے ہٹی نے لکھا ہے .... "دوسری عالمگیر جنگ کے شروع میں ایسی دس یونیورسٹیاں تھیں جہاں طلباء کے لئے کچھ عربی نصاب مقرر کیا گیا تھا دوسری عالمگیر جنگ نے تعلیم کے ماہروں اور حکومت میں اس ضرورت کے احساس میں اضافہ کیا" {ڈاکٹر موصوف نے یہ الفاظ اپنی اس تقریر کے دوران میں کہے تھے جو انھوں نے ۱۹۵۳ء میں پرنسٹن یونیورسٹی میں "امریکہ میں اسلامیات کا مطالعہ" کے موضوع پر کی تھی۔

اسلامیات کے مطالعہ کا مرکز

۱۹۳۵ء میں پرنسٹن یونیورسٹی نے اسلامی فنون کا ایک شعبہ قائم کرکے پہل کی۔ امریکہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا جب ایسا اقدام کیا گیا اس غیر معمولی اقدام سے دوسری امریکی یونیورسٹیوں کو بھی تحریک ملی۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ ہارورڈ، پنسلوینیا، کولمبیا اور پرنسٹن یونیورسٹیوں نے بھی یکے بعد دیگرے عربی کے الگ شعبے قائم کئے اور عربی کی تعلیم کا بھی انتظام کیا یونیورسٹیوں کے ان اقدامات کی بدولت اسلامیات سے امریکیوں کی دلچسپی بڑھتی چلی آ رہی ہے۔ آپ کو شاید یہہ سنکر حیرانی ہوگی کہ پرنسٹن یونیورسٹی اب اسلامیات کے مطالعہ کا مرکز سمجھی جاتی ہے پرنسٹن یونیورسٹی کی لائبریری میں اسلامیات سے متعلق کتابوں اور تصانیف میں ہر سال اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ کتب خانہ میں اسلامی تہذیب سے متعلق دس ہزار سے زاید مسودے اور ہزاروں تصانیف ہیں جنمیں امام غزالی، امام رازی، ابن رشید،

بوعلی سینا اور فارابی کی نادر تصانیف بھی شامل ہیں۔ سب سے زیادہ کتابیں مذہب، دینیات اور حدیث سے متعلق ہیں۔ ادبیات اور لسانیات پر بھی بہت سی کتابیں ملتی ہیں اسی طرح ریاضی، طب، نجوم اور فلسفہ پر بہترین اور نایاب تصانیف ملتی ہیں۔ اسی پبلک لائبریری میں خط کوفی میں تحریر شدہ قرآن کریم کے پارے بھی موجود ہیں۔ چوتھے خلیفہ حضرت علی علیہ السلام کے اقوال نظم و نثر موسومہ بہ "نہج البلاغہ" کا نادر نسخہ بھی یہاں ملتا ہے جو سنہ ۱۶۷۲ء میں خط نسخ میں تحریر ہوا تھا اور جسکی سطروں کے بیچ میں سونے کے ملمع سے حروف کو جمایا گیا ہے۔ فارابی کی تصنیف دو دیباچہ فن موسیقی بھی اس کتب خانہ میں موجود ہے

نیویارک کا سرکاری کتب خانہ

نیویارک کے سرکاری کتب خانے میں جائیے تو آپ وہاں عربی ادبیات کا الگ شعبہ دیکھیں گے سنہ ۱۹۳۰ء میں یہاں ایک ادارہ قائم کیا گیا جو ایرانی انسٹیٹیوٹ کے نام سے مشہور ہے اس ادارے نے ایران قدیمہ کی کھدائیوں سے متعلق نا قابل تعین خدمات انجام دی ہیں سنہ ۱۹۳۸ء میں ادارے نے ایشیائی مباحث کے مطالعہ کی غرض سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا جسکے ساتھ ایسی بین الاقوامی شخصیتیں وابستہ ہیں جو لگاتار کئی سال مشرق قریب کے ممالک میں کام کرتی رہتی ہیں تعلیمی ادارہ میں عربی فارسی، ہندوستانی، برمی، عراقی، روسی اور سنسکرت زبانوں کی تعلیم دیجاتی ہے اور ہاں! امریکہ سے عربی زبان میں ایک اخبار بھی شائع ہوتا ہے جو کافی تعداد میں چھپتا ہے ظاہر ہے کہ امریکہ میں اسلامیات کے مطالعہ کا شوق روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اسلئے امریکہ میں آباد قریباً ساٹھ ہزار مسلمانوں کی سرگرمیاں بھی بہت

حد تک ذمہ دار ہیں انہیں مذہب کی پوری پوری آزادی حاصل ہے انکے مذہبی پرچار پر کوئی پابندی عاید نہیں۔ اصل میں یہہ امریکنوں کی رواداری ہے جسکی بدولت اسلام اور دوسرے مذاہب سے تعلق اور عقیدت رکھنے والے امریکنوں کو اپنے مذہبی عقیدوں کا اظہار کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ حال ہی میں بغداد میں ایک اسلامی مرکز قائم ہوا ہے جسکے ڈائرکٹر سید قاسم رضا کے یہہ الفاظ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں ---- " امریکنوں کا دوسرے لوگوں کے ذاتی عقاید کیساتھ تو اختلاف ہوسکتا ہے لیکن وہ عموماً تمام مذاہب کا بڑا احترام کرتے ہیں ہمیں یہاں اپنے مذہب کے متعلق زندگی بسر کرنے اور دوسروں کو اپنے مذاہب کے حلقہ میں لانے کی پوری پوری آزادی حاصل ہے"

یہہ جاننا خالی از دلچسپی ہوگا کہ سید قاسم رضا حیدرآباد (ہندوستان) میں پیدا ہوئے تھے انکے اپنے الفاظ میں وہ چھ سال قبل امریکہ گئے تھے اور الی نوئس یونیورسٹی میں الیکٹریکل انجنیئرنگ کی تعلیم حاصل کرتے رہے آجکل وہ لعلکو کے نزدیک ویلیک باؤس کا ریڈیو لیبلنگ کے کارخانے میں برقیاتی نظاموں کے انجنیئر ہیں

نئی مسجدیں بنانے کی تحریک

امریکہ کے بارے میں عام خیال یہہ ہے کہ وہ ایک مادہ پرست اور زرپرست ملک ہے وہاں کے لوگوں کو مذہب سے کوئی خاص لگاؤ نہیں لیکن حقیقت اسکے برعکس ہے امریکہ میں آباد مسلمانوں ہی کی مثال لیجئے جو مالی طور پر فارغ البال ہیں لیکن اسکے باوجود اپنے مذہب کے ساتھ انکا لگاؤ کسی طور کم نہیں ہوا ہے۔ وسیع و عریض ملک کے مختلف علاقوں میں جہاں بھی مسلمانوں کی آبادی ہے نئی مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں اب تک ٹولیڈو، اوہائیو، سیڈر ریپڈز، آئیووا، سکرامنٹو کیلیفورنیا اور ڈیٹرائٹ کے شہروں میں مسجدیں تعمیر ہو چکی ہیں جہاں ہر جمعہ کو



زندگی پائی جاتی ہے۔ اسلام کی تعلیم پر واعظ خوانی ہوتی ہے اسلام کے مختلف پہلوؤں پر صحت مند مباحثے ہوتے ہیں۔ رمضان کی آمد پر انگوری امریکہ بھر کے مسلمان اپنے ہم مذہبوں کی مانند روزے رکھتے ہیں۔ اس سال بھی ماہ رمضان کی آمد کیا تو انھوں نے روزے شروع کئے اور جب ۲۹ رمارچ کو عالم اسلام میں عید الفطر منائی جائیگی تو امریکہ میں آباد ہزاروں مسلمان بھی اس مقدس تقریب و شادیاں شایان طریقے سے منائینگے۔ مشی گن شہر کے مسلمان لگ بھگ تیس برس سے ایک چھوٹی سی مسجد عصر الجدید میں نماز گذارتے رہے ہیں۔ نا امیل دورگاری (انڈیانا) میں ایک نئی مسجد تیزی سے تعمیر ہو رہی ہے جو توقع ہے کہ رمضان کے اختتام تک عملی طور پر مکمل ہو جائیگی۔ چنانچہ مشی گن کے مسلمان اس بار وہاں عید الفطر منانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مشی گن شہر کے جان محمد نے جنھوں نے گاری کی مسجد کا نقشہ بنایا ہے انہی دنوں بتایا کہ اسوقت امریکہ کے متعدد شہروں میں مسجدیں بنانے کی تحریک جاری ہے۔ شکاگو کے مسلمانوں نے انھیں ایک مسجد کا نقشہ بنانے کو کہا ہے۔ واشنگٹن کیطرف آئیے یہاں ایک اسلامی مرکز قائم ہے آپ اسے امریکہ بھر کے مسلمانوں کی سرگرمیوں کا صدر دفتر یا مرکز کہہ سکتے ہیں۔ پچھلے سال کے شروع میں صدر آئزن ہاور نے مرکز کی عمارت کا افتتاح فرمایا جو اسلامی فن تعمیر کا نمونہ ہے۔ ماہ رمضان میں ہر شام کو مرکز میں دعا ہوتی ہے اور ہر ہفتے اسلامی موضوعات پر لیکچر ہوتے ہیں۔ امریکہ کے مسلمانوں کو اپنے مذہب کیسا تھ کتنی دلچسپی اور عقیدت ہے اسکا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ پچھلے سال جون میں اسلامی جماعتوں کی فیڈریشن نے اپنے سالانہ منعقدہ مشی گن میں یہ فیصلہ کیا کہ اسلام کی تعلیم کیلئے قاہرہ کے ازہر یونیورسٹی کی خدمات حاصل کیجائیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ امریکی مسلمان اپنے بنوں کی عکاسی کرتے مذہب اور مذہبی عقائد (جو انکا نجی معاملہ ہے) کے لحاظ سے تو وہ مسلمان ضرور ہیں لیکن وہ اپنے ملک کے لئے وہ اتنا ہی محترم ہے جتنا کہ کوئی دوسرا امریکی شہری۔ وہ اچھا شہری ہے اور ملک کی ترقی و تعمیر میں کسی دوسرے سے پیچھے نہیں۔

بقیہ خطبہ صدارت بسلسلہ صفحہ ۳۰

اور ہماری بھلائی اب بھی ان کے پیش نظر ہے۔

یہہ بھلائی صرف جلسے منانے سے نہیں حاصل ہو سکتی بلکہ علیؑ کی تعلیمات پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کے عمل کو زندہ کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اسی کی توفیق کی دعا میں پروردگار عالم سے کرتا ہوں کہ کم از کم ایک شخص ہم میں ایسا پیدا کرے جو تعلیمات علوی کا مجسمہ ہو۔ تو یقیناً میں کہہ سکتا ہوں کہ نہ صرف مسلمان زندہ ہو جائینگے بلکہ دنیائے انسانیت میں نئی زندگی آجائیگی۔

آخر میں میں جمعیتہ الصوفیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ایسا موقع پیدا کیا کہ ہم اپنا کچھ وقت اس پاک ہستی کی یاد میں صرف کر سکیں۔ اور جلسہ کی صدارت کیلئے ان حضرات نے جو مجھہ ناچیز پر نظر ڈالی اس کا میں دلی مشکور ہوں مگر اس کے ساتھ ساتھ اتنا عرض کرونگا کہ ان مقدس ہستیوں کے یادگاری جلسوں میں ان کے ارواح مقدسہ خود صدارت فرماتے ہیں۔ ہمارے لئے صدارت کے بجائے خدمت کا لفظ زیادہ موزون رہے گا۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

قطعہ

چمن میں آج عجب شہرۂ بہار ہوا ٭ فروغ مشک ختن عنبر تتار ہوا

یہہ کہتا جاتا ہے اسلام فخر دنیا ہے آج ٭ علیؑ کا مرتبہ دیکھو کہ ذی وقار ہوا

(نا شک قیس)

مرقوم ۱۹ رمارچ سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذر باغ برائے سفیر از ہفتہ وار)



کہ گورنر آندھرا پردیش کے دورۂ کریم نگر کے موقعہ پر ایک مشاعرہ منعقد کیا گیا جس میں حیدرآباد کے چند مشہور و معروف ترقی پسند شعراء نے بھی اپنا کلام سنایا

مشاعرے کے بعد مفت کی شراب پی کر انھوں نے بزبان گالی گلوچ بیت بازی بھی کی ہوگی اور کشتی کے کمالات بھی ضرور دکھائے ہونگے

کہ آرائش کے مکانات ٹپک رہے ہیں

تعجب کی کیا بات ہے! مکانات تھے ہی آرائش کے نہ کہ رہائش کے۔

کہ ایک سوشلسٹ رکن نے فرمایا ہے "آل انڈیا ریڈیو صرف وزراء کی تقاریر سنانے کا ذریعہ بن گیا ہے"

شکر ہے کہ ابھی ٹیلیویژن عام نہیں ہوا ورنہ رکن محترم کا طرز بیان یوں ہوتا "آل انڈیا ٹیلیویژن صرف وزراء اور ان کے خاندان کی نمائش کا ذریعہ بن گیا ہے"

کہ "ہندوستان میں بننے والی اکثر فلمیں قومی تہذیب اور روایات کی نمائندگی نہیں کرتیں" (ڈاکٹر آزاد اور کن)

اگر وہ ایسا کرنے لگیں تو ... بالی وڈ کے ممبروں کا پیٹ کیسے بھرے گا۔

کہ وزیراعظم چین مسٹر چو این لائی اپریل کے وسط یا اواخر میں ہندوستان آئینگے

یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ ہندوستان میں گھس آنے والی چینی افواج ان کے گارڈ آف آنر پیش کریں گی یا نہیں!؟

کہ مسٹر چو این لائی نے ہندوستان میں اپنی آمد کے سلسلہ میں وزیراعظم نہرو کے خط کا ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا

کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ مسٹر چو این لائی اپنے ہندوستان آنے کی اطلاع کو وزیراعظم نہرو سے بھی پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں

کہ نیپال کے وزیراعظم جو ان دنوں کمیونسٹ چین کا دورہ کر رہے ہیں اپنی تقریر میں فرمایا کہ نیپال، چین اور نیپال کی روایتی دوستی کو نہ صرف برقرار رکھے گا بلکہ اس کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنائیگا تاکہ یہ باہمی اتحاد دنیا میں امن قائم رکھنے میں مدد دے

آج سے چند سال قبل بھارت کے پردھان منتری نے بھی کچھ ایسا ہی فرمایا تھا ــــ اور نتیجہ ــــ!؟

کہ امریکہ میں کم عمری کی شادیاں بڑھ رہی ہیں۔ اور ہندوستان میں محبت کی شادیاں بڑھ رہی ہیں

کیوں نہیں۔ آخر قومی روایات کا باہمی تبادلہ بھی تو آپس کی دوستی کو مضبوط کرتا ہے۔

کہ مدراس یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر مدلیار نے فرمایا "عورتوں کیلئے مدرسی بہترین پیشہ ہے"

مگر ترقی کے لئے ... ان کو بھی تو چاہیئے۔

قطعہ

ہر ... چون تو کہ مرہم باشد ... ہائے طرب نیز کہ شبنم باشد

... گوشہ کہ محروم بود ... از پئے این عمل گریہ و ماتم باشد

مرقومہ ۲۴ مارچ

(آمدہ از دری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

ہفتگی شیراز حیدرآباد دکن

مدیر سید صمصام شیرازی | مقام اشاعت چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد دکن

شہا نام تو آسان می کند ہر مشکل دنیا

از ۔ حکیم شاہ سید مبارک حسین صاحب

علیؑ دولت علیؑ شوکت علیؑ حشمت علیؑ عظمت
علیؑ قدرت علیؑ حکمت علیؑ قرآن علیؑ کعبہ

علیؑ سلطان علیؑ خاقان علیؑ برہان علیؑ سامان
علیؑ درمان علیؑ ارمان علیم عروۃ الوثقیٰ

علیؑ گلشن علیؑ معدن علیؑ مخزن علیؑ معدن
علیؑ پُرفن علیؑ احسن علیؑ نقشہ علیؑ جلوہ

علیؑ عاشق علیؑ صادق علیؑ واثق علیؑ ناطق
علیؑ فارق علیؑ طارق علیؑ حاکم علیؑ داور

علیؑ فخرِ بنی ہاشم علیؑ دارا علیؑ حاکم
علیؑ سالم علیؑ مُسلم علیؑ اتقیٰ علیؑ تقویٰ

علیؑ قانع علیؑ قامع علیؑ قاطع علیؑ واسع
علیؑ سامع علیؑ ساطع علیؑ چشمہ علیؑ دریا

علیؑ کامل علیؑ فاضل علیؑ شاغل علیؑ واصل
علیؑ حاصل علیؑ عاقل علیؑ منزل علیؑ جادہ

علیؑ مرہم علیؑ خاتم علیؑ دیہم علیؑ روحم
علیؑ جانم علیؑ قلبم علیؑ چشمم علیؑ سینہ

علیؑ خوشتر علیؑ برتر علیؑ گوہر علیؑ جوہر
علیؑ رہبر علیؑ انور علیؑ اعلیٰ علیؑ ہدا

امیر المومنینؑ شاہِ ولایتؑ نفسِ پیغمبرؐ
رئیس الاشجعین فرمانروائے کشورِ دلہا

جنان رنگ گلستانش جہان بوئے خیابانش
فروغِ شمعِ ایوانش فروغِ ملتِ بیضا

اگر تیغِ ید اللّٰہی بہ بدخواہان و غا تابد
لعیناں را جگر کاہد ز بیم عکس آن توزا

دانشمندان نامی اسلام

ابوالفتح غیاث الدین عمر خیام

فیلسوف یکتا دان در جهان

تالیف دانشمند محترم آقای سید محمود خیری
مرسله دوست ارجمند آقای حسین ضابط مدینه هوتل

آنهائیکه میخواهند نسبت افکار خیام را آخرین مرحله کمال بشر بدانند مانند کسانی هستند که خیام را [illegible] مذهبی قلمداد می کنند. یا خود گمراه هستند و یا نمیخواهند دیگران را فریب بدهند چنانکه می گویند.

مراد خیام چیزی [illegible] نیست وی در بعضی آثارش مردم را [illegible] یاد [illegible] دعوت می کند.

ایام [illegible] که از غم ایام [illegible] دل تنگ [illegible] برای [illegible] غم و اندوه میگساری را تجویز می کند:

من بی می ناب زیستن نتوانم + بی باده کشید بار تن نتوانم
من بنده آن دمم که ساقی گوید + یک جام دگر بگیر و من نتوانم

خیام از این گونه رباعیات بسیار دارد [illegible] که دلالت بر [illegible] بود [illegible]

من می خورم و هر که چو من اهل بود + می خوردن من به نزد او سهل بود
می خوردن من حق ز ازل میدانست + گر می نخورم علم خدا جهل بود

رباعیات خیام گرچه بعضی از آنها چنانکه [illegible] منتقل شده شعرش بر لاابالی [illegible] بعضی دیگر از آنها در اخلاق و مواعظ و معانی مشتمل بوده و در اثر هر چه [illegible] بسیار موثر می باشد و از آن جمله است.

[illegible] حاصل [illegible] + [illegible]
[illegible] + [illegible]
چون عمر بسر رسد چه بغداد و چه بلخ + پیمانه چو پر شود چه شیرین و چه تلخ
خوش باش که بعد از من و تو ماه بسی + از سلخ بغره آید از غره بسلخ
این کوزه چو من عاشق زاری بوده است + در بند سر زلف نگاری بوده است
این دسته که بر گردن او می بینی + دستی است که بر گردن یاری بوده است
[illegible] زیر پای [illegible] + زلف [illegible] ابروی جانانیست
هر خشت که بر کنگره ایوانیست + انگشت وزیری و سر سلطانیست
در کارگه کوزه گری رفتم دوش + دیدم دو هزار کوزه گویا و خموش
هر یک بزبان حال با من گفتند + کو کوزه گر و کوزه خر و کوزه فروش

گر گوهر طاعتت نسفتم هرگز + ور گرد گنه ز رخ نرفتم هرگز
نومید نیم ز بارگاه کرمت + زیرا که یکی را دو نگفتم هرگز

چنانکه ریحانة الادب از تتمه صوان الحکمة وغیره نقل کرده خیام عمر بن ابراهیم نیشابوری الاصل المولد والمدفن، از مشاهیر صوفیه و حکمای عهد سلاجقه و از اعاظم حکماء و ریاضیین اسلامی که گاهی به خیامی و ابن الخیام نیز موصوف در تعریف حساب و لغت و فقه و تفسیر و نجوم و تواریخ [illegible] و تجوید و فنون حکمت دارای [illegible] عالی بوده بالخصوص در ریاضیات وحید عصر خود و بتصریح بعضی از دانشمندان در فلسفه و حکمت تالی شیخ ابوعلی سینا و حکمای یونان بوده و خیام از تلامذه شیخ الاسلام امام الدین محمد منصور [illegible] با حسن صباح و وزیر اعظم نظام الملک صاحب مدرسه نظامیه بغداد معاصر و در نزد سلاطین عصر خود محترم بوده تقرب بسیار داشته بلکه محرم راز سلطان سنجر سلجوقی گردید [illegible] تخت سلطانی برای او تعیین شده بود که بر روی آن [illegible] کثرت [illegible] در نجوم و ریاضیات داشته از طرف سلطان جلال الدین ملکشاه سلجوقی با هیئت [illegible] دیگر به رصد بعضی کواکب تحقیق اوضاع فلکی موظف شد و او هم مدتی در رصدخانه بسر برد [illegible] ترتیب داد و جدول نظرات کواکب را اصلاح نمود و تاریخ شمسی جدیدی که مبدا آن روز تحویل آفتاب به حمل سال جلوس جلال الدین معظم مطابق سال ۴۵۸ تاریخ یزدجردی (فرسی) و ۴۶۹ هجری قمری بود [illegible] تواریخ منضبطه در آنها را برآن تطبیق نمایند آن را بجهت تازگی و انتساب به جلال الدین ملکشاه تاریخ محدث و تاریخ جلالی و تاریخ ملکی گویند. [illegible] آن نیز [illegible] ماه های تاریخ باستانی [illegible] جلالی یا فرسی و امثال آن ... الخ. روزی خیام به مجلس [illegible] کبیر عبدالرزاق که ابوالحسن غزالی نیز حاضر بود در اختلاف قرائت آیه ای مشغول مذاکره بودند [illegible] آن مطلب را خیام استفسار نمود. پس [illegible] اسباب و علل آنها را بالاطراف بیان کرد و [illegible] موافق عقیده خود بود با اقامه براهین دیگر اقوال ترجیح داد. پس غزالی گفت خدا امثال شما را در میان علما زیاد کناد. من گمان نداشتم که یکی از قراء و علماء تجوید دانا و حافظ این مطالب بوده باشند تا چه رسد به حکماء. غیر از آنچه در صدر مقاله گفته شد دیگر از آثار عمده خیام [illegible] الجبر والمقابله در سال ۱۸۵۱ میلادی با ترجمه فرانسوی آن در پاریس چاپ و از ملاحظه اطلاعات علمی آن دانشمند یگانه در حیرت شد

(دنباله دارد)

مردان خودساخته

جرج واشنگتن کارور

ترجمه:- آقای مسعود رجب‌نیا

مرسله:- آقای محمود ستی کیفی خیام

(بسلسلهٔ سابق)

روزی خانم باد که مجذوب استعداد و خلق خوش جرج شده بود پرسید که در تحصیل خود چه بدلی دارد. جرج جوابی داد که خودش هنوز چاره نگفته است تا آن روز خودش بطور مبهم و تاریک تصور میکرد معلوم شود یا حد اکثر هنرمند گردد ولی با رشد و توسعهٔ فکری که رفته رفته در وی حاصل شده بود متوجه شد که آرزوی خدمت مردم همرنگ خویش را بیش از هر آرزوی دیگر بخیله می‌پروراند. واضح است که بهترین طریق کمک بهم نوعان خود در آن روز از راه کشاورزی بود.

دل بریدن از دانشگاه سیمپسون برای وی بسیار دشوار بود ولی چون عزمی راسخ داشت بالاخره در ۱۸۹۱ به دانشگاه علوم کشاورزی و مکانیک ایالت ایوا وارد شد. استادان این دانشگاه که از بزرگترین استادان رشتهٔ خویش بودند در روح وی تأثیر فکری کردند. جرج در این دانشگاه نه تنها علوم و فنون کشاورزی را از استادان آموخت بلکه افکار و اخلاق او نیز در این محفل علمی پخته و کامل شد دو نفر از استادان با جرج صمیمانه دوست شدند تا آنجا که سی سال پس از این ماجرا باز با یکدیگر نامه می‌نوشتند و در امور کشاورزی تبادل نظر می‌کردند و در مسائل مفصل از یکدیگر کمک می‌گرفتند.

در ۱۸۹۴ از دانشکده فارغ التحصیل شد و فوراً عضویت هیئت رئیسه دانشکدهٔ علوم طبیعی پذیرفته شد و به تدریس پرداخت. دانشکده می‌کوشید که او را تا آخر عمر میان این مردم خوش سلوک که سخت با آنها علاقه داشت نگاه دارد. اما در ۱۸۹۶ او را بکاری که انتظار آن را نداشت دعوت کردند. آقای بوکر واشنگتن رئیس مؤسسهٔ توسکیگی که بمنظور آموزش عالی سیاه‌پوستان ایجاد شده بود از وی دعوت کرده بود و جرج البته بلادرنگ این دعوت را پذیرفت.

مؤسسه قدیمی نبود. هدف این بود که افراد سیاه‌پوست را که تربیت کند و آنها را موظف سازد تا با فرا دیگری تعلیم دهند تا آنها هم زندگی را بهتر ... در پیشرفت ... فرهنگ و تعلیم و تربیت میان سیاه پوستان تعمیم کامل یابد



وقتی مؤسسه نامبرده کارور را به ریاست دانشکدهٔ کشاورزی برگزید هرگز تصور نمی‌کرد که با احراز این مقام منشأ اثرات تکرار خواهد شد. زیرا سالها بعد دانشکدهٔ کشاورزی مؤسسهٔ توسکیگی آثار بسیاری در اقتصاد ایالات جنوبی کشاورزی‌های متحدهٔ آمریکا بجای گذارد. این آثار نه تنها در امور اقتصادی سیاه‌پوستان تجلی کرد بلکه در حیات سفیدها هم اثرات عمیق بوجود آورد.

اما دانشکدهٔ کشاورزی روزهای نخستین بروی کاغذ داشت و بس. آزمایشگاه آن دانشگاه خالی بود. نه افراد کشاورزی در اختیار داشتند و نه کلاس‌های درس. فقط سیزده نفر دانشجوی سیاه‌پوست که با چشمانی براق و مملو از علاقه و اشتیاق در دانشکده آماده فراگرفتن تحصیلات بودند. مسئولین دانشکده را تشکیل میدادند. ولی پایهٔ تحصیلات آنها هم معجون عجیبی بود. واقعاً اگر جرج عقل معاش داشت از آزمایشگاه‌های مجهز و کامل دانشگاه ایالت ایوا به آن بازی گشت.

بهرحال جرج کارور بدون اینکه به گذشته نظر کند با جان و دل بکاری پرداخت که تا نیم قرن مشغول آن بود. در طی سالیان کار فعالیت برنامه‌ای جامع ترتیب داد که بسیار قابل انعطاف بود احتیاجات تحصیلی همهٔ دانشجویان را شامل می‌شد و یک آزمایشگاه هم از گرد آوردن اشیاء خود ... شکسته و قطعات سیم ... قابل استفاده ... لوازم اولیهٔ درسی بطری، که از اطراف آن ناحیه گرد آورده بود ترتیب داد. شاگردان خود را بسیار دوست می‌داشت و در قبال این دانشجویان که چنین راه‌های صعب و درازی را جهت کسب علم پیموده بودند

مسئولیت بزرگی احساس می کرد. در کلاسهای او دکتت از واقعیات زندگی روز مره بیش آورده می شد و اخلاق شوخ و طبع مزاح وی شنوندگان را از کسالت بدر میاورد. حتی وقتی که شاگردانش میز را بر روی او واژگون ساختند با آن که شوخی بسیار ناهنجار و وحشیانه بود باز استاد خونسرد و صبور خم برابرو نیاورد.

کارور ایالت جنوبی را از آن لحاظ که مولد وی بود دوست می داشت ولی از فقر و تنگدستی مردم آن بسیار رنج می برد. کشاورزان باراضی غیرحاصل خیز و مزارع خشک خویش نگاه میکردند و جز یأس و نومیدی هیچ نمی یافتند. پس از مطالعه باین نتیجه رسید که سرزمین جنوب پر از نعمت است فقط باید کشاورزان نحوهٔ صحیح استفاده از زمین را فرا گیرند. در مؤسسهٔ توسکگی با مزرعهٔ آزمایش کشاورزی بوجود آورد و مبارزه ای علیه جهل شروع کرد و برای هر کس که حاضر بگوش دادن بود مطالب ضروری را تعلیم می داد.

سراسر ایالت جنوبی را می گشت و بجامع دهقانی راه می یافت و در بازارهای هفتگی آنان حاضر می شد و حتی بعضی مواقع به مزرعهٔ بعضی از کشاورزانیکه دچار مسائل مشکلی میشدند سر می کشید. به کشاورزان توصیه می کرد نوع محصول خود را در سالهای مختلف تغییر دهند. بدین وسیله به زمین امکان فرصت و رفع فرسودگی بدهند. برای مردمی که چندین سال را بخاطر استماع سخنان او آمده بودند داستانی می گفت. بواسطهٔ بیسوادی مجبور بودند کلمات او را بخاطر بسپارند و حتی افراد دیگر او را بواسطهٔ رنگ سیاه پوستش در داستانها قرار می دادند تا ... از او تنفر داشتند صحبت می کرد.

دهقانین ... کمتر کار ورز مزارع بسیار وسیعی بادام زمینی ناشتند ولی سالها نه محصول وافر آنان با ... فروش نداشت. دکتر کارور ... با قلمی نرسان ... از بادام زمینی بر داشتند و از آزمایشگاه ... آن را تحت مطالعه قرار داد. کار این مطالعه ادامه داشت تا آنکه در ۱۹۲۱ (کمیسیون ... مارق ... زندگی لنگر ... او را به واشنگتن دعوت کرد تا نماینده ای از طرف مؤسسهٔ توسکگی نسبت به لایحهٔ کنفت ... بادام زمینی اظهار نظر کند.

نمایندگان کنگره ... رهای متحده آمریکا چندان علاقه ای ... ... سیاه پوست ... عظیمی از کیسه های متعدد ... ... شد نکردند. ... اعتنائی ... استناد ... خونسردی ... حقیقی ...

ساخت باین معنی که فوراً یکی از کیسه ها را باز کرد و یک شیشهٔ بزرگ از آن بیرون آورد و بیش از یکصد و چهل و پنج مادهٔ مفید از بادام زمینی و یکصد نوع محصول مفید از متفرعات آن را به حاضرین ارائه داد و همه را دچار بهت و حیرت کرد. محصولات مختلفی از قبیل آرد و قهوه و شیر و پنیر و کرم صورت و ترشی و شامپو و جوهر و واکس و بسیاری دیگر از جمله چیزهائی بود که در آن مجلس از کیسه های سنگین او خارج شد. پس از بیان او، موضوع تهیهٔ بازار برای بادام زمینی از بین رفت و بعکس موضوع تهیه مقدار کافی از محصول بادام زمینی مطرح گردید.

هر چیز که دکتر کارور دست می زد کیمیا می شد. ممکن نبود چیزی از آزمایشگاه او وارد شود و راه بهتر و بهتر استفاده ای برای آن پیدا نکند. از پنبه آجرهای مخصوص برای فرش کردن زمین تهیه کرده ... پلاستیک می ساخت و از پوست درخت و بعضی گیاهان داروهای بسیار موثر تهیه می کرد. در آثار باستانی موجود در ایالت الاباما رنگها مخصوص ... خصوصی بر خورد که رمز ترکیب آن بکلی فراموش شده بود. رنگهای مشابه بیاری کن های آزمایشگاه او مورد علاقهٔ شدید یکی از بزرگترین شرکت های رنگسازی جهان واقع گشت. باو گفتند اگر ... فرمولهای خود ... ممکن است از ثروت ... بنام جهان گردد. ولی کوشش برای ... سخنان ... هرگز در تمام مدت زندگی نتوانستند او را قانع سازند تا کشفیات ... بر سایر فرمولی را در مقابل دریافت ... حقوق های گزاف نیز او را از کارش دور داشت و از آن راه ... خدمت می کرد. نتوانست منصرف سازد. تا پایان عمر در موسسهٔ توسکگی مشغول خدمت بود و طی خدمتش فقط بمسائلی علاقه نشان می داد که در بهبود زندگی بشر تأثیری داشتند.

شهرت عالمگیر جرج کارور از نظر خودش فقط در ... تولید می کرد و او را از کناره گیری و عزلت باز می داشت. دوست داشت که بهمان شیوهٔ ساده ... اکثر هفتگی خویش ادامهٔ حیات دهد و تا پایان نیز بر این شیوه وفادار و استوار ماند.

(دنباله دارد)

شیراز دو هفته ... بنابه ... تعطیل از دار السلطنت آندهرا پردیش منتشر می گردد

صحیفه ... بپرنٹر ... سب رس ... ضمیمه فارسی ... دو هفته وار چادرگهاٹ ... حیدرآباد (اندرا) سے شایع ہوا۔


ALPHA HOTEL
ALPHA HOTEL
BOARDING And LODGING
OPP. SECUNDERABAD RLY. STATION.
ALPHA hotel
PROVISION STORES

(۵/)


GRAND
اصلی ایرانی زعفران کی بریانی
گرانڈ ہوٹل


Garden Restaurant

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مٹا کر آپ کو عثمانؔ یہی کہتا ہے ہر اک سے
کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر:- سید مقام شیرازی
مقام اشاعت:- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد ۔ انڈیا

جلد ۱۴
روز شنبہ
۱۲ اپریل ۱۹۶۰ء
م ۱۵ شوال المکرم ۱۳۷۹ھ
شمارہ ۲۳

غزل

(مطلع)
دل و جگر زجہان گشت بے نیاز اینجا | گرفتہ دامنِ آن چشمِ دلنواز اینجا
مجال نیست کہ زاغ و زغن پرند ہمے | نشستہ بر سرِ شاخے چو شاہباز اینجا
نکات نیز رموزیکہ در کتاب نہان | عیان شود ہمہ از پردہ ہائے راز اینجا
چو دید جان لگن سوخت مثل پروانہ | سرشک شمع شدہ سوز و ہم گداز اینجا
شفق بگفت بہ قوسِ قزح چہ منظرِ خوش | برائے گنبدِ گردون قلم طراز اینجا
بگفت طائرِ گلشن بہ پیشِ بادِ صبا | برائے سبزۂ نورس چہ خواب ناز اینجا
عجب مقام بود کربلا بگفت جہاں | کہ محو گشت خطا ہا زیک نماز اینجا

(مقطع)
برائے ذاتِ علیؑ این چہ مرتبہ عثمانؔ
بگفت بابِ نجف مسندِ فراز اینجا

دلچسپ قصہ ماتمی گروہ جس کا صدر ایک شخص نامی نعیم تھا

(مچھلی بندر والا)

فرمایا کبھی فراموش نہ کروں گا۔ اُس منظر کو جب کہ یہ غول بیابانی جن کی عمریں ۵۰ اور ۶۰ سے کم نہیں تھیں۔ بڑے بڑے توند یعنی شکم لئے ہوئے (وہ بھی برہنہ جسم وقت ماتم) جو بڑی ڈیوڑھی میں وقت مجلس آتے تھے۔ اور جبکہ صدر صاحب جو کمانڈر تھے اُچک اُچک کر ان کو کام پر لگاتے تھے یعنی رہبری کرتے تھے اور اس کے بعد جو معاوضہ ان کو دیا جاتا تھا کرایہ کا اگر اس کے ملنے میں کسی وقت کچھ تاخیر ہو جاتی تو آپ نے رہبر کا دم ناک میں کر رکھا تھا۔ جو پیچھے سے معلوم ہوا تھا کہ یہ باضابطہ ماتمی گروہ کی کوئی جماعت نہیں تھی بلکہ لوگ مختلف گھروں میں ملازم تھے جنکی گردن میں رسی ڈال کر۔ لالچ پیسے کی بتا کر کمانڈر صاحب بڑی ڈیوڑھی لاتے تھے۔ الغرض یہ منظر اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت ہی شرمناک تھا۔ اور وقت ماتم امام کی حیثیت گدائی کی سی ہوتی تھی جس سے اس کی توہین ہوتی تھی۔ (یعنی ماتم امام کی)

یہ سن کر فی الحال کا تو تعجب ہے کہ کیا نذر بہادر کسی کام کے سلسلہ میں نذری باغ تشریف لائے تھے تو میں نے ان کو مطلق نہیں پہچانا کہ آپ کی صورت مبارک کو دیکھے ایک عرصہ ہوا تھا۔ بہرحال اگر ماتمی جماعت ہو تو اس میں منتخب بچوں کو لائے ہوں۔ جنکی عمریں اس کام کے قابل سمجھی جائیں۔ اور ان کی صحت اچھی ہو تاکہ وہ کام بھی درست کریں۔ اور ماتم درست لوازمہ کے ساتھ ہو تو وہ ضرور قابل داد ہے ورنہ یقیناً یہ امور شرمناک ہوں گے جس صورت میں یہ کام اندھا دھند کیا جائے وہ بھی پیسے کے خاطر۔ افسوس!!

مرقوم یکم اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ ۲۴ شیراز ہفتہ وار)

چند شروط کے ساتھ اِمداد مُمکن

(از چیارٹی ٹرسٹ)

فرمایا پہلے تو تعلیم پانے والے لڑکے ہوں یا لڑکیاں اُس کا ثبوت دیں کہ وہ مدرسہ میں داخل ہیں اور اپنی تعلیم میں مشغول ہیں۔

دوئم ان کے بڑے یعنے بزرگ جو کوئی ہوں وہ اس بار کو برداشت نہیں کرسکتے اس کا ثبوت پیش کریں۔ البتہ اس کو چھوڑ کر مستحقین اشخاص چاہے ذکور ہوں یا اناث اُس امر کا ثبوت پیش کریں کہ کہیں سے ان کو آمدنی نہیں ہے اور ان کی زبون حالت ہے اس پُر آشوب زمانہ میں۔ خلاصہ یہ کہ جب ان امور کی تکمیل ہو جائے گی تو اس وقت ان کی درخواستوں پر ضرور غور و لحاظ ہوگا۔

سوئم اگر کسی وجہ سے ان کی رسائی دفتر چیارٹی ٹرسٹ پر نہ ہو سکے تو معقول وجوہ کے ساتھ نذری باغ کا دروازہ ان کے لئے کھلا ہوا ہے۔ بہرحال جو کچھ ہو وہ درست طریقہ پر ہو تاکہ بہتر نتائج ظہور میں آئیں۔

مرقوم پنجم اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

قطعہ

صحنِ چمن ہُوا ہے مُعطّر گلاب سے
مستی ٹپکتی جاتی ہے جامِ شراب سے
حق بھی علیؑ کا دورِ خلافت ہیں اوّلین
معلوم ہوگیا ہے ثبوتِ کتاب سے (مقدس)

(لاریب فیہ)

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

خیالات لڑکے نذری باغ جو کہ ابتک غیر متاہل ہیں

(متعلق سیول میارج)

فرمایا میں نے محض دریافت کرنے کی غرض سے پوچھا کہ اس کو وہ کیا سمجھتے ہیں مذہبی نقطۂ نظر سے۔ تو ان سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم کبھی کوئی کام ایسا نہیں کریں گے جو مذہب اسلام کے خلاف ہو۔ گو اس سے بحث نہیں کہ ہماری حیثیت کوئی بھاری بھر کم گھرانے کی نہیں ہے۔ تاہم نذری باغ کی تعلیم و تربیت نے ہم کو جادۂ راست پر گامزن کیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات پیدا ہے وغیرہ۔ الغایہ جواب سُنکر میں نے تحسین و آفرین کیا اور یہ بھی کہا کہ ان کے خیالات کو جھوڑ کر چاہے وہ کس نوعیت کے تھے۔ یہ مجھ سے بہ حیثیت مُربی و سرپرست ناممکن تھا کہ کوئی کام خلاف مذہب اسلام کرتا۔ تا آنکہ وہ درست نہ ہوتا ورنہ یہ ان کے مماثل بھائیوں کی نظر میں سُبک ہوتے۔ اور گفتگو یہاں ختم ہوئی۔

مرقوم یکم اپریل ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

قطعہ

مر کے کوئی پھر کبھی جیتا نہیں
جامۂ کہنہ کو بھی سیتا نہیں

توڑ کر وعدہ کو پھر جوڑوں کبھی
مرحلہ مجھ پر کبھی بیتا نہیں

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

ہم قوم وملت کا پاس ولحاظ

فرمایا دُنیا کا یہ مُسلمہ کلیہ ہے جو کہ عنوان ہے کہ اس کو نظر انداز کر کے کام کرنا سخت دشوار ہے۔ ہاں یہ اوس صورت میں ممکن ہے کہ کرنے والا آزاد مشرب ہو تو اوس وقت یہ چیز اوس کے لئے آسان ہے کہ اگر وہ فرق کو مٹائیگا تو محض انسانی ہمدردی کے مدنظر جس میں پھر کوئی تفریق باقی نہیں رہ سکتی۔ اور اوس کا یہ فعل سب آزاد مشربوں کی نظر میں وقعت پیدا کرے گا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ایسا کرنے والوں کی تعداد دُنیا میں کم ہے۔ لہذا اگر یہ کہا جائے کہ قریب قریب معدوم ہے تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔ بلکہ حقیقت پر مبنی ہوگا۔ چنانچہ یہی اُصول کو پیش نظر رکھکر کام کیا جائے گا چیاریٹی ٹرسٹ سے مدد دیتے وقت اُون جاگیرداروں کو جن کو جو معاوضہ گورنمنٹ سے ملتا تھا وہ مسدود ہو چکا ہے۔

البتہ وہ بڑے جاگیردار جو کہ معاوضہ پا رہے ہیں وہ اس کُلیہ کے تحت نہیں آسکتے کہ انکا معاوضہ مل رہا ہے مسدود نہیں ہوا ہے۔ ایسی حالت میں اس کی نوعیت جُدا ہے۔ جو قابلِ غور نہیں ہے

مرقوم ۱۱ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

قطعہ

سجدۂ بنگر نمازی می کند | بندہ راحق سرفرازی می کند
بے وقوف واحمق وجاہل ہمہ | باخرد بنگر کہ بازی می کند
(مقابلہ)

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

تقررِ نسبت صاحبزادی مہر النساء بیگم بطنی اقبال بیگم منکوحہ و دختر نذیر جنگ مرحوم

(بہ صاحبزادہ رشید جنگ پسر ولی الدولہ مرحوم)

فرمایا اس لڑکے کا عقد قبل پولیس ایکشن میری لڑکی فیروز النساء بیگم مرحومہ (یعنی حقیقی ہمشیرہ کاظم جاہ مرحوم) کنگ کوٹھی میں وقوع میں آیا تھا۔ مگر مکان کا انتظام برائے قیام و دیگر لوازمہ کی تکمیل نہ ہونے سے لڑکی کی روانگی ملتوی رکھی گئی تھی مگر افسوس ہے کہ اس دوران میں مختصر سی علالت کے بعد دفعتہً میری بچی کا انتقال ہوگیا تھا تو اسوقت رشید جنگ کی والدہ سے (جو کہ اوسوقت بقید حیات تھیں) وعدہ کیا تھا کہ قضا و قدر کے معاملات میں انسان مجبور ہے۔ تاہم جائے فکر نہیں کہ متعاقب میری دوسری لڑکیوں کا جب عقد ہوگا تو بچہ کو دوسری لڑکی دونگا۔ چنانچہ اوس وعدہ کی تکمیل اب ہورہی ہے۔

ف۲ بہرحال انشاءاللہ عقد آیندہ جمعہ ۱۱ شوال سنہ ۱۳۷۹ھ (مطابق ۸ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ء) ہوگا کنگ کوٹھی میں مقررہ طریقہ پر جب کہ سسٹر پرنسز بھی ہوں گی کہ یہ آیندہ یوم شنبہ بمبئی جاکر اسی دن شب کے ایروپلین سے انگلینڈ روانہ ہورہی ہیں کہ بہو کی زچگی وہاں قریب میں ہونے والی ہے (یعنے رفیقۂ حیات مکرم جاہ کی) جب کہ والدہ کی موجودگی وہاں ضروری ہے۔ الحاصل امید ہے کہ سسٹر پرنسز آیندہ ماہ ڈسمبر میں جبکہ یونیورسٹی کو کرسمس کے تعطیلات ہوتے ہیں اپنے چھوٹے صاحبزادہ مفخم جاہ اور بہو کے ساتھ پھر حیدرآباد آئیں گی۔ زیادہ واپسی بہ خیروخوبی باد۔ زیادہ مبارک باشد

مرقوم ۶ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ء ———— (منقول از نظام گزٹ)

چند امور جو کہ ہفتہ وار شیراز میں مندرج تھے۔ مورخہ ۵ راپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(اس کے نسبت ریمارکس)

فرمایا مولوی لقا علیؑ صاحب حیدری۔ غالباً یہ وہی مشنری تھے جن کا انتقال ہو گیا ہے۔ انکو یہ جانتا تھا کہ حیدرآباد آئے تھے۔ اپنی جگہ اچھے ذاکر تھے۔ اور جو کچھ مضمون ان کا اس میں طبع ہوا ہے وہ کئی خوب ہے متعلق بزرگ ملتی امامؑ۔ تاہم اس نیرنگیٔ دنیا کے مذاق کے مطابق نہیں ہے لہذا اس کے عوض دوسرے مضامین متعلق جدید امور دنیا طبع ہوتے تو بہتر تھا۔ تاکہ لوگ اس کو رغبت سے پڑھیں۔

اسی طرح کراماً کاتبین والا مضمون ہے۔

نمبر۲ اب رہا ایک شخص عادل کی نظم جس کا عنوان تھا "صاحب ذوالفقار" یہ اس قابل نہیں تھا کہ اسکو درج کیا جاتا کہ یہ شخص کوئی مشہور نہیں ہے۔ غالباً یہ غلام عباسؑ کا بیٹا ہے جو میرخانہ میں ملازم ہے۔

بہرحال آیندہ سے صمصام شیرازی کو چاہیے کہ ان امور پر نظر رکھکر کام کرے تاکہ پرچہ زیادہ دلچسپ بنے نہ کہ خوگیر کی بھرتی کہ "ہرچہ آید درگسیت"۔

مرقوم ۶ راپریل سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

ازدواجی جوڑے نذری باغ کے یعنے افرادِ خاندان کے انتظام

فرمایا چونکہ میں ایک آزاد مشرب اور ساتھ ہی آزاد منش ہوں اور حق گوئی میرا وطیرہ رہا ہے۔ لہذا حقیقت حال کو بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حال میں میری چند لڑکیوں کا جو عقد ہوا تھا تو ان میں سے بجز چند کے بقیہ لڑکیوں کی عمریں متجاوز ہوگئی تھیں۔ (یہ میرے تساہل یا غیر توجہی کا سبب تھا کہ بر وقت جو کام ہونا تھا وہ نہیں ہوا جسکی وجہ سے یہ بات پیدا ہوئی) دوسری طرف یہ کام آسان نہیں تھا بلکہ قدرے دشوار تھا کہ لڑکیوں کی نسبتیں مقرر نہیں ہوئی تھیں۔ اور لوازمہ مہیا نہیں تھا۔ تاہم جو کچھ ہونا تھا چاہے تاخیر کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو وقوع میں آکر میں اپنے فرض پدری سے سبکدوش ہوگیا (میرے حین حیات) اور لڑکیوں کا ٹھکانہ ہوگیا۔ جس کا ہونا ازحد ضروری تھا خصوصاً حالاتِ زمانہ کو دیکھتے ہوئے جو کہ دگرگوں تھے۔

دوم۔ چند سال قبل جبکہ خانہ زادوں یا اولاد عہدہ داران کے عقد ہورہے تھے اوس کے عوض میرے افراد خاندان کے اگر ہوجاتے تو زیادہ بہتر تھا۔ اور اس کا دکھاوا بھی اچھا ہوتا۔ البتہ اس کے بعد دوسرا کام ہوتا تو زیادہ مناسب تھا۔ اور قابل اعتراض نہ ہوتا۔ ایسی حالت میں اگر یہ کہا جائے کہ غیر مستحقین کے معاملہ کو مقدم رکھا گیا (میرے عدم احساس فرائض کی وجہ سے) بالمقابل حقداروں کے تو یہ عین مطابق حقائق ہوگا۔ خیر مضےٰ ما مضےٰ۔ اب صرف تین چار میری لڑکیاں باقی رہ گئی ہیں۔ لہذا اسی سلسلہ میں جو کہ جاری ہے اگر ممکن ہوسکے تو قبل محرم اس کو انجام دوں تاکہ یہ قصۂ دیرینہ ختم ہوجائے اور پھر کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ چنانچہ آجکل میری توجہ اس اہم کام کی طرف ہے۔ وہ بھی ایسا کہ جس کا ہونا میرے ہاتھ سے ازبس ضروری ہے۔ اور میرے اس خیال سے سب زمانہ شناس اصحاب کو پورا اتفاق ہے۔ بقول۔ پہلے گھر کو چراغ بعد مسجد کو چراغ۔ اور آئندہ انشاء اللہ پھر ایسی غلطی نہ ہوگی کہ حقداروں کے حقوق کو نظر انداز کرکے غیر مستحقین کو سرفراز کیا جائے۔ جن کا کوئی حق شرعاً و قانوناً نہیں تھا۔ چنانچہ ان کی دنیا مفت میں بن گئی جب کہ ان کے بڑے غلط طریقہ پر بڑا تیاں مارتے پھرے کہ ہماری اولاد کا ٹھکانہ ہوگیا۔ حالانکہ ان کی جیب سے ایک دمڑی خرچ نہیں ہوئی۔ ایسی حالت میں کیا دوسرے کے پیسے سے بغیر حق مستفید ہونا درست ہے یا نہیں یہ امر قابل غور ہے۔ تاہم بے مایہ اشخاص کی جو دستگیری ہوئی وہ ضرور کار خیر تھا۔!

مرقوم ۷ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

بہ سلسلۂ اعلان دیروزہ شائع شدہ در نظام گزٹ مورخہ ۶ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء
نسبت صاحبزادی مہرالنساء بیگم بطنی اقبال بیگم منکوحہ۔ دختر نذیر جنگ مرحوم
(بہ صاحبزادہ رشید جنگ فرزند ولی الدولہ مرحوم)

فرمایا شکر ہے کہ اس میری بچی کا آج عقد شرعی مقررہ طریقہ پر کنگ کوٹھی میں عمل میں آیا۔ دوسری طرف یہ بچی شہزادی پاشاہ (ہمشیرہ حقیقی برادران والاشان) کے بعد اپنی دوسری بہنوں میں نذری باغ کے سینیر پوزیشن رکھتی ہے۔ کیونکہ دولہن پاشاہ مرحومہ کے عقد کو مستثنیٰ کرتے ہوئے درزمانہ گزشتہ (جبکہ مرحوم سرکار بقید حیات تھے) بعد تخت نشینی جو دوسرا عقد میں نے کیا تھا تو اس بچی کی ماں اقبال بیگم کے ساتھ اور یہ واقعہ سب کو معلوم ہے۔ لہٰذا ان وجوہ سے اس بچی کو یہ پوزیشن ملا۔

دیگر خوش قسمتی سے اس کا شوہر بھی ملا تو ایک فرد خاندان پائیگاہ سے ہے تاکہ ازدواجی پیوند درست ہو

الحاصل اسکے قیام کے لئے مکان در حدود نذری باغ (در محلہ پرنڈر گھاسٹ) زیر تعمیر ہے جو آئندہ ماہ جون سنہ ۱۹۶۰ء تک (یعنے ذیحجہ ۹ سنہ ۱۳۷۹ھ تک) تیار ہو جائیگا جب تک بچی نذری باغ میں رہے گی اور اس کا شوہر اپنے موروثی مکان وقار منزل میں۔ جو کہ بیگم پیٹھ میں ہے تاہم وقتاً فوقتاً نذری باغ میں آمدورفت رکھے گا۔ "زیادہ مبارک باشد"

نوٹ سینیر پرنس و سینیر پرنسس بوجہ ناسازی مزاج شریک تقریب نہیں ہوسکے۔ مگر جونیر پرنس موجود تھے اور بہن کی عزت افزائی کی کہ خاندان کے ذی شان ممبروں سے اگر ایک بھی موجود ہو تو کافی سمجھا جائیگا۔ بہ این وجہ کہ تقریب عقد اہم تھی۔ زوجین نے بعد عقد جونیر پرنس کو نذر دی کہ ان کا فریضہ تھا کہ خاندان نظام میں بعد سینیر پرنس۔ جونیر پرنس کا ممتاز پوزیشن ہے۔ جس سے دنیا واقف ہے۔

رشید جنگ لڑکا ذی کردار اور سلیم الطبع ہے اور مزاج میں غربت ہے۔

عمرش دراز باد

(منقول از نظام گزٹ) مورخہ ۸ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

بقیہ تین لڑکیاں نظام کی غیر متاہل زندگی باغ

فرمایا۔ انکی نسبتوں سے متعلق کارروائی جاری ہے دوسری طرف بعد عقد قیام کیلئے مکانات تعمیر شدہ نہیں ہیں بلکہ تعمیر کرنا ہوگا۔ لہذا اس طرف بھی میری توجہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہوسکے اواخر ذیحجہ ۱۳۷۹ھ تک یہ کام بھی مکمل ہوجائے اور کوئی امر زیر غور نہ رہے۔

دیگر۔ چار قدیم خانہ زاد جنکی متاہل زندگی ابتک نہیں ہوسکی بوجوہ چند در چند۔ لہذا ارادہ ہے کہ اسی دوران میں یہ کام بھی انجام پاجائے تاکہ پھر بیچ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے کہ دوسرے خانہ زادوں کا معاملہ میرے زیر غور ہے تاکہ بعد ختم ایام عزا (در ماہ ربیع الاول) یہ کام بھی آہستہ آہستہ شروع ہوجائے کہ یہ لڑکے ٹرسٹ میں آچکے ہیں اور بعض ان میں سے میری خدمت بھی کررہے ہیں جنکو میں نظر انداز نہیں کرسکتا بشرطیکہ انکا رویہ درست ہو۔ اور صبر و ضبط کا مادہ ان میں پیدا ہو تو وہ ہر چیز بروقت ہو کر رہے گی جس سے میں غافل نہیں ہوں بلکہ ان کے سن رشد کے بعد انکے چہرے اس چیز کی یاددہی کرتے رہتے ہیں اور حالات زمانہ کیسے بدلے ہوئے ہیں اس سے ان لڑکوں کو بچانا میرے لئے ضروری ہے کہ یہ سب میرے گھر سے وابستہ ہوگئے ہیں۔ اور ہر چیز کی آس و تمنا مجھ سے لگائے ہوئے ہیں جو اس حد تک درست ہے۔ انشاءاللہ انکو بھی بے سہارا یا بے گھر نہیں چھوڑوں گا کہ یہاں بھی میری ذمہ داری لگی ہوئی ہے کہ میں انکا مربی و سرپرست ہوں۔ زیادہ صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد۔

مرقوم ۹ راپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

ناقابلِ برداشت منظر

فرمایا انقلابِ عالم کی وجہ سے گو چہ طرف جو حالاتِ دُنیا دگرگوں ہیں وہ آشکارا ہیں اس لئے تشریح کی ضرورت نہیں۔ تاہم زمانۂ ماضی میں جو بڑے گھرانوں کے افراد کی جو زندگی تھی اور آج جو کسمپرسی کی حالت میں ہیں۔ خصوصاً جاگیرداروں کا طبقہ جو ایک زمانہ میں اپنی حد تک جو کچھ پوزیشن رکھتے تھے یا اُنکی آمدنی تھی آج وہ غائب ہوکر سُننا ہے کہ کاسۂ گدائی کا نقشہ انکی آنکھوں میں پھر رہا ہے خیر اگر مشیت کو یہی منظور ہے تو اس میں انسان مجبور ہے۔ تاہم بعض وہ گھرانے جو اِسی نوع کے تھے یا جنکی وفاداریاں سلاطینِ ماضی کے ساتھ وابستہ و مُسلّم تھیں اور آج جس کو یہ اپنے پیچھے چھوڑ کر بطور یادگار دُنیا سے رُخصت ہوئے ہیں چاہے انکے نام لیوا ہوں یا انکی اولاد کا معاملہ ہو اِس کا باوجود علم رکھنے کے میں چشم پوشی نہیں کرسکتا۔ لہذا بہ حدِ امکان جو کچھ مجھ سے ممکن ہوگا مدد دُوں گا چیارٹی ٹرسٹ سے از یکم اپریل سنہ ۱۹۶۰ء (جبکہ جاگیرات کا معاوضہ ان کو جو کچھ ملتا تھا وہ مسدود ہوچکا ہے۔) جو دراصل فیض بابِ بخت[؟] متصور ہوگا کہ اس سے کوئی متنفس خالی نہیں گیا جس نے خلوص وعقیدت سے اپنی پیشانی کو بارگاہ علویؔ کے روبرو نگوں نہ کیا ہو۔ زیادہ خدا ایسے مصیبت زدوں پر اپنا فضل کرے۔ جس سے اِن کو اطمینانِ قلب نصیب ہو۔ کیونکہ ارشادِ باری ہے

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِین۔

سچ ہے "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند۔"

مرقوم ۱۱؍ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

ایرانی مٹھائیاں



مدینہ ہوٹل میں ایرانی مشہور و معروف ماہرینِ فن سے خاص الخاص

مٹھائیاں تیار کروائی جارہی ہیں

آپ حیدرآباد میں بیٹھ کر ایرانی شیرینی کھائیے اور مٹھائی کا لطف اٹھائیے
جب آپ مدینہ ہوٹل کی شیرینی نوش جان فرمائینگے تب آپکو ایرانی شیرینی کا ذائقہ معلوم ہوگا

مدینہ ہوٹل

حیدرآباد اے پی

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے ✱ خیرخواہ شاہ حق آگاہ ہے شیرازی

شیراز

ایڈیٹر ـــ سید صمصام شیرازی

لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

سیول سروس قوانین

ہندوستان کو آزاد ہوئے بارہ سال گذر گئے۔ آزادی کے اس عہد میں کیا کیا اہم کام ہوئے کتنی بڑی بڑی تبدیلیاں ہوئیں اسکا تفصیلی جائزہ لینے پر یقیناً ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ گذشتہ بارہ سال کا یہ دور داخلی اور خارجی دونوں اعتبار سے ملک اور قوم کی ترقی میں بڑی حدتک کامیاب رہا ہے سیاسی امور اور خارجی پالیسی کے علاوہ مسلسل پنجسالہ منصوبوں کی عمل آوری، ریاستوں کی تنظیم جدید، عام انتخابات، آزادی صحافت، آزادی حزب الاختلاف اور سب سے بڑھ کر دستور ہند کی تدوین اور ساتھ ساتھ جمہوریت کا اعلان ہندوستانیوں کے ذہنی شعور کی بلندی، اور بقائے آزادی کے لئے انکی پر خلوص جد و جہد کا ثبوت ہیں

سیاسی اور خارجی امور سے ہٹ کر، معاشی اور داخلی امور کے دوسرے تمام شعبوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سیول سروس اور اسکے قوانین کیطرف نظر ڈالیئے۔ آزادی کے بعد سے آجتک بیروزگاری کے مسئلہ کو حل کرنے کے سلسلہ میں حکومت نے کیا کیا قدم اٹھائے ہیں، کیا کیا تدابیر اختیار کیگئی ہیں اور اس بارے میں حکومت کس حدتک کامیاب یا ناکام رہی ہے اس داستان کی تفصیل بیان کرنا تلخ حقایق کو دہرانے کے مترادف ہے اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ بیروزگاری کے مسئلہ کو حل کرنے میں حکومت نے جو کچھ کام کیا ہے اسکے متعلق بس اتنا کہا جاسکتا ہے کہ آزادی کے وقت ملک میں بیروزگاری جسقدر شدید تھی آج اس سے کہیں زیادہ شدید ہے، ممکن ہے یہ اور زیادہ شدید ہوجاتی اگر حکومت اسطرف توجہ نہ دیتی۔ بہرحال ماضی میں جو کچھ ہوا اسکو نظر انداز کرتے ہوئے ہمیں دیکھنا یہ ہیکہ بیروزگاری کو دور کرنے میں حکومت آیندہ کیا اقدام کرتی ہے۔ اور تیسرا پنجسالہ منصوبہ جس سے عوام کی بڑی بڑی امیدیں وابستہ ہیں اس مسئلہ کو حل کرنے میں کہاں تک ممد و معاون ثابت ہوتا ہے یوں بھی آج ہمکو بیروزگاری کے مسئلہ پر بحث کرنا نہیں ہے بلکہ سیول سروس قوانین کے سلسلہ میں دو دو باتیں کرنی ہیں۔

آزادی کے بعد ہندوستان کیلئے نیا دستور مرتب کرتے وقت حکومت نے اس بات پر توجہ نہیں دی کہ سیول سروس کے قوانین و ضوابط بھی نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ سرکاری ملازمین کے یہ قوانین و ضوابط اس دور میں مرتب کئے گئے تھے جبکہ ہندوستان پر ایک غیر قوم کا تسلط تھا۔ ظاہر بات ہے کہ ان قوانین کو مرتب کرتے وقت انگریزوں نے ہندوستانی قوم کے حالات انکی طرز معاشرت اور انکی معیار زندگی کو نظر انداز کرتے ہوئے خود اپنے مفاد کا زیادہ خیال رکھا ہوگا۔ علاوہ اسکے خود انگریزوں کی حکومت جو کمل "امپیریلزم" (Imperialism) کی بنیاد پر قائم تھی ایسی طرز حکومت کے دور میں یہ توقع نہیں کیجاسکتی تھی کہ قوانین و ضوابط مرتب کرتے وقت ارباب اقتدار عوام سے قریب تر ہوکر، ان کے معاشی موقف، سماجی رسومات، مذہبی روایات طرز رہائش، ان کی مشکلات اور مجبوریوں کو پیش نظر رکھینگے چنانچہ اسکے نتیجہ میں آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ زندگی کے ہر شعبہ کے علاوہ خود سیول سروس اور اسکے قوانین و ضوابط میں اعلیٰ اور ادنیٰ کا فرق اور طبقاتی امتیاز نمایاں طور پر موجود ہے یہاں تک کہ آج کے عوامی حکومت کے دور میں بھی چوتھے درجہ کے ملازمین کو "ادنیٰ" (Menials) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ گزیٹڈ اور نان گزیٹڈ ملازمین کی تنخواہوں کے اسکیلس میں زمین و آسمان کا تفاوت آج بھی قایم ہے انکے سفر خرچ، بھتہ اور دوسرے الونسس میں غیر ضروری فرق کو روا رکھا گیا ہے۔ انکے تقررات، تبادلے اور تعینات میں ناواجبی حدتک امتیاز اب بھی باقی ہے۔ علاوہ اسکے تحت کے ملازمین کے تعلق سے اعلیٰ عہدیداروں کے اختیارات غیر معمولی طور پر وسیع ہیں جن سے اکثر عہدیدار ناجائز طور پر فایدہ اٹھاتے ہیں بہرحال گزیٹڈ ملازمین کے مقابلہ میں نان گزیٹڈ ملازمین کو جو عام

خطیب منبر سلونی ع

فرماتے ہیں کہ خدا سے ڈرو اور سمجھ لو کہ بڑا سخت عذاب کرنیوالا ہے

طور پر ملازمت کی سہولتیں دی گئی ہیں وہ بالکل صفر کے برابر ہیں۔

اسلئے اور اونئے ملازمین کے اس موازنے سے ہٹ کر قوانین رخصت کیطرف نظر ڈالئے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ ملازمت کی نوعیت اور اسکے شرائط کے اعتبار سے یہ قوانین بدلتے رہتے ہیں۔ عارضی ملازمت، مستقل ملازمت، آزمائیشی ملازمت وغیرہ یہ سب ایسی شرائط ہیں جنکے لحاظ سے رخصتوں کا استحقاق گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ملازمت کے عارضی یا مستقل ہونیکی صورت میں سہولتوں سے مستفید ہونے یا محروم رہ جانے کی ذمہ داری خود ملازم پر کیوں عائد کیجاتی ہے جبکہ دستور ہند کے بموجب عوام کو روزگار فراہم کرنا خود حکومت کی اہم ذمہ داری ہے ــــ! رخصت بیماری میں نصف تنخواہ ایصال کیجاتی ہے جبکہ خود سرکاری ڈاکٹر اسبات کی تصدیق کرتا ہے کہ ملازم بیمار ہے اور رجوع بکار نہیں ہوسکتا، ایک تو بیماری دوسرے تنخواہ میں کمی، نتیجہ یہ کہ بیچارہ ملازم رو بصحت ہونیکی بجائے اور زیادہ بیمار ہوجاتا ھے ـــ اور پھر ایک مقررہ مدت کے بعد جب رخصت بیماری بھی ختم ہوجاتی ہے لیکن بیماری ختم نہیں ہوتی تو رخصت غیر معمولی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اس رخصت کے دوران میں تو ایک پائی بھی تنخواہ نہیں دیجاتی، بہالی ہمیکہ ایک سرکاری ملازم اور بیروزگار آدمی میں کوئی فرق ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ پھر بھلا اسکی زندگی یا موت کا کون ذمہ دار ہے ــــ!؟ ایسی بہت سی مثالیں دیکھنے میں آئی ہیں کہ ایک ملازم سرکار مسلسل محنت، جانفشانی اور دیانتداری سے انجام دینے کے باوجود معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہوکر دق جیسے موذی مرض کا شکار ہوجاتا ہے ــــ رخصت اتفاقی، رخصت خاص، رخصت بیماری سب کچھ حاصل کر لینے کے بعد بھی وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ کام پر رجوع ہو سکے۔ اب جو اسے رخصت دیجاتی ہے وہ رخصت عدم تنخواہ ہے۔ اب بتائیے ــ! کیا ایک دق کا مریض زندہ بچ سکیگا ــ؟ ایسی خاص صورتوں میں ہونا تو یہ چاہیئے کہ قوانین رخصت میں خصوصی رخصت (special Leave) کے نام سے گنجایش فراہم کرکے متعلقہ ملازم سرکار کو پوری تنخواہ اور الونس کیا تعطیلی دیکر جائے تاکہ وہ پورے سکون اور اطمینان کیسا تھ اپنا علاج کروا سکے

مندرجہ بالا موٹی موٹی مثالوں کے علاوہ سیول سرویس قوانین میں ایسی سینکڑوں چھوٹی اور بڑی خامیاں ہیں جنکا دور کیا جانا ضروری ھے۔ آج کے بدلے ہوئے حالات اور وقت حاضرہ کی روشنی میں سیول سرویس کے پرانے قوانین اور ضوابط اکثر و بیشتر دفعات میں ملازمین سرکار کی زندگیوں سے مطابقت نہیں کرتے ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان قوانین پر نظر ثانی کرکے انکی ازسر نو تشکیل کے لئے کوئی مستحسن اقدام کرے

قطعہ

جام مئے کو بھی میں چھوڑوں کیسے ؛ سر کو پتھر سے بھی توڑوں کیسے

نہیں ممکن کہ بھٹک جاؤں کبھی ؛ مذہب صدق کو چھوڑوں کیسے

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

عالمی ادارہ صحت کی بارھویں سالگرہ!

۷ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء عالمی ادارہ صحت کے قیام کی بارھویں سالگرہ کا دن منایا گیا اس کے قیام کا مقصد عالمی عوام کی صحت کی بہتری و ترقی ہے جو اپنی نوعیت کا اولین عالمی ادارہ ہے یہ عظیم ادارہ ۷ اپریل سنہ ۱۹۴۸ء کو وجود میں آیا تھا جبکہ رکن اقوام کی جانب سے اس کے دستور کا اعلان کیا گیا تھا اس وقت (۸۶) قومیں اس ادارے کی رکن ہیں۔ جو اپنے اپنے ملکوں کے عوام کی صحت کی بہتری کے لئے امداد باہمی کے اصول پر جد و جہد کر رہی ہیں۔ اس مقصد کے لئے ان قوموں نے اپنے ذریعوں اور وسیلوں اور فنی معلومات اور قابلیتوں کو اکٹھا کر لیا ہے یہ ادارہ ایسی بین قومی تنظیموں میں شامل ہے جو سیاسی نقطہ نظر کا کوئی لحاظ کئے بغیر دنیا کے عوام کی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ ہر سال بجا طور پر اس ادارے کے قیام کی سالگرہ منائی جاتی ہے اس تقریب میں صحت کے قومی اور مقامی ارباب اقتدار کو نیز غیر سرکاری اصحاب کو بھی، جو صحت کے موضوع سے دلچسپی رکھتے ہوں، اس کا موقع ملتا ہے کہ وہ ان کوششوں میں ہاتھ بٹائیں اور اپنے ملک کے عوام کی صحت کی ترقی کیلئے جو تدبیریں اختیار کی جا رہی ہیں ان میں مدد دیں۔ عالمی یوم صحت کے لئے ہر سال عالمی ادارہ صحت کسی مناسب موضوع کا انتخاب کرتا ہے اور موقع پر ساری دنیا میں اس موضوع سے متعلق تفصیلی معلومات روشنی میں لائی جاتی ہیں۔ اس سال اس مقصد کے لئے موضوع "ملیریا کا خاتمہ۔ ایک عالمی چیالنج" چنا گیا ہے۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں یہ موضوع ہندوستان سے بڑھ کر کسی اور ملک کے لئے موزوں اور مناسب نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان میں ملیریا کے خاتمہ کے لئے پہلے ہی ایک قومی پروگرام چلایا جا رہا ہے۔ جس کا مقصد سارے ملک سے اس بیماری کو دور کرنا اور (۳۹۰) ملین عوام کو اس کے خطرے سے نجات دلانا ہے۔

متحدہ مہم

ملیریا کے انسداد کی مہم میں عالمی ادارہ صحت اہم حصہ لے رہا ہے جہاں کہیں ضرورت محسوس ہو۔ وہاں اب ادارہ ہماری کوششوں میں مدد دیتا ہے۔ ملیریا جیسی مہلک بیماری کا قلع قمع کرنے کی کوششوں میں اس ادارے کی فنی امداد، رہبری اور مشورے حاصل ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے علاوہ چند اور بین قومی ادارے مثلاً "یونیسف" اور ٹکنیکل کوآپریشن مشن ریاست ہائے متحدہ امریکہ" بھی ملیریا کی انسدادی مہم میں ہمیں امداد دے رہے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے قیام سے ہی انسداد ملیریا کے مسئلے کو اولین اہمیت دی گئی ہے اس ادارے کی رائے میں ملیریا سے بچاؤ کے لئے مکانات میں ڈی۔ ڈی۔ ٹی۔ کا چھڑکاؤ کافی تھا۔ لیکن سنہ ۱۹۵۱ء میں اچانک اس کا پتہ چلا کہ بعض اقسام کے مچھر ڈی۔ ڈی۔ ٹی کا مقابلہ کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد عالمی ادارہ صحت نے

اپنی پالیسی میں تبدیلی کرتے ہوئے مچھروں پر غیر معین طور پر قابو پانے کے پروگرام میں بھی تبدیلی کردی اور مچھروں کے ڈی۔ ڈی۔ ٹی کے مقابلے کے قابل بننے سے پہلے ہی ان کے مکمل خاتمہ کی مہم کو اپنا پروگرام بنالیا۔ ہندوستان میں بھی ملیریا کے خاتمہ کی مہم چلانا ہر طرح مناسب ہے۔ ڈاکٹر ماگا رڈن ڈائرکٹر جنرل عالمی ادارہ صحت کی رائے کا اقتباس نیچے دیا جاتا ہے۔

"ملیریا کا خاتمہ ساری دنیا کے لئے ایک چیلنج ہے۔ ایک ایسے دور میں جب کہ انسان چاند پر قدم رکھنے کے منصوبے بنارہا ہے اسے خود اپنے ہی سیارے میں اس قابل بننا چاہیئے کہ وہ ملیریا جیسے تباہ کن دشمن کو نکال باہر کردے۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آج دنیا کی قومیں اس چیلنج کو قبول کرنے کے موقف میں ہیں اور اسے قبول کرلینا عزت کا باعث ہے۔ ملیریا کے خاتمہ کے لئے پیسے امداد دے کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ یہ ممکن ہے۔

جناب حبیب عبداللہ صاحب بالفقیہ۔ پل قدیم۔ جناب مولوی سید حسینی پاشا صاحب مسعود پورہ۔ جناب مولوی شیرالدین صاحب معتمد دارالعرفان مبارک نلگم پلی۔ جناب آغا شیخ مرتضی علی صاحب قیصر راج محل۔ جناب نواب میر دلاور علی خان صاحب (مکرم الدولہ) ہونگیر۔ جناب ایم۔ ایم امرزا صاحب۔ سرپور۔

زریں فہرست

حسب ذیل اصحاب کا ادارہ شیراز ممنون ہے کہ ان صاحبین نے اخبار شیراز کی مستقل خریداری منظور فرماکر اپنی علم دوستی اور ہم آہنگی کا ثبوت دیا۔ ناشکر گزاری ہوگی اگر اس موقع پر اولاً سرکار حق آگاہ کی بارگاہ میں سپاس ادا نہ کیا جائے حقیقت تو یہ ہے کہ سرکار حق آگاہ کے فرمودات عالیہ اور کلام بلاغت نظام نے اخبار شیراز کی معنوی حیثیت میں چار چاند لگادیئے۔

آقای حسین ضابط (مدینہ ہوٹل) اور نواب میر طاہر علی خانصاحب (علی برادرس) کو فراموش کردینا بعید از اخلاق ہوگا۔ ان ہردو صاحبین کے ہمت دلانے پر ہم یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

درین دریائے بی پایاں درین طوفان موج افزا
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرساہا

آقای حسین ضابط تاریخ اجرائی سے تا ایندم برابر معاونت کئے جارہے ہیں گزشتہ ہفتہ موصوف نے مزید تین اشتہارات کے آرڈر ہمیں دلائے ہیں جسکے لئے ہم مشکور ہیں آقا کا سوچنا ہے کہ معنوی حیثیت کی طرح اخبار شیراز صوری حیثیت میں بھی تبدیلی ہو جائے۔ یعنی شیراز عمدہ کاغذ پر باتصویر شائع ہوا کرے۔

جناب پرنس حسن علی مرزا صاحب المخاطب بہ بہوراج۔ نلگم پلی۔ جناب میر حبیب علی شاہ صاحب ثانی۔ گنگلنڈی۔ جناب مولوی محمود پاشا صاحب بی۔ اے بی ٹی۔ کاردانا ہو

یہ سائنس کی دُنیا۔

مصنوعی سیاروں کے ذریعہ ٹیلیفون

ایٹمی بجلی

کمرہ ٹھنڈا رکھنے والا شیشہ

تار کے بغیر بجلی مہیا ہو سکے گی

خلائی جہازوں کیلئے تاروں کے نقشے

کیلی فورنیا یونیورسٹی کی ایک رصدگاہ کے ڈاکٹر جیرالڈ ای کران کی رپورٹ کے مطابق دوربین کے ذریعہ تصویر لینے والی ٹیوب کی تیاری میں ایک نئی پیش قدمی عمل میں آئی ہے جس کے مکمل ہونے پر علم سیارگان میں انقلاب آنے کی توقع ہے۔ ڈاکٹر کران ستاروں اور سیاروں سے متعلق مشاہدات کے ترقی یافتہ برقی آلات تیار کرنے میں انتہائی مہارت رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ دوربینوں میں تصویریں لینے کی جو موجودہ ٹیوبیں اور آلات پائے جاتے ہیں وہ اپنی جسامت سے ½ ۲ گنا زیادہ بڑی تصویریں لیتے ہیں۔ تصویر اتارنے والی ان ٹیوبوں کی سطح پر ایک حساس ملمع ہوتا ہے جسے سیسیم کہتے ہیں (یہ ایک ملائم روپہری دھات ہے) جس کی نچلی تہہ پر سیسے کا ملمع ہوتا ہے موجودہ مشکل یہ ہے کہ ہر بار جب تصویر اتاری جاتی ہے تو سیسیم کا ملمع اتارنا پڑتا ہے اور اس کے بعد ہی وہ ٹیوب دوبارہ استعمال ہو سکتی ہے۔ ایک وقت طلب عمل ہے۔ اس سے چھٹکارا پانے کے لئے اب مزید تحقیق ہو رہی ہے

مصنوعی ستاروں کے ذریعہ ٹیلیفون

انٹرنیشنل ٹیلیفون ریڈیو یونین کے صدر ڈاکٹر لائیڈ ڈی بیکنر کا بیان ہے کہ مصنوعی ستاروں کے ذریعہ دنیا کے کسی بھی مقام سے کسی دوسرے مقام تک بہت کم لاگت پر ٹیلیفون پر بات چیت ہو سکے گی جس پر ۲۰ سینٹ یا امریکی ڈالر کا پانچواں حصہ خرچ ہوگا۔ انہیں یقین ہے کہ اس طرح ریڈیائی لہریں مصنوعی ستاروں کے ذریعہ نشریات سے باہمی پیغام رسانی میں ایک انقلاب لے آئیں گی۔ اس قسم کے مصنوعی ستارے ریڈیائی پیغامات وصول کرنے کے بعد انہیں دور دراز کے زمینی اسٹیشنوں تک پہنچا دیں گے۔

ایٹمی بجلی!

امریکی ایٹمی توانائی کے ایک ماہر کا بیان ہے کہ ۱۹۷۵ء تک ملک میں بجلی کی مانگ کا دس فی صد حصہ ایٹمی بجلی کی صورت میں مہیا کیا جا سکے گا۔ اور ۲۰۰۰ء تک کوئلے کی جگہ بڑی حد تک بجلی لے لیگی۔ جنرل الیکٹرک کمپنی کے ایٹمی شعبے کے ایک سائنسدان ال ہینڈرسن نے متذکرہ صدر خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ ۱۹۶۰ء میں ان جگہوں میں ایٹمی بجلی کی مانگ بڑھے گی جہاں موجودہ طریقوں سے بجلی مہنگی پڑتی ہے

کمرہ ٹھنڈا رکھنے والا شیشہ

امریکہ میں کورننگ گلاس ورکس نے ایک نئی قسم کا شیشہ تیار کیا ہے جو شدید درجے کی حرارت کا مقابلہ کرتا ہے۔ اسے اب فولادی کارخانوں کے ایسے حصوں کو ٹھنڈا رکھنے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ جہاں بھٹیوں کی وجہ سے شدید گرمی پائی جاتی ہے۔ اسے ٹائر بکس بریڈ ہیٹ شیلڈ" کہا جاتا ہے۔ ٹائر بکس شیشے پر ایک شفاف دھات کی تہہ جمائی جاتی ہے۔ حرارت اس تہہ سے ٹکراتی ہے۔ لیکن

قطعہ

شیخ کا دل بھی جو ایاغ میں تھا
(جامِ شراب)
نور ہی نور بس چراغ میں تھا
نازِ بادِ صبا بھی کرتی ہے
پھول بکھرا ہوا جو باغ میں تھا

مرقوم ۹ر اپریل ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

حرارت کا اثر شیشے پر نہیں پڑتا۔

تار کے بغیر بجلی مہیا ہو سکے گی!

سائنسدان پچھلی نصف صدی سے بھی زیادہ عرصے سے اس امر پر بحث مباحثے کرتے آ رہے ہیں کہ تار کے بغیر محض کرۂ ہوائی اور خلا کے ذریعہ بجلی مہیا کی جایا کرے اور اس میں ٹرانسمیٹروں وغیرہ کی ضرورت نہ ہو۔ یہ سائنسی خواب اب عملی صورت پا گیا ہے۔ وائرلیس یعنی تار کے بغیر برقی پیغام رسانی ایک انقلاب انگیز انتہائی تیز رفتار اور نہایت طاقتور مائکرو لہروں کے ٹیوب کے ذریعہ ممکن ہوئی ہے۔ یہ ٹیوب والتھم (ماساچوسٹس) میں ریتھیان کمپنی نے تیار کیا ہے۔ اس کے ذریعہ وائرلیس کا نظام قائم ہوا ہے۔ مائکرو لہریں تھوڑے فاصلے کی ریڈیائی لہریں ہیں جو بہت پتلی پنسل جیسی شاخوں کی صورت میں پھیلتی ہیں۔ حالیہ برسوں میں انہی مائکرو لہروں کی ٹیکنالوجی میں تیزی سے ترقی کی بدولت تاروں کے بغیر برقی رو پہنچانا ممکن ہوا ہے۔ اسے ایمپلی ٹران کہا جاتا ہے۔ اب ۱۹۵۹ء میں ایک اہم دریافت ہوئی ہے جس سے ایمپلی ٹران کو ٹھنڈا رکھنے کا اتنا عمدہ طریقہ ہاتھ آ گیا ہے کہ پہلے کی نسبت دس گنا حرارت ٹیوب سے خارج کی جا سکتی ہے۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ ایمپلی ٹران کی زیادہ اعلیٰ افادیت اور اسے ٹھنڈا رکھنے کے نئے طریقے سے ایسے ٹیوبوں کی تیاری ممکن ہو گئی ہے جن میں پہلے سے ۲۰ سے ۱۰۰ گنا زیادہ طاقت ہوگی۔ اس طرح بجلی مروجہ تاروں کے بغیر پہنچائی جا سکے گی۔ اگر یہ بات پوری طرح حل میں آ گئی تو دنیا میں بجلی کے استعمال میں ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔

خلائی جہازوں کیلئے تاروں کے ٹائر!

امریکہ کی گڈایئر اینڈ ربر کمپنی نے تیز رفتار گاڑیوں اور خلائی جہازوں کے لئے ایک نئی قسم کا ٹائر تیار کیا ہے اس میں ربر یا سوت وغیرہ استعمال نہیں ہوتا جو شدید استعمال کے زیر اثر پھٹ جائے اس میں ہوا بھرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ ٹائر کلیتاً تاروں کا بنایا گیا ہے اور خلائی جہازوں کے زمین پر اترنے اور دوسری تیز رفتار گاڑیوں میں استعمال ہوگا۔ خلائی سفر میں ان ٹائروں پر برقی کرّوں اور گرم کرّوں میں سے گزرتے ہوئے حرارت کا اثر نہیں ہونے پائے گا۔ ربر کے ٹائر تو حرارت سے پگھل جاتے ہیں یہ ٹائر ایک ہزار سے ۲ ہزار درجہ حرارت تک بھی برداشت کر سکتے ہیں۔ گڈ ایئر کمپنی کا کہنا ہے کہ اس نئے ٹائر کی ڈائنمومیٹر سے آزمائش کی گئی ہے۔ اور مزید تجربے امریکی خلائی اور فضائی نظامت کی لیبارٹریوں میں کیے جائیں گے۔

قطعہ

صبح کی کس کو خبر کب ہو گئی | دیکھتے ہی دیکھتے شب ہو گئی
حسن کی تزئین میں کہتا ہے گُل | پان سے بھی خوبئ لب ہو گئی

(شہرہ)

(آمدہ از نذر باغ برائے کشمیر از ہفتہ وار)

امریکہ میں مردم شماری

امریکہ میں مردم شماری کے سلسلہ میں ابتدائی تیاریاں شروع کر دی گئی ہیں اور توقع ہے کہ یہ کام جلد اختتام پائے گا۔ امریکی آئین کے تحت ہر دس برس کے بعد مردم شماری کی جاتی ہے اور آبادی، مکانوں، جنسوں اور دیگر باتوں کا ریکارڈ تیار کیا جاتا ہے۔ ان اعداد و شمار سے نہ صرف خود عوام کا اشتیاق پورا ہوتا ہے بلکہ ان سے حکومت اور صنعت کو بھی اہم معلومات دستیاب ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ امریکہ کے سیاسی نقشے پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ جب امریکی جمہوریہ کی بنیاد رکھی گئی تھی یعنی ۱۷۹۰ء میں مردم شماری ہوئی تھی۔ ملک بھر میں لوگوں کے گھروں پر سوالنامے بھیجے گئے ہیں جنہیں لوگ پر کر رہے ہیں۔ اس سے اب ۱۸۰۰۰۰۰۰ لوگوں کا ... ایک ایسا ریکارڈ جو مردم شماری کیلئے مامور کئے گئے ہیں۔ یہ لوگ یکم اپریل بلکہ ۳۱ مارچ کی شام سے ہوٹلوں، ریسٹورانوں اور مسافر خانوں میں جا کر ان لوگوں کی گنتی کر رہے ہیں جو اپنے گھروں میں نہیں ہیں۔ یہ لوگ تقریباً ... تعداد رکھتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی جو علاقہ ان کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہاں پیدل، گھوڑے، جیپ گاڑیاں، کشتی یا ہیلی کوپٹر کے ذریعے جا کر اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ سوالنامے میں ہر شخص سے دو موٹے سوال دریافت کئے گئے ہیں

ذاتی اور خاندانی اعداد (جنس، عمر، ازدواجی رشتہ اور بچوں کی تعداد) اور مکانوں کے حالات (کمروں کی تعداد، پانی کی بہم رسانی اور کھانا پکانے کی سہولیات)۔ ۱۹۶۰ء کی مردم شماری کا ایک خصوصی پہلو یہ ہے کہ شمار کنندگان ہر جگہ گھر میں ایک سوالنامہ چھوڑتے ہیں جس میں زیادہ تفصیل سے سوالات دریافت کئے گئے ہیں اور یہ سوالنامے بذریعہ ڈاک واپس بھیجے جاتے ہیں۔ سوالات کی ایک فہرست ایسے معاملات سے متعلق ہے جیسے پیشہ، آمدنی، تعلیم اور قومی نسبت۔ دوسری فہرست میں گھریلو معاملات کے متعلق مزید تفصیل طلب کی گئی ہے۔ ایک اور فہرست میں ٹیلی فونوں، موٹر گاڑیوں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سیٹوں، کپڑے دھونے اور سکھانے کی مشینوں، ایئرکنڈیشنرز اور گھروں کو ٹھنڈا کرنے والی مشینوں کے متعلق معلومات طلب کی گئی ہیں۔ یہ تمام معلومات بلاشبہ قطعی خفیہ نوعیت کی ہیں۔ توقع ہے کہ یہ کام تقریباً پندرہ دن میں مکمل ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد محکمۂ مردم شماری ان اعداد کی ترتیب کا کام شروع کرے گا جو مشکل ترین کام ہوگا۔ اس سے پیشتر کہ امریکہ کی تقریباً اعداد و شمار کی فہرستوں کی صورت میں نتائج شائع کئے جا سکیں، گنتی کی جو ابتدائی جانچ پڑتال کی جائے گی اور پھر برقیاتی کمپیوٹروں کے ذریعے ان کی پختہ گنتی کی جائے گی۔ ہر کمپیوٹر (مشین) مردم شماری کے ۱۲۰۰ کاغذات کے اعداد کا چھوٹا سا جوڑ تیار کرے گی، اور ہر کاغذ میں ۲۰ اشخاص کے متعلق اعداد کا اندراج ہوگا۔ اس مقصد کے لئے چار کمپیوٹر استعمال کئے جائیں گے اور ان سے چار مہینوں کے اندر نتائج کا کسی قدر پتہ چل جائے گا۔

تاہم اعداد و شمار کی دوسری فہرستیں آئندہ سال سے پہلے شائع نہیں کی جائیں گی۔ اس مردم شماری کی سماجی، اقتصادی اور معاشی اہمیت کو بمشکل ہی نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ آئین کی ہدایت کے تحت ہر دس سال مردم شماری اس مقصد سے کی جاتی ہے کہ ہر ریاست کے ایوان نمائندگان میں اس کی آبادی کے مطابق نشستوں کا تعین کیا جائے۔ مردم شماری کے نمونوں ہی سے ان بعض تبدیلیوں کے متعلق پیشگوئی کی جا سکتی ہے جو عمل میں آئیں گی۔ مثال کے طور پر توقع ہے کہ آبادی کم از کم ۱۸ کروڑ پہنچ جائیگی۔ لوگ مغرب کی جانب زیادہ تعداد میں آباد ہو رہے ہیں۔ اس کے نتیجے سے ایوان نمائندگان میں نیویارک ریاست کی دو یا تین نشستیں کم ہو جائیں گی جب کہ کیلیفورنیا کی سات نشستیں بڑھ جائیں گی۔ اس کے علاوہ اس بات کی بھی تصدیق ہوگی کہ امریکی گھروں کے افراد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگوں کی عمر بھی بڑھ رہی ہے۔ ہنرمند کاریگروں اور مزدوروں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے اور زندگی کے معیار میں ہموار اضافہ ہو رہا ہے۔

غرض کہ اس مردم شماری سے کئی باتوں کا پتہ چلے گا۔

مدیر "شیراز" کی علالت

مدیر "شیراز" ۹ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ء کی رات کو یکایک بعارضہ انفلوئنزا مبتلا ہو گئے تھے لیکن اب بفضل خدا رو بصحت ہیں۔ ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب مسیح قوم نے نہایت دل جمعی و جانفشانی سے علاج فرمایا۔ موصوف نے نذر قبول کی اور نہ دوا کی قیمت ہی طلب فرمائی۔

مولوی نظام الدین صاحب، آقای حسین ضابط، آقای حاجی عبدالحسین اور ان کے رفقاء، آقای سہراب، مولوی سید علی رضا صاحب، مولوی میر واحد علی صاحب (چاند)، سید احمد رضا صاحب زیدی، نواب سید فیاض حسین صاحب، مولوی محمد داؤد خان صاحب ایڈوکیٹ اور مجتبیٰ موسوی صاحب عیادت کیلئے روزانہ تشریف لاتے رہے۔

ادارہ "شیراز" ان تمام حضرات کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہے اور دعا کرتا ہے کہ خدا ان تمام حضرات کو صحت و عافیت کیساتھ رکھے

ادارہ ڈاکٹر صاحب کا بھی تہہ دل سے ممنون و مشکور ہے کہ خدا کے فضل اور آپکی ہمدردی سے مدیر "شیراز" اس وقت رو بصحت ہیں

ملیریا کے خلاف جنگ ایک عوامی پروگرام ہے

گورنر کی نشری تقریر

گورنر نے عالمی یوم صحت کے سلسلہ میں ۷ اپریل ۱۹۶۰ء کی شام کو آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد سے جو نشری تقریر فرمائی۔

عالمی ادارۂ صحت کی بارہویں سالگرہ کے موقع پر یہ بات میرے لئے بڑی خوشی کا باعث ہے کہ آج مجھے ریڈیو کے ذریعہ عوام کو مخاطب کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے یہ ایک بین الاقوامی ادارہ ہے جو متحدہ قوموں کے ادارہ کے زیر اہتمام قائم کیا گیا ہے اور جس نے اپنے آپ کو ساری دنیا کے عوام کی صحت کی ترقی کیلئے وقف کردیا ہے۔ یہ تنظیم ادارہ ۷ اپریل ۱۹۴۸ء کو وجود میں آیا اور اس وقت سے ہر سال ۷ اپریل کو ساری دنیا میں عالمی یوم صحت منایا جاتا ہے۔ ہر سال یہ ادارہ ایک مناسب موضوع کا انتخاب کرتا ہے جس پر عوام کی توجہ مرکوز کرائی جاتی ہے اور اس ادارہ کے رکن ملکوں کی جانب سے چلائے جانے والے پروگراموں سے متعلق ان کی دلچسپی بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس سال اس مقصد کیلئے ملیریا کا انسداد۔ ایک عالمی چیلنج۔ کا موضوع منتخب کیا گیا ہے جو ہم ہندوستانی عوام کے لئے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ ملیریا کے خاتمہ جیسا بڑا پروگرام ہندوستان نے شروع کیا ہے وہ دنیا کے کسی اور ملک نے نہیں شروع کیا ہے۔

صدیوں سے ملیریا انسان کا بدترین دشمن رہا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۱۹۵۵ء میں ساری دنیا میں ملیریا سے متاثر ہونے والے لوگوں کی تعداد (۲۵۰) ملین اور اموات کی مجموعی تعداد سالانہ (۲.۵) ملین تھی۔ انسداد ملیریا کی جو تدابیر اختیار کی جاتی رہیں ان کے نتیجے میں ۱۹۵۷ء تک یہ متاثر ہونے والوں کی تعداد (۲۰۰) ملین تک اور اموات کی تعداد سالانہ (۲) ملین تک گھٹ گئی۔ ہندوستان میں ملیریا ہر وقت صحت عامہ کا ایک نہایت اہم اور فوری حل طلب مسئلہ رہا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں غیر منقسم ہندوستان میں تقریباً دس کروڑ افراد ملیریا میں مبتلا ہوگئے اور ان میں سے ہر سال تقریباً دس لاکھ افراد فوت ہوئے۔ اس بیماری کی وجہ سے واقع ہونے والے جانی نقصانات کے نتیجہ میں کام کے دنوں کے نقصان کی صورت میں جو معاشی نقصان ہوتا ہے اس کا اندازہ ایک ہزار کروڑ روپیے سے زیادہ لگایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مالی نقصانات کے ساتھ ساتھ جو امراض ملیریا سے منسوب کئے جاتے ہیں اس بیماری سے مسلسل حملے مریضوں کو بہت قدر ناتواں اور کمزور بنا دیتے ہیں کہ دوسری متعدی بیماریوں مثلاً دق، نمونیہ وغیرہ کے بھی آسانی کیساتھ شکار بن جاتے ہیں۔ اور پھر ان کی وجہ سے

مزید جانی نقصانات واقع ہوتے ہیں۔

حکومت ہند کی جانب سے ۱۹۵۳ء میں انسداد ملیریا کا قومی پروگرام شروع کئے جانے سے بہت پہلے ہی سے غیر منقسمہ ریاست مدراس اور سابق ریاست حیدرآباد میں ترتیب وار ۱۹۲۵ء اور ۱۹۳۹ء سے انسداد ملیریا کے پروگرام مختلف شعبوں میں چلائے جا رہے تھے۔ ۱۹۵۳ء میں سابق ریاست حیدرآباد میں قومی پروگرام انسداد ملیریا کے تحت (۲) یونٹ قائم کئے گئے تھے اور ۱۹۵۶ء میں ریاست آندھرا پردیش کے قیام کے بعد یونٹوں کو اس ریاست میں برقرار رکھا گیا۔ یہ یونٹس نرمل، نظام آباد اور ورنگل میں قائم ہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ ہر یونٹ ملیریا سے دس دس لاکھ کی آبادی کا بچاؤ کرے۔ آندھرا علاقے میں ایسے چھ یونٹ قائم ہیں جن میں سے دو یونٹ راجلم اور وساکھا پٹنم کی ایجنسیوں (ماگوڈم الورا کوواڑی) میں اور بقیہ چار یونٹ میدانی علاقوں وساکھا پٹنم، بیجواڑہ، نیلور اور اننت پور میں قائم ہیں۔

عمدہ نتیجے۔ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۵۸ء تک انسداد ملیریا کو قومی پروگرام کے نتیجے ہر لحاظ سے نہایت عمدہ رہے۔ مثال کے طور پر اسی ایک واقعہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ اس مدت میں نہ صرف ملیریا کا پھیلاؤ نصف کی حد تک گھٹ گیا بلکہ جہاں ۱۹۵۳ء سے پہلے سابق ریاست حیدرآباد کے اکثر دیہاتوں میں ۹۰٪ فیصد بچے ملیریا سے متاثر ہوتے تھے وہاں ۱۹۵۷ء تک اس طرح متاثر ہونے والے بچوں کی تعداد (۳۰) اور (۴۰) فیصد کے درمیان رہ گئی۔ یہ کامیابی یقیناً ہمت افزا تھی جس سے یہ واضح ہو گیا کہ علم طب ملیریا کا قلع قمع کر سکتا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر حکومت ہند نے ہمارے پانچسالہ منصوبوں کو انسداد ملیریا کے پروگرام کو اولین اہمیت والے پروگراموں میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا۔ متحدہ قوموں کے ٹکنیکل کوآپریشن مشن کی امداد اور تعاون سے ہم نے اپریل ۱۹۵۸ء سے اپنے ملک سے ملیریا کا قلع قمع کرنے کے لیے ایک زبردست مہم شروع کر رکھی ہے۔ البتہ اس سلسلے میں کچھ رکاوٹ یہ پیش آئی ہے کہ بعض بیرونی ملکوں میں ملیریا پھیلانے والے مچھروں نے اپنی سخت جانی اور قوت مزاحمت کا مظاہرہ کیا اور یہ واقعہ اس کا متقاضی ہے کہ ہم صحت عامہ کے اس خطرے کو دور کرنے کے لئے انتہائی تیزی اور مستعدی کے ساتھ کام کریں۔ ہمارے محبوب وزیراعظم شری پنڈت جواہر لال نہرو نے پچھلے سال تیسری ایشیائی ملیریا کانفرنس میں فرمایا تھا "وسعت رفتاری میں ایک زبردست خطرہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن آپ کے ہتھیاروں کا عادی بن جائے۔ تب اس پر قابو پانا آسان نہ ہوگا"۔ ہم خلوص کے ساتھ توقع رکھتے ہیں کہ ممکنہ مہلت کے ساتھ اپنے ملک سے ملیریا کو پوری طرح نکال باہر کرینگے۔

اب ہماری انسداد ملیریا کی اسکیم تیسرے سال میں داخل ہو رہی ہے۔ بہت جلد تمام ریاستوں میں ایک ایسی تنظیم قائم کی جانے والی ہے جس کے کارکن پندرہ پندرہ روز کے وقفے سے گھر گھر دورہ کریں گے۔ ملیریا میں مبتلا پائے جانے والے مریضوں کا مناسب علاج کرینگے تاکہ ان کے خون میں ملیریا کے مچھر کے طفیلیے ہلاک ہو جائیں۔

سرکارِ حق آگاہ کی صاحبزادی غفور النساء بیگم صاحبہ کا عقدِ مسعود

حیدرآباد ۔ ۱۰ اپریل ۔ آج سرکارِ حق آگاہ کی صاحبزادی غفور النساء بیگم صاحبہ کا عقدِ مسعود نواب سرور علی نبیرۂ مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنت پیشکار و سابق صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی کے ساتھ کنگ کوٹھی مبارک میں انجام پایا ۔ ساڑھے دس بجے سرکارِ حق آگاہ کی سواری ہمراہ حضرت شہزادی پاشاہ صاحبہ نذری باغ سے نہضت افروز کنگ کوٹھی مبارک ہوئی ۔ میر داماد صاحبزادہ نواب کاظم نواز جنگ بہادر (علی پاشاہ) نے استقبال شاہانہ کی عزت حاصل کی ۔ ابتدائی مراسم عروسی کی بجا آوری کے بعد عقد کا آغاز ہوا ۔ محفل عقد میں شہزادہ نواب مکرم جاہ بہادر کے علاوہ دیگر افراد خانوادۂ آصفیہ بھی تشریف فرما تھے ۔ عہدیداران پرائیوٹ اسٹیٹ و معتمد ٹرسٹس خان بہادر سی ۔ بی ۔ تارا پوروالا بھی شریک بزم عقد تھے ۔ دولہا کی جانب سے حسام العلماء مولوی آقا شیخ ابوالقاسم صاحب قبلہ اور دولھن کی جانب سے امام الجمعۃ والجماعت مولوی سید اصغر حسین صاحب قبلہ نجفی نے صیغۂ نکاح جاری اور خطبہ ارشاد فرمایا ۔ نکاح خوانی کے بعد دولہا نے نذر عقیدت پیش کرنیکی عزت حاصل کی

مصور جنگ راجہ دین دیال اینڈ سنس حیدرآباد نے مختلف زاویوں سے تصویریں کھینچیں اور فلم لیے راجہ حکیم چند دین دیال صاحب سرکارِ حق آگاہ کی وجہ سے ہمارے اخبار شیراز کے دلدادہ ہیں ۔ ذوق و شوق اور بڑی پابندی کیساتھ ارشادات عالیہ کا مطالعہ کرکے استفادہ کرتے ہیں اور اخبار کی توسیع اشاعت میں ہماری ممکنہ مدد فرماتے ہیں ۔

شرکاء محفل عقد کی تواضع کیلئے ایک پُر تکلف ایٹ ہوم ترتیب دیا گیا تھا اور اسی سلسلہ میں انیس الغرباء ، نامپلی اور دارالیتامیٰ دارالشفاء کے طلباء کیلئے ایک پُر تکلف ظہرانہ کا بھی بمقام مسجد نبودی اہتمام کیا گیا تھا ۔ غرض دنیا کی ایک بلند مرتبت شخصیت کے گھر یہ مبارک و مسعود تقریب نہایت سادگی ، خوش اسلوبی اور شرعی طریقہ پر انجام پائی ۔ جو ہمارے خیال میں ابنائے وطن کے لئے قابل تقلید ہے ۔ ہم ادارہ دوہفتہ وار شیراز کی جانب سے سرکارِ حق آگاہ کی خدمت عالی مرتبت میں بڑے احترام کیساتھ وہ مبارکباد شادی دختر تر اسرکارِ حق آگاہ " عرض کرنیکی سعادت حاصل کرتے ہیں ۔ خدا ہمارے سرکار کو صدہا سال سلامت باکرامت رکھے اور سرکار کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

گلشن اطفال

جادو

بچو! بتاؤ کیا تم بڑا آدمی بننا پسند نہیں کروگے دنیا کا کوئی بھی بچہ اسکا جواب نفی میں نہیں دیگا. تو پھر بتاؤ بڑا آدمی بننے کے لئے تمہیں کیا کرنا چاہیے۔ آؤ! ہم تمہیں بتاتے ہیں. بڑا آدمی بننے کیلئے آج ہم تمھیں ایک ایسا جادو سکھاتے ہیں کہ اسکے زور سے نہ صرف دنیا والوں کی نظر میں تم اونچے آدمی کہلاؤ گے بلکہ خدا بھی تم سے خوش ہوگا اور تمہیں عزت، شہرت اور نام عطا کریگا۔ تو سنو ۔ وہ جادو ہے ماں باپ کی اطاعت اور بزرگوں کی فرمانبرداری ۔ جو بچے ہمارے بتائے ہوئے اس جادو کو سیکھ لیں گے اور اس پر سختی سے عمل کریں گے وہ کبھی غلط راستے پر نہیں جا سکتے یاد رکھو ۔ ماں باپ کی اطاعت خدا کی عبادت کے برابر ہے۔ والدین کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے بچے اپنے مستقبل کو تاریک بنا لیتے ہیں وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ آؤ! ہم تمہیں فرمانبردار بچے کا ایک واقعہ سناتے ہیں

ایک سمندری جہاز پر ولیم نامی ایک آدمی اپنے بیٹے جوزف کیساتھ سفر کر رہا تھا ۔ جوزف کی عمر سات یا آٹھ سال کی تھی ۔ وہ اپنے ماں باپ کا حکم کبھی نہیں ٹالتا تھا ولیم اپنے بیٹے جوزف کو جہاز کے ڈیک پر تفریح کروا رہا تھا اتنے میں ولیم کو کسی کام سے اپنے کیبن میں جانے کی ضرورت پیش آئی ۔ جاتے جاتے اسنے جوزف کو تاکید کردی کہ وہ ڈیک پر ہی ٹھہرا رہے جبتک کہ اسکا باپ واپس نہ آجائے قسمت کی بات تھی کہ اچانک جہاز میں آگ لگ گئی سب لوگ ہراساں و پریشان ادھر ادھر بھاگنے لگے کوشش کے باوجود ولیم اپنے بیٹے تک نہ پہنچ سکا۔ جب لوگ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں نکلنے لگے تو انہوں نے جوزف سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی انکے ساتھ آجائے لیکن اسنے یہ کہکر انکار کر دیا کہ اسکے باپ نے اُسے یہیں انتظار کرنے کو کہا تھا اسلئے جب تک انکا باپ آجائے وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے گا ۔ اور پھر تھوڑی ہی دیر میں آگ کے شعلوں نے جوزف کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

دیکھا بچو! جوزف نے اپنے باپ کے حکم کو پورا کرنے میں اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی۔ آج دنیا میں جوزف زندہ نہیں ہے مگر تاریخ میں اس کا نام سنہری حروف سے تحریر ہے اور اسکی یاد کبھی نہیں مٹے گی۔

زرین اقوال

طبقۂ جاگیرداران نظام کا زیادہ ہی خواہ ہے کہ انکیے کوئی نازیبا حرکات ان سے سرزد نہیں ہوئے ہیں (سرکار حق آگاہ)

خدا نصیب کرے

شہزادہ شجیع کے طویل مسدس کا ایک بند

گروہِ اہلِ وفا بے شمار حاضر ہیں
بہت خراب غمِ روزگار حاضر ہیں
سلام کو بہ ادب شہریار حاضر ہیں
پیمبران ذوی الاقتدار حاضر ہیں
اس آستاں پہ نماز اور دعا نصیب کسے
بڑا شرف ہے جسے بھی خدا نصیب کرے

روحانی ریڈیو



ناشر :— مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

اکبر اے نوری میٹر پر نشرگاہ روحانی سے بول رہے ہیں۔ اس سے بھارتی تجزیہ زندگی کے الوسار ہم سب کے بارہ بج رہے ہیں اپنی گھڑی کا وقت ملا لیجئے۔ کیونکہ پل وقت کی گھڑی پوچھ کر نہیں آتی۔ اسی لئے بہتر ہے کہ آپ پہلے ہی سے ہوشیار ہوجائیں۔ ایک بار اپنی اپنی اوقات پر نظر ڈال لیجئے اپنے وقت کی گھڑی کو ہمیشہ اپنی اوقات کے مطابق رکھئے۔ آپ کی اوقات کو وقت کی گھڑی سے نہ آگے رہنا چاہیئے اور نہ پیچھے۔ سلامت روی تو اسی کا نام ہے کہ آپ کی اوقات ایک ایک منٹ، ایک ایک لمحہ وقت کی گھڑی کیساتھ ساتھ چلتی رہے آپکو شاید اسکا اندازہ نہیں ہے کہ جو لوگ وقت کیساتھ چلتے ہیں انکی اوقات کس قدر اونچی ہوجاتی ہے دنیا انھیں لیڈر، رہنما، اوتار، پیر اور خلیفہ جیسے القاب سے یاد کرتی ہے۔ یاد رکھئے اگر آپ کو پیسہ کمانا ہے مانئے نئے سوٹ پہننے ہے۔ قیمتی موٹروں میں پھرنا ہے۔ دائرہ احباب وسیع کرنا ہے۔ سوسائٹی میں مقبولیت حاصل کرنا ہے۔ ہوٹلوں اور کلبوں میں ہر رات نئی ڈارلنگ کے ساتھ ڈنر، ڈانس اور ڈرنک میں گذارنا ہے —— مختصر یہ کہ اگر آپ کو دنیا میں ترقی کرنا ہے۔ بڑا آدمی بننا ہے تو آج ہی سے وقت کا ساتھ دینا شروع کردیجئے — انگریزوں کی غلامی، غلامی ہوتی ہے۔ وقت کی غلامی کو غلامی نہیں کہتے۔ وقت کا غلام تو دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ وقت پرست کی دنیا پرستش کرتی ہے آج کی دنیا میں ابن الوقت ہونا بڑائی کی علامت ہے۔ موقع پرستی میں شرافت تو — اخلاق و کردار کے ڈھکوسلوں سے پیٹ نہیں بھرتا۔ کیونکہ آداب کے سانچے میں نہیں ڈھل سکتی۔ موقع سے فائدہ اٹھایئے اور ترقی کیجئے وقت کے بیٹوں کی اوقات بہت اونچی ہوتی ہے۔ بہرحال —— روحانی ریڈیو کی گھڑی کے مطابق ہم سب کے بارہ بج رہے ہیں۔ یہی وقت ہے کہ آپ اپنے وقت کی گھڑیوں کا جائزہ لیجئے۔ اور ان کو روحانی ریڈیو کے معیاری وقت کے مطابق رکھئے، آگے آپ کی مرضی ——

معاف فرمایئے کہ ہم نے اپنے پروگرام کے خلاف غیر معمولی طور پر آپ کا بہت زیادہ وقت لے لیا ——

اب آپ روحانی نشرگاہ سے ایک فیچر سنئیے۔ براڈکاسٹ کررہے ہیں عالیجناب فدوی شیخ رخ مسلطی صاحب۔ فدوی صاحب

کے پیش کردہ اس فیچر کا عنوان ہے "دو آئیں بائیں شائیں"

میرے پیارے روحانی دنیا کے دوستو — سودرا، سودری منولارا — نمسکار۔ سب سے پہلے میں اس بات کو صاف کرنا چاہوں کہ میرے اس انداز تخاطب کو آپ کہیں گالی گلوچ سے تعبیر نہ کریں ممکن ہے اکثر پڑھے لکھے اور قابل لوگوں کی طرح آپ بھی اس ریاستی زبان سے واقف ہوں۔ اور اپنی لیاقت کے زعم میں، سودرا، سودری، منولارا جیسے شائستہ اور میٹھے الفاظ کے معنی ہرزہ گوئی سمجھ کر میرے تخاطب کو واہیات پر حملے کے مترادف سمجھ بیٹھیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی طرح میں بھی ان الفاظ کے معنوں سے بے بہرہ ہوں — مگر — اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ الفاظ کسی کو گالی دینے کے لئے استعمال نہیں کئے جاتے واقعہ دراصل یہ ہے کہ میں محلہ "نویلہ گنج" سے گزر رہا تھا۔ اچانک پیچھے سے لاؤڈ اسپیکر کے چیخنے کی آواز بلند ہوئی — سودرا سودری منولارا — میں نے پلٹ کر دیکھی ایک موٹر جس پر سینکڑوں اشتہار چسپاں تھے اور جس کی چھت پر ایک بڑا سا لاؤڈ اسپیکر بھی نصب تھا آہستہ آہستہ بازار سے گزر رہی تھی۔ موٹر کے اندر بیٹھا ہوا ایک آدمی اپنے منہ کے آگے مائیکروفون پکڑے ہوئے کسی ریاستی وزیر کے انداز میں تقریر کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اشتہاری پرچے لوگوں کی طرف پھینکتا جا رہا تھا۔ اتنے میں قریب ہی کسی ہائی اسکول کی گھنٹی بجی اور دیکھتے ہی دیکھتے کمسن، نوجوان اور جوان لڑکوں کا غول سڑک پر یوں پھیل گیا جیسے یکایک [illegible] مرغیاں باہر نکل آتی ہیں — میں نے دیکھا اشتہاری موٹر سڑک کے کنارے رک گئی تھی اور تقریر کرنے والا پہلے سے بھی زیادہ اونچی آواز میں چیخ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں اسکول کے ہر طالبعلم کے ہاتھوں میں اشتہار کا پرچہ لہرا رہا تھا۔ ایک نوبستکن عمر اور قیامت خیز خدوخال والی لڑکی، ہاتھوں میں چند کتابوں کے ساتھ چھوٹا سا بیگ لٹکائے ہوئے موٹر سے بالکل قریب فٹ پاتھ پر سے گزر رہی تھی۔ اتنے میں اشتہار کا ایک پرچہ ہوا میں لہراتا ہوا تیزی سے لڑکی کی پشت پر آ کر چسپاں ہو گیا — پیچھے سے آتے ہوئے نوجوان لڑکوں کی منچلی ٹولی نے قہقہہ بازی شروع کر دی۔ اور پھر دو قدم چل کر جب وہ لڑکی میرے قریب سے گزرنے لگی تو میری نظریں اس کی پشت سے چپکے ہوئے اشتہار کے پرچے پر پڑیں۔ صفحہ کے ایک جانب تصویریں تھیں — کوئی آدمی اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے بیٹھا تھا جیسے کوئی اپنی [illegible] کی طرف جھکا کھڑا ہے اور ساتھ ہی ایک نوجوان جوڑا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے قدم بڑھا رہا ہے — صفحہ کے دوسری جانب انگریزی، اردو، ہندی اور تلنگی زبانوں میں تفصیل درج تھی۔ معاف فرمائیے — میں نے تفصیل نہیں پڑھی اور اگر پڑھی بھی تو مجھے یاد نہیں۔ اور اگر یاد بھی ہے تو دہرا نہیں سکتا — اور اگر دہرا سکتا ہوں تو صرف اتنا کہ اشتہار میں سب سے اوپر جلی حروف میں لکھا تھا — "مایوس نوجوانوں کیلئے مژدۂ حیات —" اور سب سے نیچے درج تھا — "ڈاکٹر جیٹھا .... دیسی بالے بھی دیکھئے" خواہ مخواہ تفصیل ہو جانے سے مجھے اپنے عنوان سے ہٹ جانے کا تو کوئی خوف نہیں ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں میرے اس فیچر کا کوئی مقصد ہے نہ مطلب جیسا کہ خود میرے اس فیچر کے عنوان



سے ظاہر ہے کہ آپکا وقت ضرور ضائع ہوگا ۔ تو ۔ خدا آپ کو اچھا رکھے میں کیا عرض کر رہا تھا ۔ دیکھئے بات کہاں سے کہاں نکل گئی ہے ۔ ہاں تو میں ، سودرا ، سودری ، متولارا کے متعلق عرض کر رہا تھا ۔ ان میٹھے شبدوں کے معنی کچھ بھی ہوں مگر گالی کبھی نہیں ہو سکتے ۔ یہ اور بات ہے کہ گالیاں ہمیشہ میٹھی ہوتی ہیں خواہ لی جائیں یا سنی جائیں بشرطیکہ محبت اور دوستی میں دی جائیں نہ کہ لڑائی جھگڑے میں ۔ تو اب آپ خود ہی سوچئے کہ سودرا ، سودری ، متولارا کے معنی گالی گلوچ کے ہوتے تو اسطرح اشتہار کر کے نو الاسر یا نزار لاؤڈ اسپیکر پر کیسے چلا سکتا تھا

الغرض میرے پیارے سودرا ، سودری ، متولارا میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں کہ تمہید بہت طویل ہوگئی ہے اور اسی طوالت کے پیش نظر آپ اگر اس تمہید کو بھی میرے فیچر میں شامل کر لیں تو کیا برا ہے ۔۔۔ یوں بھی جہاں تک میرا خیال ہے فیچر کے لئے کوئی تمہید نہیں ہوا کرتی بہرحال کچھ بھی ہو ۔ آئیں ۔ بائیں ۔ شائیں ۔ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ میں جو کچھ آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں اور کر رہا ہوں وہ محض قصہ کہانی نہیں ہے بلکہ واقعات ہیں میرے اس فیچر کے سارے کردار فرضی نہیں بلکہ حقیقی ہیں یہ اور بات ہے کہ میں اپنے ان کرداروں کا نہ صرف صحیح بلکہ غلط نام اور پتہ بھی بتانے کے قابل نہیں ہوں ۔ بھلا آپ ہی سوچئے ۔ سڑک سے گذرتے ہوئے ایک عجیب سا واقعہ آپکی نظروں کے سامنے پیش آتا ہے ۔ آپ اسکو اپنے دوستوں کے سامنے دہراتے ہیں ۔ کیا یہ ضروری ہے کہ آپ اس واقعہ کے تمام کردار سے ذاتی طور پر واقف ہوں

ابھی کل ہی کی بات سنیئے

میں ایک مسجد کے قریب سے گذر رہا تھا ۔ دو نوجوان شاید نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلے دونوں کے چہروں پر خوبصورت سی داڑھی جسم پر ململ کا کرتا ۔ ٹخنوں سے اونچا تنگ سا پاجامہ ، پاؤں میں کھڑاویں ، سروں پر جالی کی کشتی نما ٹوپی ۔ اور ۔۔۔ پیشانی پر مبہم سا سجدوں کا نشان ۔ ایک نوجوان مسجد کے پیچھے اترتے ہی فٹ پاتھ پر ضرورت کیلئے بیٹھ گیا ۔ دوسرا نوجوان قریب ہی کھڑا اسکا انتظار کرنے لگا ۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ضرورت سے فارغ ہو کر استنجا کرتا ہوا اپنے دوست کے قریب آگیا ایک ہاتھ میں ریشمی کمر بند پکڑے دوسرے ہاتھ سے استنجا میں مشغول ، وہ پاؤں کو یوں حرکت دے رہا تھا جیسے بال روم میں ڈانس کر رہا ہو ۔ اتنے میں دو لڑکیاں زیرلب مسکراتی ، آہستہ آہستہ باتیں کرتی ہوئیں دونوں نوجوانوں کے قریب سے گذرنے لگیں اور جب لڑکیوں کی نظر نوجوان کیطرف اٹھ گئیں تو فوراً ہی ان کے چہروں پر عجیب سی سنجیدگی آگئی اور وہ کترا کر سڑک کی دوسری جانب جانے لگیں ۔ داڑھی والا ایک نوجوان لڑکیوں کو گھورتا ہوا اپنے دانت زور سے دبا کر بولا ۔۔ "اُف تیری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی ہے ۔۔۔"

یہ سنکر اسکا دوست جو ابھی تک استنجا میں مشغول تھا اپنے پاؤں ہلاتا ہوا بولا ۔۔۔ "ابے نالائق ۔ مسجد کا بھی احترام نہیں کرتا ۔۔۔ ماروں گا اسی ڈھیلے سے ۔۔۔" اور پھر اس نے ڈھیلا دوسری طرف پھینک دیا ۔ اب بھلا آپ ہی سوچئے اگر مجھ سے ان لڑکیوں کا یا دونوں نوجوانوں کا نام پتہ وغیرہ پوچھا جائے تو میں کیسے بتا سکتا ہوں ۔۔۔ اور پھر ۔۔۔

آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ محض گھڑت قصہ ہے یقین کیجئے یہ آنکھوں دیکھا واقعہ ہے

خدا آپ کو نیکی دے۔ گذشتہ اتوار کو ایک ضروری کام کے سلسلہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے علی الصبح ساڑھے پانچ اور چھ بجے کے درمیان لنگر حوض پہنچا۔ دیکھا کہ وہ اپنے مکان کی پھاٹک کے بیرونی حصہ میں ایک طرف کھڑے ہیں اور ایک شخص باہر کھڑی ہوئی دو بیلوں کی بنڈی سے جلانے کی لکڑیوں کا ایک ایک بنڈل اٹھا کر اندر رکھا جا رہا ہے پہلے تو میں نے سمجھا شاید انہوں نے گھر کے لئے لکڑیاں خریدی ہے — مگر میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب ایکبار میں نے دیکھا کہ لکڑیاں اٹھانے والے نے ایک سے زائد بنڈل اٹھانے کی کوشش کی تو میرے دوست نے ایک کمانڈر کی طرح اسے ڈانٹ پلائی — "خبردار! ایک سے زائد بنڈل نہ اٹھانا صرف ایک ایک بنڈل اٹھاؤ —" آخر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اپنے دوست سے پوچھ ہی لیا — "بھئی کیا بات ہے — آخر یہ کیا ہو رہا ہے —؟" میرے دوست نے یوں جواب دیا "واقعہ یہ ہے کہ ذات شریف جو اس وقت لکڑیوں کے بنڈل اٹھا رہے ہیں رات ایک اور ساتھی کے ہمراہ رات کے ڈھائی بجے معمول طور پر ان لکڑیوں کی چوری کی غرض سے میرے مکان تشریف لائے تھے۔ تم جانتے ہو میری بے خوابی کی بیماری کے بارے میں بستر پر پڑے پڑے میں تماشہ دیکھا کیا اور ان دونوں نے مکان کے اندرونی صحن سے لکڑیوں کے سارے بنڈل باہر کھڑی ہوئی اس بنڈی میں منتقل کرتے رہے۔ جب ساری لکڑیاں باہر منتقل ہو گئیں تب میں نے انہیں پکڑ آ لیا تھا۔ ایک صاحب تو فرار ہو گئے یہ بیچارے پکڑے گئے اور میں نے ان کے لئے یہ سزا تجویز کی ہے کہ ایک ایک بنڈل پھر سے اندر منتقل کر دیں۔ تم دیکھ رہے ہو پھاٹک سے اندرونی صحن کا فاصلہ تقریباً سو گز سے کم نہیں اور یہ بیچارے ڈیڑھ گھنٹے سے قواعد پریڈ کر رہے ہیں بس ابھی صرف آدھی سے کم ساری لکڑیاں جب اندر منتقل ہو جائینگی تو ان صاحب کو درد حصول رسید کرکے چلتا کرونگا —"

اب ہم آر نوری بلیڈ پر یہ بسم روحانی لنگر گاہ سے بول رہے ہیں ہمیں افسوس ہے کہ وقت کی کمی کے باعث مالبغیا — فدوی شیخ اسحق صاحب کا یہ قیمتی آپ کو پورا نہیں سنا سکے۔ آئندہ ہفتہ تک کیلئے ہمیں اجازت دیجئے

مفت مخبر

بچوں کو تعلیم دینے والی مشین

ہارورڈ یونیورسٹی کے ماہر نفسیات پروفیسر سکنر نے ایک ایسی آسان مشین ایجاد کی ہے جس کے ذریعہ بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ تجربہ نیا ہے تاہم اس کے نتائج حوصلہ افزا ثابت ہو رہے ہیں۔

امریکہ میں نہایت خاموشی سے ایک اہم نئی ایجاد عمل میں آئی ہے۔ اس کا نام ہے تعلیم دینے والی مشین۔ اس کی بناوٹ اس قدر آسان ہے کہ ایک بچہ بھی ایک ابتدائی اسکول کی تجربہ گاہ میں اسے تیار کر سکتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ اس قدر اہم بھی ہے کہ حالیہ برسوں کی عظیم تعلیمی ترقیوں سے اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ مشین ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر بی ایف سکنر نے ایجاد کی ہے جو ایک مشہور ماہر نفسیات ہیں۔ وہ علمی نفسیات کی مہارت رکھتے ہیں۔ ان کی تجربہ گاہ میں کبوتر پنگ پانگ کھیلتے اور پیانو بجاتے ہیں۔ چوہے اپنی ناک پر گیند کا توازن قائم رکھتے ہیں اور دوسرے جانور حیران کن کرتب دکھاتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب تک کوئی بھی شخص شائد جانوروں کو اتنی اچھی طرح سے تربیت نہیں دے سکا۔ چند برس پہلے سکنر نے انسانی تعلیم کے مسئلوں کی جانب اپنی توجہ مبذول کی تھی اور اس کے نتیجے کے طور پر کئی مشینیں عمل میں آئی ہیں جو الجبرا، زبندانی، نفسیات، بچوں، طبیعیات اور صرف و نحو وغیرہ کے دقیق مضامین کی تعلیم دینے کے لئے آزمائی گئی ہیں۔

ہارورڈ یونیورسٹی کے معلم ڈگلس پورٹر نے سکنر کے اصولوں کے مطابق ایک آسان ترین مشین بنائی ہے۔ یہ ایک کھوکھلا بکس ہے جس کے سرے پر ایک تنگ کھڑکی ہے۔ اس پر ایک لیور لگا ہے جو لکھے ہوئے کاغذ کو آگے پیچھے لے جاتا ہے۔ اس سے آج کے دور کے بعض شدید تعلیمی مسئلے حل ہونے کی امید ہے۔ مثال کے طور پر یہ مشینیں معلموں کو ان کے روزمرہ کے بہت سے تکلیف دہ کاموں سے نجات دلا سکتی ہیں اور اس طرح انہیں زیادہ طلباء کو پڑھانے کیلئے زیادہ وقت مل سکتا ہے۔ جو بچے پڑھنا نہیں چاہتے ان کا کیا کیا جائے؟ اگرچہ مشینیں استعمال کرنے والے بچوں کو محنت کرنی پڑتی ہے تاہم وہ اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ دوسری جماعت کے ہجے یاد کرنے والے طلباء مشین پر اپنی رفتار سے کام کرتے ہیں اور نو ہفتوں کا کام پانچ ہفتوں میں ختم کرتے ہیں۔ حساب جیسا خشک مضمون پڑھنے والے طلباء اس مشین کو اس قدر پسند کرتے ہیں کہ وہ وقفہ میں بھی اس پر کام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس مشین کے ذریعہ بچوں کو تعلیم دینے کا کام بھی ابتدائی مرحلے میں ہے تاہم اب تک اس کے نتائج نہایت حوصلہ افزا ثابت ہوئے ہیں۔ ایک بکس جس کے سرے پر کھڑکی اور پہلو پر لیور لگا ہوا ہو اتنا کام کیونکر کر سکتا ہے؟ اصل میں یہ مشین اتنی اہم نہیں جتنا اہم وہ تحریری مواد ہے جو مشین کے اندر رکھا جاتا ہے اور جس کا طلباء مطالعہ کرتے ہیں۔ پورٹر مشین میں یہ مواد ایک کاغذ کے تختے پر چھاپا جاتا ہے اور دوسری مشینوں میں کارڈوں یا فیتوں پر۔ یہ تحریری پروگرام ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے اور مشین سے اس پروگرام کو باقاعدہ طور پر سمجھنے میں امداد ملتی ہے۔ اس امر کو واضح طور پر سمجھنے کے لئے کہ اس پروگرام کی مدد سے

قطعہ

مولدِ صہرِ نبیؐ (کعبہ) ہے جو آفتاب لئے | جملہ اوصافِ علیؑ کو بھی ہے کتاب (مقدس) لئے
کہتی ہے ہیجدہ تاریخ یہی ذی حج کی | ہے عجب خمِ غدیر آج مئے ناب لئے

(آمدہ از ندری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

مشین کیونکر تبدیل ذکر نتائج حاصل کرتی ہے ہمیں سکنر وغیرہ بنیادی علمی قواعد کا جائزہ لینا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ حیوانوں سے متعلق سکنر کے پروگرام میں ان پر کیونکر عمل کیا جاتا ہے اور ان کا دنیا کے ہر اسکول پر عملاً کیونکر اطلاق کیا جا سکتا ہے اس کے بعد ہم از خود مشینوں کو غور سے دیکھ سکتے ہیں کہ وہ کیوں اور کیسے کام کرتی ہیں سکنر کے علمی نظریہ کو مشین کے اس تعلیمی پروگرام کے ذریعہ بہترین طور پر جاری کیا جا سکتا ہے جو ہارورڈ یونیورسٹی میں قدرتی سائنس کے نصاب کا حصہ ہے اور جس کی تعلیم خود سکنر ڈاکٹر جیمز ہالینڈ کے ساتھ مل کر دیتے ہیں۔ اس مشین کا تحریری پروگرام اس امر کے سوا ایک تحریری امتحان دینے کی مانند ہے کہ اس میں سوالوں کے ساتھ جوابات بھی دیئے گئے ہیں اور کوئی بھی بچہ ہر سوال کا جواب دینے کے فوراً بعد سیکھتا ہے کہ آیا اس کا جواب درست ہے یا نہیں۔ سکنر کا قوم ہے کہ انسان میں سیکھنے اور مسئلوں کو صحیح طور پر حل کرنے کا جذبہ قدرتی طور پر پایا جاتا ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ چھوٹے بچے سارا سارا دن کیونکر سوالات دریافت کرتے رہتے ہیں۔ اور کہ وہ اپنے کھیلوں میں کیونکر سنجیدہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ چار سال کے بچے گھروں میں کھیلتے ہوئے مسکرا سکتے ہیں۔ وہ کھیل کے ذریعے سیکھتے ہیں۔ دراصل بچے کا حقیقی کام علم حاصل کرنا ہے لہذا بچوں کے لئے علم حاصل کرنا بھی کھیل ہونا چاہیئے اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ اس مشین سے تعلیم حاصل کرنے والے طلباء اپنے کام میں کھو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ اس سے کھیل کا لطف بھی حاصل کرتے ہیں۔ ہجے یاد کرنے والے جو طلباء پورٹر قسم کی مشینیں استعمال کرتے ہیں وہ ایک وقت میں ایک سوال کھڑکی میں ڈالتے ہیں اور لیور کا ہتھا ایک سمت میں لے جاتا ہے۔ طالب علم اپنا جواب لکھنے کے بعد لیور کو چلاتا ہے جس سے اسکا سوال و جواب شیشے یا پلاسٹک کی شفاف پلیٹ سے ہوتا ہوا کھڑکی کے اوپری حصے تک پہنچ جاتا ہے جہاں وہ انہیں پڑھ سکتا ہے لیکن اپنے جواب میں تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ ہی صحیح جواب کھڑکی کے پہلے حصے پر آ جاتا ہے۔ وہ اپنے جواب کا صحیح جواب سے مقابلہ کرتا ہے اور اس کے بعد اگلے سوال کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ سسٹم سکنر کے چار تعلیمی قواعد سے کیونکر مطابقت رکھتا ہے؟

اوّل۔ اس سے فوری ہدایت موصول ہوتی ہے۔ دوم طلبا کو ہر سوال کا درست جواب ملتا ہے جیسے وہ کسی تحمل مزاج پرائیویٹ معلم سے تعلیم پا رہے ہوں۔ سوم۔ یہ پروگرام اس طرح مرتب کیا گیا ہے کہ طلبا کو سریع اور آسانی سے علم و مفاہمت کے متعلق ہدایت دی جا سکے۔ چہارم۔ سوالات اس قدر آسان ہوتے ہیں کہ ان میں سے بیشتر کا درست جواب ملتا ہے۔ اس طرح اس مشین سے چاروں ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ اور ایک طالب علم کو یہ معلوم کرکے کہ اس نے سوال کا درست جواب دیا ہے جتنی خوشی ہوتی ہے اسی سے اسے لگن اور محنت کے ساتھ مطالعہ کرنے کی تحریک حاصل ہوتی ہے

ہارورڈ، جارجیا، کیمبرج اور دوسری یونیورسٹیوں میں قریباً ایک درجن مختلف قسم کی ایسی مشینیں تیار کی گئی ہیں جن میں غیر ملکی زبانوں کی تعلیم سے متعلق فونوگراف ریکارڈوں والی مشینیں بھی شامل ہیں۔ مستقبل کی تعلیم دینے والی مشین کس قسم کی ہوگی؟ یہ ایک پورٹر مشین کی مانند سادہ اور ارزاں ہو سکتی ہے۔ وسیع پیمانے پر تیاری سے یہ مشین غالباً ۲۵ روپے میں فروخت ہو سکتی ہے تاکہ ہر طالب علم اپنے پاس دو مشینیں رکھ سکے۔ ایک جماعت میں اپنی میز پر دوسری گھر میں اسکول کا کام کرنے کے لئے۔ دوسری مشین زیادہ جامع اور قیمتی ہوگی۔ تیسری قسم کی مشین ایک سرکردہ محقق ڈاکٹر تامس ایف

قطعہ

دل سے یہ کبھی میرے ہٹائی نہیں جاتی
وقعت جو ہوئی ہے وہ گھٹائی نہیں جاتی
اپنے تو رہے مخفی و گمنام جہاں میں
غیروں کیلئے ناک کٹائی نہیں جاتی

(بطور شگون)

(آمدہ از اندری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

گلبرٹ کی طرف سے تیاری کی جا رہی ہے جو آجکل سکنر کے ساتھ بار ورڈ میں کام کر رہے ہیں۔ جب طالب علم تیزی اور مہارت سے سوالوں کے جواب دے گا۔ تو مشین کے بعد مشین سے آواز آئے گی "آپ بہت اچھا کام کر رہے ہیں"۔ جہاں تک ٹیچروں کا تعلق ہے سر دست انہیں کسی پروگرام کو مرتب کرنے اور مشین کے ذریعہ سکھانے میں بہت دقت درکار ہوگی لیکن یقین کیا جاتا ہے کہ پروگرام اور مواد کو اچھی طرح مرتب کرنے کے بعد ان مشینوں سے ٹیچروں کی زندگی بہت آسان بن جائے گی اور انہیں انفرادی طور پر طلباء پر توجہ دینے کے لئے زیادہ وقت مل سکے گا۔

جہادِ حسینی

از سردار سنت سنگھ صاحب ایڈیٹر انصاف

ہر ایک حق شناس شخص جسے قدرت نے ذرا سی بھی عقل سلیم عطا کی ہے وہ واقعات کربلا سے بے خبر نہیں۔ مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت امام حسینؑ نے جو جنگ لڑی وہ انکی ذاتی جنگ نہ تھی بلکہ انسانیت و حق پرستی کی حمایت کی جنگ تھی۔ حضرت ذاتی طور پر خونریزی اور جنگ کو پسند نہ کرتے تھے اسی وجہ سے جب انہوں نے مدینہ میں جنگ کی سازش کے آثار دیکھے تو مکہ تشریف لے گئے اور جب مکہ میں بھی جنگ کے بادل منڈلاتے ہوئے پائے تو کوفہ چلے گئے۔ حج کے ایام میں جبکہ اسلامی دنیا مکہ معظمہ کی زیارت کے لئے امنڈ رہی تھی۔ مکہ سے واپسی کوئی آسان کام نہ تھا۔ حضرت کو خلاف معمول جب حاجیوں نے واپس جاتے دیکھا تو انکی حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہ رہی اور اکثر حاجی بے اختیار کہہ اٹھے کہ حضرت یہ کیا ماجرا ہے کہ اسلامی دنیا تو حسب معمول حج کے لئے مکہ کی طرف اور آپ خلاف معمول مکہ سے واپس لوٹے جا رہے ہیں۔ لیکن حضرت چونکہ جنگ کے حامی نہ تھے اسلئے انھوں نے جنگ کی ساعت بد کو ٹالنے کے لئے فریضۂ حج جیسے اہم فرض کی ادائیگی سے محروم رہنا بھی گوارا کر لیا۔ اور حاجیوں کی حیرت اور پریشانی کو دور کرنے کے لئے حضرت نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اکثر فرماتے کہ میں خدا کی راہ میں قربان ہونے جا رہا ہوں۔ الغرض متانت اور سنجیدگی حضرت کے ورثہ میں آئی تھی۔ اور جب کہ مخالفین ظلم، فرعون مزاجی اور تکبر میں دنیا کا ریکارڈ مات کر رہے تھے اس آخری وقت پر بھی حضرت نے نرمی۔ متانت اور سنجیدگی کے اوصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور یہاں تک ملائمت کی انتہا کر دی کہ اپنے ایک پیغام کے ذریعہ آپ نے مکہ یا مدینہ میں گوشہ نشین ہونے یا یزید کی سلطنت سے باہر اور کسی ملک میں جانے کی آمادگی تک ظاہر کی لیکن اس وقت ظالم یزید اور اس کے حواری چونکہ حضرت امام حسینؑ اور

ان کے عزیز و اقارب کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے اسلئے انھوں نے بیعت یا قتل کا جواب دے کر حضرت کی اس شریفانہ پیشکش کو بھی ٹھکرا دیا۔ اور اب آخری موقع پر حضرت امام حسینؑ کے سامنے سوائے اسکے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ یا تو وہ دنیا کے دیگر کمزور اور بزدل انسانوں کی طرح یزید جیسے فرعون و بدکار سے بیعت کر کے محض اپنی ذاتی جاہ و حشمت کے لئے اپنے بزرگوں اور دین اسلام کے ناموس کو خطرے میں ڈالدیں۔ یا حق و صداقت کے راستہ پر شہید ہو کر آئندہ دنیا کے لئے شمع ہدایت ثابت ہوں۔ چنانچہ حضرت امام حسینؑ نے اپنی اور اپنے ساتھیوں اور عزیز و اقارب کو بھینٹ چڑھا کر شہادت اور قربانی کی کربلا میں وہ نظیر قائم کر دی جس کے مطالعہ سے آج تیرہ سو سال بعد بھی ایک پتھر سے پتھر دل انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مخالفین یہ سمجھے ہوئے تھے کہ حضرت حسینؑ ان کے بھائی حضرت عباسؑ ان کے ننھے ننھے بھانجوں، بھتیجوں، چھ ماہ کے شیر خوار بچے حضرت علی اصغرؑ کو تہ تیغ کر کے انہوں نے حضرت حسینؑ کی امامت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے۔ (باقی آئندہ)

قطعہ

پڑا ہے شرم سے پانی گھڑوں سے ‖ ہوئے جو بے ادب چھوٹے بڑوں سے (اولاد) (بزرگ)
عجب دُنیا کا کوئی رنگ دیکھے ‖ خُدا محفوظ رکھے بھکڑوں سے (ہنرلیات)

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

سرکارِ حق آگاہ کی صاحبزادی مہرالنساء بیگم صاحبہ کا عقدِ مسعود

شہزادہ والا شان نواب معظم جاہ بہادر بالقابہم کی شرکت

۵؍اپریل کو سرکارِ حق آگاہ کی صاحبزادی مہرالنساء بیگم صاحبہ کا عقدِ مسعود صاحبزادہ نواب میر رشید اللہ خان رشید جنگ بہادر فرزند نواب محمد ولی الدین خان ولایت جنگ ولی الدولہ مرحوم کے ساتھ کنگ کوٹھی مبارک میں انجام پایا۔ ۱۰ ½ بجے سرکارِ حق آگاہ کی سواری نذری باغ سے ہمراہ حضرت شہزادی پاشا صاحبہ رونق افروز ہوئی میر داماد صاحبزادہ نواب کاظم نواز جنگ بہادر (علی پاشا) نے استقبالِ شاہانہ کی عزت حاصل کی ذیلی مراسم عروسی کی انجام دہی کے بعد محفل عقد منعقد ہوئی۔ دولہا کی طرف سے حسام العلماء مولوی آقا شیخ ابوالقاسم صاحب قبلہ خراسانی اور منجانب عروس امام الجمعۃ والجماعت مولوی سید اصغر حسن صاحب قبلہ نجفی نے صیغۂ نکاح جاری کیا۔ اختتام عقد پر سرکارِ حق آگاہ نے دولہا کی گل پوشی کی۔ دولہا نے پیش کشی نذر اور قدم بوسی کی عزت حاصل کی۔ تقریب میں شہزادہ والا شان نواب معظم جاہ بہادر بالقابہم کی شرکت سرکارِ حق آگاہ کی مزید شادمانی و مسرت کا باعث ہوئی۔ دیگر اراکین خاندانِ حضور نظام کے علاوہ نواب زین یار جنگ بہادر بالقابہم اور معتمد ٹرسٹس خان بہادر سی۔ بی تارا پور والا اور دیگر عہدہ داران پرائیویٹ اسٹیٹ بھی شریک تھے۔ منصور جنگ راجہ دین دیال اینڈ سنس نے محفل عقد کی متعدد تصویریں لیں۔ شادی کی محفل عروسی کے لئے پُر تکلف اٹ ہوم کا انتظام تھا اسی سلسلہ میں انیس الغرباء اور دارالیتامیٰ دارالشفاء کے طفل کیلئے مسجد چوک میں دسترخوان چنے گئے تھے۔ ہم ادارہ شیرازی کی جانب سے سرکارِ حق آگاہ کی خدمت فیض درجت میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ "مبارک شادی دختر نیک اختر سرکارِ حق آگاہ" عرض کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں خدا سرکار کو عمر نوحی، ساتی سلامت باکرامت رکھے اور سرکار کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے (آمین)

(افسانہ)

مجتبیٰ حسن موسوی

بے زبان

دونوں خاموش تھے اور کسی ذہنی کشمکش سے دونوں کے چہروں پر اداسی چھائی ہوئی تھی — موٹر سنسان سڑک پر فراٹے بھرتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ نیلے اور شفاف آسمان پر کہیں کہیں ابر کے سفید ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ کہرے کی زردی میں سنہرا چاند اپنی پوری تابناکیوں سے چمک رہا تھا۔ دور کسی گھڑی نے بارہ بجائے اور ساتھ ہی کتوں کی بھیانک آوازیں فضا میں گونجنے لگیں۔

ارشد نے سگریٹ کا ایک لمبا کش لیا اور اپنی بھاری بھاری اداس نظروں سے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے موٹر کی رفتار اور بھی تیز کر دی۔

"آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے ارشد —؟" قیصر نے طویل خاموشی کو توڑا۔ "کیوں اتنی جلدی کر رہے ہو —" ارشد نے کوئی جواب نہ دیا اور قیصر کی آواز موٹر کی سرسراہٹ میں گم ہو کر رہ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر پوچھا

"تم اسقدر پریشان کیوں ہو۔ بھئی کیا حالت ہے شہناز کی —؟"

اب بھی ارشد نے کوئی جواب نہ دیا اور جب قیصر نے اسکی طرف دیکھا تو ارشد کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ تردد اور اضطراب کے ملے جلے جذبات سے وہ ارشد کی طرف دیکھتا رہا جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔

"بعض اوقات تم کسقدر پست ہمت ہو جاتے ہو ارشد"

اور جواب میں فوراً ہی ارشد کی آنکھوں سے دو آنسو ٹپک کر اسٹیرنگ پر ٹپکنے لگے۔ قیصر نے مصلحتاً خاموشی اختیار کر لی۔ پھر دونوں موٹر کے شیشے سے چاند کو گھورنے لگے گویا اسوقت دونوں کا نقطۂ نظر ایک تھا۔ چاند میں ان کو شہناز کا پژمردہ چہرہ نظر آنے لگا۔ پھر یکایک سیاہ بادلوں نے اسکو چھپا دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف تاریکی پھیل گئی۔ اتنے میں موٹر سرسراتے ہوئے مکان میں داخل ہوئی پھر وہ دونوں ایک ساتھ موٹر سے اترے اور سیڑھیاں طے کرکے سیدھے شہناز کے پاس پہونچے ارشد نے حسرت بھری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا اور قیصر فکر و تردد کی نظروں سے اسکی صورت کا جائزہ لینے لگا

تین مہینے کی مسلسل علالت میں اسکے چہرے کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں اسکے سرخ و سفید گال سوکھ کر زرد پڑ گئے تھے اور بخار کی شدت سے وہ بیہوش سی پڑی تھی۔ مگر اس بیماری کی حالت میں بھی اسکے حسین خد و خال نمایاں تھے۔ سرہانے کی طرف کی [illegible] سنہری کرنیں اسکے بے رونق چہرے کو نور بخش رہی تھیں۔ اسکی خوبصورت آنکھوں کے سیاہ حلقوں میں آنسوؤں کے دو موٹے موٹے قطرے تاروں کی مانند چمک رہے تھے۔

چند لمحے اسکی حالت کا بغور معائنہ کرکے قیصر نبض دیکھنے لگا پھر کھڑکی بند کرکے دبی آواز میں بولا۔

"باہر چلو اسوقت جگانا اچھا نہیں —" اور پھر دونوں دوسرے کمرے میں چلے آئے۔ تھوڑی دیر بعد قیصر کی خاموشی سے متاثر ہوتے ہوئے ارشد بولا۔

"میرا خیال ہے کہ شہناز کی زندگی کی یہ آخری رات ہے شاید وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے گن رہی ہے ..."

"تمہیں اسقدر مایوس نہ ہونا چاہیے" قیصر نے جواب دیا "شہناز کو کچھ نہیں ہوا ہے —" تھوڑی دیر سوچ کر ارشد بولا

"مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہناز ہم سے بہت دور ہوتی جا رہی ہے اور مجھے یقین ہوتا جا رہا ہے کہ آج اسکی ہر آنے

قطعہ

علی کا نام بھی کیا شگون ہے کہ ہمارا سر جھکا تو دیکھو نگوں ہے
وہی ٹھہرتا ہے جو ہے مشہور کہ یکا دیکھ لے درجہ نزول ہے
(بڑھا ہوا)

(آمدہ از ادبی باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

"جانے وہ کل کس موت کا پیغام دے رہی ہے۔"

"اطمینان رکھو —" قیصر نے جواب دیا۔ "وہ خدا نے چاہا تو شہناز بہت جلد اچھی ہو جائیگی —"

"اور اگر خدا خود نہ چاہے تو — کیا ہوگا —" ارشد فوراً ہی بول اٹھا۔

قیصر پھر اسے سمجھانے لگا — "تم کیوں ایسی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ خدا پر بھروسہ رکھو —"

"شاید تمہیں اندازہ نہیں قیصر میں شہنی کو کس قدر چاہتا ہوں" ارشد بولا "وہ اسکی زندگی میری زندگی ہے کوشش کرو کہ وہ مجھے واپس مل جائے —"

قیصر، ارشد کی مایوسی سے متاثر ہوتے ہوئے بولا — "جانتے ہو میں ہمیشہ! اکثر ہی نہیں تمھارا دوست بھی ہوں تمھارے جذبات کا احترام کرنا میرا فرض ہے"

اسکے بعد دونوں خاموش ہو گئے۔ قیصر سگریٹ کے لمبے لمبے کش لیتا ہوا کمرے میں ٹہلنے لگا۔ وہ ایک کامیاب ڈاکٹر تھا معاملہ کی نزاکت کو اچھی طرح سمجھتا تھا ایک طرف شہناز کی موت تو دوسری طرف ارشد کی بے پناہ محبت۔ وہ ہر بار اس کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا مگر بحیثیت ایک مخلص دوست کے وہ ارشد کے تڑپتے ہوئے جذبات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جیسے جیسے وہ شہناز کی نازک حالت کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا اسکے ہر جملہ سے حقیقت نمایاں ہوتی گئی۔ اسکا ہر لفظ مجسم مایوسی بن کر سامنے آ رہا تھا۔ اور جب ارشد نے پوچھا

"سوچتا ہوں کہ شہناز کے بعد میری زندگی میں کیا باقی رہ جائیگا —" تو قیصر فوراً ہی بول اٹھا۔

"شاید تم بھول رہے ہو کہ تمھارا ایک خزانہ اور بھی ہے — ناہید — شہناز کی جیتی جاگتی تصویر —"

اور پھر قیصر کچھ سوچتا ہوا دریچہ کی طرف پلٹ گیا۔ گویا آسمان کی وسعتوں میں وہ شہناز کی زندگی تلاش کر رہا تھا۔ مگر اسے ایسا معلوم ہوا کہ ٹمٹماتے ہوئے تارے اسکا منہ چڑا رہے ہیں اسکی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔ شہناز کی بیماری خطرناک حد تک پہنچ چکی تھی — وہ سوچنے لگا اگر حقیقت میں شہناز موت کے ظالم ہاتھوں سے نہ بچ سکی تو ارشد کا کیا ہوگا۔ اسکی چھوٹی سی بچی ناہید کا کیا ہوگا۔ ابھی شادی ہوئے صرف دو سال کا عرصہ ہی تو گذرا ہے۔ اتنی جلدی شہناز اس سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو جائیگی — بدنصیب ارشد — کتنی آرزوؤں سے اس نے شہناز کو اپنایا تھا۔ اور وہ بھی چار سال کے مسلسل انتظار کے بعد۔ کتنی مسرت ہوئی تھی اسکو جب شہناز مسرتوں اور تمناؤں کے ہجوم میں اسکی شریک حیات بن کر آئی تھی — مگر شادی کے بعد — وہ شہناز کے چہرے پر مسکراہٹ کی ایک جھلک بھی نہ دیکھ سکا۔ اور اسکی تمنائیں سسکتی رہیں۔ شہناز کی دائمی افسردگی نے اسکی مسرتوں پر پانی پھیر دیا۔ شہناز کے پاس اسکی والہانہ محبت کا جواب اداس نظروں کے سوا کچھ نہ تھا یا یہ کہ وہ ایسا کرنے پر مجبور تھی — "مگر کیوں —!؟" بے ساختہ قیصر نے پوچھا

"شہناز کی اسقدر خطرناک سنجیدگی کا راز میں آج تک نہیں سمجھ سکا ارشد وہ کونسا غم ہے جسنے شہنی کو اسقدر ....!"

"کاش! میں سمجھ پاتا قیصر —" ارشد نے جواب دیا "افسوس تو یہی ہے کہ شوہر ہوتے ہوئے بھی میں اسکے دل کی گہرائیوں تک نہ پہنچ سکا۔ وہ ابتدا سے ہی میرے لئے ایک معمہ بنی رہی اور جہاں تک میں نے اندازہ کیا ہے وہ مجھے اکثر عجیب نظروں سے گھورا کرتی تھی۔ مجھ سے بات کرتے کرتے اکثر کسی نامعلوم خوف سے اسکا چہرہ اداس ہو جاتا اور آنکھیں ڈبڈبا جاتیں۔ میں نے ایک بار یہ بھی محسوس کیا کہ شاید میری موجودگی سے اسکو کسی قسم کی تکلیف ہوتی ہے۔ اس خیال سے میں اسکی نظروں سے دور رہنے لگا اور اپنا زیادہ تر وقت ....!"

قطعہ

گلوں کا رنگ بھی نکھرا جو مرغزار میں تھا ÷ عجیب لخلخہ یہ عنبر تتار میں تھا
تھا جسکا نام علیؑ کہہ رہی ہے یہ عظمت ÷ نمایاں ایک ہی وہ دیکھ لے ہزار میں تھا

(لا شک فیہ)

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

"اس وقت تم نے شہناز میں کوئی تبدیلی محسوس کی ۔۔۔؟"
قیصر حیران میں پڑ گیا تھا ۔

"ایسا نہ کہو قیصر ۔" ارشد بولا ۔ میں جانتا ہوں تم شہنی کو کس نظریہ سے جانچ رہے ہو ۔ مگر ایسا خیال نہ کرو اسکے متعلق ۔ شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ شہنی کو مجھ سے محبت نہیں ہے ۔ وہ کسی اور کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں نہیں قیصر ۔ وہ مجھے بے انتہا چاہتی ہے شاید میں بھی اسکو اسقدر نہیں چاہتا ۔ خیر ۔ جیسا کہ میں نے تم سے ابھی کہا ۔ میں چند روز سے مکان میں بہت کم رہنے لگا تھا ۔ ایک روز رات کو حسب معمول میں دیر سے مکان پہونچا دیکھا تو شہناز میرے انتظار میں آرام کرسی پر ہی سو گئی ہے میں نے اسکو جگانے کیلئے آہستہ سے آواز دی ۔ "شہنی ۔" وہ چونک کر اٹھ بیٹھی ۔ میں بولا "شہنی! تم ابتک کیوں جاگ رہی تھیں" اس نے کوئی جواب نہ دیا اسکے بعد تھوڑی دیر خاموش رہکر وہ آہستہ سے بولی ۔ آجکل آپ بہت زیادہ باہر رہنے لگے ہیں جلدی گھر آجایا کریں تو کیا برائی ہے ۔" میں نے جواب دیا "یہ میں نے صرف تمہاری خاطر اختیار کیا ہے شہنی ، یہ خیال کرکے شاید میرے سامنے رہنے سے تم کچھ کھوئی کھوئی سی رہتی ہو اسلئے میں نے سوچا میری عدم موجودگی سے شاید تمہیں کچھ اطمینان حاصل ہو جائے ۔" شہناز بولی ۔ بہت دور کی سوچنے لگے ہیں آجکل آپ ۔ اتنا کہہ کر اسنے نظریں نیچی کر لیں ۔ میں نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا ۔ میں تمہیں بہرصورت خوش دیکھنا چاہتا ہوں شہنی ۔ جواب میں وہ کچھ کہہ نہ سکی اور فوراً ہی اسکی خمار آلود آنکھوں سے آنسوؤں کے دو موٹے موٹے قطرے میرے ہاتھ پر گر پڑے ۔"

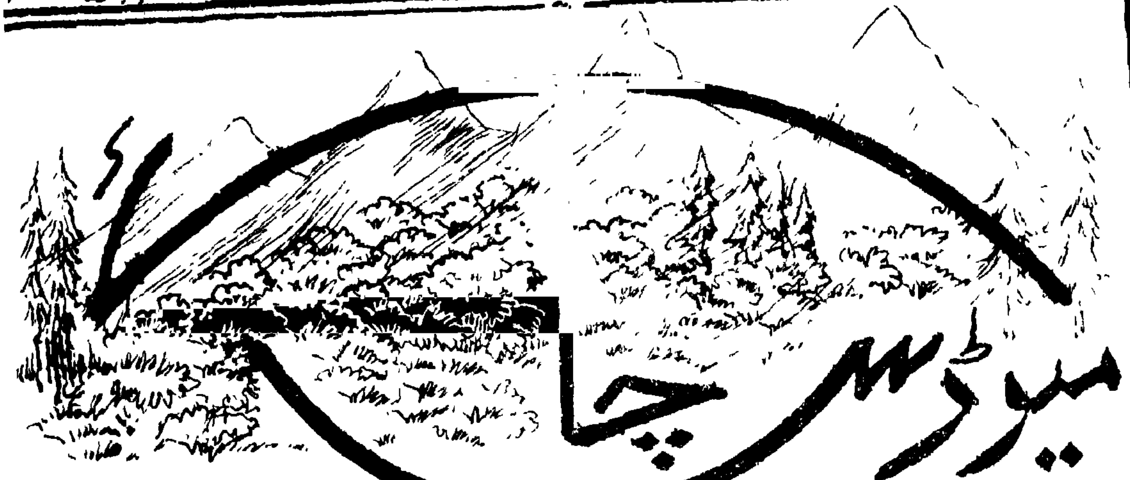
"تم نے شہناز سے پوچھنے کی بھی کوشش کی ہے کبھی ۔۔؟"
قیصر نے پوچھا

"ہاں کئی بار ۔" ارشد بولا ۔ "وہ مگر مجھے آنسوؤں کے سوا کچھ نہ مل سکا ۔ جب بھی میں اس سے دریافت کرتا ہوں تو وہ چپ ہو جاتی یا کہہ دیتی ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔ کیوں اتنا سوچا کرتے ہیں آپ ۔۔۔ !" اتنا کہہ کر ارشد چپ ہو گیا ۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا ۔۔۔ "ایک روز رات میں شہناز اخبار دیکھ رہی تھی اور میں اسکے قریب ہی بیٹھا کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اتنے میں شہناز پڑھتے پڑھتے بولی "دیکھا آپ نے عورت بھی بعض اوقات کسقدر بہادری کا مظاہرہ کرتی ہے ۔" میں ابھی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں نے فوراً اسکے ہاتھوں سے اخبار لے لیا اور دیکھا تو اسکے پہلے ہی صفحہ پر ایک خبر درج تھی لکھا تھا وہ کسی متمول گھرانے کی ایک نوجوان لڑکی نے فیروزپور سے ۔ ۔ ۔ چلتی ریل سے گر کر خودکشی کر لی ۔ واقعات یہ ہیں کہ ٹکٹ چیکر نے لڑکی کو ۔ ۔ ۔ میں تنہا پا کر اسکی عصمت دری کرنے کی کوشش کی مگر لڑکی نے ۔ ۔ ۔ کر اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیا ۔" اس خبر کو پڑھ کر مجھے خاموش ہو جانا پڑا ۔ میں سوچتا رہا کہ آخر شہنی اس قدر ۔ ۔ ۔ کیوں ہوئی ۔" ارشد تھوڑی دیر چپ رہ کر بولا ۔۔۔ "میں نے یہ بھی محسوس کیا ہے کہ میرے بعض جملوں سے شہناز کو تکلیف پہونچی ہے ۔ آخر میں کب تک خاموش رہتا قیصر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شہناز مجھ سے بولی ۔ ۔ ۔ طرح مجھے بہت زیادہ پریشان رہنے لگے ہیں ۔ آخر ایسا بھی تو کیا ۔ ۔ ۔" میں نے بغیر سوچے کہہ دیا ۔ "یہ تمہاری ۔ ۔ ۔ محبت نہیں ۔ ۔ ۔ شہنی ۔ اگر تم کسی اور کے پاس ۔ ۔ ۔ خوش رہ سکتی ہو تو اب بھی میری طرف سے تمہیں اجازت ہے ۔ ۔ ۔ دل کی دنیا آباد کر سکتی ہو ۔" میرے ان جملوں سے ۔ ۔ ۔ سی گئی ۔ اسنے فوراً میرا ہاتھ تھام لیا اور صرف اتنا کہہ سکی ۔ ۔ ۔ وہ خدا کے لئے مجھے غلط سمجھنے کی کوشش نہ کیجئے ۔ میں تو صرف آپکی ہوں اور ۔ ۔ ۔ اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کا ۔ ۔ ۔ بعد میں مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا ۔ ۔ ۔ ایسا نہیں کہنا چاہیئے تھا ۔۔۔"

قطعہ

عجیب تشنگی دیکھو تو اس فرات میں ہے ۔ ۔ ۔ ہرا ایک دشمن ۔ ۔ ۔ آج گھات میں ہے
(دوہرا) (موقع)
ہزار کوئی مٹائے تو مٹ نہیں سکتا ۔ ۔ ۔ علی کا حق وراثت بھی تو ۔ ۔ ۔ میں ہے
(دائم)

(آمدہ از نذری باغ برائے سیسر از ہفتہ وار)



برطانیہ کی خبریں

ہندوستانی گاؤں کی کہانی

بی۔ بی۔ سی کا ٹیلیویژن پروگرام

بی۔ بی۔ سی۔ ۷/ اپریل سے "گھریلو معاملات" کے نام سے ٹیلیویژن پروگرام کا ایک نیا سلسلہ شروع کر رہی ہے اس روز ٹیلیویژن اسکرین پر بمبئی کے نزدیک نرنگی نام کے ایک گاؤں کی زندگی کے مناظر پیش کئے جائینگے

اس سلسلہ کا مقصد دوسرے ملکوں کے لوگوں کی روزمرہ کی زندگی کا برطانوی طرز زندگی سے مقابلہ کرنا ہے۔ ہندوستان کے علاوہ فرانس، جاپان اور کینیڈا کو بھی اس پروگرام میں شامل کیا گیا ہے

دلی یونیورسٹی کے پروفیسر کی عزت افزائی

رائل سوسائٹی کی فیلوشپ

دلی یونیورسٹی کے کیمسٹری کے پروفیسر ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ ستیشادری رائل سوسائٹی کے فیلو چنے گئے ہیں۔ یہ انجمن دنیا کی سب سے قدیم سائنسی انجمن ہے۔ اس سال وہ اپنی سہ صد سالگرہ منا رہی ہے۔ اسکے تقریباً چھ سو فیلو ہیں جنمیں ہندوستانیوں کی تعداد (۱۴) ہے۔ نئے فیلو دیگر ممبران کی سفارش پر منتخب کیئے جاتے ہیں۔

بین الاقوامی ترقیاتی انجمن کا قیام

معلوم ہوا ہے کہ برطانوی ہاؤس آف کامنز میں بین الاقوامی ترقیاتی انجمن کے قیام سے متعلق بل کی دوسری خواندگی شروع ہو چکی ہے اس بل کے پاس ہو جانے کے بعد حکومت برطانیہ اس معاہدہ کی توثیق کرنے کے قابل ہو جائیگی جسکے تحت بین الاقوامی ترقیاتی انجمن کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے انجمن بین الاقوامی بنک سے منسلک ہوگی اور وہ غریب ملکوں کو ترقیاتی کاموں کیلئے آسان شرائط پر قرضہ دیا کریگی۔ برطانوی ہاؤس آف کامنز میں جس بل پر بحث ہو رہی ہے اسکی بڑی بڑی دفعات ۴ کروڑ ۷۰ لاکھ سے متعلق ہیں جو حکومت برطانیہ اگلے چند برسوں میں مجوزہ انجمن کو چندہ کے طور پر ادا کریگی۔ امریکہ سب سے زیادہ چندہ تقریباً ۳۲ کروڑ ڈالر اس انجمن کو دیگا یعنی دوسرا نمبر برطانیہ کا ہے

ایڈوینا ماونٹ بیٹن ٹرسٹ

ایک اطلاع مظہر ہے کہ لیڈی ماونٹ بیٹن کی یاد میں قائم کیا گیا ٹرسٹ سنٹ جون ایمبولینس بریگیڈ اور بچوں کے تحفظ اسکے فنڈ کو گرانٹ دیا کریگا اسکے علاوہ یہ ٹرسٹ مالی امداد دیکر نرسنگ کے پیشہ کی بھی حوصلہ افزائی کرے گا۔



برطانیہ سے ہوائی جہازوں کی ہندستانی درآمدات

برطانیہ میں ہوائی جہاز بنانے والوں کی انجمن کے ایک بیان کے مطابق ہندوستان ماہ فبروری میں برطانوی ہوائی جہازوں اور انکے حصوں کا بہترین خریدار ثابت ہوا۔ ۱،۵۷۹،۴۳۸ پونڈ کی مالیت کے ہوائی جہاز اور انکے حصے برطانیہ سے درآمد کیے۔ دوسرا نمبر سوئٹزرلینڈ (۳۴۴،۶۸۳ پونڈ) کا تھا۔ ماہ فبروری میں برطانیہ سے فضائی انجن خریدنے والے ملکوں میں امریکہ کا نمبر پہلا اور ہندوستان کا دوسرا تھا۔ امریکہ نے ۸۹۶،۸۴۹ پونڈ اور ہندوستان نے ۵۳۴،۲۶۷ پونڈ قیمت کے فضائی انجن برطانیہ سے درآمد کیے۔

کامن ویلتھ ملکوں کے درمیان سیاسی تعاون

لندن میں مباحث

۱۳/مئی کو لندن میں "کامن ویلتھ کی عالمی اہمیت" کے موضوع پر ایک مباحثہ منعقد کیا جائیگا جس میں ہندوستان کی سائنسی ریسرچ و ثقافتی امور کی وزارت کے مرکزی اور سائنسی و صنعتی ریسرچ کے وزیر پروفیسر ہمایوں کبیر ایم۔ اے۔ کامن ویلتھ ملکوں کے درمیان سائنسی تال میل سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرینگے۔ مباحثہ کی صدارت کے فرائض ڈیوک آف ایڈنبرا انجام دینگے۔ نیوزیلینڈ اور گھانا کے وزراء اعظم بھی مقررین میں شامل ہونگے۔

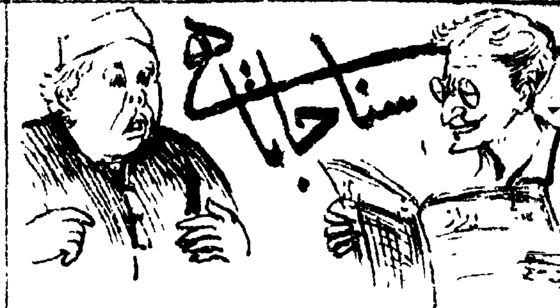
برٹش کونسل کے تعلیماتی کورس

برٹش کونسل نے ایسٹر کی تعطیلات میں ۳۶ مرکزوں میں سمندر پار کے طلباء کے لیے مخصوص کورسوں کا انتظام کیا ہے۔ جنمیں ۹۵ ملکوں کے تقریباً ۵۰۰ طلباء شرکت کرینگے۔ لکچر سننے کے علاوہ طلباء برطانیہ کے تاریخی اور خوبصورت مقامات کی سیر بھی کرینگے۔ ان کورسوں کا مقصد طلباء کو اس بات کا موقع مہیا کرنا ہے کہ وہ اس شہر سے باہر جہاں وہ تعلیم حاصل کر رہے ہوں برطانیہ کے اہم مقامات کو دیکھیں اور برطانوی عوام کی زندگی کا مطالعہ کریں۔ یہ طلباء جس جگہ جائینگے وہاں وہ مقامی لوگوں کے گھروں میں قیام کریں گے۔

شہزادی مارگریٹ کی سہیلی شہزادی این

شہزادی مارگریٹ کی شادی میں جو ۶ مئی کو ہوگی چھ تا بارہ سال کی آٹھ بچیاں "دلہن کی سہیلیوں" کے طور پر شرکت کرینگی۔ ملکہ ایلزبتھ دوئم کی بیٹی شہزادی این اور مسٹر آرمسٹرانگ جونز کی بہن کی چھ سالہ بچی دولہن کی سہیلیوں کا فرض سر انجام دیگی۔ ماہ جنوری میں پامیلا ماؤنٹ بیٹن کی شادی میں بھی شہزادی این دلہن کی "سہیلی" بنی تھی۔





کہ تونس کے مفتی اعظم شیخ عبد العزیز نے فتویٰ دیا کہ رمضان کے مہینے میں روزوں کی وجہ سے ملک کی ترقی میں خلل پڑتا ہے اسلئے نوجوانوں کے لئے روزے معاف ہیں۔

کل سنیئے۔ نماز، حج، تلاوت قرآن اور پردہ وغیرہ بھی ملک کی ترقی میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے سب کچھ معاف۔ اور اس کے بعد۔ شراب حلال، بے پردگی واجب، ناچ گانا سنت، اور ہر قسم کی حرامکاری جائز۔ پھر دیکھئے۔ تونس کی ترقی کا عالم ــــــ پیرس، لندن، اور اٹلی جیسے ملک اپنی ترقی پر شرما جائیں تو مفتی اعظم ذمہ دار۔

کہ سوتنترا پارٹی کے لیڈر شری راجگوپال چاری نے بیان کیا ــــ حکومت عوام کی نمائندگی نہیں کر رہی ہے۔

راجہ جی یہ کیا کہدیا آپ نے۔ حکومت یقیناً عوام کی نمائندگی کر رہی ہے اور قطعی طور پر موجودہ حکومت سچی نمائندہ حکومت ہے عوام کی۔ یہ اور بات ہے ہندوستانی عوام کی نہیں ــــ چینی عوام کی۔ ــــ

کہ وزیر اعظم نہرو مسلسل اس بات پر زور دیرہے ہیں کہ چین کے وزیر اعظم شری چو این لائی کا ہندوستان میں شاندار استقبال کیا جائے ــــ ان کے خلاف مظاہرے کرنا، بعض حملہ آور کہنا سراسر بداخلاقی ہے ــــ وہ دعوت دیکر بلائے گئے مہمان ہیں۔ فراخدلی اور خلوص کے ساتھ اُن کی مہمان نوازی کی جانی چاہیئے ــــ یہاں تک کہ لوگ عربوں کی روایتی مہمان نوازی کو بھول جائیں ــــ اور آیندہ نسلیں ہندوستانیوں کی اس مہمان نوازی پر عش عش کرتی رہ جائیں کہ ــــ واللہ کیا کہنے ہیں ہندوستان کی مہمان نوازی کے ــــ عرب لوگ تو فقط جان و مال ہی قربان کردیتے تھے۔ اور وہ بھی اپنے مہمان دوست کی خاطر۔ ہندوستانیوں نے تو اپنے مہمان دوست تو کیا، مہمان دشمن پر بھی سب کچھ قربان کردیا ــــ جان و مال، عزت و آبرو، اپنا وطن، اپنی قومیت، سب کچھ۔

کہ سوشلسٹ لیڈر ڈاکٹر رام منوہر لوہیا نے فرمایا کہ نہرو، چو این لائی ملاقات سے کوئی فائدہ نہیں ہے ــــ

فائدہ نہیں ہے تو نقصان بھی کیا ہے ــــ اس ملاقات کو اپنے وزیر اعظم کی تفریحات میں شامل کرلیجئے ــــ یوں سمجھئے وہ چند روز آرام کررہے ہیں اور سرکاری کاموں سے چھٹی لے کر اپنے دیرینہ دوست احباب کے ساتھ گپ شپ اڑا رہے ہیں۔

[illegible] اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

کہ پبلک سروس کمیشن کے کامیاب امیدوار در در ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں

شکر کیجئے — کامیاب امیدوار تھے اسلئے کھانے کے لئے کم از کم در در ٹھوکریں تو لیں — ناکام امیدواروں کو تو کسی در پر ٹھوکریں تک کھانے کو نہ ملیں اور اکثر فاقوں سے یا خودکشی کر کے اپنی جان دے دینی پڑی

کہ پرجا سوشلسٹ لیڈر مسٹر بن - تی گورے نے فرمایا پنڈت جی کو اہلِ ملک کی شدید ناراضگی کا صحیح احساس نہیں ہے۔

اسکے برخلاف پنڈت جی کی شدید ناراضگی کا اہل ملک کو صحیح احساس ضرور ہے — اور نہیں تو خود پنڈت جی کو اسکا احساس تو بہت ہوگا۔

بقیہ وہ بے زبان بسلسلہ صفحہ ۳۷

آپکو خوش رکھ سکنے کی قسمت کے تھپیڑوں نے بہت جلد موت سے ہمکنار کر دیا ——— خدا حافظ

حرماں نصیب شہناز

خط پڑھ کر ارشد ضبط نہ کر سکا اور اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو موٹے موٹے قطرے کاغذ پر لکھے ہوئے شہناز کے نام پر گر کر بکھرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں لفظ "شہناز" ایک بدنما دھبہ بن کر کاغذ پر جذب ہوگیا۔

قطعہ

ہرگز نہ کچھ ڈرینگے کبھی آسماں سے ہم ॥ بیفکر ہو کے بیٹھے ہیں نام و نشاں سے ہم
کہتے ہیں سب فدائے علیؑ جان و دل سے آج ॥ سر کو اٹھائینگے نہ کبھی آستاں سے ہم

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

سوم
هفتگی شیراز حیدرآباد دکن

در ولادت باسعادت

از میرزا مرتضی ناطق یزدی

تا من الحج علی ابن موسی الرضا علیه افضل الصلوات والسلام - ولادت آنحضرت در روز یازدهم ذیقعده سال چهل و هشت (۱۴۸) بعد از هجرت ... پدر بزرگوارش باب الحوائج موسی ابن جعفر علیه الصلوة والسلام والده ماجده اش ام ولدی بود که او را تکتم و نجمه و ام البنین می خواندند -
شروع باین قصیده زمانی بود که بعزم زیارت آنحضرت از نجف اشرف عازم ایران شدم -

روزی بسرم افتاد افسانهٔ کوی دوست   بر لب به تپاد مست پیمانهٔ کوی دوست
صد قافله دل بردم از خانهٔ بیوی دوست   شاید که بدست آرم دندانهٔ موی دوست
یک لحظه گرفتم پرستانهٔ جیبوی دوست

افتاد مرا بر سر ای دل چه هوای او   رفتم سوی میخانه دیدم چه لقای او
دیدم که زند مطرب چنگی به نوای او   تا توسل خلق آدمی زد چه صدای او
تا که بشکستا طلسم شد جمال روی دوست

هر جا نظر افکندم سیمای ورا دیدم   در کعبه و بتخانه سودای ورا دیدم
در بزم که با یاران مینا جام ورا دیدم   هر کوه نهادم پای موسی ورا دیدم
آوازهٔ «لن» آید مستانه سوی دوست

شد بزم گهی دوشش آتش جان و دل   گشته کنون جانم در بزم گلستان منزل
ازخم چه او بود اندر دو جهان غافل   وز آتش عشقش خود سوز اندر احاصل
شد جای که ام اکنون ویرانه کوی دوست

ای محور ملک دین دین شد ز تو پا برجا   چشم دل و جان سویت از هر طرف و هر جا
وز یمن قدوم تو گردید جهان برپا   ای صف شکن عشاق در بزم گهی هیجا
از دیده کنون بنگر سیلابه بر روی دوست

موسی «ارنی» گوید گه در بریت ای موسی   آوازهٔ «لن» آید از نغمهٔ ناقوسی
هر لحظه رسد بر گوشش صد ناله قدوسی   تو سید کونینی و هم پادشه طوسی
در طوس ندا آید تا عوات زکوی دوست

چون از لی تصویرت ایزد به نگار آمد   در شکر و ثنا قمری با زاغ و هزار آمد
چون لعل گهربارت یاقوت نثار آمد   زد نعره که سیمین یارم به کنار آمد
از یار رسد اکنون ریحانهٔ بوی دوست

تشرف به دینِ اسلام

درنتیجهٔ شعبان بالوزنیا لوئزه فرزند هرمان تبعهٔ آلمان که درحال حاضر همسر آقای مهندس خدا۔ مرادی می باشد و در خیابان فرصت سکونت دارد. در محضر شماره ۵۸ ضامن آقای نیاری حافظ و با ادای کلمات شهادتین بدین مبین و مقدس اسلام مشرف گردید نام مشارالیها بمریم موسوم گردید۔

تعطیل از شاعر پارسی گوی هند

دو روز قبل شاعران و نویسندگان دادبیان در دهلی مراسم تجلیلی برای احترام بخاطرهٔ میرزا غالب شاعر معروف هندی برپا داشتند۔

این مراسم تجلیل از طرف «انجمن غالب» تحت ریاست شاآکاریراساد برگزار شد۔

آقای اشفاق حسین دبیر انجمن غالب طی سخنرانی خود زندگی این شاعر بزرگ هندی را که بزبان فارسی شعر می سرود و کمی بیش از ۹۰ سال پیش درگذشت مورد بحث قرار داد۔

مجلس را خبر از تاثرات شدید در بارهٔ زیبائی آثار غالب سخن گفت و متذکر گشت که میرزا غالب پیش از هرچیز و بیش از هر چیز شاعر بود و با مضامین خود غزلیات زبان اردو را غنی کرد۔

گروهی شاعران از جمله محروم۔ راد بیتی ۔ صدیقی ۔ ساگر نظامی

بسمل۔ ساعدی باشعاری که در بارهٔ شاعر بزرگ سروده بود او را مورد تجلیل قرار دادند۔

دکتر عبداله چغتای از ادیبان پاکستان از شهر کرا ... سید محی الدین زور از شهر حیدرآباد نیز در این مرا... کردند۔

مجلس و مراسم تجلیلی شاعر با نهادن تاجِ گل بر آرامگاه (فاتحه خوانی به پایان رسید۔

بایران پناهنده شد

امروز خبرنگار سیاسی ما اطلاع بدست آورد که بر... سابق عراق در جمهوری متحد عرب با ایران پناهنده است... مهندس مضر السامرائی، برادر فائق السامرائی از قا... بایران گریخته و هم اکنون در تهران بسر می برد۔

برادر او، فائق السامرائی که در آغاز از همکاران عبدالکریم قاسم شمار می رفت بعلت مخالفت با اقدامات قاسم از سفارت عراق در قاهره برکنار شد و اعلام داشت رژیم قاسم را قانونی نمی شناسد۔

فائق السامرائی در نظر دارد طی چند روز آینده از شهر برادر خود در قاهره ملحق گردد

مهندس السامرائی پس از اینکه برادرش در قاهره بمخالفت پرداخت تحت فشار شکنجه قرار گرفت و آخرین ماموریت او در... بوده است مهندس السامرائی در خانقین تحت فشار وظیفه قرار... که تصمیم بفرار با یران میگیرد۔ مهندس السامرائی امشب طی یک مصاحبه با د... حقایقی از اوضاع فعلی عراق ماجرای فرار و پناهندگی خود بایران را فاش خواهد...

قطعه

کسطرح دردِ نہاں دل میں چھپا سکتا ہوں میں ؛ غم میں بھی شبیر کے آنسو بہا سکتا ہوں میں
درس دیکر جاہلوں کو مکتبِ دیں میں سنو ؛ قصہ کرب و بلا کو بھی پڑھا سکتا ہوں میں

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

دانشمندان نامی اسلام

محمد زکریای رازی

نخستین پزشک نامی در رشتهٔ معالجات جدید
و از نبغهای عالیمقام جهان

تالیف دانشمند محترم آقای سید محمود خیری
مرسلهٔ دوست ارجمند آقای حسین ضابط مدینه هوتل

رازی در سال ۸۵۴ میلادی (۲۴۰ هجری) در ری متولد شده و بطوریکه سلیمان بن حسان می‌گوید «در دوران جوانی عود می‌نواخته و آواز میخوانده. پس از آنکه خط عذارش دمید بسوی فلسفه و طب و کیمیا شتافت تا آنکه پیشوای آن دانش گردید» ولی بعضی دیگر از مورخین را عقیده براینست که رازی در کودکی و جوانی بفراگرفتن علم مشغول بود و برخلاف میل پدر از تجارت دوری گزیده و بکسب علم پرداخت. ابتدا در کیمیا بحر مطالعاتی نمود. سپس بفرا گرفتن رشتهٔ طب مشغول شد و در سال ۸۹۴ میلادی بری مراجعت کرد و بمعالجه بیماران مشغول شد و بالاخره بیمارستانی تحت ریاست خود تاسیس کرد. در این بیمارستان هنگام معاینه بیماران نخست شاگردان مبتدی بمعاینه بیماران مشغول میشدند و سپس شاگردانی که سابقه بیشتری داشتند بمعاینه می‌پرداختند و چنانچه آنها نیز از تشخیص عاجز می‌شدند، رازی خود به معاینه بیمار مشغول می‌شد و در حضور شاگردان درباره وضع عمومی بیمار و مرض او بحث و گفتگو می‌کرد.

باین ترتیب می‌توان گفت رازی نخستین کسی است که بسبکی جدید بمعالجه بیماران و آموزش علم طب همت گماشته است.

پس از مدتی کار و کوشش رازی به بغداد که محیط مناسبتری برای تکمیل علم بود مراجعت کرد و بار دیگر بافاده علم و دانش مشغول شد و ریاست بیمارستان بغداد را قبول کرد.

در این بیمارستان برای هر یک از بیماریها بخش مخصوصی وجود داشت. بیماران امراض داخلی و خارجی، چشم، شکسته‌بندی وغیره، هریک بقسمت مربوطه رجوع میکردند و پزشکانی که در آن رشته تخصیص بیشتری داشتند بمعالجه آنها مشغول می‌شدند.

رازی از برکت تبحر و کفایتیکه در رشتهٔ طب داشت مورد نظر خلفا و شخصیتهای بزرگ زمان قرار گرفت و هرکس به بیماری سختی مبتلا می‌شد نزد او می‌شتافت. رازی مردی خوشخو و ملائم بود و با فقرا و بینوایان بچشم عطوفت و مهربانی می‌نگریست و به کوشش بسیار برای سلامتی آنها صرف وقت می‌کرد و با آنکه می‌توانست از موقعیت خود برای کسب مال و مقام استفاده کند از تحصیل علم و کمک به بینوایان غافل نبود.

انکشافات علمی رازی: در ایامیکه زکریای رازی بجستجوی اکسیر اعظم اشتغال داشت باکتشافات علمی بزرگی توفیق یافت که تنها همین کشفیات برای جاوید ماندن نام این مرد کافیست. از جمله موادیکه بهمت او کشف شده الکل و اسید سولفوریک (جوهر گوگرد) می‌باشد. رازی الکل را از تقطیر مواد قندی و نشاسته پیدا کرد و با این اکتشافات فصل جدیدی در تاریخ طب و داروسازی گشوده شد. جوهر گوگرد را نیز از تجزیه سولفات دوفر (زاج سبز) پیدا کرد.

رازی برای اینکه بتواند تحقیقات علمی را ادامه دهد ناچار آلات و ادواتی اختراع کرد که از آنجمله قرع و انبیق‌هائی که برای فعل و انفعالات شیمیائی تهیه کرده است قابل ذکر است. میگویند رازی گفته است که: تجربه از همه بیشتر از علم انسان را بحقائق امور آشنا می‌کند.

مقام علمی او: اغلب محققین و دانشوران بمقام و ارزش علمی رازی اشاره کرده‌اند از جمله بوعلی سینا از تبحر و تخصیص رازی سخن می‌گوید و از خرمن دانش او خوشه‌چینی می‌کند. از جملات منسوب برازی است:

«هرگاه طبیب عالم و مریض مطیع باشد درنگ بیماری کم می‌شود. در ابتدای بیماری تا قوه و نیروی بیمار از بین نرفته است باید بسرعت بمعالجه پرداخت».

رازی دانشمند و محققی مادی بود و میتوان وی را از نخستین کسانی دانست که خود را از ظلمات عقاید خرافی رها ساخته و قدم در میدان عمل و مشاهده و تجربه گذاشته و از برکت فعالیت مداومی که بخرج داده در این راه موفقیتهای بزرگی کسب کرده است.

یکی از کتابهای او مربوط به مرض آبله و سرخجه است که از سال ۱۴۹۸ تا ۱۸۶۶ چهل مرتبه بزبان های گوناگون چاپ شده در این کتاب این دو مرض با وضوح تمام بیان و تشریح شده است (آبله با تب طولانی احساس درد در پشت خارش در بینی و لرز در خواب آغاز می شود علائم اصلی آن عبارت از درد پشت - قرمزی شدید - گونه ها و چشمان و احساس فشار در بدن است - درد گلو و سینه تنگی تنفس - سرفه - تشنگی دهان نعطفت - براق گرفتگی صدا - حس درد و فشار در سر از علائم آن است.

دلبستگی رازی با مور تجربی و تحقیقی و بیزاری او از روش تخیلی اطبا بعد از خود سبب گردید که مورد تنقید و متعصبین واقع بر این زبان بعضی از فضلای زمان حمله کنند در بارۀ او چنین گفت قوه های کیمیاگری کرد تا اینکه تو انستی دو تن را ... (بسیار) را در تحفه قاضی بپردازی - تو مدعی طبابت هستی در حالیکه نمی دانی ... ضمانت علاجی را نمی توانی کرد - تو مدعی ستاره شناسی و نجوم هستی و حال آنکه از بدبختی ها گرفتاریهای که دچار شدی بی خبر بودی.

تألیفات و آثار

... تألیفات رازی را از ۱۸۶ تا ۲۲۸ کتاب و رساله نوشته اند - چنانکه ابن الندیم ۱۶۸ و ابو ریحان بیرونی ۱۸۴ کتاب و رساله با نسبت می دهند چون اکثر آثار رازی بزبان عربی نوشته شده اروپائیان او را پزشک عرب خوانده اند امروز از آثار گران بهای رازی بیش از ... جلد باقی نمانده و تا هنوز در کتابخانه های معروف جهان پراکنده است مهم ترین و گران بها ترین آثار رازی کتاب (الحاوی) و (منصوری) است کتاب الحاوی در حقیقت یک دائرة المعارف طبی است که از آن نتیجه های شخصی ... جمع آوری ... منتشر مقالات ... وی مسائل مختلف را با وضوح و سادگی بیان کرده است کتاب حاوی تألیفه (اهل ابن اصیبعه) ... بزرگترین کتابی است که در آن نتیجه تجربه ها با عقیده متقدمین و متأخرین بیان و توضیح داده است.

... جلد چهارم تنظیم ... که در سال ۱۴۷۱ میلادی ... تحریر یافته در بیماریهای مختلف ... علاج آنها ... تشخیص و علاج ... و غیره مختلفه بحث کرده و راجع به درمان هر بیماری با عقیدۀ دانشمندان سلف مطالب جالبی بیان شده است و در جلد ششم این کتاب اطراف بیماری کبد ... اعاده ... دیابت ، شکلها و بیماریهای تناسلی ... کلیه

مفاصل - بواسیر - بیماری مقعد و نقرس - جرب - عرق النساء - زخمها - نبض ها - صداع ، بیماری های دماغ - چشم - اقسام تبها - سرطان و بیماری های رحم سخن گفته است - در این کتاب نظر و آراء اطبای قدیم نظیر بقراط و جالینوس مورد مطالعه و انتقاد است.

دیگر از آثار نفیس رازی کتاب (الفصول) است که چنین نوشته است (چون کتاب فصول بقراط را از حیث نظم و تفصیل برای طالبین علم مشکل دیدم بر آن شدم که بر آن تعلیق ... فهرست کتاب مقدماتی برای دانشجویان رشته درآورم) این کتاب دارای ۲۶ فصل است که اسم فصول آن از تشریح بدن انسان - مزاج و اقسام آن - خواص و اقسام آن - ... تشخیص و پیش و تواصل آن - حمام و خواص آن - خواب بیداری ، احتیاج به غذا و بهترین طرز تغذیه ، داروها و شراب - جماع و ترک ... ترکیب داروها - بیماریها و علل ... تنفس - بحران و غیره - رازی در یکی از آثار خود در بعضی موارد پرهیز زیاده ... در غذا نه تنها موجب حال نمی شود بلکه سبب ضعف تدریجی مریض خواهد گردید ... بلکه برای بیمار غذائی را که طالب است تجویز که اسلوب ... رازی بود ... اولین کسیکه در هزار و ... سال گذشته بحال بیماران توجه داشته است و ... که امروز در بیمارستانها معمول است ... سابقه ناخوشی بیمار ، امراض خانوادگی و علل و ... مربوط به بیماری او مورد نظر قرار می گیرد - رازی در یکی از آثار خود می نویسد « عبدالله ابن سواده بحمله های تب هر روز ... در میان مبتلا بوده و این حملات از یکی دو زیادی ادرار ... می گردید ... چنین تصور کردم که ممکن است بیمار زخمی در کلیه داشته ... از چندی جمله فساد از مجرای ادرار ... خارج ... مناسبت به بیمار گفتم تب تو دیگر عود نخواهد کرد و ... اطبای اسلامی چهار اثر مهم در طب از خود بیادگار گذاشته ... آن ... پراکنده یونانی را مرتب کردند ... طب را از ... نظری بیرون آورده و طب عملی را ایجاد ... که علم امراض را توسعه دادند - و بسیاری از ... آن زمان از آن اطلاع نداشته در عالم طب وارد چهارم آنکه اثر دارو و ... طب از نظر و ظائف ... ساختند - رازی کسی است که در ... اطبای عالم اسلام ... این چهار موضوع قدم بسیار بزرگ برداشته است - (دنبا

ان خودساخته

سید جمال الدین

معروف به افغانی

بقلم سید حسن تقی زاده

مرسله آقای محمود دشتی کیفی خیام

سید جمال الدین معروف به افغانی نه تنها در ایران شهرتی بسزا دارد بلکه در بسیاری از ممالک اسلامی مانند شبه قاره هندوستان (یعنی هندوستان و پاکستان امروزی) و افغانستان و مصر و سوریه و لبنان و ترکیه بصفت یک مرد سیاسی انقلابی و بیش بصفت اتحاد اسلام معروفیت دارد. این شخص از ابتدای جوانی دارای روحی انقلابی و اصلاح طلب و مخالفت شدید با استبداد حکام و سلاطین و امرا بوده و بیشتر هم او ... استقلال و قدرت و عظمت ملل و ممالک اسلامی و خلاص آنها از تسلط و نفوذ خارجیان اروپائی بوده است. از اوائل عهد این مبارزه را داشت و بعلت آنکه آغاز ... و فعالیت و تبلیغ او در هند بود از همه ارباب سلطه و جابر داخلی و خارجی در تمام عمر را بیشتر با علی درجه شدید ترین وجهی بر ضد انگلیس مخاصمت کرد و تعصبی فوق العاده در این باب داشت که گاهی حتی آثار افراط هم شاید در آن غیرت و حمیت طبیعی و معقول دیده می شد و این حال شدت خصومت افراطی مکرراً در طلاب دبستان و انقلابیون هند هم دیده شده است. چنانکه مرحوم سید احمد ادیب پیشاوری معروف که اصلاً از هند (پیشاور) بوده و آن جا آمده و جهادی بر ضد قوم خارجی مسلط در آن مملکت داشته در ایران اغلب به شدت اظهار آرزوی خود را اظهار می کرد کاش روزی جزیره انگلیس زیر دریا برود و دنیا از سلطه آن قوم نجات یابد. خود نویسنده در زمان جنگ بین الملل اول مشاهده کردم که روزی مجمع انقلابیون هند در برلین و پاریس موضوع بحث داشتند که آیا و قتیکه بساط انگلیس ها را از هندوستان بوسیله قتل عام آنها را تیرباران کنند یا نه و پس از گفتگو عاقبت اکثریت جلسه تقریباً آنرا تیرباران رای داد.



سید جمال الدین نیز دارای چنین عقیده افراطی در حق نهضت ضد انگلیس بود و در دیباچه کتاب عربی (تاریخ الافغان) خود در نام ... انگلیس این عبارت را دارد (... المعجزه ازل لم یستطع ... الی طلوع ... الماء ... و الدنیا فعرفا ... العالم کله و اشرب بیما ... الیل ...) ... افغانی ... بعضی دو بیت طبوان مردم و ... رود خانه های ... سرگردان است ... با ذکر آن کردیانی ... و ... گذشته ... و حیوان و نیز بیانتها ... این خصومت افراطی تا الیا در هند گاهی در مصر و افغانستان و بعضی ممالک دیگر دیده شده است

در وطن اصلی و مولد سید جمال الدین چنانکه معلوم است از مدتی باین طرف اختلافاتی پیدا شده که قدری از لحاظ تحقیق بوده و قسمتی بیشتر ناشی از تعصبات دور از انصاف است که میان بعضی ملل اسلامی مخصوصا بعضی از رجال تاریخی سیاسی و علمی نامدار و غیره نزاع بر خاسته و هر کدام این اشخاص معروف را میخواهند بخود نسبت بدهند. گاهی این نوع مجادله دلیل کم رشدی است.

اتفاقی عادتی نسبت سید جمال الدین با افغانستان ... تولد او در محلی در نزدیک کابل موسوم ... آباد (؟) شده از بسیاری ایرانیها او را از اهل اسد آباد همدان میدانند. در افغانستان اسم پدرش سید صفدر و در ایران سید صفدر ... البته منشاء شهرت افغانی بودن سید خود او بوده و اغلب ...

یکی از کتابهای او مربوط به مرض آبله و سرخچه است که از سال ۱۴۹۸ تا ۱۸۶۶ چهل مرتبه به زبانهای گوناگون چاپ شده در این کتاب این دو مرض با وضوح تمام بیان و تشریح شده است (آبله با تب طولانی احساس درد در پشت. خارش در بینی و لرز در خواب آغاز می شود علائم اصلی آن احساس درد در پشت. قرمزی شدید. گونه ها و چشمان و احساس فشار در بدن است. درد گلو و سینه تنگی تنفس. سرفه. تشنگی. دهان علظت. براق. گرفتگی صدا حس درد و فشار در سر از علائم آن است.

دلبستگی رازی با مور تجربی و تحقیقی و بیزاری از روش تخیلی اطبا [illegible] [illegible] و [illegible] مردم قشری و متعصب [illegible] آن زمان بعضی از [illegible] حمله میکردند او چنین گفت: «تو ادعای کیمیاگری کردی در حالیکه نتوانستی [illegible] [illegible] را در تحفه تافتی به پیری رازی. تو مدعی طبابت هستی در حالیکه خود [illegible] خنازیر را معالجه نتوانستی. تو مدعی ستاره شناسی و نجوم هستی و حال آنکه از بدبختی هایی که به ستاره های تو چاره نشدی بی خبر بودی.»

تالیفات و آثار: [illegible] مصنفات رازی از ۱۸۴ تا ۲۳۸ کتاب و رساله نوشته اند. [illegible] ابن الندیم ۱۶۸ [illegible] بیرونی ۱۸۴ کتاب و رساله و [illegible] چون اکثر آثار رازی به زبان عربی نوشته شده اروپاییان او را [illegible] عرب خوانده اند. امروز [illegible] آثار گرانبهای رازی بیش از ۱۰ جلد باقی نمانده و آنها هم در کتابخانه های معروف جهان پراگنده است. مهم ترین و گرانبها ترین آثار رازی کتاب (الحاوی) و (منصوری) است. کتاب الحاوی در حقیقت یک دائرة المعارف طبی است که [illegible] آزمایشهای [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] موضوعات منظور رسالات [illegible] [illegible] و مسائل مختلف را با وضوح و سادگی بیان کرده است. کتاب حاوی [illegible] (الحاوی) [illegible] کتاب طبی است که در آن نتایج تجربه های او و عقیده متقدمین و متأخرین بیان و توضیح داده است.

در [illegible] جلد چهارم پنجم الحاوی که در سال ۱۸۷۱ بچاپ رسید در پیرامون امراض معده [illegible] [illegible] و امراض اطفال خونریزی [illegible] [illegible] معدی از قرحه مختلف بحث کرده و در باب درمان هر بیماری یا ذکر عقیده دانشمندان سلف مطالب جالبی بیان شده است و در جلد ششم این کتاب اطراف بیماری کبد [illegible] [illegible] [illegible] بیماریهای تناسلی [illegible] [illegible]

مفاصل. بواسیر. بیماری مقعد نقرس. جرب. عرق النسا. زخمها. نبض ها. صداع. بیماریهای دماغ. چشم. افتادن سرطان و بیماریهای رحم سخن گفته است. در این کتاب [illegible] آراء اطبای قدیم نظیر بقراط و جالینوس مورد مطالعه واقع است.

دیگر از آثار نفیس رازی کتاب (الفصول) است. چنین نوشته است (چون کتاب فصول بقراط را از نظر تفصیل برای طالبین علم مشکل دیدم بر آن شدم که سعی [illegible] [illegible] بصورت کتاب مقدماتی برای دانشجویان درآورم) این کتاب دارای ۲۹ فصل است که اهم فصول از ترکیب انسان. مزاج و اقسام آن. حواس و اقسام آن [illegible] [illegible] و [illegible] و خواص آن. حمام و خواص آن. بیماری، احتیاج به غذا و بهترین طرز تغذیه. داروها. شراب. جماع و تزدیکی. ترکیب داروها. بیماریهای [illegible] [illegible] تنفس. بحران و غیره. رازی در یکی از آثار [illegible] در بعضی موارد پرهیز زیاده و مسالک در غذا نه تنها مفید حال نمیشود بلکه سبب ضعف تدریجی مریض خواهد گردید [illegible] [illegible] [illegible] برای بیمار غذائی را که طالب است بخورد. اسلوب بیمار رازی [illegible] [illegible] اولین کسیکه در [illegible] [illegible] گزارش حال بیماران توجه داشته است و چنانکه میدانیم امروز در بیمارستانها معمول است [illegible] سابقه [illegible] بیمار، امراض خانوادگی او علائم بیماری او مورد نظر قرار میگیرد. رازی در یکی خود می نویسد «عبدالله ابن سواده بحملهای تبی هر روز [illegible] [illegible] [illegible] مبتلا بوده و این حملات از کمی و زیادی [illegible] [illegible] [illegible] چنین تصور کردم که ممکن است بیمار زخمی در [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] فساد از مجرای ادرار [illegible] [illegible] مناسبت به بیمار گفتم تب تو دیگر عود نخواهد کرد» اطبای اسلامی چهار [illegible] مهم در طب از خود بیادگار گذاشته [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] پراکنده یونانی را مرتب کردند . . . . طب را از صورت نظری بیرون آورده و طب عملی را [illegible] [illegible] آنکه علم الامراض را توسعه دادند. و بیماریهائی که تا آن زمان از آن اطلاع نداشتند در عالم طب [illegible] چهارم آنکه اثر داروها در طب از نظر وظائف الاعضا [illegible] [illegible] رازی کسیست که در راه کل اطبای عالم اسلام از این چهار موضوع قدم بسیار بزرگ برداشته است. (

...خودساخته

سید جمال الدین

معروف به افغانی

بقلم سید حسن تقی زاده

مرسله آقای محمود دشتی کیفی خیام

سید جمال الدین معروف به افغانی نه تنها در ایران شهرتی بسزا دارد بلکه در بسیاری از ممالک اسلامی مانند شبه قاره هندوستان (یعنی هندوستان و پاکستان امروزی) و افغانستان و مصر و سوریه و لبنان و ترکیه بصفت یک مرد اسلامی سیاسی انقلابی، بیش بهضت ... اسلام معروفیت دارد. این شخص از ابتدای جوانی دارای روحی انقلابی و اصلاح طلب و ملی نفرت شدید با استبداد حکام و سلاطین و ... بشدت خواهان ... استقلال و قدرت و عظمت ملل و ممالک اسلامی و خلاص آنها از تسلط و نفوذ خارجیان اروپای بوده است از اوایل عهد شباب مبارزه را فراشت و نجات آنکه آغاز کرده و فعالیت و تبلیغ او و ... بود از همه ارباب سلطه جابر و جائر داخلی و خارجی وی تمام عمر را بیشتر با علی درجه شدیدترین وجهی بر ضد انگلیس بخاصمت کرد و تعصبی فوق العاده در این باب داشت که گاهی حتی آثار افراط هم شاید ... آن غیرت و حمیت طبیعی و معقول دیده می شد و این حال شدت خصومت افراطی مکرراً در بعض دبستان و انقلابیون ... هم دیده شده است. چنانکه مرحوم سید احمد ... معروف که اصلا از هند (پیشاور) بوده و آن جا ... آمده و جهای بر ضد قوم خارجی مسلط در آن مملکت داشت ... غلب به شدت اظهار آرزوی خود را اظهار می کرد ... روزی جزیرهٔ انگلیس زیر دریا برود و دنیا از ... نجات یابد. خود نویسنده در زمان جنگ ... اول ... کردم که روزی مجمع انقلابیون هند در ... موضوع بحث داشتند که آیا و قتیکه بساط انگلیس ها را از ... ستان بوسیلهٔ قتل عام آنها را نیز بکشند یا نه و پس از گفتگو عاقبت اکثریت جلسه ... آن با ... رای داد.



سید جمال الدین ... دارای چنین عقیدهٔ افراطی ... نسبت انگلیس بود و ... در دیباچهٔ کتاب عربی تاریخ الافغان ... در ذم ... انگلیس این عبارت را دارد (و ذلک العصر ...) لم یشعر ... الشمس ... والندیا فعرقاه ... بعالم کله و الشرب ... الی آن ... و ... ملیون و ... ملیون مردم ... رود خانه ... سندگنگ ... است ... کرده ... و آبهای نیل و جیحون ... نیز ... این خصومت افراطی تا ... در هند گاهی در مصر و افغانستان و بعضی ممالک دیگر دیده شده است.

در موطن اصلی و مولد سید جمال الدین چنانکه معلوم است از چندی باین طرف اختلافاتی پیدا شده که قدری زائد از تحقیق بوده و قسمتی بیشتر ناشی از تعصبات دور از نیت است که میان بعضی ملل اسلامی سر بسیاری از رجال تاریخی سیاسی و علمی نامدار و غیره نزاع برخاسته و هر کدام این اشخاص معروف را منسوب بخود نسبت میدهند. گاهی این نوع مجادله دلیل کم رشدی است.

افغانی ها دعوی نسبت سید جمال الدین با افغانستان ... تولد او در محلی ... کابل موسوم ... آباد (؟) شده ... بسیاری ایرانیها او را ... اسد آباد همدان میدانند ... افغانستان اسم ... سید ... و در ایران ... البته ... شهرت افغانی بودن سید خود او بوده ...

یکی از کتابهای او مربوط بمرض آبله و سرخچه است که از سال ۱٤۹۸ تا ۱۸٦٦ چهل مرتبه بزبان های گوناگون چاپ شده. در این کتاب این دو مرض با وضوح تمام بیان و تشریح شده است. در آبله با تب طولانی احساس درد در پشت. خارش در بینی و لرزه در خواب آغاز می شود علائم اصلی آن احساس درد و تب. قرمزی شدید گونه ها و چشمان و احساس فشار در بدن است. درد گلو و سینه، تنگی تنفس، سرفه، تشنگی ... غلظت. تراق. گرفتگی صدا ... درد و فشار در سر از علائم آن است.

دانشمند رازی با نور تحریر تحقیقی و بیزاری از روش تخیلی اطبا ... متعصب ... این زبان بعضی از ... در باره او چنین گفت: تو ادعای کیمیاگری کردی در حالیکه نتوانستی ... را در معده ... تو مدعی طبابت هستی در حالیکه ... با محاسبه ... تو مدعی ستاره شناسی و نجوم هستی و حال آنکه از بدبختی ها و گرفتاریهای که ... دچار شدی بی خبر بودی.

تالیفات و آثار

... مصنفات رازی را از ۱۲۸ تا ۲۲۸ کتاب و رساله نوشته اند ... ابن الندیم ۱۶۸ ... بیرونی ۱۸٤ کتاب و رساله با نسبت ... جهل ... رازی بزبان عربی نوشته شده و اروپاییان ... او را ... جالینوس عرب خوانده اند امروز از آثار گرانبهای رازی بیش از ... جلد باقی نمانده و آنها هم در کتابخانه های ... جهان پراکنده است مهم ترین و گرانبهاترین آثار رازی کتاب (الحاوی) و (منصوری) است. کتاب الحاوی در حقیقت یک دائرة المعارف طبی است که در آن تشریح ... جمع آوری شده ... مسائل مختلف را با وضوح و سادگی بیان کرده است ... (الی الحاوی) ... کتابی است که در آن ... عقیده متقدمین و متاخرین بیان و توضیح داده است.

... جلد چهارم ... سال ۱۲۷۱ هجری ... بیماریهای ... امراض معده ... صفرا ... قولنج ... معدی ... مختلف ... سرطان ... عقیده دانشمندان ... مطالب جالبی بیان شده است و در جلد ششم این کتاب ... بیماری ... امعاء ... بیماریهای تناسلی ... کلیه مفاصل، بواسیر، بیماری مقعد، نقرس، جرب، عرق النساء، زخمها، نبض ها، صداع، بیماری های دماغ، چشم، اقسام تبها، سرطان و بیماری های رحم سخن گفته است. در این کتاب ما و آراء اطبا قدیم نظیر بقراط و جالینوس مورد مطالعه و انتقاد گرفته است.

دیگر از آثار نفیس رازی کتاب (الفصول) است که چنین نوشته است (چون کتاب فصول بقراط را از حیث ... تفصیل ... این علم مشکل دیدم برآن شدم که برای ... کتاب مقدماتی برای دانشجویان رشته ... در آورم) این کتاب دارای ۲۹ فصل است که اهم فصول آن ... ترکیب انسان، مزاج ... اقسام آن ... نبض ... و خواص آن، حمام و خواص آن، خواب، بیداری، احتیاج به غذا و بهترین طرز تغذیه، داروهای ... شراب، جماع و ... ترکیب داروها، بیماریها و علل ... تنفس، بحران و غیره. رازی در یکی از آثار خود ... در بعضی موارد پرهیز زیاد ... در غذا ... تمام موجب ... حال نمیشود ... بسبب ضعف ... زندگی مریض خواهد ... مدعی ... برای بیمار غذائی را که طالب است تجویز کرد.

اسلوب کار رازی ... این کسیکه در هزار ... سال پیش گذشته احوال بیماران توجه داشته است و اینها ... امروز در بیمارستانها معمول است ... سابقه ... بیمار ... امراض خانوادگی و علل ... بیماری او مورد نظر قرار می گیرد. رازی در یکی از آثار خود می نویسد: «عبدالله ... بحمله های تبی هر روز ... مبتلا بود ... از کمی و زیادی ادرار ... چنین تصور کردم که ممکن است بیمار زخمی در کلیه داشته ... پس ... فساد ... ادرار ... خارج ... به بیمار گفتم تب تو دیگر عود نخواهد کرد ...»

اطبا اسلامی چهار ... در طب از خود بیادگار گذاشتند ... الذخیره ... را مرتب کردند ... طب را از صورت نظری بیرون آورده و طب عملی را ایجاد ... علم الامراض را توسعه دادند. و بسیاری از ... که تا آن زمان از آن اطلاع نداشتند در عالم طب وارد ... آنکه ... طب از نظر وظائف الاعضا ... رازی کسیست که در ... اطبا عالم اسلام ... چهار موضوع قدم بسیار بزرگ برداشته است. (دنباله)

... دانِ خودساخته

سید جمال الدین

معروف به افغانی

بقلم سید حسن تقی زاده

... آقای محمود دستی کیفی خیام

سید جمال الدین معروف به افغانی نه تنها در ایران ... شهرتی بسزا دارد بلکه در بسیاری از ممالک اسلامی مانند شبه قاره هندوستان (یعنی هندوستان و پاکستان امروزی) و افغانستان و مصر و سوریه و لبنان و ترکیه بصفت یک ... سیاسی انقلابی و بیشتر بصفت ... اسلام معروفیت دارد. این شخص از ابتدای جوانی دارای روحی انقلابی و اصلاح طلب و مخالفت شدید با استبداد حکام و سلاطین و امرا بوده و ... و قدرت ... و عظمت ملل و ممالک اسلامی و ... آنها از تسلط و نفوذ خارجیان اروپائی بوده است. از اوائل عهد شباب مبارزه را ... و بعلت آنکه آغاز ... و فعالیت و تبلیغ او ... بود از همه ارباب سلطه ... دشمن داخلی و خارجی در تمام عمر را بیشتر با علی درجه ... شدیدترین وجهی بر ضد انگلیس مخاصمت کرده و تعصبی فوق العاده ... باب داشت که گاهی حتی آثار افراط هم شاید ... آن غیرت و حمیت طبیعی و معقول دیده می شد و این حال ... خصومت افراطی ... در ... هندوستان و انقلابیون ... هم دیده شده است. چنانکه مرحوم سید احمد ... ... معروف که اصلا از هند (پیشاور) بوده و آن جا آمده و جهاد بر ضد قوم خارجی مسلط در آن مملکت داشته ... ایران اغلب به شدت اظهار آرزوی خود را اظهار می کرد ... روزی جزیره انگلیس زیر دریا برود و دنیا از ... قوم نجات یابد. خود نویسنده در زمان جنگ جهانی اولی مشاهده کردم که روزی مجمع انقلابیون هند در ... و یاد در موضوع بحث داشتند که آیا وقتیکه بساط انگلیس ها را از هندوستان بوسیله قتل عام آنها را تیرباران کشند یا نه و پس از ... و گفتگو عاقبت اکثریت جلسه بکشتن آنها تیرباران رای داد.



سید جمال الدین نیز دارای چنین عقیده افراطی در ... عداوت ... انگلیس بوده و در دیباچه کتاب عربی ... تاریخ الافغان خود در ... از انگلیس این عبارت را دارد (ذلک ... ... الشعوب ... الناس ... ... فعرفناه ... العالم کله ... ...) ... آن افتاده ... ... بیست ملیون مردم ... ... خانه های ... سپرده است ... ... این خصومت افراطی غالبا ... گاهی در مصر و افغانستان بعضی ممالک دیگر دیده شده است.

در موطن اصلی و مولد سید جمال الدین چنانکه معلوم است از دیر باز ... ... پیدا شده که قدری ازلی ... بوده و ... ... از ... دور ... است که ... بعضی ملل اسلامی ... ... نامدار و غیره نزاع برخاسته و هر کدام این ... ... بخود نسبت بدهند. گاهی این نوع مجادله دلیل ... شده است.

افغانی خواندن نسبت سید جمال الدین با افغانستان ... ... کابل ... ... (؟) شده از بسیاری ایرانیها ... ... سید جمال ... افغانستان ... ... ایران ... [illegible]
البته ... شهرت افغانی بودن سید ... را ... ... غلط ...

غیر ایرانی کہ او را دیدہ انداز وی این طور (یعنی افغانی بودن آن) روایت کردہ اند۔

اگرچہ سید جمال الدین ظاہراً در اوائل عمر چندی در افغانستان بودہ لکن بیش از جمیع روایات و دقت کافی تصور می رود کہ نسبت ایرانی بودنش (زیادتر) در خالت تعصب (تعجب) صحیح تر باشد محفوظ ما در (این جانب) اشخاص متعددی از مصاحبین ایرانی او را ملاقات کردہ ام بیشتر آنہا صریحاً خود را ایرانی می شمرد۔ و یکی از آنہا دو سال تمام در بیشتر سفرہا در سفر و علن و خلوت و جلوت با او رفیق و ہمنشین بودہ۔ حملہ نویسندہ لقفازی پست میر محمد آقا تاشکندی این جانب گفت کہ سید با ترکی (ترکی ہمدانی) حرف می زدہ متداول بودن این زبان در نواحی کامل مستعد است۔ شاید تظاہر سید جمال الدین با فغانی بودن عنوان میل او بہ تجرد داری از انتساب بہ تشیع در ممالک ہند و مصر و ترکیہ و غیرہ کہ در آنجا او اشتغال مہمی در سیاست داشت و حتی در مصر در الجامع الازہر بلقہ حنفی و سائر مذاہب اربع را نہ پیش می برد و این مقام و کار با ایرانی بودن با زبین بعضی ہم گفتہ اند کہ این افغانی ہای تقلب از تسلط ناصر الدین ایران و زمان خارجہ نسبت بہ او مزاحمت وی بعنوان ممنوعیت بودہ کہ در آن اوقات این مزاحمت با غالب ایرانیان ہم خارجہ بود۔ مرحوم قاسم میرزا نعمت اللہ اصفہانی مقیم مسکو و قونسول ایران در آنجا نیز با این جانب حکایت کرد کہ وقتی کہ سید در طہران در خانہ حاجی محمد حسن امین الضرب بود نامہ میرزا نعمت اللہ ہم از جمال الدین الفرسہ در زمان او بود)

سید جمال الدین دو صندوق از کتاب ہای خود را بستہ خود داد کہ ببرد بہ ہمدان۔ (بہ ہمان اسدآباد موطن اصلی) نیز قرینہ انتساب او با اسدآباد ہمدان می شود۔ بعدہا از قرب چہل سال باین طرف بعضی سادات در اسدآباد مدعی قرابت با سید جمال الدین شدہ و خود را جمالی نامیدہ اند اما این ادعا چون مورد قطع و یقین نیست (با آنکہ صحت محتمل ہم نیست) این دعاوی انتساب را قرینہ اسدآبادی نمی شماریم

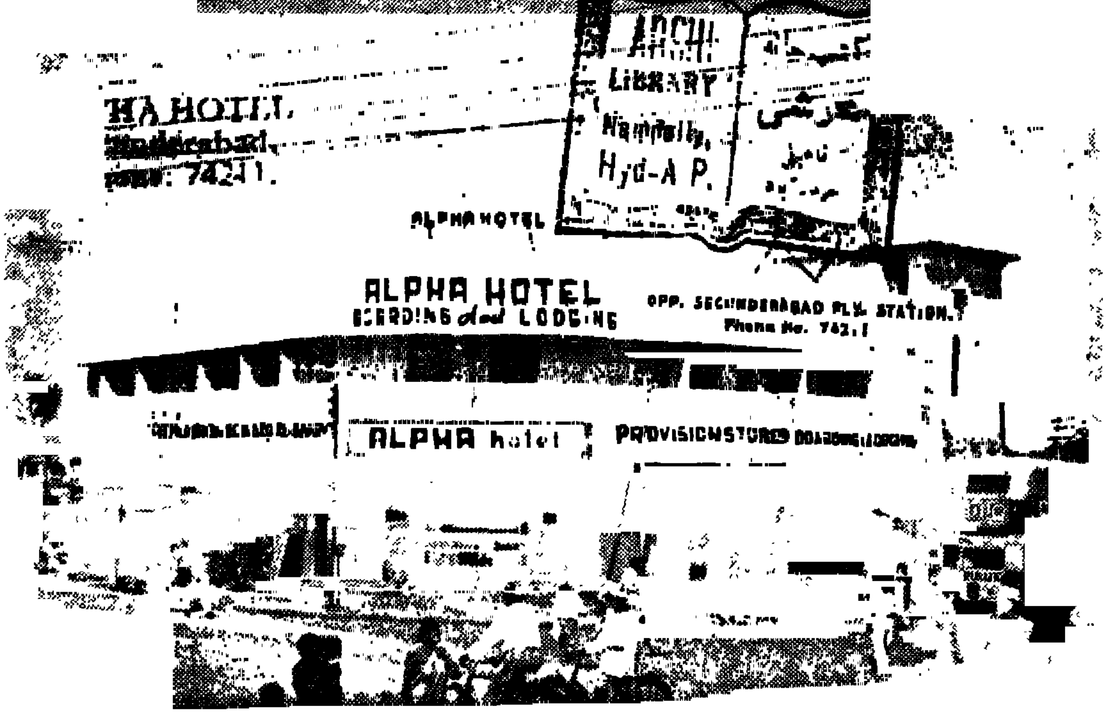
سید جمال الدین ظاہراً در حدود ۱۲۵۴ بودہ قبل از ہجرت تولد یافتہ و با شدہ سال ۱۳۱۴ کردہ تا قریب شصت سال زیستہ است۔

این شخص زبان شہرت را از ابتدائی عمر تا خاتمہ داشت چشمہای خوب و نفس جیبی۔ استقلال ممتاز و متانت زبان و فصاحت قلم و حافظہ بسیار فوق العادہ فضل و اطلاع وسیع بعلوم اسلامی از معقول و منقول و تسلط عظیم او در زبان عربی بیشتر از ہمہ وی موجب ساختن مستمعین بانات و اصحاب او می گشت و لہذا در اسلامی کہ قدم گذاشت باعث نہضت یا انقلابی سیاسی شد نفس کیمیا اثری داشت و در واقع او را بانی انقلاب می شمرند۔

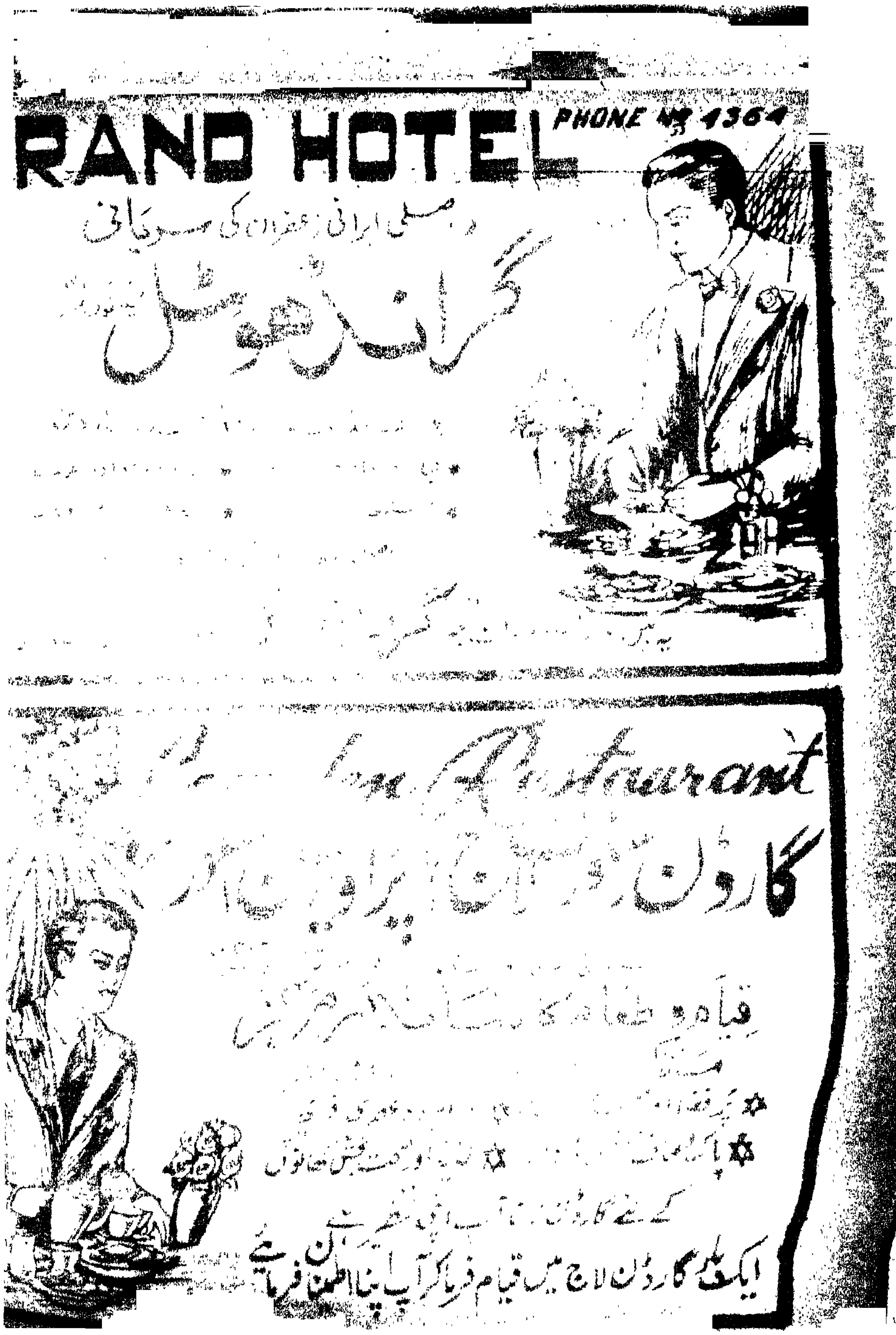
وی در اوائل شباب در علوم اسلامی تحصیل نمودہ بعضی گفتہ اند کہ او در ہمدان و قزوین و اصفہان درس خواندہ لکن دلائل قطعی برای این مطلب ہم نداریم است۔ (باقی دارد)

SHIRAZ

شیرازہ


ARCHI LIBRARY
Nampally, Hyd-A.P.
HA HOTEL
ALPHA HOTEL
ALPHA HOTEL
BOARDING And LODGING
OPP. SECUNDERABAD RLY. STATION.
Phone No. 742
ALPHA hotel
PROVISION STORES


ASSAM TEA DEPOT.
تازہ خوش ذائقہ اعلیٰ درجہ کی چائے
آسام ٹی ڈپو


RAND HOTEL
PHONE No 1364
گرانڈ ہوٹل
Restaurant
ایک بار گارڈن لاج میں قیام فرما کر آپ اپنا اطمینان فرمائیے

علیؑ کی معنوی پیغبری سمجھا تو میں سمجھا — وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مٹا کر آپ کو عثمانؔ یہی کہتا ہے ہر اک سے — کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی

مقام اشاعت:- چادر گھاٹ کیٹ حیدرآباد (۲) (انڈیا)

جلد (۱۴) روز پنجشنبہ ۲۸ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء ۲ غرہ ذیقعدہ الحرام سنہ ۱۳۷۹ھ شمارہ (۲۵)

غزل

(مطلع) لطفِ افضالِ (خدا) ہمانست کہ بود — جانِ مذہب کہ بجا نست کہ بود

منکشف گشت زِ اطرافِ نجفؑ — معجزہ این چہ (اسلام) نہانست کہ بود

منصبِ صہرِ نبیؐ اکرم — مثلِ سابق کہ بہ (رہنمائے امداد) شانست کہ بود

گفت این نہج بلاغہ بشنو — نکتہ در شرحِ (بلا لحاظ مقدم و موخر) بیانست کہ بود

در ہمہ گوشہ نیو شے گفتہ (حطاب مولا) — ہر زمان صوتِ اذانست کہ بود

جملہ مرغان بہ ورودِ نو روز — در چمن زمزمہ (بہ زند) خوانست کہ بود

(مقطع) بہرِ افرادِ نبوّت عثمانؔ

این درود ے بہ ندبا نست کہ بود

مقولہ دنیا۔ کہ احوال جہان گاہے چنین گاہے چنان باشد"

فرمایا پولیس ایکشن کے بعد اور عالمگیر انقلاب کے تحت ریاست حیدرآباد کے سابقہ حالات اب نہ اور نہ حکمرانی رئیس باقی رہی۔ لہٰذا ان حالات کی روشنی میں کام ہونا چاہیئے کہ طبقۂ جاگیردار ہو یا دوسرے طبقے جو رعایا و برایا کی تعریف میں آتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ اپنے معاملات کی یکسوئی گورنمنٹ سے کرے جس پر ان کے بہبودی کا انحصار ہے نہ کہ ساکن نذری باغ پر کہ اس کا تعلق اُمور مذکورہ سے اب باقی نہیں رہا ہے۔ اور نہ ان کی ذمہ داری نذری باغ سے وابستہ ہے۔ نظر بر آن اس مسئلہ پر چند سطر لکھکر مجھے روشنی ڈالنے کی ضرورت ہوئی۔ بعد پولیس ایکشن یہاں کی رعایا برایا کے کیا خیالات نذری باغ کی جانب تھے وہ بھی مخفی نہیں۔ بلکہ آشکار تھے کہ کس وفاداری کا دعوے کرنے والوں کے خیالات یا حرکات و سکنات تھے جسکی نسبت اگر طوطا چشمی سے دی جائے تو نہ ہوگا۔ بلکہ ہر طرح درست۔ بہرحال چند مستثنیات کو چھوڑکر سب بندۂ زر نکلے جو ہوا کا رُخ دیکھ کر دُنیا کا یہی وطیرہ رہا ہے۔

نوٹ بہرحال اب اس قسم کے معاملات سے نذری باغ کو تعلق نہیں رہا ہے۔ اور نہ ایسا کرنا درست سمجھا کہ جو حکمران گورنمنٹ ہے اوسی کے ساتھ یہ سب امور وابستہ ہیں نہ کہ اوس شخص کے ساتھ جو منصب حکومت سے سبکدوش ہوکر اپنی بقیہ زندگی سکون کے ساتھ گوشۂ نذری باغ میں بسر کررہا ہے یا اپنی آل اولاد کے معاملات کی دیکھ بھال ہے جو کہ اس کے فرائض میں داخل ہے۔ اس کو چھوڑکر دوسرے اس تعریف میں نہیں آسکتے تاآنکہ اس کے لئے وجوہ نہ پیدا ہوں۔ ورنہ دعویٰ بے دلیل ہوگا۔

مرقوم ۲۴ راپریل سنہ ۱۹۶۰ ————————

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

قطعہ

جمع من الفاظ را بہر عبارت می کنم | بر ہمہ این سنگ تعمیر عمارت می کنم
داشتہ روئے علیؑ را پیش چشم منتظر | روز و شب پیش نجفؑ بنگر عبادت می کنم

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

مشترکہ معروضہ فرید نواز جنگ و نذیر نواز جنگ

(مقیم بیگم پیٹھ)

فرمایا وہ یہ تھا کہ مظفر نواز جنگ بھائی کی جائداد اس وقت ابو الفتح خان مرحوم کے بیٹے کے قبضہ میں ہے۔ دوسری طرف اول الذکر بوجہ پیرانہ سالی و خرابی صحت اس قابل نہیں ہیں کہ اپنی جائداد کی خود حفاظت کریں۔ لہٰذا میں اس جائداد کو اپنے قبضہ میں لے کر اس کی حفاظت کروں کہ اس میں ان دو بھائیوں کا حق ہے وغیرہ۔

ف۲ میں نے جواب دیا کہ ایسے خانگی معاملات میں۔ میں دخل نہیں دے سکتا۔ لہٰذا ان کو چاہیئے کہ اس کے حفاظت کا سامان قانونی طریقہ پر خود کریں۔ دوسرے طرف حالاتِ دنیا کس نوعیت کے ہیں وہ بھی ظاہر ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان کا منشا یہ تھا کہ انکی جائداد کی حفاظت کے خاطر میں اپنے پیسہ سے انتظام کروں (یعنے عدالتی کارروائی) یہ ناممکن ہے کہ ان چیزوں سے مجھے تعلق نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت مظفر نواز جنگ زندہ ہیں تو پھر ان کی وراثت کا مسئلہ اس وقت معرض بحث میں نہیں آسکتا اِلّا اوس وقت جب کہ یہ دنیا سے رخصت ہو جائیں۔ مجھے افسوس ہے کہ عرضی گزار دو بھائیوں کو اس قدر بھی خیال نہیں آیا کہ کیا یہ وقت متروکہ کی تقسیم کا ہے یا نہیں۔ میرا خیال ہے کہ طمع و لالچ میں یہ چیز ان کے ذہن سے نکل گئی کہ پیسہ واقعی ایسی چیز ہے کہ مالہٗ وما علیہ پر غور کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ اور چوطرف یہی جلوہ گر ہے۔ چاہے حالاتِ دنیا کچھ ہی ہوں اس سے بحث نہیں۔

مرقوم ۲۴ اپریل ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے سب رس ہفتہ وار)

قطعہ

در خزان بر رُخِ گُل قطرۂ شبنم نشود　　نیز تقسیم مئے ناب سگ کم نشود
جز مدینہ کہ بُودیا کہ بُود بابِ نجف　　فرقِ مایش دَرِ ہر کسے ہم خم نشود

(آمدہ از نذری باغ برائے سب رس ہفتہ وار)

سالار جنگ مرحوم کا معلائی جواہر جسکی مشخصہ قیمت پچاس لاکھ کیگئی ہے

فرمایا آجکل انقلاب عالمگیر کی وجہسے جو طرف جو دنیوی حالات دگرگوں ہیں اس کے مدنظر اُمید نہیں ہے ایک دو خریدار کو چھوڑکر اگر بشش مالدار خریدار بھی پیدا ہو جائیں تو یہ جواہر نہیں خرید کرسکنے کہ اس کی قدر و قیمت کا زمانہ گزشتہ جو تھا وہ غائب ہے۔ البتہ ایک صورت میں ممکن ہے کہ یہ فروخت ہو جائے۔ یعنے گورنمنٹ کی اجا سے ایک کمیٹی کے ذریعہ جو لین دین کے طریقہ سے واقف ہو اُس کو انگلینڈ بھجوایا جائے اور وہاں واجبی دام پہ فروخت ہو جائے۔ اور جو رقم پونڈ شلنگ میں آئے اُس کا تبادلہ سکہ گورنمنٹ میں ہو کر رقم ہندوستان لائی جائے۔ بعدہٗ جو کچھ کمیشن ہو کام کرنے والوں کا یا آمدورفت کے مصارف ہوں یا ٹیکس (Taxes) ہوں یہ منہا ہو کر بقیہ رقم کو سالار جنگ کے جائز ورثا میں تقسیم کر دیا جائے تو اوس وقت اس طریقہ سے آسانی سے جواہر فروخت ہو کر (اندرون چھ ماہ) یہ کام ختم ہو سکتا ہے۔ ورنہ اگر یہ طریقہ اختیار نہ کیا جائے گا تو پھر اس کا فروخت دشوار معلوم ہوتا ہے اور جواہر جہاں ہے وہاں دھرا رہے گا۔ اور معلوم نہیں کہ دُنیا کے مزید حالات جو آئندہ پیدا ہوں گے اس کے مدنظر جواہر کا کیا حشر ہو۔

فرمایا میری رائے سے بہت سے زمانہ شناس اصحاب اور جوہریوں کو اتفاق تھا جو کہ اس قسم لین دین کرتے ہیں۔ اور اپنی جگہ کچھ نہ کچھ بلکہ املاک یا حیثیت رکھتے ہیں۔ (Business)

مرقوم ۲۵ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

قطعہ

از خم ناب ساقیا پُر جام کردہ اند	رندان مگر ز بیعتے ہم نام کردہ اند
کردہ نماز صبح ادا گفت منبرے	بنگر عبادتے کہ سر شام کردہ اند

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

ساجد یار جنگ پدر علیؔ پاشاہ کی حالت دفعتہً خراب ہوگئی

(پریڈ ویلا میں)

فرمایا یہ واقعہ کل دوپہر کا ہے کہ مجھے بچہ کی زبانی معلوم ہوا کہ ڈیڑھ بجے دن کے یہ اپنے بیٹے سے ملنے کیلئے پریڈ ویلا آئے تھے (حالانکہ کہنہ مریضوں کو خصوصاً عارضۂ قلب کے مریضوں کو دھوپ کے وقت باہر مکان سے نکلنے سے پرہیز کرنا چاہیئے) کہ دفعتہً یہاں انکی طبیعت بگڑ گئی اور خفیف سا قلب کا دورہ پڑا۔ یہ دیکھ کر بچے نے ڈاکٹر واگلے اور ڈاکٹر عثمان کو طلب کیا اور ضروری علاج معالجہ کیا گیا۔ مگر دوسری طرف مشکل یہ ہوئی کہ پریڈ ویلا اس کام کے لئے موزوں نہیں تھا۔ دوم ان کے قرابتدار جو شہر میں رہتے ہیں ان کو یہاں عندالضرورت آنے جانے میں مشکلات کا سامنا تھا۔ نظر بر آں انہیں وجوہ سے مناسب یہی سمجھا گیا کہ انکو احتیاط کے ساتھ اسٹریچر پر واسو کے کلنک میں جو کہ پریڈ ویلا کے قریب تھا منتقل کیا جائے چنانچہ شب کے گیارہ بجے یہ کام کیا گیا۔ اور آج صبح معلوم ہوا کہ ان کی حالت کل سے بہتر ہے۔ اور شب بھی قدرے سکون سے گذری۔ میں رات کے ۹ بجے ان کو دیکھنے پریڈ ویلا گیا تھا۔ یہ اوسی مقام پر تھے جہاں علیؔ پاشاہ اور میری بچی تو اسی دو کمروں میں پیچھے کے حصہ میں ایک مدت مدید سے رہتے ہیں۔ گو یہ مقام قیام کے لئے کشادہ نہیں ہے اسلئے موزوں نہیں ہے۔ چنانچہ قریب میں یہ سب لوگ آئندہ ماہ ذیحجہ سنہ ۱۳۷۹ھ میں میرے عطا کردہ مکان عثمان کاٹیج میں (در حویلی قدیم) منتقل ہو رہے ہیں جہاں آرام سے ان کا قیام ہوگا۔ اور علیؔ پاشاہ کو آمد و رفت میں سہولت ہوگی۔ خصوص دیوڑھی سالار جنگ سے جہاں بچہ کے قرابتدار رہتے ہیں۔

بہرحال جو واقعہ سنہ کل کا تھا اوس کی نوعیت یہ تھی۔

دیگر فرمایا شب گذشتہ جب میں ان کو دیکھنے پریڈ ویلا گیا تو اوس وقت ان کو غفلت سی تھی۔ اور چند منٹ کے بعد ہوش میں آگئے تو مجھے دیکھ کر پلنگ پر سے اٹھنے گئے تو میری بچی جو کہ خسر کی نگرانی کررہی تھی اٹھنے نہیں دی۔ اور مجھے دیکھ کر جو الفاظ ان کی زبان سے وفاداری کے نکلے وہ ضرور قابل قدر تھے کہ ایسے اصحاب کو ہوش غیر ہوش ان چیزوں کا خیال ان کے قلب سے نہیں جاتا ہے بلکہ حسب سابق قلب میں جاگزین ہے۔

بہر حال ایسے اصحاب کی وفاداری کو میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا جو ہر طرح قابل قدر ہے۔ ڈاکٹر دا گھرے کو کہہ کر میں نے تیمارداری کا انتظام کردیا ہے۔ خدا ان کو شفائے عاجلہ دے کہ اپنے خاندان کے یہ اور ان کے بھائی تراب یار جنگ نامی گرامی افراد ہیں جو مثل چراغ سحری رہ گئے ہیں۔ جن کے بعد بساط مہروں سے خالی نظر آئے گی۔

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۱۹ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

ناممکن الوقوع تجاویز جو آج کل اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں

(متعلق تکمیل جدید ٹرسٹ برائے جاگیرداران)

فرمایا چیارٹی ٹرسٹ سے امداد دینے کا میں نے جو اعلان کیا ہے صرف اُن چھوٹے جاگیرداروں کو جن کے معاوضۂ جاگیر کو گورنمنٹ نے یکم اپریل سنہ ۱۹۶۰ء سے مسدود کیا ہے تو اسی سلسلہ میں اس قسم کے تجاویز اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں۔ لھذا اس مسئلہ کو صاف کرنے کی ضرورت ہوئی کہ کروڑوں کا جدید کورپس قائم کر کے ان کے واسطے یا اور کسی کے واسطے یہ کام اب نہیں ہوسکتا اور نہ اس کے لئے حالات حاضرہ اجازت دیتے ہیں اور نہ اس قدر رقم نذری باغ میں موجود ہے۔ نظر برآن چونکہ چیارٹی ٹرسٹ اول سے قائم تھا (۵) کروڑ کے کورپس کا لھذا اسی کے ذریعہ زد میں آئے ہوئے چھوٹے جاگیرداروں کو مدد دی جاسکتی ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے آئندہ اگر یہ حالت بڑے جاگیرداروں کی پیدا ہوگی تو اس وقت (یعنی ۵ یا ۱۰ سال کے بعد) اس کا معاوضہ یا مدد چیارٹی ٹرسٹ سے دینا قطعاً ممکن نہ ہوگا کہ اس ٹرسٹ کے مقاصد دوسرے ہیں نہ کہ صرف جاگیرداران کے لئے یہ مختص ہے۔ لہذا آئندہ سے زبان کھولی جائے تو حالات حاضرہ پر نظر کرتے اور ہر شئے کے مالہٗ و ماعلیہ پر غور کرتے ہونا چاہیئے نہ کہ جی میں جو آئے وہ کلمہ مارنا جبکہ لکھنے والوں کے جیب سے ایک حبہ نہ جائے۔ بجز این و آن کہنے کے۔ اور نہ ان کی مدح و ثنا کی ضرورت نذری باغ کو ہے اور نہ اس سے اوس کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا۔ نظر برآن اسی مسئلہ پر جو روشنی ڈالی گئی ہے وہ صرف قابل و زمانہ شناس اصحاب کے قابل ہو رہے نہ کہ ماوشما کے لئے جن کی گنتی نہ شمار!

مرقوم ۲۰ راپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

انتقال ساجد یار جنگ برادر خورد تراب یار جنگ

(ڈاروا سو کلینک)

فرمایا جب سے یہ پریڈ ویلا سے یہاں منتقل ہوئے تھے گزشتہ دوشنبہ کی رات کو تیرہ تیج کے دو دن جو گزرے تو مجھے معلوم ہو رہا تھا کہ تولہ ماشہ طبیعت روزانہ سنبھل رہی ہے مگر آج صبح چھ بجے علی پاشاہ نے مجھے خبر دی کہ ان کے والد کا انتقال پونے چار بجے صبح ہوگیا اور کل دوپہر سے پھر طبیعت بگڑ گئی تھی۔ دقت تنفس شروع (Hard Breathing) ہوگیا تھا۔ خیر یہ نئی چیز نہیں کہ اس دار فانی میں ایک آتا ہے اور چند سے قیام کرکے پھر جہاں سے آتا ہے وہاں چلا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر جاندار شئے کے لئے یہ مقررہ پروگرام ہے جس سے مفر نہیں ہے۔

نت۲ آج صبح ساڑھے سات بجے کے بعد میں کلینک گیا تھا جہاں افراد خاندان جمع تھے اور بڑے بھائی اور بچہ علی پاشاہ شب گزشتہ سے یہیں تھے۔ اور مرحوم کی لڑکیاں یہاں موجود تھیں۔ بہرحال میں نے تراب یار جنگ سے کہدیا ہے کہ وہ نہ صرف مرحوم کے بڑے بھائی تھے بلکہ اپنے خاندان کے بڑے بھی تھے لہٰذا تجہیز و تکفین کے انتظامات کو اپنے ہاتھ میں لیں اور ضروری مدد بھی دی اور پس۔ پی۔ ریڈی سے کہدیا ہے کہ جو چیز درکار ہوگی۔ وہ تراب یار جنگ کی خواہش پر مہیا کی جائے اور مولوی اصغر حسین صاحب نبیرۂ کلاں مولوی علی نقی صاحب مرحوم کو ادائے رسم مذہبی انجام دینے کیلئے ہدایت دیدی ہے۔ (اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ میت کو فوراً کلینک سے دیوڑھی سالار جنگ میں لیجایا جائیگا اور وہاں غسل و مجلس کے بعد دائرہ میر مومنؑ میں مابین عصر و مغرب لیجاکر دفن

کیا جائیگا۔ مجھے امید ہے کہ دنیا سے جانے والے ہیں جو خوبیاں تھیں وہی دوسری دنیا میں کام آکر انکی روح کو جوکہ جسد خاکی سے مفارقت کی ہے اور روح مطہر جن مقامات مقدسہ سے تعلق رکھتی تھی وہاں پہنچکر امن وسکون حاصل کرے گی۔

دیگر نواب یار جنگ اور علی پاشاہ کی زبانی معلوم ہوا کہ حالیہ جو واقعہ مذموم پیش آیا تھا اور مرحوم کے پسر کلاں نے باپ کے ساتھ جو گستاخانہ اور بے ادبی کی حرکت کیا تھا (جسکی جتنی نفرین کی جائے کم ہی کم تھی) اسکا اثر باپ کے قلب پر گہرا تھا اور ہونا بھی چاہیئے کہ اگر اس قماش کی اولاد کو دنیا میں آنا ہے تو اس کا نہ آنا ہی بہتر ہے جو ننگ خاندان کہلائے۔ بہرحال رفت وگزشت واقعہ کی جوکہ ہر طرف مشہور ہوگیا تھا اس کا اعادہ نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے بدکردار بیٹے نے اس حرکت سے جو رُوسیاہی حاصل کی تھی وہ کبھی نہیں مٹ سکتی بلکہ خاندان میں شکل بد یادگار رہیگی۔ کہ ایسے بھاری بھرکم خاندانوں کی اولاد اس قماش کی ہوتی ہے نہ دیدنہ شنیدہ! دوسری طرف اگر کسی کوچہ یا گمنام خاندانوں میں ایسا واقعہ پیش آتا تو نہ اہمیت حاصل کرتا اور نہ کوئی اسطرف پلٹ کر دیکھتا۔ یہ سمجھکر کہ ایسے واقعات تو ہاں روزمرہ پیش آتے ہیں لہذا کوئی نئی چیز نہیں ہے۔

مکرر علی پاشاہ کی زبانی معلوم ہوا کہ کل یوم چہارشنبہ گزشتہ وقت مغرب جونیئر پرنس بغرض عیادت ساجد جنگ واسٹو کی کلینک کو آئے تھے اور یہ کام کرکے انھوں نے اس امر کا ثبوت دیا کہ باپ کے جیسے کچھ خیالات ان قدیم وفاداروں کی نسبت تھے وہی خیال ذیشان افراد خاندان نظام کو بھی ہے۔ بمصداق اَلوَلدُ سِرٌ لِابیہ۔

زیادہ روح ساجد پر عنایات عالیات ہمیشہ رکوع وسجود میں رہ کر اپنی بخشایش کا پروانہ حاصل کرے کہ اَلدُّنیا مزرعۃ الاٰخِرہ

مادۂ تاریخ رحلت ساجد یار جنگ مرحوم
(پدر علی پاشاہ)

بر سر باب نجف ہم ساجد است	موت بہر سجدہ عثمان شاہد است (۱۰۹۵ح)
صبر جامہ چاک کردہ این بگفت	بہر بخشایش ہمہ این باید است (لازم) ۱۹۶۰ء

مرقوم ۲۱ راپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

دُنیا کا مقولہ

دُورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا
سراپا موم ہو یا سنگ ہوجا

فرمایا میں نے اخبار میں دیکھا تھا کہ کنیا پرشاد اپنے حوالی موالی بُرقعہ پوش عورتوں کو لیکر روز شہر میں جب جاتا تھا گلی کوچہ کی خاک اڑاتے تمام شہر کے اندر و اطراف تو بہ حیثیت لیڈر رکشا میں بیٹھکر اس ہیئت کذائی سے پھرتا تھا اور سمت نذری باغ رکشا میں اُٹھکر دستار و لنگوٹی سے وفاداری کے ثبوت میں سلام کرتا تھا۔ اور دوسری طرف اس کے کیا اعمال بد تھے اوس کے اِس دعوے کی تکذیب کرتے تھے۔ بہرحال کمیٹی مقرر کردہ کو حکم دیدیا ہے کہ جس صورت میں یہ امداد پانے والوں جاگیرات کے زمرہ میں ہے تو اس کا نام پاداشاً خارج کردیا جائے کہ اس قسم کے افراد ہرگز امداد کے مستحق نہیں ہیں دورُخی وفاداری رکھتے ہیں اندرون و بیرون شکل میں۔

دیگر اسی سلسلہ میں مجھے خطیب مدیر ہمدم کا واقعہ یاد آیا جو ازاں قبیل تھا چندسال قبل۔ اور اس نے بھی بروقت جامہ بدل کر کس طرح سے نذری باغ کا خیرخواہ بنا تھا یا مدح و ثنا کرتا تھا۔ حالانکہ یہ سب بیکار رہتا کہ زمانۂ گذشتہ کا ریکارڈ اس کا کس نوعیت کا تھا وہ ثبوت میں موجود ہے۔ خلاصہ اینکہ اس قماش کے اشخاص ہرگز بھروسہ کے قابل نہیں ہیں اور نہ انکی وفاداری مستقل ہے کہ یہ موقع دیکھ کر مثل گرگٹ رنگ بدلتے رہتے ہیں اور بندۂ زر ہیں۔ اسکے سوا اور کچھ نہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ یہ اندرون نذری باغ قدم نہیں رکھ سکتا اور چونکہ اسکا رویّہ اس قسم کا تھا اس لئے اِسکے نقل و حرکت پر نگرانی ہے تاکہ کس دن موقع نذری باغ کو ملے۔ اور کس دن اس کی امداد مسدود ہو۔ جس کے پانے کا وہ ہرگز مستحق نہیں ہے۔ بقول ــ عیاں راچہ بیان۔

مرقوم ۲۲ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

گفت ساقی کہ جام لبریز است ‖ نیز بادہ بہ دور ہم تیز است
این کلام عجم بگفت شنو ‖ درجہان نیز شمس تبریز است

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

بڑے جاگیردار حیدرآباد صاحب جائداد ہیں

فرمایا اس امر میں مطلق شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ انکو گورنمنٹ جو ان کے جاگیرات کا معاوضہ دیتی ہے وہ تناسب سے انکی جائداد کے ہے۔ لہذا اگر یہ وقت مقررہ مسدود ہو جائے تو اس گروہ کو زیادہ مصائب کا سامنا نہ ہوگا کہ اپنی ذاتی جائداد یا ملک املاک کی آمدنی سے اپنے معاملات کو سنبھالیں گے۔ ایسی حالت میں چیارٹی ٹرسٹ سے اسوقت انکو امداد دینا قطعاً ناممکن ہوگا کہ اس ٹرسٹ کی آمدنی یا فنڈ اس کے متحمل نہ ہوسکیں گے بلکہ جس غرض سے یہ ٹرسٹ بنایا گیا تھا وہ مفقود ہو جائے گا۔ لہذا ضرورت سمجھی گئی کہ اس مسئلہ کو قبل از قبل صاف کیا جائے تاکہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔

ف ۲۔ اب رہا طبقہ منصبداران کہ یہ مماثل طبقہ جاگیرداران نہیں ہے نہ حیثیت میں نہ پوزیشن میں۔ دوسری طرف گورنمنٹ کوئی چیز ان سے لیکر اوس کا معاوضہ نہیں دے رہی ہے مثل جاگیرات۔ بلکہ جو کچھ منصب ان کو ملتا تھا اُس کی نوعیت دوسری ہی کہ اس کا چاہے معاوضہ دیتی یا نہ دیتی کہ یہ خیرات و مبرات کی تعریف میں تھے۔ بہرحال حالات زمانہ بدلے ہوئے ہیں اس لئے ہر ایک گروہ کو اپنے پاؤں پر کھڑے رہ کر اپنی روزی کمانا چاہیئے۔ البتہ ان میں جو چند ضعیف یا اپاہج کی تعریف میں ہیں۔ ان کی حد تک یہ مسئلہ قابل غور ہے۔ مگر باوجود اس کے ان کے چھوٹوں پر لازم ہے کہ بڑوں کی مدد قوت بازو سے کیا کریں جو کہ چراغ سحری رہ گئے ہیں۔

ف ۳۔ بہرحال انقلاب عالم کے بعد آرام و آسائش سے زندگی بسر کرنا یا بیکاری میں عمر بسر کرنے کا یہ زمانہ نہیں ہے۔ بلکہ ہاتھ پاؤں مارنے کا ہے تاکہ اسکی عادت ان کو پڑے بشرطیکہ گورنمنٹ ان کے لئے ذرائع معاش مہیا کرے تو اسوقت سب مشکلات رفع ہو کر آسانی پیدا ہو جائے گی وبس۔

ف ۴۔ اخبار کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اکبر علی خان بیارسٹر نے بھی اس تجویز سے متعلق اپنا خیال ظاہر کیا ہے مگر مناسب ہوگا کہ یہ ایسے معاملات میں دخل نہ دیں جو کہ ان سے تعلق نہیں رکھتے ہیں اور نہ ایسی چیزوں کی نذری باغ میں کوئی وقعت ہے

(منقول از نظام گزٹ) مرقوم ۲۲ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

قطعہ

دید گل با چشم حیران می کنم || از کم زلفش پریشان می کنم
شکر للہ آمدہ نوروز ہم || بین کہ من قصد خراسان می کنم

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

فسخ نسبت دو صاحبزادیان کاظم جاہ مرحوم

(مقیم در شادی خانہ نمبر ۲)

فرمایا گزشتہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۵۹ء میں محمود پاشاہ کے عقد کے وقت اعلان کیا تھا کہ ان دو لڑکیوں کے لڑکوں سے منسوب کیا ہے۔ یعنے کاظم النساء بیگم کو مسعود علی خاں سے بطنی موتی بیگم منکوحہ۔ اور عباسی بیگم کو بطنی پتلی بیگم منکوحہ۔ اور یہ اعلان اخبار نظام گزٹ مورخہ یکم جنوری سنہ ۱۹۵۹ء یوم پنجشنبہ میں ہوا ہے۔ مگر کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ نسبتیں موزوں نہیں ہیں۔ یعنے لڑکیاں عمر میں لڑکوں سے زائد ہیں۔ لہذا مجبوراً ارادہ کردیا۔ اس کے سوا دکھائی میں لڑکے کمزور ہیں اور مثل بچۂ مدرسہ نظر آتے ہیں جنکی متاہل زندگی کا یہ وقت۔ لہذا میں اندھا دھند کام کرکے معاملہ کو نہیں بگاڑ سکتا۔ نظر بر آں جیسا اعلان کیا تھا نسبتوں کا اسی طرح فسخ بھی کرنا مناسب سمجھا۔

ف ۲ ہاں وہ بات اور ہے کہ ان دو لڑکوں کی تعلیم ختم کئے بعد اور عقد کے لئے موزوں عمر پر میری دوسری دو پوتیوں سے ان کو منسوب کروں گا جس کی سر دست جلدی نہیں ہے۔

دیگر کاظم جاہ مرحوم کی دو لڑکیاں مذکورہ کا عقد بروقت ہو جائے گا۔ جیسا کہ حال میں میری لڑکی ہے۔ گو اول الذکر لڑکے عمر میں کم ہیں بالمقابل موخر الذکر لڑکیوں کے جس سے انکار نہیں کہ یہ حقائق ہیں۔

مرقومہ ۲ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

بہر الفاظ معانی این چیست || بشنو ہم طرز بیانی این چیست
بے بہاران کہ صبا گفت بہ گل || در چمن زمزمہ خوانی این چیست

(آمدہ از ندری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

مُرصّع دستار بالمقابل زرّین کُلاہ

(یعنے مہتمم میزخانہ نذری باغ مُصطفیٰ علیؒ)

فرمایا نظام گزٹ کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ حال میں یہ بغرض حج و زیارت حجاز گئے تھے تو ان کے مُریدین و مُعتقدین کا مجمع ریلوے اسٹیشن نامپلی پر تھا اور شاید یہ پیری مُریدی بھی کرتے رہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ آج یہ سب پوشیدہ باتیں معلوم ہوئیں کہ یہ طبقہ مشائخ سے تھے۔ ایسی حالت میں ان اُمور کی نوعیت ایسی ہونے سے مجھے اندیشہ ہے کہ آیندہ یہ میزخانہ کی خدمت کیلئے موزوں ہوں گے یا نہیں۔ کیونکہ یہاں جس قسم کا کام کرنا پڑتا ہے وہ دُوسرا ہے۔ نہ کہ مذہبی گروہ کا شخص۔ اسکے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ مذہبی خیالات رکھتے ہیں اور ان کا نام مُصطفیٰ پاشاہ ہے مگر یہاں دیوڑہی میں اس نام سے ملازمین نہیں پکارے جاسکتے۔

بہرحال نذری باغ کے لڑکے ان کو مُرصّع دستار پکاریں گے جب تک یہ برسرِ خدمت رہیں۔ اور ان کی یاد اسی لقب سے باقی رہے گی۔

دُوم کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ نذری باغ میں غلطی سے جیجک براہ کو عام ڈاکٹر کی خدمت دے کر رکھا گیا تھا۔ مگر آپ کے حرکات و سکنات تعمیل حکم میں مثل نقالی کے تھے۔ لہذا لقب دیا گیا۔ ڈاکٹر بینڈ۔ مگر افسوس ہے کہ خدمت پر اس وقت نہیں ہیں نذری باغ میں۔ معلوم نہیں کہاں ہیں۔

سُوم اس وقت نذری باغ سے یونانی دواخانہ پر حکیم محبوب علی خان ڈاکٹر ہیں مگر ضعیفی اور کمزوری اعضاء کے مدِنظر چلنے پھرنے میں دِقت ہے۔ لہذا اس کے مدِنظر آپ کو لقب پلا ٹھمکی حکیم صاحب اور سب نذری باغ کے لڑکے ان القابات سے واقف ہیں اور اسی نام سے پکارتے ہیں۔ بہرحال یہ لوگ چراغ سحری ہیں۔ بقول یک پیری و صد عیب۔

مرقوم ۲۵ر اپریل ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

کہتی ہے بیکار دیکھو بے پرو بالی مجھے | دے رہی ہے آج دھوکا ایک اک ڈالی مجھے
کیا کہوں دونوں جہاں کے ہیں تماشے بھی عجب | اب نظر آنے لگی ہر اک فضا خالی مجھے

(آمدہ از نذری باغ برائے شاہسیار ہفتہ وار)

حالیہ ہراج سامان متفرقات انگریزی ساخت

(در دیوڑھی سالار جنگ)

فرمایا ہراج کے دو تین دن قبل جا کر میں نے بھی دیکھا تھا کہ یہ کس قسم کا ہے۔ قریب قریب سب انگریز کے اشیاء تھے۔ گنی گولڈ سے کہ بغیر اسکے وہ خالص سونے کے (مثل جواہر مشرقی) نہیں بناتے ہیں بہ این وجہ اہے جب تک کافی مقدار میں تانبہ شریک نہ کیا جائے گا تو پائداری نہ آئے گی۔ اور نہ FINISH اچھا دے گا۔ کیونکہ اس قسم کے اشیاء کی اگر اصلی قیمت شئے کی نصف ہے تو نصف قیمت ساخت کی ہے

دوم یہ بھی سنا کہ خوش خریدی بن فروخت نہ ہوگا۔ بجز ہراج اور جو چند چیزوں کا لاٹ بنایا بعض اشیاء قیمتی اور بعض ہلکی قیمت کے ملکر تھے۔ یہ بھی قاعدہ کے خلاف تھا کہ سب بھاری قیمت کے اشیاء کا علا بنایا جاتا اور اسطرح سے کم قیمتی اشیاء کا تو مناسب ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اور یہ بھی سُنا کہ بعض اشیاء جو کم قیمت وہ اچھی قیمت میں گئے اور بعض بھاری قیمت کے تھے وہ سستے دام میں گئے۔ اور ہراج کے وقت گرما گرمی بولی بولنے والے تھی جن میں سے چند بہری باہر سے بھی آ گئے تھے اور اس طرح سے سنا گیا کہ پانچ یا چھ لاکھ میں یہ کل سامان فروخت

ف ۲ اسی سامان سے چند اشیاء کو ملا کر وا اجبی دام ۔۔۔۔۔۱ ہزار میں میں نے قرار دیا تھا کہ اگر کمیٹی تو خرید لیتا مگر وہ راضی نہیں ہوئی اسلئے میں نے خریدی کا ارادہ فسخ کر دیا۔ بہرحال یہ زمانہ ایسے اشیا و فروخت کرنے کا گذر گیا ہے اور نہ اسی چیزوں کا مذاق اب کسی کو باقی ہے بوجہ انقلاب و تنگدستی کے۔ ب اب دیکھنا یہ ہے کہ جنھوں نے خرید کیا تھا وہ کس کے ہاتھ فروخت کریں گے یا فروخت نہ ہونے کی صورت میں میں یا مکانوں کی زینت بنا کر رکھیں گے۔ خلاصہ یہ کہ مجھے امید کم ہے کہ لینے والے اسکو فروخت کرسکیں کہ اس کے خالی ہے۔ اور اعلیٰ مذاق استعمال کا مفقود ہے جو ہندوستان سے جانے والی مغربی قوم کا خاصہ تھا جو اوسکی محدود تھا۔

مرقوم ۲۶ر اپریل

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

دیکھی جاتی نہیں ہم سے یہ تباہی دِل کی | ڈھولیں کس طرح ذرا دیکھ سیاہی دِل کی
کہتا جاتا ہے جگر آج بھی رو رو کے سنو | حیف باقی نہ رہی تیز نگاہی دِل کی

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

اردو ترجمہ اقتباس مضمون انگریزی شائع شدہ در اخبار "سواراجیہ" مدراس مورخہ ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

جب راجہ جی بتاریخ ۱۱ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء دہلی سے مدراس جاتے ہوئے حیدرآباد AIR PORT پر اُترے تھے تو اعلان نسبت امداد از چیارٹی ٹرسٹ بہ جاگیرداران جن کا معاوضہ جاگیری یکم اپریل سنہ ۱۹۶۰ء سے حکومت نے مسدود کر دیا ہے انھیں بتایا گیا تھا تو راجہ جی اس کو پڑھ کر بے حد متاثر ہوئے اور یہ محسوس کیا کہ سرکار کا یہ بے بہا ہمدردانہ عمل حقیقی معنوں میں مقاصد چیارٹی ٹرسٹ کو پورا کرتا ہے چنانچہ راجہ جی سرکار کے اس فیاضانہ عمل کو APPRECIATE کرتے ہوئے دل سے یہ دعا دی کہ "اللہ تعالیٰ اس اعلیٰ فرمانروا پر اپنی ہزار ہا رحمتیں نازل فرمائے (NOBLE PRINCE) جس کے دردمند دل کا ثبوت ان الفاظ سے ظاہر ہے جو انہوں نے اپنے اس اعلان میں لکھا ہے۔"

(آمدہ از نذری باغ)

EXTRACT FROM THE ARTICLE PUBLISHED IN "SWARAJYA", MADRAS, DATED THE 16th APRIL 1960.

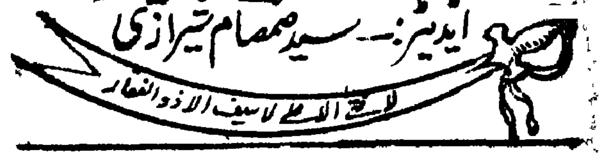
THE ANNOUNCEMENT ABOUT THE AID FROM THE CHARITY TRUST TO THOSE JAGIRDARS WHOSE COMMUTATION ALLOWANCES HAVE BEEN STOPPED BY THE GOVERNMENT WITH EFFECT FROM 1st APRIL 1960, WAS HUNDED OVER TO RAJAJI AT THE HYDERABAD AIRPORT WHEN HE ALIGHTED THERE ON THE 11th INSTANT ON HIS WAY FROM DELHI TO MADRAS, RAJAJI WAS PROFOUNDLY AFFECTED BY IT AND SEEMS TO HAVE REGARDED IT AS A WORTHY EXAMPLE OF TRUSTEESHIP IN ACTION. IN A SPONTANEOUS TRIBUTE OF APPRECIATION TO THE NIZAM, RAJAJI SAID: " MAY GOD BLESS THE NOBLE PRINCE WHOSE PAIN OF HEART CAN BE SEEN IN THE WORDS HE HAS PENNED ABOVE".

RECEIVED FROM N.B.

ترجمانِ اہلِ حق و قوم کی آواز ہے — خیر خواہ تاہ حق آگاہ پیشِ از

از

ایڈیٹر:۔ سید صمصام شیرازی



اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

یہ فطرت کا مسلمہ اصول ہے کہ جب زمین کی تشنہ کامی حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے تو اسوقت پیام سیرابی لئے ہوئے بادل جھوم جھوم کر امڈے آتے ہیں جب تیرہ شبی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اسوقت خسرو خاور پیام نور لے کر برآمد ہوتا ہے۔ جب دنیا میں فسق و فجور اپنے نقطۂ عروج پر پہونچ جاتا ہے تو اسوقت ہادی اور مصلح پیدا ہوتے ہیں اور جوقت فرعون سر اٹھاتا ہے تو اسوقت موسیٰؑ کو روانہ کیا جاتا ہے۔ اور جب فرعون اپنے کیفر کردار کو پہونچ جاتا ہے تو غرق نیل ہوجاتا ہے تو پھر موسیٰؑ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ موسیٰؑ کو واپس طلب کرلیا جاتا ہے

اسی مسلمہ اصول فطرت کے مدنظر کتاب "خلافت معاویہ و یزید لعین" ملعون محمود عباسی پاکستانی کے آثار ضلالت کو مٹانے کیلئے ہندوستان کے مایۂ ناز شیعی عالم و رہنما مولوی سید محمد باقر صاحب نقوی لکھنوی کی کتاب "اموی دورِ خلافت" کی ضرورت تھی۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اسی لئے یہ کتاب لکھی گئی۔ اب جبکہ کتاب "خلافت معاویہ و یزید لعین" حکومت کے بروقت مستحسن اقدام کیوجہ سے ضبط کرلی گئی اور محمود عباسی کی پھیلائی ہوئی گمراہی و تیرگی کافور ہوگئی تو پھر مولوی سید محمد باقر صاحب نقوی کی مصنفہ کتاب "اموی دورِ خلافت" کی بھی چنداں ضرورت باقی نہ رہی

جب فرعون غرق نیل ہوگیا، جب موسیٰؑ کا مشن پورا ہوگیا تو پھر موسیٰؑ کے قیام کی کوئی خاص ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اگر حکومت مولوی سید محمد باقر صاحب نقوی کی کتاب "اموی دورِ خلافت" کو ضبط نہ بھی کرتی تو مسلمہ اصول فطرت کے تحت یہ کتاب جو اپنا مشن پورا کرچکی ہے خود بخود دو طاقِ عدم ضرورت کی زینت بنجاتی یا شعوری طور پر بنا دی جاتی کیونکہ جب فرعون ہی نہیں تو پھر عصائے موسیٰؑ کی کیا ضرورت؟ جب سامری نہ دار کا گئوسالہ ہی نہیں تو پھر کتاب ید بیضا کی کیا حاجت ہے!؟

لللہ الشکر کہ مولوی سید محمد باقر صاحب نقوی کی کتاب نے اپنا مشن باحسن الوجوہ پورا کرلیا دونوں کتابوں کا تقابلی مطالعہ کرنیوالے، نور و ظلمت و حق و باطل کے فرق سے آگاہ ہوگئے

یہ سب جانتے ہیں کہ ذبیح صاحب "ہمارا اقدام" کی روزانہ اشاعتوں میں کتاب "خلافت معاویہ و یزید لعین" کے محمود عباسی کی بد اکی ہوئی چنگاری کو ہوا دے رہے تھے، گمراہی کو پھیلانے میں مصروف تھے انکی آرزو تھی کہ اس ملعونہ کتاب کا پورا مواد "ہمارا اقدام" میں آجائے لیکن حکومت نے اسکا موقع نہیں دیا اصل کتاب ہی ضبط کرلی گئی اسطرح دنیا نے دیکھا کہ ایڈیٹر "ہمارا اقدام" کی آرزو خاک میں مل گئی اب "ہمارا اقدام" کا یہ کہنا کہ کتاب "اموی دورِ خلافت" اسکے احتجاج اور کامیاب نمائندگی سے ضبط ہوگئی ایک

خطیب منبر سلونیؑ

کا ارشاد مبارک ہے کہ جو اپنے نفس کی قدر و قیمت سے ناواقف ہے وہ دوسرے کی قدر سے کیا واقف ہوگا۔

قطعہ

تیر نظر کو دل کا نشانہ بنا دیا ‖ رہنے کیواسطے بھی ٹھکانا بنا دیا
دل کو لگا کے آج جو رسوا ہوئے ہیں ہم ‖ مرنے کا اپنے اسکو بہانا بنا دیا

(آرزو از نذر کا باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

مذہب کی بڑھ سے زیادہ نہیں "ہمارا اقدام" کے احتجاج میں اگر دم اور نمائندگی میں پرکس برابر بھی اثر ہوتا تو وہ خلافت معاویہ و یزید پر بندش عائد ہونے دیتا۔ محمود احمد عباسی پاکستانی کی فتنہ انگیز کتاب "خلافت معاویہ و یزید" ایک جارحانہ حملہ تھا جسکے جواب میں مولوی سید محمد باقر صاحب نقوی کی کاشف حقیقت کتاب "اموی دور خلافت" ایک "دفاع" کی حیثیت رکھتی ہے جب حکومت کے مستحسن اقدام کیوجہ سے "جارحانہ حملہ" ہی باقی نہ رہا یعنی وہ شر انگیز کتاب معاویہ و یزید جسکی "ہمارا اقدام" ہر روز نقل اتار رہا تھا ضبط کر لی گئی تو پھر یہ بدیہی امر تھا کہ "دفاع" بھی باقی نہ رہے

یہاں اسباب کا انکشاف کرنا تحصیل حاصل ہے کہ شیعوں کو مولوی سید محمد باقر صاحب نقوی کی کتاب پر امتناع عائد ہونیکا کوئی افسوس نہیں ہے اور نہ خود مولوی سید محمد باقر صاحب نقوی کو کیونکہ موصوف کی کتاب اپنی غایت کی تکمیل کر چکی اور اپنے مشن کو پورا کر چکی اسکے قطع نظر کتاب پر تو امتناع عائد کیا جا سکتا ہے کتاب ضبط کیجا سکتی ہے لیکن روز روشن کیطرح آشکار حقائق پر نہ تو امتناع عائد کیا جا سکتا ہے اور نہ حقائق کو ضبط کیا جا سکتا ہے حکومت اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ شیعوں کا مسلک ہمیشہ سے صلح کن رہا ہے لیکن جب جارحانہ حملہ کیا جاتا ہے اور گمراہی و ضلالت پھیلانیکی کوشش کیجاتی ہے تو اس وقت حمایت و اعلائے حق کے لئے شیعوں کو دفاع کی حد تک اقدام کرنا ہی پڑتا ہے مولوی سید محمد باقر صاحب نقوی کی کتاب اظہار حق اور دفاع کیلئے تھی اور بس

ضرورت آپ کا محبوب اخبار ہے اپنے حلقۂ اثر میں اسکی توسیع اشاعت فرما کر شیراز کو مضبوط بنانے میں مددگار ساتھی بن کر شیراز کا ہاتھ بٹائیے

سالار جنگ میموریل
والی بال اینڈ بیاڈمنٹن ٹورنمنٹ
(اوپن ٹو آل)

منجانب اسپورٹ اسوسی ایشن بازار نور الامرا بیلے گا بسرپرستی عالیجناب نواب سید حسین پاشاہ صاحب دام اقبالہ

منعقد کیا جا رہا ہے داخلہ کی آخری تاریخ ۳۰ مرا اور کھیلوں کا آغاز ۶ مئی ۱۹۶۰ء سے ہوگا جیتنے والی ٹیم کو رولنگ شیلڈ دیکا جائیگی اور انفرادی انعامات بھی تقسیم کئے جائیں گے

بزم سعدی دہشتم
توانا بود ہر کہ دانا بود
محترماً خاطر عالی را مستحضر می سازد

روز شنبہ ۳۰ آوریل ۱۹۶۰ میلادی ہشت ساعت شب جلسہ بزم سعدی بیادگار حضرت امیر احمد خسرو دہلوی بریاست دانشمند محترم آقای یونس سلیم وکیل دانشگاہ عالیہ منعقد است محترمہ مدیرہ و مدیوہ زینت ساجدہ در این زمینہ مقالہ ای قرائت خواہند فرمود و شاعرہ ای نیز با مصرع ذیل شروع خواہند نمود تقاضہ و انتظار دارد کہ جناب عالی با تشریف فرمائی خود در این محفل ادبی رونق و جلال این بزم را بیفزائید۔

مصرع۔ بر دل فرہاد کوہ بیستون آبادیست۔ قافیہ منجانب آقای حیدر شمسی ۔ قمر ساحری معتمد بزم سعدی

بمقام علی پاد ریس منظم جاپنہ مارکٹ

قطعہ

تیرا جو دل جگر کو تو پیکاں نکل آیا || اور عقدۂ لبستہ بھی تو آساں نکل آیا
ڈالی جو نظر غور سے معلوم ہوا آج || پردے سے بھی دیکھو تو خراساں نکل آیا

(آمدہ ارمندی باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

حضرت امام رضاؑ

از سید العلماء مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد لکھنو

(بسلسلہ گذشتہ)

ولی عہدی

امین کے قتل ہونے کے بعد سلطنت تو مامون کے پائے نام ہو گئی۔ مگر یہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ امین ننھیال کی طرف سے عربی النسل تھا۔ اور مامون عجمی النسل۔ امین کے قتل ہونے سے عراق کی عرب قوم اور ارکان سلطنت کے دل مامون کی طرف سے صاف نہیں ہو سکتے تھے۔ بلکہ ایک غم و غصہ کی کیفیت محسوس کرتے تھے۔ دوسری طرف خود بنی عباس میں سے ایک بڑی جماعت جو امین کی طرفدار تھی اس سے بھی مامون کو ہر وقت خطرہ لگا ہوا تھا۔ اولاد فاطمہؑ میں سے بہت سے لوگ جو وقتاً فوقتاً بنی عباس کے مقابل میں کھڑے ہوتے رہتے تھے وہ خواہ قتل کر دیئے گئے ہوں یا جلا وطن کئے گئے ہوں۔ ان کے بھی موافق ایک جماعت تھی جو اگر حکومت کا کچھ بگاڑ نہ بھی سکتی۔ تب بھی دل ہی دل میں حکومت بنی عباس سے بیزار ضرور تھی۔

ایران میں ابو مسلم خراسانی نے بنی امیہ کے خلاف جو اشتعال پیدا کیا تھا وہ ان مظالم ہی کو یاد دلا کر جو بنی امیہ کے ہاتھوں حضرت امام حسین علیہ السلام اور دوسرے بنی فاطمہؑ کے ساتھ ہوئے تھے اس سے ایران میں اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کا پیدا ہونا فطری تھا۔ درمیان میں بنی عباس نے اس سے غلط فائدہ اٹھایا۔ مگر اتنی مدت میں کچھ نہ کچھ تو ایرانیوں کی آنکھیں بھی کھلی ہی ہوں گی کہ ہم سے کہا گیا تھا اور اقتدار کن لوگوں نے حاصل کر لیا۔ ممکن ہے کہ ایرانی قوم کے ان رجحانات کا چرچا مامون کے کانوں تک بھی پہنچا ہو۔ اب جس وقت کہ امین کے قتل کے بعد عرب قوم پر اور بنی عباس کے خاندان پر بھروسا نہیں کر سکتا تھا اور اسے ہر وقت اس طرف سے بغاوت کا اندیشہ تھا۔ تو اسے سیاسی مصلحت اسی میں معلوم ہوئی کہ عرب کے خلاف عجم اور بنی عباس کے خلاف بنی فاطمہؑ کو اپنا بنایا جائے اور چونکہ طرز عمل میں خلوص سمجھا نہیں جا سکتا اور وہ عام طبائع پر اثر نہیں ڈال سکتا اگر یہ نمایاں ہو جائے کہ وہ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ مامون مذہبی حیثیت سے اپنی شیعیت اور ولائے اہلبیت کے چرچے عوام کے حلقوں میں پھیلائے۔ اور یہ دکھلائے کہ وہ انتہائی نیک نیتی سے "حق بحق دار رسید" کے مقولہ کو سچا بنانا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں جیسا کہ جناب شیخ صدوق اعلی اللہ مقامہ نے تحریر فرمایا ہے اس نے اپنی نذر کی حکایت بھی شائع کی کہ جب امین کا اور میرا مقابلہ تھا اور بہت نازک حالت تھی اور عین اسی وقت میرے خلاف سیستان اور کرمان میں بھی بغاوت ہو گئی تھی اور خراسان میں بھی بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ اور میری مالی حالت بھی ابتر تھی اور فوج کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا تو اس سخت اور دشوار ماحول میں میں نے خدا سے التجا کی اور منت مانی کہ اگر یہ سب جھگڑے ختم ہو جائیں اور میں خلافت پہنچوں تو اس کو اس کے اصلی حقدار یعنی اولاد فاطمہ میں سے جو اس کا اہل ہے اس تک پہنچا دوں گا۔ اسی نذر کے بعد سے میرے سب کام بننے لگے اور آخر تمام دشمنوں پر مجھے فتح حاصل ہوئی۔

یقیناً یہ واقعہ مامون کی طرف سے اس لئے بیان کیا گیا کہ

اسس کا طرز عمل خلوص قلب اور حسن نیت پر مبنی سمجھا جائے۔ یوں تو اہلبیتؑ کے جو کھلے ہوئے سخت سے سخت دشمن تھے وہ بھی ان کی حقیقت اور فضیلت سے واقف تھے۔ اور ان کی عظمت کو جانتے تھے مگر شیعیت کے معنی صرف یہ جاننا تو نہیں ہے۔ بلکہ محبت رکھنا اور اطاعت کرنا ہیں اور مامون کے طرز عمل سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اس دعوائے شیعیت اور محبت اہلبیت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود خود امام کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ امام کو اپنے منشا کے مطابق چلانے کی کوشش تھی۔ ولیعہد بننے کے بارے میں آپ سے اختیارات تو بالکل سلب کر دیا گیا۔ اور آپ کو مجبور بنا دیا گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ولی عہدی کی تفویض بھی ایک حاکمانہ تشدد تھا جو اس وقت شیعیت کے بھیس میں امام کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔ امام علیہ السلام کا اس ولی عہدی کو قبول کرنا، بالکل ویسا ہی تھا جیسا ہارون کے حکم سے امام موسیٰ کاظمؑ کا جیل خانہ چلا جانا۔ اسی لئے جب امام رضاؑ مدینہ منورہ سے خراسان کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو آپ کے رنج صدمہ اور اضطراب کی کوئی حد نہ تھی۔ روضۂ رسولؐ سے رخصت کے وقت آپ کا وہی عالم تھا جو حضرت امام حسینؑ کا مدینہ سے روانگی کے موقع پر تھا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ بیتابانہ روضہ کے اندر جاتے ہیں اور نالہ و آہ کے ساتھ امت کی شکایت کرتے ہیں پھر باہر نکل کر گھر جانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر دل نہیں مانتا پھر روضہ سے جا کر لپٹ جاتے ہیں۔ یہی صورت کئی مرتبہ ہوئی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت کے قریب گیا تو فرمایا اے مخول میں اپنے جد امجد کے روضہ سے بہ جبر جدا کیا جا رہا ہوں اب مجھکو یہاں واپس آنا نصیب نہ ہوگا۔ سنہ ۲۰۰ھ میں حضرت مدینہ منورہ سے خراسان کی جانب روانہ ہوئے اہل و عیال اور متعلقین سب کو مدینہ ہی میں چھوڑ گئے اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر پانچ برس کی تھی۔ آپ بھی مدینہ ہی میں رہے (اس سفر کے مختصر حالات نیشاپور میں امام کا استقبال اور حضرت کا خطبہ رسالہ "عہد امام رضاؑ" میں جو امامیہ مشن سے شائع ہوا ہے ملاحظہ) جب حضرت مرو پہنچے جو اس وقت دارالسلطنت تھا تو مامون نے چند روز ضیافت و تکریم کے مراسم ادا کرنے کے بعد قبول خلافت کا سوال پیش کیا حضرت نے اس سے اسی طرح انکار کیا جس طرح امیر المومنینؑ نے چوتھے موقع پر خلافت پیش کئے جانے کے وقت انکار فرمایا تھا۔ مامون کو خلافت سے دست بردار ہونا درحقیقت منظور نہ تھا۔ وہ امام کو اسی پر مجبور کرتا چنانچہ جب حضرتؑ نے خلافت کے قبول کرنے سے انکار فرمایا تو اس نے ولی عہدی کا سوال پیش کیا حضرت اس کے بھی انجام سے واقف تھے۔ نیز بخوشی جابر حکومت کی طرف سے منصب قبول کرنا آپ کے مذہبی اصول کے خلاف تھا۔ حضرت نے اس سے بھی انکار فرمایا۔ مگر اس پر مامون کا اصرار جبر کی حد تک پہنچ گیا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ اگر آپ اسکو منظور نہیں کر سکتے تو آپ کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

جان کا خطرہ قبول کیا جا سکتا ہے جب مذہبی مفاد کا جان دینے پر موقوف ہو ورنہ حفاظت جان شریعت اسلام کا حکم ہے۔ امام نے فرمایا "یہ ہے تو میں مجبوراً قبول کرتا ہوں۔ مگر سلطنت میں بالکل دخل نہ دوں گا۔ ہاں اگر کسی بات میں مجھ سے مشورہ لیا جائے گا تو نیک مشورہ ضرور دوں گا۔" اس کے بعد یہ ولی عہدی برائے نام سلطنت وقت کے ایک ڈھکوسلے سے زیادہ کوئی وقعت نہ رکھتی تھی۔ جس سے ممکن ہے کچھ عرصے تک کسی سیاسی مقصد میں کامیابی حاصل کر لی گئی ہو۔ مگر امام کی حیثیت اپنے فرائض کے انجام د



میں بالکل وہ تھی جو ان کے پیش رو حضرت علی مرتضیٰؑ اپنے زمانہ کی بااقتدار طاقتوں کے ساتھ اختیار کر چکے تھے۔ جس طرح ان کا کبھی کبھی مشورہ دینا اُن حکومتوں کو صحیح و جائز نہیں بنا سکتا تھا۔ ویسے ہی امام رضاؑ کا اس نوعیت سے ولی عہدی کا قبول فرمانا اس سلطنت کے جواز کا باعث نہیں ہوسکتا تھا۔ صرف مامون کی ایک راج ہٹ تھی جو اسطرح پوری ہوگئی۔ مگر امام نے اپنے دامن کو سلطنت ظلم کے اقدامات اور نظم و نسق سے بالکل الگ رکھا۔ بنی عباس مامون کے اس فیصلے سے قطعاً متفق نہ تھے۔ انہوں نے بہت کچھ دراندازیاں کیں مگر مامون نے صاف کہہ دیا کہ علی رضاؑ سے بہتر کوئی دوسرا شخص تم بتا دو۔ اس کا کوئی جواب نہ تھا اس سلسلہ میں بڑے بڑے مناظرے بھی ہوئے۔ مگر ظاہر ہے کہ امام کے مقابلے میں کس کی علمی فوقیت ثابت ہوسکتی تھی۔ مامون کا فیصلہ اٹل تھا۔ اور وہ اس سے ہٹنے کے لئے تیار نہ تھا۔ نہ کوئی دوسرا دلائل سے اُسے قائل کرسکتا تھا کہ وہ اپنے فیصلہ کو بدل دیتا۔ یکم ماہ رمضان ۲۰۱ھ روز پنجشنبہ جلسۂ ولی عہدی منعقد ہوا۔ بڑی شان و شوکت اور تزک و احتشام کے ساتھ یہ تقریب عمل میں لائی گئی۔ سب سے پہلے مامون نے اپنے بیٹے عباس کو اشارہ کیا اور اس نے بیعت کی پھر اور لوگ بیعت سے مشرف یاب ہوئے۔ سونے اور چاندی کے سکے سر مبارک پر نثار کئے گئے اور تمام ارکان سلطنت و ملازمین کو انعامات تقسیم ہوئے۔ مامون نے حکم دیا کہ حضرت کے نام کا سکہ تیار کیا جائے۔ چنانچہ درہم و دینار پر حضرت کے نام کا نقش ہوا اور تمام قلمرو میں وہ سکہ چلایا گیا۔ جمعہ کے خطبہ میں حضرت کا نام داخل کیا گیا۔

اخلاق و اوصاف! مجبوری اور بے بسی کا نام قناعت یا درویشی " عصمت بی بی انیسہ جادری" کے مقولہ کے موافق اکثر اپنائے دنیا کا شعار رہتا ہے مگر ثروت و اقتدار کے ساتھ فقیرانہ زندگی اختیار کرنا بلند مرتبہ خدا کا حصہ ہے۔ اہلبیت معصومینؑ میں سے جو بزرگوار ظاہری حیثیت سے اقتدار کے درجہ پر تھے اور اکثر یہ حضرات ایسے ہی تھے وہ عموماً اچھے لباس اور شان کے ساتھ رہتے تھے۔ کیونکہ ان کی فقیری کو دشمن بے بسی پر محمول کرکے طعن و تشنیع پر آمادہ ہوتے اور حقانیت کے وقار کو ٹھیس لگتی۔ مگر جو بزرگ اتفاقات روزگار سے ظاہری اقتدار کے درجہ پر پہنچ گئے۔ انہوں نے انتہائی فقر اور سادگی کے مظاہرہ میں اضافہ کر دیا تاکہ ان کی زندگی غریب مسلمانوں کی تسلی کا ذریعہ بنے اور ان کیلئے نمونہ عمل ہو۔ جیسے امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰؑ چونکہ شہنشاہ اسلام مانے جا رہے تھے۔ اس لئے آپ کا لباس اور طعام دیسا زاہدانہ تھا جس کی مثال دوسرے معصومینؑ کے یہاں نہیں ملتی۔ یہی صورت حضرت علی رضاؑ کی تھی۔ آپ مسلمانوں کی اس عظیم الشان سلطنت کے ولی عہد بنائے گئے تھے جس کے وسعت مملکت کے سامنے روم و فارس کا ذکر بھی طاق نسیان کی نذر ہو گیا تھا۔ جہاں اگر بادل سامنے سے گذرتا تھا۔ تو خلیفہ کی زبان سے آواز بلند ہوتی تھی کہ "جا جہاں تجھے برسنا ہو برس۔ بہرحال تیری پیداوار کا خراج میرے ہی پاس آئے گا۔" حضرت امام رضاؑ کا اس سلطنت کی ولی عہدی پر فائز ہونا دنیا کے سامنے ایک نمونہ تھا کہ دین والے اگر دنیا کو پا جائیں تو ان کا رویہ کیا ہوگا۔ یہاں امام رضاؑ کو اپنی دینی ذمہ داری

کو محسوس کرتے ہوئے ضرورت تھی کہ زہد اور ترک دنیا کے مظاہر اتنے ہی نمایاں تر بنا دیں۔ جتنے تزک و احتشام کے دنیاوی تقاضے زیادہ ہیں۔ چنانچہ تاریخ نے اپنے کو دُہرا دیا اور علی رضاؑ کے لباس میں علی مرتضیٰ کی سیرت دنیا کی نگاہوں کے سامنے آگئی آپ نے اپنی دولت سرا میں قیمتی قالین بچھوانا پسند نہیں کئے بلکہ جاڑے میں بالوں کا کمل اور گرمی میں چٹائی کا فرش ہوا کرتا تھا۔ کھانا سامنے لایا جاتا تو دربان، سائیس اور تمام غلاموں کو بُلا کر اپنے ساتھ کھانے میں شریک فرماتے تھے داب و اداب شاہی کے تحت اگر ایک بلخی شخص نے ایک دن کہہ دیا کہ حضور اگر ان لوگوں سے کھانے کا انتظام الگ ہو جایا کرے تو کیا حرج ہے۔ حضرت نے فرمایا "خالق سب کا اللہ ہے۔ ماں سب کی حوا اور باپ سب کے آدم ہیں۔ جزا و سزا ہر ایک کی اس کے عمل کے مطابق ہوگی۔ پھر دنیا میں تفرقہ کس لئے ہو"

اسی عباسی سلطنت کے ماحول کا ایک جزو بن کر جہاں صرف پیغمبر کی طرف ایک قرابت دادہ کی نسبت کے سبب اپنے کو خلق خدا پر حکمرانی کا حقدار بتایا جاتا تھا۔ اور اس کے ساتھ کبھی اپنے اعمال و افعال پر نظر نہ کی جاتی تھی کہ ہم کیسے ہیں۔ اور ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ یہ کہا جانے لگا کہ بنی عباس ظلم و ستم اور فسق و فجور میں بنی اُمیہ سے کم نہ رہے بلکہ بعض باتوں میں ان سے آگے بڑھ گئے اور اس کے ساتھ پھر بھی قرابت رسولؐ پر افتخار تھا اس ماحول کے اندر داخل ہو کر امام رضاؑ کا اس بات پر بڑا زور دینا کہ قرابت کوئی چیز نہیں اصل انسان کا عمل ہے۔ بظاہر صرف ایک شخص کا اظہار فروتنی اور انکسار نفس تھا جو بہرحال ایک اچھی صفت ہے لیکن حقیقت میں وہ اس سے بڑھ کر تقریباً ایک صدی کی عباسی سلطنت کی پیدا کی ہوئی ذہنیت کے خلاف اسلامی نظریہ کا اعلان تھا۔ اور اس حیثیت سے بڑا اہم ہوگا کہ وہ اب اسی سلطنت کے ایک رکن کی طرف سے ہو رہا تھا۔ امام رضاؑ کی سیرت میں اس کے مختلف شواہد ہیں۔ ایک شخص حضرت کی خدمت میں عرض کی "خدا کی قسم آباد اجداد کے اعتبار سے کوئی شخص آپ سے افضل نہیں" حضرت نے فرمایا۔ میرے اجداد کو جو شرف حاصل ہوا وہ بھی صرف تقویٰ، پرہیزگاری اطاعت خدا سے" ایک شخص نے کسی دن کہا کہ "واللہ آپ بہترین خلق ہیں" حضرت نے فرمایا "اے شخص حلف نہ اٹھا جس کا تقویٰ پرہیزگاری مجھ سے زیادہ ہو وہ مجھ سے افضل ہے" ابراہیم بن عباس کا بیان ہے کہ حضرت فرماتے تھے "میرے تمام لونڈی غلام آزاد ہو جائیں اگر اس کے سوا کچھ اور ہو کہ میں اپنے کو محض رسول کی قرابت کی وجہ سے اس سیاہ رنگ غلام سے بھی افضل نہیں سمجھتا (حضرت نے اشارہ کیا اپنے ایک غلام کی جانب) ہاں جب عمل خیر بجا لاؤں تو اللہ کے نزدیک اس سے افضل ہوں گا" یہ باتیں کوتاہ نظر لوگ صرف ذاتی انکسار پر محمول کر لیتے ہوں۔ مگر خود حکومت عباسیہ کا فرمانروا یقیناً اتنا کند ذہن نہ ہوگا کہ وہ ان تازیانوں کو محسوس نہ کرے۔ جو امام رضاؑ کے خاموش افعال اور طرح طرح کے اقوال سے اُس کے خاندانی نظام سلطنت پر برابر لگ رہے تھے۔ اس نے تو بخیال خود ایک وقتی سیاسی مصلحت سے اپنی سلطنت کو مستحکم بنانے کے لئے حضرت کو ولی عہد بنایا تھا۔ مگر بہت جلد اُسے محسوس ہوا کہ اگر ان کی زندگی زیادہ عرصے تک قائم رہی تو عوام کی ذہنیت میں یک لخت انقلاب ہو جائے گا اور عباسی سلطنت کا تختہ ہمیشہ کے لئے الٹ جائے گا۔

عزائے حسینؑ کی اشاعت

اب امام رضاؑ کو تبلیغ حق کیلئے نام حسینؑ کی اشاعت کے کام کو ترقی دینے کا بھی پورا موقع حاصل ہوگیا تھا۔ جسکی بنیاد اسکے پہلے حضرت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ قائم کر چکے تھے۔ مگر وہ زمانہ ایسا تھا کہ امام کی خدمت میں وہی لوگ حاضر ہوتے تھے جو بحیثیت امام یا بحیثیت عالم دین آپ کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے۔ اور اب امام رضاؑ تو امام روحانی بھی ہیں۔ اور ولی عہد سلطنت بھی۔ اس لئے آپ کے دربار میں حاضر ہونے والوں کا دائرہ وسیع ہے۔ مرو کا مقام ہے جو ایران کے تقریباً وسط میں واقع ہے۔ ہر طرف کے لوگ یہاں آتے ہیں اور یہاں یہ عالم کہ ادھر محرم کا چاند نکلا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ دوسروں کو بھی ترغیب و تحریص کی جانے لگی کہ آل محمدؐ کے مصائب کو یاد کرو اور تاثرات غم کو ظاہر کرو۔ یہ بھی ارشاد ہونے لگا کہ "جو اس مجلس میں بیٹھے جہاں ہماری باتیں زندہ کی جاتی ہیں اُسکا دل مردہ نہ ہوگا اس دن کہ جب سب کے دل مردہ ہوں گے۔ تذکرۂ امام حسینؑ کیلئے جو مجمع ہو اس کا نام اصطلاحی طور پر "مجلس" اسی امام رضاؑ کی حدیث ہی سے ماخوذ ہے آپ نے عملی طور پر بھی خود مجلسیں کرنا شروع کردیں جن میں کبھی خود ذاکر ہوتے اور دوسرے سامعین جیسے ریان بن شبیب کی حاضری کے موقع پر جو آپ نے مصائب امام حسینؑ بیان فرمائے اور کبھی عبد اللہ بن ثابت یا دعبل خزاعی ایسے کسی شاعر کی حاضری کے موقع پر اس شاعر کو حکم ہوا کہ تم ذاکر امام حسینؑ میں اشعار پڑھو وہ ذاکر ہوا اور حضرت سامعین میں داخل ہوگئے۔ دعبل کو حضرت نے بعد مجلس ایک قیمتی ملابھی مرحمت فرمایا جس کے لینے میں دعبل نے یہ کہہ کر عذر کیا کہ مجھے قیمتی خذ کی ضرورت نہیں ہے اپنے جسم کا اترا ہوا لباس مرحمت فرمایئے تو حضرت نے انکی خوشی پوری کی۔ وہ حلہ تو انہیں دیا ہی اس کے علاوہ ایک جُبّہ اپنے پہننے کا بھی مرحمت فرمایا۔ اس سے ذاکر کا بلند طریقہ کا رکہ اسے کسی دنیاوی انعام کی خاطر یا معاذ اللہ اجرت طے کرکے ذاکری نہیں کرنا چاہیئے۔ اور بانی مجلس کا طریقہ کار کہ وہ بغیر طے کئے ہوئے کچھ بطور پیشکش ذاکر کی خدمت میں پیش کرے۔ دونوں امر ثابت ہوا مگر ان مجالس میں سامعین کے اندر کسی حصہ کی تقسیم ہرگز کسی معتبر کتاب سے ثابت نہیں ہوتی۔

وفات

مامون کے توقعات غلط ثابت ہونے ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ آخر امام کی جان لینے کا درپے ہوگیا اور وہی خاموش حربہ جو ان معصومینؑ کے ساتھ اس کے پہلے بہت دفعہ استعمال کیا جا چکا تھا کام میں لایا گیا۔ انگوریں جو بطور تحفہ امام کے سامنے پیش کئے گئے تھے زہر دیا گیا اور اس کے اثر سے ۱۷ صفر ۲۰۳ھ میں حضرت نے شہادت پائی۔ مامون نے بظاہر بہت رنج و ماتم کا اظہار کیا اور بڑے شان و شکوہ کے ساتھ اپنے باپ ہارون رشید کے قریب دفن کیا۔

جہاں مشہد مقدس میں حضرت کا روضہ آج تاجدارانِ عالم کی جبین سائی کا مرکز بنا ہوا ہے وہیں اپنے وقت کا بزرگ ترین دنیاوی شہنشاہ ہارون رشید بھی دفن ہے۔ جس کا نام و نشان تک وہاں جانے والوں کو معلوم نہیں ہوتا۔



بچوں کو مایوس نہ ہونا چاہئے

(طاہرہ باجی)

پیارے بچو ـــ اپریل کا مہینہ ختم ہو رہا ہے ـ سال بھر خوب محنت سے پڑھ لکھ کر تم نے امتحان تو دے دیا ہوگا اب بتاؤ تمہارا نتیجہ کیا رہا ـــ یقیناً تم کامیاب ہو کر بڑی جماعت میں داخل ہو گئے ہوں گے ـ جو بچے کامیاب ہو گئے ہیں ان کو طاہرہ باجی کی طرف سے آیندہ ایسی ہزاروں کامیابیوں کی دعاؤں کے ساتھ مبارک باد ـــ وہ بچے جن کو پڑھنے لکھنے کا شوق نہیں اور جنہوں نے پورا سال کھیل کود اور بے جا شرارتوں میں ضائع کر دیا، ایسے بچوں سے ہم بات تک کرنا پسند نہیں کرتے ـــ مگر بعض ایسے بچے بھی ہیں جو باوجود تعلیم کا شوق رکھنے کے اور محنت سے امتحان کی تیاری کرنے کے کسی نہ کسی وجہ سے یا تو امتحان میں شریک ہی نہ ہو سکے یا امتحان دے کر ناکام رہے ـ آج ہم خاص طور پر ایسے ہی ناکام مگر ہونہار بچوں سے مخاطب ہیں

یاد رکھو ایک بار امتحان میں ناکام ہو جانے سے قطعی مایوس نہ ہونا چاہئے ـ بہادر لوگ ناکامیوں سے کبھی نہیں گھبراتے ـ تم نے ہندوستان کی آزادی کے لئے لڑنے والوں کی زندگی سے متعلق سنا ہوگا ـ انہیں آزادی حاصل کرنے کے لئے کتنی بار ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا ـ کتنی بار انھیں اپنے ماں باپ سے اپنے بچوں سے جدا ہونا پڑا، کتنی بار تم نھیں نظر بند کیا گیا، کتنی بار وہ جیل میں گئے ـ مگر انہوں نے منزل کو پانے کی جد و جہد برابر جاری رکھی اب آخر کار اپنی ہمت اور بہادری سے انہوں نے ایک دن آزادی حاصل کر ہی لی ـــ اسی طرح تم بھی امید اور محنت

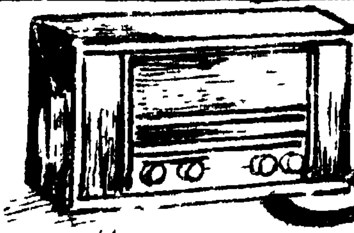
زرین اقوال

دور حق وفاداری رکھنے والے افراد ہرگز امداد سے
(سرکار حق آگ

کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو ـــ آیندہ سال کے دلچسپی اور انہماک کے ساتھ پڑھنا لکھنا شروع انشاء اللہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے ـ

اسی سلسلے میں آج ہم تمہیں ایک چھوٹا سا سبق قصہ سناتے ہیں ـ

صبح صبح ایک ڈیری فارم میں گائیوں کا دودھ دوہنے والے آدمی نے تازہ تازہ دودھ سے بھری ہوئی بالٹی کمرے میں لا کر رکھ دی ـ اتنے میں دو مینڈک کہیں سے بالٹی کے اندر گر پڑے ـ تھوڑی دیر تک دونوں نے ہاتھ پاؤں مارتے رہے مگر باہر نہ نکل سکے ایک مینڈک کمزور اور پست ہمت تھا بہت جلد تھک گیا اور زیادہ مایوس ہو کر اس نے ہاتھ پیر مارنا چھوڑ دیا اور تھوڑی دیر میں ڈوب کر مر گیا ـ دوسرا مینڈک بڑا ہمت والا بہادر تھا ـ بالٹی سے باہر نکلنے کی کوشش میں لگاتار کود کرتا رہا ـ اس طرح ہاتھ پیر مارنے اور دودھ کو جنبش دیتے رہنے سے، تازہ تازہ دودھ کے اندر مکھن بنتا گیا ـ اور پھر تھوڑی دیر میں مکھن ایک ٹھوس شکل میں دودھ کی سطح پر تیرنے لگا ـ مینڈک اس مکھے پر بیٹھ کر بالٹی سے باہر کود گیا ـ



روحانی ریڈیو

ناشر :— مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

سات سو اسی کیلو سائیکل اور ایک سو تراسی اعشاریہ میٹر پر یہ روحانی ریڈیو کی آواز ہے۔ ابھی آپ آشا منگیشکر اور لتا ہیوتسلے، جی نہیں لتا منگیشکر اور آشا بھوسلے کی ملی ملی آواز رکھنے والی نہا کا لکہ آشا لتا — ارے معاف کیجئے، آشا لتا سے مدھ بھرے گانے سن رہے تھے۔ اس پروگرام میں آپکو بچے اور بچے گانوں کے علاوہ کچھ نیم کچے اور نیم پکے گانے بھی سنائے گئے۔ توقع ہے کہ آپکو ہمارا سارے کا سارا نہیں تو آدھا یا کم سے کم ایک چوتھائی پروگرام ضرور پسند آیا ہوگا، پکے یا نیم پکے میں لوکچے اور نیم کچے گانوں سے تو آپ ضرور محظوظ ہوئے ہونگے

ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں اب آپ جناب اخبار عالم صاحب سے ایک مختصر مفید و فیچر سنئے جسکا عنوان ہے "یہ حادثے" جناب اخبار عالم صاحب نے یہ

روحانی دنیا کے دوستو! حادثہ ایک ایسا بدنام اور دہشت انگیز لفظ ہے کہ سنتے ہی کان کھڑے ہو جاتے ہیں، آنکھیں پھٹ جاتی ہیں، ابرو پر شکن آجاتی ہے، منہ کھل جاتا ہے اور آدمی مجسم سوالیہ نشان بنجاتا ہے تھوڑی دیر کے لئے قیاس فرمائیے اگر میں ابھی آپ سے یہ کہوں کہ آج میں آپکے سامنے ایک دعوت کا حادثہ پیش کرنیوالا ہوں تو کیا آپکی بھی وہی کیفیت نہیں ہوگی؟ حالانکہ میں مبالغہ سے کام نہیں لونگا

واقعہ دراصل یہ ہے کہ ایک کرنل ابن کرنل صاحب کے ہاں دعوت میں کھانے کے بعد لوگ تکیوں کے نیچے نرم نرم گداز صوفوں کی پشت سے ٹیک لگائے کوئی ہاتھوں میں کافی کی پیالیاں تھامے، کوئی قیلولہ کرتے ہوئے، کوئی پان چباتے ہوئے، کوئی سگریٹ پیتے ہوئے زور زور سے گپیں ہانک رہے ہیں۔ اتنے میں ایک صاحب باتیں کرتے کرتے سنجیدہ صورت بنائے بول اٹھے۔ "آج صبح چادرگھاٹ پل کے حادثے کے متعلق کچھ سنا؟" محفل کے سارے لوگ چونک پڑے، کمرے میں یکایک ایسی خاموشی چھا گئی جیسے بجتے ہوئے ریکارڈ پر سے کسی نے ساؤنڈ بکس اٹھا دیا ہو۔ قہقہوں کی آوازیں ایکدم رک گئیں کہ منہ کھلے کے کھلے رہ گئے بات کرنیوالے بیچ میں ناتمام چھوڑ کر پلک جھپکائے بغیر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خبر سنانے والے کیطرف دیکھنے لگے۔ قیلولہ کرنیوالوں کی ساری بالاں دانتوں میں اٹک کر رہ گئیں۔ کافی کی پیالی ہونٹوں کے قریب لیجانیوالوں کے ہاتھ یوں جھٹکے کے ساتھ رک گئے کہ پیالی گرتے گرتے بچی۔ ایک کالے سوٹ میں ملبوس ادھیڑ عمر والے صاحب جو پنکھے سے ذرا قریب بیٹھے تھے اور جنکی چمکتی ہوئی چندیا برقی لیمپ کی روشنی میں جگمگا رہی تھی انہوں نے اپنے منہ کو حیرت اور خوف سے ایسے کھول دیا کہ دونوں ہونٹوں کے درمیان دبا ہوا سگار صوفے پر گر پڑا۔ انہوں نے سگار اٹھا کر پھر سے ہونٹوں میں دبا لیا مگر وہ دوبارہ کش نہ لے سکے اسلئے کہ اب سگار میں آگ باقی ہی نہیں تھی۔

کچھ لوگوں نے خبر سنانے والے سے اور کچھ لوگوں نے تو اپنے پاس بیٹھے ہوئے صاحب سے ہی بے ربط الفاظ میں پوچھنا شروع کر دیا

"ہاں! کیا کہا — چادرگھاٹ پل کا حادثہ — کب! کیا ہوا — ہوں — کسکا — کون — آں — کیوں —؟ اور پھر فوری سب کے سب ہمہ تن گوش ہوکر خوف اور استعجاب کے عالم میں، خبر سنانے والے صاحب کیطرف گھورنے لگے اور وہ نہایت ہی اطمینان اور سکون کیسا تھ سگریٹ کا ایک لانبا کش لیکر متانت سے دھواں چھوڑتے ہوئے یوں گویا ہوئے

"وہ بھئی! کمال ہے۔ آپ لوگوں نے تو کچھ سنا ہی نہیں —!" اتنا کہہ کر وہ پھر ایک لمحہ کے لئے چپ ہوگئے ظاہر بات ہے کہ جب ایک خاص خبر، اور وہ بھی ایک حادثے کے متعلق سنائی جائے اور سنانے والے کو اسبات

کا علم ہو جائے کہ حاضرین میں سے، اُنکے سوا کوئی بھی اس خبر کے واقف نہیں ہے تو وہ اپنے آپ کو ایک ممتاز شخصیت کا حامل سمجھتے ہوئے خواہ مخواہ اکڑنے لگتا ہے۔ اور پھر خبر کی غیر ضروری تفصیل بیان کرتے وقت اپنے لہجے میں ایک کمینہ عشق قابل پرویز کیطرح شانت اور تدبیر پیدا کرنیکی کوشش کرتا ہے اگر خوش قسمتی سے حادثے کی خبر سنانے والے صاحب مقام حادثہ پر اتفاقاً یا حادثتاً بنفس نفیس یا بہ نفس کثیف موجود ہوں تو پھر سونے پر سہاگہ ــــ اپنے دوستوں کے سامنے اس حادثے کی خبر سنانے کیلئے ماہی بے آب کیطرح تڑپتے رہینگے اور اگر قسمت سے ایسے دوست یا احباب مل جائیں جنکو اس حادثے کے متعلق کچھ بھی معلوم ہو تو بس سارے جہاں کی دولت ہاتھ آگئی ــ الف سے والسلام تک حادثے کی واردات سناتے وقت دہ مقدر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ بس کچھ نہ پوچھئے۔ اب خواہ وہ حادثہ کیسا ہی نگجن اور جانگداز ہو اور پھر شعوری یا غیر شعوری طور پر ایسا ہی عجیب ساخط حاصل کرتے ہوئے حادثے کی خبر کو غیر ضروری طوالت دیتے ہیں۔ جسکے نتیجہ میں سچائی کم ہوتے ہوتے مفقود ہو جاتی ہے اور مبالغہ ہی مبالغہ باقی رہ جاتا ہے۔ واقعات کو توڑ مروڑ کر اور نمک مرچ لگا کر ایسا بنا دیتے ہیں کہ ذرہ برابر حقیقت پہاڑ برابر افسانہ بنجاتی ہے ــــ ہرحال ــ میں عرض کر رہا تھا اُس دعوت میں کئے جانیوالے حادثے کے تذکرہ کے متعلق ــ اگر یہ جملہ بہت ثقیل ہو گیا ہے تو جانے دیجئے۔ مختصر طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ میں دعوت کے حادثہ پر کچھ لول رہا تھا ــ جی ہاں ــ یاد آیا ــ تو جب ــ ساری محفل کی توجہ خبر سنانے والے صاحب کی طرف مرکوز ہو گئی۔ اور انھیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہاں انکے سوا اور کسی کو اس حادثے کے متعلق کچھ بھی نہیں معلوم تو انھیں اپنی امتیازی حیثیت کا پوری طرح احساس ہو گیا اور وہ تھوڑی دیر چپ رہ کر بولے ــــ

”سخت تعجب ہے ــ چادر گھاٹ پل کے بیچوں بیچ اتنا بڑا حادثہ ہو گیا اور آپ لوگوں کو معلوم ہی نہیں ــ“

ایک صاحب جو ذرا زیادہ زود یقین تھے پوچھ بیٹھے

”کیا بھئی! واقعہ کیا ہے ــــ؟“

”جی! ایک آر ٹی سی بس اور ایک ٹیڈی کا بڑا زبردست ٹکر ہو گئی ــــــ!“

”پھر ــــ؟“

”بس ٹیڈی تو ڈھیر ہو کر رہ گئی ــ اور بس کا اگلا آتو ــ کیا بتاؤں آپ سے ــ ریزہ ریزہ ہو کر ہوا اڑ گیا کہ ڈھونڈنے تو ایک پُرزہ نہ ملے۔ وہ تو کہیے کی بہ جانے کونسی نیکی آڑے آگئی ــــ کہ وہ صدمے معمولی زخموں کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے بیہوش ــــ ورنہ ــ بس اپنی پوری رفتار کیا تھ ٹیڈی کو ہولی، رکاؤں کو کھلتی ہوئی، فٹ پاتھ پر چڑھ کر جب ریلنگ توڑ کر ندی کے اندر جھک کر جھولنے لگی تو ــ نہیں کیا سماں تھا ــ! میرا خیال ہے کہ اگر ذرہ برابر اگر وہ اور آگے جھک جاتی تو ــ ڈرائیور کو تو چھوڑئیے سارے مسافر یوں مرجاتے کہ ان کے متعلق کسی کو پتہ بھی کہ ندی میں گرنے کے بعد مرے تھے یا مرنے کے بعد ندی میں تھے ــــ“

”کیا کوئی جانی نقصان بھی ہوا ــ؟“ ایک صاحب نے کہا

”تعجب کرتے ہیں آپ! اتنا بڑا حادثہ اور جانی نہ ہو ــ یہ بھی کوئی بات ہوئی ــــ“ خبر سنانے والے پوچھنے والے کیطرف اپنی خونخوار نگاہیں جما کر یوں گھورنے لگے جیسے کوئی شکاری دو نالی بندوق سے اپنے شکار کا نشانہ لے رہا ہو ــ محفل میں سے کسی صاحب نے لقمہ دیا

”بھلا وہ حادثہ ہی کیا ہے جسمیں کوئی جانی نقصان“

”جی ہاں! اب آپ ہی غور فرمائیے ــ ٹیڈی چلانے والا تو جیتے سے رہا ــ بس کے مسافروں کے متعلق یہ توقع رکھنا کہ سب کے سب بچ گئے ہونگے نہایت ہی مہمل بات ہے اُسکے کئی رستہ والے زخمی ہوگئے ــ کئی راہ گیر بیچارے زد میں آگئے ــــ“

”تو گویا ــ یہ سب کچھ آپکی آنکھوں کے سامنے“ پھر کسی صاحب نے لقمہ دیا۔ یہ شاید وہی حضرت تھے جنہوں نے جانی نقصان کو حادثے کیلئے لازمی قرار دیا تھا

”جی ہاں! بس اسی وقت میں وہاں پہنچا تھا۔ معتبر یعنی شاید پھر سے واقعات پر روشنی ڈالنے لگے

”بس کو آر ٹی سی والے رسیوں سے کھینچ کر لیکر گئے۔ ٹیڈی جو اب محض لکڑی کا ڈھیر بن گئی تھی پولیس تھانے پر پڑی تھی۔ اور سڑک پر سارے کا سارا خون منجمد ہو گیا تھا ــ اور ــ بولنے والے کا جملہ ادھورا

سی نے دریان میں چلانا شروع کر دیا
وو ارے — ! آگ — آگ — ہٹو — کا
ایک سے دو، دو سے تین اور پھر ساری محفل میں بھگدڑ مچ
گئی۔ کرسیاں اور میزیں الٹ گئیں۔ گلاس اور پیالیاں ٹوٹ
گئیں۔ کچھ حاضر دماغ لوگ پانی سے بھرے ہوئے جگ اور
جیالی اٹھا لائے۔ کوئی فائر بریگیڈ کو فون کرنے دوڑا
تھوڑی ہی دیر بعد جب لوگوں کے ہوش و حواس درست
ہوئے تو معلوم یہ ہوا کہ ایک صوفے کو آگ لگ گئی تھی میں
نے ذرا دماغ پر زور دیا تو مجھے یاد آگیا دوسرے ہی
دن میری نگاہیں اوہیڑ عمر کے ایک صاحب کیطرف اٹھ گئیں
سامنے سوٹ میں ملبوس تھے اور کمرے کے ایک گوشہ
میں اکیلے صوفے پر بیٹھے منہ میں موٹا سا سگار دبائے اطمینان
سے کش لے رہے تھے۔ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے میں
نے دیکھا رنگین چمکنی چیند یا اب بھی برقی کیمپ کی روشنی
میں جھلکا رہی تھی۔ میں جب پھاٹک سے باہر نکل کر
سٹ پاتھ پر دو چار قدم آگے بڑھ گیا تو پھر مجھے
پیچھے مڑ کر دیکھا پڑا کیونکہ فائر بریگیڈ زور و شور سے
الارم بجاتا ہوا پھاٹک میں داخل ہو رہا تھا
دوسرے دن کا اخبار تو آپ نے پڑھا ہی ہوگا
ہمیں یاد رہا ٹ پل کے حادثے کی خبر کے ساتھ سا تھ کرنل
ابن کرنل صاحب کے ہاں دعوت کے حادثے کی بھی خبر
درج تھی — پہلی خبر تھی "صبح چادرگھاٹ پل پر ایک
بس اور بنڈی کی معمولی سی ٹکر کے نتیجہ میں۔ پل کو خفیف سے
نقصان آئے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ بر سر موقع پولیس
کے عقلمند کانسٹبل نے ٹرافک پر فوری قابو حاصل کر لیا۔"
دوسری خبر تھی — وو رات فلاں کرنل ابن کرنل
صاحب کے ہاں فلاں تقریب کے موقع پر ایک پر تکلف
دعوت دی گئی تھی جسمیں شہر کے فلاں فلاں معزز اصحاب شریک تھے
دعوت میں کھانے کے فوری بعد اچانک طور پر زبردست آگ لگ
گئی۔ کئی گھنٹوں تک فائر بریگیڈ اور خود مہمان اس آگ سے
جنگ کرتے رہے تب کہیں آگ پر قابو پایا گیا۔ فرنیچر اور
دوسری اشیاء کو جو نقصان پہنچا ہے اسکا اندازہ تخمیناً دس ہزار
کے لگ بھگ بیان کیا جاتا ہے —"

ابھی آپ جناب اخبار عالم صاحب بی پر سے ایک
میجر سن رہے تھے ہماری نشریات کا وقت اب ختم ہوا چاہتا
ہے۔ ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے (ہفتہ بخیر)

یہ وعدے

اخبار شیراز کے شائستہ خدمات کے صلہ میں اخبار شیراز کیلئے:-
نواب سید حسن پاشاہ صاحب (داماد نواب سالار جنگ مرحوم) صدر اسٹیٹ شیعہ کانفرنس نے (۹۲) خریدار فراہم کرنیکا وعدہ فرمایا ہے۔
نواب میر طاہر علیخاں صاحب (علی برادرس) نائب صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس نے (۱۱۰) خریدار فراہم کرنیکا وعدہ فرمایا ہے
نواب میر داؤد علیخاں عابدی (مکرم الدولائی) نے (۲۵) خریدار فراہم کرنیکا وعدہ فرمایا ہے
نواب احسان حسین خاں صاحب نے (۵) خریدار فراہم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے
خاندان سالار جنگی کے ایک رکن رکین نے جو اپنے نام کا اعلان نہیں چاہتے شیراز کیلئے مکمل پریس دلانیکا وعدہ واثق فرمایا ہے
ادارۂ شیراز صاحبان موصوف کے اس تعاون و ہمدردی کا بدل ممنون ہے

قطعہ

در عاشقی سلام و پیامے ضرور نیست | در فرقِ بے نیاز نگہ تو غرور نیست
از بہر آنکہ راست نہادہ قدم شنو | ہر جا دہ کجی کہ عبور و مرور نیست

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

نبض

از حکیم سید جعفر حسینی صاحب

محسن طب یونانی اعلیحضرت بندگان عالی مدظلہم العالی طب یونانی کو دوسرے علاجات سے علٰحدہ فرماکر اور اسکو ایک وحدت دیکر اطبائے یونانی پر جو کرم فرمایا ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔ طب یونانی ہمیشہ ذات ہمایونی پر فخر و مباہات کرتی رہے گی۔ اطبار کو چاہیئے کہ طب یونانی کا احترام کریں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اطباء صاحبین اپنے مریضوں کے لیئے افتی (انگریزی) ادویہ تجویز کرتے ہیں تو اہل دانش مریض یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ایسے اطباء سے تو ڈاکٹر ہی بہتر ہیں۔ اطبار کو چاہیئے کہ اپنے ہی فن کی جانب بالکلیہ توجہ کرکے مریضوں کو یہ ثابت کریں کہ علاج یونانی سب علاجوں سے بہتر، زود اثر، دیرپا، کم خرچ اور کثیر النفع ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔

میں نے یہ تہیہ کیا ہے کہ طب یونانی کے تعلق سے ہر ہفتہ ایک صفحہ شیراز کیلیئے لکھا کروں۔ چونکہ اکثر اطبار نبض سے معلومات مرض نہیں کرتے صرف مریض ہی سے اس کی زبانی حالات سنکر نسخہ تجویز کردیتے ہیں جسکی وجہ اطبائے یونانی سے مرضا کا اعتماد روز بروز دور ہوتا جارہا ہے اس لئے نبض پر یہ پہلا مقالہ اختصار کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے۔ (سید جعفر حسینی)

حکمار سابقین مثلاً سقراط۔ بقراط۔ افلاطون۔ کا قول ہے کہ طبیب کو ذہن سلیم۔ اور فہم مستقیم حاصل رہے صلاحیت مزاج اور خلق عمیم کی بھی ضرورت ہے اس لیئے اکثر اسلاف روحانی طرز کو کامل اور مجاہدہ باطنی کیا کرتے تھے۔ وہ لوگ کشفی طور پر نباتات کے افعال و خواص معلوم کرلیا کرتے تھے۔ اشرف المخلوقات کی صحت اور بقا کے لیئے یہ علم طب بواسطہ کسی رہالم میں ظاہر ہوا۔ بقراط کا قول ہے کہ نبض ایسا ایلچی ہے کہ اس کی تکذیب نہیں کی گئی۔ اکثر دین کی حق بات پہنچانے والوں کی تکذیب نادانوں نے کی ہے۔ نبض بھی عادت اللہ جاریہ کا پیغام خلقت کو پہنچاتی ہے۔ د قوت تحلیل ہوتے ہوتے بہت ضعیف ہو جائے تا اینکہ قوت حیوانی بوجہ کسی ضغطہ خارجی مانند فلج القلب بعد دیگر ضعیف و منعدم ہو جائے تو اس سے چند لحظہ اول نبض جانب یمین پھر نبض جانب یسار بھی ساقط ہو جاتی ہے تو معاً نباض مانند حکم وورود شب بوقت غروب آفتاب تامل ظاہر کردیتا ہے کہ اب روح کا انقطاع بالیقین ہے گویا قول بقراط پر جازم ہو جاتا ہے۔ "النبض رسول اللہ" اسیطرح بقراط کا قول ہے کہ "النبض منادی اخرس" یعنے نبض بلند حالات باطنیہ کو بیان کررہی ہے۔ نبض اظہر الدلالات حالات قلب پر ہے۔ مگر خفی الدلالات کل اعضاء کل امراض پر ہے جیسے تدریجی محلل امراض میں ایک مہینہ قبل نبض میں د پیدا ہو جاتی ہے کہ جب طبیعت تدبیر جدید سے باذن اللہ کررہی ہے۔ داہنی جانب اور بائیں جانب ادنٰی سے نبض کو بھی طبیعت و قوت قلب مساوی نہیں رکھ سکتی۔ د جانب میں اس صورت میں جب عجز طبیعت لاحق ہو جاتا تیس مرتبہ کے بعد قراءت نبض میں ایک مرتبہ فترہ وا ہے پھر چند روز کے بعد جلد جلد ہونے لگتا ہے پھر ہر ایک فترہ زائد واقع ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً تیس روز سقو کامل میں باقی رہے تو تیسویں قرع پر ایک فترہ اور انتیس باقی رہے تو انتیسویں قرع پر فترہ ہوتا ہے۔ اور اٹھائیس باقی رہے تو اٹھائیسویں قرع پر فترہ ہوتا ہے۔ علی ہذا سات روز باقی رہے تو ساتویں قرع پر فترہ واقع ہوتا۔

(باقی آیندہ)

آہ ساجد یار جنگ

یہ خبر گہرے رنج و ملال کے ساتھ سُنی گئی کہ نواب ساجد یار جنگ بہادر نے چند روز کی علالت میں روز پنجشنبہ ۲۱ر اپریل کو واسو کلینک واقع فتح میدان میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

واسو کلینک سے میت مکرم الدولہ دیوڑھی لائی گئی۔ جہاں مجلس عزائے حسینؑ برپا ہوئی۔ اور بعد مجلس میت بشکل جلوس دائرہ میر مومنؒ کی طرف روانہ ہوئی۔ مشایعت جنازہ اور نماز میں مومنین کی ایک کثیر تعداد شریک تھی۔ امام الجمعۃ والجماعت مولوی سید اصغر حسن صاحب قبلہ نجفی نے نماز جنازہ کی قیادت فرمائی۔ قبل مغرب آپ کے خاندانی ہزیرہ واقع دائرہ میر مومنؒ میں تدفین عمل میں آئی۔ حاضرین نے سورہ فاتحہ سے مرحوم کی روح کو شاد کیا۔ مرحوم کے بڑے بھائی مرحوم کی مفارقت میں بحمال حزن و ملال گریہ کناں تھے۔ ہم اس غم میں مرحوم کے بھائی اور صاحبزادگان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیے۔ آمین۔

ذیل کا تاریخی قطعہ راقم الحروف کے تاثرات غم کا ایک ہلکا سا پر تو ہے۔

قطعہ تاریخ وفات

بن گئی ہے مکرّم الدولہ کی دیوڑھی غمکدہ
چل بسا جو بنبۂ مرحوم سر سالار جنگ

یہ کہا صمصام نے سنتے ہی رحلت کی خبر
گلشنِ جنّت میں ہے نواب ساجد یار جنگ

(۱۳ ھ ۷۹)

آپ کا اصلی نام میر زین العابدین تھا۔ آپ نواب میر دلاور علی خان بہرام جنگ بہرام الدولہ کے صاحبزادۂ دوم تھے آپ کی والدہ ماجدہ سلطان بخت بیگم مرحومہ نواب تراب علی خان مختار الملک سر سالار جنگ کی چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپ نواب تراب یار جنگ بہادر کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے۔ آپ صف اول کے خیرخواہانِ حضور سے تھے وفاشعاری اور خیر سگالی آپ کو اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں ملی تھی۔ مرنجان و مرنج آپکا مسلک تھا غرض

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

(سید صمصام شیرازی)

نیویارک میں اسلامی آرٹ کی نمائش!

نیویارک ۱۳ر اپریل۔ مقامی میٹرو پالیٹن عجائب گھر میں اسلامی فنون کی نوادرات کی نمائش آج سے شروع ہوگئی ہے جو ۱۸ر اپریل تک جاری رہے گی۔ یہ اشیاء حال ہی میں حاصل کی گئی ہیں (۲۱ر اپریل کو نئی گیلریوں کا افتتاح ہو رہا ہے جس میں اس عجائب گھر کی مشرق قریب کے فنون سے متعلق نایاب چیزیں مستقل طور پر رکھی جائیں گی۔ جہاں تک علم ہے یہ اشیاء بے نظیر ہیں۔ اور مشرق قریب کے دیگر نوادرات میں ان کے جوڑ کی کوئی چیز دستیاب نہیں ہے یہ ۱۵ویں صدی سے ۱۷ویں صدی تک کے دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان کی خوبصورتی و بناوٹ انسانی تخیل کے لئے موجب تحریک ہیں۔ یہ ان لوگوں کی روزمرہ زندگی کے سامان آرائش کی عکاسی کرتی ہیں جنہیں صدیوں پہلے وقت نے ہم سے جدا کر دیا تھا۔ ان اشیاء میں ۱۱ویں صدی کے ابتدائی دور کا ایک طلائی تعویز بھی ہے۔ جو ایرانی کاریگری کا بے نظیر نمونہ ہے۔ دو ایرانی قالین بھی نمائش میں رکھے گئے ہیں جو ۱۶ویں میں تیار کئے گئے تھے۔ ایک قالین ۳۰ فٹ لمبا اور ۱۰ فٹ چوڑا ہے۔ اس پر ابردار بیل بوٹے بنائے گئے ہیں اور یہ مسز ہیری پنی بنگھم کی طرف سے ۱۹۵۹ء میں دیا گیا تھا۔ دوسرا قالین ۱۷ویں صدی میں شمال مغربی ایران میں تیار ہوا تھا اس پر درختوں کی تصویریں بنائی گئی ہیں۔ اس کی لمبائی ۱۲ فٹ اور چوڑائی ۷ فٹ ہے۔ یہ ۱۹۶۰ء میں جوزف وی مکملن کی طرف سے دیا گیا تھا۔ انہوں نے عجائب گھر کو کچھ اور مشرقی قالین مستعار دیے۔ کانسی کی بنی ہوئی تین اشیاء تو غیر معمولی ہیں۔ ایک بکس پر شطرنج کے نشانات ہیں۔ اور کوفہ کے رسم عبارت کندہ ہے جسے دیکھ کر معلوم ہوتا ہے سے یہ کام کیا گیا ہے۔ دو اشیاء آسنک دور کی قدیم میں تیار کی گئی تھیں۔ ان میں ایک پندرہ کا مٹی سے بنا مسجد کا چراغ ہے جس پر عربی زبان کچھ الفاظ کندہ ہیں اور دوسری ۱۹ویں صدی طشتری ہے۔ نمائش میں نایاب مسودوں کے ا کا چھوٹا سا خزینہ بھی ہے۔ جن پر چھوٹی چھوٹی بنائی گئی ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر مسودے ۱۹۵ء میں کورا نمکن برینٹ کی وصیت کے ذریعے موصول تھے۔ مسودے کے چھ صفحات میکانکی عمل کے مقا متعلق ہیں۔ جو الجزاری نے ۱۲۱۵ء میں تصنیف سات صفحات ۱۴ویں صدی کی اُن تاریخی کتب سے ہیں جو مشہور ایرانی مورخ راشد نے لکھی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی تصویریں بھی بنی ہوئی ہیں۔ ڈائسکوریڈیس کی طبی کتاب "دی میٹریا میڈیکا" کے عربی ترجمے کچھ صفحات ہیں۔ ڈائسکوریڈیس ایشیائے کوچک میں یونان کا مشہور معالج تھا۔ اس کتاب کا ترجمہ ۱۲۲۴ء میں کیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ ۱۳ویں صدی کے کچھ ایرانی بھی ہیں جن پر تصویریں بنائی گئی ہیں۔ ایک پیالے پر بہرام گور کی کہانی سے متعلق تصویریں ہیں۔

شکریہ

آقای رحمت اللہ دانش کا شکریہ کہ موصوف نے مدیر شیراز کی عیادت گوارا کی۔ مدیر شیراز اب بحمد اللہ صحت یاب ہو چکے ہیں۔

قطعہ

شاداب ہوئے جاتے ہیں گلشن میں ثمر آج | بٹتی ہے کفِ پیرِ مغاں سے مئے تر آج
سینوں میں بھی اعدا کے یہ کیسی ہے عداوت | کس طرح بھڑک اٹھا ہے دیکھو یہ شرر آج

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

پلٹ زر انعام کے بانی اور صحافت کے ایک عظیم محسن

جوزف پلٹ زر

امریکی ادب اور آرٹ کی جنتری میں مئی کے مہینے کا پہلا سوموار (پیر) ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ نیویارک میں کولمبیا یونیورسٹی کے امین اس دن ہر برس پلٹ زر انعاموں کا اعلان کرتے ہیں۔ امریکی ادبی اور صحافتی دنیا کا ہر شخص یہ انعام حاصل کرنے کا خواہاں رہتا ہے۔ ہر برس چودہ (۱۴) انعام دیئے جاتے ہیں۔ مالی لحاظ سے یہ انعام بڑے نہیں ہوتے ہر ایک صرف ۵ سو ڈالر پر مشتمل ہے امریکہ میں کئی دوسرے اداروں کی طرف سے کم سے کم پچاس ایسے ادبی مقابلے ہوتے ہیں جن کے لئے زیادہ بڑی رقموں کے انعام مقرر ہیں۔ لیکن پلٹ زر انعاموں کی جو وقعت اور اہمیت ہے وہ کسی اور انعام کو حاصل نہیں کیونکہ یہ انعام اعلےٰ ترین ادبی اور صحافتی کارناموں اور بلند ترین معیار کے لئے مخصوص ہیں اور ساتھ ہی عوامی خدمت اخلاق ادب اور تعلیم کے فروغ کے لئے بھی مقصود ہیں۔ انعام پانے والوں کی اہلیت، ان کی جدت طبع۔ سوجھ بوجھ، دلیرانہ تحریر اور متعلقہ اوصاف کی روشنی میں جانچی جاتی ہے۔ سنہ ۱۹۱۷ء سے یہ انعامات صحافت اور ادب کے لئے اور سنہ ۱۹۴۳ء سے موسیقی کے لئے بھی ہر برس دیئے جا رہے ہیں۔ جہاں تک ادبی تخلیقات کا تعلق ہے یہ انعامات سنکلیر لیوس، ہیمنگ وے۔ کارل سینڈبرگ، رابرٹ فراسٹ یوجین اونیل اور پرل بک جیسی ممتاز اہل قلم کو دیئے گئے ہیں۔ یہ تو صرف چند ایک نام ہیں۔ صحافت میں یہ انعام ملک کے بڑے بڑے اخباروں اور صحافیوں کو شاندار اور بے مثل خدمات بجا لانے اور مقامی ملکی اور بین الاقوامی نامہ نگاری اداریہ نویسی اور فوٹوگرافی کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ صحافت کے لئے جو انعام مخصوص ہیں اُن سے اِن انعاموں کے بانی جوزف پلٹ زر کے اعلےٰ کردار اور اس فن سے ان کی گہری دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ ۱۹ویں صدی کے ایک عظیم امریکی صحافی تھے۔ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ایک قابل غیر جانبدار عوامی خدمت کے جذبے سے سرشار تربیت یافتہ سوجھ بوجھ رکھنے والا، حقیقت شناس اور دلیری سے عمل کرنے والا پریس ہی عوامی اوصاف نیکی اور خوبیوں کا تحفظ کرسکتا ہے۔ جس کے بغیر عوامی حکومت محض ایک ڈھونگ اور مذاق و مضحکہ بن جاتی ہے۔ جوزف پلٹ زر ۱۰۔ اپریل سنہ ۱۸۴۷ء میں ہنگری میں پیدا ہوئے تھے۔ لیکن انہوں نے بوداپسٹ میں پرورش پائی۔ ان کے والد ایک ریٹائرڈ غلہ فروش تھے۔ انکا انتقال جلدی ہی ہوگیا تھا۔ ۱۷ برس کی عمر ہی میں جوزف فوجی ملازمت کی تلاش میں نکلے۔ لیکن بینائی اور جسمانی کمزوری کے باعث۔ آسٹریا۔ فرانسیسی خارجہ لیجن اور برطانوی فوج نے انہیں لینے سے انکار کردیا۔ سنہ ۱۸۶۴ء میں ضابطہ شکنی کرتے ہوئے وہ امریکہ پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بوسٹن میں جہاز سے کود پڑے اور تیر کر ساحل پر جا پہنچے۔ امریکہ میں داخل ہوکر وہ ۱۲ر نومبر سنہ ۱۸۶۴ء کو فوج میں بھرتی کر لئے گئے۔ اس طرح فوجی ملازمت کی اُن کی ابتدائی خواہش پوری ہوگئی۔ انہیں فرسٹ نیویارک (لنکن) رسالے کی رجمنٹ میں تعینات کیا گیا۔ ایک سپاہی کی حیثیت سے انہوں نے امریکی خانہ جنگی میں چار لڑائیوں میں شرکت کی آخر سنہ ۱۸۶۵ء میں فوج سے سبکدوش ہوگئے۔ اس سبکدوشی کے بعد وہ سراسیمگی اور بے چینی کی حالت میں سینٹ لوئی چلے گئے۔

قطعہ

عنادل جانتے ہیں خوب میرے آہ و شیون کو	گل و غنچہ سے زینت ہے نہایت میرے گلشن کو
اسی کیواسطے ہوتا نہیں ہرگز جُدا دیکھو	سمجھتا ہے ہر اک دانہ بھی دامن میرے خرمن کو

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

اور کئی طرح کے چھوٹے بڑے کام کرتے رہے یہاں تک کہ گھوڑوں کی سائیسی بھی کی۔ آخر کچھ عرصے کے بعد جرمن زبان کے ایک مقامی اخبار ویسٹ لیچ پوسٹ کے نامہ نگار مقرر ہوئے اور یہی اُن کے اس پیشے کا آغاز تھا۔ جس کا امریکی صحافت پر انتہائی گہرا اثر پڑا۔ انہیں امریکی شہریت کی سند ۶ر مارچ ۱۸۶۵ء کو ملی۔ شروع شروع میں پلٹزر اپنے غیر متناسب بھدّے جسم اور بھدّی شکل وصورت کے باعث تضحیک و مزاح کا شکار رہے لیکن ایک قابل اعتبار، باشعور، دلچسپی سے کام کرنے والے نامہ نگار کی حیثیت سے اُن کی شہرت کا سکہ جمنے لگا۔ اور اُن کے جو ساتھی ان کی ہنسی اڑاتے اب انکا احترام اور ادب کرنے لگے چنانچہ اس اخبار میں اُن کا جو کالم چھپتا تھا اُسے لوگ انتہائی شوق اور دلچسپی سے پڑھتے تھے۔ ان کی اس ہردلعزیزی کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں دسمبر ۱۸۶۹ء میں مسوری سٹیٹ اسمبلی کا ممبر چنا گیا اور کچھ وقت کے بعد سینٹ لوئی ریاست میں پولیس کمشنر بنایا گیا۔ سنہ ۱۸۷۱ء میں پلٹزر ویسٹ لیچ پوسٹ" اخبار کے حصہ دار بن گئے۔ دو سال کے بعد وہ حصے بیچ دیئے۔ اس کے بعد انہوں نے چند برس سیاست، قانون اور پبلک سروس کے مطالعہ میں صرف کئے۔ لیکن ان سب سرگرمیوں کے باوجود اُن کے دل میں اپنی پسند کے اولین پیشے یعنی صحافت سے جو محبت تھی وہ اس سے کنارہ کشی نہیں کر سکے۔ سنہ ۱۸۷۸ء میں انہوں نے سینٹ لوئی ڈسپیچ اخبار خرید لیا اور کچھ وقت کے بعد ایک اور اخبار کے ساتھ اسے ملا دیا اور ان دونوں اخباروں کا نام سینٹ لوئی پوسٹ ڈسپیچ رکھا۔ جوزف پلٹزر نے ۱۹ر جون ۱۸۷۸ء میں ایک لڑکی کیٹ ڈیوس سے شادی کی۔ آپ کے سات بچے تھے جن میں سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں زندہ رہیں۔ پلٹزر نے دلیرانہ اور دیانتدارانہ صحافت، نامہ نگاری

اور اداریہ نویسی میں بڑا نام پیدا کیا۔ عوامی مسائل اور ضرورت کی باتوں پر زوردار نوٹ لکھتے۔ ٹیکس جوئے بازی۔ لاٹریوں اور رشوت ستانیوں کے خلاف جہاد جاری کیا۔ سیاسی اور میونسپل غبن کا انکشاف ایسی ہی بدعنوانیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے ڈی غزم نے ان پر کئی بار حملے کئے۔ اور بڑی مشکل سے جان بچی۔ لیکن جبر و تشدد کے باوجود اچھی ایمانداری اور عمدہ حکومت قیام اور طریق کار کے لئے ان کی صحافتی مہموں میں کمی نہیں آیا۔ دو اہم واقعات کے باعث انہیں سینٹ کو خیرباد کہہ کر نیویارک شہر کو اپنی صحافتی سرگرمیوں میدان بنانا پڑا۔ ان کے ایک اسسٹنٹ ایڈیٹر نے سیاسی نزاع کی بنا پر ایک سرکردہ اٹارنی کو گولی مار د اس سے پلٹزر کسی قدر غیر ہردلعزیز ہو گئے حالانکہ اس المناک واقعے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ دوسری بات ہوئی کہ اُن کے بھائی البرٹ پلٹزر نے نیویارک میں "مارننگ جرنل" جاری کیا۔ اس سے متاثر ہو کر انہوں نے نیویارک میں اپنا مقام پیدا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ سنہ میں انہوں نے "نیویارک ورلڈ" اخبار کے حقوق خرید لئے ا ۱۸۸۶ء میں ایوننگ ورلڈ اخبار بھی جاری کیا۔ ان اخ سے ان کی دولت اور شہرت میں اور بھی اضافہ ہوا۔ وہ اصول کے حامی تھے کہ صحافتی معیار مناسب تعلیم و تربیت ذریعہ بلند کیا جانا چاہیئے اس مقصد کے لئے انہوں نے ک یونیورسٹی کو ایک گرانقدر عطیہ دیا جس سے جرنلزم کالج قائم کیا گیا آج یہ دنیا کا بہترین صحافتی کالج ہے۔ امریکہ اعلیٰ، جرأت مندانہ اور دیانتدارانہ صحافت کا معیار قائم ہوئے وہ آخر اپنی خرابی صحت کے باعث ریٹائر ہو گئے۔ انہوں صحافت اور ادب کو فروغ دینے کیلئے پلٹزر انعام بھی قائم کی

قطعہ

کس پہ ہو آج بھروسہ کیسا ‖ زادِ رہ اور یہ توشہ کیسا
توڑ کر رکھ دیا دنیا نے سبو ‖ پردہ کے ساتھ یہ گوشہ کیسا

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفت وار)

سربراہوں کی کانفرنس پیرس میں

پس منظر پیرس میں اگلے مہینے جو سربراہوں کی کانفرنس شروع ہو رہی ہے اسکے بارے میں امریکہ برطانیہ اور فرانس کے موقف کو شاید بہترین طور پر اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ اسمیں استقلال، ثابت قدمی اور مصلحت اندیشی پائی جاتی ہے۔ تینوں اتحادیوں کے موقف کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ بڑے بڑے بین الاقوامی مسائل حل کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش کیجائے اور ہر ذریعہ استعمال میں لایا جائے۔ اتحادی محض اسلئے خوش فہمی کی رَو میں بہنے کے لئے تیار نہیں کہ سوویٹ یونین نے ایکبار پھر اپنی اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ متعلقہ طاقتوں کے سربراہ آپس میں مل کر متنازعہ مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ تینوں اتحادی حکومتوں کا کوئی بھی ذمہ دار افسر یہ توقع نہیں کرتا کہ پیرس میں ہونے والی اس کانفرنس میں کوئی معجزہ رونما ہوگا۔ تاہم یہ امید ضرور کیجا رہی ہے کہ آہنی پردے کے دونوں طرف متنازعہ مسائل کو حل کرنے میں کسی حد تک پیشقدمی ہوگی

یقیناً یہ توقع کرنا حماقت ہوگی کہ ایسی دنیا جو صدر آئزن ہاور کے الفاظ میں جہالت، باہمی خوف اور نفرت سے تنگ آ چکی ہے کا علاج محض ایک دفعہ کی کانفرنس سے معجزہ انگیز طریقہ سے ممکن ہے تاہم پیرس کانفرنس سے ایسے مسائل کا تعین تو ہو سکتا ہے جن پر اتفاق اور سمجھوتہ ممکن ہے

بلا شبہ صدر آئزن ہاور پہلے شخص ہیں جنہوں نے یہ تجویز کی ہے کہ اگر پیرس کانفرنس ان لوگوں پر ثمر ور ہو سکے تو پھر حکومتوں کے سربراہوں کی مزید کانفرنسیں منعقد کی جا سکتی ہیں یہ ایک ایسی پیشقدمی ہوگی جس سے موجودہ ڈپلومیسی بدل سکتی ہے

لیکن امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے نکتۂ نگاہ سے اسوقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایک مشترکہ پروگرام مرتب کیا جائے جو پیرس میں مل کر پیش کیا جائے۔ پچھلے ہفتے واشنگٹن میں تینوں طاقتوں کے وزراء خارجہ کی جو بات چیت تین دن جاری رہی اسمیں اس اہم کام کی بنیاد رکھی گئی۔ اس بات چیت کو جرمنی کی فیڈرل ریپبلک، اٹلی اور کینیڈا کے وزیروں اور ناٹو کے سکرٹری جنرل پال ہنری سپاک کی شرکت سے مزید تقویت ملی ہے۔

کانفرنس کے آخر پر وزراء خارجہ کا جو مشترکہ بیان جاری ہوا اسمیں کہا گیا تھا کہ چوٹی کی کانفرنس میں مغربی طاقتوں کا نکتۂ نگاہ مؤثر طور پر پیش کرنے کی تیاری میں بہت پیشقدمی ہوئی ہے لیکن ان وزراء اور ان کے ترجمانوں نے یہ واضح کیا ہے کہ عملی تیاری کی تکمیل سے پہلے ایک اور کانفرنس کی ضرورت ہوگی خاص کر امریکی حکومت اسبات پر اصرار کر رہی ہے کہ پیرس کانفرنس میں جو متفقہ موقف اختیار کیا جا رہا ہے وہ (اگر ممکن العمل ہو) ماضی کی کانفرنسوں کے مقابلہ میں زیادہ یقینی زیادہ فہم اور جامع ہونا چاہیئے۔

مختصر یہ کہ ایسی ہر ممکن کوشش کیجائیگی جس سے تینوں حکومتوں کے سربراہ یورپ اور امریکہ کی جمہوریتوں کے اصولوں کو ترک کئے بغیر کسی متفقہ فیصلہ پر پہنچ سکیں۔

۲ر مئی سے ۴ر مئی تک جب استنبول میں پندرہ ناٹو ملکوں کے وزراء خارجہ کی کانفرنس ہوگی تو اتحادیوں کی طرف سے چوٹی کانفرنس میں پیش کئے جانے والے زیادہ جامع اور مکمل پلان کا اچھی طرح جائزہ لیا جائیگا اور پھر ۱۲ر اور ۱۴ر مئی

قطعہ

دیدی کہ این بدست جام کسے | نیز این آفتاب بام کسے
این چہ لیل و نہار دنیا ہست | صبح دیگر بگفت شام کسے

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

کو جب وزراءِ خارجہ کی ایک اور کانفرنس پیرس میں ہوگی تو اس پلان کی مزید چھان بین ہوگی

۱۵ر مئی کو آخری پلان کا تعین ہوگا جب روسی وزیر اعظم خروشچیف کیا تھا کانفرنس سے پہلے صدر آئزن ہوور، برطانیہ کے وزیر اعظم میکملن اور فرانس کے صدر ڈیگال باہمی تبادلہ خیالات کریں گے۔ یہ بھی اغلب ہے کہ اس کانفرنس میں فیڈرل جرمنی کے چانسلر ایڈناور بھی شرکت کرینگے اگرچہ بعد میں وہ چوٹی کانفرنس میں شریک نہیں ہونگے

واشنگٹن میں وزراءِ خارجہ کی بات چیت سے، ظاہر ہے کہ اتحادیوں کے موقف کا اہم پہلو انکا باہمی اتفاق ہے بیشک بعض امور میں کچھ اختلافات بھی ہیں لیکن اخباروں نے انھیں بڑھا چڑھا کر ظاہر کیا ہے ان اختلافات کو پیرس میں چوٹی کانفرنس سے پہلے پہلے مٹایا جائیگا مجموعی طور پر اتحادی حکومتیں روس کیا تھ گفت و شنید میں مضبوطی اور ثابت قدمی سے کام لیں گی۔ واشنگٹن میں وزراءِ خارجہ کی جو کانفرنس منعقد ہوئی اسمیں اسبات پر مکمل اتفاق رائے پایا گیا کہ ایسے طریقوں کی کھوج کیجائے جن سے آنیوالی کانفرنس میں یا اسکے بعد منعقد ہونیوالی کانفرنسوں میں اختلافات کو منصفانہ طور پر طے کرنیکی معقول امید پیدا ہوتی ہو۔

واشنگٹن کی اس کانفرنس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسمیں اس لائحہ عمل کا تعین کیا گیا جو پیرس کانفرنس میں اختیار کیا جائے گا اسمیں یہ عزم بھی لیا گیا کہ تخفیف اسلحہ، آزاد دنیا اور کمیونسٹ ملکوں کے تعلقات اور جرمنی اور برلن جیسے مسئلوں کو حل کرنیکی پھر کوشش کیجائے اسکے ساتھ ہی سوویٹ روس کی کمیونسٹ پارٹی کے اخبار ”پراودا“ نے لکھا ہے کہ پیرس میں مغربی برلن کے متعلق جزوی اور عارضی تصفیہ ہو سکتا ہے ”پراودا“ کی رائے اہم بھی ہو سکتی ہے اور نہیں بھی کیونکہ ماضی میں سوویٹ ترجمانوں نے کئی سوالوں کے متعلق ایسی ہی حوصلہ افزا باتیں کی تھیں جبکہ مغرب میں سوویٹ نمائندے شامل ہوئے تو وہ بالکل برعکس کرتے رہے۔ بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ اگر خروشچیف بہتر بین الاقوامی تعلقات کی خواہش میں صدقدلی سے لے رہے ہیں تو انکی یہ خواہش پیرس میں پوری ہو

حضرت امام ضامن ثامن علیہ السلام

یک طواف مرقد سلطان علی موسی رضا

ہفت ہزار و ہفت صد و ہفتاد حج اکبر است

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے میرے دل کا ایک ٹکڑا شہر طوس میں دفن ہوگا جو اسکی زیارت کریگا ہر آفت ارضی و سماوی سے محفوظ رہیگا۔ کوہ امام ضامن ثامن علیہ السلام بمقام ترلیگری اسم گرامی سے منسوب ہے وہ کونسا اہل مودت ہے جو بارگاہ مقدس بہنچکر آیہ کریمہ قُل لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ کا ثبوت دینا نہیں چاہتا۔ بتاریخ ۱۲ر ذی قعدہ الحرام ۱۳۷۹ھ ۹ر مئی ۱۹۶۰ء بروز دوشنبہ بعد مغرب جشن ولادت باسعادت (   ) مقرر ہے امید کہ شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل فرمائینگے

گدائے بارگاہ شاہ طوس

کیپٹن سید محمد علی زیدی۔ متولی

قطعہ

در ہمہ مستی و کیفی من کہ ساغر افگنم | اندرونِ دامنِ گلچین گلِ تر افگنم
این نتیجہ شد عیان از انقلاب دو جہان | بر زمین این چرخ گفتہ شانِ برتر افگنم

(آمدہ از نذری با نام برائے شیراز ہفتہ وار)

دوستی

از جناب تمکین کاظمی صاحب

دنیا کا کوئی کام بھی ایکدوسرے کی امداد و اعانت کے بغیر نہیں چل سکتا اور انسان تعاون عمل و اعانت ہم جنس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا ؎

مرغک از بیضہ برون آید و روزی طلبد
و آدمی زادہ ندارد خرد و عقل و تمیز

مرغی کا بچہ انڈے میں سے نکلتے ہی چگنے لگتا ہے مگر آدمی کا بچہ آنکھیں بند کئے پیدا ہوتا ہے کئی روز تک آنکھیں ہی نہیں کھلتیں، انتہا یہ کہ اسے دودھ پینا تک نہیں آتا یہ بھی سکھانا پڑتا ہے، ماں یا انّا اسکی پرورش کرتی ہے۔ پالنا، پوسنا، پڑھانا لکھانا، دکھ بیماری حتیٰ ایکہ موت مٹی تک دوسروں کو کرنا پڑتا ہے ایسی صورت میں انسان کا خود مختار اور غیر تعاون پسند ہونا کس حد تک جائز ہو سکتا ہے ؟

دنیا میں وہی لوگ کامیاب زندگی بسر کر سکتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ دوست، ہمدرد اور ساتھی رکھتے ہوں، غیر تعاون پسند خود مختار اور غیر دوست پسند اشخاص کبھی کامیاب زندگی نہیں بسر کر سکتے، ایک انگریزی کہاوت ہے "کسی شخص کے جنازے میں شریک ہونیوالوں کی تعداد سے اس شخص کی کامیابی کا اندازہ ہوتا ہے"۔ یہ کہاوت بالکل صحیح ہے، آدمی جتنا ملنسار، خلیق اور ہر دلعزیز ہو اتنے ہی زیادہ اسکے دوست احباب، مداح اور جاننے والے ہوتے ہیں اور وہی اسکے جنازے میں شرکت کرتے ہیں

پیرس کے تکسمبرگ آرٹ میوزیم میں ایک مجسمہ ہے ایک اندھے آدمی نے ایک لنگڑے آدمی کو اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے یعنی اس آدمی نے جسکی آنکھیں نہیں ہیں اس شخص کو اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے جسکے پاوں نہیں ہیں، اسطرح یہ دونوں مل کر ایک مکمل آدمی بن گئے ہیں، غور کیجئے ایکدوسرے کی محتاجی کی کتنی اچھی تصویر ہے ؟ اسی طرح ایکدوسرے کا محتاج ہے، دھوبی، مہتر، سنار، لوہار، چمار باورچی، کسان، صناع، دستکار، آرٹسٹ ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے بقول خواجہ حالی اگر یہ اپنا پیشہ چھوڑ دیں تو سماج کیلئے بڑی مصیبت ہوگی صرف ایک شاعر ہی ایسا ہے جو اپنی تک بندی چھوڑ دے تو دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

یہ سمجھ لینا کہ سب ہمارے محتاج ہیں ہم کسی کے محتاج نہیں نرا پاگل پن ہے، حقیقت یہ ہے کہ

ہم ہر ایک کے محتاج ہیں اور ہمارا کوئی محتاج نہیں

ہربرٹ ان کیسن سے ایک نوجوان نے مشورہ کیا کہ میں نے دس برس میں ۲۷ جگہ نوکری کی اور ان سب نوکریوں میں ناکام ثابت ہوا ہوں مجھے مشورہ دیجئے کہ اب میں اپنے ساتھ کیسا سلوک کروں ؟

ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے کیا سلوک کیا جا سکتا ہے؟ اسکا صحیح مقام پاگل خانہ ہو سکتا ہے یا جہنم! غضب خدا کا ظالم نے دس سال کے عرصہ میں ۲۷ جگہ نوکری کی اور کہیں نباہ

...کسکا اس سے زیادہ بیوقوف کون ہوگا؟

غور کیجئے وہ کیوں ناکام رہا؟ محض اسلئے کہ اسے انسانوں سے نفرت تھی اپنے ساتھیوں سے اُسے محبت نہ تھی وہ کسی سے دوستی نہ کرسکتا تھا، اسنے اپنے ساتھیوں سے دوستی پیدا نہیں کی اور اجنبی بنا رہا اسلئے اُسے کسی نے مُنہ نہ لگایا۔

دنیا میں کامیابی کی واحد صورت وسیع المشربی اور دوست سازی ہے اپنے آپ کو تنگدلی اور کوتاہ خیالی کے بھنور سے نکالئے، وسیع المشرب بنجائیے، ہر ایک سے دوستی کیجئے زیادہ سے زیادہ دوست بنائیے، پھر دیکھئے کامیابی آپکے قدم چومے گی

دوستی کرنا ایک فن ہے اسکو سیکھئے اسکے رموز وخواص پر غور کیجئے، دنیا کے کامیاب انسانوں کی زندگی کا مطالعہ کیجئے لوگوں کا مطالعہ آپ جتنا کرتے جائینگے اتنا ہی اس حقیقت کا آپ پر انکشاف ہوگا کہ فطرت انسانی دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ دلچسپ ہے۔ جتنے زیادہ لوگوں سے آپ ملینگے اتنا ہی زیادہ آپ انھیں پسند کرینگے، اگر آپ لوگوں کو ناپسند کرتے ہوں تو اسکی وجہ صرف یہ ہیکہ آپ انھیں نہیں جانتے

سب سے پہلے اپنی فطرت میں نفرت کی بجائے محبت کی نشو ونما کیجئے، لوگوں کے عیب تلاش کرنے کے بجائے ان کی خوبیاں ڈھونڈھیئے، ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خوبی ہوتی ہے مشہور ناول لویس لاک نے اپنے ناولوں میں شرافت کے جو ہر پیش کئے ہیں انکا یہ کہ وہ ایک دو آوارہ معشوقہ“ میں بھی شرافت نفس کے جوہر پاتا ہے تنگ و تاریک گوشوں اور حقیر و ذلیل لوگوں کو لے کر وہ انہیں اسطرح پیش کرتا ہے کہ ان کی شخصیت دل پذیر اور قابل محبت نظر آتی ہے

فلمی اداکاروں کی پرستش کرنے کے بجائے اپنے ساتھ ملنے والوں، عزیزوں اور دوستوں کے اچھے اوصاف پر نظر رکھو تو زیادہ بہتر ہے ایک حقیقی انسان سینما کی خیالی رومانی فضا و پیدا ورہ کرداروں سے زیادہ اہمیت رکھتاہے، بڑا اپنا ہو تو چھوٹے چھوٹے آدمی کو بھی اہمیت دیجئے اور اسکی چھوٹی سی چھوٹی خو کو بھی اپنے ذہن میں رکھئے۔ مشہور کامیاب انسان دو ملبو (MELBO) نے لندن میں اپنی وداعی تقریب کے موقع پر بارہ ہزار آدمیوں کے مجمع کے سامنے اپنے دروازہ کھولنے والے ملازم کو خراج تحسین ادا کیا تھا کہ اس نے اپنی تیس سالہ ملازمت کے دوران میں بارہا تواضع اور خوش خلقی کا مظاہرہ کیا ہے

دنیا کے سب سے متمول فورڈ (FORD) اور لارڈ نفیلڈ (LORDNUFFIELD) جو موٹر سازی کے آسمان کے چاند سورج تھے ابتداً مستری تھے اپنی لغیات ذاتی، مردم شناسی خوش خلقی، محنت، سکار گردگی اور سب سے زیادہ دوست سازی کی بدولت معراج کمال پر پہنچے

انڈریو کارنیگی ابتداً ایک ریلوے کمپنی میں ٹیلیگراف سٹیشن پر مامور تھا۔ ایک صبح اسکی ریلوے لائن پر ایک شکستہ عمارت گر پڑی تھی دیکھ کر اُسنے منیجر کیطرف سے بغیر اجازت احکام بھیج دیئے اور ملبہ اٹھوا دیا۔ یہ کام اسکے فرائض میں شامل نہ تھا مگر اُسنے موقع کے لحاظ سے ہمت کی اور اُسی کے صلہ میں اُسے ترقی ملی اور ریلوے سپرنٹنڈنٹ سے اسکے ذاتی مراسم بھی قائم ہوگئے جو اسکی آئندہ کامیابی کا باعث ہوئے

اسنے ہر شخص سے محبت کرنا شروع کیا اور ہر ایک اسکا دوست بنگیا، انتہا یہ کہ اسکا شمار دنیا کے متمول لوگوں میں ہونے لگا، بعض لوگوں کو شاید اسکا یقین نہ آئے کہ لوگوں کی امداد و اعانت سے بھی اتنی ترقی کیجا سکتی ہے اسلئے یہ بھی سن لیجئے کہ اس نے اس کامیابی کے حصول کے بعد "دوستوں کی کتاب" کے نام سے ایک فہرست اپنے ان دوستوں کی بنائی تھی جنھوں نے کسی نہ کسی طرح دامے، درمے، قدمے، سخنے اسکی اعانت و امداد کی تھی۔ اس فہرست میں اسنے اپنے محسن دوستوں کے نام اور پتے لکھے تھے اور ہر سال ان لوگوں کو کچھ نہ کچھ بھجوایا کرتا تھا۔ جو لوگ متمول تھے انھیں انکی سالگرہ اور کرسمس کے موقعوں پر تحفے بھجواتا اور جو واجب الامداد تھے انھیں نقدی بھجوایا کرتا تھا اور لطف خاص یہ کہ ان لوگوں کو یہ معلوم ہونے نہ پاتا کہ رقم بھجوانے والا کون ہے اور روپیہ کہاں سے آرہا ہے، دیکھا آپ نے احسان کا بدلہ شریف آدمی اسطرح احسان کرکے ادا کرتا ہے!

چونکہ کارنیگی نے ذاتی محنت اور اپنے بل بوتے پر ترقی کی تھی اور بیشتر شریف دوستوں نے اسکی مدد کی تھی اس لئے وہ ہر قابل اور باہمت محنتی اور مستعد شخص کی مدد کرتا تھا اسنے اپنے پاس کے ۴۰-۴۳ معمولی کارکنوں کو جنمیں صلاحیتیں تھیں آہستہ آہستہ بڑھا بڑھا کر لکھ پتی بنا کر چھوڑا۔

ہربرٹ این کیس نے اپنی کتاب (CLMBINGUP) میں لکھا ہے کہ اینڈرلو کارنیگی نے اس سے کہا تھا کہ "میں اس وقت تک کسی نوجوان کی مدد نہیں کرتا جب تک مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ اپنی ترقی کے لئے محنت کررہا ہے" اس نے ایکبار اپنے سولہ نمبر پرہاں دقف کیں تھیں اور وہ ان

لوگوں کی مدد کرتا رہتا تھا جو پڑھنے اور سیکھنے کے آرزومند ہوتے تھے

ہر دلعزیز بننے اور دوست بنانے کیلئے سب سے پہلے اپنی فطرت بدلنے کی ضرورت ہے۔ غرور، تکبر، سخن چینی، درشت مزاجی بیہودہ گوئی، عیب بینی چھوڑ کر خندہ روی، خوش خلقی، منکسر مزاجی اختیار کیجئے اور ہر ایک سے خلوص اور محبت سے ملیں تو ناممکن ہے کہ آپ عزیز خلایق نہ بنیں! یاد رکھئے سے

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرفست "با دوستان تلطف با دشمنان مدارا"

پرانے لوگوں کا یہ حال تھا کہ ہر ایک سے عجز و انکسار سے پیش آتے تھے سے

دشمنوں سے بھی جھک کے ملنا ہوا تو یہ تجسس تھا رہے میرا
دشمن سے بھی پیش آؤ مدارات سے کیسی!

خاطریں، تواضع میں، مدارات میں کیا ہے؟

آجکل لوگوں نے ان زریں اصولوں کو چھوڑ دیا ہے اور پھر روتے ہیں کہ سے

ہمیں معشوق کو اپنا بنانا تک نہیں آتا
بنانے والے آئینہ بنا لیتے ہیں پتھر سے!

جس شخص سے بھی ملئے اسکی خوبیاں جاننے کی کوشش کیجئے اور جو خوبیاں اسمیں نظر آئیں انکی دل کھول کر داد دیجئے بیجا تعریف خلوص دل سے کیجئے۔ خوشامد، چاپلوسی، طنز و طعن کو بھول جائیے پھر دیکھئے آپکا دوست کسطرح آپکا گرویدہ ہو جاتا ہے کسی شخص میں کوئی خاص خوبی نظر آئے تو اسپر حسد نہ کیجئے، حسد پست فطرتی اور نالائقی کی نشانی ہے، اگر آپ میں وہ بات نہ ہو جس پر آپ حسد کررہے ہوں تو اسکے پیدا کرنے کی کوشش کیجئے مگر منافقت کے خیال سے نہیں اپنی تکمیل کی غرض سے ایسا کیا جاسکتا ہے

مسابقت آپسمیں منافرت پیدا کردیتی ہے اگر آپ کسی پر رشک کریں تو اتنا برا نہیں، گو رشک کا جذبہ بھی کچھ اچھا نہیں مگر حسد سے غنیمت ہے۔ رشک پیدا ہو تو آپ بھی ترقی کی کوشش کیجئے مگر حسد کا جذبہ پیدا ہونے نہ دیجئے۔

دوستی کرنے اور دوستوں کی تعداد بڑھانے کیلئے دو بات چیت کا فن سیکھنا ضروری ہے، یہ فن مدون نہیں ہے اس فن پر کوئی کتاب ہی ہے اور نہ اسکو سکھانے کا کوئی ادارہ ہی ہے اس کے لئے مشق کی ضرورت ہے، علم مجلسی حاصل کیجئے، خوش گفتاری، خندہ روئی، شگفتہ گوئی سیکھئے "باتوں سے لبھانا" بڑا دلچسپ فن ہے، ہمیشہ نرم پر خلوص اور میٹھے لہجے میں بات چیت کیجئے، سلیس اور فصیح الفاظ کا استعمال کیجئے، مغلق اور ادق الفاظ قطعاً استعمال نہ کیجئے۔ سیدھی سادی زبان جس میں ادب اور خوش مذاقی کا چٹخارہ ہو استعمال کیجئے۔

زیادہ بولنا بھی اچھا نہیں دوسروں کو بھی بولنے کا موقع دیجئے اور دوسروں کی باتیں دل لگا کر سنا کیجئے " اچھے سامع بنئے " پھر آپ ہر شخص سے دوستی پیدا کر سکتے ہیں، اور ہر شخص آپکی دوستی پر فخر کر سکتا ہے، کم سخن نہ بنئے، کم سخنی عیب ہے اگر کوئی شخص کسی کے متعلق کہے کہ وہ کم سخن ہے تو یقین کیجئے کہ وہ بہت کم دوست احباب رکھتا ہے اور بہت ہی کم ہر دلعزیز ہے جسے نہ تو سماج میں کوئی مسرت اور خوشی حاصل ہے اور نہ گھر میں۔

دوستی کے یہ معنی نہیں کہ دوست کو اوڑھنا بچھونا بنالیں اور ایک جان دو قالب ہو جائیں یہ عاشقی ہو جائیگی جو انسان کو نکما اور ناکارہ کردیتی ہے دوستی کے معنی محبت ضرور ہے مگر ایسی محبت نہیں جیسی لیلیٰ مجنوں کی تھی، بلکہ ایسی محبت جیسی مومن و آزردہ و صہبائی، شیفتہ و حالی، سرسید و محسن الملک، مولانا و مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد میں تھی

پرانے لوگوں نے دوستی کے مدارج قائم کر دئے تھے

۱۔ دوست ۲۔ آشنا ۳۔ ملاقاتی ۴۔ شناسا

دوست وہ ہے جس سے بہت زیادہ خلوص، محبت او یکجائی

آشنا وہ ہے جس سے پر خلوص تعلقات ہوں اور عموماً ملاقات ہوتی رہتی ہو

ملاقاتی وہ ہے جس سے بقر عید ہولی، دیوالی شادی بیاہ موقعوں پر ملاقاتیں ہو جاتی ہوں۔

شناسا وہ ہے جس سے جان پہچان اور باقاعدہ تعارف اور ایک دوسرے سے واقفیت ہو

ان کے علاوہ ہمارے بزرگوں کے مراسم ایک اجنبی طبقے سے بھی ہوتے تھے جسکو وہ صرف سلام علیک کی حد تک رکھتے تھے پرانے لوگوں کا یہ دستور تھا کہ کوئی شریف اور بزرگ صورت نظر آجاتی تو وہ سلام میں سبقت کرتے اور کبھی کبھار مزاج پرسی بھی کر لیتے، اس سے زیادہ ایکدوسرے سے واقف ہوتے سلام علیک کیوجہ سے آپسمیں ایک قسم کی یگانگت پیدا ہو جاتی اور آپسمیں ہمدردی اور خلوص پایا جاتا تھا اس سے فائدہ یہ تھا جب انھیں ایک دوسرے سے متعلق معلومات حاصل ہو جاتیں تو پھر تعارف کی ضرورت نہ پڑتی اور یہ لوگ آپسمیں بے تکلف ہو لیتے تھے

اگر ہم بھی ان طریقوں کو اپنائیں تو ہماری زندگی کامیاب رہے گا، مغربی تہذیب نے جو برائیاں پیدا کیں انکے منجملہ

جان کینرنگن

عالمی سطح پر موسموں کی پیشگوئی کیطرف اہم قدم

پچھلے دنوں امریکہ نے موسموں کی پیشگوئی کے مقصد سے جو مصنوعی سیارہ چھوڑا اُس سے سینکڑوں میلوں کی بلندی سے زمین کے گرد موجود بادلوں کی واضح تصویریں موصول ہو رہی ہیں سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اس سے موسمیات کے ایک نئے دور کا آغاز ہو رہا ہے

کسی وقت یہ ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ کسی ایک ہی آلہ سے عالمی سطح پر موسموں کے متعلق مشاہدہ اور پیشگوئی کی جا سکیگی۔ لیکن آج اس مقصد کیجانب اہم پیشقدمی ہوئی ہے امریکہ کا مصنوعی سیارہ ٹائرس اوّل جو ایک ہفتہ پہلے داغا گیا تھا، سینکڑوں میلوں کی بلندی سے زمین کے اردگرد موجود بادلوں کی واضح تصویریں بھیجنے میں مصروف ہے چونکہ امریکہ کے فضائی و خلائی محکمہ نے اعلان کیا ہے کہ وہ ان تصویروں سے حاصل ہونیوالی معلومات میں دوسرے ملکوں کو شریک کریگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسمیات کے ایک نئے دور کا آغاز ہو رہا ہے اس سے ان اشخاص کو کوئی تعجب نہیں ہوا جنکے دلوں میں موسموں کی جانچ کرنیوالے دنیا کے پہلے مصنوعی سیارے وینگارڈ دوئم کی یاد تازہ ہے۔ جو فروری سنہ ۱۹۵۹ء میں داغا گیا تھا اسمیں بادلوں، سمندر، اور زمین کے تودوں سے دھوپ کا عکس لینے والی برقیاتی مشین رکھی گئی تھی۔ اگرچہ یہ مشین پہلے ڈھنگی قسم کی تھی تاہم وہ موسموں کی جانچ کرنیوالی آئندہ اعلیٰ مشینوں کی پیشرو ثابت ہوئی۔ وینگارڈ دوئم کے بعد اکتوبر سنہ ۱۹۵۹ء میں ایک اور مصنوعی سیارہ داغا گیا جسمیں موسموں کی جانچ کرنیوالے بڑے بڑے آلے رکھے گئے تھے اسکا نام تھا ایکسپلورر ہفتم جو امریکی فضائی و خلائی محکمہ کے سائنسدانوں کو ابھی تک مفید معلومات بہم پہنچا رہا ہے۔ خلائی دور میں موسمیاتی شعبے میں سب سے بڑا قدم یکم اپریل کو اٹھایا گیا جب موسمونکی جانچ کرنیوالے مصنوعی سیارے ٹائرس اوّل کو زمین سے قریباً ۴۵۰ میل کی بلندی پر پوری صحت کیساتھ داغا گیا جس سے وہ اپنے دائرہ نما مدار میں داخل ہوگیا یہ کامیابی بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ ٹھیک معلومات حاصل کرنے کے لئے ایسے مصنوعی سیاروں کا صحیح دائرہ نما مداروں میں داخل ہونا نہایت ضروری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے خود لفظ ٹائرس بھی کسی سائنسی افسانے سے لیا گیا ہو۔ یہ ایک اڑنیوالی رصدگاہ ہے جو ایک بہت بڑے ہیٹ باکس سے مشابہت رکھتی ہے اسکا وزن ۲۷۰ پونڈ ہے

بقیہ "دوستی"

ایک تعارف کا اڑ ڈنڈا بھی ہے کوئی بزرگ یا شریف آدمی سامنے آجائے تو ہم سلام علیک کرنا معیوب سمجھتے ہیں کیونکہ تعارف نہیں ہے اس تعارف کی غلامانہ ذہنیت نے ہمیں بہت سی برکات سے محروم کر دیا ہے ورنہ ہم بلا تعارف بھی لوگوں سے متعارف ہو سکتے ہیں اور دوستی کر سکتے ہیں دل صاف ہوں تو تعارف کی ضرورت ہے اور نہ پہچانت کی۔ (باقی آئندہ)

سب سے پہلے بڑی احتیاط سے یہ باتیں دریافت کی جانی چاہئیں کہ مریض کے جسمانی نقص کی تفصیل کیا ہے اور اس کی زندگی پر اس کا کیسے اور کیا کچھ اثر پڑا ہے۔ اسی طرح جان ہاپکنز ہسپتال کے ایک اور سرجن ڈاکٹر ملٹن ایجرٹن کا بیان ہے کہ اکثر مریض ماہر نفسیات سے معائنہ کرانے میں ہچکچاتے ہیں جب تک کہ انہیں یہ نہ بتایا جائے کہ اس معائنے کا ذہنی یا دماغی خرابی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اگر وہ شکل صورت میں تبدیلی سے نفسیاتی عناصر کے تعلق کو سمجھیں اور محسوس کریں تو پلاسٹک سرجری کے بعد وہ زیادہ خوش و خرم زندگی بسر کریں گے۔ جو مریض کاسمیٹک سرجری سے چہرے کی خوبصورتی بڑھانے کے لئے پلاسٹک سرجری کرانا چاہتے ہیں وہ خود آگاہ ہوتے ہیں۔ ان میں صرف خود اعتمادی کی کسی قدر کمی ہوتی ہے وہ حد سے زیادہ محتاط ہوتے ہیں تاہم پہلی ہی ملاقات میں عموماً پلاسٹک سرجری کی خواہش کے اسباب کا پتہ چل جاتا ہے باقی زیادہ لطیف پوشیدہ اور اہم وجوہ کا علم بھی ملاقات بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہوتا جاتا ہے۔ بہت سے مریضوں کو یہ فکر لاحق رہتا ہے کہ ان سے ملنے یا قریبی دوستوں پر اُن کی پلاسٹک سرجری کا کیا اثر پڑے گا۔ عضو یا تی تبدیلی کے لئے مریض کی خواہش میں ہمیشہ پیچیدہ اور اہم نفسیاتی عنصر پائے جاتے ہیں۔ جو تبدیلیاں مریض چاہتے ہیں وہ ان کی ان کوششوں سے ظاہر ہوتی ہیں جو وہ باطنی طور پر عمل میں لانا چاہتے ہیں۔

چنانچہ ایک مریض نے واضح کیا کہ ماہر نفسیات سے بات چیت کرنے کے بعد میں نے سمجھا کہ پلاسٹک سرجری میرے لئے مناسب و موزوں ہوگی۔ اگرچہ میری زندگی ویسے تو اچھی طرح گزر رہی تھی۔ میں نے دیکھا یہ کوئی بھیانک تجربہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگوں نے مجھے بتایا تھا۔ اپریشن کے بعد جو قلیل سی بے آرامی اور سوجن وغیرہ تھی وہ جلدی ہی ختم ہوگئی اور چند ہفتوں میں یہ یقین کرنا مشکل ہوگیا کہ مجھ پر کبھی پلاسٹک جراحی بھی کی گئی تھی۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت اور اطمینان ہوا کہ اس جراحی سے میرے چہرے میں کوئی تبدیلی نہیں بلکہ بہتری پیدا ہوئی۔ میری شکل و صورت تبدیل نہیں ہوئی۔ اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھے مشکل ہی سے اس کی یاد آتی۔ ڈاکٹر ایجرٹن مزید وضاحت کرتے ہیں کہ نہ صرف عام لوگوں بلکہ خود ڈاکٹروں کے حلقوں میں بھی پلاسٹک سرجری کے متعلق بہت کچھ غلط فہمی

پائی جاتی ہے۔ اس سرجری کا مقصد ذاتی عیاشی نہیں اور ایسا مقصد ہونا بھی نہیں چاہیئے بلکہ صرف ذاتی فکرمندی دور کرنا ہے۔ (یعنی کسی عضو کی بدصورتی سے انسان کو جو پریشانی رہتی ہے وہ دور کرنا مقصود ہے) اگر ہم اس مقصد کی تکمیل کر سکیں تو ہم اپنا نصب العین حاصل کرلیں گے۔ بہرحال ان باتوں کے باوجود بہت سے مریض مایوس بھی رہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اُن میں قلیل سی تعداد ایسی بھی ہے جن کے مسائل حد سے زیادہ گہرے اور پیچیدہ ہیں۔ اور انہیں پلاسٹک سرجری سے حل نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ہی اس طرح کی جراحی سے انہیں فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ لیکن ماہر نفسیات جیکبسن نے واضح کیا ہے کہ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ پلاسٹک سرجری سے صرف ظاہری شکل و صورت ہی میں اصلاح اور بہتری عمل میں آتی ہے بلکہ یہ دلی مسرت اور خوشگوار زندگی کے حصول کی طرف ایک اہم اور ضروری قدم ہے۔

جان ٹی ریڈ کلچرل اتاشی امریکی سفارتخانہ

دلی میں نئے ثقافتی مرکز کا قیام

امریکی اور ہندوستانی پرائیوٹ اداروں کی طرف سے مشترکہ منصوبے شروع کرنے کے بارے میں آجکل نئی نئی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں ان منصوبوں میں دوا سازی کے کارخانے ٹائر بنانیوالی فیکٹریاں اور ثقافتی مراکز ایسے مختلف پروگرام شامل ہیں جو ہندوستان کے مستقبل کے لئے فائدہ مند ہیں۔ موخر الذکر زمرے میں ہندوستان کا بین الاقوامی مرکز ایک غیر معمولی تخلیقی منصوبہ ہے جو اب دلی میں زیر تعمیر ہے۔ ہندوستان کی راجدھانی دنیا بھر کے مصنفوں اور فنکاروں کی دانشورانہ و ثقافتی آمد و رفت کا ایک معروف چوراہا بن گئی ہے۔ انگلینڈ کے مصنف امریکہ کے سائنسدان اور بختر ملکوں کے سیلانی مصور یہاں آتے ہندوستانی ساتھی فنکاروں سے مصافحہ کرتے ہیں۔ یہ بین الاقوامی مرکز ایسے لوگوں اور ثقافتی و عالمانہ سرگرمیوں کے وسیع سلسلے کے لئے ایک صدر دفتر کا کام دیگا۔ اسکی عمارت کیلئے حکومت ہند نے ساڑھے پانچ ایکڑ قطعہ اراضی دیا ہے جس پر ہندوستانی اور غیر ملکی ثقافتی رہنماؤں کے لئے رہائش گاہ، کھانے کے کمرے کتب خانے، لیکچر ہال، کانفرنس کے کمرے اور عملے کے دفتر بنائے جائینگے ان سہولیات کے علاوہ مرکز سے غیر ملکی ثقافتی سیاحوں کو مشورہ و امداد دی جایا کرے گی۔ مشہور رہنماؤں کے دوروں کے تبادلے کا اہتمام اور لیکچروں و سیمیناروں کا انتظام کیا جائیگا اور ایک نشر و اشاعت کا پروگرام جاری کیا جائیگا اس امنگ بھرے منصوبے کے ٹرسٹیوں کے بورڈ کے صدر یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے صدر ڈاکٹر سی۔ ڈی۔ دیشمکھ ہیں۔ جنھیں ہندوستان کی قریباً تمام یونیورسٹیوں کی حمایت و تعاون حاصل ہے۔ مرکز کو ابتدائی کام شروع کرنے کیلئے راک فیلر فاؤنڈیشن کیطرف سے ۷ لاکھ ڈالر دئے گئے ہیں یہ امریکہ کے ان متعدد پرائیوٹ اداروں میں سے ہے جو دنیا بھر میں سائنسی و ثقافتی ترقی کی امداد کیلئے وقف ہیں۔ راک فیلر فاؤنڈیشن کی سرگرمیاں سارا سال جاری رہتی ہیں نیو یارک، شکاگو اور ٹوکیو کے ایسے ہی بین الاقوامی مرکزوں کو راک فیلر فاؤنڈیشن کیطرف سے امداد ملی تھی۔ اور اسی فاؤنڈیشن کیطرف سے حال میں برانچ کے ایک میڈیکل اسکول برطانیہ کے دو نئے کالجوں میں ایک عالم کے دورے کے پروگرام ہیلسنکی یونیورسٹی میں علم تولید و تناسل کے مطالعے اور ہارورڈ یونیورسٹی میں مشرق قریب کے علوم کے مرکز کے قیام اور ہندوستان میں متعدد منصوبوں کیلئے کافی امداد دی گئی۔ مجھے اپنے حالیہ دورہ نیپال کے دوران میں میری ملاقات مشرقی علوم کے دو عالموں سے ہوئی یہ دونوں برطانیہ سے آئے تھے اور راک فیلر فاؤنڈیشن کے عطیات کے تحت اس دور افتادہ مملکت میں تحقیقی سرگرمیاں انجام دے رہے تھے امریکی فاؤنڈیشنیں قطعی پرائیوٹ ادارے ہیں جو منافع کے بغیر کام کرتے ہیں وہ عموماً بڑے بڑے امریکی صنعتکاروں اور کارپوریشنوں سے اپنے فنڈ حاصل کرتے ہیں اور ایک ایسی پرجوش طرز حیات کی نمائندگی کرتے ہیں جسمیں امریکہ کا اقتصادی نظام ہر جگہ روحانی زندگی اور بین الاقوامی مفاہمت کو تحریک دیتا ہے





شیراز حیدرآباد دکن

شیرازی — مقام اشاعت :- چادرگھاٹ گیٹ حیدرآباد — (۲) انڈیا

کارِ دانش!

از آقای رحمت الله دانش ۔!

...درآئی تو برنگ دگری — گاه پنهان شوی و گاه کنی جلوه گری

...ه لهری و گهی بر سر الطاف خوشی — با من خون شده دل چند کنی سربسری

ما که وقف رهِ عشقیم چه مرگ و چه حیات — دیگر از هجر مترسان که ندارد ثمری

خواستی در عوض عشق دل ایمان دادم — خوش بود خواجه گر از بنده بگیرد خبری

از شهان لطف و کرم خوش بود از بنده خطا — لطف بنما و کرم کن که ندارد ضرری

تو که در ذات و صفت منبع نوری و صفا — چه شود گر بمن سوخته دل آری نظری

شده ام خاک رهت باد و صد امید مگر — پا نهی بر سرم از مهر و نمائی گذری

خال زیر لب تو کعبه ایمان دل است — جان بقربان همان نکته که دارد هنری

دانشا عشق تو کوچک بود و ناقابل

لطف او شامل حال ار نشود دربدری

دانشمندان نامی اسلام

ابوریحان بیرونی

از بزرگترین دانشمندان نجوم و ریاضی در جهان

تالیف دانشمند محترم آقای سید محمود خیری

مرسله دوست ارجمند آقای حسین ضابط مدینه هوتل

ابوریحان بیرونی یکی از فضلا و دانشمندان بزرگ جهانست. وی در سال ۳۶۲ در بیرون در حوالی خوارزم تولد یافت. قسمت اول عمرش در محیط خوارزم سپری شد و بعلت فضل و کمالی که داشت مورد توجه مأمون بن مأمون خوارزم شاه قرار گرفت، سپس بخدمت شمس المعالی قابوس رسیده و کتاب گران بها و نفیس «الآثار الباقیه عن القرون الخالیه» را بنام او تالیف کرده است. علاقه و محبت قابوس با این مرد دانشمند و محقق بحدی بود که میخواست در کاخ خود محلی برای سکونت او تعیین کند ولی بیرونی نپذیرفت و زندگی آزاد را بر قیود درباری ترجیح داد، در همین ایام محمود غزنوی بدعوت دانشمندان می‌پرداخت ولی چون مردی خشک و متعصب بود اهل علم رغبت نزدیکی با او را چندان نداشتند، آقای سعید نفیسی در این باره می‌نویسند "بیشتر دانشمندان آن زمان خراسان از آن جمله ابن سینا و ابوریحان بیرونی از شعوبیه بوده اند و محمود بواسطه تعصب خشکی که داشت هر یک از این نواحی را که میگرفت در صدد تضییق برین گونه دانشمندان برمی آید چنانکه در صدد بر آمد ابن سینا و ابوسهل مسیحی دانشمند معروف ریاضی را از دربار ابوالعباس مأمون خوارزم شاه به غزنین نزد خود ببرد و چون ابن سینا و ابوسهل از او اطمینان نداشتند نرفتند و از ترس او آواره شدند و ابونصر عراق و ابوالخیر خمار و ابوریحان به دربار او رفتند"، دلبستگی فوق العاده ابوریحان بمسائل علمی کاملاً معلوم میگردد که وی دعوت محمود را بدان جهت پذیرفته است که به هندوستان که در آن زمان یکی از مرکزهای دانش جهان بود نزدیکتر شود، چنانکه می‌بینیم چند بار با محمود به هندوستان رفته و در علوم هندی مخصوصاً ریاضیات و نجوم و تاریخ در آنجا مطالعه دقیق کرده است و زبان سنسکریت را گرفته و وی نخستین کسیست که اطلاعات بسیار درست و عالی درباره هندوستان درمیان مسلمانان انتشار داده است، چنانکه کتاب معروف او درباره هند هنوز معتبر است و سندیت دارد و با آخرین تحقیقاتی که دانشمندان جدید درباره هندوستان کرده اند وفق میدهد در سفرهای چند که ابوریحان به هند کرده با دانشمندان آن سرزمین مصاحبت داشته و اطلاعات خود را درباره آن کشور از سرچشمه گرفته است. از تالیفات ابوریحان پیداست که گذشته از زبان سانسکریت زبانهای عبری و سریانی را هم میدانسته است و این احاطه بزبانهای مختلف و وسعت اطلاع در هیچیک از دانشمندان کشورهای اسلامی جمع نشده است...... دیگر از شواهد دلبستگی و شور این مرد بزرگ در کارهای علمی اینست که در تراجم او نوشته اند که در سال، جز در روزهای جشن نوروز و مهرگان، روزی از نگریستن بکتاب و اندیشه کردن و نوشتن و گفتگو کردن در مسائل علمی فارغ ننشست، دانشمندان زمانه همه وی را بزرگ میداشتند چنانکه ابونصر منصور بن علی بن عراق دانشمند معروف آن زمان ۱۲ کتاب و ابوسهل عیسی بن یحیی مسیحی ۱۲ کتاب دیگر بنام وی پرداخته اند.

شور و عشق ابوریحان برای فراگرفتن مطالب علمی باندازه ای بوده است که یاقوت در معجم الادباء میگوید ابوالحسن علی بن عیسی ولوالجی فقیه گفته است که در دم مرگ بدیدار ابوریحان رفتم و چون مرا دید مسئله ای در فقه از من پرسید. گفتم درین حال چه ضرورت دارد گفت اگر من از این جهان بروم و این را بدانم بهتر از اینست که ندانسته از جهان بروم و من آن مسئله را برای او بیان کردم و او یاد گرفت و چون از نزد او بیرون رفتم در راه بانگ گریه و شیون خانواده اش را شنیدم که [illegible]

شیراز هر هفته بدون هیچگونه تعطیل از دارالسلطنت حیدرآباد منتشر میشود آبونمان سالیانه شیراز پانزده روپیه سکه هند

مردان خودساخته (بقیه گذشته)

سید جمال الدین معروف به افغانی

بقلم سید حسن تقی زاده

مرسله آقای محمود دشتی کیفی خیام

از سوانح اقامت او در پاریس مقاله ای بود که وی در ژورنال دبا در رد بر خطابه ارنست رنان عالم فرانسوی راجع بمنافات اسلام با علم و تمدن نوشت و رنان جوابی بآن داد که باعث شهرت جمال الدین شد

در سنه ۱۳۰۲ بلنت سابق الذکر سید را بلندن دعوت کرد و سه ماه در خانه وی ماند و ترتیبی داده شده که سید جمال الدین با سر درموند ولف که نماینده انگلیس در مصر شده بود و قبل از عزیمتش به آنجا قصد جلب دولت عثمانی بدوستی و حتی اتحاد آن دولت و سایر دول اسلامی با انگلیس باستنبول سفری میکرد باستنبول برود. وجود سید را به علت نفوذ وی در دربار عثمانی و نفوذ سلطان برای پیشرفت مقصود خود مفید میشمردند. لکن در دقیقه آخر با آنکه بلیط راه سید هم خریده شده و خرج راه او هم داده شده بود از آن خیال منصرف شدند و جمال الدین خیلی رنجیده شد. در اوائل سال ۱۳۰۳ (اوائل ماه صفر) از لندن بیرون رفت و در ماه شعبان همان سال وارد بوشهر شد (رجوع شود به روزنامه کاوه دوره جدید سال دوم شماره ۹ صفحه ۱۰) و پس از چند ماه توقف در آنجا در ماه ذی قعده محمد حسن خان اعتماد السلطنه حسب الامر شاه تلگرافی او را به تهران دعوت نمود و هزار تومان حواله دادند و سید از راه شیراز عازم تهران گردید و پس از ملاقات در اصفهان با ظل السلطان و ایجاد روابط خوب بین آنها در حدود ربیع الثانی یا جمادی الاولی سنه ۱۳۰۴ وارد طهران شده در خانه حاج محمد حسن امین الضرب منزل کرد و ظاهراً قریب چهار ماه در تهران بود و با ناصر الدین شاه چند بار ملاقات کرد و با کمال جرأت و صراحت راجع به خرابی اوضاع مملکت و لزوم اصلاحات حرف زد. بنابر آنچه اینجانب از مصاحبین وی شنیدم در ملاقات اول شاه از وی پرسید از من چه میخواهی جواب داد دو گوش شنوا و چون شاه را الفاظ او خوش نیامد.



جمال الدین عازم روسیه شد و در شهر ولادی قفقاز مهمان محمد علیخان کاشی ماند تا امین الضرب از تهران رسید و باهم به مسکو رفتند و بعدها به امین الضرب به پاریس و وی به پترسبورگ رفتند شخص دیگری باینجانب روایت کرد که وی با حاج امین الضرب از راه حاج طرخان به مسکو رفت و چون به مسکو رسیدند مشاهده شد که امین الضرب که خیلی مرید و شیفته وی بود نسبت با و کم اعتقاد شده چه میگفت در عرض راه دید که سید نماز نمی خواند

باقی داستان زندگی سید عبارت است از فعالیت سیاسی در روسیه و بعد سفرش بآلمان و ملاقات با ناصر الدین شاه در مونیخ (در ۲۱ و ۲۲ ذی قعده ۱۳۰۶) و خواهش امین السلطان از وی برای اقدامی در نزد رجال دولت روس بنفع وی و رفتن او به پترسبورگ و بقول خود ملاقاتهای زیاد با صدر اعظم و سایر رجال روسیه و عزیمت او و پس از دو ماه اقامت در روسیه) به تهران و ورود بآنجا در اواسط سنه ۱۳۰۷ (باز در خانه امین الضرب) و حکم شاه بخروج او از تهران پس از سه ماه اقامت و تحصن او در حضرت عبدالعظیم قریب ۷ ماه و گرفتاری او به حکم شاه (در جمادی الآخره یا رجب سنه ۱۳۰۸) و تبعید به خانقین و رسیدن او به بصره و نوشتن او نامه معروف خود را به عربی بحاج میرزا حسن شیرازی مجتهد معظم سامره و تحریک او بمداخله در امور سیاسی و بر ضد نفوذ اجانب و اتباع آنها و رفتنش بلندن و ملاقاتهای او با میرزا ملکم خان در آنجا و تأسیس یک روزنامه عربی در آنجا باسم «ضیاء الخافقین» ماه رجب ۱۳۰۹

دانشمندان نامی اسلام

ابوریحان بیرونی

از بزرگترین دانشمندان نجوم و ریاضی در جهان

تالیف دانشمند محترم آقای سید محمود خیری

مرسله دوست ارجمند آقای حسین ضابط مدینه هوتل

ابوریحان بیرونی یکی از فضلا و دانشمندان بزرگ جهان است وی در سال ۳۶۲ در بیرون در حوالی خوارزم تولد یافت. قسمت اول عمرش در محیط خوارزم سپری شد و بعلت فضل و کمالی که داشت مورد توجه مأمون بن مأمون خوارزم شاه قرار گرفت، سپس بخدمت شمس المعالی قابوس رسیده و کتاب گران بها و نفیس «الآثار الباقیه عن القرون الخالیه» را بنام او تالیف کرده است علاقه و محبت قابوس بان مرد دانشمند و محقق بحدی بود که بخواست در کاخ خود محلی برای سکونت او تعیین کند ولی بیرونی نپذیرفت و زندگی آزاد را به قیود درباری ترجیح داد، در همین ایام محمود غزنوی بدعوت دانشمندان می پرداخت ولی چون مردی خشک و متعصب بود اهل علم رغبت نزدیکی با او را چندان نداشتند، آقای سعید نفیسی در این باره می نویسند «بیشتر دانشمندان آن زمان خراسان از آن جمله ابن سینا و ابو ریحان بیرونی از شعوبیه بوده اند و محمود بواسطه تعصب خشکی که داشت هر یک از این نواحی را که میگرفت درصدد تفتیش این گونه دانشمندان برمی آید چنانکه درصدد برآمد ابن سینا و ابوسهل مسیحی دانشمند معروف ریاضی را از دربار ابوالعباس مأمون خوارزم شاه به غزنین نزد خود ببرد چون ابن سینا و ابوسهل از او اطمینان نداشتند نرفتند و از ترس او آواره شدند و ابونصر عراق و ابوالخیر خمار و ابوریحان به دربار او رفتند، دلبستگی فوق العاده ابوریحان بمسائل علمی کاملا معلوم میشود که وی دعوت محمود را بدان جهت پذیرفته است ¹ به هندوستان کرد.

آن زمان یکی از مرکزهای دانش جهان بود نزدیکتر شود، چنانکه می بینیم چند بار با محمود به هندوستان رفته و در علوم هندی مخصوصاً ریاضیات و نجوم و تاریخ در آنجا مطالعه دقیق کرده است و زبان سنسکریت را گرفته و وی نخستین کسیکه اطلاعات بسیار درست و جامعی درباره هندوستان درمیان مسلمانان انتشار داده است، چنانکه کتاب معروف او درباره هند هنوز معتبر است و سندیت دارد و با آخرین تحقیقاتی که دانشمندان جدید درباره هندوستان کرده اند وفق میدهد در سفرهای چندی که ابوریحان به هند کرده با دانشمندان آن سرزمین مصاحبت داشته و اطلاعات خود را درباره آن کشور از سرچشمه گرفته است.

از تألیفات ابوریحان پیداست که گذشته از زبان سانسکریت زبانهای عبری و سریانی را هم میدانسته است و این احاطه بزبانهای مختلف و وسعت اطلاع در هیچیک از دانشمندان کشورهای اسلامی جمع نشده است ...... یکی از شواهد دلبستگی و شور این مرد بزرگ در کارهای علمی اینست که در تراجم، نوشته اند که در سال، جز در روزهای جشن نوروز و مهرگان، روزی از نگریستن بکتاب و اندیشه کردن و نوشتن و گفتگو کردن در مسائل علمی فارغ نشست، دانشمندان زمانه هم وی را بزرگ میداشتند چنانکه ابونصر منصور بن علی بن عراق دانشمند معروف آن زمان ۱۲ کتاب و ابوسهل عیسی بن یحیی مسیحی ۱۲ کتاب دیگر بنام وی پرداخته اند.

شور و عشق ابوریحان برای فراگرفتن مطالب علمی باندازه ای بوده است که یاقوت در معجم الادباء میگوید ابوالحسن علی بن عیسی ولوالجی فقیه گفته است لکن در دم مرگ بدیدار ابوریحان رفتم و چون مرا دید مسئله ای در فقه از من پرسید. گفتم در این حال چه ضرورت دارد گفت اگر من از این جهان بروم این را بدانم بهتر از اینست که ندانسته از جهان بروم و من آن مسئله را برای او بیان کردم و او یاد گرفت و چون از نزد او بیرون رفتم در راه بانگ گریه و شیون شنیدم آواز داشت را شنیدم که ... [illegible]

شیراز هر هفته بدون هیچگونه تعطیل از دارالسلطنت حیدرآباد منتشر میشود ابونمان سالیانه شیراز فقط پانزده روپیه سکه هند

مردان خودساخته (بسلسلهٔ گذشته)

سید جمال الدین معروف به افغانی

بقلم سید حسن تقی زاده

مرسلهٔ آقای محمود دشتی کیفی خیام

از سوانح اقامت او در پاریس مقاله ای بود که وی در ژورنال دبا در رد بر خطابهٔ ارنست رنان عالم فرانسوی راجع بمنافات اسلام با علم و تمدن نوشت و رنان جوابی بآن داد که باعث شهرت جمال الدین شد

در سنه ۱۳۰۲ بلنت سابق الذکر سید را بلندن دعوت کرد و سه ماه در خانهٔ وی ماند و ترتیبی داده شده که سید جمال الدین با سر دروموند ولف که نمایندهٔ انگلیس در مصر شده بود و قبل از عزیمتش به آنجا قصد جلب دولت عثمانی بدوستی و حتی اتحاد آن دولت و سایر دول اسلامی با انگلیس باستنبول سفری میکرد باستنبول برود. و جود سید را به علت نفوذ وی در دربار یان عثمانی و خود سلطان برای پیشرفت مقصود خود مفید میشمردند. لکن در دقیقهٔ آخر با آنکه بلیط راه سید هم خریده شده و خرج راه وی هم داده شده بود از آن خیال منصرف شدند و جمال الدین خیلی رنجیده شد. در اوائل سال ۱۳۰۳ (اوائل ماه صفر) از لندن بیرون رفت و در ماه شعبان همان سال وارد بوشهر شد (رجوع شود به روزنامه کاوه دوره جدید سال دوم شماره ۹ صفحه ۱۰) و پس از چند ماه توقف در آنجا در ماه ذی قعده محمد حسن خان اعتماد السلطنه حسب الامر شاه تلگرافی او را به تهران دعوت نمود و هزار تومان حواله دادند و سید از راه شیراز عازم تهران گردید و پس از ملاقات در اصفهان با ظل السلطان و ایجاد روابط خوب بین آنها در ماه ربیع الثانی یا جمادی الاولی سنه ۱۳۰۴ وارد طهران شده در خانهٔ حاج محمد حسن امین الضرب منزل کرد و ظاهراً قریب چهار ماه در تهران بود و با ناصر الدین شاه چند بار ملاقات کرد و با کمال جرات و صراحت راجع به خرابی اوضاع مملکت و لزوم اصلاحات حرف زد. بنا بر آنچه اینجانب از مصاحبین وی شنیدم در ملاقات اول شاه از وی پرسید از من چه میخواهی جواب داد دو گوش شنوا و چون شاه را نصایح او خوش نیامد.



جمال الدین عازم روسیه شد و در شهر ولادی قفقاز مهمان محمد علیخان کاشی ماند تا امین الضرب از تهران رسید و باهم به مسکو رفتند و بعدها به امین الضرب به پاریس و وی به پترسبورگ رفتند شخص دیگری باینجانب روایت کرد که وی با حاج امین الضرب از راه حاج طرخان به مسکو رفت و چون به مسکو رسیدند مشاهده شد که امین الضرب که خیلی مرید و شیفتهٔ وی بود نسبت باو کم اعتقاد شده چه میگفت در عرض راه دید که سید نماز نمی خواند

باقی داستان زندگی سید عبارت است از فعالیت سیاسی در روسیه و بعد سفرش بآلمان و ملاقات با ناصر الدین شاه در مونیخ (در ۲۱ و ۲۲ ذی قعده ۱۳۰۶) و خواهش امین السلطان از وی برای اقدامات در نزد رجال دولت روس بنفع وی و رفتن او به پترسبورگ و بقول خود ملاقاتهای زیاد با صدر اعظم و سائر رجال روسیه و عزیمت او (پس از دو ماه اقامت در روسیه) به تهران و ورود به آنجا در اواسط سنه ۱۳۰۷ (باز در خانهٔ امین الضرب) و حکم شاه بخروج او از تهران پس از سه ماه اقامت و تحصن او در حضرت عبد العظیم قریب ۷ ماه و گرفتاری او به حکم شاه (در جمادی الآخره یا رجب سنه ۱۳۰۸) و تبعید به خانقین و رسیدن او به بصره و نوشتن او نامهٔ معروف خود را به عربی بحاج میرزا حسن شیرازی مجتهد مقیم سامرا و تحریک او بمداخله در امور سیاسی و بر ضد نفوذ اجانب و امتیاز تنباکو و رفتنش بلندن و ملاقاتهای او با میرزا ملکم خان در آنجا و تاسیس یک روزنامهٔ عربی در آنجا باسم «ضیاء الخافقین» ماه رجب سنه ۱۳۰۹

دانشمندان نامی اسلام

ابوریحان بیرونی

از بزرگترین دانشمندان نجوم و ریاضی در جهان

تالیف دانشمند محترم آقای سید محمود خیری

مرسله دوست ارجمند آقای حسین ضابط مدینه هوتل

ابوریحان بیرونی یکی از فضلا و دانشمندان بزرگ جهانست وی در سال ۳۶۲ در بیرون در حوالی خوارزم تولد یافت. قسمت اول عمرش در محیط خوارزم سپری شد و بعلت فضل و کمالی که داشت مورد توجه مأمون بن مأمون خوارزم شاه قرار گرفت. سپس بخدمت شمس المعالی قابوس رسیده، کتاب گران بها و نفیس «الآثار الباقیه عن القرون الخالیه» را بنام او تالیف کرده است علاقه و محبت قابوس از دانشمند و محقق بحدی بود که میخواست در کاخ خود محلی برای سکونت او تعیین کند ولی بیرونی نپذیرفت و زندگی آزاد را بر قیود درباری ترجیح داد، در همین ایام محمود غزنوی بدعوت دانشمندان می پرداخت ولی چون مردی خشک و متعصب بود اهل علم رغبت نزدیکی با او را چندان نداشتند، آقای سعید نفیسی در این باره می نویسد «بیشتر دانشمندان آن زمان خراسان از آن جمله ابن سینا و ابوریحان بیرونی از شهرهای ... خشکی که داشت هر یک از این ... تفتیش بهیچگونه دانشمندان ... سینا و ابوسهل مسیحی دانشمند ... ابوالعباس مأمون خوارزم شاه ... چون ابن سینا و ابوسهل ... دانشمندان ... ابوریحان به دربار ... ابوریحان بسا ...

آن زمان یکی از مرکزهای دانش جهان بود ... می بینیم چند بار با محمود به هندوستان رفته و در علوم ... ریاضیات و نجوم و تاریخ در آنجا مطالعه دقیق کرده است و زبان سنسکریت را گرفته و وی نخستین کسی که اطلاعات بسیار درست و عالی درباره هندوستان در میان مسلمانان انتشار داده است، چنانکه کتاب معروف او درباره هند معتبرست و سندیت دارد و با آخرین تحقیقاتی که دانشمندان جدید درباره هندوستان کرده اند وفق میدهد در سفر معلوم میشود که ابوریحان به هند کرده با دانشمندان آن سرزمین مصاحبت داشته، اطلاعات خود را درباره آن کشور از سرچشمه گرفته است از تألیفات ابوریحان پیداست که ... زبان سانسکریت زبانهای عبری و سریانی ... و این احاطه بزبانهای مختلف و وسعت اطلاع ... دانشمندان کشورهای اسلامی جمع نشده ... از شواهد دلبستگی ... کشور این مرد ... نیست که در تراجم ... نوشته اند که در ... معاشرت نورود بهرگاه روزی از ... کردن و نوشتن گفتگو کردن در ... دانشمندان زمان ... چنانکه ابونصر منصور بن علی بن عراق دانشمند ... ۱۲ کتاب و ابوسهل عیسی بن یحیی ... ۱۲ کتاب دیگر بنام وی پرداخته اند.

شور و عشق ابوریحان ...

باندازه ای بوده است که یاقوت در ... ابوالحسن علی بن عیسی والجی ...


ALPHA HOTEL,
Secunderabad,
Phone: 74211.
ALPHA HOTEL
BOARDING And LODGING
OPP. SECUNDERABAD RLY. STATION.
Phone No: 74211
ALPHA hotel
PROVISIONSTORES


ASSAM TEA DEPOT.
تازہ خوش ذائقہ اعلیٰ درجہ کی چائے
آسام ٹی ڈپو


GRAND HOTEL
گرانڈ ہوٹل


Garden Restaurant

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا | وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مٹا کر آپ کو عرفاں یہی کہتا ہے ہر اک سے | کوئی آیاب نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی — مقام اشاعت:- چادر گھاٹ لین حیدر آباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴ — روز پنجشنبہ ۵ مئی ۱۹۶۰ء م ۸ ذیقعدۃ الحرام ۱۳۷۹ھ — شمارہ (۲۶)

غزل

(مطلع) این ضیائے شمس را در صورتِ اختر بہ بین | اضطرابِ آب را در سینۂ گوہر بہ بین

امتیازے گفت افسانہ بہ روئے ابلہان | این تفاوت جلوہ گرد را اکبر و اصغر بہ بین

کن نہ ہرگز فاش این گفتہ شنو عقل و خرد | نکتۂ رازے ہمہ در سینۂ ہم مضمر بہ بین

ہر نگاہِ منتظر گفتہ بہ امیدِ حصول | لعل و گوہر را ہمہ در کیسۂ پُر زر بہ بین

انقلابے گفت این پارینہ افسانہ شنو | ہم خیالِ فاسد و شان و چشم دیگر بہ بین

این سزاوارے نہ بود از پے جنسِ حقیر | ہیکلِ زرین بگفتہ در گلوئے خر بہ بین

گفت این فصلِ بہاران کردہ گل را سبز تر | نخلِ امید و تمنا را کہ بار آور بہ بین

(مقطع) آمدِ عیدِ غدیرے گفت عثمان باذہل
بادۂ گلرنگ را در شیشہ و ساغر بہ بین

نتیجہ مزید دریافت متعلق بے ادبی یا گستاخی

(فرزند کلاں متعلق پدر بزرگوار ساجد یار جنگ مرحوم)

فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب یہ واقعہ ناہنجار وقوع میں آیا تھا تو اوس وقت بیٹا حالت نشہ میں نہیں تھا بلکہ بہوش و حواس تھا اسی وجہ سے اوسکی یہ حرکت ہرگز قابل عفو نہیں تھی۔ البتہ نشہ کی حالت میں ہوتا تو وہ بات اور تھی کہ خود اسکو اس کا خیال نہیں تھا کہ اس سے کیا حرکت سرزد ہو رہی ہے اور وہ بھی کس کے ساتھ؟ ایسی حالت میں اگر واقعی نشہ میں ہوتا (گو سنا ہے کہ یہ پیتا نہیں ہے) تو اوس وقت میں تراب یار جنگ سے کہتا (کیونکہ سنا ہے کہ یہ ان کا داماد بھی ہے) کہ اسکو باپ کے قدموں پر ڈال دیا جائے تاکہ خواستگار معافی ہو اور اوس وقت ان حالات میں باپ اس کو یقیناً معاف کر دیتے اور معاملہ گھر کی چار دیواری سے باہر نہ جاتا اور نہ یہ رسوائی ہوتی بلکہ رفع دفع ہو جاتا۔ بہرحال آج کل کی اولاد بڑوں کے حق میں ایک مصیبت بنی ہوئی ہے یہ وجہ ان کے اعمال بد کے اور اس چیز کا بھی ملنے بجز احساس کیا کہ اس واقعہ کا اثر باپ کے قلب پر گہرا تھا اور وہ زبان سے ایک حرف نکالے بغیر خاموش تھے۔ خدا ایسے باپ کو جو کہ یہ صفات اپنی ذات میں رکھتا تھا جنت نصیب کرے کہ اس قماش کے لوگ اب دنیا میں نہیں پیدا ہوتے اور اگر ہیں بھی تو ان کی تعداد محدود ہے۔ یعنے عدم و وجود دونوں برابر ہے۔

مکرر میں نے سنا ہے کہ باپ کی وصیت تھی اپنے برادر کلاں کو کہ اگر یہ عارضہ قلب کے حملہ سے جانبر نہ ہوں تو بڑے بیٹے کو انکی میت میں شریک نہ رکھا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس واقعہ کا کیسا گہرا اثر ان کے قلب پر تھا وہ بھی ایسے شخص کے جو ایک زمانہ دراز سے علیل رہتے تھے اور حال میں انکی صحت کچھ سنبھلی تھی کہ یہ شدنی امر وقوع میں آکر ان کے موت کا باعث بنا۔ خیر بیٹا کبھی اس گناہ عظیم سے بری نہیں ہو سکتا کہ کل دوسری دنیا میں اس کو جوابدہی کرنی ہوگی جس سے وہ بچ نہیں سکتا زیادہ بمصداق۔ خسر الدنیا و الآخرۃ۔

نوٹ مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ جو واقعہ مذموم پیش آیا تھا اس کے ایک ہفتہ عشرہ کے بعد ساجد یار جنگ نے ایک اپنا وصیت نامہ قانونی طریقہ پر مکمل کرکے اپنے ایک وکیل کے ہاں جو کہ ان کے خاندان کے معاملات میں وکالت کرتا ہے سربمہر رکھا دیا ہے اور کہدیا ہے کہ جب وصیت کا مسئلہ کورٹ میں پیش ہوگا تو اس کو بھی چاک کرکے پیش کر دیا جائے۔ اس کے نسبت صرف اس قدر قیاس ہے کہ مرحوم نے اپنے آبائی جائداد کی حد تک جو کچھ حصہ بحزہ ان کو ملے گا اس میں اپنے بڑے بیٹے محمد پاشاہ کو محروم الارث قرار دیا ہے۔ اگر واقعی یہ قیاس صحیح ہے تو یقیناً بیٹا پاداشت اس سے محروم ہونا چاہیے۔

بقول۔ کردنی خویش۔ آمدنی پیش

مرقوم ۲۵ راپریل سنہ ۱۹۴۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

ماندور خان برادر بہادر یار جنگ مرحوم کا

دیا ہوا ایٹ ہوم بہ اعزاز مہدی نواز جنگ جدید گورنر گجرات

فرمایا اس تقریب کی تفصیل نظام گزٹ میں مندرج تھی جس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ جو طرف بناوٹی محبت و اُلفت کا اظہار تھا۔ یا پس پردہ چاپلوسی تھی۔ خیر میٹھے میٹھے۔ مگر حیرت تو یہ تھی کہ اس تو رتن مجموعہ میں کئی شاہ صاحب۔ مولانا صاحب۔ بادشاہ صاحب۔ قبلہ و کعبہ صاحب وغیرہ شریک بزم تھے۔ یعنے مختلف طبقہ کے لوگ مدعو تھے۔ اور معلوم نہیں کہ شہر کا مکان جو تنگ ہے یعنے اس میں وسعت نہیں ہے (کیونکہ میں نے اس کو بہادر یار جنگ مرحوم کے انتقال کے وقت دیکھا تھا) تو غالباً یہ مقولہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے ہوگا یعنے "Sardines packed in a tin" بہر حال مہدی نواز جنگ اس چپقلش سے نجات پاکر جو ریلوے اسٹیشن چلے گئے۔ بہت اچھا ہوا۔ ورنہ اس منظر سے اِنکی صحت پر اثر پڑتا۔

دیگر۔ یہ دو روز قبل مجھ سے رخصت ہونے کے خیال سے نذری باغ آئے تھے تو چند منٹ کی گفتگو کے بعد واپس ہوئے۔ اور جاتے وقت ایک چھوٹی سختی کی دلائل الخیرات مُطلا و مذہب خوش خط لکھی ہوئی۔ اور دو یمنی پر اسمائے متبرک کندہ تھے بطور تحفہ پیش کئے تھے تو ان کو جوبلی پویلین میں رکھنے کے لئے ہمایون علی بیگ سے حوالہ کر دیا کہ یہ عمارت مذکورہ انہی کی نگرانی میں ہے جس کو انہوں ہی توجہ سے تعمیر کیا تھا۔ جہاں میرے ۳۵ سالہ دورِ حکومت کی یادگار اشیاء رکھے ہوئے ہیں بہ شکل میوزیم در محلہ فیلخانہ وغیرہ۔

مرقوم ۲۸ اپریل ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیر از ہفتہ وار)

چند مضمون شائع شدہ در یک لوکل اخبار (M)

… در دیوڑھی سالار جنگ

… ہوا تھا (یعنے نظام گزٹ میں) وہ حقائق پر مبنی تھا اور سب صداقت … میں کوئی چیز قابل اعتراض نہ تھی بجز ان لوگوں کے جو اس زمرہ میں شامل نہیں ہو سکتے۔

رہا نظام کا سابقہ برٹش گورنمنٹ سے گٹھ جوڑ کا نا تو صرف وہی ایک نہیں بلکہ سب پرنسلی آرڈر (Princely Order) اسی قسم کا تھا جبکہ برٹش گورنمنٹ طبقہ روساء کی سرپرست اور اس کے مفاد کی محافظ تھی۔ یہ ایسی کھلی مسلمہ حقیقت تھی جس سے انکار ناممکن تھا۔ حتیٰ کہ یہ مغربی قوم انڈیا سے چلے جانے کے بعد بھی انڈین گورنمنٹ اس کے ساتھ کس قسم کی آؤ بھگت کرتی ہے یا کس نظر سے اس کو دیکھتی ہے یا کیا تعلقات رکھتی ہے یہ اظہر من الشمس ہے۔ ایسی حالت میں صرف صحیح آئینہ دماغ ہی ان چیزوں کو صحیح روشنی میں دیکھتا ہے۔ نہ کہ وہ جو کوچہ تاریکی میں راستہ بھٹک کر سرگرداں پھرتا ہے۔ الحاصل مابین خوب و زشت ہی فرق ہے۔

مرقوم ۲۹ اپریل ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذر باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

سُبکدوشی مہدی نواز جنگ کی بہ حیثیت ممبر دیگر ٹرسٹ

فرمایا چونکہ ان کا تقرر بہ حیثیت گورنر جدید ساختہ گجراتی علاقہ ہوا ہے جوکہ بمبئی کا جزو تھا اتنے زمانہ تک۔ اور شاید ہیڈ کوارٹر گورنمنٹ کا احمد آباد ہوگا۔ لہذا انکی خالی شدہ جگہ کا سردست انتظام نہ ہوگا۔ (دفتر ٹرسٹ میں) تاآنکہ زمانہ آیندہ میں اسکی ضرورت محسوس کی جائے۔

دوئم ان کے برادر کلاں نواب علی صاحب کو کمیٹی انتظامی اُمور پرائیویٹ اسٹیٹ نظام میں مقرر کرنے کا مسئلہ اسوقت میرے زیر غور ہے جس کا تصفیہ ہوتے ہی اس کا اعلان نظام گزٹ میں کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ قدیم وفاداروں میں شامل ہیں اور ساتھ ہی قابل و متدین بھی ہیں اور یہ صفات بہت کم اس طبقہ میں پائے جاتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ ورنہ حالات زمانہ کیسے ہیں وہ بھی ظاہر ہے کہ ہر شخص بندۂ زر بنا ہوا ہے اور ہوا کے رُخ پر چلنے والا ہے اور یہ خوبی انقلاب کی ہے۔ اور کچھ نہیں۔

مرقوم ۲۷ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

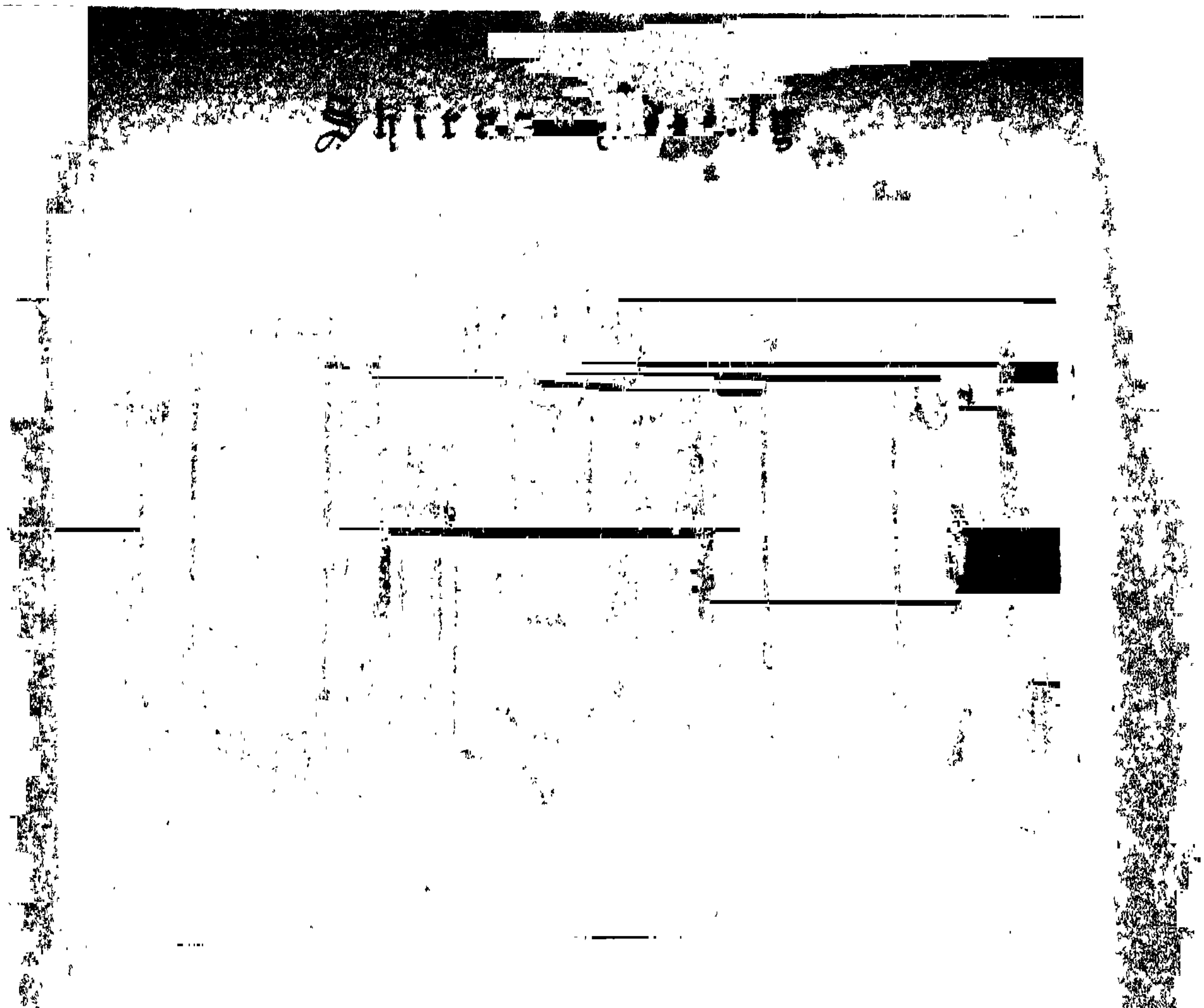
(منقول از نظام گزٹ)

مقطع میں کہہ گیا ہے "حقیقت پسند" بات

(۰)

حیدرآباد۔ ۳۰ اپریل۔ بزم سعدی کے طرحی مشاعرہ میں راقم الحروف کے مقطع کو جس میں امیر خسرو کے شعر میں لفظی ترمیم اور خفیف رد و بدل کے بعد لطف، پیدا کیا گیا ہے پسند کرتے ہوئے نواب میر طاہر علی خان صاحب علی پرادرس آکشن ہال نے ایک پارکر گولڈ کیپ عطا کرکے راقم الحروف کو دیا جس کیلئے راقم الحروف نواب صاحب موصوف کا مشکور ہے۔ راقم الحروف کی یہ منقبت اخبار ہذا کے صفحہ (۴۳) پر درج ہے۔

(سید مقام شیرازی)



Best Furniture, Rare and worth keeping articles.

GRAND AUCTION SALE

English & French big size Mirrors decorated with carved Golden Frames, Chandelier, Russian Baskets, Marble and bronze statues, Chineese [illegible]d French Jases, M. S. S. Best oil paintings, French Clocks., Drawing [illegible], Bed Room, Dinning Room and office Room Furniture and Hundreds [illegible] other Rare & worth keeping articles.

ALI BRTOHERS ,

PHONE: 5050

[illegible] Road [illegible]

تقرر تراب علی صاحب (برادر کلاں مہدی نواز جنگ)

بہ حیثیت زائد ممبر کمیٹی انتظامی پرائیویٹ اسٹیٹ نظام ۔ از یکم مئی سنہ ۱۹۶۰ء

(بہ شکل وائس پریزیڈنٹ کمیٹی مذکورہ)

فرمایا آجکل دین یار جنگ کا مزاج علیل ہے دوسری طرف انکی عمر دور انحطاط میں ہے جسکی وجہ سے کام کا زیادہ بار وہ برداشت نہیں کرسکتے ۔ لہذا ان کو آرام دے اور کام کا بار ہلکا کرنے کی غرض سے یہ انتظام مجبوراً کیا گیا ۔

دیگر ۔ ابتک محمد حیدر داماد دین یار جنگ جوکہ اصل میں دفتر ٹرسٹ کے عہدہ دار ہیں ۔ بہ حیثیت معتمد کمیٹی مذکور کام کر رہے تھے ۔ لہذا دفتر ٹرسٹ کا کام بھی زائد ہونے سے مسٹر تارا پور کی رائے کے مطابق انکی اصلی خدمت پر یکم مئی سنہ ۱۹۶۰ء سے عود کرایا گیا جس کے بعد پرائیویٹ اسٹیٹ سے ان کا تعلق باقی نہیں رہے گا ۔ بلکہ ان کی جگہ دوسرے کا تقرر بہ حیثیت معتمد کمیٹی ہوگا ۔

الحاصل مجھے امید ہے کہ اس انتظام سے کام ہر دو طرف آسانی سے انجام پائے گا کہ دنیوی امور میں وقتاً فوقتاً یا عند الضرورت ردّ و بدل ہونا ضروری ہے ۔ دیگر میں نے انکو مشورہ دیا ہے کہ یہ موسم گرما ہے لہذا کسی ٹھنڈے مقام پر مثلاً بنگلور یا میسور ایک ماہ کیلئے بغرض تبدیل مقام چلے جائیں تو انکی صحت کو بہت فائدہ ہوگا ۔

(منقول از نظام گزٹ) ————— مرقومہ ۱۸ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

تقرر نسبت صاحبزادی بہبود النسا بیگم بہ سعید علیخان

(پسر نجابت علیخان مرحوم از طبقہ صاحبزادگان علاقہ صرفخاص)

فرمایا اس بچی کا عقد بھی ماہ مئی میں مقررہ طریقہ پر کنگ کوٹھی میں عمل میں آئے گا۔ بعدۂ بچی عارضی طور پر قیام مع شوہر پیڈو ویلا میں کریگی جب تک کہ اس کا مستقل مکان ماہ جون میں مکمل ہوجائے جو کہ محلہ کنگ کوٹھی میں زیر تعمیر ہے۔

زیادہ مبارک باشد

مرقوم ۲۹ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

کیا ملا عمر جاودانی سے || اور موسیٰ کو لن ترانی سے
یہ ملا کر کبھی جام میں اک دن || کرے کمزور مے کو پانی سے

(آمدہ از نذر کا باغ)

چند پند و نصائح برائے رہبری

(صمصام شیرازی مدیر شیراز ہفتہ وار)

فرمایا حالیہ پرچہ جو شائع ہوا ہے مورخہ ۲۸ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء اسمیں چند فروگذاشتیں ہوئی ہیں۔ وہ یہ ہیں یعنے۔

اوّل برائے اعانت پرچہ جو دست سوال پیش کیا گیا ہے اگر صرف ایک جگہ ہوتا تو مضائقہ نہیں تھا۔ برخلاف اسکے اسکی تکرار تین یا چار جگہ ہوئی ہے جو لکھنے والے کے کردار پر اثرانداز ہے۔ لہذا یہ نہ ہونا چاہیئے تھا۔

دوئم بعض اصحاب نے پرچہ کیلئے خریدار پیدا کرنے یا مطبع خرید کرکے دینے کا جو وعدہ کیا تھا اس کا اعلان قبل تکمیل وعدہ۔ نہ ہونا چاہیئے تھا جو کہ قبل از وقت تھا۔ یعنے اگر کسی وجہ سے وعدہ پورا نہ ہو تو کرنے والوں کی سبکی یا اہانت ہوگی۔

سوئم برصفحہ ۱۰ موجود کی جگہ موجوت سہو کتابت سے لکھا گیا ہے۔ اس کے سوا برصفحہ ۱۲ قطعہ میں طرز کی جگہ طوز لکھدیا گیا ہے لہذا آیندہ سے اس کا خیال رہے گو یہ خفیف سی غلطی ہی کچھ مضائقہ نہیں۔

چہارم۔ کچھ عرصہ قبل یوروپین اشخاص کے تصاویر شائع ہوتے تھے اور اب انکی جگہ مسلم اشخاص کے ہو رہے ہیں حالانکہ یہ چیزیں نہ باعث دلچسپی ہیں اور نہ قابل توجہ۔ اگر گاہ گاہ برموقع مشاہیر اصحاب کے ہوتے وہ بھی طبقۂ مسلم سے تو وہ بات اور تھی۔

خلاصہ یہ کہ حال میں مدیر شیراز علیل ہوگیا تھا لہذا قیاس ہے کہ اسکی وجہ سے اسکی توجہ ان امور پر نہیں رہی ورنہ غور و فکر سے کام کرتا جو کہ اس کا خاصہ تھا۔

پنجم۔ زیر عنوان بچوں کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ برصفحہ ۲۴۔ اسمیں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر اسی سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اصل مضمون سے ربط نہیں کھاتا ہے بلکہ الٹا مضمون کے اثر کو خراب کردیا ہے اور ریڈنگ کا غلیظ قصہ نا قابل بیان تھا۔

آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ نذری باغ کے مضامین کی وجہ سے شیراز ہو یا نظام گزٹ ان ہر دو پرچوں کی مانگ بڑھ گئی ہے ورنہ اگر یہ نہ ہو تو پھر شما بخیریت و ما بسلامت ہے۔ اور اگر اس ادعا کا کسی کو یقین نہ ہو تو اس کا امتحان کر لیا جائے یا آزما کے دیکھ لے۔

بقول۔ ہمیں گوئے و ہمیں چوگان و ہمیں میدان

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۲۹ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

قطعہ

رخصت سحر کی دیکھ لے تو شب میں ہو گئی || رنگت عجیب پان کی بھی لب میں ہو گئی
شیخ حرم کی کہتا ہے کعبہ یہ رند سے || عادت بھی مے کی دیکھ لے کس ڈھب میں ہو گئی

(ظریف)

نتیجہ استخارہ نیک برآمد شدہ جسکو آغا منصور خراسانی نے بکمال مرحمت دیکھا تھا

فرمایا وہ یہ ہے کہ قریب میں (غالباً یوم التشوُر اجسام از قبوُر) معتمد کمیٹی صرف خاص پر جناب حلمی آفندی شاعر قوم خود ساختہ کا تقرر ہوگا (کیونکہ آپکی موجودہ خدمت صرف خاص میں برائے نام ہے صرف ماہوار وصُول کرنے کے لئے اور کچھ نہیں) دُوسری طرف آپکی تحریک تقرر مجلس شوُریٰ میں آغا صمصام شیرازی نے پیش کی جسکی تائید کاظم حسین عابدی نے کی اور فتویٰ جواز کا شیخ ابوالقاسم خراسانی نے صادر فرمایا۔ اسکے بعد بغلبۂ آراء طے پایا کہ موجودہ کمیٹی امور انتظامی کو فوراً برخاست کردیا جائے کہ یہ محض بہ شکل انگشت ششم بیکار ہے۔ اور امید ہے کہ جدید انتظام سے کاروبار پرائیویٹ اسٹیٹ نظام تیزی اور خوش اسلوبی سے انجام پائیں گے بمصداق

گربہ میر وسگ وزیر و موش را دربان کند
این ہمہ ارکان دولت خانہ ویرانی کند

دیگر یہ تجویز بھی زیر غور رہی کہ کیوں نہ خطیب ہمدم کو زائد معتمد کی خدمت پر مقرر کیا جائے۔ مگر چونکہ اس پر ان اصحاب کا اتفاق نہیں ہوسکا اس لئے افسوس ہے یہ بار آور نہ ہوسکی اور رہ گئی طاق نسیان پر۔ زیادہ۔ مبارک باشد و باشد مبارک

مژدہ برائے باقر حسین عہدہ دار دفتر ٹرسٹ کہ یہ ان تجاویز مذکورہ کے سلسلہ میں آکر نیچے سے اوپر چلے گئے (نہ رہ جائے خالی) کہ اس کیلئے وہ ہر طرح موزوں تھے۔ نذری باغ کے خیال میں کہ یہاں سب قابل اشخاص کی ضرورت ہے نہ کہ نااہلوں کی جو گنتی شمار میں نہیں آسکتے کہ یہ جائے امتحان سخت ہے۔

مرقوم ۳۰ ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ء ——————

(منقول از نظام گزٹ)

بچوں کے قصے حال میں شیراز میں طبع ہونا شروع ہوئے

(از طرف طاہرہ بیگم بعدۂ طاہرہ باجی)

فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ یہ عورت کون ہے۔ اسکے قبل ایک بچی منی کا نام اسمیں آتا تھا۔ یہ کس کی دختر ہے۔ بہرحال میرے خیال میں چنداں اسکی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو کس نے لکھا ہے اوسکا نام بتانے کی ضرورت نہیں۔ کس لئے کہ شیراز میں جو مضامین طبع ہوتے ہیں وہ عاقل و بالغ یا زمانہ شناس یا قابل اصحاب کے دیکھنے کے قابل ہیں جو حالات حاضرہ پر لکھے جاتے ہیں نہ کہ بچوں کا افسانہ۔

رہا اشتہارات طبع کرنا تو یہ بہ حالت مجبوری ہے کہ بغیر اسکے پرچہ طبع ہونا مشکل ہے۔ اب رہا قوم و ملت سے مدد ملنا تو آجکل افلاس کے زمانہ میں جبکہ وہ خود تہی دست ہے تو دوسروں کی مدد کیسے کریگی لہذا مستقل خریدار بننا ایک چیز ہے اور ہر ہفتہ (۵/) آنہ کا پرچہ خرید کر لینا دوسری چیز ہے کیونکہ جب کام نکل جاتا ہے تو پھر ان دو آن پر نظر کرنا بیکار ہے۔

نیز مجھے افسوس ہے کہ ایرانیاں باوجود ہم مشرب ہونے کے جیسا کہ چاہیئے صمصام شیرازی کی مدد نہیں کرسکے۔ حالانکہ ہر وقت وہ ان کا مدح خواں رہا ہے اور آقائی کے لقب سے ان کو مخاطب کرتا رہا۔ بہرحال یہ کام کرنے والے دو چار ہوتے ہیں نہ کہ ہر کس و ناکس کہ یہ مسئلہ پیسہ کا ہے۔ زبانی جمع و خرچ کا نہیں ہے کہ بے حساب خریداروں کو پیدا کرنا یا پانچ چھ ہزار کا مطبع خرید کر کے دینا کار ے دارد ہے۔ لہذا صمصام شیرازی کو ان امور پر غور کر کے قدم اٹھانا چاہیئے نہ کہ باد ہوائی وعدوں پر شیخی بگھارتے پھرنا کہ یہ زمانہ غور و فکر کا ہے نہ کہ اندھا دھند کام کرنے کا جبکہ انقلاب چو طرف جلوہ نما ہے۔

مرقوم یکم مئی سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

سر کی ٹوپی بھی پھٹ گئی کیسی | یہ نظر آج ڈٹ گئی کیسی
یہ خلافت علی کی کہتی ہے | آج یہ دیکھ بٹ گئی کیسی

(آمدہ از نذری باغ)

وزٹ ہز ہائنس مہاراجہ کولہاپور در حیدرآباد

(معمر ۵۰ سالہ)

فرمایا۔ آپ کسی کام کے سلسلہ میں یہاں آئے ہوئے تھے (بعدہٗ معلوم ہوا کہ زمانۂ گذشتہ در جنگ عظیم نمبر اول آپ مرہٹہ رجمنٹ میں کام کئے تھے) اور یہ رجمنٹ یہاں اسوقت مقیم ہے۔ لہٰذا اسکی دعوت پر آپ آئے ہوئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ آپ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے گو میں انکو بذات خود نہیں جانتا تھا بجز مہاراجہ آنجہانی کے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا چونکہ آنجہانی مہاراجہ لاولد تھے اس لئے اپنی بہن کے صاحبزادہ کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ (یعنے متبنیٰ کرکے) اور جب ایسا ہوا تو موجودہ مہاراجہ کے بڑے صاحبزادے اسوقت دیواس کے مہاراجہ ہیں۔ جو نوجوان ہیں یعنے ۲۸ سال کی عمر ہے۔ خیر دوران جام زمانہ گذشتہ اور حالیہ واقعات دنیا پر گفتگو رہی۔ اور اس چیز کا احساس کرکے مجھے مسرت ہوئی کہ سب طبقۂ روسا جو زمانہ گذشتہ میں نام و نمود رکھتا تھا آج انقلاب عالمگیر کی وجہ سے گو وہ بات باقی نہیں رہی ہے تاہم جو خاص وطیرہ اس طبقہ کا تھا وہ اب بھی باقی ہے جو اس طبقہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ بقول "سالیکہ نکوست از بہارش پیداست"

بہرحال ہم دونوں کو ایک دوسرے سے بلکہ مسرت ہوئی کہ آخر ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار تھے اور ایک ہی خاص طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آدھے گھنٹہ کے بعد یہ تقریب ختم ہوئی۔

مکرر وقت رخصت میں نے اپنا ایک فوٹو فریم میں۔ اور ایک جلد کتاب جو حیدرآباد پر لکھی گئی تھی چند سال قبل بطور تحفہ دیا جسکو آپ نے قبول فرمایا اور بدلہ میں اپنا فوٹو بھیجنے کا وعدہ کر گئے جو کہ فلک نما پر رکھدیا جائیگا۔ جہاں اچھا خاصہ مجموعہ فوٹو کا (یعنے طبقہ روسا کا) (collection) جمع ہوا ہے جو زمانۂ ماضی کی یادگار ہے۔ اور یقیناً میرے نزدیک یہ قیمتی اشیاء ہیں۔ ان میں وہ روسا بھی شامل ہیں جو مرحوم سرکار کے زمانہ میں یہاں آئے ہوئے تھے اور جن سے آپ کی پہچان تھی۔ اور بقیہ واقعہ اسے زمانہ سابق کی جشن تھا زیر سرپرستی برٹش گورنمنٹ

مرقوم ۲ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء

فرق مابین قابل گروہ اشخاص و ناقابل گروہ اشخاص

فرمایا اول الذکر کی طرز زندگی جو ہے وہ اپنے کام کی حد تک ہے یا اپنے گھروں کی حد تک ہے۔ اور ساتھ ہی اپنے کردار کی حفاظت انکے پیش نظر ہے اور ان اشخاص کی محدود تعداد ہے۔ برخلاف اسکے موخر الذکر گروہ کوچہ گلی کی خاک چھاننا۔ ہوٹلوں میں بیٹھ کر دو پیسہ کی پکوڑی چار کی خاطر ہمہ قسم کے اشخاص سے ساتھ گپ شپ اڑانا۔ یا لوگوں کی غیبت کرنا۔ یا بندہ زندگیِ وفاداری کو ذا غدار کرنا یا ہاتھ گرم کرنے کیلئے بیجا چاپلوسی کرنا وغیرہ ہے۔ جسکی بہتات ہے۔ ایسی حالت میں دونوں گروہ میں بڑا فرق ہے کہ اول الذکر انہیں صفات سے نیک نام رہتا ہے اور موخر الذکر بدنام۔

بقول "بہ بین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا"

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۲ مئی سنہ ۱۹۶۰ء

فرق مابین اولاد نظام (چاہے ذکور ہو یا اناث

اور اسی طرح سے پوتے یا پوتیاں نظام

فرمایا ایک مسئلہ کو صاف کر دینا میں نے مناسب سمجھا کہ فرق مراتب کے لحاظ سے ان دو گروہ کے حقوق کا میں نے فیملی ٹرسٹ میں جو تصفیہ کیا تھا بہ تناسب ۱۶ آنے۔ اور ۸ آنے کے ساتھ تھا۔ اور اس طرح سے ہونا ہی چاہیئے تھا۔ لہذا اگر زمانہ آیندہ میں میرے پوتے پوتیوں کے عقد ہوں گے تو اوس پیمانہ پر نہیں جیسا کہ میری اولاد کے ہو رہے ہیں۔ اور شرو ط عقد مابین فریقین بھی اسی تناسب سے مقرر کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کاظم جاہ مرحوم کی اولاد کو مستثنےٰ کرتے ہوئے کہ باپ نے دنیا سے جاتے وقت اپنی اولاد کے معاملہ کو میرے سپرد کر دیا تھا۔ لہذا اس کے مدنظر صرف اسی حد تک میری ذمہ داری ہے۔ مگر دوسری طرف صاحبزادگان مقیم مکان گاف اپنے صوابدید پر اپنی اولاد کی نسبتیں قرار دے رہے ہیں۔ لہذا اگر احیاناً آیندہ کوئی بات پیدا ہوگی تو اس کی ذمہ داری والدین کی ذات سے متعلق ہوگی نہ کہ دادا پر۔ البتہ ٹرسٹ مذکورہ میں جو کچھ مندرج ہے ان کے حقوق سے متعلق صرف اسی حد تک ٹرسٹ ذمہ دار رہے گا۔ نہ کہ اس کے آگے دوسرے امور تک۔ جب کہ یہ غیر متعلق سمجھے جائینگے۔

بہرحال جو کچھ میں نے چند سال قبل تصفیہ کیا ہے وہ اپنی جگہ قائم ہے جو ہر طرح واجبی و منصفانہ ہے۔ جس میں قطعی کوئی خامی نہیں ہے وبس۔

مکرر انشاء اللہ کل یوم چہارشنبہ میری لڑکی بہبود النساء بیگم کا عقد بہ سعید علی خان مقررہ طریقہ پر عمل میں آئے گا۔

مرقوم ۳ مئی سنہ ۱۹۶۰ء ———

(منقول از نظام گزٹ)

وزٹ ہز ہائنس مہاراجہ کولہاپور در حیدرآباد

(معمر ۵۰ سالہ)

فرمایا۔ آپ کسی کام کے سلسلہ میں یہاں آئے ہوئے تھے (بعدہٗ معلوم ہوا کہ زمانۂ گذشتہ در جنگ عظیم نمبر اول آپ مرہٹہ رجمنٹ میں کام کئے تھے) اور یہ رجمنٹ یہاں اسوقت مقیم ہے۔ لہذا اسکی دعوت پر آپ آئے ہوئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ آپ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے گو میں انکو بذات خود نہیں جانتا تھا بجز مہاراجہ آنجہانی کے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا چونکہ آنجہانی مہاراجہ لاولد تھے اس لئے اپنی بہن کے صاحبزادہ کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ (یعنے متبنیٰ کرکے) اور جب ایسا ہوا تو موجودہ مہاراجہ کے بڑے صاحبزادے اسوقت دیواس کے مہاراجہ ہیں۔ جو نوجوان ہیں یعنے ۲۰ سال کی عمر ہے۔ خیر دوران چاء زمانہ گذشتہ اور حالیہ واقعات دنیا پر گفتگو رہی۔ اور اس چیز کا احساس کرکے مجھے مسرت ہوئی کہ سب طبقۂ روسا جو زمانہ گذشتہ میں نام و نمود رکھتا تھا آج انقلاب عالمگیر کی وجہ سے گو وہ بات باقی نہیں رہی ہے تاہم جو خاص وطیرہ اس طبقہ کا تھا وہ اب بھی باقی ہے جو اس طبقہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ بقول "سالیکہ نکوست از بہارش پیداست"

بہرحال ہم دونوں کو ایک دوسرے سے بلکر مسرت ہوئی کہ آخر ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار تھے اور ایک ہی خاص طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آدھے گھنٹہ کے بعد یہ تقریب ختم ہوئی۔

مکرر وقت رخصت میں نے اپنا ایک فوٹو فریم میں۔ اور ایک جلد کتاب جو حیدرآباد پر لکھی گئی تھی چند سال قبل بطور تحفہ دیا جسکو آپ نے قبول فرمایا اور بدلہ میں اپنا فوٹو بھیجنے کا وعدہ کر گئے جو کہ فلک نما پر رکھدیا جائے گا۔ جہاں اچھا خاصہ مجموعہ فوٹو کا (یعنے طبقہ روسا و امرا کا) (Collection) دھرا ہوا ہے جو زمانۂ ماضی کی یادگار ہے۔ اور یقیناً میرے نزدیک یہ قیمتی اشیاء ہیں۔ ان میں وہ روسا بھی شامل ہیں جو مرحوم سرکار کے زمانہ میں یہاں آئے ہوئے تھے اور جن سے آپ کی پہچانت تھی۔ اور طبقہ واقعی اپنے زمانہ کا ذی حشم تھا زیر سرپرستی برٹش گورنمنٹ۔

(Princely Or)

مرقوم ۲ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء ———————— (منقول از نظام گزٹ)

فرق مابین قابل گروہ اشخاص و ناقابل گروہ اشخاص

فرمایا اول الذکر کی طرز زندگی جو ہے وہ اپنے کام کی حد تک ہے یا اپنے گھروں کی حد تک ہے۔ اور ساتھ ہی اپنے کردار کی حفاظت انکے پیش نظر ہے اور ان اشخاص کی محدود تعداد ہے۔ برخلاف اسکے موخر الذکر گروہ کوچہ گلی کی خاک چھاننا۔ ہوٹلوں میں بیٹھ کر دو پیسہ کی پکوڑی چار کی خاطر ہمہ قسم کے اشخاص کے ساتھ گپ شپ اڑانا۔ یا لوگوں کی غیبت کرنا۔ پابندۂ زندگیہ وفاداری کو داغدار کرنا یا ہاتھ گرم کرنے کیلئے بیجا چاپلوسی کرنا وغیرہ ہے۔ جسکی بہتات ہے۔ ایسی حالت میں دونوں گروہ میں بڑا فرق ہے کہ اول الذکر انہیں صفات سے نیک نام رہتا ہے اور موخر الذکر بدنام۔

بقول ”ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا“

(منقول از نظام گزٹ) ——— مرقوم ۳ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء

فرق مابین اولاد نظام (چاہے ذکور ہو یا اناث

اور اسی طرح سے پوتے یا پوتیانِ نظام

فرمایا ایک مسئلہ کو صاف کردینا میں نے مناسب سمجھا کہ فرق مراتب کے لحاظ سے ان دو گروہ کے حقوق کا میں نے فیملی ٹرسٹ میں جو تصفیہ کیا تھا بہ تناسب ۱۶ ر آنے۔ اور ۸ ر آنے کے ساتھ تھا۔ اور اس طرح سے ہونا بھی چاہیئے تھا۔ لہٰذا اگر زمانۂ آیندہ میں میرے پوتے پوتیوں کے عقد ہوں گے تو اوس پیمانہ پر نہیں جیسا کہ میری اولاد کے ہو رہے ہیں۔ اور مشرو طاً عقد مابین فریقین بھی اسی تناسب سے مقرر کیئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کاظم جاہ مرحوم کی اولاد کو مستثنیٰ کرتے ہوئے کہ باپ نے دنیا سے جاتے وقت اپنی اولاد کے معاملہ کو میرے سپرد کردیا تھا۔ لہٰذا اس کے مدنظر صرف اسی حد تک میری ذمہ داری ہے۔ مگر دوسری طرف صاحبزادگان مقیم مکان گاف اپنے صوابدید پر اپنی اولاد کی نسبتیں قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا اگر احیاناً آیندہ کوئی بات پیدا ہوگی تو اس کی ذمہ داری والدین کی ذات سے متعلق ہوگی نہ کہ دادا پر۔ البتہ ٹرسٹ مذکورہ میں جو کچھ مندرج ہے ان کے حقوق سے متعلق صرف اسی حد تک ٹرسٹ ذمہ دار رہے گا۔ نہ کہ اس کے آگے دوسرے امور تک۔ جب کہ یہ غیر متعلقہ سمجھے جائیں گے۔ بہرحال جو کچھ میں نے چند سال قبل تصفیہ کیا ہے وہ اپنی جگہ قائم ہے جو ہر طرح واجبی و منصفانہ ہے۔ جس میں قطعی کوئی خامی نہیں ہے وبس۔

مکرر انشاء اللہ کل یوم چہارشنبہ میری لڑکی ہبۃ النساء بیگم کا عقد بہ سعید علی خان مقررہ طریقہ پر عمل میں آئے گا۔

مرقوم ۳ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء ———

(منقول از نظام گزٹ)

ترجمانِ اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے ★ خیر خواہِ شاہِ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار

فرقہ پرست کون اور

لانے کو دشمنی کی حقیقت بروئے کار
ہوتی ہے دوستی کی ضرورت کبھی کبھی!

شاکر جی نے مندرجۂ بالا عنوان کے تحت جو شعر درج کیا تھا وہ ذرّہ برابر بھی اُن کے اخبار کے مسلک کی تائید نہیں کرتا۔ اسی لئے ہم نے اس شعر کے محض دو الفاظ کو نیچے سے اوپر بدل کر اُن کی پالیسی کے عین مطابق کر دیا ہے۔ اب یہ شعر ایک ایسا آئینہ بن گیا ہے کہ شاکر جی بخوبی اپنا چہرہ اس میں دیکھ سکتے ہیں۔

سب سے پہلے نہ صرف ہماری بلکہ کسی بھی پڑھنے والے کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آخر شاکر جی کو ایسے بیہودہ اور از کار رفتہ عنوان پر گل افشانی کرنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی۔ موجودہ پر سکون ماحول میں، ہندو مسلم یگانگت اور ہم آہنگی کے اس اطمینان بخش دور میں ایسے کیا شدید تقاضے تھے۔ ایسے کیا خطرناک محرکات تھے، ایسی کیا مصیبت شاکر جی کی جانِ عزیز پر ٹوٹ پڑی تھی کہ انہوں نے کسی زخم خوردہ شکار کی طرح جھلّا کر اس قدر لمبا چوڑا شیطان کی آنت جیسا اداریہ لکھ مارا اگر بالفرض محال شاکر صاحب کے خیال میں ایسے کوئی محرکات ہوں بھی تو اُن کے مضمون سے کم از کم اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ ایک ذمہ دار ایڈیٹر کی حیثیت سے اُن کے لئے یہ ضروری تھا کہ "فرقہ پرستی" جیسے کہنہ اور فتنہ پرور عنوان پر خامہ فرسائی کر کے عوام کے جذبات کو بھڑکائیں اور ایک دیر سے سوئے ہوئے فتنے کو جگائیں۔ شاکر جی کو شائد یہ نہیں معلوم کہ فرقہ پرستی کو ہوا دینے والا سب سے بڑا فرقہ پرست ہے۔ ہم یہ کبھی نہیں کہتے کہ آپ یا آپ کا اخبار فرقہ پرست ہے۔ یہ اور بات ہے وقتاً فوقتاً کسی اختلاجِ قلب کے مریض کی طرح ایسے دورے پڑ جاتے ہیں کہ نہ صرف دبے دبے بلکہ کھلم کھلا آپ فرقہ پرستی کے متعلق کبھی منفی انداز میں اور کبھی اثباتی انداز میں چیخنے چلانے لگتے ہیں۔ اور اس طرح "ملاپ" کے ظاہر کا نام لے کر اصل میں "نفاق" کی آگ کو ہوا دینے لگتے ہیں۔ اپنے اداریئے کے بے ربط اور بے معنی آغاز میں آپ نے جن شخصیتوں کے نام کروفر کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ وہ تو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ اور اس طرح غیر شعوری طور پر حقیقت بیانی سے کام لیتے ہوئے آپ نے خود انگلیوں پر گن کر دکھا دیا ہے اور اس طرح حی وہ معنوی اعتبار سے پورا اترتا ہے کہ خود آپ کا قلم آپ کے پاؤں پر کلہاڑے کا کام کر رہا ہے۔ طفلِ مکتب کی طرح چند بڑے آدمیوں کے نام پیش کر دینے سے ہندوستان کی سب سے بڑی اقلیت کے تعلق سے حکومت کا فرض ادا نہیں ہو جاتا۔ اس سلسلے میں ہم تفصیل میں جانا نہیں چاہتے اور نہ ہمیں اقلیت کے تعلق سے حکومت کے فرائض پر بحث کرنا ہے۔ مگر اس مقام پر آپ کی معلومات کی خاطر اتنا ضرور عرض کر دیں گے کہ حکومت کی غیر جانبداری کو ثابت کرنا ہو تو محض دو چار بڑے لوگوں کی خدمات کا تذکرہ کرنے سے

خطیب منبر سلونی

کا ارشاد ہے کہ میں نے خدائے تعالیٰ کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا۔

قطعہ

کبھی تو کیف کو جامِ شراب سے پوچھو ‖ کہ بُوئے گُل کو بھی رنگِ گلاب سے پوچھو
یہ کہتا جاتا ہے دینِ مبین بھی دُنیا سے ‖ علیؑ کا وصف بھی متنِ کتاب سے پوچھو

(آمدہ از نذری باغ)

کام نہیں چلتا۔ اقلیتی عوام کے سیاسی اور معاشی موقف، اُن کے ساتھ مراعات، سرکاری اور نیم سرکاری محکموں میں ملازمت کے اعداد و شمار، ان کی مذہبی آزادی، ان کے جان و مال کی صیانت وغیرہ بہت سارے پہلوؤں پر غور کرنا پڑتا ہے آپ نے ہندوستانی مسلمانوں کے تعلق سے بات کرتے ہوئے خواہ مخواہ پاکستان کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کو شاید اس کا احساس نہیں کہ ایسا کرکے آپ نے سخت غلطی کی ہے۔ آپ کے قلم کی ایسی ہی بے ساختہ لغزشوں نے سرباز اڑ ملاپ کا لباس اتار کر رکھ دیا ہے بھارت کی سرزمین سے محبت کرنے والے وفا شعار مسلمانوں کے تعلق سے "مادر وطن پاکستان" جیسا بے معنی اور غیر متعلق الفاظ کا استعمال کرکے کچھ نہیں تو کم سے کم آپ نے خود اپنی فرقہ پرست خصلت کو عُریاں کر دیا ہے ایک معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے کسی بھی ہندوستانی، خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، کی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ آخر ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل، اُن کے حالات، اُن کے سماجی اور سیاسی موقف کا تذکرہ کرتے وقت، پاکستان کا ذکر کیوں درمیان میں لایا جاتا ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کا موازنہ پاکستانی مسلمانوں سے کیوں کیا جاتا ہے۔ آج جبکہ ملک کی تقسیم ہوئے بارہ سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا۔ پاکستانی اور ہندوستانی دو الگ الگ قومیں ہوگئیں۔ تو پھر بھلا ہندوستانی مسلمانوں کا پاکستان سے کیا سروکار۔ ہندوستانی مسلمانوں کی نظر میں پاکستان بالکل ایسا ہی ایک ملک ہے جیسے ایران۔ عرب، ترکی، افغانستان یا سیلون برما۔ چین، کوریا۔ پاکستان کی اقلیتوں پر ظلم ہوتا ہے یا ان کے ساتھ کسی قسم کی ناانصافی ہوتی ہے اس کے لئے حکومت پاکستان ذمہ دار ہے نہ کہ حکومت ہندوستان اور نہ ہندوستان کے مسلمان اس کے لئے جوابدہ ہیں۔ آپ نے جماعت اسلامی، مسلم لیگ، اور اتحاد المسلمین وغیرہ جیسی جماعتوں پر خواہ مخواہ کیچڑ اُچھالنے کی کوشش کی ہے کیا آپ یہ ثابت کرسکتے ہیں کہ ملک میں ان جماعتوں کا قیام دستور ہند کے منافی ہے۔ کیا یہ جماعتیں حکومت کے خلاف کام کر رہی ہیں۔ کیا یہ جماعتیں ہندو مہاسبھا کی طرح شر انگیزی کی پالیسی پر کاربند ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ کہ ان جماعتوں کے قیام کا سب سے بڑا مقصد مسلمانوں کی معاشی اور سماجی بھلائی ہے اور اُن کی مذہبی قدروں کا تحفظ ہے۔ اور اگر اس سلسلے میں انھیں سیاسیات میں مداخلت کرنا پڑے تو انھیں دستور ہند کی دفعات کے حدود میں رہ کر ایسا کرنے کا پورا پورا اختیار ہے۔ آپ کیوں اس پر چیں بہ جبیں ہو رہے ہیں۔ مذہب پرستی کو فرقہ پرستی نہیں کہتے۔ مسلمان اپنی بہتری کو خود آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ آپ انھیں مشورہ دے کر اپنی غیر ضروری عقلمندی کا اظہار نہ کیجئے۔ آپ کو مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور خلوص ہے یا جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ فرقہ پرست نہیں ہیں تو چور کی داڑھی کی طرح اپنی آپ مدافعت کرنے کی بجائے کسی دوسرے فرقہ پرست عناصر کے خلاف کبھی آپ نے قلم کیوں نہیں اٹھایا؟ بہت نہیں تو کم سے کم "فلم انڈیا" کے ایڈیٹر بابوراؤ پٹیل کے خلاف مسلمانوں کے جذبات کے احترام میں آپ کے قلم سے کبھی دو حرف کیوں نہیں نکلے؟ اپنے پرچے کی شہرت اور نکاسی کے لئے عید نمبر شائع کرنا یا ہر فرقہ اور مذہب کے مضامین چھاپ دینا اس فرقے یا مذہب کے لوگوں کے جذبات کا احترام یا حقیقت پرستی کے سلسلے میں کوئی ٹھوس اقدام نہیں ہے اور نہ ہی یہ آپ کے ادّعا کا کوئی مدلل ثبوت ہے۔

آپ اپنے دفتر میں چند گنے چنے نام کے مسلمانوں کو روزگار دے کر کوئی بڑا تیر مار دیا۔ آپ کا انداز تحریر کچھ یوں ہے کہ آپ نے اپنے بالشت بھر ادارہ میں مٹھی بھر مسلمانوں کو نوکری دے کر ملک بھر کے مسلمانوں پر جیسے بہت بڑا احسان کر دیا ہے اور جیسے آپ کے اس عمل سے ملک کے مسلمانوں کے مسائل حل ہوگئے۔ حالانکہ

قطعہ

تپش ہے دل میں مرے سینہ بہ فگار بھی ہے
گلوں کا رنگ عیاں آج نو بہار بھی ہے

یہ کہتا جاتا ہے زائر بھی کس خلوص سے آج
برائے دید نجف قلب بیقرار بھی ہے

(آمدہ از نذری باغ)

آپ کے ادارہ میں کام کرنے والے مسلمان ملازمین کا شمار سچے ہندوستانی مسلمانوں میں بھی نہیں ہوتا۔ جہاں تک ہماری معلومات کام کرتی ہیں، یہ سب اسی رضاکاروں کی یادگار ہیں۔ جن کا تذکرہ آپ نے اپنے اداریہ میں کیا ہے۔ جن رضاکاروں کو آپ غنڈہ، فرقہ پرست، اور باغی سمجھتے ہیں آج ان ہی رضاکاروں کو آپ نے اپنے گوشہ عافیت میں پناہ دے رکھی ہے۔ یہ شاید اسلئے کہ ایسے بدنام اور رسوائے زمانہ لوگ ہی آپ کے اخبار کے مشن کو باحسن الوجوہ چلا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کا پیش کردہ اور ہماری طرف سے اصلاح کیا ہوا اشتراک ملازمین کے تعلق سے آپ کی پالیسی کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔

وزیرِ داخلہ کی توجہ کے لئے

سنسری شاکر جی نے اپنے زیر بحث اداریہ میں لکھا ہے

"نہ خلیفۂ اسلام بننے کے خواب دیکھنے والا عثمان سامنے آیا۔" یہ ہے ملاپ کی صحافتی تہذیب اور شریفانہ زبان۔ جب اعلیٰ حضرت حضور نظام کا نام لکھنا ہی منظور تھا تو شرافت کا یہ تقاضا تھا کہ پورا نام "میر عثمان علی خان" لکھا جاتا۔ نہ کہ مجرد "عثمان"۔ حکومت نے وعدہ کیا تھا اور تیقن دلایا تھا کہ اعلیٰ حضرت حضور نظام کے امتیازات کی پوری پوری تعظیم اور صیانت کی جائے گی ــــ کیا اعزازات کی یہی حفاظت کی جا رہی ہے۔ بدزبان جو چاہے بکے چلے جا رہے ہیں۔ اور حکومت اِن دشنام طرازوں کے منہ میں لگام نہیں دیتی اگرچہ کہ خوفِ سگاں سے ماہِ کامل کا کچھ نہیں بگڑتا۔ لیکن اس بھول بچوں سے حضور نظام کے ہزاروں ارادت مندوں اور عقیدت کیشوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ وہ وقت کب آئے گا جب ہماری جمہوری حکومت اس دل آزاری کے سلسلہ کو مسدود کرے گی۔

حضرت امام ضامن ثامن علیہ السلام

یک طوافِ مرقدِ سلطان علی موسیٰ رضا
ہفت ہزار و ہفت صد و ہفتاد حج اکبر است

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے میرے دل کا ایک ٹکڑا شہر طوس میں دفن ہوگا جو اس کی زیارت کرے گا ہر آفت ارضی و سماوی سے محفوظ رہے گا۔ کو وہ امام ضامن ثامن علیہ السلام واقع ترملگیری اسم گرامی سے منسوب ہے۔

وہ کون اہل مودت ہے جو بارگاہ مقدس میں پہنچ کر آیۂ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ کا ثبوت دینا نہیں چاہتا بتاریخ ۱۲ ذیقعدۃ الحرام سنہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۹ مئی سنہ ۱۹۶۰ء بروز دوشنبہ جشن ولادت باسعادت مقرر ہے

امید کہ شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل فرمائیں گے

گدائے بارگاہ رضوی
کیپٹن سید محمد علی زیدی متولی

کامن ویلتھ ملکوں کی "چوٹی" کانفرنس

گفت و شنید کی اہمیت!

از قلم :- راب ۔ منس فیلڈ :—!

ماہ مئی میں دنیا کے گیارہ ممتاز مدبرین کی لندن میں کانفرنس ہوگی۔ یہ مدبرین جو کامن ویلتھ ملکوں کے وزرائے اعظم ہیں۔ چھیاسٹھ کروڑ لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ دو عزیز دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے صلاح مشورہ کرتے ہیں۔ اور صاف گوئی کے ساتھ کسی موضوع یا مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ تو کوئی نہیں کہتا کہ وزرائے اعظم کے درمیان کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا اور کہ تمام مسائل کے متعلق جو زیر بحث آتے ہیں اُن میں ہم آہنگی کا پایا جانا لازمی ہے اگلے ماہ وزرائے اعظم کی جو کانفرنس ہو رہی ہے وہ جنگ کے بعد اُن کی ۹ ویں کانفرنس ہوگی۔ معمول کے مطابق اس کا بھی کوئی معین ایجنڈا نہیں ہوگا لیکن خصوصی اہمیت کے حامل کئی امور پر تبادلۂ خیالات ضرور ہوگا۔ گھانا کامن ویلتھ کے اندر جمہوریہ بننے کے قصد کا اعلان کرنے والا پہلا ملک ہوگا اور اس کانفرنس میں نائیجریا کی بھی تو یقیناً ضرور پیش ہوگی۔ کہ وہ کامن ویلتھ کا ایک آزاد رکن بننا چاہتا ہے۔ افریقہ میں جو انقلابی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اُن کے بارے میں ضرور بات چیت ہوگی۔ افریقی دورہ کے بعد مسٹر میکملن جو تاثرات لے کر آئے تھے، وہ اس بات چیت میں بہت ممد ثابت ہوں گے۔ آئندہ منعقد ہونے والی "چوٹی" کانفرنس کا کامن ویلتھ کانفرنس کا ایک پسندیدہ موضوع ہوگی۔ برطانوی وزیر اعظم دیگر دس اقوام کے نظریات کو اپنے ذہن میں رکھ کر اس اہم میٹنگ میں شامل ہوں گے۔ اس حقیقت کے پیش نظر وہ زیادہ اعتبار اور اثر کے ساتھ چوٹی کانفرنس میں اپنا نقطۂ نظر پیش کر سکیں گے۔ اور کامن ویلتھ کے دس دیگر اقوام بھی یہ محسوس کر سکیں گی کہ دنیا کی قسمت کا فیصلہ کرتے وقت اُن کی آواز بھی سنی گئی ہے۔ وزرائے اعظم کی کانفرنس میں معاشی امور پر بھی ضرور بحث ہوگی۔ ۱۹۵۸ء میں بمقام مانٹریل (کینیڈا) وزرائے خزانہ کی جو کانفرنس ہوئی تھی۔ اس میں "وسعت پذیر دنیا میں وسعت پذیر کامن ویلتھ" کے نصب العین پر زور دیا گیا تھا۔ وزرائے اعظم اس موضوع کی جانب ضرور توجہ دیں گے۔ مانٹریل کانفرنس نے معاشی میدان میں زیادہ گہرے تعاون کے تصورات کو جنم دیا تھا۔ کامن ویلتھ معاشی مشاورتی کونسل کا قیام اسی کا نتیجہ تھا۔ گذشتہ سال آکسفورڈ میں جو کامن ویلتھ تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی وہ بھی مانٹریل کانفرنس کا نتیجہ تھی۔ قریب قریب یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وزرائے اعظم اِن مخصوص میدانوں کی ترقی کا گہرا مطالعہ کریں گے۔ میری دانست میں اس مخصوص موقع پر وزرائے اعظم کی کانفرنس خاص اہمیت کی حامل ہے۔ کامن ویلتھ تمام نسلوں کے درمیان دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کا ایک بے نظیر ذریعہ ہے۔ علاوہ ازیں جمہوری دنیا اور روس کے درمیان کھچاؤ کم ہو گیا ہے۔ یہ ایک حوصلہ افزا صورت حال ہے۔ کامن ویلتھ کی اقوام جن کو متعدد مختلف حلقوں میں اثر و رسوخ حاصل ہے بردباری اور اعتدال پسندی کی حوصلہ افزائی کر کے اس صورت حال کو مزید بہتر بنا سکتی ہے۔

کامن ویلتھ ملکوں کے وزیروں، افسروں، مزدور سبھائیوں، تاجروں وغیرہ کے درمیان سال بھر صلاح مشورے ہوتے رہتے ہیں لیکن وزرائے اعظم کی کانفرنس ایک لحاظ سے کامن ویلتھ کی چوٹی کانفرنس کا درجہ رکھتی ہے۔

قطعہ

خدا کا شکر مرا دل بھی کامگار ہوا
کوئی نہ نکلا خلافت میں بھی علی کا حریف
(مدمقابل)

نئیہ عزا سے بھی سینہ میں جو شرار ہوا
اگرچہ دیکھ لے تو امتحاں ہزار ہوا

(آمدہ از نذر کابلی)

سُنگھاؤ

ماہرین نفسیات نے یہہ ثابت کر دیا ہے کہ مرگی، اختناق الرحم اور دوسرے دماغی امراض کی طرح نفرت بھی ایک بیماری ہے۔ اس بیماری کے تین درجے ہیں۔ پہلا احساس کمتری، دوسرا حسد، تیسرا نفرت۔ احساس کمتری میں مبتلا اشخاص پہلے تو دنیا کے ہر کامیاب اور اچھے انسان سے حسد کرنے لگ جاتے ہیں۔ وہ اپنے دل میں عداوت، بغض، تلخی اور بدخواہی کے جذبات کی پرورش کرنے لگتے ہیں۔ ان کے سینے کی یہی جلن رفتہ رفتہ نفرت کی بھڑکتی ہوئی آگ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ وہ بلا وجہہ ہر اچھے انسان کو اپنا دشمن سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اسی کوتاہ فہمی کی بنا پر وہ دنیا کے ہر کامیاب و نیک انسان سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ جس طرح مرگی کے مریض کو جوتا سُنگھانے سے افاقہ ہوتا ہے اسی طرح مریض نفرت کو لاحول اور پھٹکار کے "بھپارے" سے ایک مدت تک کے لئے آرام ہو جاتا ہے۔

شربیان شاکرجی کے تازہ نتیجۂ تنجیر یعنے موصوف کے مضمون "نظام صاحب کو کیا ہو گیا!" مطبوعہ "ملاپ" مورخہ ۲۸ اپریل کو پڑھنے کے بعد ہر ماہر امراض دماغی اور ہر ماہر نفسیات یہی تشخیص کرے گا کہ شربیان شاکرجی پر مرض نفرت کا دورہ پڑا ہے یا "اختناق دماغی" کا حملہ ہوا ہے۔ لہذا موصوف کو آرام پہنچانے کے لئے بھپارے کی ضرورت ہے۔

وھو الھذا بہ

اعلیٰ حضرت حضور نظام نے اپنے ایک ارشاد میں فرمایا ہے کہ

"نہ ایسی چیزوں کا مذاق اب کسی کو باقی
ہے۔ بوجہہ انقلاب وتنگدستی کے۔
. . . . اور اعلیٰ مذاق
مفقود ہے۔ جو ہندوستان سے باہر جانے
والی مغربی قوم کا خاصہ تھا"

مذکورہ بالا حقائق کا اظہار اور صحیح تنقید شربیان شاکرجی کو ناگوار گزری۔ بجائے اس کے کہ چہرہ کے دھبے دھوئے جاتے، موصوف آئینہ دھونے کے درپئے ہو گئے۔ ع

تماشا ہے آئینہ دھونے بیٹھے ہیں
مرے دوست چہرہ کی کالک نہ دھوئے

کیا اس میں کوئی شبہہ ہے کہ نوادرات اور جواہرات خرید نے کی کسی میں سکت باقی نہیں رہی۔ عام طور پر قوت خرید گھٹ چکی ہے۔ کیا اس میں کسی شبہہ کی گنجائش ہے کہ مغربی اقوام کا مذاق نسبتاً اعلیٰ ہے۔ کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ گوبر سے فرش کو پوتنا اور ہے۔ اور ایرانی قالینوں، یونانی مجسموں، فرنچ تصاویر اور انگلش فرنیچر سے گھروں کو آراستہ کرنا اور چیز ہے!

شربیان شاکرجی نے کہا ہے کہ حضور نظام نے مغربی اقوام کے مذاق کی تعریف کر کے گویا ہندوستانی قوم کی توہین کی ہے۔ شاکرجی کو یہ کون بتائے کہ جو تنقید خلوص نیت سے کی جاتی ہے وہ "توہین" نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا مقصد اصلاح اور تعمیر ہوتا ہے۔ انگریزوں کو برا کہا جاتا ہے کیوں کہ انہوں نے ہندوستانیوں کو سیاسی حیثیت سے ایک مدت کے لئے غلام بنائے رکھا تھا۔ لیکن اس کے قطع نظر کیا کوئی انصاف پسند انگریزوں کے احسانات سے انکار کر سکتا ہے

قطعہ

پر تو پڑا ہے بادہ کشوں پر جناب کا
ذاتِ علیؓ کے وصف و فضائل میں آئے ہیں

سارا کرم ہے دیکھ لے جام شراب کا
بھرپور متن ہو کے رہا ہے کتاب کا

(آمدہ از نذری باغ)

ضمنی اور ذیلی باتوں کے قطع نظر خود آزادی کا سچا تصور انگریزوں کی پیدا کی ہوئی ہے۔ ہندوستان میں جمہوریت کا تصور خود انگریزوں کا دیا ہوا ہے۔ ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والی جماعت کانگریس میں خود انگریز شامل تھے۔ ہندوستان میں جمہوریت کی داغ بیل بھی انگریزوں نے ڈالی۔ جب قوم آزادی کو سنبھالنے کے قابل ہو گئی تو انگریزوں نے خندہ پیشانی آزادی کی مقدس امانت کو ہندوستان کے سپرد کر دیا۔ جہاں ہم کو انگریزوں سے نقصان پہنچا، وہیں ہم کو انگریزوں سے حیات کے ہر شعبہ میں کثیر فائدے بھی پہنچے ہیں۔ جو نقصانات سے کہیں زیادہ ہیں

واقعہ یہ ہے کہ سری یمان شاکر جی اپنی "معتدلئے طبیعت" سے مجبور رہیں۔ اُن کو ہر اچھی بات بُری معلوم ہوتی ہے۔ اس پر جب مرض نفرت کے دورے پڑتے ہیں، تو وہ ممتاز اور ذی حشم ہستیوں پر کیچڑ اچھال کر اپنے اسفل جذبات کو آسودہ کر لیتے ہیں۔ وہ علاوہ ہر معاملہ میں چاہے وہ کسی کا خانگی معاملہ بھی کیوں نہ ہو۔ اپنی ٹانگ اڑا کر بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنا کر بیوہ عورتوں کی طرح بسورتے ہیں۔ آنسو بہاتے ہیں۔ جلتے ہیں اور دہائی مچاتے ہیں۔ نہیں معلوم ہماری حکومت کب تک خاموش تماشائی بنی ہوئی یہ تماشا دیکھتی رہے گی۔ کیا بلا وجہ ذی حشم اور ممتاز ہستیوں کو چھیڑنا اور ہتک کرنا۔ جمہوریت میں جائز سمجھا جاتا ہے۔

(سید صمصام شیرازی)

شہزادی مارگریٹ کی شادی میں دو ہزار سے زائد مہمان شامل ہوں گے!

معلوم ہوا ہے کہ شہزادی مارگریٹ اور مسٹر اینٹونی آرمسٹرونگ جونز کی شادی (جو ۶ مئی کو ہوئی) میں دو ہزار سے زائد مہمانوں نے شرکت کی۔ ان مہمانوں میں حکومت اور جو دوسری کے مہمان، سفارت خانوں کے سربراہ، لندن میں مقیم کامن ویلتھ ہائی کمشنر اور کامن ویلتھ ملکوں کے وزرائے اعظم شامل تھے۔

دلی کا انجینئرنگ کالج برطانوی ماہر کا تقرر

ایک اطلاع مظہر ہے کہ امپیریل کیمیکل انڈسٹریز کے ایجوکیشن افسر مسٹر این۔ ی۔ بینگ ڈیل سنگو کو کولمبو منصوبہ کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت دلی کے کالج آف انجینئرنگ و ٹیکنالوجی میں عملی تربیت کا ڈائرکٹر مقرر کیا گیا ہے۔ موصوف اپنے عہدہ کا چارج لینے کے لئے برطانیہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ کالج جس کا الحاق دلی یونیورسٹی کے ساتھ کیا جائے گا۔ جولائی سنہ ۱۹۶۱ء میں کھلے گا۔ حکومت ہند اسے حکومت برطانیہ اور برطانوی صنعتوں کی مدد سے قائم کر رہی ہے۔

ہندوستان میں برطانوی خاندان کی طبی خدمات

ایک اطلاع کے مطابق ڈاکٹر ہاورڈ سومرویل (جو سرگرم زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر چکے تھے) اب ستر سال کی عمر میں برطانیہ سے ماہ ستمبر میں ہندوستان واپس آرہے ہیں۔ موصوف ویلور کے کرسچین میڈیکل کالج میں صلاح کار سرجن کے طور پر کام کریں گے۔ ان کے دو بیٹے بھی جو کہ ڈاکٹر ہیں۔ ہندوستان میں طبی خدمات سرانجام دیں گے۔ ڈاکٹر ہاورڈ سومرویل وہ شخص ہیں جنہوں نے سنہ ۱۹۲۲ء میں ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کرنے کی پہلی کوشش کی تھی۔ دو سال بعد انہوں نے دوسری کوشش کی تھی۔ اور وہ ایک ایسے مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے جو اس چوٹی سے تقریباً ایک ہزار فٹ [illegible] [illegible]

قطعہ

ہوئے ہیں یہ ستم روزگار ہم پہ بھی || گزر گئے ہیں یہ لیل و نہار ہم پر بھی
[illegible] جملہ [illegible] کے باب مذہب میں || ہوئے ہیں حملے عجب بار بار ہم پر بھی

(آمد از نذر کا باغ)

امریکی جریدہ کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں ہندوستان کی شمولیت

(د)

یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکہ میں روزگار کی کمی نہیں۔ لیکن یہ بات بھی نہیں کہ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر ہی آدمی کو روزگار مہیا ہو۔ ایک ہندوستانی اخبار نویس کے الفاظ میں امریکہ ایسے بہتات کے ملک میں بھی یہ ضروری ہے کہ آدمی اپنے روزگار اور خوشحالی کے لئے خود مواقع پیدا کرے۔ اس کا کہنا ہے کہ ایسے مواقع محض خوش قسمتی یا کسی کی مہربانی سے میسر نہیں آتے۔ ظاہر ہے کہ مسٹر دارس شاوکشا جھابوالا کی یہ رائے اس کے ذاتی تجربے پر مبنی ہے۔ جھابوالا "نیوز ویک" میں سینئر ایڈیٹوریل اسسٹنٹ ہے۔ یاد رہے کہ یہ جریدہ امریکہ کے وسیع الاشاعت جریدوں میں شمار ہوتا ہے۔ اور اس کی اشاعت ۱۲ لاکھ ۴۰ ہزار ہے۔ جھابوالا کا کہنا ہے کہ امریکہ میں کوئی بھی شخص کامیاب ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے محنت، ذاتی انہماک اور خود اعتمادی کی ضرورت ہے۔ ۴۴۴ میڈیسن ایونیو پر واقع نیوز ویک عمارت کی ۵ ویں منزل پر اپنے دفتر میں جھابوالا نے ایک ملاقات میں بتایا کہ اس نے جرنلزم کی تعلیم ختم کرنے کے بعد اس میدان میں داخل ہونے کا فیصلہ

آج سے سات برس پہلے کیا تھا۔ اگرچہ بین الاقوامی تعلقات اور اعلیٰ بین الاقوامی قانونی تعلیم سے وہ پہلے ہی بہرہ ور تھا تاہم اُسے کوئی ایسا صحافتی تجربہ حاصل نہیں تھا جس سے وہ کسی جریدے میں کام کرنے کا اہل ہو سکتا۔ اتحادی سبھا میں پانچ برس تک کام کرنے کے بعد اس نے "نیوز ویک" میں ملازمت کے لئے درخواست دی لیکن ملازمت نہیں مل سکی۔ وہ چھ مہینے تک ہر ہفتے اس ادارہ سے تعلق جوڑنا کرنے والے شعبہ کو ٹیلی فون کرتا رہا اور ڈائرکٹر کو یاد دلاتا رہا کہ وہ اب بھی اس جریدے میں کام کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے۔ جھابوالا نے بتایا کہ آخرکار انہوں نے مجھے ۵۰ ڈالر فی ہفتہ سے بھی کم تنخواہ پر ڈاک کلرک کی جگہ دی اور کہا کہ چونکہ میں تحکم گیری اور استقلال کا ایک نمونہ ہوں لہٰذا انہیں مجھے اپنی صلاحیت اور قابلیت کے جوہر دکھانے کا موقع دینے میں مسرت ہے۔ نیوز ویک کی ڈاک کے شعبے میں چھ مہینے کام کرنے کے بعد جھابوالا کو ترقی دے کر کلپنگ (اخباروں کے تراشے) کے شعبے میں لگا دیا گیا۔ جہاں وہ مختلف اخباروں اور رسالوں کی کترنوں کو ایڈیٹروں کے استعمال کے لئے جمع کرتا رہتا۔ وہاں سے اُسے ریسرچ کے شعبے میں تبدیل کیا گیا جہاں اس نے زیادہ سے زیادہ لکھنا شروع کیا جس سے اس کی مشق بڑھتی گئی۔ آخر سنہ ۱۹۵۶ء میں جب اس میں مضمون نویسی کی پوری صلاحیت پیدا ہوئی تو اُسے جنرل ایڈیٹرز ڈی میں فل پرائٹ پر سینئر ایڈیٹوریل اسسٹنٹ مقرر کیا گیا۔ اب وہ دوسرے تین اخبار نویسوں اور ایڈیٹروں کے ساتھ دفتر کے ایک الگ کمرے میں کام کرتا ہے۔ وہ "نیوز ویک"

کے بین الاقوامی مسائل سے متعلق "پیری سکوپک" لکھنے کے لئے ذمہ دار ہے جس میں بین الاقوامی معاملات پر رائے زنی کی جاتی ہے اور یہ پیش گوئی کی جاتی ہے کہ آئندہ کیا صورت حالت پیدا ہوگی۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ جس کام پر وہ مامور ہے اُس کے لئے زیادہ سے زیادہ وسیع معلوماتی پس منظر اور خبروں و حقائق کی انتھک اور مسلسل تلاش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جمابوالا سنہ ۱۹۴۸ء میں کولمبیا یونیورسٹی (نیویارک) اور شکاگو یونیورسٹی کے لیتی امریکی اسکول میں تعلیم حاصل کرنے آیا تھا۔ ہندوستان سے رخصت ہونے سے پہلے اُس نے سڈنہم کالج بمبئی سے امور خارجہ اور بین الاقوامی قانون کی ڈگری حاصل کی تھی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد وہ نیویارک میں اتحادی سبھا کے صدر دفتر میں رسل و رسائل کے شعبے میں کام کرتا رہا۔ جمابوالا کا بیان ہے کہ "امریکی صحافت کے لئے اس کے دل میں جو عزت پائی جاتی ہے اُسی کی وجہ سے اُسے اپنا پیشہ بدلنے میں ترغیب ملی"۔ آپ کے بیان کے مطابق "امریکی اخبار نویسوں میں ذمہ داری کا بھاری احساس پایا جاتا ہے۔ وہ پبلک کو باخبر رکھنے کی ضرورت شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ امریکی اخبار عالمی واقعات کے متعلق صحیح غیر جانبدارانہ کیفیت شائع کرتے ہیں" "نیوز ویک" میں اپنے ادارتی فرائض سرانجام دینے میں وہ بیدار ضمیر، عمدہ کردار اور صحت و صفائی سے کام لیتا ہے۔ جمابوالا کولمبیا یونیورسٹی زیر تعلیم ہی تھا کہ اُس نے ایک ترکی نژاد لڑکی ساریکا آکوندا سے شادی کرلی۔ وہ اپنے چار بچوں اور بیوی سمیت اپنے دفتر کے قریب ہی مان ہٹن میں رہتا ہے۔ پہلا لڑکا عمر زیادہ ۸ برس کا۔ دوسرا جم اسپ ۶ برس کا ہے۔ ایک لڑکی تھی ۳ برس کی اور دوسری لڑکی کرمان ایک برس کی ہے۔





سرکار حق آگاہ کی صاحبزادی بہبود النساء بیگم صاحبہ کا عقد ہمایوں

۴ مئی کو سرکار حق آگاہ کی صاحبزادی بہبود النساء بیگم صاحبہ کا عقد مبارک صاحبزادہ نواب میر سعید علیخاں صاحب فرزند صاحبزادہ میر نجابت علیخاں مرحوم کیساتھ کنگ کوٹھی مبارک میں انجام پایا ۔ (۱۰) بجے سرکار حق آگاہ کی سواری نذری باغ سے ہمراہ حضرت شہزادی پاشاہ صاحبہ رونق افروز کنگ کوٹھی مبارک ہوئی ۔ میر داماد صاحبزادہ نواب کاظم نواز جنگ بہادر (مکی پاشاہ) نے استقبال شاہانہ کی عزت حاصل کی ذیلی مراسم کی انجام دہی کے بعد محفل عقد منعقد ہوئی ۔ دولھا کی طرف سے جامع العلماء مولوی آقا شیخ ابوالقاسم صاحب قبلہ اور منجانب عروس امام الجمعۃ والجماعت مولوی سید اصغر حسن صاحب قبلہ نجفی نے صیغۂ نکاح جاری کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا ۔ اختتام عقد پر سرکار حق آگاہ نے دولھا کی محفل پوشی کی اور دولھا کے قدمبوس ہو کر نذر گذراننے پر سرکار حق آگاہ نے انہیں دعا سے سرفراز فرمایا ۔ دولھا کے عزیز و اقارب نے سرکار حق آگاہ کیخدمت میں نذر عقیدت پیش کرنیکی عزت حاصل کی ۔ محفل عروسی میں اراکین خاندان سرکار کے علاوہ نواب زین یار جنگ بہادر، مولوی سید تراب علی صاحب وائس پریسیڈنٹ، مولوی محمد عبدالستار صاحب معتمد پیشی خداوندی، اور خان بہادر سی ۔ بی ۔ تاراپور والا معتمد ٹرسٹس اور دیگر عہدیداران پرائیوٹ اسٹیٹ بھی شریک تھے مصور جنگ راجہ دین دیال اینڈ سنس نے مختلف زاویوں سے محفل عقد کی متعدد تصویریں لیں ۔ سرکار محفل کے لئے پر تکلف ایٹ ہوم کا انتظام تھا اسی سلسلہ میں انیس الغرباء، نامپلی اور دار الیتامی دار الشفاء کے بچوں کے لئے مسجد جودی میں دستر خوان چنے گئے تھے ۔ ہم ادارہ "شیراز" کیجانب سے سرکار حق آگاہ کیخدمت فیضدرجت میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ

"مبارک شادی دختر سرکار حق آگاہ"

عرض کرنیکی عزت حاصل کرتے ہیں ۔

سرکار حق آگاہ کے گھرانے کی شادیاں جسقدر سادگی ، سنجیدگی ، خوش اسلوبی اور شریعت کے دائرہ میں انجام پاتی ہیں ہمارے قلم میں انکی تحسین و تعریف کی طاقت نہیں ہے ۔ دنیا کے اس عظیم ترین شخصیت اور متمول ترین ہستی کے شاہی خاندان میں شادی کی یہ رسم جسقدر ظاہر داری، تصنع اور دکھاوے سے پاک و صاف اور ستھرے طریقے سے خاموش اور پر سکون ماحول میں ادا کی گئی وہ یقیناً دنیا بھر کے لوگوں کے لئے قابل تقلید ہے ۔ دولت اور امارت کا حامل ہوتے ہوئے بھی ظاہرداری سے دامن بچاتے ہوئے بحسن خلوص اپنے فرض کو ادا کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے یہ تو سرکار حق آگاہ جیسے فدائے رسول پیرو اہلبیت، خوش عقیدہ صاحب ایمان ہستی ہی کا شیوہ ہے

ہم بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ خاندان آصفی کا یہ چشم و چراغ اپنے خانوادہ ذیحشم کی سرپرستی اور ملک و قوم کی اعانت و امداد و دستگیری کیلئے بصحت و عافیت صدوسی سال قائم و دائم رہے

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد ۔ آمین

سید صمصام شیرازی

کچھ آپ کے شیراز کے تعلق سے............؟

شیراز آپ کا اور صرف آپ کا اخبار ہے اسکے تمام تر توقعات آپ سے وابستہ ہیں معنوی حیثیت سے آپکا شیراز دنیائے ادب میں ایک بہت بڑے مقام کا حامل ہے آپکا شیراز اس پر جسقدر فخر و ناز کرے کم ہے کہ اسے آپکی سرپرستی انکی قلمی معاونت اور مالی امداد حاصل ہے خدا چاہا تو آپکی سرپرستی میں بہت جلد آپ کا شیراز باتصویر شائع ہونے لگے گا ۔



نیک اختر

اختر ایک غریب ماں کا یتیم بچہ تھا جس قدر وہ اپنے غریب ماں کی فرمانبرداری کرتا تھا اسی قدر مدرسے میں اپنے استادوں کے کسی حکم کو نہیں ٹالتا تھا ایمانداری، محنت اور ذہانت کی وجہ سے مدرسے کے تمام استاد اس سے پیار کرتے تھے جماعت میں جب بھی استاد کوئی اچھی بات بتاتے یا نصیحت کرتے تو اختر غور سے سنتا اور پھر اسے کبھی نہیں بھولتا تھا

ایک روز شام کے وقت جب اختر مدرسے سے اپنے گھر واپس ہو رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک لکڑی کے ٹوٹے ہوئے تختے پر پڑی جو سڑک کے بیچوں بیچ پڑا تھا اس پر بہت ساری لوہے کی کیلیں جڑی ہوئی تھیں۔ اختر کو ایک دفعہ اپنی ماں اور استاد کی نصیحت کا خیال آیا۔ انہوں نے کہا تھا ۔۔۔ سڑک پر کبھی دوڑنا نہیں۔ ہمیشہ فٹ پاتھ پر چلا کرو کسی چیز کو خوف سے راستے میں کوئی پتھر، موز کا چھلکا، کانچ کے ٹکڑے یا ایسی ہی نقصان پہنچانے والی چیزیں پھینکی ہوئی دیکھو تو اسے سڑک کے کنارے ہٹا دو یا احتیاط سے اٹھا کر کچرے کے ڈبے میں ڈال دو تاکہ دوسرے لوگ حادثے کے خطرے سے محفوظ رہیں ۔۔۔ اختر اس کیلوں والے لکڑی کے تختے کو اٹھا کر ایک طرف پھینکنے کیلئے آگے بڑھا۔ جب وہ اس تختے کو سڑک سے ہٹا رہا تھا تیزی کے ساتھ واپس لوٹنے لگا اچانک ایک موٹر [illegible] کے جسم پر شدید ضربیں لگیں اور پھر وہ بال بال بچ گیا [illegible] ڈرائیور نے موٹر روک دی، موٹر کے اندر بیٹھے ہوئے صاحب باہر نکلے انہوں نے پورے اخلاق اور ہمدردی کا مظاہرہ کیا

اور اختر کو خود اپنی موٹر میں بٹھا کر دواخانے میں رجوع کر دیا جتنے دن تک اختر دواخانہ میں زیر علاج رہا موٹر والے صاحب (جو محکمہ تعلیمات کے اعلیٰ افسر تھے) دواخانہ آکر برابر اختر کی مزاج پرسی کرتے رہتے اسی دوران انہوں نے باتوں ہی باتوں میں اختر سے اس کی پوری کہانی سن لی۔ ان کو معلوم ہوا کہ اختر اپنی بیوہ ماں کا ایک غریب اور نادار بچہ ہونے کے ساتھ ساتھ کس قدر نیک، ذہین اور محنتی ہے انہوں نے سوچا اگر اختر کیلوں والی لکڑی کے اس تختے کو سڑک سے نہ اٹھاتا تو ممکن ہے خود ان ہی کی موٹر کے ٹائر پھٹ جاتے اختر نے دوسروں کی بھلائی کیلئے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا جب اختر صحت یاب ہو گیا تو انہوں نے خود اپنی موٹر میں اختر کو گھر پہنچایا ۔۔۔ اور پھر دوسرے دن جب اختر اسکول پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ محکمہ تعلیمات کے ایک اعلیٰ افسر کے حکم سے نہ صرف اس کی فیس معاف کر دی گئی بلکہ اسے اعزازی وظیفہ بھی منظور کیا گیا

زریں اقوال

یہاں سب قابل استحماس کیفر ورت ہے نہ کہ نا اہلوں کی جو کہ گنتی شمار میں نہیں آسکتے (بسر کار حق آگاہ)

شیراز لیگ

بچو! گذشتہ ہفتہ ہم نے تمہیں امتحان میں کامیابی پر مبارکباد دی تھی ہمارے لیگ کے کامیاب بچوں میں ہمیں یہ نام وصول ہوئے ہیں جسے ہم فخر کیساتھ شائع کر رہے ہیں

(۱) علی بابا آقای حسین ضابط	(۲) سید علمدار علی
(۳) سید عقیل علی	(۴) محمد صادق خاں
(۵) محسن نظام الدین	(۶) ھذرا نظام الدین
(۷) محمد رضی الدین	(۸) محمد لطیف خاں
(۹) شاہدہ پروین	(۱۰) محمد جاوید خاں
(۱۱) بشیر فاطمہ	(۱۲) توقیر فاطمہ
(۱۳) سید علی اکبر	(۱۴) دلبر فاطمہ پروین
(۱۵) انجمن فاطمہ	(۱۶) امیر فاطمہ
(۱۷) سید محمد علی قمر	(۱۸) بلقیس النساء بیگم
(۱۹) سید عباس حسین موسوی	(۲۰) شاکرہ عشرت
(۲۱) لطیف علے	(۲۲) بسم اللہ بیگم
(۲۳) میر ہاشم علی رضوی	(۲۴) محمد رحیم خان
(۲۵) صغیرہ بیگم	(۲۶) سید حمید متقی
(۲۷) منی	

شاکرہ عشرت کی مٹھائی ہم نے مزے لے لے کر کھائی ہماری لیگ کے دوسرے بچے بھی اپنے نام بھیجیں تو ہم ان کے بھی نام اسیطرح شائع کریں گے نام لیا تھ مٹھائی نہ آئے تو کوئی بات نہیں ـــ

بزم سعدی کا یوم خسرو

حیدرآباد ـ ۲۰ ر اپریل ـ بزم سعدی کے زیر اہتمام علیگڑھ کالج معظم جاہی مارکٹ میں یوم خسرو شاندار پیمانہ پر منایا گیا اجلاس کی صدارت مولوی سید نظام الدین صاحب نے فرمائی محترمہ زینت ساجدہ نے امیر خسرو کی شاعری پر ایک طویل اردو مقالہ پڑھا ـ مقالہ کے بعد طرحی مشاعرہ کا آغاز ہوا ڈاکٹر طاہر علیخاں مسلم، علامہ حیرت بدایونی، قدر عریضی، خسرو قادری آقای ہمقام شیرازی مدیر شیراز، طاہرہ سعید، قمر ساحری، شفیق سنجر شاعر شبیر صفدی، برق موسوی، شمس الدین تاباں، حیدر شمسی اور نواب یٰسین علیخاں نے طرحی غزلیں پڑھیں ـ ڈاکٹر رحیم الدین کمال نے اپنا غیر طرحی فارسی کلام سنایا ـ ڈاکٹر مسلم، بانو طاہرہ سعید برق موسوی اور شفیق سنجر کا کلام بیحد پسند کیا گیا ـ خصوصاً بانو طاہرہ سعید کی سلیس، شگفتہ اور با محاورہ فارسی کو بیحد سراہا گیا فارسی زبان کا صحیح ذوق رکھنے والوں کا بیان تھا کہ بانو طاہرہ سعید کے فارسی کلام میں وہی شگفتگی ہے جو ایران کی قرۃ العین طاہرہ کے کلام میں پائی جاتی ہے، ختم مشاعرہ پر قمر بداور ساتھیوں نے امیر خسرو کی فارسی غزلیں سازوں کے ساتھ پیش کیں طرحی مشاعرہ کے بعد حیدرآباد کے مشہور شاعر شاہد صدیقی اور دہلی کے مہمان شاعر زبیر رضوی نے اپنا اردو کلام سنایا، حاضرین میں نواب طاہر علیخاں پروفیسر حسینی شاہد اور مولوی عظیم الدین صاحب مصنف حشمۂ عظیم قابل ذکر ہیں ـ قمر ساحری معتمد بزم سعدی کے شکریہ کے بعد رات کے کوئی ۱۲ بجے یہ یادگار محفل کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچی ـ

جان کیری گن

سنہ ۱۹۶۰ء امریکہ کی سیر کا سال!

واشنگٹن میں موسم بہار اپنے جوبن پر ہے۔ شاہ دانے کے پھول اور سیاحوں کی آمد اس کی یقینی علامتیں ہیں۔ سیاحوں کی آمد کو عام طور پر ایک قدرتی عمل تصور کیا جاتا ہے اور وہ بسوں میں راجدھانی اور مضافات کے تاریخی مقامات دیکھنے جاتے ہیں۔ جس سے وہاں چہل پہل اور آمد و رفت بڑھ جاتی ہے لیکن اس سال کا موسم بہار کسی نئی بات کی غمازی کرتا ہے۔ ملک کی ہر ریاست کے عام سیاحوں کے علاوہ اہالیان واشنگٹن ہر جگہ کے امریکنوں کی مانند غیر ممالک سے غیر معمولی تعداد میں آنے والے مہمانوں کے خیر مقدم کے لئے تیار رہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ اس سال تقریباً دس لاکھ غیر ملکی سیاح امریکہ آئیں گے۔ اس خوش امیدی کا باعث صدر آئزن ہوور کا وہ اعلان ہے جس میں انہوں نے سنہ ۱۹۶۰ء کو امریکہ کی سیر کے سال کا نام دیا ہے۔ انہوں نے اس امر پر زور دیتے ہوئے کہ سفر و سیاحت سے بین الاقوامی امن و مفاہمت کو فروغ ملتا ہے تمام ملکوں کے لوگوں کو دعوت دی ہے کہ وہ امریکہ کو دیکھنے کی "مہم اور خوشی" میں شریک ہوں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے تمام امریکنوں سے کہا ہے کہ وہ غیر ملکی سیاحوں کا دوستانہ استقبال کریں۔ یہ اعلان ایک عام تبدیلی کا مظہر ہے جیسا کہ ہر کوئی جانتا ہے امریکن سیاحت کے پرانے شوقین ہیں۔ اور دنیا میں مشکل کوئی ایسی جگہ ہوگی جس کی انہوں نے سیاحت نہ کی ہو۔ لیکن بدقسمتی سے امریکہ آنے والے غیر ملکی سیاحوں کی تعداد بہت کم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سال میں تقریباً ۵ لاکھ سیاح امریکہ آتے ہیں۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ لوگ امریکہ کی سیاحت کی خواہش نہیں رکھتے بلکہ اکثر حالتوں میں اس کی وجہ ڈالروں کی کمی ہے۔ اگرچہ بہت سے ملکوں نے اب اپنے کرنسی قواعد پر نظر ثانی کی ہے تاہم بعض ملکوں کی طرف سے اس نوعیت کی سفری پابندیاں ابھی تک جاری ہیں۔ غیر ملکی سیاحوں کی کمی کی وجہ سے امریکی افسروں کو کس قدر تشویش ہے اس کا پتہ ان دو بلوں سے چلتا ہے۔ جو سینیٹ میں الگ الگ طور پر پیش کئے گئے ہیں۔ سینیٹر وارن میگنوسن (واشنگٹن سے ڈیموکریٹ) اور سینیٹر جیکب جیو اٹس (نیویارک کے ری پبلکن) نے تجویز کیا ہے کہ حکومت امریکہ ایک سفر و سیاحت کا دفتر جاری کرے۔ جس کا کام غیر ملکی اخبارات میں اشتہارات دینا، سفر و سیاحت کے متعلق لٹریچر چھاپنا اور تقسیم کرنا اور غیر ملکوں میں سفر و سیاحت کے دفاتر کھولنا ہو۔ یعنی امریکہ کی طرف سے وہ تمام اقدامات کئے جائیں جو اس سلسلے میں بہت سے دوسرے ملکوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ سر دست حکومت امریکہ وزارت تجارت میں اپنے سفری شعبے کے ذریعے امریکہ کی سیر و سیاحت کو فروغ دینے کے لئے سال میں تقریباً ۵۰ ہزار ڈالر خرچ کر رہی ہے جبکہ کچھ دوسرے بڑے بڑے ممالک تقریباً ۳۰ لاکھ ڈالر خرچ کر رہے ہیں۔ سینیٹر میگنوسن نے حال میں بعض مشکلات کا ذکر کیا تھا جو غیر ممالک سے آنے والے سیاحوں کو پیش آتی تھیں ان میں ایک بڑی مشکل ویزا درخواستوں کو نپٹانے میں دفتری کارروائی تھی جسے بہت سے لوگ غیر ضروری خیال کرتے تھے لیکن آج شاید ہی کسی شخص کو ویزا کے لئے چند روز سے زیادہ عرصہ کی انتظار کرنی پڑتی ہو۔ اس کے علاوہ بہت سے ملکوں کے شہریوں کو تو ویزا کی فیس بھی نہیں دینی پڑتی۔ کئی دوسری باتوں میں بھی سدھار کیا گیا ہے۔ "امیگریشن سروس" میں ایسے عملے کو شامل کیا گیا ہے جو بہت سے ملکوں کی زبانیں جانتے ہیں۔ ان لوگوں کو ملک کے بین الاقوامی ہوائی اڈوں اور نیویارک کی بندرگاہ پر تعینات کیا گیا ہے۔

(باقی آئندہ)

قطعہ

پیری کے ساتھ جوانی غائب || حوضِ کوثر سے یہ پانی غائب
عشق و الفت میں جنون کہتا ہے || کہتے کہتے بھی کہانی غائب

(آمدہ از نذر کا باغ)

امام جعفر صادقؑ اور ایک زندیق کا مکالمہ

زندیق :- ایسے خدا کی عبادت کیسے کیجا سکتی ہے جسے دیکھا ہی نہیں ــــ ؟

امام :- ایمان والے نور ایمان سے دیکھتے ہیں صاحبان عقل اپنی عقل سے پہچانتے ہیں، اہل بصیرت آثار قدرت سے، انبیا و مرسلین کتب سماوی سے بھی اسکی معرفت حاصل ہوتی ہے

زندیق :- جب آپکا خدا قادر ہے تو اپنے کو دکھائی کیوں نہیں دیتا تا کہ لوگ یقین کیا خدا اسکی عبادت کریں

امام :- امر محال کا کوئی جواب نہیں ہوتا جو ذات نہ جسم رکھے نہ رنگ نہ کسی جگہ میں پائی جائے اسکا دکھائی دینے سے تعلق ہی نہیں ۔

زندیق :- انبیاء و مرسلین کی وجود گی کیسے ثابت ہوئی ؟

امام :- جب ذات باری تعالےٰ قابل رویت نہیں تو ضروری ہوا کہ اسکے کچھ ایسے قاصد اور سفیر ہوں جو بندوں کو وہ باتیں بتلائیں جو انکے لئے مفید ہوں اور انکی بقا کے لئے ضروری اور ایسی باتیں بھی بتلائیں جو انکی ہلاکت کا سبب ہوں تا کہ ان سے بچیں، پس جو لوگ خدا کیطرف سے ایسی باتیں لوگوں کو بتاتے ہیں علم و حکمت کا درس دیتے ہیں وہی انبیاء و مرسلین ہیں

زندیق :- یہ کیسے سمجھا جائے کہ یہ خدا کے فرستادہ ہیں ؟

امام :- وہ خدا کیطرف سے دلائل و براہین لیکر آتے ہیں معجزات لیکر آتے ہیں انکا قول و فعل ایک ہوتا ہے ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہوتا !

زندیق :- کیا ہر زمانہ میں ان کا وجود لازمی ہے !؟

امام :- بیشک ! زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی اور یہ خدا کی حجتیں صرف انبیاء کی نسل ہی سے ہوتے ہیں۔ اولاد آدمؑ میں ایک طیب و طاہر نسل کا سلسلہ شروع سے چلا آیا ہے وہی خدا کے منتخب بندے اور انسانیت کے جوہر ہوتے ہیں۔

زندیق :- کیا ایسے شخص کی پیروی لازم ہے ؟

امام :- ضرور ! کیونکہ وہ ایسی چیزیں بتائیگا جس سے لوگوں کو نفع ہو اگر وہ مرضی الٰہی کیخلاف کوئی کام کرینگے تو وہ ان کو آگاہ کریگا۔ کمی اور زیادتی کو بتلائیگا

زندیق :- اچھا یہ بتائیے کہ خدا نے یہ سب چیزیں کس شئے سے پیدا کی ہیں۔؟

امام :- کسی شئے سے نہیں !

زندیق :- جو شئے موجود ہو تو لاشئے سے اشیاء کیونکر پیدا ہو سکتی ہیں؟

امام :- وہ امر سے خالی نہیں یا تو کسی شئے سے بنائی گئی ہیں یا عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ پہلی صورت میں وہ شئے خدا کیساتھ قدیم قرار پائیگی اور قدیم وہ ہے جسمیں نہ فنا ہو نہ تغیر اور یہ کہ قدیم شئے ایک ہی جوہر اور ایک ہی رنگ ہو تو پھر دنیا میں جو مختلف رنگ پائے جاتے ہیں وہ کہاں سے آئے اور یہ بہت سے اقسام کیوں ہیں اگر وہ شئے قدیم جس سے سب چیزیں نکلی ہیں صاحب حیات تھی تو پھر یہ موت کہاں سے آئی۔ اگر وہ شئے بغیر زندگی کے تھی تو پھر ان اشیاء میں زندگی کہاں سے آئی اور یہ جائز نہیں کہ ہمیشہ دو قدیم ہوں ایک جاندار اور ایک بے جان

قطعہ

یہ زہرہ کار کائیں نے بھی خانہ میں دیکھا ۔۔۔ گلوں کا رنگ عجیب نو بہار میں دیکھا

یہ کہتا جاتا ہے میدانِ کارزار سنو ۔۔۔ عجیب رنگ کسی کے فرار میں دیکھا

(آمدہ اونٹری باغ)

کیونکہ جانداروں سے بیجان نہیں نکل سکتی وہ تو ہمیشہ بیجان رہیگا اور یہ بھی جانتے نہیں کہ بیجان قدیم ہو کیونکہ بیجان میں نہ قدرت ہے نہ اسکو بقا ہے

زندیق :- پھر لوگ کیوں کہتے ہیں کہ اشیاء ازلی ہیں ؟

امام :- ایسا کہنے والے وہ لوگ ہیں جو حقیقی طور پر انبیاء کا انکار کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں نے انبیاء و مرسلین کی تکذیب کی اور انکی کتابوں کو اساطیر الاولین کہا انہوں نے رائے و قیاس سے کام لے کر اپنا اپنا دین بنا لیا حالانکہ تمام چیزیں خود اپنے حادث ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ فلک گردش میں ہے ان میں تمام چیزوں کیا کچھ جو اسمیں ہے زمین حادث ہے ان سب چیزوں کے ساتھ جو اسمیں ہیں، زمانوں کے انقلابات، وقت کے اختلافات اور حوادث جو اس دنیا میں ہوتے رہتے ہیں اور عالم میں زیادتی کمی، موت اور کمی کا باعث ہوتے رہتے ہیں عقل انسانی کو مجبوراً یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس تمام عالم کا ایک صانع و مدبر ہے جو ایسا نہیں

زندیق :- اس عالم کا پیدا کرنے والا ان تمام احوالات و تغیرات سے واقف تھا جن میں عالم کو گذرنا تھا قبل اسکے کہ عالم کو بنائے

امام :- وہ ہمیشہ سے علم رکھتا تھا اس لئے وہ عالم پیدا کیا جسکا اسکو پہلے سے علم تھا

زندیق :- کیا خداوند عالم مختلف ہے یا موتلف ؟

امام :- مختلف یا موتلف دونوں باتیں اسکے لائق نہیں۔ مختلف وہ ہوتا ہے جسکے اجزاء مختلف ہوں اور موتلف وہ ہے جسکے حصے پہلے سے علیحدہ ہوں اور آپس میں ملے ہوئے ہوں

زندیق :- پھر واحد کس طرح ہے ؟

امام :- وہ اپنی ذات میں واحد ہے دیگر اشیاء کی طرح اکیلا نہیں کہ سوا جسکے واحد ہیں انکے اجزاء ہیں اور ... اجزاء نہیں اور وہ تمام دنیا سے الگ ہے۔

زندیق :- اسنے مخلوق کو کیوں پیدا کیا جبکہ اسکو احتیاج نہ تھی نہ اسکے پیدا کرنے کے لئے مجبور تھا اور نہ ہی یہ اسکے لائق ہے کہ عبث ہمیں عبث پیدا کیا

امام :- اسنے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ اسکی حکمت ظاہر ہو اور اسکا علم جاری ہو اور اسکی تدبیر چلے .

زندیق :- اس نے فقط اس دنیا ہی کے پیدا ہونے پر کیوں نہ اکتفا کیا اسی کو دار ثواب اور عذاب بنا دیتا یعنی اس دنیا ہی میں جزا سزا ملا کرتی ۔

امام :- یہ دنیا تو دار آزمائش ہے جسکے ذریعہ سے ثواب ملتا ہے رحمت حاصل ہوتی ہے اسمیں آفات ہیں مصیبتیں ہیں اور خواہشات ہیں تاکہ بندے جسکو چاہیں اختیار کریں دار عمل کبھی دار جزا نہیں ہو سکتا

زندیق :- اسکو اپنا دشمن پیدا کرنیکی کیا ضرورت تھی ابلیس کو پیدا کر کے اس اپنے دشمن کو اپنے بندوں پر مسلط کیوں کر دیا جو انکو نافرمانی کیطرف بلاتا ہے اور جیسا آپکا خیال ہے اسکو طاقت بھی دیدی جسکی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں تک پہونچ جاتا ہے اور اسمیں وسوسہ پیدا کرتا ہے

امام :- اس دشمن کی عداوت اسکو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی اور نہ اسکی محبت خدا کو کچھ نفع دیتی ابلیس کی عداوت خدا کے ملک سے کچھ کم نہیں کر دیتی اور نہ اسکی محبت کچھ زیادتی کر دیتی دشمن پر ڈر اسوقت کیا جاتا ہے جب کسی قوت نقصان پہنچا سکے ابلیس تو اسکا ایک بندہ ہے جسکو اس نے پیدا کیا تھا تاکہ اسکی عبادت کرے اور اسکی توحید کا قائل ہو جب اسکو پیدا کیا خدا جانتا تھا کہ اسکی اصلیت کیا ہے اور آخر نتیجہ کیا ہوگا خدا نے سجدہ آدم کے ذریعہ سے اسکا امتحان لیا اسنے از راہ حسد و شقاوت انکار کیا، خدا نے اسپر لعنت کی اور صفوف ملائکہ سے نکال باہر کیا اسلئے وہ آدم اور اولاد آدم کا دشمن ہو گیا

(باقی آئندہ)

قطعہ

زاہد کو دیکھ لے تو آغوشِ حور میں ہے | موسیٰ کا غش بھی ہونا یہ کوہِ طور میں ہے

بابِ غفلت آئی سن لے ندائے غیبی | وابستہ ہر فدائی دیکھو حضور میں ہے

(آمدہ از مکالباغ)



روحانی کشف ریڈیو

ناشر ـــــ مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے اسکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص کا قیاس نفرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایک ہزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی ابھی آپ شکیلہ بانو بھوپالی کی زبان سے غزل سن رہے تھے جس کا مطلع تھا ــ

بیٹھا انکے آنگن میں، اپنی چھت پہ ڈالا ہے

وصل کا مقدر نے، راستہ نکالا ہے

اب مشہور ماہر تعلیم حضرت شملہ بمقدار علم "ہمارے معیار تعلیم اور امتحانات" پر ایک فوراًک کسیچر پلائینگے۔ معاف فرمایئے! باصطلاح غرض ایک عدد توسیعی لکچر پلائینگے۔

حضرت شملہ بمقدار علم :ـــ

لیڈیز اینڈ جنٹلمین! بزرگو اور عزیز شاگردو!

آپ نے میرزا صاحب کا وہ مصرعہ تو سنا ہی ہوگا جسمیں کہا گیا ہے

بیماری ہر شہر بمقدار حکیم است

یعنی جس شہر میں حکیم، ڈاکٹر اور وید زیادہ ہوتے ہیں، وہاں بیماروں کی تعداد بھی اسی تناسب سے ہوا کرتی ہے۔ جس شہر میں پولیس کے ناکوں، چوکیوں، سب انسپکٹروں اور انسپکٹروں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی وہاں اسی مناسبت سے چور اور جیب کترے بھی پائے جائینگے۔ اسی طرح جس ملک میں مدرسوں اور کالجوں، مدرسین اور لکچراروں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی وہاں اسی تناسب سے "دو الف کا نام بھالا" یعنی تعلیم یافتہ جہلا پائے جائیں گے آپ دور کیوں جاتے ہیں اپنے ہی ملک اور اپنے ہی شہر کو لیجیئے ڈالئے چشم بد دور۔ اور اللہم زد فزد۔ یہاں لاکھوں ہی تحتانی اور فوقانی مدارس ہیں، ہزارہا کالج ہیں سرکاری ادارے الگ اور خانگی و امدادی مدارس و کالج جدا! لیکن آج ان مدارس اور کالجوں میں تعلیم پائے ہوئے گریجویٹس میں اتنی بھی لیاقت نہیں جو گذشتہ دور کے مڈل کامیاب طلباء میں پائی جاتی تھی آج کے بالغان علم کے تبحر علمی اور عام معلومات کا یہ عالم ہے کہ اگر ان سے سوال کیا جائے کہ لینن کون تھا؟ تو جواب ملیگا۔ لینن ایک مشہور پارچہ باف تھا جو جاپان میں پیدا ہوا تھا چنانچہ مشہور لینن کلاتھ اسی کی ایجاد ہے۔ ان گریجویٹوں سے اگر پوچھا جائے کہ چیانگ کائی شک کون ہے تو جواب ملیگا۔ چیانگ کائی شک ایک جزیرے کا نام ہے جہاں کا وزیر اعظم مسٹر نارموسا ہیں۔ ان فارغ التحصیل بالغان علم میں جو ڈبل گریجویٹ یعنی ایل ایل۔ بی وغیرہ ہوا کرتے ہیں وہ ڈبل لال بجھکڑ ہوتے ہیں یعنی A سے ڈبل لال اور B سے بجھکڑ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تعلیم یافتہ جہلا بی۔ اے اور ایل۔ ایل۔ بی کی سندیں کسطرح حاصل کر لیتے ہیں؟ اسکا جواب واضح ہے۔ وہ یہ کہ کاپی کرکے، پرچہ آوٹ کرکے اور رشوت دیکر، وغیرہ

ہمارے مدارس، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے منعقدہ امتحانات کا سروے کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس روشن دور میں کاپی کرنے کا فن اپنے معراج کمال پر پہونچ چکا ہے۔ قدیم زمانے میں تو صرف پاس بیٹھے ہوئے کسی ذہین طالبعلم کے لکھے ہوئے جوابات کی نقل اتاری جاتی تھی یا اہم سوالوں کے جوابات کے اقتباسات وغیرہ کسی کاغذ پر لکھکر، کاغذ ٹوپی یا آستین میں چھپا کر امتحان ہال میں لایا جاتا اور نقل کیجاتی تھی۔ لیکن آجکل کاپی کرنے کے تمام طریقے بالکل سائنٹفک ہو چکے ہیں۔ آج کل طلباء اپنی ہتھیلیوں پر، پنڈلیوں پر، رانوں پر اور پیٹ پر جوابات لکھ کر لایا کرتے ہیں۔ باضابطہ سگنلنگ کے ذریعے جوابات لکھوائے جاتے ہیں۔ ایک پوشیدہ مقام پر بیٹھا ہوا کوئی فرد مخصوص سوالات کے جوابات نشر کرتا ہے جسکو ہیڈفون کے ذریعہ امتحان ہال میں ریسیو کیا جاتا ہے

نقل اتارنے کے فن کے بعد پرچہ آوٹ کرنیکا فن ہے اسمیں بھی ہمارے تشنگان علم نے ید طولیٰ حاصل کر لیا ہے۔ امتحانات کے پرچے آپ چاہیں آکاش کے پریس میں چھپوائیں یا پاتال میں، سمندر کی تہ میں طباعت کا انتظام کریں یا ہمالیہ کی چوٹی پر پرچے چھپوانے کا اہتمام کریں پرچے بہر حال آوٹ ہوجائینگے۔ اڑا لئے جائینگے۔ اسکو پرچے نہیں تو پیوز لک چارٹ غائب ہوجائیگا۔ کیونکہ چارٹ رہجائے تو پرچہ کا پتہ نہ چلیگا۔ آپ لاکھ بندوبست کریں پولیس کا پہرہ قائم

کریں۔ فوج کو متعین کریں، پھر آنکھوں کا سرمہ اڑا لیا جائیگا یہ اڑایا ہوا پرچہ بڑی قیمت میں فروخت ہوتا ہے۔ پرچہ اڑانے والا ایک ہی رات میں ہزاری مل سے کروڑی مل بن جاتا ہے خوبی یہ ہے کہ آؤٹ کئے ہوئے پرچہ کی فروخت پر نہ تو کوئی اکسائز ڈیوٹی ہے نہ چنگی نہ سیل ٹیکس نہ انکم ٹیکس۔

پرچہ آؤٹ کرنے کے فن کے بعد رشوت کا نمبر ہے جو بدقسمت طالب علم نہ تو کاپی کر سکے اور نہ آؤٹ کئے ہوئے پرچے سے استفادہ کر سکے وہ رشوت دیکر کامیاب ہونیکی فکر کرتا ہے۔ وہ یہ معلوم کر لیتا ہے کہ کن کن مضامین کے پرچے جانچ کے لئے کن کن ممتحنین کے پاس روانہ کئے گئے ہیں پھر وہ ممتحن صاحب کے خانہ دولت پر پہنچ کر "زر دیدہ فولاد نرم شود" کے اصول پر سونے سے لوہا پگھلانے کے کیمیاوی طریقہ عمل کو آزماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ممتحل صاحب یا رجسٹرار صاحب تھے جو فی نمبر دس روپے کے حساب سے نمبرات کا اضافہ کر کے طلبا، کو کامیاب کیا کرتے تھے اس طرح ملک کی جہالت کو دور کر کے ملک کا تعلیمی اوسط بڑھایا کرتے تھے اعداد و شمار جمع کرنیوالوں کا بیان ہے کہ ان ممتحل صاحب نے اس طریقہ عمل سے طلبا، کی ایک پوری نسل کو بی۔ اے اور ایم۔ اے کی ڈگریاں دلائی ہیں اسطرح ہم خرما و ہم ثواب عند اللہ و عند القوم ماجور ہوئے ہیں

نقل اتارنے، پرچہ آؤٹ کرنے اور رشوت دینے کے علاوہ امتحان میں کامیابی حاصل کرنیکا ایک اور طریقہ ہے اور وہ ہے "حج بدل" عموماً میٹرک کا امتحان بیرونی مراکز سے کامیاب کرنے کیلئے "حج بدل" کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً زید صاحب کو میٹرک کا امتحان کامیاب کرنا ہے۔ زید صاحب صرف جامعہ ملیہ کی اردو کی چوتھی تک پڑھے ہوئے ہیں اب وہ بکر صاحب کے خدمات حاصل کرتے ہیں۔ بکر صاحب بی اے کامیاب ہیں وہ اپنا نام زید ظاہر کرتے ہیں ہال ٹکٹ حاصل کر کے زید کے نام سے امتحان دیتے ہیں اور بہرحال تھرڈ کلاس ہی سہی میٹرک کا امتحان کامیاب کر لیتے ہیں اس طرح حج بکر صاحب لیتے ہیں، لیکن ثواب ملتا ہے زید صاحب کو یعنی امتحان بکر صاحب دیتے ہیں اور سند ملتی ہے زید صاحب کو

اب آپ ہی بتائیے! جب امتحانات کامیاب کرنے کے یہ طریقے ہوں تو پھر ہمارا معیار تعلیم کسطرح بڑھ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج ملک میں سند یافتہ جاہلوں اور ڈگری ہولڈر ناخواندوں کی کثرت ہے پہلے زمانہ میں علم حاصل کرنے کے لئے امتحانات دیئے جاتے تھے اور آج محض ملازمت حاصل کرنے کے لئے ہر ناجائز، غیر قانونی غیر اخلاقی اور غیر مذہبی طریقہ سے سند حاصل کی جاتی ہے

ایکزا رنوری پیٹر برسیم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ تھوڑا ہر تعلیم سے تقریر سن رہے تھے اب ہماری نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہمیں آیندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے (مفتہ بکر)



زیورات و نوادرات سالار جنگ نیلام پر

گزشتہ کئی دن سے نواب سالار جنگ مرحوم کے بعض جواہرات اور نوادرات مقامی ہراجیول کے ذریعہ نیلام کئے جا رہے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ منظوریٔ مجاز کے بعد ہی ان بیش بہا قیمت اور نادر و نایاب اشیاء کو ہراج کرنے کا اقدام کیا گیا ہوگا۔ لیکن اس سلسلہ میں بعض حلقوں میں چہ میگوئیاں اور عدم اطمینان کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس خصوص میں بعض گوشوں سے کی جانے والی تنقیدوں میں وزن اور خلوص بھی پایا جاتا ہے۔ اس کے قطع نظر یوں بھی زبان خلق کو نقارۂ خدا کہا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا تنقیدوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ باور کرنے کے وجوہات پائے جاتے ہیں کہ بعض نادر اشیاء کو بدل دیا گیا ہے۔ اصل اشیاء کی بجائے اُن کے نقلی نمونے رکھ دیئے گئے ہیں۔

بعض تنقیدوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف مقامی اخبارات میں ناکافی تشہیر کرکے ان زیورات و نوادرات کا نیلام کرنے کی وجہ سے ان بیش قیمت اور نایاب اشیاء کی حقیقی اور قرار واقعی قیمت نہ مل سکی۔ جہاں تک اصل اشیاء کے بدلے نقلی اشیاء رکھ دینے کا تعلق ہے۔ اس بارے میں ہم اظہار رائے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ نادر اشیاء کو پرکھنے والے ماہرین ہی اس بارے میں لب کشائی کر سکتے ہیں۔ لیکن جہاں تک ناکافی تشہیر اور نکاسی کے غلط طریقہ اور غلط بازار کا تعلق ہے، ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان نوادرات کی فروخت کے لئے امریکہ، لندن، اور فرانس کے اخبارات میں تشہیر کی جانا ضروری تھا۔ کیونکہ ان نادر روزگار زیورات کی نکاسی کا حقیقی بازار امریکہ۔ لندن یا فرانس ہی ہو سکتا تھا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہمارے ملک کے قدر دان زیورات کی قوت خرید گھٹی ہوئی ہے۔ سارے ہندوستان میں لے دیکر ایک اعلیٰحضرت حضور نظام (خدا ان کو دیرگاہ سلامت باکرامت رکھے) پر نظر انتخاب پڑ سکتی ہے۔ لیکن جب نذری باغ میں ہراج شدہ جواہرات سے کہیں زیادہ بیش قیمت اور نادر جواہرات موجود ہیں تو پھر سستا گھٹیا اشیاء کو خریدنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چونکہ نواب سالار جنگ مرحوم کے بیشتر جواہرات لندن اور فرانس کی منڈیوں سے حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان اشیاء کی واجبی قیمت وہیں کے بازاروں میں ملنا ایک بدیہی بات ہے۔ اس کے قطع نظر صرف ایسے ہی اشیاء کو ہراج کیا جاتا ہے جو ناکارہ ہوں۔ شکستہ ہوں، کثرت استعمال سے خراب ہو چکے ہوں۔ یا صاحب اسباب کو اپنا قرض چکانے یا کسی ناگزیر ضرورت کو پورا کرنے کے لئے رقم درکار ہو۔ یہاں بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہراج کی وجہ جواز ایک بھی نہیں ہے۔ نہ تو اشیاء خراب و ناکارہ ہیں جنکو کباڑی مال کی طرح نیلام کرکے اونے پونے دام حاصل کرلئے جائیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ان نادر اشیاء کو خوش خریدی کے ذریعہ فروخت کیا جاتا۔ چنانچہ اعلیٰحضرت بندگان عالی نے عالیہ اپنے ایک ارشاد عالیہ میں فرمایا ہے:-

"ایک کمیٹی کے ذریعہ جو لین دین کے طریقہ سے واقف ہو۔ اسکو انگلینڈ بھجوایا جائے اور وہاں واجبی دام میں یہ فروخت ہو جائے"۔ مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں

قطعہ

افسانۂ فراق کہ این بارِ دوش ہست
عید غدیر گفت بہ بانگِ وصل شنو

زاہد کہ در بہار نگر مئے فروش ہست
نوروز آمدہ کہ عجب نا و نوش ہست

(آمدہ از نذری باغ)

ہر معاملہ فہم اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ اب تک جو زیورات ہراج ہو چکے، وہ تو واپس آنے سے رہے۔ لیکن اب جو جواہرات ہراج ہونے سے رہ گئے ہیں یا آیندہ بھی جو زیورات فروخت کئے جانے والے ہیں اُن کے لئے بیرون ملک کے مشہور اخبارات میں وسیع تشہیر کی جاکر خوش خریدی کے ذریعہ مناسب داموں میں فروخت کیا جانا ضروری ہے ہمیں توقع ہے کہ ارباب اقتدار ہمارے اس پر خلوص مشورہ پر ضرور غور فرمائیں گے۔ (ادارہ)

شہزادی مارگریٹ کی شادی!

ویسٹ منسٹر گرجا میں انتظامات

۶ مئی کو جب شہزادی مارگریٹ اور مسٹر آرمسٹرونگ جونز کی شادی ہوگی، بکنگھم محل سے ویسٹ منسٹر گرجا تک کا تمام راستہ گلاب اور دیگر پھولوں سے آراستہ کیا جائے گا۔ ویسٹ منسٹر گرجا کے ڈین اور پادری ساڑھے گیارہ بجے صبح دلھن کا گرجے کے دروازہ پر خیر مقدم کریں گے۔ اس کے بعد دلھن کی سہیلیاں اُس کے ساتھ آملیں گی۔ ڈیوک آف ایڈنبرا شہزادی مارگریٹ کے ہمراہ ہوں گے عبادت کے کمرے کے پاس دولھا بھی شادی کے اس جلوس میں شامل ہوجائے گا۔ شادی کی رسم کنٹربری کے لاٹ پادری ڈاکٹر جیوفے فشر ادا کریں گے۔ اس رسم کے بعد دولھا اور دلھن سینٹ ایڈورڈ کی عبادت گاہ میں جاکر رجسٹروں پر دستخط کریں گے۔ اس وقت لاٹ پادری اور ڈین اُن کے آگے اور ملکہ معظمہ، مادر ملکہ، ڈیوک آف ایڈنبرا اور دولھا کے والدین اُن کے پیچھے چلیں گے۔ گرجا میں ٹیلی ویژن سیٹ نصب کئے جارہے ہیں تاکہ لوگ شادی کی رسومات کا نظارہ کرسکیں۔ تمام رسومات تقریباً ۵۰ منٹ میں مکمل ہوجائیں گی۔

ڈیوک آف ایڈنبرا کیلئے اعزاز

ٹیکسٹائل انسٹی ٹیوٹ کی فیلوشپ!

برطانیہ کے ٹیکسٹائل انسٹی ٹیوٹ نے ڈیوک آف ایڈنبرا کو اپنا اعزازی فیلو بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ۲ جون کو لندن میں انسٹی ٹیوٹ کی گولڈن جوبلی کے سلسلہ میں ایک ضیافت کا انتظام کیا جارہا ہے۔ اس موقع پر ڈیوک موصوف کو اعزازی فیلو شپ عطا کی جائے گی۔ انسٹی ٹیوٹ ایک بین الاقوامی ادارہ ہے جس کے ہندوستانی باشندے بھی اس کے فیلو ہیں۔ اس کی طرف سے ٹیکسٹائل ٹیکنالوجی کے امتحانات منعقد کئے جاتے ہیں جن کا معیار بہت بلند ہوتا ہے۔

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن
کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

حضرت سید الشہداء ارواحنا لہ الفداء

ذات معبود جاودانی ہے
باقی جو کچھ ہے سب وہ فانی ہے

فاتحہ چہلم

فدائے اہلبیتؑ مولوی سید سعد اللہ قادری مرحوم مغفور
ایڈیٹر روزنامہ سلطنت

بتاریخ ۹ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ م ۵ مئی سنہ ۱۹۶۰ء یوم پنجشنبہ

قرآن خوانی ۶ تا ۸ ساعت صبح
چادر گل ۱۰ ساعت صبح
بہ دائرہ حضرت میر مومن رح

مجلس عزا

۸ تا ۹ ساعت صبح

امیدوار شرکت

سوگوار سید احمد اللہ قادری

پتہ:- دفتر روزنامہ سلطنت چاپل بازار

سائنس کی دنیا

امریکہ میں کینسر (سرطان) کے علاج میں پیشقدمی

کینسر جیسے مہلک مرض کے علاج اور اسکی روک تھام کے سلسلہ میں دنیا کے تمام ترقی یافتہ ملکوں میں متواتر کھوج ہو رہی ہے امریکہ میں تو اس مقصد کے لئے کئی سرکاری اور غیر سرکاری تنظیمیں سائنسدانوں، لیباریٹریوں اور ہسپتالوں کی مالی امداد کر رہی ہیں تاکہ اسکا موثر اور قطعی علاج دریافت ہو سکے

امریکہ میں پچھلے ہفتے موجودہ وقت کے سب سے زیادہ مہلک مرض کینسر (سرطان) کے انسداد کا نعرہ زباں زد عام رہا اس سلسلہ میں دو ڈرامائی رپورٹیں پبلک کے سامنے رکھی گئی ہیں۔ ایک تو ٹیلی ویژن کے ذریعہ سارے ملک میں نشر ہوئی جسمیں بتایا گیا کہ کینسر کے انسداد میں آج ہمارے ملک میں کہاں تک پیشقدمی ہوئی ہے دوسری رپورٹ سر نو منظم کئے ہوئے سلون کیٹرنگ کینسر سینٹر کی طرف سے جاری کی گئی ہے جسمیں کینسر کے متعلق تعلیم اور تحقیق کے سلسلہ میں پانسالہ پلان کے لئے ۱۲ کروڑ ڈالر کی رقم مخصوص کی گئی ہے

صدر آئزن ہاور کے اعلان کے مطابق کینسر کے انسداد کا مہینہ ملک بھر میں منایا گیا اور سال بھر میں اس مہلک مرض کی روک تھام، تشخیص اور علاج کے ذریعہ جو ساعی کی گئیں اس میں وہ انتہائی بلندیوں پر پہنچیں۔ ٹیلی ویژن پر کینسر کے ایک مشہور مریض کی کیفیت بتائی گئی جواں سال ڈاکٹر تھامس ڈوولے نے لاؤس میں اپنے ہسپتال میں بیمار دیکھی بھال بے غرضانہ خدمت کی اسکے لئے سب ان کے مداح ہو گئے ہیں انہوں نے دیکھا کہ وہ خود بھی کینسر کا شکار ہو چکے ہیں اور جن حالات کیا تھا انہوں نے آپریشن کروایا اور مستقبل کے متعلق انکی جو غیر یقینی حالت ہے ان سب باتوں کو ٹیلیویژن پر نشر کیا گیا ان سے کینسر کے مریضوں کی دردناک حالت کا اندازہ ہوتا ہے بدقسمتی یہ ایک حقیقت ہے کہ اس مہلک مرض پر ابھی تک قابو نہ پایا جا سکا ہے تاہم اگر اسکے علاج کی نہیں تو کم سے کم اسکو قابو میں رکھنے کی امید ضرور ہے جراحی اور شعاع زنی سے ابتدائی مرحلہ پر کینسر کو محدود اور بے اثر بنایا جا سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آجکل کئی قسم کے کینسر کے مریضوں میں سے ۶۰ فیصد کا علاج کامیابی سے ہو رہا ہے اور اسوقت امریکہ میں کینسر کے سابق ۸ لاکھ مریض زندہ ہیں اور ہر لحاظ سے شفایاب ہو چکے ہیں لیکن جراحی یا شعاع زنی ایسے کیس میں کامیاب نہیں ہو سکتی جو بہت پھیل چکا ہو یا خون میں سرایت کر چکا ہو اور ہڈیوں میں غدود کی کمی واقع ہو چکی ہو۔ کینسر کے علاج کے سلسلہ میں یہ بڑے بڑے مسائل ہیں جنکا ہمیں سامنا ہے امریکی سائنسدان تحقیقی اداروں، ہسپتالوں اور یونیورسٹیوں میں دن رات تحقیق کام میں مصروف ہیں اور نیشنل کینسر انسٹیٹیوٹ (جو ایک فیڈرل ادارہ ہے) اور امریکن کینسر سوسائٹی جیسی پرائیوٹ تنظیمیں انکی امداد کر رہی ہیں۔

دوائیوں سے علاج

ان دونوں دوائیوں کے استعمال سے کینسر کے علاج کے سلسلہ میں بہت کچھ توقعات پائی جاتی ہیں یعنی وہ اندرونی دوائیاں جن سے کینسر کے خلیئے مٹائے جا سکتے ہیں۔ نیشنل سنٹرل انسٹیٹیوٹ اور ملک بھر کے دوسرے اداروں میں ایک یا کئی ایسی دوائیوں کی کھوج جاری ہیں جو کینسر کے علاج میں کارگر ثابت ہو سکیں۔ پہلے ہی تقریباً بیس ایسی دوائیاں دریافت ہوئی ہیں جو تقریباً بیس قسم کے کینسر کو عارضی طور پر روک دیتی ہیں۔ مزید نوے دوائیاں ڈیڑھ سو ہسپتالوں میں آزمائی جا رہی ہیں ان سے مرض میں کسی قدر کمی اور بعض صورتوں میں مکمل شفا حاصل ہوئی ہے۔ دوائیوں کے ذریعہ علاج کینسر کے خلاف جنگ کا محض ایک پہلو ہے تشخیص اور علاج کے طریقے بہتر بنائے گئے ہیں بعض قسم کے کینسر کا مؤثر علاج زیادہ طاقت والی شعاعوں سے ہو رہا ہے اب زیادہ مناسب قوت کی ایکسرے شعاعیں ڈالی جا سکتی ہیں تاکہ صرف کینسر کے حصہ پر انکا اثر پڑے اور آس پاس کا حصہ محفوظ رہے۔ امریکی کینسر سوسائٹی کے سیمینار میں چند ہفتے گذرے دوسرے طریقوں کے دریافت پر بھی روشنی ڈالی گئی تھی ایک اور دلچسپ پیشقدمی یہ ہوئی ہے کہ نوبل انعام پانے والے رجرس یونیورسٹی کے مائیکرو بیالوجسٹ ڈاکٹر سیل مین ویکسمین نے بیس برس پہلے ایک انٹی بائیوٹک دوا ایکٹی نومائسین (ACTINOMYCIN) دریافت کی تھی جس سے کینسر کی بعض قسموں کا کارگر علاج ہوا تھا لیکن اسے بعد میں اسلئے ترک کیا گیا تھا کہ اسکے بعض دوسرے اثرات مضر تھے لیکن اب اسے پھر آزمایا جا رہا ہے اور یہ کینسر کی بعض قسموں اور ولمز ٹیومر (گردے میں کینسر کی رسولی جو مہلک ثابت ہوتی ہے) کا مؤثر علاج ثابت ہوئی ہے بہت سے سائنسدان اسے بہت امید افزا دوا سمجھتے ہیں۔ ایک اور دریافت یہ ہوئی ہے کہ جب بعض انسانی رضاکاروں کے جسم میں کینسر کے وائرس داخل کئے گئے (جن سے خون میں کمی واقع ہوتی ہے اور کینسر ہو جاتا ہے) تو ان میں اس مرض کے خلاف مدافعتی قوت پیدا ہو گئی اس سے ثابت ہوا کہ کینسر کیو جہ بھی وائرس ہوتے ہیں اس سے امید پیدا ہو گئی ہے کہ اسکی روک تھام کیلئے بھی ٹیکا تیار ہو سکے گا۔

(سلسلۂ گذشتہ)

دوستی

از جناب تمکین کاظمی صاحب

عام طور پر ایک غلط خیال لوگوں نے یہ قائم کرلیا ہے کہ دنیا میں ہم مرتبہ لوگوں ہی سے دوستی ہوسکتی ہے، بڑوں کی دوستی ہوسکتی ہے اور نہ چھوٹوں سے دوستی بن سکتی ہے اگر آپ حفظ مراتب کا خیال رکھیں اور ہر شخص سے اسکے مرتبے کے موافق برتاؤ کریں تو دوستی ہوسکتی ہے بشرطیکہ آپ کسی کے "دوبار خاطر" نہیں بلکہ "دوبار شاطر" رہیں۔

دوستی کرلینا بہت آسان ہے مگر اسے نباہنا مشکل ہے بعض دوستوں سے ہمیں فائدہ پہنچتا ہے اور بعضوں سے مطلق فائدہ نہیں پہونچتا بلکہ الٹا نقصان ہوتا ہے جسے دوستی میں گوارا کرلینا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ دوستی بھی عاشقی کیطرح صبر آزما اور روح فرسا ہوتی ہے اور دوست کی ناز برداریاں ایسی ہی کرنا پڑتی ہیں جیسے معشوق کی، تحمل، بردباری، عفو درگذر اختیار کرنا لازمی ہے اور دل شکنیاں برداشت کرنا ضروری ہوتا ہے۔ خلافِ طبیعت باتوں کو سہنا بھی لابدی ہے تب کہیں دوستی نبھتی ہے۔

ہر شخص کا مزاج الگ ہوتا ہے۔ ہر آدمی کی طبیعت جدا ہوتی ہے۔ دنیا میں دو آدمی ایک ہی مزاج اور ایک ہی فطرت کے نہیں ہوتے ان اختلافات کو برداشت کرنا دوستوں کیلئے لازمی ہے، جتنی خلاف طبیعت باتیں اپنے دوستونکی آپ برداشت کرینگے اتنی ہی آپ کیطرف سے ہونیوالی خلاف طبیعت باتیں آپکا دوست بھی برداشت کریگا تب کہیں دوستی نبھے گی۔

یوں دوستی تو ہر شخص سے کرنی چاہیئے مگر زیادہ میل ملاپ اور یگانگت بڑھاتے وقت ذرا سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہے جن لوگوں سے آپ زیادہ مراسم بڑھائیں ان میں زیادہ اٹھنا بیٹھنا پڑے گا اور آپ ان کے دوست مشہور ہوجائینگے یہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ انسان اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے جس فطرت اور طبیعت کے آپکے دوست احباب ہونگے آپ بھی ویسے ہی سمجھے جائینگے۔ اس قسم کی دوستی کیوقت ذات پات شرافت، عزت اور سب سے زیادہ سیاسی مسلک کا خیال رکھنا چاہیئے ورنہ بعض دفعہ نقصان اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے

میرا یہ خیال نہیں کہ اختلاف خیال یا مسلک یا مذہب کو دوستی میں حائل کیا جائے ہر مکتب خیال کے لوگوں سے دوستی کیجئے، ہر مسلک یا مذہب والے کو دوست بنایئے نہ تو محض دوستی کیوجہ سے دوست کا مسلک یا مذہب اختیار کیجئے اور نہ دوست کو اپنے مذہب و مسلک کیطرف لانے کی کوشش کیجئے اگر آپ اسپر عمل کریں تو بڑی عمدگی سے دوستی نبھ سکتی ہے اور کوئی اختلاف پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ ہر مذہب و ملت کا احترام کیجئے اور سیاسی و مذہبی مباحثوں سے بچتے رہیں عقائد کے اختلاف پر اعتراض نہ کریں تو دوستی بڑی اچھی رہتی ہے

بعض لوگ اغراض کے تحت دوستی کرنا چاہتے ہیں جو بہت بری بات ہے دوستی کرتے وقت کسی غرض کو سامنے نہیں رکھنا چاہئے اور یہ سوچ کر دوستی نہیں کر لی چاہئے کہ اس شخص سے ہمیں فائدہ ہوگا اگر اسی خیال کے تحت دوستی کیجائے تو خلوص اور محبت قائم نہیں رہ سکتی اور نہ ایسی دوستی کامیاب ہو سکتی ہے آپ حیران ہونگے کہ میں نے ابتک تو یہ کہا ہے کہ دوستی سے فائدے پہنچتے ہیں اور آپ یہ کہہ رہا ہوں کہ بلا کسی فائدے کے خیال کے دوستی کرو، یہ کیوں؟ سنئے! بغیر آپکی خواہش کے پہلا فائدہ تو آپکو دوستی سے یہ پہنچتا ہیکہ آپ کے دوست احباب اپنے حلقۂ اثر میں آپ کو مقبول بناتے ہیں آپکی تعریف وتوصیف اور آپ کی صلاحیتوں کے اظہار سے رائے عامہ کو آپ سوافق بناتے ہیں اسطرح آپکی ہر دلعزیزی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے جن باتوں میں آپ اپنے دوستوں کی امداد کر سکتے ہیں کئے جائیں وہ بھی امکان بھر تم آپکی امداد و اعانت خود بخود کریں گے، بہرحال دوستی سے فائدہ ہی زیادہ پہنچتا ہے نقصان کم ہوتا ہے

مگر اسکے یہ معنی نہیں کہ آپ جدوجہد کوشش وعمل ترک کر دیں اور صرف دوستی کرتے پھریں اور دوستوں ہی پر اپنا بار ڈالیں اور یہ چاہیں کہ دوست احباب ہی آپکے لئے سب کچھ کر دیں اور آپ اطمینان سے بیٹھ رہیں

ہندوستان بھر میں اور خصوصیت سے حیدرآباد میں اس خیال کے نوجوان اور جوان عمر لوگ نوے فیصدی ہیں جو اتک بچے بنے ہوئے ہیں اور انگلی کے سہارے چلنا چاہتے ہیں انکے جسم جوان ہوگئے ہیں مگر دماغ جوان نہیں ہوئے وہ ذہنی طور پر ابھی آٹھ نو سال کے لڑکے ہی ہیں وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کیلئے کام کریں انکی خواہش رہتی ہے کہ کوئی بڑا آدمی انکو ساتھ لیجا کر سفارش کرے اور کام دلائے یا کوئی عزیز یا دوست ان کے لئے سفارش مہیا کر دے وہ خود جدوجہد سعی وعمل مطلق نہیں کر سکتے ہمیشہ یہی کہتے پھرتے ہیں کہ ہمارا کون ہے ہمارا کوئی وسیلہ نہیں، کوئی سفارش نہیں، کوئی سرپرست نہیں ایسے لوگ ہمیشہ ناکام رہتے ہیں انتہا یہ کہ وہ چوری بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اسکے لئے سعی وکوشش کیضرورت ہے البتہ بھیک اور صرف بھیک مانگ سکتے ہیں

ایسے لوگ جو بغیر وسیلہ اور امداد کے کچھ نہیں کر سکتے عشق پیچاں کی بیل کے مثال ہیں وہ خود تنہا کھڑی نہیں ہو سکتی اور کسی نہ کسی درخت کا سہارا لیکر اوپر چڑھتی ہے اور بالعموم اس درخت کی موت کا باعث ہوتی ہے جسنے اسے سہارا دیا ہو اور پھر خود بھی اس سہارا دینے والے درخت کو سکھا کر سوکھ جاتی ہے ایسے لوگ دنیا میں کوئی بھی کام نہیں کر سکتے کیونکہ اتنا قوی، لمبا اور مسلسل سہارا انہیں کوئی نہیں دیتا اور اگر اپنی بدنصیبی سے کوئی غریب اس قسم کی بیوقوفی کر جائے تو پھر اسکی موت یقینی ہو جاتی ہے یہ عشق پیچاں کیطرح اسکو لپیٹ لیتے اور سکھا کر ناس ہی کر دیتے اور نہ صرف خود ہی برباد ہوتے بلکہ اپنے محسن کو بھی برباد کر دیتے ہیں

سمجھدار شخص سب سے دوستی کرتا اور ضرورت کیوقت انکی صلاحیت کے موافق کام لیتا ہے، لوگوں سے کام لینا بھی ایک فن ہے جسے محل شناسی (TACT) کہتے ہیں یہی محل شناسی جب ذرا اونچی ہو جاتی ہے تو حکمت عملی (DIPLOMACY) کہلاتی ہے، اسکا مطلب ہے لوگوں کو اپنے نقطۂ نظر کے موافق بنا

ہمجالی یا طرفدار بنانا، مگر اس فن میں وہی لوگ مہارت حاصل کرسکتے ہیں جو فطرت انسانی کے سمجھنے کی صلاحیت رکھنے کے علاوہ موقع شناس اور پکے دنیا دار ہوں

سفارش کے معنے یہ ہیں کہ کسی کام کے لئے اپنی موزونیت کے اظہار کے طور پر کوئی تحریر اپنے واقف یا دوست سے حاصل کی جائے اور وہ شخص یہ لکھدے کہ فلاں شخص کام کے لئے موزوں ہے مگر ہمارے پاس سفارش کے معنے ہی لئے ہیں۔ سفارش اس امر کی چاہتے ہیں کہ تقرر یا ترقی یا کوئی کام جو متعلق ہو کردیا جائے چاہے اسمیں کتنے ہی موانعات ہوں گویا سفارش نہوئی نادری حکم ہوا اور سفارش نہ ٹھیری شفاعت ہوگئی۔ اس طریقہ سفارش سے ہزاروں زندگیاں تباہ ہورہی ہیں، ہزاروں نااہل باوجود غیر موزونیت کے اہم کاموں پر مامور ہیں اور ہزاروں اہل اشخاص بیکار اور بیروزگار پھر رہے ہیں

اس قسم کی سفارش کرنیوالے نہایت بے اصول اور سفارش چاہنے والے نہایت نکمے ہوتے ہیں اہل اور موزوں اشخاص کو سفارش کی ضرورت ہی نہیں، وہ زیادہ سے زیادہ تعارف کیلئے کوئی چھٹی حاصل کرکے اپنی سعی و کوشش ہی کامیاب ہوسکتے ہیں اور دوستوں کی ذرا سی امداد و اعانت سے اپنے کام بنا سکتے ہیں۔

دوستی کے متعلق تو آپ نے سب کچھ جان لیا آئیے اب ذرا دشمنی اور عداوت کے متعلق بھی کچھ باتیں کرلیں، دنیا میں وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا جسکے دشمن یا مخالفین زیادہ ہوں۔ کامیاب لوگ امکانی کوشش دشمنوں اور مخالفوں سے بچنے کی کرتے ہیں اور دشمن کو دوست بنا کر کام چلاتے ہیں ایسے لوگ شاذ ہی ملیں گے جنھوں نے دشمنوں کی پروا نہ کرنے کے باوجود کامیابی حاصل کی ہو۔ یہ لوگ یا تو مکمل طور پر کامیاب نہ رہ سکے یا ہمیشہ دشمنوں اور مخالفوں سے خائف اور محتاط رہے ہیں۔

دشمنی یا مخالفت پیدا کرلینا بہت آسان ہے، کسی کی ہنسی اڑادو، کسی پر فقرہ کس دو، کسی پر پھبتی کہدو۔ کسی کو منہ چڑادو، کسی کو ڈانٹ دو، کسی سے بدخلقی کرو، کسی سے بدزبانی کرو، کسی کی بات کاٹ دو، کسی سے بحث کرو، کسی کے مذہب کو برا کہدو، کسی کے وطن کی برائی کردو، کسی کے بزرگوں کا ذکر بے ادبی سے کرو اس طرح بیہودگی، دل آزاری، بیوقوفی، حماقت، رعونت، ہزاروں دشمنوں کو اطراف کھڑا کردے گی، دنیا میں دشمن بنالینا بہت آسان بلکہ آسان تر ہے، لوگ ذرا ذرا سے اختلاف پر مخالف ہوجاتے اور مدتوں مخالف رہتے ہیں۔

بغض للہی آپ نے سنا ہوگا؟ یہ بغض ہی حباً للہ وبغضاً للہ سے الگ چیز ہے۔ حباً للہ وبغضاً للہ بالکل مذہبی چیز ہے یعنی اللہ سے محبت کرنیوالے کیا تھ محبت کرنا اور اللہ سے عداوت رکھنے والے کیا تھ عداوت کرنا، اس سے ہمیں فی الحال سروکار نہیں یہ باتیں اللہ والوں کی ہیں ہم ٹھیرے دنیا والے بغض للہی جسے کہتے ہیں اللہ واسطے کے بیر کو غور کیجئے یہ اللہ واسطے کی دشمنی کیوں ہوجاتی ہے اللہ میاں کو ایسی کیا پڑی ہے جو آپکے پیچھے دشمن لگادیں؟ یہ ہمارے کوتکولوں سے پیدا ہوتی ہے

آپ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں ایک صاحب آتے ہیں صاحب خانہ یا صدر انکا تعارف سبھوں سے کرداتا ہے وہ سبھوں سے ملتے تو ہیں مگر عجیب و غریب طریقہ سے کسی کیطرف دیکھکر دانت نکال دئیے، کسی کو گھورا، کسی کی طرف سے آنکھیں پھیرلی، ایک ایک کے چہرے بہرے کا جائزہ لیا اور بیٹھ گئے لگے بے تکلفی سے بکنے

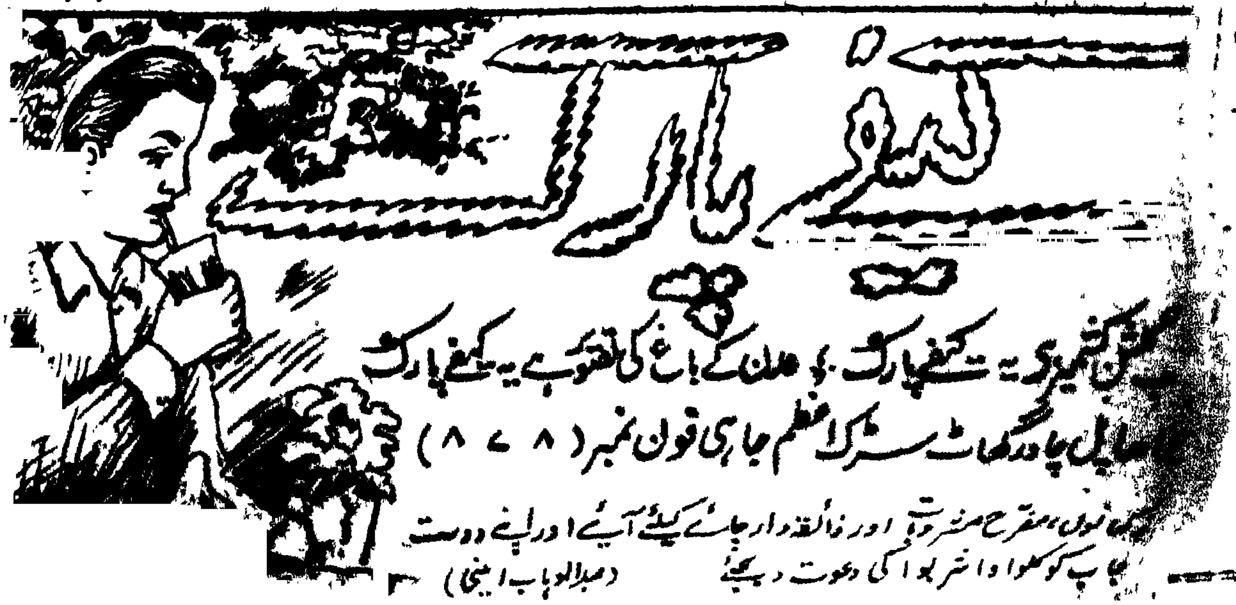
میں اس سے مل کر آ رہا ہوں، مجھ سے اس نے یہ کہا اور میں نے ان ڈانٹ بتائی، اس سے بحث ہوئی اور میں نے یوں آڑے ہاتوں لے کر مارا کہ سنجی کرکری ہو گئی۔" اسطرح تعلی، شیخی، خود ستائی کرنے سے، مجلس میں جو لوگ انکی فطرت سمجھتے تھے وہ تو خوش ہو گئے مگر سنجیدہ اور سنجیدہ لوگ متنفر ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ زیادہ شریف الطبع اور وسیع الخیال ہیں وہ مسکرا کر خاموش ہو جاتے یا منہ پھیر لیتے مگر تند خو اور بدمزاج لوگ کوئی نہ کوئی فقرہ چست ہی کر دیتے اور انکی سنجی کرکری ہو جاتی ہے۔ یہی بغض کلی ہے ورنہ مدمیاں کو کسی کی طرف سے کسی کے دل میں خواہ مخواہ عداوت مجبت ڈالنے کی کیا ضرورت تھی ؟

اسطرح بہ مجبور ے لوگ اپنی حرکات، سکنات، نشست برخاست، بات چیت اور بے تکے پن کی وجہ سے لوگوں کو اپنا دشمن بنا لیتے اور پھر روتے پھرتے ہیں کہ فلاں فلاں میرے دشمن ہو گئے۔ حالانکہ ان کے مخالفین محض انکے حرکات اور بیہودگی کی سبب سے ان سے متنفر ہوتے ہیں۔ کوئی ذاتی عناد نہیں ہوتا اگر آپ آداب محفل کو پیش نظر رکھیں، علم مجلس کا خیال رکھیں، ہر ایک سے شرافت اور انسانیت سے پیش آویں اور اپنے ملنے جلنے بات چیت اور عادتوں میں نہ آنے دیں تو کوئی بھی آپکا مخالف نہ بنے گا اور ہر جگہ آپکی آؤ بھگت ہو گی اور اس محفل میں سبھوں سے آپ دوستی کر سکیں گے۔

بعض قیافہ دان لوگ ایسے لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو شکل قیافہ ہو یعنی جنکا چہرہ اور ... علم قیافہ کی رو سے اچھے ہوں۔ اور ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو علم قیافہ کی رو سے عیب دار ہوں، مگر ایسے لوگوں سے دشمنی یا بغض نہیں پیدا کرتے صرف ناپسندیدگی کا اظہار کرتے اور ملنے جلنے میں اجتناب کرتے ہیں یعنی بغض کلی نہیں ہے اپنے تجربے کی بات ہوتی ہے۔

بعض دفعہ لوگ اپنے نقطۂ نظر اور طبیعت کے خلاف ذرا سی چیز بھی پاتے ہیں تو مخالف ہو جاتے ہیں چنانچہ مجھے بہت سے تجربے ہوئے ہیں میرے ایک مخلص عنایت فرما جسٹس اصغر یار جنگ تھے جن سے میرے مراسم نہایت ہی پُر خلوص تھے مگر ملاقاتیں بہت کم ہوتیں، جب بھی ملتے بڑے تپاک سے ملتے تھے، میرے مضامین بڑے شوق سے پڑھتے تھے اور بہت پسند کرتے تھے ایک دفعہ دو تین ہفتے تک میں ان سے مل نہ سکا ایک روز جوش ملیح آبادی نے مجھ سے کہا کہ آجکل اصغر یار جنگ تم سے بہت خفا ہیں اور تمہاری "لچر نگاری" اور "پوچ نویسی" سے بیزار ہیں ذرا ان سے مل لو۔ چنانچہ دوسرے ہی روز میں نے ان سے ملاقات کی اور اصغر یار جنگ مجھے دیکھتے ہی بگڑنے لگے کہ "اماں! تم اچھا لکھنے لگے تھے تمہاری تحریر میں لوچ اور رس ہوتا تھا مگر اب تم نے پوچ نویسی شروع کر دی ہے اور لچر نگاری اختیار کی ہے" میں نے پوچھا پہلے بتا دو کہ میں نے کون سا مضمون لچر لکھا ہے ؟" تو کہنے لگے "تم نے پٹھو خاں کا اگالدان والا قصہ لکھ مارا اور ایک فسانہ تم نے ایسا لکھا ہے جس میں حیدر آباد کی گھر والیوں کو بُری طرح پیش کیا ہے اس سے زیادہ بیہودگی اور کیا ہو سکتی ہے ؟" میں نے کہا "ان دونوں مضامین کو آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے یا کسی سے سنا ہے"؟ تو کہنے لگے "ایک دوست نے پڑھ کر کہا ہے" اس پر میں لوٹ گیا اور ایک دوسرے صاحب جو وہاں موجود تھے کہنے لگے "وہ افسانہ میں نے پڑھا ہے کسی ناکارہ کا ہے تمکین کا نہیں ہے"۔ پٹھو خاں کا واقعہ میں نے کبھی لکھا ہی نہیں یہ خواہ مخواہ مجھ سے منسوب کر دیا گیا تھا اس طرح

باقی بر صفحہ ۵۱



امریکہ میں نسلی اتحاد کو فروغ دینے والی تنظیم

امریکہ میں نیشنل اربن لیگ اپنی گولڈن جوبلی کی ۵۰ ویں سالگرہ منائی جارہی ہے۔ یہ ایک دو نسلی تنظیم ہے جس کی ۳۲ امریکی ریاستوں کے [illegible] شہروں میں شاخیں موجود ہیں۔ اس کی ۵۰ سالہ کامیابیاں مختلف نسلوں کے اُن مردوں اور عورتوں کی کوششوں کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ جو نسلی اتحاد کو فروغ دینے کے لئے مل جُل کر کام کررہی ہیں۔ لیگ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ الزام تراشیوں اور کسی کو بُرا بھلا کہے بغیر خاموشی سے کام کررہی ہے جس سے مختلف نسلوں کے لاکھوں امریکنوں کے دلوں میں اُن نسلی اختلافات کو ختم کرنے کے لئے خواہش و توانائی پیدا ہوگئی ہے جو چور دروازے سے ان کے ملک میں گھس آئے ہیں۔ لیگ اُن تین تنظیموں کی جانشین ہے جو نیگرو لوگوں کی حالت بہتر بنانے کے لئے شروع میں قائم کی گئی تھیں نیگرو لوگوں کی حالت سدھارنے کے متعلق نیویارک کی کمیٹی اور رنگ دار عورتوں کے تحفظ کے متعلق نیشنل لیگ کی بنیاد سنہ ۱۹۵۰ء میں رکھی گئی تھی۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں جارج ای ہینز نے جو ان دنوں کولمبیا یونیورسٹی کے اسکول آف فلاسفی میں گریجویٹ طالب علم تھے ایک صنعتی کمیٹی قائم کی جس کا مقصد نیگرو لوگوں کے لئے روزگار کے موقعوں کو فروغ دینا تھا۔ چند برس ایک دوسری کے طور پر مل کر کام کرنے کے بعد وہ سنہ ۱۹۱۰ء میں نیگرو لوگوں کے شہری حالات کو بہتر بنانے کے متعلق ملکی لیگ میں مدغم ہوگئیں۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں ریاست نیویارک کے قوانین کے تحت لیگ کا قیام عمل میں آیا اور اس نے اسی وقت سے اپنا ملکی پروگرام شروع کردیا۔ لیگ نے شمال کے بڑے بڑے صنعتی مرکزوں میں نیگرو لوگوں کی نقل مکانی کے ساتھ ساتھ اپنا کام شروع کردیا۔ جب کہ نیگروؤں کی ایک تہائی سے زیادہ آبادی شمال اور مغرب کے شہروں میں اور ہر آٹھ نیگروؤں میں سے ایک دیہی علاقے میں آباد ہے پچاس برس پہلے ان کی اکثریت جنوب کے فارموں میں آباد تھی۔ سنہ ۱۹۴۰ء اور سنہ ۱۹۵۰ء کے درمیان صرف شکاگو میں ۲۲۵ نیگروؤں نے سکونت اختیار کی۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران میں لیگ نے تجویز کیا تھا کہ نیگروؤں کو امریکی وزارت محنت میں مامور کیا جائے اور ڈاکٹر جارج ہینز کو جنہوں نے صنعتی کمیٹی قائم کی تھی امریکی وزیر محنت ولسن کا خصوصی نائب مقرر کیا گیا اور وہ نیگرو اقتصادیات کے ڈائرکٹر کے طور پر فرائض انجام دیتے رہے۔ جب سے لیگ کی بنیاد رکھی گئی ہے اس کی سرگرمیاں وسیع سے وسیع تر ہوتی جارہی ہیں۔ اگرچہ اس کی زیادہ تر توجہ ہر شخص کے لئے مساوی اقتصادی مواقع کے حصول کی کوششوں پر مرکوز ہے تاہم وہ نیگروؤں اور دوسرے اقلیتی گروہوں کے لئے ایک خوشگوار زندگی یعنی بہتر صحت، مکانات، اسکولوں اور تفریحی سہولیات حاصل کرنے کے لئے بھی کوشاں ہے۔ لیگ اس نظریہ پر عمل کررہی ہے

جو اس کے بانیوں میں سے ایک مسز ولیم بالڈون نے پیش کیا تھا۔ وہ ہمیں کسی اکیلے گروپ کے تنگدلانہ فائدہ کی خاطر نہ رنگدار اور نہ ہی گورے لوگوں کے طور پر کام کرنا چاہیئے بلکہ اپنے مشترکہ شہر، اپنے مشترکہ ملک کی مشترکہ بہبودی کے لئے امریکی شہریوں کے طور پر مل کر کام کرنا چاہیئے۔ جہاں تک حالات اجازت دیتے ہیں مقامی آرین تنظیمیں ملکی اربن لیگ کی مانند کام انجام دیتی ہیں۔ ملکی اربن لیگ کے ٹرسٹیوں کے بورڈ میں صنعتوں، مزدوروں، تاجروں اور شہری گروہوں سے تعلق رکھنے والے تمام نسلوں کے لیڈر شامل ہیں۔ مقامی اربن لیگ کے ڈائرکٹروں کے بورڈ بھی انہی گروہوں کی نمائندگی حاصل ہے اور وہ کمیونٹی فنڈوں اور تحائف سے اپنا کام چلاتی ہیں۔ جب اس نے پہلے سال کام شروع کیا تھا تب اس کے پاس ۸۵۰۰ ڈالر کا بجٹ تھا جو ۱۹۵۸ء میں بڑھ کر ۳۸۶۰۰۰ ڈالر کا ہوگیا تھا۔ جغرافیائی لحاظ سے چار سمتوں میں لیگ کے کام کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ شمال مشرق، جنوب، جنوب مغرب اور وسط مغرب۔ جہاں تک اس کی شاخوں کا تعلق ہے وہ تقریباً ۶۴ شہروں میں موجود ہیں۔ لٹل راک (ارکانسس) میں لیگ نے مجرم بچوں کے لئے گھر بنانے کے سلسلے میں بانڈ جاری کرنے میں مدد کی ہے۔ ذہنی صحت اور گھریلو زندگی سے متعلق تعلیمی فلمیں دکھانے کا اہتمام کیا ہے۔ حفظان صحت کے پروگراموں سے متعلق عوام کو معلومات بہم پہنچائی جا رہی ہیں۔ اور اسی کی بدولت شہر کو پانی اور گیس کے نئے پائپ، زمین دوز نالیاں اور نئی پکی سڑکیں مہیا ہوئی ہیں۔ وزارت خارجہ نے نیو اورلینز لیگ کی اس لئے تعریف کی ہے کہ وہ دوسرے ملکوں سے آنے والے سیاحوں کی مہمان نوازی میں امداد دے رہی ہے۔ نیو برنزوک اربن لیگ نے، رٹگرس یونیورسٹی کے تعاون کے ساتھ صنعتی کارکنوں کے لئے "نگرانی کے بنیادی اصولوں" کے متعلق ایک نصاب جاری کیا ہے۔ یونیاک (مشی گن) میں لیگ نے نسلی مفاہمت کو فروغ دینے کے لئے ایک ورکشاپ جاری کی جس پر اُسے نمایاں سماجی خدمت کا سالانہ اعزاز دیا گیا۔ بوسٹن میں بوسٹن یونیورسٹی نے لیگ کے کام کے لئے تعلقات عامہ و مواصلات سے متعلق ایک طالب علم کی خدمات مہیا کی ہیں۔ اس کے علاوہ بوسٹن لیگ نے ہائی اسکول طلباء کے لئے مضمون نویسی کا ایک مقابلہ بھی شروع کیا تھا۔ جس کا عنوان تھا "اچھی شہریت میرے لئے کیا معنی رکھتی ہے"۔

یہ ہیں مقامی اربن لیگوں کی کچھ سرگرمیاں۔

چونکہ کمانے والے نیگروؤں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانا لیگ کا ایک اولین مقصد ہے اس لئے اس نے امریکہ کی قریباً ۴۶ اہم ترین کارپوریشنوں کے بڑے بڑے افسروں پر مشتمل ایک ملکی تجارتی و صنعتی کونسل قائم کی ہے تاکہ صنعتوں میں زیادہ سے زیادہ تربیت یافتہ نیگروؤں کو کام دلایا جائے۔ لیگ کا ایک پروگرام نیگروؤں میں تعلیم کی اشاعت کرنا ہے اگرچہ سنہ ۱۹۴۰ء کے بعد امریکی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں نیگرو طلباء کی تعداد دُگنی ہوگئی ہے۔ تاہم ہر بیس نیگروؤں میں سے ایک کالج میں تعلیم پاتا ہے جب کہ ان کی کل تعداد ایک کروڑ اسی لاکھ

کے قریب ہے۔ نیگرو طلباء زیادہ تر ابتدائی اور ہائی اسکولوں میں معلمی کی تربیت پاتے ہیں۔ لیکن لیگ ان میں دوسرے پیشوں کے لئے بھی دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کررہی ہے لیگ نے اسکول چھوڑنے والے بچوں کو دستکاریوں کی تربیت دینے کے لئے دوبارہ اسکولوں میں بھیجنے کا پروگرام بھی بنایا ہے۔ اس کی طرف سے اس سلسلے میں سنہ ۱۹۳۰ء سے ایک پروگرام شروع کیا گیا ہے اور والدین اور طلباء کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ انہیں (طلباء کو) کس قسم کی دستکاری سیکھنی چاہیئے۔ ۲۴ شہروں میں طلباء کے لئے ایک نیا پروگرام شروع کیا گیا ہے جس کا نام ہے "کل کے سائنسدان اور ماہرین"۔ اس پروگرام کی دیکھ بھال سرکردہ سائنسدانوں اور ماہروں کی ایک ملکی کمیٹی کرتی ہے اور ایک بین الملکی ملکی کمیٹی اس کے لئے مالی امداد دیتی ہے۔ لیگ نے نیگرو بچوں کو مستقبل بنانے کے متعلق ایک پروگرام شروع کیا ہے۔ جو نہایت کامیاب ہورہا ہے۔ اس کے لئے اسے امریکی فاونڈیشن کی طرف سے ۳ لاکھ ڈالر کی خصوصی امداد ملتی ہے۔ سنہ ۱۹۵۸ء میں لیگ اور کلیسا اور کلیسائی گروپوں کے درمیان تعاون کو توسیع دینے کے لئے ایک پروگرام شروع کیا گیا تھا۔ نیشنل لیگ اور اس سے ملحقہ تنظیموں کے اطلاعات عامہ کے پروگرام سے برسوں میں نسلی تعلقات کو بہتر بنانے میں بڑی مدد ملی ہے۔ نمائشوں، لیکچروں اور فلموں سے عوام کو ان حالات سے مطلع کیا جاتا ہے جن سے وہ اکثر بے خبر ہوتے ہیں۔ لیگ کی طرف سے ملک بھر میں ہر برس ۱۹ نومبر کو مساوی مواقع کا دن منایا جاتا ہے۔ یہ وہ دن ہے جب لنکن کے گیٹس برگ خطبے کی سالگرہ منائی جاتی ہے۔ اربن لیگ کی طرف سے سنہ ۱۹۲۳ء سے رسالہ بھی شائع کیا جارہا ہے جس میں لیگ نیگروؤں کے متعلق اپنے سروے کی رپورٹ شائع کرتی ہے۔ لیگ کا ابتدائی کام حقائق فراہم کرنا اور شہری لیڈروں کے ساتھ ان کے متعلق بات چیت کرنا ہے تاکہ سماجی طور سے اس پر کارروائی کی جاسکے۔ لیگ کا کام کسی مسئلہ کی طرف شہریوں کی توجہ دلانا ہے۔ کیونکہ ایک عام شہری کی بنیادی خواہش ہے کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز پر چلتے ہوئے ایک نیک شہری بنے۔ اور آج امریکہ میں شہری لیگ کے اس نعرے کا ٹھوس ثبوت ملتا ہے۔ "ہم امریکی ٹیم اسپرٹ سے کام کرتے ہیں"۔

(بقیہ دوستی بلد صفحہ (۳۸)

جب اصغر یار جنگ کو اطمینان ہوا تو وہ اس شخص پر بگڑنے لگے جس نے یہ دونوں مضامین مجھ سے منسوب کرکے ان سے ذکر کیا تھا پھر کہنے لگے دو مہینے سے میں تم پر خفا ہوں اور سینکڑوں آدمیوں سے تمہاری شکایت کرچکا ہوں اب ان سب سے تردید کرلنی پڑیگی۔ اگر جوش مجھ سے ذکر نہ کرتے اور میں صفائی نہ کرلیتا اور اصغر کی غلط فہمی رفع ہو جاتی تو وہ ہزاروں آدمیوں سے میری شکایت کرتے اور میری لیکچر نگاری اور پوچ نویسی کا خوب پروپیگنڈہ ہوتا اسطرح کی غلط فہمیوں سے بھی مخالفین پیدا ہو جاتے ہیں حتی الامکان اس کا ظاہر ہو فورا غلط فہمیوں کا ازالہ کردینا چاہیئے چلتے چلتے کوئی چھوٹا ہو یا بڑا کسی کو مخالف بنانا غلطی ہے



کہ کسی جمعیت نے کم سے کم مصارف میں زیادہ اشخاص کو روزگار دلانے کی اسکیم بنائی ہے
جیب کتروں سے ہوشیار رہیے

کہ عصمت میموریل پبلیکیشن کمیٹی کے زیر اہتمام کل ہند مزاحیہ مشاعرہ "شب خندہ" "لیڈی حیدری کلب" میں ہوگا
اور چند دن بعد ممکن ہے آپ ایک خبر یہ بھی پڑھیں گے کہ فانی میموریل پبلیکیشن کمیٹی کے زیر اہتمام کل ہند المیہ مشاعرہ "شب گریہ" "بہری الادہ" میں ہوگا

کہ اہالیان سبزی منڈی نے ایک محضر دیا ہے کہ کسی اراضی کی ناجائز فروخت سے مسجد اور قبرستان کی بے حرمتی کیساتھ ساتھ مقامی افراد کے جذبات مجروح ہورہے ہیں
جی ہاں! یہ بھی سنا جاتا ہے کہ اس اراضی کی ناجائز فروخت کے بعد مسجد اور قبرستان میں داخل ہونیکا راستہ ہی بند ہوگیا ہے جسکے نتیجہ میں پابندی سے نماز کی ادائی اور فاتحہ خوانی کے لئے آنیوالے سینکڑوں افراد مسجد اور قبرستان میں داخل ہوکر اپنا فرض ادا کرنے کیلئے تڑپ رہے ہیں۔

کہ محکمۂ تعمیرات کی قومی تنظیم نے اینٹیں بنانے کا سادہ اور تیز رفتار طریقہ معلوم کرلیا ہے
امید ہے کہ اب مکانات کی قلت کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا عوام کو اس سلسلہ میں شکایت کا موقع نہ ہونا چاہیے۔

کہ ایک وزیر نے کہا ہے کہ اعلیٰ عہدیدار سزا سے بچنے کا خیال دل سے نکال دیں
اور ـــــ ادنیٰ عہدیدار سزا پانیکا خیال کبھی دل سے نہ نکالیں

کہ سنہ ۱۹۷۰ء تک جاگیرداروں کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائیگا
یوں کہئے ـــ خود جاگیردار ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائیں گے

کہ پنڈت نہرو نے کہا کہ بات چیت کے دوران میں چینی وزیر اعظم اپنے ملک کی سرحدات کو ظاہر نہ کرسکے
رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند
اگر مسٹر چواین لائی صاف طور پر اپنے ملک کی سرحدات کو ظاہر کردیتے تو ـــ کمیونسٹ ممالک کو چھوڑ کر دنیا کا کوئی ملک ایسا تھا جو احتجاج نہ کرتا ـــ کرۂ ارض کے ایسے ملک کو چھوڑ کر جہاں سے کوئی بھی طول بلد یا عرض بلد کی لکیر نہ گذرتی ہو، باقی سب کمیونسٹ حکومت کی سرحد میں شامل ہے اتنی سی بات ہمارے پنڈت جی کی سمجھ میں نہیں آئی

کہ چیف منسٹر نے مشورہ دیا کہ سرکاری ملازمین کو جوش وخروش سے کام کرنا چاہیے
دوسرے الفاظ میں گویا آپ مشورہ دے رہے ہیں کہ بے ایمانی اور رشوت خوری سے کام کرنا چاہیئے

ہفتگی شیراز حیدرآباد دکن

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی — مقام اشاعت:- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

بندۂ مشکلکشا را حاجتی در کار نیست

از:- سید صمصام شیرازی

ہیچو مولا یم کسی حاجت روا زنہار نیست — بندۂ مشکلکشا را حاجتی در کار نیست

گشت عالم مہبط انوار در یوم غدیر — بر زبان بخ بخ لک بودہ از ین انکار نیست

این بہ آواز دہل گویم عدوئے مرتضیٰؑ — غازی گفتار ہست و غازی کردار نیست

دست صدق از دامن حب علیؑ کوتہ مکن — کس نہ گوید دشمنش اندر سقر فی النار نیست

بعد ختم المرسلین از حکم رب العالمین — ہر ما غیر از علیؑ نفس نبیؐ سرکار نیست

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار — جز شہ مردان علیؑ در شش جہت کرار نیست

خلق گوید شہ پرستی می کند صمصام ما

آری آری می کند با خلق او را کار نیست

در اجتماع چه میگذرد؟

فردوس برین کجا است؟

(بسلسلهٔ گذشته)

و ایمان و عقل، یک ایمان صحیح و راسخ که در اعماق دل الهام نفوذ کند و بر روح انسان پرتو انداخته و با اشعهٔ نیرومند خود تمام زوایای آنرا روشن سازد، یک عقل صحیح که از ایمان الهام گیرد و انسان در سایهٔ آن بجای اینکه این همه قوای فکری و جسمی خود و آن همه نیروهای شگرف طبیعی را در راه فنا و نابودی خود مصرف کند، در راه سعادت خویش بکار اندازد

مقایسه دو شهری که در فوق ذکر شد و نظائر آن که خوش نشانه یا بدنشانه همه دیده یا شنیده ایم، میتواند نمونهٔ خوبی برای درک این حقیقت با ارزش باشد

فردوس شهر کوچکی از شهرهای خراسان است که در حدود ده هزار نفر جمعیت دارد، اهالی آن مردمی مسلمان و دین دارند، بدیهی است مردم این شهر مانند سائر شهرهای دور افتاده و کوچک از بسیاری از قسمت های مفید تمدن فعلی محروم اند، ولی در مقابل از آن همه آلودگیها و بدبختی ها هم در امان هستند و مثل اینکه حساب تمام این جهات را که رسیده اند وضع فعلی را کاملا ترجیح میدهند و معتقدند، اگر فردوس روی زمین باشد همانجاست!

خوب ملاحظه فرمودید که مردم این شهر میگویند: ما یک زندگانی آرام و اطمینان بخش داریم، چرا زیرا اماکن فساد و قمارخانه نداریم، مشروبات الکلی در میان ما مصرف نمی شود و بهمین دلیل در شهر ما پرونده ای وجود ندارد و دادگاه ما تقریباً در حال تعطیل است این وضع را با مرکز تمدن کشور مقایسه کنید که هر روز در آن دهها پرونده قتل و جیب بری و اختلاس تشکیل می شود. دختران و پسران جوانی گم می شوند، جنایات عجیب و نوظهوری واقع می گردد و منشاء قسمت مهم آنها همان اماکن فساد، قمارخانه ها، مشروبات الکلی، که اهالی فردوس خوش نشانه از آنها در امانند، می باشد

خوانندهٔ عزیز! یک اجتماع واقعی انسانی آن نیست که تمام دستگاه های زندگی در آن با برق کار کند و ماشین های الکتریکی زحمات انسان را بدوش بکشند.

یک اجتماع با ارزش انسانی آنست که روابط میان مردم در آن بر یک پایهٔ صحیح و توام با عدالت باشد، ورنه فاصلهٔ انسانی همین جاست

با این حساب آیا شهری که آن همه آپارتمانهای مجلل و خیابانهای عریض و طویل و آن همه بنگاه های تجارتی و صنعتی دارد و هفتاد هزار اتومبیل سواری در آن در حرکت است، و در مقابل، آن همه نا راحتیهای اجتماعی و تعدیها و تجاوزها و آتش زدن اطفال یتیم و اختلاسهای کلان در آن می شود. یک اجتماع انسانی شبیه تر است یا شهری مانند «فردوس»؟!!

خوانندهٔ محترم! این نکته برای ما مشکل شده که هر چه فکر میکنیم نمی توانیم آنرا حل کنیم. همهٔ مردم حتی اولیاء امور با میدانند وجود اماکن فساد، آزادی مشروبات الکلی، و امثال آنها، ثمری جز بدبختی و انواع مفاسد اخلاقی و نا راحتیهای اجتماعی ندارد، ولی نمی دانیم سرش چیست که علاوه بر اینکه مبارزهٔ صحیحی علیه آنها نمیشود، در موارد هم (مانند مشروبات الکلی) از آن حمایت می کنند

آیا باید گفت ما آنقدر شهامت و اراده نداریم که از تقلید کورکورانه و بدون قید و شرط دنیای غرب صرفا... و درب این مراکز فساد را تخته کنیم و جوانان و فرزندان خود را از این گرداب های بدبختی برهانیم، یا مطالب دیگری در کار است که ما از آن سر در نمی آوریم؟

راستی اگر در همه جا مثل «فردوس» بازار جنایات و مفاسد کساد شود و در نتیجه پرونده ای در شهربانی آن وجود نداشته باشد و دادگاه آن عملا متعطل گردد، بار دولت هم بسیار سبک خواهد شد و ممکن است آن همه هزینه هائی که صرف این امور میشود با خیال راحت در راه های عمرانی مصرف گردد، آیا اقدام از این پر سودتر و پر منفعت تر پیدا می کنید؟

بیائید کمی بخود آئیم، قدری در این باره فکر کنیم، از این تبعیت بدون قید و شرط از تمدن اروپائی دست بر داریم، آنچه مفید و قابل استفاده است گرفته و بقیه را دور بریزیم و با تقویت نیروی ایمان و بسط اصول اسلامی اجتماعی، نوین و عملا از صفا و برادری و نوع دوستی و آرامش خاطر بنیان کنیم در پایان این گفتار بد نیست نامهٔ یک زندانی را که از زندان قصر بعنوان خطاب به جوانان با یک بیان ساده برای یکی از جرائد فرستاده است با دقت مطالعه کنید، آقای امیر ... زندی از زندانیان قصر میگوید: از طرف من به جوانان آزاد بگوئید از معاشرت با زنان آلوده و عرق خوری و بدمستی به پرهیزید، قدر آزادی خود را بدانید من ندانستم و دنبال شرارت ها رفتم و اکنون دهسال است در زندان اسیرم

(از مکتب اسلام)

دانشمندان نامی اسلام (بسلسله گذشته)

ابوریحان بیرونی

از بزرگترین دانشمندان نجوم و ریاضی در جهان

تالیف دانشمند محترم آقای سید محمود خیری

مرسله دوست ارجمند آقای حسین ضابط مدینه موتل

بیرونی در رشته های مختلف علوم عصر خود دست داشته مخصوصاً در ریاضیات، نجوم، حکمت، تاریخ، جغرافیا و طب و ادبیات آثاری گران بها از خود بیادگار گذاشته ۱۱۳ کتاب و رساله باو نسبت میدهند که از آن جمله جز معدودی باقی نیست از کتب گرانبهای تاریخی او کتاب "آثار الباقیه عن القرون الخالیه است) که در دربار قابوس تألیف کرده اطلاعات سودمندی از مبدأ تاریخ ملل و عقائد و افکار آن ها بدست میدهد.

دیگر از شاهکارهای بیرونی "تحقیق ما للهند من مقولة مقبولة فی العقل او مرذولة" می باشد که بنام کتاب الهند خوانده میشود در این کتاب مدارک و اسناد زیادی درباره روایات و عقائد هنود میتوان یافت دیگر کتاب "قانون المسعودی فی الهیئة والنجوم" است که سلطان مسعود پس از تألیف آن مقدار یکبار فیل پول نقره بخانه او فرستاد ولی دانشمند از پذیرفتن آن خودداری کرد و به خزانه او فرستاد

در کتاب "الجماهر فی معرفة الجواهر" بیرونی تحقیقات جالبی درباره احجار و خواص آنها بعمل آورده است علاوه بر این در مسائل طبیعی، حیوانات، نباتات و جمادات نیز مطالب جالبی نوشته است علاوه بر آنچه گفته شد تعداد کثیری کتب و رسالات دیگر به این مرد محقق و دانشمند منسوب است که احصاء و شمارش آنها از حوصله این کتاب خارج است

چنانکه دیدیم تألیفات این مرد بزرگ به اقتضای زمان، بیشتر بزبان تازی است، تنها کتاب (التفهیم الاوائل صناعة التنجیم) را خود او از عربی بفارسی در آورده است و ما برای آنکه طرز نگارش و حدود اطلاعات علمی آن زمان را بدست دهیم چند جمله از آنرا نقل می کنیم

باب سوم - عالمها و آسمان و زمین. فلک چیست ؟ جسمیست چون گوی گردنده اندر جای خویش و اندر میان او چیزهاست که حرکت ایشان بر خلاف حرکت فلک است و ما اندر میان اوئیم و او را فلک نام کرده اند از بهر حرکت او که گرد است ...... و فیلسوفان او را "اثیر" نام همی کنند - فلک یکی است یا بیشتر ؟ فلک هاست گوی اندیک بر دیگر پیچیده همچون پیچیدن توی های پیاز و فروترین فلک ها آنست که بما نزدیک تراست و ماه اندر او همی رود و همی بر آید و فرود آید تمثالی هنباز .... کره دوم - عطارد است و سوم آن زهره است و چهارم آن آفتاب است و پنجم آن مریخ و ششم آن مشتری و هفتم آن زحل این گویهای هفت ستاره رونده اند .... ستارگان بیابانی را که ثابته خوانند

ایشان را یعنی ایستاده ــ"

نوروز چیست؟ نخستین روز است از فروردین ماه از این جهت روز نو نام کردند زیرا که پیشانی سال نو است و آنچه از پس او است از این پنج روز همه جشن‌ها است ــ"

مهرگان چیست؟ شانزدهم روز است از مهر ماه و نامش مهر. و این در این روز افریدون ظفر یافت بر... ضحاک و بکوه دماوند بازداشت و روزها که سپس مهرگان است همه جشن اند بر کردار آنچه پس نوروز بود و ششم آن مهرگان بزرگ بود و رام روز نام است و بدین دانندش ــ"

سلطان محمود و ابوریحان چنانکه مذکور شد ابوریحان در دربار علی خوارزم شاه مورد احترام و طرف محبت و نوازش شاهانه بود زیرا خوارزم شاه شخصاً مردی هنرپرور و دانش دوست بود و حسن سلوک وی با علماء و دانشمندان سبب شد که یکعده از بزرگ ترین مردان جهان فضل بجانب خوارزم سفر کنند چنانچه زمانی پیش آمد که ابو علی سینا فیلسوف بزرگ و شهیر ابوریحان استاد بی مانند ریاضیات و نجوم و عبدالمسیح عیسوی امام علوم منطق و طب و ابو نصر از دانشمندان بزرگ و چند نفر دیگر در دربار خوارزم هم صحبت و همدم شدند و پرتو فضل و دانش ایشان شهر اورگنج را بصورت آفتاب جهان تاب جلوه گر ساخت که تمامی بلاد اسلام بلکه تمامی دنیای متمدن آن زمان بشهر مزبور رشک می بردند، اما روزگار همانطوریکه عادت او است برای اجتماع و قران آن اختران نورپاش حسد برد و بزودی تفرقه میان ایشان افکند

حکمای بزرگ مذکور در صحبت و معاشرت یکدیگر شادمان و خوش دل می زیستند و علی خوارزم شاه روز و شب در مجلس ایشان حضور می یافت و از منادمت و صحبت آنان سود می برد

از طرف سلطان محمود غزنوی پادشاه پر نخوت و مغرور غزنین میخواست دربارش بوجود بزرگان دانش و علم آراسته باشد زیرا شکوه سلطنت و دولت را آن عصر هم با وجود عده بیشتری از علماء و ادباء و شعراء و مورخان و نویسندگان تشخیص میدادند، همان طور که اکنون نیز هر ملتی که عده دانشمندش بیشتر است در دیده اهل عالم محترم تر است، سلطان محمود به علی خوارزم شاه نوشت تا آن شش نفر دانشمند را به دربار وی گسیل دارد، اما از آنجا که محمود به تعصب مذهبی و استبداد فکری شهرت یافته بود و دانشمندان مزبور اکثر مذاق تشیع داشتند به علاوه مشرب فلسفی آنان با مشرب خشک سلطان وفق نمی داد، هیچ یک راضی بترک خوارزم و سفر غزنین نمی شدند. تا بار دیگر محمود نامه‌ای تهدید آمیز فرستاد و خوارزم شاه را به سپاه و پیلان کوه پیکر خود بیم داد و یک نفر سفیر با پول فراوان و وسائل مسافرت روانه نمود که دانشمندان شش گانه را با خود بیاورد، خوارزم شاه پنهانی با ایشان گفتگو کرده گفت از اطاعت سلطان محمود مرا چاره نیست اینک هر کدام مائل هستید برای سفر غزنین آماده شوید و هر کدام مائل نیستید شبانه از شهر اورگنج بگریزید

ابو علی سینا و مسیحی دیگر شبانه رو بگرگان گریختند اما ابوریحان با یک نفر دیگر از دانشمندان ناچار عازم غزنین شدند لیکن از کینه‌ئی در دل سلطان محمود آنان یافت که از صحبت وی نفرت داشتند و از دربارش گریزان بود. نظامی عروضی در کتاب چهار مقاله خود می نویسد.

محمود غزنوی روزی در قصر خود نشسته بود خطاب به ابوریحان بیرونی گفت من از کدام یک از این چهار در بیرون خواهم رفت حساب کن درباره آن کاغذ بنویس ابوریحان به کمک اسطرلاب حساب کرد و بر پاره کاغذ نوشت

پس محمود فرمان داد که تیشه و بیل آورند و در شرقی کندند و از آن در بیرون شد پس کاغذ ابوریحان را آوردند و نوشته بود که از هر چهار در بیرون نشود بلکه دیوار شرقی را می کنند و از آن در بیرون شود) محمود سخت عصبانی شد و فرمان داد و را از بام به زمین انداختند اتفاقاً بیرونی بر دامی افتاد و آهسته به زمین فرود آمد پس از چندی محمود از کرده خود پشیمان شد خواجه حسن میمندی جریان را گفت و ابوریحان را نزد محمود برد، محمود گفت اگر هیچ بر تو پوشیده نیست چرا بر این حال واقف نبودی؟ ابوریحان طالع تحویل خود بیرون آورد و در آنجا از این ماجرا خبر داده بود محمود باز در غضب شد و مدت شش ماه او را زندانی کرد پس از آنکه سلطان محمود او را آزادی داد خطاب به بیرونی خود گفت (پادشاهان چون کودک خردسال باشند سخن بر وفق رای ایشان باید گفت) و به ابوریحان گفت (یا ابوریحان اگر خواهی که از من برخوردار باشی سخن بمراد من گوی نه بر سلطنت علم خویش) (دنباله دارد)

شیراز هر هفته بدون هیچگونه تعطیل از دارالسلطنت حیدرآباد نشر میشود آبونمان سالیانه شیراز پانزده روپیه سکه هند

هامبورک خبرنگار اطلاعات

مسجد ایرانیان در هامبورک

مسجد هامبورک بزرگ ترین مساجد اروپا خواهد شد ساختمان این مسجد از دو هفته قبل در هامبورک آغاز شد. نماینده حضرت آیت الله بروجردی در ساختمان این مسجد نظارت میکند. متن تاریخچه بزبان فارسی و آلمانی در جعبه فلزی زیر اولین سنگ بنا قرار داده شد نقشه این مسجد از روی مساجد تاریخی ایران تهیه گردیده است

خبرنگار ما از هامبورک گزارش میدهد زمانی که آقای عبدالحسین مفتاح سرکنسول ایران در هامبورک بود از ایرانیان مقیم این شهر دعوت کرد تا درباره بنای مسجد و قراءت خانه و همچنین باشگاه دانشجویان و محل سکونت سی نفر دانشجو مذاکره و اتخاذ تصمیم بعمل آید، پیشنهاد آقای مفتاح از طرف کلیه اتباع خاصه آقایان بازرگانان مقیم هامبورک حسن استقبال گردید و قرار بر این شد. حسابی به این منظور در بانک ترتیب دهند و وجوهی که به این امر خیر اختصاص داده می شود جمع آوری و در صورت لزوم از حضرت آیت الله بروجردی برای کمک آن استمداد نمایند

نماینده آیت الله در هامبورک آقای محققی که با علاقه کامل و به امور مذهبی و راهنمائی مسلمین آلمان اشتغال دارد و جلب اعتماد طبقات پیر و جوان را کرده ضمناً درباره مسجد هم نظارت می نمودند. در جواب استفسار مکرر حضرت آیت الله عظمی، آقای محققی ناچار مراتب عدم کفاف وسائل را بعرضشان می رساندند

سال گذشته که تصادفاً زمین بسیار مناسبی در کنار دریاچه آلستر که یکی از زیباترین نقاط هامبورک است به قیمت مناسب پیشنهاد شد، جریان بعرض آیت الله رسید و معظم له فوراً دستور فرمودند کلیه مبلغ از ایران حواله گردد و به این ترتیب زمین مسجد ابتیاع شد

روز شنبه بیست و سوم بهمن که مصادف با عید سعید مولود حضرت حجت بود اولین کلنگ بنای مسجد مسلمین هامبورک زده شد، در مراسم جشن کلیه ایرانیان مقیم هامبورک و عده ای از شخصیت های این شهر شرکت کرده بودند و علاوه بر اعضای سرکنسولگری شاهنشاهی در هامبورک آقای دکتر عزیزی رایزن فرهنگی ایران در آلمان نیز برای حضور در جشن از کلن به هامبورک آمده بود.

آقای محققی شرح موثر و جامعی درباره تاریخچه و لزوم ایجاد بنای مسجد را بیان داشت و از توجهاتی که حضرت آیت الله مبذول فرموده اند تشکر کرد بعد متن تاریخچه بزبان فارسی و آلمانی در جعبه فلزی زیر اولین سنگ بنا قرار داده شد

آیه ای را که حضرت ابراهیم هنگام بنای خانه کعبه نوشته بود بر روی لوحه سنگ تاریخ بنای مسجد مسلمین در هامبورک حک نموده اند، مسجد هامبورک بزرگترین مساجد اروپا خواهد شد و اولین مسجد است در اروپا که شیعیان در ساختمان آن پیشقدم شده اند، نقشه بنای مسجد از روی مساجد تاریخی ایران تهیه گردیده و در ساختمان آن یک نفر مهندس ایرانی شرکت دارد

(منقول از اطلاعات)

مردان خودساخته

امیرکبیر

بقلم محمد سعیدی

مرسله آقای محمود دشتی کیفی خیام

چه بسا اوقات که در طی تاریخ طولانی ایران ضعف و بی‌فتوری ملت غلبه یافته و اسباب تیره روزی و مقدمات انقراض ملی فراهم شده است اما همیشه مردی بزرگ از دامان این سرزمین مردخیز برخاسته و بنبوغ نظامی خویش یا با رأی و تدبیر و سیاست عاقلانهٔ خود کار وطن ما را به سامان رسانده است

یکی از این مردان بزرگ که بلا هیچ گفتگو در قرن گذشته استقلال ایران را در سایهٔ هوش و فطانت و حسن تدبیر و وطن‌پرستی بی‌نظیر خویش حفظ کرده است و آنرا در خط ترقی و تمدن دنیای جدید انداخته و تحولی بزرگ در شئون زندگی آن پدید آورده است مرحوم میرزا تقی خان امیرکبیر بوده است اگر گفته شود که امیرکبیر بزرگترین مظهر ترقی سیاسی و تصلیح اجتماعی ایران در سه قرن گذشته بوده است مبالغه نشده است، امیرکبیر در عصری ظهور کرده که ایران در آن عصر به منتهای درجه انحطاط قوای نظامی و سیاسی و اخلاقی خود رسیده بود و مقدمات تجزیه این کشور و انقراض دولت ایران از هر سو فراهم شده بود ولی هوش و فطانت و وطن‌پرستی بی‌نظیر امیر مانع سقوط قطعی و انقراض آن گردید سهل است که زمینه را برای بسیاری از اصلاحات داخلی و کسب مفاخر خارجی آماده ساخت

انسان هرچه بیشتر در تاریخ زندگی کوتاه امیرکبیر غور و تحقیق می‌نماید و هرچه بیشتر صفات عالیه و مکارم اخلاقی او را از خلال گفته‌ها و نوشته‌ها و سایر آثار او کشف میکند بیشتر به آن چیزی که روح ایرانیت نامیده میشود امیدوار میگردد و هر ایرانی بخود میبالد که وطن او مهد چنین بزرگمردی بوده است که نه تنها مردم ایران در بزرگی و بزرگواری او همداستانند بلکه نویسندگان و سیاسیون و مورخین بیگانه هم که اغلب آنها با وی ستیزه و مخالفت شخصی داشته‌اند باز او را به بزرگی و ویژگی مردانگی ستوده اند

برای پی بردن به عظمت روحی و اخلاقی امیر و تقویم صحیح از ارزش خدماتی که وی به ایران کرده است باید نخست دید امیرکبیر در چه دوره و مقارن چه اوضاعی ظهور کرده است

جنگ‌های متوالی ایران با روسیه که منجر به شکست نظامی ایران و انعقاد عهدنامه ترکمانچای و گلستان شده بود صرف‌نظر از آنکه هفده شهر از بهترین و پرثروت‌ترین بلاد ایران را بر روسها واگذار کرد تأثیر روحی و اخلاقی عمیقی در مردم ایران داشت و ایمان مردم را بر روح فتح‌جویی خودشان که از آغا محمدخان قاجار نتیج فتوحات درخشانی هم شده بود سست و متزلزل ساخت در نتیجهٔ این شکست‌ها و پس از فوت نائب السلطنه عباس میرزا که میتوان او را ترقی نظامی آن عهد ایران محسوب کرد طبیعتاً اخلاق و روحیات رجال سیاسی رو به انحطاط و سستی رفت و این انحطاط نیز اول از دربار و طبقات ممتازه کشور آغاز گردید، درباریان فتحعلیشاه و پس از او محمدشاه چون در مقابل چنان شکست و انهزام سختی قرار گرفته بودند و بچشم خود دیدند که بچه سهولت اساس مستقر کشوری متزلزل میگردد و ثروت‌ها و میرود و خاندان‌ها پریشان میشود ایمان آنها باساس ملک و کشور متزلزل شد و حس خودخواهی و سودپرستی در آنها جانشین حس وطن‌پرستی و تقوی و ملکات فاضله گردید تا بدان پایه که در امر سیاست دست به معامله زدند و در مقابل گرفتن پول از عمال بیگانه، جریان امور را بدلخواه آنان میگرداندند و به علاوه در امور داخلی نیز دیگر پایبند به انضباط و ترتیبات باستانی شاهنشاهی ایران با روح دیانت و انصاف نمی‌شدند و آنچه میتوانستند نسبت بر رعایا ظلم و ستم روا میداشتند بدون آنکه مسئولیتی از برای خود قائل باشند در صدد بودند که رعایا را بدوشند و در مقابل هم خدمتی برای آنها انجام نه دهند، این بود که شیرازهٔ امور بتدریج گسیخته می‌شد و بوم ظلم و تعدی رفته رفته بر فلات ایران سایه می‌افکند و آبادیها رو بویرانی میرفت و مردم ایران آنچه میتوانستند از خاک ایران مهاجرت میکردند و آنچه نمی‌توانستند از زیر بار مظالم بگریزند یا ناچار تن به قبول ظلم در میدادند و یا می‌کوشیدند که خود در ردیف دستگاه حاکمه در آمده و به دیگران ظلم کنند (دنباله دارد)

شیراز هر هفته بدون هیچگونه تعطیل از دارالسلطنت حیدرآباد دکن [illegible] شود

صحیفه برقی [illegible] پریس میں چھپ کر دفتر شیراز اردو هفته وار ھا درگاه [illegible] حیدرآباد دکن سے شائع ہوا۔

SHIRAZ

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
وہ نورِ عشق کی دارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مٹاکر آپ کو عثمانؔ یہی کہتا ہے ہر اک سے
کوئی بابِ نجف بندگی سمجھا تو میں سمجھا

ایڈیٹر:۔ سید ضمقام شیرازی
مقامِ اشاعت:۔ چادر گھاٹ گیٹ حیدر آباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴
روز پنجشنبہ
۱۲ مئی سنہ ۱۹۶۰ء
م ۱۵ ذیقعدہ الحرام سنہ ۱۳۷۹ھ
شمارہ (۲۷)

غزل

(مطلع)
قصۂ خوب نوشتن اینست
دُر بہ رشتہ ہمہ سُفتن اینست

بہرِ تکمیلِ مقاصد بہ جہان
مژدہ خُوب شنیدن اینست

بُلبُل زار بگفتہ بہ چمن
پہرِ سبزہ کہ خُفتن اینست

منقطع کردہ زِ اعدائے دنی
رشتۂ جان کہ بُریدن اینست

از ہمہ دام و قفس گفت بہار
بہرِ بُلبُل کہ پریدن اینست

ممکنے نیست کہ زحمت بکشی
از جہان دست بہ شُستن اینست

(مقطع)
بہرِ ما نعمتِ عثمانؔ بہ نجفؑ
زیرِ قُبّہ کہ بہ مُردن اینست

(آمدہ از نذری باغ)

مرقوم ۱۰ مئی ۱۹۶۰ء

فرق مابین منکوحہ و خواص زوجہ

(در متمول گھرانے یا معزز طبقہ)

فرمایا وہ لوگ جو ان چیزوں سے واقف نہیں ہیں موخرالذکر کو گری ہوئی نظر سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شائد یہ طبقہ باندی یا لونڈی کے جیسا ہے کہ کسمپرسی کے عالم میں گھروں میں جہاں سے اس کا تعلق ہے۔ زندگی بسر کرتا ہے حالانکہ سراسر یہ خیال درست نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ بڑے گھروں میں خواص کا درجہ بعد منکوحہ ہے۔ گو دو بول صیغہ نکاح کے ان کے ساتھ نہیں پڑھے گئے جیسا کہ منکوحہ کے ساتھ ہوا تھا۔ (بہ این وجہ کہ مذہب اسلام میں منکوحہ کی تعداد صرف چار مقرر ہے۔ اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ ورنہ اگر یہ قید نہ ہوتی تو موخرالذکر کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا) تاہم اس کے ذاتی حقوق ہوں یا اسکی بطنی اولاد کے حقوق ہوں اس سے ماں و بچے محروم نہیں ہو سکتے بلکہ ان کی حیثیت کے موافق متروکہ میں حصہ پائیں گے مثل منکوحہ یا اس کی بطنی اولاد کے۔ چنانچہ میرے گھر کا میرے بزرگوں کے وقت سے ہی عملدرآمد رہا ہے۔ اور اسی قاعدہ یا اصول کو پیش نظر رکھکر میں نے اپنے وقت میں ہی تصفیہ کیا ٹرسٹ میں باین وجہ کہ ایسی عزت دار خواصیں انہیں مراعات کے مستحق تھیں۔ دوئم یہ خواصیں گھر کے بزرگ جو تھے (از قسم اناث) انہیں کی پروردہ تھیں اور جو طبقہ شرفا سے تعلق رکھتی ہیں۔ ایسی حالت میں ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ مستورات خدانخواستہ پیشہ ور عورتیں تھیں مثل طوائف جو فیس پر جا کر اپنی روزی کماتی ہیں۔ ہرگز نہیں کہ جسطرح سے منکوحہ عورتوں کا ایک شوہر یا مربی و سرپرست ہوتا ہے اسیطرح سے خواصوں کا بھی ہے۔ ایسی حالت میں ان دو گروہ میں بہت خفیف فرق ہے۔ خلاصہ یہ کہ زمانہ گذشتہ میں بڑے گھرانوں میں اگر منکوحہ کی اولاد زندہ نہیں تھی تو یہ خواص کی اولاد کو (خاص حالات معینہ کے تحت) وہی حقوق حاصل ہوئے ہیں جیسا کہ اول الذکر کی اولاد کو ہوتے اگر وہ زندہ رہتی۔

(اور حیثیت سے ... ۲ بہر حال سب خدا کے بندے ہیں اور فرق مراتب دنیوی

اور اپنی ... خلاصہ یہ کہ میرے یا میرے بزرگوں کا جو مقررہ قاعدہ تھا اس مسئلہ

طرف ... حد تک اسپر عمل بھی کیا۔ رہا دوسروں کے گھروں کے کیا حالات ہیں اس سے

مجھے توجہ کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ کسی طرح سے واسطہ رکھتا ہوں۔

مرقوم ۷ رمئی ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

نذری باغ کا طلائی و کہربا کا سگریٹ ہولڈر دیڑھ دو سو کی لاگت کا جو بیٹی کے حجرہ سے غائب ہوگیا تھا جسکو دیڑھ سال کا عرصہ ہوتا ہے۔

فرمایا اس واقعہ سے متعلق نظام گزٹ میں ایک دو مضامین بھی شائع ہوئے تھے کہ جو کوئی اس کا پتہ لگا کر کہ کس نے سرقہ کیا اور کہاں فروخت کیا برآمد کرے گا تو اس کا معقول معاوضہ پائے گا۔ مگر کبھی تک سراغ نہیں ملا۔ اور گمان غالب ہوتا ہے کہ گولکنڈہ کا وظیفہ یاب جوان جس کا نام خواجہ معین الدین تھا اسی نے اس کو لیا تھا موقع دیکھ کر شب کے وقت جبکہ نشست پر جو کمرہ میں جوانان رہتے تھے چاہے گولکنڈہ کے ہوں یا بیسرم کے بیٹھے ہوئے سو جاتے تھے مگر جوان مذکورہ پر گمان غالب اس وجہ سے ہے سرقہ کا کہ اس نے ایک لوکل بدنام اخبار میں طبع کرایا غلط خبر کہ یہ دستیاب ہوگیا (اس کو وہ پائپ کہتا تھا حالانکہ یہ ہولڈر تھا سگریٹ کا) بہرحال آجکل چو طرف افلاس و تنگدستی کا بازار گرم ہونے سے ایسے امور وقوع میں آرہے ہیں (یعنے سرقہ کے) ورنہ پولیس ایکشن کے قبل جو چو طرف اطمینان اور مرفہ الحالی کا دور دورہ تھا اس کے مدنظر کسی کی نظر بد ایسے چیزوں پہ نہیں پڑتی تھی اور اپنی کمائی جو کچھ ہوتی تھی اس پر قانع اور بیفکر تھے۔ یہ بہرحال انقلاب عالم کا یہ لطف و کرم ہے جو اس مدتنا ملک میں ظاہر ہو رہا ہے۔

آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ گو مال مسروقہ کی کوئی وقعت تھی کہ نہیں دیکھنا یہ ہے کہ جب ایسے کم مالیت کے اشیا کی حفاظت کا یہ حال ہے تو پھر قیمتی اشیاء کا کیا حال ہوگا اس پر قیاس ہو سکتا ہے تاہم اس واقعہ سے نذری باغ میں خاطر خواہ بیداری پیدا ہوگئی ہے۔ تاکہ آئیندہ کیلئے زبردست انتظام حفاظت سامان کا ہو رہا ہے تاکہ مزید غفلت سے نقصان عظیم نہ برداشت کرنا پڑے وبس۔

مکرر جبکہ دو مضامین مذکورہ نظام گزٹ میں طبع ہوئے تھے تو اسوقت سشیراز ہفتہ وار یا تو نہیں تھا بلکہ بعض وجوہ سے اس کی طباعت بند تھی۔ لہذا یہ مضامین اسوقت سشیراز میں ریکارڈ نہیں ہوسکے اس لئے ریکارڈ کرنے کی غرض سے یہ بھجوائے گئے ہیں۔

مرقوم ۷ر مئی ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے سشیراز ہفتہ وار)

نقل مضمون شائع شدہ در اخبار نظام گزٹ مورخہ ۱۴ رجنوری ۱۹۵۹ء

حجرۂ پیشی نذری باغ سے طلائی کہربا کا سگریٹ ہولڈر غائب

(جسکو کم و بیش ۳ ماہ کا عرصہ ہوتا ہے)

فرمایا یہ اپنی ساخت کی وجہ سے قابل دید تھا جو کہ ہملٹن جوہری سے خرید کیا گیا تھا۔ چند سال قبل جس پر کم از کم (۳) رنگی کا (Makeup) شو نا تھا۔ اور جوڑ وغیرہ کے استعمال کی چیز ہونے سے (وہ بھی زیادہ قیمتی نہیں ہونے سے دیڑھ دو سو کی مالیت کا) قفل کنجی میں نہیں تھا بلکہ میز پر دھرا ہوا تھا۔ مگر جب اس کا داخلہ دیکھا گیا تو یہ نہیں تھا۔ اور لینے والے نے اس کے سلور کیس کو چھوڑ کر اندر سے ہولڈر کو نکال لیا تھا۔ نمبر اس کی دریافت تحقیقات ہو رہی ہے (بتوسط ایس۔ پی۔ ربڑی) تاکہ خاطی کا پتہ چل کر سارق کو سزا ہو۔ سگر... اس میں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ مگر اس اثنا میں جو تھرڈ بٹالین صرف خاص کے جوانان ڈیوٹی پر تھے ان پر زیادہ شبہ تھا کہ ممکن ہے انہی میں کا سارق ہو۔ کیونکہ چند سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ یہی جوانان جو کہ پہرہ چوکی پر تھے یہی سرکاری چند دنوں میں سرکاری سامان کا سرقہ کئے گئے جو پولیس کی تحقیقات میں پکڑے جا کر عدالت سے سزایاب ہوئے تھے (کیونکہ اس بٹالین سے جوانان آوارہ منش یا بدکردار ہونے سے ان پر بھروسہ نہیں رہا تھا)۔ چنانچہ آہستہ آہستہ ان کو اونکی اس ملازمت کی خدمت سے علیحدہ کرنا از حد ضروری ہے یہ اس وجہ کہ جب بھروسہ جاتا رہا تو یہ سروس میں کیسے رہ سکتے ہیں۔ جو کرنا تھا... اور تو جی ڈیوٹی کے خلاف ہے۔

دیگر... سہ ہائی اور گولکنڈہ کے جوانان ہیں جنکا رویہ ایسا خراب نہیں رہا ہے جیسا کہ تھرڈ بٹالین کا۔ تاہم یہ بھی ایک ... نوکری کرنے سے ان پر بھی سرقہ کا شبہ عاید ہو سکتا ہے مگر اوس قدر نہیں جیسا کہ مذکورہ تھرڈ بٹالین کے جوانان پر۔ بہرحال اب آیندہ کے لئے سرکاری سامان کی کیسی حفاظت ہونی چاہیئے یہ امر پیش نظر ہے جس کی دیکھ رکھ ہونے کا خاطر خواہ انتظام ابھی سے شروع ہوگیا ہے تاکہ آیندہ پھر ایسے واقعات رونما نہ ہوں ... یہ کہ سرقہ چیز ملے یا نہ ملے مگر بیداری کی طرف پیدا ہوگئی ہے۔ دلبس۔ چنانچہ ضروری احکامات ... نام جاری کردیا ہے (یعنی جنرل ... روس)

مکرر اس ... اعلان ہوا ہے کہ جو شخص سراغرسانی کرکے چیز مسروقہ ... دلا جائے تو اس کا صلہ اس کو ... نذری باغ سے دیا جائے گا۔ جو اس کی ہمیشہ کی روٹی کا ذریعہ ... لہٰذا اب دیکھنا ہے کہ کس کی قسمت میں ہے جو اس کو حاصل کرے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ جسے ... سے وہ ضرور ... ہوگا جو ایسی حرکت کرکے اپنے مالکین اسکا ثبوت دیا جو قابل ہزار نفرین ہے اور جملہ گارد ...

مرقوم ۱۳ رجنوری ۱۹۵۹ء

(مضمون ہذا بغرض اشاعت نذری باغ سے وصول ہوا ہے)

نقل مضمون شائع شدہ در اخبار نظام گزٹ مورخہ ۱۵۔ جنوری سنہ ۱۹۵۹ء

ضمیمہ مضمون شائع شدہ در اخبار نظام گزٹ مورخہ ۱۳۔ جنوری سنہ ۱۹۵۹ء

متعلق سرقہ شدہ کہربا طلائی سگریٹ ہولڈر

(در نذری باغ)

فرمایا کچھ دن ہوئے کہ ایک لوکل جدید گمنام اخبار میں یہ غلط خبر شائع ہوئی تھی کہ یہ مسروقہ چیز دستیاب ہو گئی (دوبارہ) ہے اور وہ میرے ملاحظہ میں پیش کر دی گئی ہے چنانچہ اس کی تردید میں کمانڈنگ افسر محلات پولیس کا مضمون اسی اخبار میں شائع ہوا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ خبر کس نے اخبار کو دی تھی مگر اس کا جواب نہ ملنے سے اور شبہات بڑھے اور خدا کی کرنی ایسی ہوئی کہ جس گولکنڈہ کا سپاہی جس کا نام خواجہ معین الدین تھا معمر زائد از پچاس (۵۰) سالہ اس نے پولیس محلات کے افسروں کے سامنے اقبال کیا کہ یہ شخص وہی تھا جس نے یہ مضمون اخبار میں لکھوایا تھا۔ چنانچہ اوس کی یہ غلط بیانی پر کہ ہولڈر مسروقہ دستیاب ہو گیا ہے بازداشت اس کو خدمت سے علٰحدہ کر دیا گیا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ جب سے یہ خدمت سے علٰحدہ ہوا ہے پریشان ہو کر روزانہ شہر میں گشت کر رہا ہے حالانکہ اس کا مکان سُنا گیا ہے کہ شمس آباد میں ہے۔ بہر حال ان ہی امور کے مدنظر اس کی نقل و حرکت پر گورنمنٹ پولیس کی نظر ہے اور کارروائی اس وقت دوران تحقیقات ہے۔

ف ۲۔ یہ بھی اِس کے ساتھی گولکنڈہ کے سپاہیوں سے معلوم ہوا (جو کہ اس کے ساتھ حجرہ پیشی نذری باغ میں ایک عرصہ سے خدمت کرتے ہیں) کہ نامبردہ نا قابل بھروسہ شخص ہے اور وہ ہرگز سروس (Service) میں رہنے کے قابل نہیں تھا۔ بہر حال حالات اس وقت اس حد (Stage) پر ہیں اور اس معاملہ سے نذری باغ غافل نہیں بلکہ ہشیار ہے اور عہدہ داران محلات پولیس برسرِکار اور مصروف ڈیوٹی ہیں۔ لہٰذا دیکھنا ہے کہ نتیجہ کیا برآمد ہوتا ہے زود یا بدیر۔

مرقوم ۱۴ / جنوری سنہ ۱۹۵۹ء

مضمون ہذا بغرض اشاعت نذری باغ سے وصول ہوا ہے

بعض مصالح کے تحت ایک ہی خاندان کے دو فرد کو نظام کی لڑکی۔ اور نظام کی پوتی نہیں دیجا سکتی

فرمایا یہ جو بیان کیا ہے وہ قاعدہ مقررہ کے تحت تھا مگر اس کلیہ سے کاظم جاہ مرحوم کی اولاد مستثنیٰ ہے کہ باپ کی جگہ دادا نے لے لیا ہے۔ ایسی حالت میں محمود پادشاہ جو کہ شوہر ہے میری لڑکی مشہدی بیگم کا (عرف ڈالی) Dolly تاہم اس جیتے کے دو کم سن بھائیوں کو میری دو پوتیاں بر وقت دیجائینگی۔ لڑکے یہ ہیں مسعود علیخاں و سعید علیخاں ان دو کا عقد میری لڑکیوں سے مماثل ہوگا کہ نسبت کو دادا نے لگا یا ہے۔ نظر بر آں مناسب سمجھا کہ اس نکتہ کو بھی اسی سلسلہ مضمون میں بیان کردوں جو کہ آج نظام گزٹ میں طبع ہوا ہے تا کہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔

(منقول از نظام گزٹ) ________ مرقوم ۴ مئی سنہ ١٩٦٠ء

آمد مولوی علیؑ نقی صاحب در ماہ ذیحجہ آیندہ

(در حیدر آباد)

فرمایا مجھے مولوی صاحب نے اطلاع دی ہے کہ موسم گرما کے تعطیلات علی گڈھ یونیورسٹی میں شروع ہونیوالے ہیں۔ لہذا وہ بغرض مجالس عید غدیر یہاں ١٠ر کی صبح پہنچیں گے اور ١٢ر ذیحجہ کو واپس جائیں گے یعنے کل چار یوم انکا یہاں قیام رہے گا (در عدن باغ)۔ لہذا مقررہ مجالس دو بڑی دیوڑھی۔ عزا خانہ زہرا میں پڑھیں گے اور ایک مجلس مختصری ١٨ر ذیحجہ کو عثمان کالج کے عاشور خانہ میں پڑھیں گے کہ یہاں علم ایستادہ ہو رہا ہے اور اسی دن اٹ ہوم بھی ہے۔

دیگر اسی تاریخ علیؑ پاشاہ فیملی کے ساتھ اس جدید عطا کردہ مکان میں مقیم [illegible] ویلا کے مکان سے آکر کیونکہ ان سب کو کسیقدر کشادہ مکان کی ضرورت ہے۔ مگر [illegible] میری تجویز ہے کہ ١٧ر ذیحجہ کو وقت عصر علیؑ پاشاہ جدید مکان میں منتقل ہو جائیں تا کہ نقل و حرکت۔

الحاصل ریڈ ویلا گسٹ ہاوس کی شکل میں ہمیشہ تیار رہے گا (عند [illegible] جو کوئی یہاں فروکش ہوں [illegible] مئی سنہ ١٩٦٠ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

کیسی مستی ہوئی شراب سے بھی
بوئے گل پھیلی ہے گلاب سے بھی
قطرۂ خوں کو چوس کر دل کے
یہ عنایت ہوئی جناب سے بھی

(آمدہ از نذری باغ)

باوجود اخبار میں اعلان ہونے کے اس پر بھی انٹرویو کی خواہش کرنا یا تقاریب میں شرکت کی دعوت دینے کا سلسلہ جاری ہے۔

فرمایا مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہے کہ وہ لوگ جن سے میری پہچانت نہیں ہے اور نہ ان کے بڑوں کو جانتا ہوں ایسی درخواستیں بلا سوچے سمجھے کر بیٹھتے ہیں جس کا جواب مجھے نفی میں دینا پڑتا ہے کہ اس طریقہ کار کو میں نے حالات زمانہ بدل جانے سے اور میری موجودہ عمر و صحت کے مدنظر مسدود کر دیا ہے جس کا علم سب کو ہے۔ الحاصل اگر اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا تو بغیر جواب دیئے معاملہ کو داخل دفتر کر دیا جائے گا۔ یا ایسی درخواستیں یا دعوت کے رقعے نذری باغ میں قبول نہیں کیئے جائیں گے۔ لہذا ایسی حالت میں کوئی شخص اپنی توہین نہ سمجھے کہ معاملہ کو قبل از قبل صاف کر دیا گیا ہے۔

دیگر معاملہ مذکورہ کا تعلق طبقہ روساء سے تعلق نہیں رکھتا ہے کہ اسکی نوعیت دوسری ہے کہ جیسے حالات اوس وقت پیدا رہیں گے اوس کے مطابق مجھے سوچ سمجھ کر کام کرنا ہوگا کہ اسی طبقہ سے میرا بھی تعلق ہے۔

مرقوم ۶ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

حفظ خودداری انسان کے لئے ضروری ہے
(Self Respect)

فرمایا جبکہ ایرانیان صمصام شیرازی کو مدد نہیں دے رہے ہیں اور اگر کچھ ہے بھی تو اس کا عدم وجود برابر ہے۔ ایسی حالت میں اس کو بھی چاہیے ضرورت سے زائد ان کی چاپلوسی کرکے خود کو ہلکا نہ بنائے۔ ایسی حالت میں ہر ہفتہ دو صفحے شیراز کے جو مختص تھے فارسی کے لئے میرے خیال میں اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے جبکہ جو کچھ لکھا جائے تو اپنی مادری زبان اردو میں ہو۔ تاکہ اس زبان میں وسعت پیدا ہو کہ آجکل یہی مسئلہ ہر طرف زیر بحث ہے۔

ف۲ بہرحال انسان کا کردار بھی دنیا میں عجیب شئے ہے۔ جسکے پیمانہ سے وہ ناپا جاتا ہے جیسا کہ جام اپنی وسعت سے شراب کی مقدار کی نشاندہی کرتا ہے کہ کسقدر اس میں سما سکتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ایسے نکات سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں نہ کہ وہ جو خود کو سستے دام فروخت کرچکے ہیں۔ تو ایسی حالت میں وہ کیا خاک ایسے دقیق نکات کو سمجھیں گے جبکہ اس کے لئے وہ بنائے نہیں گئے بجز بندۂ زر بننا یا گرگٹ کے مانند رنگ بدلنا یا ہوا کے رخ چلنا یا کوچہ گردی میں عمر صرف کرنا یا ہوٹلوں میں بیٹھکر مفت کی چائے پینا اور پھر چلتے پھرتے نظر آنا وغیرہ کیا کہنا اسے حال صفات مذموم کا کہ اب بھی دنیا ان سے خالی نہیں ہے بلکہ پُر ہے۔ کہ ہر جگہ رطب و یابس موجود ہے۔

(منقول از نظام گزشت) —————— مرقوم ۷ر مئی سنہ ۱۹۶۰ء

عجیب و غریب درخواستیں نذری باغ میں پیش ہوتی ہیں

فرمایا وہ یہ ہے کہ میں ان کے خانگی معاملات میں دخل دوں یا بیسہ دیگر کسی کی مقدمہ بازی چلاؤں۔ کوئی صاحب سمجھ ایسے حرکات نہیں کرسکتا بجز فاترالعقل یا مجنون کے۔ دوسری طرف ان کو اس کا وقوف نہیں ہے کہ ایسے معاملات میں عدالت جانے کے عوض آپس میں جھگڑا وڑنا سمجھوتہ کرکے کام نکالیں یا ایسا کرنا غیر ممکن ہے تو پھر مقدمہ سے دستبردار ہو جائیں تاکہ کچھ نہ کچھ راستہ بھلائی کا نکل آئے مگر دوسری طرف حرص و طمع خاموش سے بیٹھنے نہیں دیتی کہ کچھ نہ کچھ مصائب میں مبتلا کردیتی ہے۔ چنانچہ مثلاً کہتا ہوں کہ اس قسم کی درخواست نہور حسین خان فرزند کمال یار جنگ مرحوم کی تھی تو یہی جواب نذری باغ سے دیا گیا اور مجبوراً جب کہ درست طریقہ پر کام نہیں ہو رہا ہے تو اصل واقعات لکھ کر منظر عام پر لانا ہوتا ہے جس سے درخواست گذاروں کی توہین ہوتی ہے وہ بھی۔

"خود کردہ را علاجے نیست"

ورنہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر نذری باغ کو کیا غرض پڑی ہے کہ بطور خود بلا وجہ موجب ایسے امور کو بیان کرے۔ مگر افسوس ہے کہ درست طریقہ پر کسی کی توجہ نہیں کہ انکی قسمت میں اگر یہی لکھا ہے تو اسکا کیا علاج۔ بقول۔ از ماست کہ بر ماست

مرقوم ۸ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

اقبال علیخاں پسر بشارت علیخاں جاگیردار (پسر عنایت علیخاں جاگیردار مرحوم)

فرمایا کہ میں ابتک اس بچہ کے باپ کو فرقہ مہدویہ سے سمجھتا تھا۔ مگر بچہ کے باپ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اہل تسنّن سے ہیں۔ اور پیدائشی معذوری کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے اور جب کبھی نذری باغ آتے ہیں تو موٹر میں بیٹھے رہتے ہیں۔

دیگر یہ بھی معلوم ہوا کہ بچہ کی ماں حسن یار جنگ علاقہ پائیگاہ کی خالہ زاد بہن تھی جس کا انتقال ہو چکا ہے اسطرح سے بچہ نواب بیگم منکوحہ سلطان الملک مرحوم کا نواسہ ہے۔ خیر سُنا ہے کہ یہ بچہ جو کہ ۲۰ یا ۲۱ سال کی عمر ہے نظام کالج میں زیر تعلیم ہے۔ یہ پہلے گاہ گاہ اور اب ہر یکشنبہ کو نذری باغ سلام کی غرض سے آتا ہے۔

بہر حال جبکہ اس معاملہ کی وضاحت ہو چکی کہ اس بچہ کے باپ فرقہ مہدویہ سے نہیں ہیں تو پھر ممکن ہے کہ بروقت میں اس بچہ سے معاملہ متاہل زندگی پر غور کر سکوں کیونکہ میرے خاندان میں قید صرف دُو بڑے طبقۂ اسلام کی حد تک ہے ورنہ ہر شخص آزاد ہے کہ جو چاہے مذہب اختیار کرے کہ کسی قسم کا جبر یا زیادتی نہیں ہے کہ یہ معاملہ اُسکا ذاتی ہے اس لئے اس میں اغیار کی مداخلت جائز نہیں۔

مرقوم ۹؍ مئی سنہ ۱۹۶۰ء ——— (منقول از نظام گزٹ)

نذری باغ کی دو صاحبزادیوں کے عقد کا معاملہ قریب الختم ہے کہ نسبتیں قرار پا چکی ہیں

فرمایا ایک لڑکی کا عقد اسی ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۹ھ میں ہونے والا ہے اور دوسری لڑکی غالباً ماہ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ کے اوائل میں قبل عید اضحیٰ۔ اس کے بعد (۴) خانہ زادوں کا عقد ہوگا جو بعض وجوہ سے اب تک نہیں ہو سکا تھا۔ اسی کے دوران میں ایک خانہ زاد کا عقد ثانی ہونا ہے جس کی زوجہ کا انتقال ہو کر کچھ عرصہ ہوا ہے دوسری طرف ایک خانہ زاد متوفی کی زوجہ کا عقد ثانی ہونا ہے کہ یہ سب امور اپنی حد تک ضروری ہیں بہرحال جو کچھ ہونا ہے قبل آغاز محرم سنہ ۱۳۸۰ھ ہو جانا چاہیئے تاکہ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۰ھ سے مجھے دوسرے مماثل کام انجام دینا ہے کہ از روئے استحقاق انہیں کا نمبر ہے۔ کہ اکثر لڑکے سن رشد کو پہنچ چکے ہیں اور قابل متاہل زندگی ہیں۔ اور ذی کردار ہیں۔ اور خدمت کرنے والے مرنج ہیں۔

مرقوم ۱۰ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

ظاہر ہوا ہے رازِ دروں بھی بیان سے
رفعت کا حال کھل کے رہا تر زبان سے
تسلیم کرلے جائے علیؑ کو نبیؐ کے بعد
کچھ فائدہ نہیں ہے تجھے این و آن سے (سبز ہی)

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

قطعہ

رونق بڑھی ہے باغ کی رنگ گلاب سے
مستی بھی چھائی بزم میں جام شراب سے
کوئی نہیں ہے جائے نبیؐ جز علیؑ سنو
معلوم ہم کو ہو کے رہا یہ کتاب (مقدس) سے

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ
ترجمانِ اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے — خیر خواہِ شاہِ حق آگاہ ہے شیراز ہے
ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

چارمینار

(قابلِ توجہ مرکزی آثارِ قدیمہ)

یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ مرکزی محکمۂ تحفظِ آثارِ قدیمہ نے حیدرآباد کی دیگر تاریخی عمارتوں کے ساتھ ساتھ چارمینار حیدرآباد کو بھی اپنی نگرانی میں لے لیا ہے لیکن یہ امر سخت تشویش کا باعث ہے کہ جب سے کہ مرکزی محکمۂ آثارِ قدیمہ نے چارمینار کو اپنی نگرانی میں لیا ہے اُس وقت سے چارمینار عوام کے لئے کھول دیا گیا ہے۔ یہاں یہ بتانا تحصیلِ حاصل ہے کہ چارمینار تاج محل آگرہ یا لال قلعہ دہلی کی طرح کوئی یادگار جنگ یا فوجی عمارت نہیں ہے۔ بلکہ یہ بالکلیہ خالص مذہبی عمارت ہے۔ قدیم تاریخی اسناد اور شواہد سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ چارمینار دراصل عاشور خانہ ہے جو تابوت کے نمونہ پر تعمیر کیا گیا ہے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ چارمینار کو عوام کے لئے بلا روک ٹوک کھول دینے کی وجہ سے اس عمارت کی بے حرمتی اور شعائرِ مذہبی کی تعظیم کرنے والے لاکھوں ہی افراد کی دل آزاری ہو رہی ہے۔ ناواقف عوام اس عمارت پر جوتوں سمیت چڑھتے ہیں۔ جابجا پیک سے گندگی پھیلاتے ہیں۔ عمارت پر جابجا کوئلہ، پنسل اور دھاری دار اشیاء سے اپنے نام اور بعض تہذیب سے گرے ہوئے جملے تحریر کرتے ہیں بعض شریر لڑکوں نے اس عمارت کی چاروں گھڑیالوں کو ناکارہ بنادیا ہے۔ اس عمل سے نہ صرف یہ کہ مذہبی عمارت کی بے حرمتی اور ایک طبقہ کی دل آزاری ہو رہی ہے بلکہ خود عمارت بھی داغدار اور خراب ہو رہی ہے۔ اندیشہ ہے کہ اگر یہی عمل جاری رہا تو نہ صرف عمارت کی خرابی بلکہ رفتہ رفتہ شکستگی کا باعث ہوگا۔ آج ہمیں انگریزوں کا وہ عمل یاد آرہا ہے کہ وہ جب بھی کسی تاریخی عمارت کی سیر کو آیا کرتے تھے تو اُن کی تہذیب کے بموجب نہایت ہی احترام کے ساتھ ٹوپی اُتار کر داخل ہوا کرتے تھے اور مذہبی عمارتوں میں داخلہ کے وقت ٹوپی کے ساتھ ساتھ جوتا بھی اتار دیا کرتے تھے۔ جوتے اُتار کر مذہبی عمارتوں میں داخل ہونا، ہم ہندوستانیوں کی قدیم اور قابلِ تقلید تہذیب میں داخل ہے۔ لیکن افسوس ہوتا ہے کہ اب ہمارے ہندوستانی بھائی بعض اپنی قدیم تہذیب سے بے بہرہ ہوتے جارہے ہیں۔ وہ مذہبی عمارتوں میں بغیر کسی پاس و لحاظ کے بحسن و ناپاک حالت میں چپل پہنے ہوئے اور سگریٹ پیتے داخل ہوتے ہیں۔

مرکزی محکمہ تحفظِ آثارِ قدیمہ سے ہمیں توقع ہے کہ وہ سابق کی طرح چارمینار پر عوام کا داخلہ ممنوع قرار دے گا۔ سیاحوں کی آمد کے موقع پر یا خاص صورتوں میں ذریعہ پاس داخلہ کی اجازت دینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ لیکن ہر اُس شخص پر جو چارمینار پر چڑھنا چاہتا ہو یہ پابندی لگادی جانا ضروری ہے کہ وہ جوتے پہن کر نہ چڑھے۔ عمارت پر کوئلہ وغیرہ سے کوئی عبارت نہ لکھے۔ صفائی اور مذہبی جذبات کا احترام کرے۔ ہمیں یقین ہے کہ محکمہ آثارِ قدیمہ اس جانب فوری توجہ کرے گا۔ تاکہ اس مذہبی عمارت کا خاطر خواہ تحفظ اور مذہبی جذبات کا احترام ہو سکے۔

سوشلسٹ پارٹی کی ستیہ گرہ!

"بیکار مباش کچھ کیا کر" کی کہاوت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، سوشلسٹ پارٹی نے اپنی مضحکہ خیز ستیہ گرہ شروع کی ہے اس ستیہ گرہ سے سوشلسٹ پارٹی کا کیا مقصد ہے؟ یہ تو خود سوشلسٹ پارٹی سمجھے یا خدا سمجھے لیکن حصول مقصد کے لئے جو ذرائع اختیار کئے گئے ہیں وہ انتہائی طفلانہ اور غیر عاقلانہ ہیں۔ مثلاً یہ کہ سرکاری غلہ گوداموں کے تالے توڑ کر غلہ فروخت کرنا یا انگریزی زبان میں لکھے ہوئے سائن بورڈوں کو مٹاتے اور کھرچتے پھرنا۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی حکومت کسی بھی جماعت کو سرکاری غلہ گوداموں کے تالے توڑنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ اور کوئی بھی باشعور سیاسی جماعت ایسی لغو اور مہمل حرکت نہیں کر سکتی۔ بلاشبہ، غلہ سستا کرنے کا مطالبہ ایک اعلیٰ مقصد ہو سکتا ہے۔ لیکن اس مطالبہ کو منوانے کے لئے تالے توڑنا کسی اعتبار سے بھی جائز نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسی طرح انگریزی سائن بورڈوں کو کھرچنے کی حرکت کبھی بھی کسی سنجیدہ دماغ کی پیداوار نہ سمجھی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ سو پچاس یا ہزار دو ہزار انگریزی سائن بورڈوں کے مٹانے سے، ہندوستان سے انگریزی زبان نہیں مٹ سکتی۔ بورڈوں سے انگریزی تحریر کھرچ دینے سے دماغوں، ذہنوں اور شعور پر کندہ کی ہوئی انگریزی عبارت نہیں مٹ سکتی۔ اس کے قطع نظر آپ انگریزی کے پیچھے لٹھ لے کر کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ ہندوستان سے انگریزی زبان کو نکالنا کوئی گودام کا تالا توڑنا نہیں ہے۔ بلکہ ہمالیہ پہاڑ کو سر پر اٹھا کر ہندوستان کی سرحد کے باہر پھینکنے کے مترادف ہے۔ یہاں ہمیں اس سے زیادہ بحث نہیں کہ ہندوستان سے انگریزی زبان کو نکال باہر کرنا آسان ہے، دشوار ہے یا قطعی محال ہے۔ اس کے قطع نظر ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہندوستان سے انگریزی زبان کو نکال دینے سے ہم کو معاشی اور اقتصادی آزادی مل جائے گی؟ دیس میں پھیلی ہوئی عام بے روزگاری دور ہو جائے گی۔ غربت افلاس اور اجناس کی قلت و گرانی دور ہو جائے گی! ہمارا دیس سائنسی اور صنعتی اعتبار سے ترقی کرے گا؟۔

اگر ان سب کا جواب نفی میں ہے تو پھر انگریزی کے پیچھے لٹھ لے کر دوڑنا، عقل کے پیچھے لٹھ لے کر دوڑنے کے مترادف ہے۔

دیس کے ہر بہی خواہ کو یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ سوشلسٹ جماعت اپنے آپ کو ایک تعمیر پسند اپوزیشن ثابت کرنے کی بجائے تخریب دوست اور فسادی جماعت کا رول ادا کر رہی ہے۔ اس کا یہ عمل دیس کو فائدہ پہنچانے کی بجائے مشکلات میں اضافہ کر رہا ہے۔ (ادارہ)

اِشتہاری اَدویات

شری بی، وی، راجو وزیر صحت نے مارواڑی مشنری اینڈ نرسنگ ہوم کے ایک جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے یہ انکشاف کیا کہ:-

"جھوٹے اشتہارات اور نام نہاد حیرت انگیز دواؤں پر کنٹرول کرنے کے لئے قانون بنانے کی ایک تجویز موصوف نے حکومت کے آگے پیش کی ہے"۔

قارئین شیراز کو یاد ہوگا کہ ہم نے چند ماہ قبل شیراز کی ایک اشاعت میں یہی تجویز پیش کی تھی کہ تمام عطائی ادویات، چٹکلے، جھوٹے اشتہارات اور مرکب ادویات پر پابندی عائد کر دی جائے۔ جب تک کیمیکل تجزیہ اور میڈیکل بورڈ کا صداقت نامہ کسی دوا کے مفید ہونے کے بارے میں اجرا نہ ہو، اس وقت تک کسی دوا کو فروخت کرنے یا اس کی بابت اشتہار جاری کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

ہمیں اب یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ وزیر صحت نے اشتہاری ادویات کی فروخت کے لئے قانون بنانا ضروری سمجھا۔ ہماری رائے میں یہ قانون جتنا جلد مدون اور نافذ ہو جائے گا اتنا ہی بہتر ہے۔ یہ ظاہر کرنا تحصیل حاصل ہے کہ اشتہاری ادویات کی وجہ سے ہر سال ہزاروں جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ (ادارہ)

یک نہ شد دو شد

دنیا کا مسلمہ اصول اور عقلاء کا دستور ہے کہ وہ دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہیں خود دوسری قوموں کے لئے نمونہ عبرت بننے کی بجائے دوسرونکے واقعات سے درس عبرت حاصل کرتے ہیں اس کلیہ کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ گذشتہ دور کے حکماء کے تصفیہ کے موجب سنکھیا ایک قاتل زہر ہے۔ ان حکماء نے تجربہ کرکے یہ بتایا ہے کہ خبردار! سنکھیا کو استعمال نہ کرو یہ زہر ہے موجودہ نسل اگر گذشتہ حکماء کے تجربے سے فائدہ حاصل نہ کرکے خود سنکھیا کا تجربہ کرے تو اسکو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیگا اور بجائے دوسروں سے درس عبرت حاصل کرنے کے خود کو دوسروں کے لئے نمونہ عبرت بنانا پڑے گا۔

"شیراز" کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے بتلایا تھا کہ مغربی ممالک میں خواتین کو عدالت کی کرسی پر بٹھانے کے تجربات کئے گئے جو نہ صرف ناکام بلکہ اپنے نتائج کے اعتبار سے نہ صرف انصاف رسانی کے اغراض بلکہ قوم و ملک کے لئے غیر مفید اور مضر ثابت ہوئے بالغ نظری اور عقلمندی کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اس سلسلہ میں ہمارے دیس میں مغربی ممالک کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جاتا نہ کہ خرابی کو دوبالا کرنے کے لئے یک نہ شد دو شد پر عمل کیا جاتا پہلے ہمارے پاس ایک خاتون مجسٹریٹ تھی اب معلوم ہوا ہے کہ ایک اور خاتون کو بھی مجسٹریٹ بنایا گیا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تجربہ مہنگا پڑیگا۔ اب بھی وقت ہے کہ خود تجربہ کرنیکی بجائے دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے ورنہ ؎

سر سے اونچا ہوگیا پانی تو پھر کیا فائدہ (ادارہ)

سنٹرل لائبریری میں جاسوسی ناول اور فلمی ادب کی کثیر تعداد

چند ماہ سے یہ دیکھ کر تعجب اور افسوس ہو رہا ہے کہ کتب خانۂ آصفیہ (سنٹرل لائبریری) کے ارباب اقتدار طلبا اور عام ناظرین کے لئے کثیر تعداد میں جاسوسی ناول اور فلمی ادب مہیا کر رہے ہیں۔

یہاں یہ بتانا کوئی نیا انکشاف نہیں ہے کہ امریکہ اور یورپ کے ماہرین تعلیم، معلمین اخلاق اور ماہرین نفسیات گذشتہ ربع صدی کے تجربہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نوجوانوں کے اخلاق بگاڑنے، اُن کو آوارگی اور جرائم پر آمادہ کرنے میں جاسوسی ناولوں، جرائم کے فلموں، اور فلمی لٹریچر کا بڑا ہاتھ ہے۔

کتاب کو ایک مصاحب اور تنہائی کا رفیق سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح مصاحب اچھا بھی ہو سکتا ہے اور بُرا بھی۔ اسی طرح کتاب اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی۔ جس طرح بُری صحبت کے نتائج بُرے مترتب ہوتے ہیں اسی طرح بُری کتابوں اور گندے ادب کے نتائج بُرے ہی بر آمد ہوتے ہیں۔

مخرب اخلاق ادب کے مطالعہ سے یہی بہتر ہے کہ ہمارے نوجوان طلبا مطالعہ ہی سے محروم رہیں۔ تاکہ آوارگی اور جرائم کے جراثیم غیر شعوری طور پر اُن کے دل و دماغ میں سرایت کرنے نہ پائیں۔

کتب خانہ کے ارباب اقتدار اور خاص کر جناب ناظم صاحب تعلیمات سے ہمیں توقع ہے کہ وہ تمام جاسوسی ناولوں، عریاں ادب اور فلمی ادب کو اپنی فہرست سے خارج کردیں گے۔ اور آیندہ بھی ایسی کتابوں کی سربراہی سے احتراز کیا جائے گا۔ (ادارہ)

جناب آقای سید صمصام شیرازی زید عزہ العالی

پس از ابراز ارادت و سلام۔

محترماً معروض میدارد کہ۔

مقالۂ کہ تحت عنوان "دوستی" بہ قلم دانشمند محترم آقای تمکین کاظمی در مجلۂ شریفہ شیراز انتشار یافت بسیار مفید و قابل توجہ بود۔ انشاء اللہ ہمہ ہفتہ این نوع دانستنیہای سودمند را برای افزایش معلومات خوانندگان این مجلہ ہفتہ و آمادہ چاپ خواہید نمود۔

در پایان سلامتی شما و پیشرفت مجلۂ شیراز را، از خداوند متعال خواہان و از جسارت و پر روئی خود دم پوزش میطلبم

بالتقدیم احترامات

احمد علی دہقانی

زدوس کیفی دبیرپدرہ

این حسینؑ کیست؟

جناب مولوی صبغۃ اللہ صاحب شہید فرنگی محلی لکھنؤ

خدا مجھے معاف کرے مگر میں یہ عرض کرنے کی جرأت ضرور کروں گا کہ واقعۂ کربلا مسلمانوں کی روشن تاریخ کا ایک سیاہ ورق ہے اور اسلام کے صاف دامن پر ایک بدنما داغ ہے ذرا خیال تو فرمائیے کہ ایک سب سے قوی التاثیر اور کامیاب ترین رسولؐ کو دنیا سے گئے ہوئے مشکل سے نصف صدی گذری ہے کہ اسکی محبوب ترین صاحبزادی کے صاحبزادے جو حقیقتاً اور عرفاً اسی رسول مقدس کی اولاد فرزند اور جانشین کہلاتے تھے کسی خلافی نعوذ باللہ یا سیاسی جرم پر اپنے صغیر السن بچوں کیساتھ شدید ترین بیدردی سے شہید نہیں بلکہ مثلہ کئے جاتے ہیں انکا جرم صرف اس قدر ہے کہ تم اس گھر کے چشم و چراغ ہو جس سے اس رسولؐ کا مذہب نکلا، چمکا اور پھیلا ہے دینی اور سیاسی رشتے آخر ہے مگر للہ مجھے انصاف سے بتاؤ میرے آقا اور سید سیدنا حسینؑ سے اس دور میں سوائے ترقی اسلام اور تقویت حق کے اور کس چیز کا خطرہ تھا اور اس تصور پر انکا جماعت کے ہاتھوں تباہ ہونا جو لیتے تو انکے نانا کے کلمہ کو اور انکے گھر سے ترقی پانیوالے دین کا پیرو بنتے تھے مسلمانوں کیلئے کسقدر عبرتناک ہے۔

یہی تخیل تھا جو اوائل عہد طالب علمی میں اس واقعہ کی ذکر و اشاعت سے مجھے روکا کرتا تھا اور میں اس ذکر مقدس کو غیر ضروری بلکہ ایک اقرار جرم کے مترادف سمجھتا تھا لیکن برکات ہدایات یا اس مقدس جماعت کی کرامت یا خود واقعہ کی غیر فانی قدوسیت کا یہ کرشمہ سمجھئے کہ آج میں اس واقعہ کی یاد کو مریض اسلام کے لئے دم عیسوی سمجھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں میرا ایمان ہے بلکہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ پر ہر ایمان رکھنے والے کا یہ ایمان ہے کہ شب و روز خلوت و جلوت، قول لفظ بلکہ ہر حالت میں رسول اسلام صلوات اللہ علیہ و آلہ کا ہر عمل و حرکت بلکہ ہر ادا ہدایتوں کا وہ بیش قیمت خزانہ اپنے اندر رکھتی ہے جو دنیا کی بڑی سے بڑی رہنمائی اور ارشاد میں نہیں۔ بعینہٖ یہی حال اس محترم اور پاکیزہ جماعت کا ہے جسنے مشکوٰۃ نبوت سے اپنے قلب کو منور کیا تھا بلکہ سچ یہ ہے کہ اس سانچے میں ڈھل گئے تھے۔ اس سے پیدا ہوا امام حضرت حسینؑ لخت جگر رسول و فرزند بتول صلوات اللہ علیہم کی مبارک زندگی تو تھی ہی آپ کی شہادت آپکے جسد اطہر کی پامالی آپکے سر مبارک کی بے حرمتی ایک بزرگ اور برگزیدہ ترین خاندان کی بے عزتی اور آپکے بے قصور اور بیگناہ صاحبزادوں، بھتیجوں، بھانجوں، بھائی اور اہل خاندان اور رفیقوں کی توہین اور اذیتیں، قسم اس قدرت کی جسکے سبب سے بڑا ستم اور سب سے بڑا اجر دینے والا ہے ان برکات ہدایات دفترہائے پند و موعظت کا حامل ہے جو دنیا کے کسی واقعہ میں نہیں مل سکتا

آج کی پولیٹکل دنیا ان برکات و موعظت کی عجیب اور

یہ لطف تعمیل کرتی ہے۔ کوئی آپکی قربانی کو ذبح عظیم کہتا ہے کوئی کہتا ہے کہ اس قربانی میں حفاظت حقوق کی اسپرٹ کام کر رہی تھی کوئی آپکو [illegible] کا مبلغ اعظم کہتا ہے۔ کوئی ارادہ ایزد و خلافت کو [illegible] کر لیا خلافت کی روحانی عظمت اور اسکی اصلی شان کے تحفظ کیلئے تھا

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد !!!

میں اصول پرانے محبوں کیلئے پھولوں کی خوشبو سے انکار نہ کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں [illegible] میں جو اعتراف [illegible] کی حیثیت کا تھا ایسا ہی [illegible] بھی بقول [illegible] میرے رسول کا پارۂ جگر اور اپنے وقت کا جانشین رسول کوئی پولٹیکل لیڈر نہ تھا کہ اس سے مقصود [illegible] سیاسی منافع ہوں بلکہ میرے خیال میں اس مقدس واقعہ کا روشن پہلو یہ ہے کہ وہ انا اعطینٰک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر کی روشن ترین تفسیر تھا

ناظرین واقف ہیں کہ آنحضرت سرور عالم کے صاحبزادوں کے [illegible] انتقال پر کافروں نے شادیانے بجنے لگے اور ہر طرف چرچے ہونے لگے کہ اب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیوا کون ہے انکا نام مٹا جاتا ہے [illegible] ابتر ہو گئے ان کا فاتحہ درود کون کریگا لیکن خدا نے فرمایا کہ تجھکو کثرت اجر اور حوض کوثر [illegible] اولاد [illegible] تھا [illegible] ابتر [illegible] نے [illegible] تھی

[illegible] سعد کی تمام [illegible] تو نے اور ہم [illegible] کام [illegible] امام حسین کو [illegible] تا قیامت [illegible] نام لیوا کون رہیگا

اب نعوذ باللہ حسینؑ اور انکا خاندان ہمیشہ کے لئے ختم ہوا جاتا ہے لیکن قدرت کا کرشمہ دیکھو کہ حسینؑ اس زندگی سے توی حیات رکھتے ہیں اور رہیں گے قیامت اور قیامت تک زندہ رہینگے لیکن بتاؤ آج یزید کا نام لیوا کون ہے شمر ذی الجوشن کے خلف کہاں ہیں، ابن سعد کی قبر پہ چراغ جلانے والا کہاں ہے اور خولی کا فاتحہ درود کرنیوالا کس دنیا میں ہے۔ نہیں ہے اور قسم بر ب حی قیوم نہیں ہے۔ کیا اتفاق ہے کہ سینکڑوں آدمی جو ظاہر میں [illegible] اور [illegible] کہنوالے حسین علیہ السلام کی نسل میں نہیں ہیں وہ ایسا شرف و وقار بڑھانے کیلئے جھوٹ موٹ اپنے کو سید کہہ دیتے ہیں اور بہت لوگ جو حقیقت میں یزید، ابن سعد، شمر فاتح شمر کی اولاد میں ہیں اپنے جداکبر کا نام لیتے ہوئے شرماتے ہیں اسکے معنی یہ ہیں کہ حسینؑ کی شکست فتح عظیم اور یزید کی فتح شکست عظیم تھی۔ پس آج جو لوگ اس دردناک واقعہ کو یاد کر کے روتے ہیں وہ کسی میت پر بین نہیں کرتے بلکہ اپنے زندہ آقا کے تصور سے اپنے قلوب میں والہانہ اور فدایانہ جذبات پیدا کرتے ہیں کتنا پاک ہے یہ جذبہ اور کتنی مقدس ہے یہ شیفتگی۔

امام جعفر صادقؑ اور ایک زندیق کا مکالمہ

(سلسلۂ گذشتہ)

زندیق:- کیا غیر اللہ کیلئے سجدہ جائز ہے؟

امام:- نہیں!

زندیق:- پھر ملائکہ کو سجدۂ آدمؑ کا کیوں حکم دیا؟

امام:- جنہوں نے خدا کے حکم سے سجدہ کیا انہے گویا خدا کو سجدہ کیا اسکا سجدہ خدا کے لئے ہوگا کیونکہ وہ خدا کے حکم سے ہے۔

زندیق:- کہانت کی اصلیت کیا ہے کاہن کو آیندہ واقعات کا علم کیونکر ہو جاتا ہے؟

امام:- کہانت کی کئی صورتیں تھیں۔ اوّل فراست العین (نظر کی شناخت) دوسرے ذکاء القلب، تیسرے وسوسۂ شیطان جو کہ روح کی تو ہانت در آنحالیکہ انکے دل میں القائے شیطانی ہوتا تھا کیونکہ شیطان ان تمام امور سے آگاہ ہوتا تھا جو دنیا کے کسی حصہ میں واقع ہوتے تھے یا ہو نیوالے تھے اور کاہن کو ان اخبار سے آگاہ کر دیتا تھا اور آسمانی باتیں حاصل کرنے کے لئے شیاطین ایسے مقام سرقہ میں بیٹھ جاتے تھے جہاں سے وہ ایسی باتوں کو سن سکتے تھے اس زمانہ میں شیاطین کو نہ روکا جاتا تھا اور نہ نجوم کے ذریعہ سے مارے جاتے تھے لیکن اب اس سے روک دئیے گئے ہیں تاکہ لوگوں کو وحی اور اخبار سماں میں شبہ نہ ہو جائے اور وہ یہ نہ معلوم کر سکیں کہ ان کے پاس اثبات حجت کیلئے خدا کے پاس سے کیا آیا ہے شیطان اسوقت اخبار سما میں وہ کلمہ بھی سن لیا کرتا جو خدا کیطرف سے اسکے بندوں کے لئے جاری ہوتا تھا اور اسکو وہاں سے لے اُچکتا تھا اور پھر زمین پر آکر کاہن کو بتا دیتا تھا اور پھر کاہن بھی اپنی طرف سے اور کلمات زیادہ کر دیتا تھا اسطرح حق و باطل کو مخلوط کر دیتا تھا کاہن کی وہ پیشن گوئی جو بسا اوقات صحیح ہوتی تھی وہ کلمہ خدا کا ہوتا تھا جسکو سن کر شیطان ان کے پاس پہنچا دیتا تھا اور جس پیشنگوئی میں خطا ہوتی تھی وہ وہ ہوتا تھا جو کاہن خود کہہ دیتا تھا جب سے شیاطین استراق سمع سے منع کر دئے گئے ہیں اسوقت سے کہانت ختم ہو گئی ہے اب تو شیطان اپنے کاہنوں کو وہی باتیں بتلاتے ہیں جو لوگوں سے سن لیتے ہیں اور وہ بھی بتاتے ہیں جو شیاطین دور کی خبریں شیاطین کو بتاتے ہیں مثلاً چور کی چوری، غائب آدمی کی خبر قاتل کی اطلاع اور ان میں بھی انسانوں کیطرح سچے اور جھوٹے ہیں (اس زمانہ میں ہر غیر مسلم کو زندیق کہا جاتا تھا خواہ وہ آتش پرست ہو یا دہریہ ہو یا فلسفی ہو)

زندیق:- بنی آدم کی حالتوں میں یہ اختلاف کیوں ہے کوئی شریف ہے کوئی رذیل؟

امام:- شریف درحقیقت وہ ہے جو خدا کا مطیع ہے اور کمینہ وہ ہے جو گنہگار رہے

زندیق:- کیا ان میں فاضل و مفضول نہیں ہیں؟

امام:- فضیلت کا دارو مدار تقویٰ ہے۔

زندیق:- خدا نے سب کو اپنا مطیع و موحد کیوں نہ بنایا!؟

امام:- اگر سب کو مطیع بناتا تو ان کو ثواب نہ ملتا کیونکہ اس صورت میں طاعت انکا فعل نہ ہوتا اور جب انکا فعل نہ ہوتا تو جنت و دوزخ بھی نہ ہوتا بلکہ انکو پیدا کیا پھر انکو اطاعت کا حکم دیا اور معصیت سے منع فرمایا اور پھر انبیاء و مرسلین بھیجکر ان پر حجت قائم کی اور اپنی کتابوں سے ان کی دلیل اور بحث کو قطع کیا تاکہ جو اطاعت کریں وہ مستحق جنت ہوں اور جو نافرمانی کریں وہ مستوجب عذاب ہوں

زندیق:- کیا بندہ کا ہر فعل ان اعضاء و جوارح سے نہیں جو خدا نے اسکو عطا کئے ہیں تو پھر یہ خدا ہی کے فعل ہوئے

امام:- یہ سچ ہے کہ وہ کار خیر اور کار بد اعضاء ہی سے کرتا ہے مگر خدا نے شر سے منع کیا ہے اور خیر کا حکم دیا ہے

زندیق:- تو کیا امور تکلیف میں بندہ کا کوئی دخل ہے!؟

امام:- جس شئے سے خدا بندہ کو منع کرتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ وہ اسکے ترک پر قادر ہے اور جس فعل کے کرنیکا حکم دیتا ہے تو خدا جانتا ہے کہ اس فعل کے کرنے پر بندہ قادر ہے پس اسمیں نہ ظلم ہے نہ فعل عبث ہے خدا اپنے بندوں کو تکلیف مالایطاق نہیں دیتا

زندیق:- پس خدا نے جسکو کافر بنایا کیا وہ ایمان کی استطاعت رکھتا ہے اگر ایسا ہے تو اس شخص کے ترک ایمان پر خدا کیلئے کوئی حجت ہے؟

امام:- خدا نے تو اپنی مخلوق کو مسلمان ہی بنایا ہے اور چند امور کا حکم دیا ہے اور چند امور سے روکا ہے کفر کا اطلاق تو کسی فعل پر اسوقت ہوتا ہے جب اس فعل کو بندہ کرتا ہے خدا نے پیدائش کے وقت کسی بندے کو کافر نہیں بنایا کفر تو بعد میں کرتا ہے جب خدا کیطرف سے اسپر حجت آتی ہے جس پر حق پیش کیا جاتا ہے اور وہ انکار کرتا ہے پس اس انکار سے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

زندیق: کیا یہ جائز ہے کہ خدا ایک بندہ پر شر کو مقدر کر دے لیکن حکم دے اسکو نیکی کرنیکا اور وہ نیکی کرنے پر قادر نہو اور پھر خدا اسکو عذاب کرے

امام: خدا انکے عدل کے خلاف ہے کسی بندہ کو شر کیلئے مقدر کرے اور ارادہ خداوندی میں ہو کہ وہ شر کرے اور پھر اسکو ایسے کام کرنیکا حکم دے جسکو وہ جانتا ہے کہ اسکی طاقت سے باہر ہے۔

زندیق: خدا نے کسی کو امیر بنایا کسی کو فقیر آخر یہ امیری وفقیری کے مستحق کیونکر ہوئے؟

امام: خدا نے دونوں کا امتحان لیا امراء کا شکر سے فقراء کا صبر سے تاکہ دیکھے امراء دولت کا شکر کرتے ہیں یا نہیں اور فقراء صبر سے کام لیتے ہیں یا نہیں دوسری وجہ یہ ہیکہ امراء کیلئے ثروت میں تعجیل کر کے اسکو اس دنیا کے لئے کر دیا اور غرباء کے لئے دولتمندی کی تاخیر اس دن تک کیلئے کر دی جبکہ انکو اسکی ضرورت ہوگی، تیسرے خدا کو ہر ایک کی قوت برداشت کا بھی علم تھا پس ہر ایک کو اسکی برداشت کے مطابق دیا، چوتھے اگر سب مالدار ہو جاتے تو نظام عالم ابتر ہو جاتا اور ایک دوسرے کو مدد نہ کرتا، پانچویں دولت کے حصول کو طرح طرح کی مشغول و مختلف قسم کی کوششوں پر رکھا اور اسمیں انکی صحت تدبیر کو دخل ہے پس جو جتنا کرتا ہے پاتا ہے

زندیق: چھوٹے چھوٹے بچوں کو درد اور امراض میں بغیر گناہ کیوں مبتلا کرتا ہے؟

امام: امراض کا لاحق ہونا بہت سی وجوہ سے ہے مرض (بلا امتحان) مرض عقوبت (سزا) اور وہ مرض جو موت کا باعث ہوتے ہیں تیرا خیال تو یہ ہے کہ یہ سب خراب غذا اور پانی کی وجہ سے ہوتے ہیں یا انکی وجہ بچہ کی ماں ہوتی ہے نیز تیرا گمان ہے کہ سب سے بہتر تدبیر بدن کی صحت۔ واحوال العقل کی یہ ہے کہ ایسی غذا کھائی جائے جو مرض پیدا نکرے گویا تیرے نزدیک مرض اور موت صرف کھانے پینے سے ہوتے ہیں حالانکہ ارسطو جو معلم اطباء تھا وہ بھی مرگیا، افلاطون فارسی حکماء بھی مر گیا جالینوس بوڑھا ہو گیا اور اسکی بینائی گھٹ گئی اور جب موت آئی تو اسکو نہ روک سکا ان لوگوں نے اپنے جسم کی حفاظت میں تامل نہ کیا تھا کتنے مریض ہیں جنکے مرض کو طبیب علاج کر کے دور کر دیتا ہے اور کتنے ماہر طبیب مر جاتے ہیں اور علم طب اسکو فائدہ نہیں پہنچاتا اگر عمر باقی ہے تو طب سے ناواقفیت اسکو نقصان نہیں پہنچاتی۔ اکثر اطباء کا خیال تھا کہ انبیاء طب سے ناواقف ہوتے ہیں لیکن یہ غلط ہے وہ بحیثیت حجت خدا ہونے کے علم الٰہی کے خزینہ دار ہوتے ہیں اور اسکی حکمت کے وارث۔ بچوں کے امراض و اسقام کے متعلق حضرت نے یہ جواب دیا کہ انکی بیماریوں سے انکے ماں باپ کے صبر و یقین کا امتحان لیا جاتا ہے یا انکے گناہوں کی سزا ہوتی ہے تاکہ بچوں کی بیماری سے انہیں کافی مدد پہنچے۔ بچوں کو اس تکلیف اٹھانیکا خدا اجر دیتا ہے اور انکے درجات بلند کرتا ہے

زندیق: خدا نے ایسے جانور کیوں پیدا کئے جو بندوں کو تکلیف پہنچانے میں آپ کا عقیدہ ہے کہ خدا نے کسی چیز کو بغیر فائدہ کے پیدا نہیں کیا تو ان کیڑوں، بھڑوں، سانپ، بچھو سے سوائے ایذا رسانی کیا فائدہ ہے؟

امام: ان سے بڑے فائدے ہیں بچھو سے درد شانہ کو فائدہ ہوتا ہے، بھڑ کو فائدہ ہوتا ہے جو لیٹر پر بیتاب کر دیا ہوا سکے لئے مفید ہے سب سے بہتر تریاق وہ ہے جو بچھو کے گوشت سے بنتا ہے جذامی جب افعی کا گوشت کھاتا ہے تو اسکو فائدہ ہوتا ہے، سرخ کیڑے جو زمین کے اندر پائے جاتے ہیں خارش کیلئے مفید ہیں، مچھروں سے مغروروں کا غرور توڑا جاتا ہے، جیسے نمرود کا مغز مچھر نے کھایا

زندیق: آپ کہتے ہیں خدا کے خلق و تدبیر میں کوئی عیب نہیں پھر آپ ختنہ کر کے اسکی خلقت کا عیب کیوں دور کرتے ہیں کیا اس سے خلقت میں تغیر پیدا نہیں کرتے، خدا نے غیر ختنہ شدہ پیدا کیا ہے ختنہ کو آپ اچھا کہتے ہیں گویا اپنے فعل کو خدا کے فعل پر ترجیح دیتے ہو۔

امام: یہ حکم خدا سے ہوتا ہے جسطرح بچے کے پیدا ہونے کے بعد حکم ناف کاٹنے کا جو ماں کی ناف سے ملی ہوتی ہے جس سے بچہ اور ماں میں جدائی ہو جاتی ہے۔ جب تک مصلحت تھی ملائے رکھا اور جب ضرورت نہ رہی قطع کرنیکا حکم دیا اسطرح بڑھے ہوئے ناخنوں کو کاٹنے کا حکم دیا اسطرح مونچھ اور سر کے بال کاٹے جاتے ہیں یعنی جہاں تک ضرورت رہتی ہے باقی رکھا جاتا ہے اور جب ضرورت ختم ہوتی ہے قطع کر دیا جاتا ہے (بچہ کا ختنہ نہایت نازک عضو ہے اسکو محفوظ رکھنے کیلئے قدرت نے کھال چڑھا دی تاکہ شکم مادر کی گرمی سے نقصان نہ پہنچے سردی سے ٹھٹھر نہ جائے اسکو ایسا سمجھئے شگوفے پر غلاف چڑھا رہتا ہے لیکن جب پھول بنتا ہے ہٹا دیا جاتا ہے تاکہ اسکی خوشبو پھیلے۔ اگر مرد کا ختنہ نہ ہو تو عورت سے مباشرت میں اسکو پوری لذت حاصل نہیں ہوتی۔ (ختم شد)

برطانیہ کی خبریں

برطانوی خواتین کی انجمنیں

از سارہ اسنو

ودنیشنل یونین آف ٹاؤنز وومنز گلڈز" برطانیہ میں شہری خواتین کی سب سے بڑی تنظیم ہے۔ ۲۵۰۰۰۰ خواتین اسکی ممبر ہیں یہ ایک غیر جنسی تحریک ہے جسکا مقصد خواتین کو تعلیم وتربیت دینا ہے تاکہ وہ قوم کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سے نبھا سکیں۔ ہر سیاسی خیال کی خواتین اس تحریک میں شامل ہو سکتی ہیں مگر کسی خاتون کو پارٹی بازی اور لفریق پرستی کی اجازت نہیں دی جاتی اتنی بڑی تحریک کو کسطرح سے منظم کیا جا سکتا ہے؟ وہ کونسی باتیں ہیں جنکی بدولت یہ اتنی خوش اسلوبی سے کام کر رہی ہے۔

ہر گلڈ (انجمن) اوسطاً ایک سو خواتین پر مشتمل ہوتا ہے اور اسوقت برطانیہ میں ۲۰۰۰ سے زائد گلڈ منظم ہو چکے ہیں۔ انتظامی مقاصد کیلئے ان انجمنوں یا گلڈوں کی فیڈریشنیں قائم کر دی جاتی ہیں۔ ملک کو ۱۴۳ علاقوں میں بانٹا گیا ہے اور ہر علاقے کی تحریک کا انتظام ایک خاتون کرتی ہے۔ تحریک کی بنیاد کا انحصار زیادہ تر انتظام کرنے والی خواتین پر ہے ان پر اسروں سے کام لینے کی ضرورت ہونی چاہئے چنانچہ ان کا انتخاب بڑی احتیاط سے کیا جاتا ہے اور ذمہ داریاں سونپنے سے پہلے ان کو باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے ان کی ذمہ داریوں میں نئے گلڈ کا قیام بھی شامل ہے گلڈ جب قائم ہو جاتا ہے تو اپنی سرگرمیوں کا فیصلہ وہ خود کرتا ہے۔ سرگرمیوں کی ہر شاخ کی دیکھ بھال گلڈ کی ذیلی کمیٹیاں کرتی ہیں ان سرگرمیوں میں عام سیاسی آرٹ، دستکاری، موسیقی، ڈرامہ اور تجارتی تعلیم کا مطالعہ شامل ہوتا ہے گلڈ کی ایگزیکیٹو بورڈ ... [illegible] ... ہے قطر [illegible] کونسل بھی اپنی ایگزیکیٹو کمیٹی ہوتی ہے

ایسے پروگرام مرتب کرتی ہے جسمیں اس سے وابستہ سب گلڈ شرکت کرتے ہیں۔ قومی سطح پر ایک نیشنل ایگزیکیٹو ہے جو پالیسی، نظم ونسق اور اسٹاف کے تقرر کی ذمہ دار ہے اس سے اوپر ایک نیشنل کونسل ہے جو تمام گلڈوں اور فیڈریشنوں کی ایک نمائندہ جماعت ہے۔ ۲۲۰۱ گلڈ اور ۱۰۱ فیڈریشنیں اپنا ایک ایک ڈیلیگیٹ نیشنل کونسل میں بھیجتی ہیں برطانیہ کی وزارت تعلیم سے اس تحریک کو گرانٹ ملتی ہے اسکی مطبوعات بھی اسکی آمدنی کا ایک ذریعہ ہیں علاوہ ازیں ہر خاتون جو گلڈ کی ممبر بنتی ہے ۵ شلنگ سالانہ چندہ ادا کرتی ہے تحریک کا صدر دفتر لندن میں ہے جہاں تنخواہ پانے والا اسٹاف کام کرتا ہے لیکن عام طور پر خواتین اس تحریک میں رضاکارانہ طور پر کام کرتی ہیں

جراثیم کش کریم

"اسٹیفلوکوکس" (Staphylococcus) نام کے جراثیم ہم سب کو تنگ کرتے ہیں پھوڑے پھنسی ہونے کا سبب یہی جراثیم ہیں بعض اوقات یہ زخم سے خون کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔ جب پنسلین کا استعمال شروع ہوا تو اس امر کا اظہار کیا گیا تھا کہ ان جراثیم سے نجات مل جائیگی لیکن بدقسمتی سے [illegible] پنسلین کا مقابلہ کرنا [illegible] دیا۔

"اسٹیفلوکوکس" [illegible]

[illegible]

[illegible] حفاظت [illegible]

[illegible] زیادہ [illegible] ہوتا ہے [illegible] ایک دوا [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] جراثیم کو مار دیتی ہے۔

جرائم سے نپٹنے کیلئے ٹیلیویژن کا استعمال

برطانیہ کی ایک فرم نے ٹیلیویژن کے ذریعہ جرائم سے نپٹنے کا ایک طریقہ نکالا ہے۔ اس طریقہ کے مطابق ایک چھوٹا سا ٹیلیویژن کیمرہ محفوظ کمرہ میں چھپا دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس کمرے میں زبردستی داخل ہوتا ہے تو اسکی حرکات اس عمارت کے دیگر حصوں میں فوراً دکھائی دینے لگتی ہیں۔ عمارت کی کسی کھڑکی میں لگائی گئی اسکرین پر بھی چور کی تصویر نظر آنے لگتی ہے جسے دیکھ کر پولیس کو اطلاع دے سکتے ہیں۔

بین الاقوامی ٹکٹ نمائش

ملکۂ معظمہ الیزبتھ دوم کی سرپرستی میں لندن کے رائل فیسٹیول ہال میں ۹ تا ۱۶ر جولائی ایک بین الاقوامی ٹکٹ نمائش منعقد کیجائیگی جسمیں شاہی خاندان کے جمع کئے ہوئے بعض ٹکٹ بھی پیش کئے جائینگے۔ تیس سے زائد ملکوں نے اس نمائش میں اپنے ٹکٹ داخل کئے ہیں کچھ انمول ٹکٹ ایسے ہیں جنکو آج سے تقریباً تین سو سال قبل جاری کیا گیا تھا۔

فصلوں کو محفوظ رکھنے کے طریقے

معلوم ہوا ہے کہ (۵) ہندوستانی باشندے کولمبو منصوبے کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت اس وقت برطانیہ میں فصلوں کی حفاظت کے طور طریقوں کا ایک کورس کر رہے ہیں جسکا انتظام برطانوی کمپنی فسنز پیسٹ کنٹرول لمیٹڈ نے کیا ہے کورس (۵) مہینے کا ہے۔ ہندوستانی تربیت پانیوالوں کے نام یہ ہیں۔ مسٹر ایس آر رحمٰن (دہلی)۔ ڈاکٹر ین۔ بی سکسینہ (دہرادون)۔ مسٹر پی۔ کے یم کاریا (کیرالا)۔ مسٹر ڈی۔ وی موورتی (میسور) اور مسٹر ٹی۔ آر۔ سبرامنین (مدراس)۔ ہندوستانی باشندوں کے ہمراہ برطانیہ، پاکستان، ملایا، فلپائن اور تھائلینڈ کے طلباء بھی یہ تربیت حاصل کر رہے ہیں۔

برطانیہ کیطرف سے نوآبادیوں کو گرانٹ

ماہ مارچ میں حکومت برطانیہ نے ترقیاتی کاموں کے لئے اپنی نوآبادیوں کو ۶۵ لاکھ پونڈ سے زائد گرانٹیں دی تھیں سب سے بڑی گرانٹ ۹ لاکھ پونڈ کی تھی جو نیاسالینڈ میں پانی کی بہم رسانی کی ایک اسکیم کیلئے ہے کل (۱۳۹) گرانٹیں تھیں جنمیں سے (۴۳) گرانٹیں ریسرچ کے کاموں کیلئے ہیں۔

برطانیہ کی قومی بچتوں میں نمایاں اضافہ

برطانیہ کی قومی بچت کمیٹی کے چیرمین کے ایک بیان کے مطابق برطانیہ کی قومی بچتوں کی رقم ...، ...، ...، ۷ پونڈ تک پہنچ گئی ہے دو سال قبل یہ رقم ...، ...، ۲۸۰، ۶ پونڈ تھی قومی بچتوں کی یہ رقم اس وقت زندگی کا بیمہ کرنیوالی تمام کمپنیوں اور بلڈنگ سوسائٹیوں کے مجموعی فنڈ سے بھی زیادہ ہے۔

کارڈف میں کامن ویلتھ نمائش کا افتتاح

اگلے روز لارڈ ہاؤنٹ بیٹن نے کارڈف کے سٹی ہال میں کامن ویلتھ نمائش اور کامن ویلتھ ہفتوں کا افتتاح کیا۔ اپنی افتتاحی تقریر میں موصوف نے کہا کہ کامن ویلتھ ملکوں کے درمیان آزادانہ صلاح مشورہ کا جو طریقہ رائج ہے وہ پالیسی مرتب کرنے میں بہت مفید ہے اس کی افادیت کو تمام کامن ویلتھ حکومتوں نے تسلیم کیا ہے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے مزید کہا کہ کامن ویلتھ ملکوں کے باہمی تعاون نے ان کو دنیا میں ایک ایسی اہم پوزیشن عطا کی ہے جو وہ اس برادری سے الگ رہ کر حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

اگلے سال سیرالیون بھی آزاد ہوجائیگا

لندن سے

قطعہ

خوب تھا بے حجاب ہونا بھی جو نمازیں تھا ‖ ختم عذر کا ادہ بھی تو جوازیں تھا
کبھی وہ ہو نہیں سکتا ہے پست پیش جمال ‖ غالب کا مرتبہ دیکھو عجب فرازیں تھا

(آمدہ ... برائے ... ہفتہ وار) (بلندی)

ایک اطلاع منظر ہے کہ سیرالیون سے متعلق آئینی کانفرنس کامیاب رہی ہے یہ طے پایا ہے کہ ۲۷ اپریل ۱۹۶۱ء کو اس نوآبادی کو آزادی دے دی جائے۔

برطانوی ہوائی جہازوں کی برآمدات

معلوم ہوا ہے
ہندوستان ہنوز بیں خریداروں میں کہ ماہ مارچ میں برطانیہ نے ۲۳۲،۷۱۳،۱۵ پونڈ کی مالیت کے ہوائی جہاز وغیرہ انکے حصے برآمد کئے تھے ماہ مارچ کی برآمدات کا یہ ایک ریکارڈ تھا۔ زیر نظر ماہ کے دوران میں ہندوستان نے ۲۰۷،۳۵۴ پونڈ قیمت کے ہوائی جہاز برطانیہ سے خرید کر خریداروں میں اسکا سرچوتھا تھا۔ ماہ مارچ میں ہندوستان نے ۴۷،۶۲۲،۳ پونڈ قیمت کے فضائی انجن بھی برطانیہ سے درآمد کئے۔

برطانیہ میں ہندوستانی افسر کا مطالعہ

لیبر نظم و نسق کا کورس ایک اطلاع مظہر ہے کہ حکومت ہند کی وزارت محنت و روزگار کے انڈر سکریٹری مسٹر آر سی سکسینہ کولمبو منصوبہ کی فنی امداد کی اسکیم کے تحت لندن میں لیبر نظم و نسق سے متعلق تین ماہ کا ایک کورس کر رہے ہیں جسکا انتظام برطانیہ کی وزارت محنت نے کیا ہے۔

نواب میر روشن علیخاں صاحب مرحوم کی شادی

ہز ہائینس پرنس آف برار شہزادہ نواب اعظم جاہ بہادر کی شرکت

حیدرآباد ۸ مئی۔ نواب میر روشن علیخاں صاحب میر محلہ کا عقد نواب میر اعلیخاں صاحب بالکل کی صاحبزادی سے آج عمل میں آیا اس خوشگوار تقریب میں شرکت کرنے والوں میں ہز ہائینس پرنس آف برار شہزادہ والا شان نواب اعظم جاہ بہادر (القابہ)، مولوی سید ادیباہ حسینی صاحب ناظر، مولوی سید فرید پاشاہ صاحب قبلہ، ڈاکٹر ذاکر حسین نائب صدر جمہوریہ ہند، شری ڈی سنجیوا ریڈی منسٹر، شری جی لنگا ریڈی وزیر منصوبہ بندی، شری ایم نرسنگ راؤ وزیر داخلہ، شری کونڈہ لکشمن وزیر صنعت و... شری ... معصومہ بیگم وزیر سماجی امور، شری پی وی راجو وزیر تعلیم، شری ... [illegible] حکومت مقامی، شری ... صدر ... ڈاکٹر ... راما کرشنا راؤ گورنر کیرالا اور ... (ممبران) ہندوستانی ... تا لوئی اور اسمبلی اور ارکین بلدیہ قابل ذکر ہیں
... [illegible]
نواب ... صاحب ... [illegible]
... [illegible]
... [illegible]
(... [illegible])

کرنل ... کا نواب میر ... علیخاں کو تحفہ

... آباد ... [illegible]
... [illegible]

قطعہ

آج مولوی کی ... [illegible]　|　... [illegible]
دل سے بیدیوں کے کہتا جاتا اسلام ہے　|　... [illegible]

(... [illegible])

گلشنِ اطفال



آداب گفتگو

بچو! جسطرح سنجیدگی اور خوش‌خلقی آدمی کے کردار کو نکھارتی ہے اسیطرح گفتگو کا سلیقہ بھی آدمی کو شائستہ اور مقبول بناتا ہے گفتگو کرنا بھی ایک فن ہے، خواہ اپنے بڑوں سے، برابر والوں سے، یا چھوٹوں سے۔ آؤ! آج ہم تمھیں گفتگو کے سلیقہ اور شعار کے متعلق چند اچھی اچھی باتیں بتائیں۔ تم ہماری بتائی ہوئی ان باتوں پر عمل کروگے تو ضرور ایکدن بڑے آدمی بنوگے

۱۔ گفتگو ہمیشہ مختصر کیا کرو اسلئے کہ طویل گفتگو کرنیوالے سے لوگ بیزار ہوجاتے ہیں

۲۔ گفتگو میں ہمیشہ شائستہ الفاظ استعمال کرو اسلئے کہ غیر مہذب الفاظ کا استعمال شرافت کا اصول نہیں۔

۳۔ گفتگو کرتے وقت گردو پیش کے ماحول اور موقع کا لحاظ رکھو اسلئے کہ بے موقع بے محل باتوں سے آدمی بے ادب کہلاتا ہے

۴۔ گفتگو سے پہلے حتی الامکان دوسرے کی مخاطبت کا انتظار کرو اسلئے کہ [illegible] گفتگو والی گفتگو سے زیادہ اہم ہوتی ہے

۵۔ گفتگو ہمیشہ دھیمے لہجے میں اور آہستہ آہستہ کرو اسلئے کہ چیخ چیخ کر اور [illegible] بات کرنا گنواروں اور ان پڑھ لوگوں کا شیوہ ہے

۶۔ گفتگو کے دوران قسمیں نہ کھایا کرو اسلئے کہ یہ عدم خود اعتمادی کی دلیل ہے

۷۔ گفتگو کرتے وقت کسی دوسرے کے گھریلو یا ذاتی معاملات سے [illegible] اسلئے کہ ایسا کرنے سے [illegible] اور قابلیت کا اظہار ہوتا ہے

۸۔ گفتگو میں [illegible] بات کو بار بار نہ دہراؤ اسلئے کہ تکرار سے معلومات کی [illegible] کا اظہار ہوتا ہے

۹۔ گفتگو کے دوران چہرے پر مسکراہٹ ہمیشہ برقرار رکھو اسلئے کہ یہ مسکراہٹ خود اپنے اور دوسرے کے غصہ یا برہمی کو دبانے کا بہترین حربہ ہے

زریں اقوال

ضرورت سے زیادہ چاپلوسی کرکے خود کو ہلکا نہ بنائیے

(سرکار حق آگاہ)

معلومات

اس کالم کے تحت ہم ہر ہفتہ اپنے نونہالوں سے دو چار معلومات آفرین سوالات کریں گے بچوں کو چاہئے کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر غور و فکر سے جوابات دینے کی کوشش کریں پھر بھی یہ ممکن ہے وہ صحیح جوابات نہ دیں لیکن۔ اسی لئے ہم نیچے جوابات بھی تحریر کر دیتے ہیں بچوں کو چاہئیے کہ ان جوابات کو ہمیشہ یاد رکھیں

اگر ہم پوچھیں :-

(۱) بتاؤ "شیراز" کیا ہے ؟

(۲) حیدرآباد میں فارسی کا سب سے بڑا شاعر کون ہے ؟

(۳) حیدرآباد میں سب سے بڑا عاشور خانہ کونسا ہے اور اسے کس نے بنوایا ہے ؟

(۴) مدیر "شیراز" کی مادری زبان کیا ہے ؟

تم کہو گے :-

(۱) ملک ایران کا ایک شہر ہے اور حیدرآباد کا ایک باوقار شیراز پرست، حقیقت بیان ہفتہ وار پرچہ

(۲) سرکار حق آگاہ

(۳) عزاخانۂ زہرا جسکو حضور نظام سرکار حق آگاہ نے بنوایا

(۴) فارسی

ہم کہیں گے :-

تم نے ہمارے ہر سوال کا جواب بالکل صحیح صحیح دیا ہے اسی لئے تم نے صد فیصد نمبرات حاصل کرکے درجہ اوّل میں اعزاز کیساتھ کامیابی حاصل کی ہے

پیارے بچو! اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارا یہ گلشن سرسبز و شاداب رہے تو اپنے اچھے لطیفے، چھوٹی چھوٹی نظمیں اور تفریحی کہانیاں شیراز کیلئے لکھ بھیجو ہم خوشی سے اسے شائع کریں گے

امریکہ کا عوام شناس شاعر رابرٹ فراسٹ

> رابوٹ لی فراسٹ کو امریکہ کے عوام کا ترجمان اور نبض شناس شاعر کہا جاتا ہے۔ وہ سادہ اور عام فہم زبان میں ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو عوام سے تعلق رکھتی ہیں اور براہ راست دل میں اتر جاتی ہیں۔

جمہوریت کیطرح حقیقی شاعر بھی عوام کے لئے ہوتا ہے اور عوام ہی کی نمائندگی اور ترجمانی کرتا ہے۔ رابرٹ لی فراسٹ بھی ایک ایسے ہی شاعر ہیں جو امریکہ کے "ملک الشعراء" کہلاتے ہیں آپ آئندہ ۲۶ مارچ کو ۸۶ برس کے ہوجائینگے اس اصول کے باوجود کہ اصلی شاعر پیدا ہوتے ہیں وہ بنائے نہیں جاتے رابرٹ فراسٹ کو یہ جوہر قدرت کی طرف سے ودیعت ہوا ہے پھر بھی فراسٹ کو اپنی زندگی کی ابتدا میں مقبول عامہ کی سند نصیب نہ ہو سکی ان کی نظمیں پبلیشر لوگ واپس کردیتے تھے چنانچہ چالیس سال کی عمر کے بعد ہی لوگوں نے انکی تخلیقات کے مطالعہ کیطرف توجہ دی اور انہیں سمجھنے اور جاننے لگے اور انکے مداح بن گئے۔ رابرٹ فراسٹ کی ہردلعزیزی ان اعزازات سے واضح ہوتی ہے جو انھیں حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی ۷۶ ویں سالگرہ پر ۱۹۵۰ء میں امریکی سینیٹ نے ایک نیا قدم اٹھایا جب اسنے اپنے سیاسی کام کو التوا میں ڈالتے ہوئے فراسٹ کو خراج عقیدت ادا کرنیکا فیصلہ کیا اور متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی جسمیں دوسری باتوں کے علاوہ کہا گیا ہے کہ ..... "فراسٹ نے اپنے منظومات میں امریکی عوام کو کہانیوں اور گیتوں کا ایک ایسا طویل سلسلہ عطا کیا کہ جس سے تمام عمر دن اور بیٹیوں کے لوگ محظوظ ہوتے ہیں انکی تخلیقات کو بار بار پڑھتے اور دہراتے ہیں۔ انکی نظموں نے امریکی فکر و خیال، شگفتہ مزاجی اور مزاح ومذاق کی دانشمندی سے صحیح سمت میں رہنمائی کرنے میں مدد دی ہے اور اسطرح ہمیں اپنے آپ اور تمام نوع انسانی کے متعلق قابل اعتماد جائزے سے باخبر کیا ہے۔"

انھیں امریکہ کے سب سے بڑے انعام پلٹزر پرائز سے چار دفعہ سرفراز کیا جاچکا ہے ایک نقاد کے قول کے مطابق امریکہ کے کسی بھی زندہ شاعر نے امریکہ کے معمولی لوگوں کے متعلق اتنی اچھی طرح نہیں لکھا ہے جتنا کہ رابرٹ فراسٹ نے۔ انکے اعلیٰ ڈرامائی مونولاگ اور منظر کشی انکی گہری عوام شناسی پر مبنی ہے زبان اور شعر پر انکی قدرت کا یہ عالم ہے کہ ان کی نظمیں عام روزمرہ اور بول چال کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ رابرٹ فراسٹ ۲۶ مارچ ۱۸۷۴ء کو سان فرانسسکو میں پیدا ہوئے تھے فراسٹ ابھی (۱۱) برس ہی کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا جو ایک اخبار نویس تھے بعد میں انکی والدہ نے ساچوسٹس میں سکونت اختیار کرلی اور ایک استانی کے طور پر کام کرنے لگیں۔ فراسٹ کو اپنے گذارے کیلئے فیکٹری کے مزدور، اسکول کے معلم، دیہی اخبار کے ایڈیٹر اور خاص کر ایک کسان کی حیثیت سے کام کرنا پڑا اسطرح کے مختلف پیشوں اور دھندوں کے باعث انھیں معمولی اور عام لوگوں کی زندگیاں کے متعلق بہت کچھ باطنی علم اور تجربہ حاصل ہوگیا۔ بیس برس کی عمر میں انہوں نے ایک لڑکی ایلینور میریم وائٹ سے شادی کی۔ ۴۳ سال کے بعد ۱۹۳۸ء میں وہ چار بچے چھوڑ کر انتقال کر گئیں۔ فراسٹ کی کالج کی تعلیم میں رکاوٹیں پڑتی رہیں کیونکہ انھیں اپنی روزی کمانے کے لئے عجیب عجیب اور مشکل کام کرنے پڑتے تھے شادی کے بعد وہ کیمبرج (ساچوسٹس) چلے گئے تاکہ ہارورڈ یونیورسٹی میں داخل ہوسکیں وہاں دو برس تک وہ کلاسیکی ادب کا مطالعہ کرتے رہے لیکن پھر ڈگری کے لئے بغیر ہی تعلیم چھوڑ دی جب فراسٹ کو اپنے ملک میں ایک شاعر کی حیثیت سے کچھ زیادہ مقبولیت حاصل نہیں ہوئی تو وہ ۱۹۱۲ء میں انگلستان چلے گئے وہاں ان کی

قطعہ

گفت مضمون کہ ناشر گردید ۔۔۔ گفت ہفوات چہ شاعر گردید

در مقاصد ہمہ اعدائے دنی ۔۔۔ آخرش خائب و خاسر گردید

(آمدہ از نذیر باغ)

ملاقاتیں دوسرے شاعروں سے ہوتی رہیں ، شعر خوانی کی مجلسوں اور ادبی بحث و مباحث میں حصہ لیتے رہے انکی نظموں کا پہلا مجموعہ " ایک لڑکے کا عزم " (A Boy's Will) لندن میں ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا انکی دوسری مطبوعات میں " نارتھ آف بوسٹن " " ماؤنٹین انٹرول " " ویسٹ رننگ بروک " " لون اسٹرائکر " " اے فردر رینج " وٹنس ٹری " " اسٹیپل بش " " کمپلیٹ پوئمز " شامل ہیں اور ایک ایکٹ کا ناٹک بھی لکھا ہے امریکی اور دوسرے ملکوں کی یونیورسٹیوں کی طرف سے (۴۰) کے قریب اعزازی ڈگریوں سے انکی عزت افزائی کی گئی ہے ۱۹۵۸ء میں انھیں لائبریری آف کانگریس میں منظومات کے شعبہ کا مشیر مقرر کیا گیا یہ اعزاز اور عہدہ امریکہ کے ملک الشعرائی کا مرتبہ اور درجہ رکھتا ہے ۔ فراسٹ اپنی منظومات اور تخلیقات سے اپنے ہم وطنوں کے دلوں میں ولولے ، امنگیں ، جوش امیدی صحت مندانہ خیالات واحساسات ، حقیقت پسندی اور قدرت شناسی کے جذبات کو ابھارتے رہتے ہیں وہ کہتے ہیں سے

کون کیا کہتا ہے اسکا غم ہے اے ناداں فضول
دست قدرت سے جو ملتا ہے اسے کرلے قبول

سائنس کی دنیا

وائرسوں کے حجم کی پیمائش کرنے والے نیوٹرون

نیوٹرونوں کو کم سے کم جس درجہ حرارت تک سرد کیا جاسکتا ہے ایک امریکی سائنسدان نے اس سے بھی درجے او نیچے تک انھیں سرد کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے ابتک ایسی بات ناقابل یقین تصور کیجاتی تھی اس سائنسدان نے یہ کامیابی حاصل کرکے طبیعاتی و حیاتیاتی سائنس میں ایک نیا باب کھول دیا ہے نیوٹرونوں کو سرد کرنے کا کام برف کے ایک انتہائی سرد [illegible] میں انجام دیا گیا اس سائنسدان کا نام ہے ڈاکٹر لیلے جی لورسٹ ... وہ نیویارک یونیورسٹی میں شعبہ طبیعات کے صدر ہیں انہوں نے امریکہ کی طبیعاتی سوسائٹی کی میٹنگ میں اپنی اس کامیابی کی اطلاع دی ۔ لورسٹ کا بیان ہے کہ ان انتہا سرد نیوٹرونوں کو ان وائرسوں کے حجم کی پیمائش کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے جنکی آج نامکمل پیمائش برقیاتی خوردبینوں سے کیجاتی ہے

سالار جنگ میموریل ٹورنمنٹ!

زیر اہتمام اسپورٹس اسوسی ایشن بازار نورالامراء

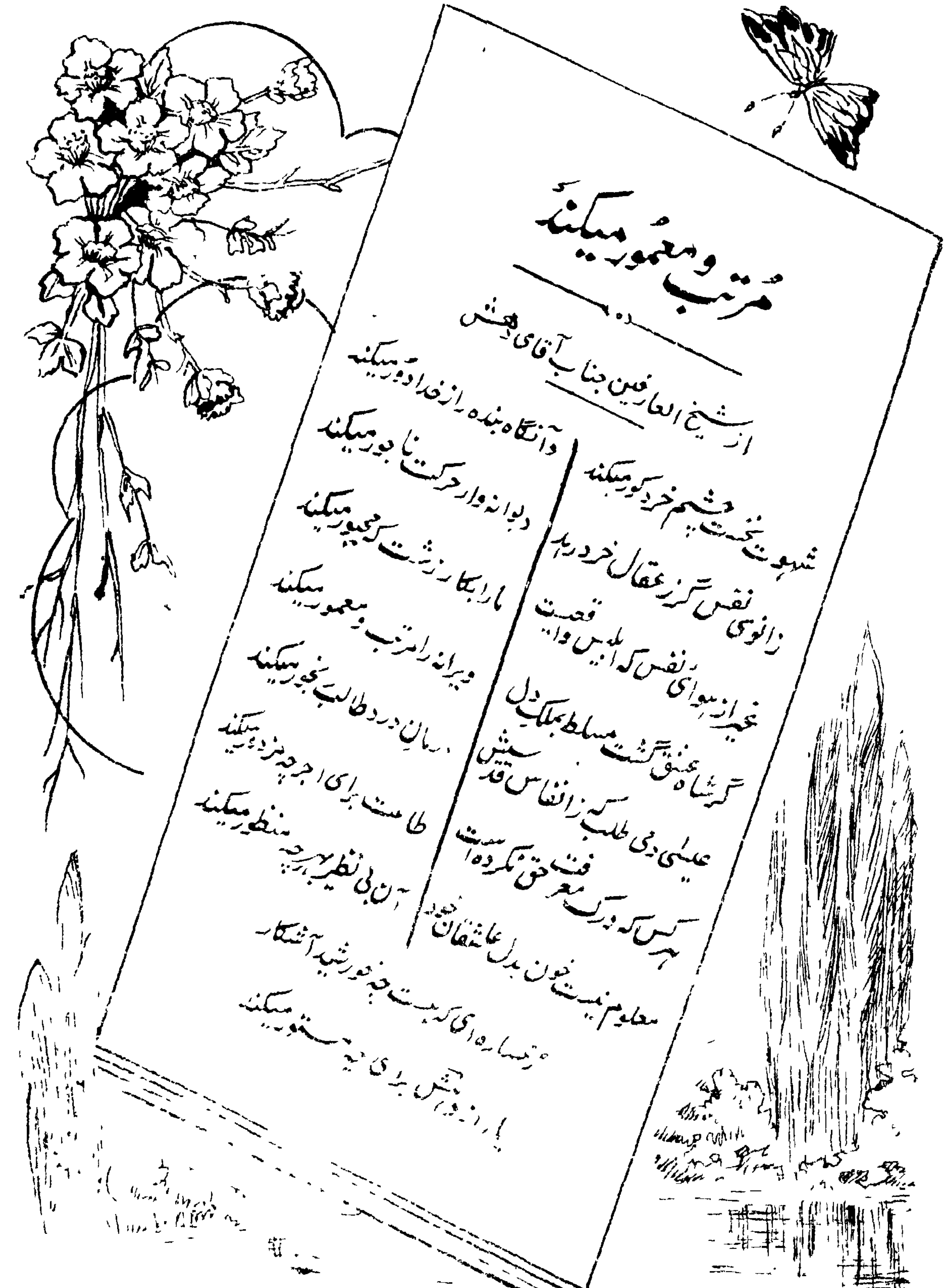
(۰)

حیدرآباد ۔ ۶ راپریل شام کے ۵ ½ بجے کھیت باسٹی بیلے گراونڈ پر سالار جنگ میموریل ٹورنمنٹ کا شری ٹی ۔ وی ۔ راجو جنرل سکریٹری آندھرا پردیش کانگریس کمیٹی نے افتتاح کیا ۔ مولوی سید نظام الدین صاحب نے اپنی استقبالیہ تقریر میں مرحوم نواب سالار جنگ کے قومی کارناموں کو خراج عقیدت پیش کیا اور شری وی ۔ بی ۔ راجو نے دل چسپیوں کو سراہتے ہوئے نواب سید حسن پاشاہ صاحب سرپرست اسوسی ایشن سے نیک توقعات وابستہ کئے ۔ اس ٹورنمنٹ میں والی بال اور بیڈ منٹن ڈائیوز کے لئے سالار جنگ مرحوم کے نام سے نواب حسن پاشاہ صاحب نے دو بیش قیمت رولنگ شیلڈس عطا کئے ہیں ۔ ٹورنمنٹ کے فائنلس ۱۰ رمئی کو کھیت باسٹی کے بیلے گراونڈ پر کھیلے گئے بیڈ منٹن ڈائیوز میں انظم پورہ کلب اور والی بال میں [illegible] کی ٹیموں نے فائنلس جیتے ۔ ہمارے جوان سال میئر نواب روشن علی خان صاحب نے انعامات تقسیم کئے ۔ اس ٹورنمنٹ کی کامیابی کا سہرا جناب سید احمد [illegible] صاحب زیدی جنرل سکریٹری اسپورٹس اسوسی ایشن بازار نورالامراء [illegible] کوششوں کا نتیجہ ہے جس کے لئے

قطعہ

چشم عالم سنگدل بنگر عیاں است | [illegible] دیگرانِ درد دہم پیدا است
نیست گفت با [illegible] بگرد | [illegible] حبل الورید است

([illegible])



مرتب و معمور میکند

از شیخ العارفین جناب آقای هش

شهوت نخست چشم خرد کور میکند
وآنگاه بنده از خدا دور میکند

زانوی نفس گر ز عقال خرد رهد
دیوانه وار حرکت ناجور میکند

غیر از هوای نفس که ابلیس واقعیست
ما را بکار زشت مجبور میکند

گر شاه عشق گشت مسلط بملک دل
ویرانه را مرتب و معمور میکند

عیسی دمی طلب که ز انفاس قدسیش
درمان درد طالب رنجور میکند

هر کس که ورد معرفت حق نکرده است
طاعت برای اجر چه مزدور میکند

معلوم نیست خون بدل عاشقان چرا
آن بی نظیر هر چه منظور میکند

خورشید آشکار [illegible]
[illegible] میکند

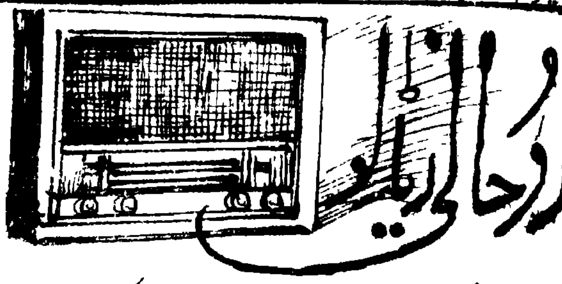
هش برای [illegible]
از [illegible]

تخفیف اسلحہ کا مسئلہ ۔ پس منظر

عین ممکن ہے کہ ۷ جون کو چھ ہفتے کے التواء کے بعد جب جنیوا میں تخفیف اسلحہ کے سوال پر دس ملکوں کی کانفرنس پھر شروع ہوگی تو اس کے سامنے کسی نہ کسی صورت میں ایسی سفارشیں ہوں جس پر پیرس میں ہونے والی سربراہوں کی کانفرنس میں امریکہ، برطانیہ، فرانس اور سوویٹ یونین متفق ہو چکے ہوں۔ کئی لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سفارشیں ایک ایسی تجویز کی شکل میں ہوگی کہ جنیوا کی کانفرنس میں ان خاص خاص امور پر بات چیت شروع کی جائے جن پر متعلقہ ممالک میں سمجھوتہ کی زیادہ سے زیادہ گنجائش دکھائی دے رہی ہے۔ مثال کے طور پر ایسے امور میں روایتی مسلح فوجوں میں کمی کا معاملہ شامل ہو سکتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ایسے خاص خاص امور پر سمجھوتہ ہونے سے انجام کار ایسے معاہدے کے لئے راستہ تیار ہو سکتا ہے جس سے آخر کار مکمل تخفیف اسلحہ کے بارے میں بین الاقوامی امیدیں پوری ہوں گی۔ امریکہ کے بین الاقوامی تنظیمی امور کے معاون نائب وزیر خارجہ فرانسس او ول کوکس نے گذشتہ ویک اینڈ ایک بیان میں بتایا کہ امریکہ کو امید ہے کہ تخفیف اسلحہ کی بات چیت میں مطلوبہ تیزی لانے کے لئے روسی سربراہوں کی کانفرنس میں ہمارا ساتھ دیں گے۔ ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا دلیل فرانسس ول کوکس کے اس بیان سے بھی ملتی ہے۔ مسٹر کوکس نے مزید بتایا کہ بات چیت میں تیزی لانے سے تخفیف اسلحہ کانفرنس کے اگلے اجلاس میں متعلقہ ملکوں کو اس مسئلہ کو حل کرنے میں مدد ملے گی۔ اور وہ ایسے ٹھوس اقدامات کر سکیں گے جن سے انجام کار انسان ہیبتناک اسلحہ کے بھاری بوجھ سے چھٹکارا پا سکے گا اور ایسے جنگ کے خوف سے نجات حاصل ہو سکے۔ [illegible] امریکی ڈیلی گیشن کے لیڈر فریڈرک ایم ایٹن نے کانفرنس کے التواء سے پہلے جنیوا میں جو بیان دیا اس سے بھی یہی رویہ ظاہر ہوتا ہے۔ مسٹر ایٹن نے [illegible] کہ امریکہ کی خواہش ہے (اور رہی ہے) کہ [illegible] خاص خاص اقدامات پر بات چیت سے تخفیف اسلحہ کو ایک حقیقت بنایا جائے

جن سے دنیا کو فوری طور پر فائدہ پہنچے گا۔ جن سے اس میدان میں عملی تجربہ میسر ہوگا۔ اور جن سے مزید کامیابی میں آسانی ہوگی۔ توقع کی جا سکتی ہے کہ روسی وزیر اعظم کھروشچیف پیرس کانفرنس میں اکتوبر میں پیش کی گئی تجویز کو دہرائیں گے جس میں انہوں نے "فوری اور مکمل ترک اسلحہ" پر زور دیا تھا۔ لیکن ان کے پلان میں بہت سی خامیوں کے پیش نظر سربراہوں کی کانفرنس میں شامل ہونے والے اصحاب یقیناً اسے منظور نہیں کریں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سربراہوں کی کانفرنس میں اس بات پر سمجھوتہ ہوگا کہ جنیوا کانفرنس کو کیا ہدایت دی جائے۔ مسٹر کھروشچیف نے یہ بھی بتایا ہے کہ سوویٹ گورنمنٹ تخفیف اسلحہ پر مناسب جزوی اقدامات کے سلسلے میں نیز سلامتی کو مضبوط بنانے کے لئے کسی سمجھوتہ پر پہنچنے کے لئے تیار رہے۔ اگر یہ طے کرنا مقصود ہے کہ تخفیف اسلحہ کے وسیع پروگرام کو حقیقت میں صرف سلامتی ہی میں عمل میں لایا جا سکتا ہے تو لازمی طور پر جزوی اقدامات ہی کرنے ہوں گے۔ اتنا تو صاف ہے کہ جب تک سوویٹ یونین تصدیق کے ضابطہ اور کنٹرول کے اہم اقدامات کو منظور کرنے کے لئے تیار نہ ہو مکمل ترک اسلحہ ممکن نہیں۔ سوویٹ یونین کا یہی وہ رویہ ہے جو جنیوا میں سال رواں کی بات چیت کے دوران اور دوسری عالمی جنگ کے بعد اب تک تخفیف اسلحہ پر بات چیت، زیادہ میٹنگوں میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوا ہے۔

مختصراً جنیوا کی کہانی یہ ہے! پانچ آزاد [illegible] ممالک جن کے نمائندے تخفیف اسلحہ کانفرنس میں شامل ہوتے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ [illegible] کو اس بات پر راضی کرانے کی کوشش کرتے [illegible] پلان پر سنجیدگی سے غور کرے [illegible] تخفیف اسلحہ کے لئے ایسے بتدریج اقدامات کی [illegible] کہ تمام متعلقہ ممالک [illegible] ان کے معائنہ کے مناسب انتظامات [illegible] اس پلان میں ایسی [illegible] جن کی بنیاد پر [illegible] خاص خاص معاملات کو حل کرنے کی فوری کوشش کر سکتا ہے۔ مگر پانچ کمیونسٹ ممالک [illegible] بات چیت کرنے کو تیار نہ ہوئے [illegible] یہ کہ تمام فوجوں اور ہتھیاروں [illegible] چار سال کے اندر اندر ختم کرنے کے اصول پر سمجھوتہ کیا [illegible]



ناشر :- مجذوب حیدر آبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدر آبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرات نہیں کر سکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص کا قیاس لغو پایا جائے (ایڈیٹر)

ایکھزار نوری میڑ پر یہ روحانی نشرگاہ ہے بول رہے ہیں ابھی آپ ساز دن کیا تھ تمثیل گرمی نا مرسن رہے تھے چکا ابتدائی شعر تھا ؎

گرمی گرمی، بلا کی گرمی
اس سال ہے انتہا کی گرمی

اب مقرر شعلہ نوا مسٹر تپش حرارت پوری ایک گرما گرم شعلہ بار تقریر فرمائیں گے آپ کی تقریر کا عنوان ہے "مئی کا مہینہ"۔ مسٹر تپش حرارت پوری :- روحانی دنیا کے دوستو! مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی

نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

مئی کا آن پہنچا ہے مہینہ
بہا چوٹی سے ایڑی تک پسینہ

اور چونکہ پسینہ بہہ رہا ہے وہ مؤنث کی بجائے مذکر ہو تو دوسرا مصرعہ یوں پڑھا جا سکتا ہے ؎

بہا چوٹی سے تلوے تک پسینہ

اور اگر پسینہ بہانے والا نہ مذکر ہو نہ مؤنث بلکہ بین بین ہو تو مصرعہ کو یوں بدلا جا سکتا ہے ؎

بہا تالو سے تلوے تک پسینہ

کسی زمانہ میں ضلع کھمم پر وزن جہنم کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہاں صرف دو موسم ہوا کرتے ہیں ایک "گرمی" دوسرے "شدید گرمی"۔ لیکن اب سوریہ پرکاش (مشہور لیڈر سوریہ پرکاش مراد نہیں بلکہ سورج مراد ہے) کی گرمجوشی کی وجہ سے آندھرا کا ہر ضلع کھمم بنا ہوا ہے شہروں میں گرمی کا یہ حال ہے ؎

جل رہی ہے ہر طرف لو، جل رہے ہیں بام و در
کھیل ہو جائیں، زمیں پر ڈال دیں دانے اگر
اور جنگل میں بھی گرمی منگل منا رہی ہے ؎

ہیں لومڑیاں زباں نکالے
اور لو سے ہرن ہوئے ہیں کالے

آندھرا پردیش کے دفاتر میں گرمی نے وہ اندھیر مچا رکھا ہے کہ خدا کی پناہ! لیڈر اور معتمدین دفاتر اس خیال سے کہ کہیں شدت گرمی سے دفاتر کے امثلہ میں آگ نہ لگ جائے تمام امثلہ کو احتیاطاً کیا تھ ریفریجریٹر میں بند کر کے خود خس کی ٹٹیوں کی

آڑیں نکال کر ٹہل رہے ہیں۔ معاف کیجئے! خس کی ٹٹوں کی آڑ میں بیٹھے پانچسالہ منصوبہ کو گیارہ سے ضرب دے کر (۵۵) سالہ منصوبہ بندی کے بارے میں غور و خوض کر رہے ہیں۔ اہل کارانِ دفاتر "ہر وقت چائے کا وقت ہے" کے اصول پر "بھارت فیان" کے نیچے بیٹھے ہوئے، چائے کی ایک ایک چسکی لے رہے ہیں اور یہ رباعی خضوع و خشوع کیسا تھ بطور مناجات یا بھجن پڑھ رہے ہیں

احساس تھکن کا ہے نہ آرام کا درک
ہے صبح سے تا شام فقط ورک ہی ورک (Work)
گھلتا نہیں، سستا نہیں دم بھر کو
بیجان سی اک کل ہے بیچارہ کلرک (Clerk)

اور چپراسیانِ کمر بستہ، شدت گرانی سے جن کے حال ہیں خستہ، سرھانے رکھے ہوئے امشلہ کا بستہ، لیٹے لیٹے یہ سوچ رہے ہیں کہ کب ہوگا خلاصہ، دفاتر کے لیڈی ٹائپسٹ، اور لیڈی اسٹونا گرافرس جنکو عہدیدارانِ زیر، عہدیدارانِ بالا اور عہدیدارانِ اعلیٰ بعد اوقات دفتر چیمبر میں اور گھر پر ڈیکٹیشن (Dictation) دیتے ہیں، اپنی اپنی شارٹ ہینڈ نوٹ بک سنبھالے، پنکھے کے نیچے بیٹھے گرمی نا نا چ کر رہے ہیں اور سامنے فیس ٹو فیس (Face to face) بیٹھے ہوئے سپرنٹنڈنٹ ہیڈ، منیجر اور یو۔ ڈی۔ سی اک آہ سرد بار کیساتھ یہ اشعار زیر لب گنگنا رہے ہیں۔

وہ سُرخ پوش ہے یار دفضا میں آگ لگی
رجسٹروں میں لگی، امشلہ میں آگ لگی
یہ بار بار تبسم کی بجلیاں، تو یہ!
سلگ رہی ہے عمارت ہوا میں آگ لگی
بھڑک اٹھے ہیں جو ڈی۔ او تو جل گئے رفرنس (References)
بجار یہ میں لگی، ہوشولہ (D.O) میں آگ لگی
جو انگلیاں ہوئیں مس، جل اٹھا تو ٹائپ مشین
مسودہ جل اٹھا اور محولہ میں آگ لگی

دفاتر سے گذر کر اب مدارس کی سیر کیجئے۔ مدارس کو گرمیوں کی چھٹیاں ہیں، مدارس کے احاطوں میں بگولے اڑ رہے ہیں۔ در و دیوار سے آگ نکل رہی ہے سالانہ امتحانات ختم ہو چکے ہیں اور قوم کے ہونہار سپوت مارننگ شو اور میٹنی شو دیکھنے میں سرگرمی کیسا تھ حصہ لے رہے ہیں اور مدرسین با تمکین و لیکچرارانِ دانش آفرین اپنے اپنے خسخانوں میں بیٹھے ہوئے کیمیادانا نیکی ہلکی آنچ پر امتحانات کے پرچے جانچ رہے ہیں، سنا جاتا ہے کہ جب گرمی کا پارہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے تو یہ مدرسین اور لیکچرار فیل ہونیوالے طلباء کے نمبرات بڑھا دیتے ہیں اور کامیاب طلباء کو بعض کے انڈے سے سرفراز کرتے ہیں، کھاتے پیتے گھرانوں کے طلباء ممتحن صاحبان کے گھروں پر اسطرح منڈلا رہے ہیں جسطرح چلچلاتی دھوپ میں چیل منڈلاتی ہے

مدارس سے نکل کر اب دیگر دفاتر میں چلئے یہ ہے آبکاری کا دفتر۔ یہاں گرمی کا کچھ نہ پوچھئے ؎

از زمین تا بہ آسمان گرمی
بوتلوں میں گرمی ہے، رجسٹروں میں گرمی ہے عہدہ داران آبکاری کی درخواستوں میں گرمی ہے، تھمال آبکاری کی تجاویز



میں گرمی ہے، سیدھی شراب کے مزاجات میں گرمی ہے۔ جنکو اس سال گنتہ نہیں ملا ہے انکا بیان ہے کہ یہاں رشوت کی بھی گرم بازاری ہے۔ آبکاری سے نکل کر اب تعمیرات میں چلئے تعمیرات۔ یہ وہی دفتر ہے جسکی تعریف میں، ملک کی ہر نو تعمیر شدہ عمارت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ؎

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

یہاں کے ہر کام میں سرگرمی ہے۔ کتنوں میں گرمی، دھرتوت کی رقم میں گرمی، لفتوں میں گرمی اور ــــ جیبوں میں گرمی! تعمیرات سے نکل کر دواخانوں میں چلئے! یہاں ڈاکٹروں کی طبیعت میں گرمی ہے، ڈاکٹروں کے نسخوں میں گرمی ہے، نرسوں کے مزاج میں، نازمیں، انداز میں گرمی ہے۔ وارڈوں میں امراض کی اور اموات کی گرمی ہے

دواخانوں سے اب یونانی شفاخانوں میں چلئے!

یہاں کے حکیموں، وروبیدوں کے مزاج خشک و حار ہیں۔ انکے بنائے ہوئے معجونوں میں گرمی ہے، العوق میں گرمی ہے، عرق میں گرمی ہے، لبوب میں گرمی ہے، جوب میں گرمی ہے۔ کشتوں میں گرمی ہے اور طلاؤں کی گرمی کو کچھ نہ پوچھئے! وید صاحبان کے منتروں میں گرمی ہے۔ جنتر، منتر، تنتر میں گرمی ہے اور بھیارے میں گرمی ہے۔ سارسا پر یلا میں گرمی ہے، رسائن میں گرمی ہے۔ الثمر طیوری میں گرمی ہے، دواء المسک میں گرمی ہے۔ جوارش جالینوس میں گرمی ہے، برشعثا میں گرمی ہے، نسخہ کلاں جواہر والا میں گرمی ہے معجون دبید الورد میں گرمی ہے۔ ہر سال مئی کا مہینہ آ گیا ہے جدھر دیکھو گرمی کی گرم بازاری ہے۔ نہیں معلوم یہ مہینہ کب ختم ہوتا ہے اور کب جون کا مہینہ آتا ہے۔ کب مانسون چلتی ہے اور کب عہدیداروں کے دماغ سے گرمی اور ریلفری جیب سے استعفے برآمد ہوتے ہیں

ایکٹر اداوری ٹیڑ یہ ہم روحانی لنتر کا دست بول پڑے ہیں "جی آپ جناب پیش حرارت پوری سے دو مئی کا مہینہ" یہ تو پرسن رہتے تھے اب ہماری لنترانیات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے ــ ہفتہ بخیر

برطانیہ کے ٹیکسٹائل انسٹیٹیوٹ کی گولڈن جوبلی

برطانیہ کا ٹیکسٹائل انسٹی ٹیوٹ جسکی داغ بیل ۱۹۱۰ء میں ڈالی گئی تھی اس سال اپنی گولڈن جوبلی منا رہا ہے پچاس سال کے دوران میں انسٹیٹوٹ نے کئی قسم کے مصنوعی ریشے تیار کرنے اور قدرتی ریشوں کی خوبیوں میں اضافہ کرنے میں مدد دی ہے گولڈن جوبلی کے سال کے دوران انسٹی ٹیوٹ دو کانفرنسیں منعقد کریگا ایک تو بین الاقوامی اون ٹیکسٹائل ریسرچ کانفرنس ہے جو ہیروگیٹ (یارک شائر) میں ۱۸ رمئی سے شروع ہوکر ۲۸ رمئی کو ختم ہوگی۔ دوسری جوبلی کانفرنس ہے جو لندن میں ۳۰ رمئی سے شروع ہوگی اور چار روز تک جاری رہیگی

معاشی میدان میں کامن ویلتھ ملکوں کا تعاون

از قلم:- راب مینس فیلڈ!

عالمی تجارت میں کامن ویلتھ ملکوں کا حصہ تقریباً ۲۸ فیصدی ہے۔ آٹھ خام اشیاء جن پر آزاد دنیا کا انحصار ہے۔ زیادہ تر (۸۰ فیصدی) کامن ویلتھ میں پیدا ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں کئی قسم کی دیگر خام اشیا بھی کافی مقدار میں انہی ملکوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان حقایق کے پیش نظر اگر کامن ویلتھ ممالک معاشی میدان میں ایک دوسرے سے گہرا تعاون کرتے ہیں تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں۔ اس تعاون کا ایک اہم ذریعہ کامن ویلتھ معاشی کمیٹی ہے جس کے دفاتر لندن میں واقع ہیں۔ دنیا معاشی ترقی کے ایک نئے دور میں داخل ہو رہی ہے۔ معاشی طور پر کم ترقی یافتہ ممالک اب آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ عالمی تجارت اب نئے سانچوں میں ڈھل رہی ہے۔ یورپ میں ۲ تجارتی بلاک قائم ہو چکے ہیں۔ لہٰذا کامن ویلتھ ملکوں کے لئے اپنی دولت کا جائزہ لینا اور قابل اعتماد حقایق کی روشنی میں اپنی تجارتی و ترقیاتی پالیسیاں مرتب کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ قابل اعتبار اطلاعات جمع کرنا کامن ویلتھ معاشی کمیٹی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ یہ کمیٹی نو آبادیاتی علاقوں کے دو نمائندوں اور آزاد کامن ویلتھ ملکوں کے دو دو نمائندوں پر مشتمل ہے۔ آزاد کامن ویلتھ ملکوں کی نمائندگی کے فرائض عام طور پر اُن کے ہائی کمشنر اور تجارتی کمشنر سر انجام دیتے ہیں۔ کمیٹی کامن ویلتھ ملکوں کی پیداوار اور تجارت سے متعلق اعداد و شمار مہیا کرتی ہے۔ کمیٹی مخصوص رپورٹیں مرتب کرتی ہے جو متعلقہ حکومتوں کو پیش کی جاتی ہیں۔ اس کی ایک رپورٹ حال ہی میں شائع ہوئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ سنہ ۱۹۳۸ء میں کامن ویلتھ ملکوں کی خام اشیاء کی برآمدات کی قیمت ۰۰۰، ۰۰۰، ۲ ۴ ۳ پونڈ تھی۔ اور سنہ ۵۷ء میں یہ ۰۰۰، ۰۰۰، ۸۰ ۳، ۲ پونڈ تک پہنچ گئی تھی۔ اپنی ۳۵ سالہ زندگی میں کمیٹی نے اس قسم کی نہ صرف عام رپورٹیں تیار کی ہیں بلکہ الگ الگ چیزوں (مثلاً تمباکو، چائے، چاول، گندم وغیرہ) کے بارے میں بھی اطلاعات فراہم کی ہیں۔ کمیٹی نے بعض اشیاء کی عالمی پیداوار اور عالمی تجارت سے متعلق بھی تحقیق کی ہے جس سے دنیا میں کامن ویلتھ کی پوزیشن جاننے میں مدد ملی ہے کمیٹی کا عملہ بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ رابطہ قائم رکھتا ہے کامن ویلتھ معاشی کمیٹی اب اپنی سرگرمیوں کو توسیع دے رہی ہے وہ منڈیوں اور قیمتوں کے بارے میں باقاعدہ طور پر اطلاعات فراہم کرے گی۔ کامن ویلتھ ملکوں کی ترقیاتی اسکیموں اور سرمایہ کی فراہمی کے متعلق بھی وہ اطلاعات مہیا کرے گی۔ ایک سمجھدار خاندان ہمیشہ اپنے ذرائع اور مواقع کا جائزہ لیتا ہے۔ اور یہ کام کامن ویلتھ خاندان کی جانب سے کامن ویلتھ معاشی کمیٹی سر انجام دے رہی ہے۔ وہ ساری کامن ویلتھ کی خدمت کرتی ہے۔ تمام ممبر ممالک اس کے کام کی نگرانی کرتے ہیں۔ اور اس کے اخراجات کا بوجھ برداشت کرتے ہیں۔

قطعہ

عجب مشہور ہے جسکو ہر اک کہتا گھوٹالا ہے
ہمیشہ ہاتھ میں جینے کو اس کے زر کا مالا ہے
(تسبیح)

عجب حرکات ہیں اسکے کہا کرتا ہے بے سوچے
پڑا اک بے خرد سے رات دن مجھکو بھی پالا ہے
(سابقہ)

(آمدہ از زندگی باغ)

کیرل چیسمین کا مقدمہ ـ پس منظر

سیکرامینٹو ـ کیلی فورنیا ـ ۳ر مئی ـ کیلی فورنیا کی ریاست نے اغوا اور دوسرے جرموں کی بنا پر کیرل چیسمین کو پھانسی پر لٹکا دیا ہے ـ اسے تقریباً ۱۲ برس پہلے موت کی سزا ہوئی تھی ـ لیکن اس کی طرف سے دوسری عدالتوں میں اپیلوں اور نظرثانی کی درخواستوں کے باعث مقدمہ بارہ برس تک جاری رہا ـ یہاں کے گورنر کی عدالت سے سرکاری گیس خانے میں موت کی سزا دینے کا حکم کل جاری ہوا ـ ملزم نے ایک بار پھر پھانسی کی سزا ملتوی کئے جانے کی اپیل کی لیکن کیلی فورنیا کی عدالت العالیہ اور مرکزی عدالت عالیہ کے جسٹس دوگلس نے اسے مسترد کرتے ہوئے اس فیصلہ میں مداخلت کرنے سے انکار کر دیا ـ چیسمین کی موت کے ساتھ امریکی علم قانون کے ایک باب کا بھی خاتمہ ہو گیا ـ اس مقدمہ سے واضح ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو مجرم پا کر سزا دی گئی ہو ان کے لئے اپیل کے کتنے مواقع مہیا ہیں ـ اور امریکی عدالتیں قانونی کارروائی اور لوگوں کے حقوق کا کتنی احتیاط سے احترام کرتی ہے ـ چیسمین کو ۲۱ر مئی ۱۹۴۸ء کو ۱۷ر مجرموں کی پاداش میں موت کی سزا دی گئی تھی ـ

ان میں اغوا ـ جسمانی ضربات ـ ڈکیتی ـ اور کئی دوسرے جرم شامل تھے ـ ایک جیوری نے شہادتوں اور جرم کے شکار لوگوں کے توثیقی بیانوں اور واقعات کی روشنی میں چیسمین کو غیر مشتبہ طور پر مجرم پایا ـ اور سزا دی ـ اس کے بعد چیسمین پیچیدہ قانونی مسائل اور نکتوں کے باعث بہت بار پھانسی کی سزا ملتوی کرانے میں کامیاب ہوتا رہا ـ اٹارنیوں نے اس کی مدد کی اور مختلف عدالتوں میں اپیلوں کی پیشی پر اس کی وکالت کرتے رہے ـ ہر اپیل پر عدالتوں نے کہا کہ اس کے ساتھ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ عدالتی کارروائی کی گئی ہے اور جتنی شہادتیں پیش ہوئی ہیں سب قانون کے مطابق ہیں ـ ملزم اور اس کے اٹارنیوں کی کوششوں سے پھانسی کی سزا میں التوا اور چیسمین کی تصنیف کی ہوئی قانونی کتابوں اور کئی دوسرے متعلقہ امور کی وجہ سے اس مقدمے سے لوگوں کو دلچسپی تھی ـ حالیہ مہینوں میں کئی ملکوں کے لوگوں اور اخباروں نے آواز بلند کی تھی کہ چیسمین کی پھانسی کی سزا منسوخ کی جانی چاہیے ـ لیکن صرف کیلی فورنیا کی آئین ساز اسمبلی ہی ریاستی قانون میں ترمیم کر سکتی ہے اور ایسے جرائم میں موت کی سزا گھٹا سکتی ہے ـ اس نے بھی نیا قانون منظور کرنے اور موت کی سزا میں تبدیلی کرنے سے انکار کر دیا ـ چیسمین نے کیلی فورنیا کی عدالت عا

اور امریکی عدالت عالیہ میں بھی اپیل کی کوشش بے سود رہا۔ پبلک کے عام تبصروں پر چیسمین کی پھانسی کی سزا منسوخ کئے جانے کا جو مطالبہ ہوتا رہتا تھا اُس سے واضح ہوتا ہے کہ عوام میں موت کی سزا کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ کیلی فورنیا کے گورنر ایڈمنڈ سی براؤن نے سال رواں کی ۱۹ فروری کو چیسمین کی پھانسی کی سزا پھر اس لئے ملتوی کر دی تھی۔ (واضح رہے کہ وہ ذاتی طور پر پھانسی کی سزا کے کٹر مخالف ہیں) تاکہ کیلی فورنیا کی لیجسلیٹو اسمبلی کو موقعہ دیا جائے کہ وہ موت کی سزا کی دفعہ ریاستی تعزیرات سے منسوخ کر دے لیکن ریاستی سینیٹ کی قانونی کمیٹی نے اس دفعہ کی تنسیخ کے خلاف ووٹ دیئے۔ اس کارروائی اور ریاستی عدالت عالیہ کے فیصلے کے پیش نظر گورنر براؤن نے واضح کیا کہ اب وہ چیسمین کی سزا ملتوی نہیں کرسکتے۔ چیسمین کے مقدمے میں جس طرح کے فوجداری قانون کا اطلاق ہوا اس کی ذمہ داری اُسی علاقے کے حکام پر عائد ہوتی ہے جس میں جرم واقع ہوا ہو۔ چیسمین کے مقدمے میں وہ علاقہ کیلی فورنیا ریاست تھا۔ امریکی مرکزی حکومت کو ایسے مقدمات میں مداخلت کا اختیار نہیں ہے۔

قصیدہ — از محمد عبدالغنی حامد

زباں پر جو میری کلامِ حسنؑ ہے | نگاہوں کے آگے مقامِ حسنؑ ہے
گلستاں میں کیا انتظامِ حسنؑ ہے | ہر اک برگِ گل اک پیامِ حسنؑ ہے
نبیوں کی منزل سے بھی اور آگے | بفضلِ محمدؐ مقامِ حسنؑ ہے
ادا کر رہا ہوں نمازِ اُخوت | امامت کو میری امامِ حسنؑ ہے
سلماں کے جاؤ نہیں طور وایمن | سلماں کی منزل مقامِ حسنؑ ہے
میں اک مجرئی ہوں امامِ حسنؑ کا | مرے دل کے لب پر سلامِ حسنؑ ہے
خلافت کو امت پہ قربان جو کردے | اگر ہے تو کوئی امامِ حسنؑ ہے
تلاشِ آستانوں کی وہ کیا کریگا | جسے دل سے پیارا مقامِ حسنؑ ہے
امامتؑ ولایتؑ سے لبریز ہیں جو | وہ نامِ حسنؑ ہے وہ جامِ حسنؑ ہے
بٹھایا ہے جو دوش پر مصطفیٰؐ نے | وہ دوشِ مبارک مقامِ حسنؑ ہے
اثرِ زہر کا ہو سکا کچھ نہ اِس پر | ابھی تک بھی زندہ پیامِ حسنؑ ہے

مصاحبؓ ہیں کیوں آن کا کہلائے حامد
مقدر سے وہ بھی غلامِ حسنؑ ہے

قدردانی

از جناب تمکین کاظمی صاحب

آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ دنیا میں لوگوں سے کام لینے کا کامیاب اور آسان طریقہ کیا ہے؟ اسکا واحد اور کامیاب طریقہ یہ ہے کہ آپ جس سے کام لینا چاہیں اسمیں اپنے منشا کے موافق کام کرنیکی ترغیب پیدا کردیں، یاد رکھئے کہ اسکے سوا کوئی اور طریقہ کامیاب نہیں ہوسکتا، آپ کسی کو پستول یا چھرا دکھا کر اسکی گھڑی یا منی بیگ چھین لیں یا اپنے نوکر کو نوکری سے برخاست کرنے کی دھمکی دیکر کوئی سخت کام لیں یا بچے کو ڈرا کر دھمکا کر تھوڑی دیر کے لئے کام پر لگا دیں تو یہ کامیابی نہیں اور نہ ہی کام لینا ہے بلکہ بدترین شکل کام لینے کی ہے

مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر سگمنڈ فرائڈ کہتا ہے کہ "آپ اور ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں اسکے دو سبب ہیں پہلا فطرتی نفسانی یا جنسی، دوسرا ذاتی عظمت کی ہوس، فرائڈ نے اس نظریہ کی توضیح جان ڈیوی نے یوں کی ہے " انسان کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اسکو نمایاں شخصیت حاصل ہو" دوسرے معنی میں نمایاں شخصیت کی تمنا ہی ہر شخص کا مطمح نظر ہوتی ہے یوں تو آپ دنیا میں سینکڑوں چیزوں کے خواہشمند ہوتے ہیں مگر انکا تجزیہ کیا جائے تو بنیادی خواہشیں صرف آٹھ قرار پاتی ہیں۔ (۱) تندرستی اور طویل العمری۔ (۲) کھانا پینا (۳) سونا (۴) دولت (۵) حیات بعد الموت یعنی شہرت و بقائے نام (۶) خواہش مباشرت (۷) اولاد اور اسکی بھلائی (۸) نمایاں شخصیت کی تمنا

یہ آخری خواہش ایسی ہے کہ لوگ اول الذکر سات قبیل خواہشیں شمار کردیتے ہیں مگر لطف خاص یہ ہے کہ اس ایک خواہش کے علاوہ دوسری تمام خواہشات کی تکمیل ممکن ہے مگر اسکی تکمیل ناممکن، ولیم جیمس کہتا ہے کہ " انسان فطرتاً تعریف و توصیف کا بہت زیادہ حریص واقع ہوا ہے" حقیقت یہ ہے کہ انسان اور حیوان میں صرف حرص ہی کا جذبہ حد فاصل ہے حیوان میں حرص نہیں ہوتی اور انسان حریص ہوتا ہے مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہی جذبہ انسان کی بہتری اور تمدن و معاشرت کے قیام کا باعث ہوا ہے ورنہ یہ حیوان ناطق گویا حیوان مطلق ہی بنا رہتا

اسی جذبہ نے ڈاکٹر فیلڈ، فورڈ، گاندھی پیدا کئے اور آئے دن پیدا ہوتے رہتے ہیں، اسی جذبہ نے ایک ... غفور گھال کو ... جیسا ... ف ... اور کا ایک ... ڈالر کی ... میں مزید کر ... پر مجبور کیا اور ... نام ... کہ اس نے ... دیا ... جذبہ ... غیرفانی افسانہ نگار اور سرگرم سیٹو فریس کو ... اور

مجسمہ ساز بنا ڈالا ۔ اسی نے مسٹر سے رضا شاہ اور مصطفےٰ کمال سے جنرل بجیب کو مجسموں کو تیار کیا ہے

شہر نیو یارک کے پولیس کمشنر جارڈ فی کا بیان ہے کہ موجودہ زمانہ کے گنہگاروں اور مجرموں کے دل خود نمائی اور خود پرستی کے جذبے سے لبریز ہوتے ہیں جب وہ گرفتار ہوتے ہیں تو سب سے پہلے اس اخبار کی تلاش کرتے ہیں جس میں انکی بدمعاشی کا تذکرہ یا انکی تصویر شائع ہوئی ہو، ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ جو لوگ اپنے جذبہ "نمایاں شخصیت کی تمنا" کی تسکین نہیں کر سکتے وہ آخر میں مجنون ہو جاتے ہیں۔ امریکہ کے شفاخانوں کے جملہ مریضوں کے مقابلہ میں خیالی امراض میں مبتلا ہونے والے مریضوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے نیو یارک شہر کے پیدا ... سال عمر کے تمام نوجوانوں میں ہر بیس میں سے ایک نوجوان سات سال پاگل خانہ میں بسر کرتا ہے

دنیا میں صرف دو آدمی ایسے ہیں جو دس لاکھ ڈالر سالانہ تنخواہ پاتے ہیں ایک والٹر کرائسلر اور دوسرا چارلس سوئب امریکہ کے سب سے بڑے کارخانہ دار اینڈریو کارنیگی نے چارلس سوئب کو سالانہ دس لاکھ ڈالر یعنی روزانہ تین ہزار ڈالر سے زیادہ تنخواہ کیوں دی تھی؟ چارلس سوئب نہ تو کوئی غیر معمولی دل و دماغ کا مالک تھا نہ ہی اسکو فولاد کی صنعت میں کمال حاصل تھا اسکو خود اعتراف تھا کہ "میرے تحت جو لوگ کام کرتے ہیں وہ فولاد کی صنعت میں مجھ سے زیادہ ماہر ہیں" مگر سوئب نے یہ بھی بڑی صاف گوئی سے کہہ دیا کہ اسکو یہ تنخواہ محض کاریگروں سے عمدگی کیساتھ کام لینے کی قابلیت اور سلیقہ کیوجہ سے ملتی ہے اس نے اپنی کامیابی کا جو راز بتایا ہے وہ اس قابل ہے کہ آپ زر سے لکھ کر ہر گھر میں آویزاں کیا ... یہ راز آپ بھی سن لیجئے اور اسے حرز جان بنا لیجئے

چارلس سوئب کا قول ہے کہ "دنیا کے بڑے سے بڑے آدمی کو بھی میں نے دیکھا ہے اور ان سب کو بجائے سرزنش اور زجر و توبیخ کرنے کے اپنے ساتھیوں کی تائش و تحسین کرنے والا پایا اور

سوئب کا بیان ہے کہ "کاریگروں کے دل میں شوق پیدا کرنے کی قابلیت پر مجھے پورا عبور حاصل ہے اور یہی میری بے نظیر کامیابی کا راز ہے۔ مزدوروں میں جو درخشاں جوہر ہوں، ان کی قدر افزائی و ترغیب و تحریص سے ان کو اجاگر کرنے کے طریقوں سے میں واقف ہوں۔ انسان کی امنگوں اور ولولوں کو نکتہ چینی سے بہت نقصان پہنچتا ہے میں نے کبھی کسی پر نکتہ چینی نہیں کی۔ میں نے ہمیشہ ان کے دلوں میں کام کی سچی رغبت پیدا کی ہے میں انکی تعریف و توصیف کیلئے ہمیشہ بیقرار رہتا ہوں اور اگر وہ خوشی پسندیدہ کام کرتے ہیں انکی تعریف و تحسین میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا"

یہی ان بزرگوں کی کامیابی کا راز تھا، سوئب سے پوچھا گیا کہ اڑ ربو کارنیگی کی کامیابی کا راز کیا ہے تو اس نے کہا "وہ ہمیشہ اپنے ماتحتوں کی حاضر دماغی دل سے تعریف کرتا تھا" کارنیگی نے اپنے لوح مزار پر کندہ کرنے کیلئے یہ عبارت پسند کی تھی

"یہاں وہ شخص محو خواب ہے جو اپنے سے زیادہ عقل مندوں کو اپنے پاس جمع رکھنا چاہتا تھا"

راک فیلر دنیا کا مشہور ترین دولتمند تھا اس نے حیرت انگیز کامیابی اور بے اندازہ دولت اسی جوہر شناسی سے حاصل کی تھی اسکا ایک واقعہ بھی آپ سن لیں۔ راک فیلر کے ایک حصہ دار ٹی بیڈ فورڈ نے جنوبی امریکہ میں ایک معاملہ کیا جسمیں خسارہ اور گھاٹا ہوا اور کمپنی کو دس لاکھ ڈالر کا نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا، راک فیلر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو بیڈ فورڈ پر لعن طعن کرتا مگر وہ جانتا تھا کہ بیڈ فورڈ نے بڑی احتیاط اور محنت سے کام کیا تھا مگر بعض حالات کیوجہ سے خسارہ ہوا اسلئے اس نے واقعات سن کر بیڈ فورڈ کو مبارکباد دی کہ جسقدر رقم اسپر خرچ کی گئی اسکا ۶۰ فیصدی انہوں نے بچا لیا اور انکی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو یہ بچت بھی نہ ہوتی۔

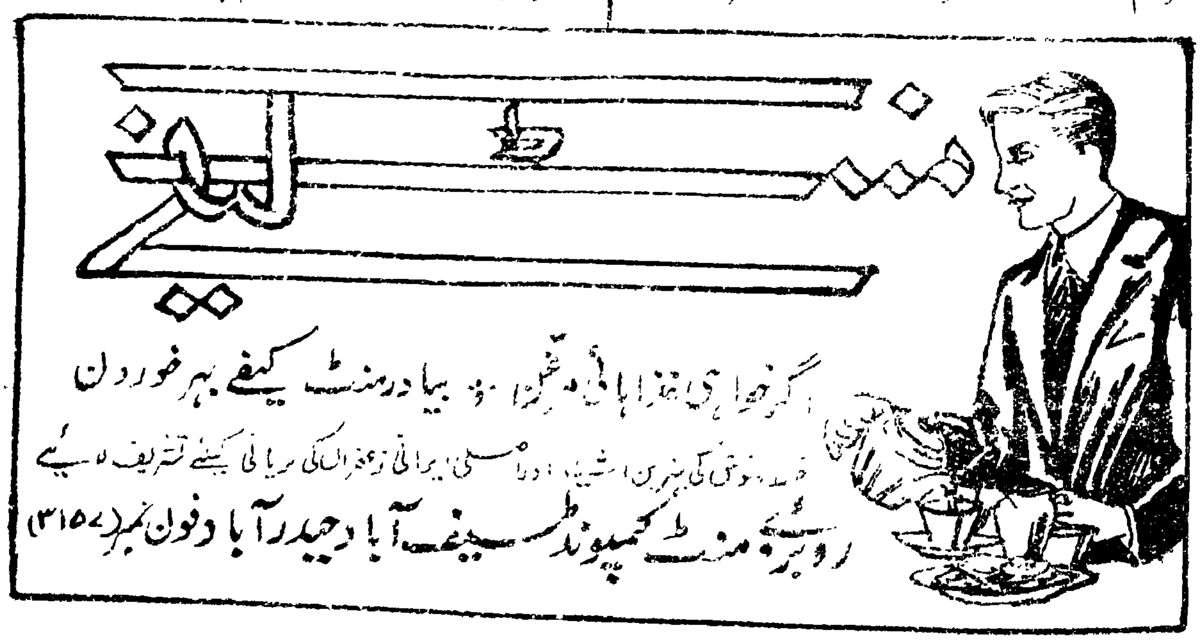
حضرت اعلیٰ المتاب آصفجاہ دادل کا بھی یہی حال تھا نہایت مردم شناس اور بڑے معاملہ فہم تھے، بڑے سے بڑے نقصان پر بھی اپنے مصاحبین اور عہدیداروں پر خفا ہونے بلکہ دس نقصان میں بھی کوئی پہلو فائدے کا نکال کر انکی داد دیتے، مگر ان مکان مہر تجویز کے ملیحاں اہل ... دکن ہیں کبھی خفو ودرگذر مردم شناسی اور قدر دانی کی ... انتہا تھی، افسر جنگ جو لعبہ

کو افسر الملک ہوئے حیدرآباد کے سپہ سالار تھے حضور در بار دہلی کی شرکت کیلئے تشریف لیگئے تو یہ کیمپ افسر اور میر منزل تھے دہلی سے واپسی پر حساب فہمی ہوئی تو معلوم ہوا کہ کثیر رقم ایسی ہے جنکا حساب افسر جنگ نہیں دے سکتے انکی رپورٹ پیش ہوئی تو حضور نے یہ رقم نہ صرف معاف کر دی بلکہ انکی تنخواہ میں بھی اضافہ کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ افسر جنگ کی تنخواہ کم تھی اسلئے دہلی میں انھیں اپنے شایان شان اخراجات کیلئے روپیہ نہ تھا، اور انھوں نے سرکاری رقم خرچ کر لی جسکا حساب نہیں دے سکتے اسلئے یہ رقم معاف کیجاتی ہے اور انکی تنخواہ میں اضافہ کیا جاتا ہے ایسی بندہ نوازیاں کی مثالیں آپکو بہت کم ملیں گی۔ مجد

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش!

کو ان بزرگوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا

سنگتراشی کی ایک بہت پرانا فن ہے ساری دنیا میں عورتیں اس فن میں کمال پیدا کر لی تھیں جو زمانہ بدلنے لگا تو مردوں نے بھی اس فن کیطرف توجہ دی، اور امریکہ میں ویکنیلڈ نامی ایک مرد نے سنگتراشی میں کمال پیدا کر کے بڑی شہرت حاصل کی۔ یہ نہ صرف عورتوں کو بناؤ سنگھار سکھاتا تھا بلکہ انکی حقیقی تعریف و توصیف کر کے ان میں ان احساسات جمیل کو بیدار کرتا تھا کہ اپنے مردوں... اگر ایسی حسن و جمال کے لئے ضروری ہوتی ہیں، چنانچہ ایسی عورتوں کو جو بیہ ہی طرح گھر ہی تک محدود ہو ... نہایت محدود ... دیا، اور وہ ایسا ناچنے لگیں کہ انکی پہلی ہی رات کی مجلس رقص کا ہجوم پہنچ گیا۔

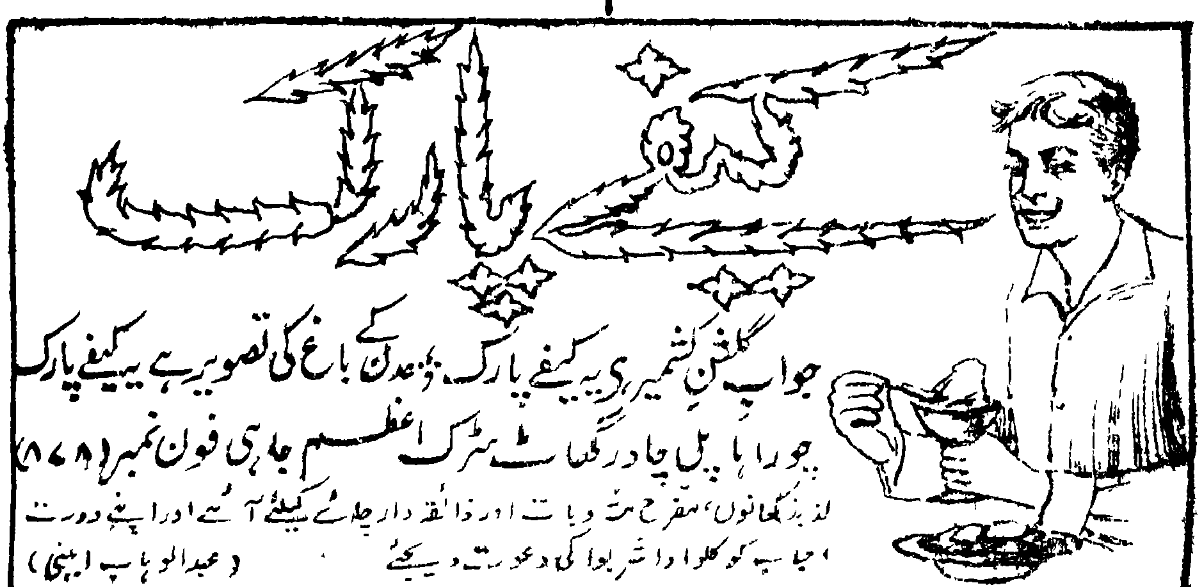


ڈیل کارنیگی کہتا ہے "بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اگر انکے عزیز و اقارب نوکر چاکر چھوڑ کر الگ ہو کے رہیں تو سمجھتے ہیں کہ ان سے بڑا بھاری گناہ یا جرم سرزد ہو گیا ہے۔ مگر یہ بیٹھے بٹھانے رحمدل لیکن عزیزوں یا نوکروں کو چھوڑ نہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بلا تعریف و توصیف چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ تعریف و توصیف کی بھی انسان کو اتنی ہی خواہش پیدا ہوتی ہے جتنی غذا کی"

حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان اپنی تعریف و توصیف سننے کا متمنی بلکہ بھوکا رہتا ہے جس طرح انسانی جسم کی پرورش غذا سے ہوتی ہے اسی طرح اسکے جذبات و حیات کی پرورش تعریف و توصیف سے ہوتی ہے اسی لئے تو ہمارے ایک ماہر لغویات استاد نے کہا ہے سہ

جانور فربہ شود از راہ نوش
آدمی فربہ شود از راہ گوش

ہر شاعر، مصور، ادیب، انشاء پرداز، صناع، فنکار تعریف و توصیف کا بھوکا ہوتا ہے۔ خانخانان کا ایک واقعہ سنئے، شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں ایک مصور نے بڑی محنت سے ایک نہایت ہی پاکیزہ تصویر بنائی اور دہلی میں سارے امراء اور شرفاء کی ڈیوڑھیوں پر لیکر گیا لیکن کسی نے نہ تو پسند ہی کیا اور نہ قیمت ہی لگائی۔ آخر میں وہ شخص خانخاناں کی ڈیوڑھی پر پہنچا، خانخانان دربار کو جا رہے تھے اندر سے برآمد ہو کر سوار ہو چکے تھے کہ مصور نے تصویر پیش کی خانخانان نے دیکھا اور مسکرا کر اپنے دیوان کو حکم دیا کہ تصویر خرید لو اور خود چلے گئے۔ دیوان نے جب مصور سے تصویر کی قیمت پوچھی تو اسنے قیمت لینے سے انکار کیا اور معاملہ یوں ہی رہا دربار سے واپسی کے بعد خانخانان سے عرض کیا گیا کہ مصور نے قیمت لینے سے انکار کیا اور وہ ابھی تک ڈیوڑھی پر موجود ہے تو خانخانان نے اسے طلب کیا اور کہا کہ اگر قیمت کم دیجا رہی تو کہو میں زیادہ قیمت دلوا دیتا ہوں۔ مصور نے عرض کیا حضور! میں قیمت کا طالب نہیں ہوں حضور نے کس چیز کو پسند فرما کر تصویر خریدنے کا حکم دیا ہے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ خانخانان نے کہا میاں مصور تم نے آبی رنگوں کو خوب ملایا ہے اور جو منظر پیش کیا ہے وہ بہت ہی مکمل ہے خصوصاً نہاتے وقت تولیے کو بھیگا ہوا ہے جو گرفت رہی ہے اسکی گدگدی نیا لی یہ محسوس ہو رہی ہے یہی تم نے کمال کیا ہے، مصور تعریف سنکر پھول گیا جھک کر آداب بجا لایا اور کہا حضور! ساری دہلی میں یہ تصویر لئے پھرا لیکن کسی نے غور سے دیکھا نہ سمجھا نہ داد دی حضور نے ایک ہی نظر میں اسکی ساری خوبیاں سمجھ لیں اور سچی داد دی میں بھر پایا اب اس تصویر کو میری طرف سے بطور نذر قبول فرما لیجئے۔ ظاہر ہے کہ مصور کے اس نذرانہ کو قبول کر کے خانخانان نے لاکھ روپے سے کیا کم دیا ہوگا لیکن مصور کو اس رقم سے اتنی خوشی حاصل نہ ہوئی ہوگی جتنی خانخانان کی سچی تعریف اور قدردانی سے ہوئی۔ (باقی آئندہ)



نقد و تبصرہ

(تبصرہ کیلئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے)

دکھی کسان

"دکھی کسان" مصنفہ نواب میر باسط علیخاں نبیرہ نواب مسیح الدولہ مردار الملک مغفور۔ فن کاشت کاری باغبانی، مرغبانی، ڈائری فارم، پرورش ماہی حجم (١٦٠) صفحات بالتصویر قیمت ایک روپیہ ٩٥ نئے پیسے

ملنے کا پتہ:— دی پرو پرائٹر ایم۔سی۔سی۔ چادر گھاٹ حیدرآباد (آندھرا پردیش) اور ہر بڑے کتب فروش سے مل سکتی ہے

اردو زبان میں کاشتکاری، باغبانی، مرغبانی اور پرورش ماہی کے موضوعات پر ایک جامع کتاب جس میں دور حاضر کی سائنسی تحقیقات کا بھی نچوڑ ہو آجتک نہیں لکھی گئی تھی اردو دان طبقہ کو خاص کر کاشتکاری اور مرغبانی وغیرہ کے پیشوں سے دلچسپی رکھنے والوں کو نواب میر باسط علیخاں کا رہین منت ہونا چاہیئے کہ موصوف نے اس کمی کو باحسن الوجوہ پورا کر دیا ہے۔ حالی نے کہا تھا ؎

گنج زر، خاک سے اگلوایا
کیمیا، شغل کاشتکاری ہے

نواب میر باسط علیخاں نے اپنی اس کتاب میں عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ حقیقت میں کاشتکاری کیمیا یعنی سونا بنانے کا فن ہے۔

اس کتاب میں لائق مصنف نے سائنٹفک تحقیقات کیا خوب سا تھ لپیٹ عملی تجربات بھی بیان کئے ہیں۔ زبان ایسی شگفتہ، عام فہم اور سلیس استعمال کیگئی ہے کہ ایک بچہ بھی پڑھکر تمام مطالبات سمجھ لے حقیقت یہ ہے کہ (١٦٠) صفحات کی اس کتاب میں دریا کو کوزے میں بند کرنے کا کمال دکھایا گیا ہے۔ جن لوگوں کو زراعت، باغبانی مرغبانی، ڈائری فارم اور پرورش ماہی سے دلچسپی ہے یہ کتاب انکے لئے ایک بہترین رہبر ثابت ہوسکتی ہے ہر پیشہ ور کسان اور باغبانی کے ہر شوقین کے گھر میں اس کتاب کا رہنا ضروری ہے۔

اعلیٰحضرت حضور نظام پر ایک ایڈوکیٹ کے عاید کردہ الزامات لغو مہمل بے بنیاد اور محض خیالی ہیں

اپنے دور حکومت میں بھی میں نے کسی کو غلام نہیں بنایا" بندگان اقدس کی وضاحت

خانہ زادوں کی پرورش پر سالانہ (۲۰) لاکھ روپے صرف کئے جاتے ہیں

عہدیداران پولیس نے آزادی کے ساتھ نذری باغ کے حالات معلوم کئے

حیدرآباد ۷ر مئی بتایا گیا ہے کہ ایچ۔ ای ایچ دی نظام سر میر عثمان علی خان سابق راج پرمکھ حیدرآباد نے آج ان الزامات کی پرزور تردید کردی ہے جو مسٹر ین۔ جی کسکر ایڈوکیٹ نے چیف سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک اطلاع دیتے ہوئے عاید کئے تھے کہ نظام نے کنگ کوٹھی کو ایک محل نما زندان بنا رکھا ہے اور اس میں زائد از ۵۰ مرد اور عورتوں کو غلاموں کی طرح بند رکھا ہے۔ ۷۵ سالہ سابق راج پرمکھ نے عہدیداران پولیس سے کہا جو ان الزامات کی تحقیقات کے لئے کنگ کوٹھی گئے تھے۔

یاد ہوگا کہ پولیس نے چیف سٹی مجسٹریٹ کے احکام پر حضور نظام کے خلاف دفعات ۳۴۴ اور ۳۴۳ تعزیرات ہند کے تحت مقدمات درج رجسٹر کئے۔ مسٹر ... اسسٹنٹ مددگار کوتوال (جرائم) اس کی تحقیقات کر رہے ہیں۔

خوشگوار فضا بتایا گیا ہے کہ حضور نظام نے ... پولیس سے راست ان سے ملاقات کی اور خود ہی وہ خوشگوار فضا دکھلادی جو کنگ کوٹھی میں پائی جاتی ہے۔

کنگ کوٹھی کے ایک ذریعہ نے بتایا کہ سابق حکمران اور پولیس کے باہمی ملاقات بالکل آزادانہ رہی اور تحقیقات کرنے والے عہدیداروں کو محل میں ہر طرف جا کر صورت حال معلوم کرنے کی سہولت بہم پہنچائی گئی۔

محل کے حقیقی حالات دیکھنے کا موقع دیا گیا بتایا گیا ہے کہ حضور نظام نے اپنے بیان میں جس کے لئے ۳ منٹ صرف ہوئے پولیس کو بتایا کہ عاید کردہ الزامات مہمل بے بنیاد اور محض خیالی ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ موصوف نے پولیس سے کہا کہ وہ خود محل کے حقیقی حالات دیکھ لے۔ حضور نظام نے پولیس کو بتایا کہ ان کے خانہ زادوں کو کھانے کپڑے اور رہائش کا مفت انتظام کیا جاتا اور ماہانہ (۵) بطور جیب خرچ ادا کیا جاتا ہے۔ حضور نظام نے بتایا کہ اپنے دور حکومت میں بھی انہوں نے لوگوں کو غلام نہیں بنایا اور اب ان پر لوگوں کو غلام بنانے کا الزام عاید کرنا محض انہیں پریشان کرنا ہے۔

خانہ زادوں کی پرورش حضور نظام نے بتایا کہ وہ خانہ زادوں کی پرورش پر سالانہ (۲۰) لاکھ روپے خرچ کرتے ہیں۔ حضور نظام کا بیان قلمبند کرنے کے بعد عہدیداران پولیس نے وہ مکانات جس میں خانہ زاد لڑکے اور لڑکیاں رہتے ہیں۔ باورچی خانے اور سارے محل کا معائنہ کیا۔ پولیس نے بعض ممر خانہ زادوں کا بھی بیان لیا۔ جنہوں نے بھی الزامات کی تردید کردی۔

تحقیقاتی عہدیداران پولیس حضور نظام کے بیان کی قلمبندی کے وقت جو مسرز ہنمنت راؤ ... جمیندر ریڈی نائب کوتوال پولیس شاخ جرائم۔ ڈی۔ وی راجیشور نائب کوتوال (امن و قانون) نے کی حضور نظام کے ماتحت مشیر خان بہادر ... اور مسٹر ... ریڈی بھی موجود تھے۔

توقع ہے کہ پولیس ۲۰ر مئی کو عدالت کو اپنی رپورٹ پیش کردے گی۔ (منقول از نظام گزٹ)

گلستان کے دو شعر

هر که با فولاد بازو پنجه کرد | ساعد سیمین خود را رنجه کرد

باش تا دستش ببندد روزگار | پس بکام دوستان مغزش برآر

کامن ویلتھ وزرائے اعظم کی میٹنگیں

کامن ویلتھ کے ممبر ملکوں کے وزرائے اعظم کی میٹنگ ۳ مئی سے لندن میں شروع ہوئی۔ ان ملکوں کے نام یہ ہیں۔ برطانیہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ، جنوبی افریقہ، ہندوستان، پاکستان۔ سیلون گھانا اور ملایا۔ سابقہ موقعوں کی طرح روڈیشیا و نیاسالینڈ فیڈریشن کے وزیر اعظم کو بھی اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد وزرائے اعظم کی یہ ۹ ویں میٹنگ ہو گی۔ پچھلی میٹنگ ۱۹۵۷ء میں منعقد کی گئی تھی۔ باہمی صلاح مشورہ کامن ویلتھ برادری کی جان ہے۔ اور یہ صلاح مشورہ لگاتار جاری رہتا ہے۔ وزرائے اعظم کی میٹنگیں صلاح مشورہ کی اہمیت کو نمایاں کرتی ہیں۔ کامن ویلتھ برادری کے ہر ممبر کو اپنے اندرونی و بیرونی امور پر پورا کنٹرول حاصل ہے۔ اگر کوئی ممبر کسی معاہدہ یا وعدہ کے تحت اپنے آپ کو بعض باتوں کا پابند بنا لیتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دیگر ممبران بھی ان باتوں کے پابند ہیں۔ البتہ آزاد تعاون کو موثر بنانے کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ مشترکہ مفاد کے تمام امور پر اس برادری کے ممبران میں زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے پایا جائے۔ وزرائے اعظم کی میٹنگیں اس مقصد کے حصول کا اہم ترین ذریعہ ہیں۔ وزرائے اعظم با اقتدار اسٹیٹوں کی نمایندگی کرتے ہیں۔ اور صرف اپنی اپنی پارلیمنٹ کے روبرو جواب دہ ہیں۔ عالمی اہمیت کے مسائل پر وہ دوستوں کی طرح غور و فکر کرتے ہیں۔ بحث مباحثہ کے موضوعات کا کوئی رسمی ایجنڈا شائع نہیں کیا جاتا۔ کسی بھی موضوع کو بحث سے خارج نہیں کیا جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وزرائے اعظم نہایت صاف گوئی اور بے تکلف طریقہ سے گفت و شنید کرتے ہیں۔ وزرائے اعظم اپنی میٹنگ میں نہ تو کوئی اکثریتی فیصلے کرتے ہیں اور نہ کوئی ریزولیوشن پاس کرتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی آئینی نکتہ پیدا ہو جائے تو بات الگ ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی نئے ملک کو برادری میں شامل کرنا ہو تو وزرائے اعظم کو اس سے متعلق فیصلہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ ان میٹنگوں کے نتیجہ کے طور پر متعلقہ حکومتیں اپنی پالیسیاں مرتب کرتی ہیں اور دیگر ممبران کے مفادات اور نظریات کا لحاظ رکھتے ہوئے ضروری اقدامات کرتی ہیں۔

پہلی میٹنگیں!

دوسری جنگ عظیم کے بعد وزرائے اعظم کی پہلی میٹنگ ۱۹۴۶ء میں ہوئی تھی۔ اس میں بعض دشمن ملکوں کے ساتھ کیے گئے معاہدے اور جرمنی کا مستقبل زیر بحث لایا گیا تھا۔ فوجی امور سے متعلق کامن ویلتھ حکومتوں کے درمیان رابطہ کے انتظامات اور جنوب مشرقی ایشیا اور جنوبی پیسفک میں معاشی و فلاحی تعاون پر بھی تبادلۂ خیالات کیا گیا تھا۔ سنہ ۱۹۴۸ء کی میٹنگ میں بین الاقوامی امور، معاشی امور اور دفاع پر بحث کی گئی تھی۔ اور اس خواہش کا اظہار کیا گیا تھا کہ کامن ویلتھ حکومتوں کے درمیان صلاح مشورہ کے سلسلہ کو نہ صرف برقرار رکھا جائے بلکہ اسے وسعت بھی دی جائے۔ سیلون نے اقوام متحدہ کا ممبر بننے کے لئے جو درخواست دی تھی اس کی اس میٹنگ میں حمایت کی گئی تھی۔

جمہوریہ ہند!

۱۹۴۹ء کی میٹنگ میں وزرائے اعظم نے ہندوستان کی اس خواہش پر

قطعہ

فکرمند آدمی ہے راج میں آج
(گورنمنٹ)
ہے اضافہ بہت خراج میں آج
(ٹیکس)
ریزہ ہو کر بہی ہے پانی میں
پھوٹ کیسی ہے یہ سماج میں آج

(آمدہ از نذری باغ)

غور کیا گیا تھا کہ وہ جمہوریہ بننا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ کامن ویلتھ برادری کی رکنیت بھی برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ میٹنگ کے اختتام پر جو اعلامیہ جاری کیا گیا تھا اس میں بتایا گیا تھا کہ ہندوستان شاہی حکمران کو آزاد اقوام کے آزادمیل جول کی علامت اور اسطرح اسے کامن ویلتھ برادری کا سربراہ تسلیم کرتا ہے۔ اور کامن ویلتھ کی دیگر حکومتوں نے یہ مان لیا ہے کہ ہندوستان اس برادری میں شامل رہے۔ سنہ ۵۱ء کی میٹنگ کا سب سے بڑا مقصد بین الاقوامی صورت حال کا جائزہ لینا اور اس بات پر سوچ بچار کرنا تھا کہ کامن ویلتھ حکومتیں عالمی امن کو برقرار رکھنے کے لئے کونسا مزید مثبت قدم اٹھا سکتی ہیں۔ جن امور پر بحث کی گئی ان میں جاپان سے کے ساتھ کئے گئے معاہدہ امن کی شرائط، مشرقِ وسطیٰ اور یورپ کی صورت حال اور معاشی مسائل شامل تھے۔ سنہ ۵۳ء کی میٹنگ میں وزرائے اعظم نے اپنی توجہ زیادہ تر بین الاقوامی صورتِ حال، مشرق بعید کے استحکام، مشرقِ وسطیٰ کی سلامتی و امن اور معاشی ترقی پر صرف کی تھی۔ سنہ ۵۵ء کی کانفرنس میں وزرائے اعظم نے بین الاقوامی صورت حال کامن ویلتھ کی تجارتی و معاشی ترقی۔ نیوکلیر توانائی، اور تخفیف اسلحہ پر تبادلۂ خیالات کیا تھا۔ میٹنگ کے دوران میں وزیر اعظم پاکستان نے بتایا کہ پاکستان اپنے نئے آئین کے تحت جو منظور ہونے والا تھا۔ جمہوریہ بننے کا ارادہ رکھتا ہے۔ چنانچہ اسی قسم کا ایک اعلان جاری کیا گیا جو ہندوستان کے جمہوریہ بننے کے وقت جاری کیا گیا تھا۔ سنہ ۵۶ء کی میٹنگ میں عالمی صورت حال پر غور کرنے کے علاوہ نیوکلیر توانائی کے پُر امن استعمال کے بارے میں بھی تبادلۂ خیالات کیا گیا۔ سیلون کے وزیر اعظم نے بتایا کہ اس کی حکومت وقت آنے پر ایک ایسا آئین اپنانے کی تجویز کر رہی ہے جس کے تحت سیلون جمہوریہ بن جائے گا۔ دیگر وزرائے اعظم نے مان لیا کہ اس تبدیلی کے بعد بھی سیلون کامن ویلتھ کا رکن رہ سکتا ہے۔ سنہ ۵۷ء کی میٹنگ میں گھانا کو آزادی کے بعد پہلی بار نمائندگی ملی تھی۔ جس کا وزرائے اعظم نے خیر مقدم کیا۔ مئی سنہ ۱۹۶۰ء کی میٹنگ میں ملایا آزادی کے بعد پہلی بار شامل ہوگا۔

اطلاعات و تعلقات عامہ حکومت آندھرا پردیش

دارالحکومت میں وزراء کا قیام

اس حالیہ فیصلہ پر کہ آندھرا پردیش کے تمام وزراء ہر ماہ کی پہلی سے پانچویں تاریخ تک اور پھر (۱۵) ویں سے (۲۰) ویں تاریخ تک دارالحکومت میں موجود رہیں گے ایک مقامی روزنامے نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر مہینے میں صرف بارہ دن وزراء سے ملاقاتیں ہوسکیں گی اور اس مدت میں انہیں نہ صرف خود دارالحکومت میں منعقد ہونے والی مختلف تقریبوں میں شرکت کرنی پڑے گی بلکہ ایسے بہت سے لوگوں سے بھی ملاقاتیں کرنی پڑیں گی جو اپنی شکایتوں کے ازالے کے لئے ان سے ملنے آئیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اپنے سرکاری فرائض بھی انجام دینے ہوں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس فیصلے کے منشاء کو سمجھنے میں مذکورہ اخبار کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وزراء صرف ہر مہینے کی پہلی سے پانچویں اور پھر پندرھویں سے بیسویں تاریخ تک ہی دارالحکومت میں موجود رہ سکتے ہیں صرف ناگزیر حالات کے سوا وہ ہر وقت دارالحکومت میں رہیں گے۔ اس کے علاوہ دیگر تاریخوں میں بھی حیدرآباد ہی میں رہیں گے اس طرح حیدرآباد میں ان کے قیام کی مدت ہر مہینے (۱۲) روز سے بڑھ جاتی ہے (۱۲) روز کم سے کم مدت ہے۔ یہ مدت تاریخوں کے تعین کے ساتھ عوام کی اطلاع کے لئے بتلادی گئی ہے تاکہ انہیں قطعی طور پر معلوم ہوجائے کہ وزراء سے ملاقاتیں کن دنوں میں ہوسکیں گی۔ (اطلاعات)

انسداد ملیریا کی اسکیم

حکومت نے حیدرآباد اور دقّرآباد میں انسداد ملیریا کی اسکیم کو یکم اپریل سنہ ۱۹۶۰ء سے مزید ایک سال کی مدت کیلئے جاری رکھنے کی منظوری دی ہے

اڑنے والے موٹر سیکل

ماسکو (تاس) سوویٹ انجنیر لورس اونانجے ایک بہت ہی چھوٹا سا ہیلی کوپٹر ایجاد کیا ہے جسے انہوں نے "اڑنے والی سیکل" کا نام دیا ہے اس مشین میں پانچ سلنڈر کی موٹر ہے اسے ہلکا بنانے کیلئے پلاسٹک استعمال کیا گیا ہے اس موٹر سیکل کو مختلف کاموں کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے

جان ٹی رِیڈ کلچرل اتاشی امریکی سفارتخانہ

کچھ فنِ فوٹوگرافی کے بارے میں

حال ہی میں مجھے انعامات پانے والی فوٹو تصاویر کی ایک نمائش کی افتتاحی تقریب میں شرکت کا موقعہ ملا۔ یہ تصویریں امریکن ہائی سکول کے طلبار کی طرف سے لی گئی تھیں۔ دلی میں اس تقریب کا اہتمام ہند۔ امریکی ثقافتی تنظیم (انڈو یو ایس کلچرل اسوسی ایشن) کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اور دلی کے میئر نے اس تقریب کی صدارت کی تھی۔ ہمارے دونوں ملکوں کے درمیان دوستانہ ثقافتی تعلقات کے اس متشکرانہ اظہار سے میرے ذہن میں جو خیالات پیدا ہوئے وہ میں آج کی صحبت میں اپنے ناظرین کی نذر کرنا چاہتا ہوں ہم اب اُن دنوں سے بہت آگے نکل آئے ہیں۔ جب میں ایک لڑکا تھا اور چھوٹا سا بکس کیمرا لیکر کیلی فورنیا کی پہاڑیوں میں گھوما کرتا تھا۔ ان دنوں ہم میں سے اکثر کے لئے کیمرا محض ایک ایسی مشین تھا جس سے ہم خوبصورت مناظر یا پسندیدہ دوستوں کی تصویریں لیا کرتے تھے۔ چنانچہ کل رات اِن پرانی تصویروں کے البم دیکھ کر مجھے عجیب سی مسرت ہوئی۔ ان تصویروں سے خوشگوار اور بعض اوقات مضحکہ خیز یاد تازہ ہو جاتی ہے یہ تصویریں بمشکل ہی خوبصورت تھیں۔ اور یقیناً انہیں آرٹ کا نام تو دیا نہیں جا سکتا۔ تاہم آج جب ہم ہائی اسکول طلبار کی طرف سے لی گئی تصویروں کے اس شاندار مجموعے کو دیکھتے ہیں تو ہم اعتماد کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم ان میں سے بعض تو آرٹ کے چھوٹے چھوٹے بہترین نمونے ہیں۔ تب پھر کیا وجہ ہے کہ کچھ تصویریں تو آرٹ کا نمونہ بن جاتی ہیں اور کچھ محض تصویریں رہ جاتی ہیں جن کی صرف جذباتی اہمیت ہوتی ہے۔ ہر شخص آرٹ کی الگ اصطلاح کرتا ہے اور میں یقیناً جمالیات کی طویل بحث میں الجھنا نہیں چاہتا۔ تاہم جہاں تک فوٹوگرافی کا تعلق ہے اس تصور میں کچھ جواز پایا جا سکتا ہے۔ اگر ہم سنیاسی یا احمق نہیں ہیں تو ہم میں سے زیادہ تر لوگوں کے لئے وہ طبیعاتی مظہرات جو ہم اپنے ارد گرد دیکھتے ہیں ابتری و انتشار کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں مکانوں درختوں سڑکوں۔ بیل گاڑیوں اور بائیسکلوں کے گورکھ دھندے میں سے گذرتے ہیں۔ لیکن عالم بیداری میں گھنٹوں تک ہماری آنکھیں جن مناظر سے دو چار ہوتی ہیں اُن میں ایسی طرز، ترتیب، اور خوبصورتی نہیں ہوتی۔ جن سے روح کی تشنگی مٹتی ہے۔ میرے خیال میں یہی وہ مقام ہے جہاں آرٹ کی ابتدا ہوتی ہے۔ آرٹ لازماً قدرت کی ظاہرا ابتر کیفیت کو بعض قسم کی اطمینان بخش اور باقاعدہ ترتیب دینے کی انسانی سعی ہے۔ ہم یہ کام مختلف طریقوں سے انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ شعراء اور ناول نگار واقعات اور تجربات کے ہجوم میں سے اپنے مواد کا انتخاب کرتے ہیں۔ جیسے جب تخلیقی ذہن میں ترتیب دی جاتی ہے تو وہ بامعنی ناول یا نظم کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ کسی بھی ناول میں زندگی کے واقعات کو جوں کا توں پیش نہیں کیا جاتا۔ حتیٰ کہ حقیقت پسندوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ زندگی کے واقعات کا انتخاب کر کے انہیں باقاعدہ ترتیب دیں۔ مصوّر کے متعلق بھی یہی کچھ کہا جا سکتا ہے۔ وہ ایک خیالی تصویر میں نئی دنیا کی تعمیر کرتا ہے۔ لیکن ایک فوٹوگرافر کو جو ایک فنی تصویر تیار کرتا ہے مصور یا سنگتراش کی نسبت کسی قدر زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ شاذ ہی کوئی نئی اختراع کر سکتا ہے یا کسی خیالی منصوبہ کی عکاسی کر سکتا ہے۔ اس کے کیمرے کا لینس (   ) صرف

قطعہ

ہُوا ہے ناک میں دم آج ان کمینوں سے
تمام مُفسد و مکّار تھے پسِ پردہ

رہی ہے گر کے یہ سیڑھی بھی جیف زینوں سے
ہزاروں آفتیں آئی ہیں ان لعینوں سے

(آمنہ از نذری باغ)

کسی شے کی عکاسی کرتا ہے جس کے سامنے اُسے رکھا جاتا ہے۔ اس صورت میں آرٹ کی تخلیق کیونکر ہوتی ہے؟ جزوی طور پر انتخاب سے ــــ وہ ارادتاً ایک مکمل منظر کے بعض حصوں کو نظر انداز کر سکتا ہے۔ جزوی طور پر بعض حصوں پر زور دے کر۔ وہ اپنے کیمرے کو خاص زاویہ میں رکھ کر، روشنی کی مقدار میں کمی و بیشی کر کے اور تصویروں کو خاص مسالے سے دھو کر آرٹ کی تخلیق کرتا ہے۔ لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ فوٹوگرافر ایک فنکار ہوتا ہے اور ایک فنکار کی طرح آنکھیں رکھتا ہے۔ وہ بعض لمحات میں پر اسرار طور پر دنیا کی ابتری و پراگندگی میں خوبصورتی، ترتیب، روشنی اور رنگ کی ایک عجیب سی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ جسے اگر فوری طور پر مہارت سے قلمبند کیا جائے تو وہ خوبصورتی کی ایک انمول شاہکار ثابت ہوتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ایک بہترین فوٹوگرافر کو کیمرے کے عام شائقین پر فوقیت حاصل ہوتی ہے جو بغیر سوچے سمجھے تصویریں اتارتے رہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ فوٹوگرافی مدنظر اتم جمہوری فن ہے۔ اس نئی دنیا میں جس کی ہم ہندوستان، امریکہ اور دوسرے بہت سے ملکوں کے لوگ تعمیر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فن اور حسن اب نام نہاد اونچے گھرانوں یا دولتمندوں کی میراث نہیں رہے۔ عام مرد اور عورتوں کو اب تعلیم اور امداد باہمی کی مساعی کے ذریعے ثقافت کی بہترین چیزوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع دیا جا رہا ہے۔ یہ ایک اچھی بات ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ جن میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں اب عجائب گھروں میں جا سکتے ہیں۔ موسیقی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں اور عالمی ادب کی عظیم کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں لیکن یہ اور بھی اچھی بات ہے جب ایک عام آدمی خود ایک اچھا فنکار بن سکے خواہ وہ ایک شوقیہ سنگیت کار ہو یا مصور یا شاعر یا فوٹوگرافر۔

جان کیری گن!

سنہ ۱۹۶۰ء امریکہ کی سیر کا سال!

(بسلسلہ گذشتہ)

آئیڈل وائلڈ ہوائی اڈے پر کام کافی تیزی سے نپٹایا جانے لگا ہے اور توقع ہے کہ نیویارک ہوائی اڈے پر اس سے بھی زیادہ تیزی سے کام نپٹایا جائے گا۔ جو نیویارک میں بنایا جا رہا ہے۔ صدر آئزن ہاور کے اعلان کے بعد سفری اداروں نے غیر ملکوں میں ایسا لٹریچر تقسیم کرنا شروع کر دیا ہے جس میں لوگوں کو امریکہ کا سفر کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ انہوں نے امریکہ کی بندرگاہوں میں غیر ملکی سیاحوں کے لئے خصوصی استقبالیہ مرکز قائم کرنے کے پلان بھی بنائے ہیں۔ موٹر گاڑیوں اور ہوٹلوں کی تنظیموں نے غیر ملکی سیاحوں کی خدمت کے لئے خاص انتظامات کئے ہیں۔ امریکہ میں بہت خوبصورت مناظر اور تاریخی و ثقافتی مقامات ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ سیاح نیاگرا آبشار، گریٹ لیکس، گرانڈ کینین اور ییلو سٹون پارک دیکھنا پسند کریں گے۔ بڑے بڑے شہروں میں نیویارک، شکاگو، نیو اورلینز اور سان فرانسسکو ہیں جن میں سے ہر ایک کی نرالی شان ہے۔ دوسرے قابل دید مقامات واشنگٹن، بوسٹن اور ہالی ووڈ وغیرہ ہیں۔ ان مقامات کو دیکھ کر غیر ملکی سیاح یقیناً امریکہ کی حقیقی تصویر دیکھ سکیں گے۔ جیسا کہ مسٹر جیمز اینٹس نے کہا ہے۔ "خواہ ہم امریکہ کے متعلق کتنا ہی پڑھا کریں یہ قدیم کہاوت ہمیشہ سچی رہے گی۔ کہ کسی چیز کو دیکھ کر ہی اس کے متعلق یقین کیا جا سکتا ہے۔"

قطعہ

آج منہ پر کسی کے داڑھی جب ہوئی || گفتگو زوجہ کی بھی منہ پھٹ ہوئی
تھا یہی اس کا علاج بے مثال || کیا حماقت دیکھ لو جھٹ پٹ ہوئی
(جلدی)

(آمدہ از نذر کا باغ)

گھڑی کے سپرنگ سے دل کی بیماری کا کامیاب علاج

گھڑی کے سپرنگ اور دل کی بیماری۔ آپ یقیناً حیران ہوں گے کہ دونوں میں کیا جوڑ ہے۔ لیکن اس مضمون کے مطالعہ سے آپ کو یقین ہو جائے گا کہ کس طرح سائنسدانوں نے گھڑی کے لئے تیار کئے گئے دھات کے سپرنگ سے دل کی بیماری کا علاج کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے جو جراحی میں ایک نئے معجزے سے کم نہیں۔

گھڑیاں بنانے والے ایک کارخانے کو گھڑیوں کے لئے ایک مضبوط اور کبھی نہ ٹوٹنے والے سپرنگ کی ضرورت تھی۔ اسی سپرنگ کی بدولت ڈیٹرائٹ سٹی (مشی گن) کی ایک خاتون جو دل کی بیماری کے باعث تکلیف میں اپنی زندگی گذار رہی تھی۔ صحت و تندرستی کی نعمت سے لطف اندوز ہونے لگی۔ دل کی بیماری اور سپرنگ۔ بظاہر ان دونوں متضاد باتوں کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں۔ لیکن کولمبس اوہیو (امریکہ) کے بیٹلے میموریل انسٹی ٹیوٹ میں ۱۲ برس تک ایک خاص قسم کی دھات تیار کرنے میں جو تحقیق ہوتی رہی اور پھر جو ایک برس اس خاص مرکب دھات سے ایک خاص قسم کا سپرنگ بنانے اور اسے آزمانے میں لگا۔ اسی ایک سپرنگ سے مسز میبل سسٹر ہیڈ کے مریض دل کے خانے مکمل اور صحت مندانہ طریقے سے کھلنے اور بند ہونے لگے اور دل ٹھیک طرح حرکت کرنے لگا۔ اس کے دل سے اب خون واپس پھیپھڑے کی طرف نہیں جانے پاتا۔ یہ کہانی ایک ڈرامائی مثال ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ صنعتی تحقیق اور کھوج انسانی فلاح و بہبود کے لئے کس طرح سفید اور کارگر ثابت ہو رہی ہے۔ ڈیٹرائٹ میں وین یونیورسٹی کے میڈیکل کالج کے ڈاکٹر جیمز ویل ایک مدت سے ایسے امکانات پر غور و خوض کر رہے تھے جن سے مسز سسٹر ہیڈ کی طرح دل کے عارضے میں مبتلا مریضوں کو شفایاب کیا جا سکے۔ ان کا قیاس تھا کہ دل کے ناقص خانوں کو درست کرنے کے لئے ایک سپرنگ سے کام لیا جا سکتا ہے لیکن نہیں کوئی ایسی دھات نہیں مل رہی تھی جس سے تیار کیا ہوا سپرنگ دل کے اندر لگایا جائے اور اس میں زنگ نہ لگ سکے جسمانی مادوں اور رطوبتوں سے بھی محفوظ رکھتا ہو اور مسلسل طور پر ٹھیک کام کرتا رہے۔ ایک دن وہ ایک جوہری کی دکان کے سامنے سے گزر رہے تھے کہ گھڑیوں سے متعلق ایک اشتہار پر ان کی نظر پڑی اس میں درج تھا۔ "وہ دل جو کبھی نہیں ٹوٹتا" اس سے مراد گھڑیوں کے سپرنگ سے تھی۔ یعنی ان گھڑیوں میں ایسے سپرنگ لگے ہوئے تھے جو ٹوٹنے نہیں پاتے تھے۔ ڈاکٹر ویل کو یہ اشتہار پڑھ کر دل کے علاج کا خیال آیا۔ وہ دوکان کے اندر چلے گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ ایلجن واچ کمپنی کو اپنی تیار کی ہوئی ایک خاص دھات "ایلجیلائے" پر اتنا بھروسہ ہے کہ اس سے بنے ہوئے سپرنگ جب تک گھڑی قائم رہتی ہے ٹوٹنے نہیں پاتے۔ یہ معلوم ہونے پر ڈاکٹر ویل ایلجن کارخانے میں گئے اور اپنا مسئلہ کمپنی کے ٹیکنیکل ڈائریکٹر تھامس گرین کے سامنے رکھا۔ انہوں نے بڑے اشتیاق کے ساتھ تعاون کا یقین دلایا۔ اور ڈاکٹر ویل کی ہدایت اور ضرورت کے مطابق اس خاص دھات کے سپرنگ بنا کر دیئے ان میں سے ۵۰ سے بھی زیادہ سپرنگ وین یونیورسٹی کے ڈاکٹر ویل نے کتوں اور دوسرے جانوروں پر آزمائے تاکہ جراحی کی ضرورت کی تکمیل اور انسانی دل میں انہیں استعمال کئے جانے کے متعلق صحیح صحیح تجربہ کیا جا سکے۔ آخرکار

قطعہ

کیسا برپا ہوا فساد بھی آج
گر کے ٹوٹا ہے یہ عماد بھی آج

جب فنا ہو گئی عصبیت بھی
دیکھ لے تو ہر اک ہے شاد بھی آج

(آندرہ (نذری) ...)

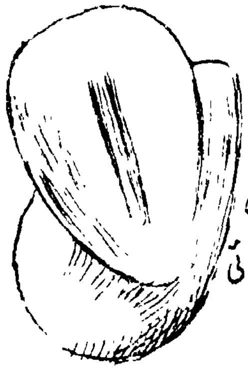
مسز سپرٹر کے لئے یہ سپرنگ تیار کر لئے گئے ۔ اس کے دل کا آپریشن کیا گیا اور ہیرے کی شکل کا نائیلان چڑھا ہوا "ایلجی لائے" دھات کا سپرنگ اس کے دل میں جوڑا گیا۔ آپریشن اور تجربہ کامیاب رہا۔ آپریشن میں کامیابی کے باوجود ڈاکٹر وبل اور ان کے ساتھی ڈاکٹر ۱۳ مہینے تک مسز سپرٹر کی حالت کا جائزہ لیتے رہے۔ اور جب انہیں اس نئے سپرنگ کی افادیت اور اپنے اس تجربے کی کامیابی کا پورا پورا یقین ہو گیا تو انہوں نے اس آپریشن اور اس سے حاصل کئے ہوئے نتائج ایک طبی رسالے میں شائع کئے۔ دل کی کہنہ مریضہ اور پیوند لگی مسز سپرٹر ڈرامائی طور پر صحت یاب ہو گئی۔ اب وہ گھر کا کام کاج کرتی اور بازار سے گھر کے لئے سودا سلف لاتی ہے۔ ایکسرے سے معلوم ہوا کہ اس کا بڑا ہوا دل اب عملی طور پر معمول پر آگیا ہے۔ اس قسم کی معجزہ انگیز جراحی محض اس وجہ ممکن ہوئی کہ "ایلجی لائے" جیسی دھات تیار ہو گئی تھی۔ یہ دھات محض اتفاقیہ طور پر تیار نہیں ہوئی تھی بلکہ بیٹلے میموریل انسٹی ٹیوٹ میں ۱۲ برس کی لگاتار محنت، تحریوں، اور آزمائشوں کے بعد یہ لاجواب مرکب دھات بنائی گئی تھی گھڑیاں بنانے والی ایلگن کمپنی کو گھڑیوں کے سپرنگ ٹوٹنے کے مسئلے کا سامنا تھا۔ اور اس کی استدعا پر بیٹلے میموریل انسٹی ٹیوٹ نے دھاتوں کے ماہرین اور کیمیا دانوں کی ایک ٹیم اس مسئلے کو باقاعدہ طور پر حل کرنے میں لگا دی۔ سائنسدانوں کی اس ٹیم نے کئی قسم کی دھاتوں کی خوبیوں اور خامیوں کے احتیاط سے تجربے کئے۔ آخر انہیں معلوم ہوا کہ کوبالٹ، کرومیم اور مولبڈنم دھاتوں میں مضبوطی اور زنگ نہ لگنے کی خوبی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ان میں نکل۔ لوہا۔ اور مینگنیز بھی ملائے گئے تاکہ ان سے اس نئی ترکیب دھات میں لچک اور مزید [illegible] پیدا ہو۔ [illegible] اور بیری لیم کے اضافے سے اس دھات کی لچک اور بھی بڑھ گئی۔ اس طرح کی شدید محنت تحقیق سے گھڑیوں کے لئے ایک نہ ٹوٹنے والا سپرنگ تیار کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اور یہی سپرنگ ڈاکٹروں نے دل کے مرض کو درست کرنے کے لئے کامیابی سے استعمال کیا۔ اس طرح ایک خالص صنعتی مقصد کے لئے جو کھوج اور تحقیق عمل میں آئی تھی وہ طبی اغراض پوری کرنے میں مفید ثابت ہوئی۔ بیٹلے ایک ذہین پُراثر اور باعمل صنعت کار کا بیٹا تھا۔ جو کلرک کی ادنیٰ نوکری سے ترقی پاتے ہوئے لوہے اور فولاد سازی کے کارخانے کے صدر کے عہدے پر پہنچا تھا۔ اور ایک دولتمند امیر کبیر بن گیا۔ گارڈن بیٹلے نے معدنیات کا علم حاصل کیا اور اپنے باپ کے کارخانوں میں کام کرنے لگا۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں اس نے اپنے طور پر مسوری ریاست میں سیسے کی کان کنی اور اسے پگھلانے کا کام شروع کیا۔ وہاں بیٹلے کے ایک پرانے دوست ڈبلیو جارج وارنگ سے ملاقات ہوئی۔ وہ بیٹلے کا ایک سابق پروفیسر تھا۔ جو اس کوشش میں تھا کہ بیکار چیزوں سے کوئی کارآمد چیز بنائے۔ یعنی وہ کانوں میں پس ماندہ بیکار اور کانوں کے پانی سے بیش قیمت چیزیں تیار کرنے کی فکر میں تھا۔ بیٹلے نے اپنے اس پروفیسر وارنگ کے لئے اپنے روپے سے ایک چھوٹی سی لیبارٹری تعمیر کی اور ضروری کا سامان مہیا کیا۔ وارنگ کے منصوبے کی کامیابی کو بیٹلے بڑے اشتیاق سے دیکھتا رہا اور اس سے بہت متاثر ہوا۔ تجارتی لحاظ سے بیکار چیزوں سے مفید چیزیں تیار کرنے کا کام اگرچہ بہت نمایاں اور کارگر نہ بھی ہوتا پھر بھی اس کی پشت پر جو خیال پایا جاتا تھا اس میں بیٹلے کو نوع انسانی کی خدمت کا مفید پہلو نظر آیا۔ بیٹلے نے امریکہ بھر میں مختلف لیبارٹریوں کے معائنے اور مطالعے میں پورا ایک سال لگا دیا۔ مختلف خیالات جمع کئے اور ان طریقوں اور اس تحقیق کا مطالعہ بخوبی کیا جن سے صنعت فروغ پاتی اور پیداوار بڑھتی ہے۔ اس نے

قطعہ

خدا کرے کہ یہ پانی بھی جھاڑیں جائے (دولت)	کمائی رقص کی خلوت کی جھاڑ میں جائے (چوٹیاں)
نتیجہ ہوگا برا اس کا ایک دن دیکھو	کہ طفل کو دکھ ناداں بھی باڑ میں جائے (موت)

(آمدہ از نذری باغ)

اس بات کا بھی جائزہ لیا کہ صنعتی تحقیق سے لوگوں کے فلاح وبہبود اور خوشحالی کے لیے کس طرح ٹھوس فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہ کام ابھی ادھورا ہی تھا کہ گارڈن بیٹلے اچانک ہی ایک اپریشن کی وجہ سے صرف ۴۰ برس کی عمر میں انتقال کر گیا۔ تاہم اس کی زندگی کے خواب نے بیٹلے میموریل انسٹی ٹیوٹ کی ٹھوس صورت اختیار کی۔ اور یہ ادارہ تخلیقی تحقیق اور صنعتوں کے لیے نئی نئی دریافتوں اور ایجادوں کے لئے مخصوص ہوگیا۔ وہ انسٹی ٹیوٹ کے لئے اپنی دولت کا بیشتر حصہ چھوڑ گئے اور دو برس کے بعد ان کی والدہ نے بھی اس کے لئے اپنی جائداد کا کثیر حصہ وقف کیا۔ انسٹی ٹیوٹ کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس میں سائنسدان مل جل کر ایک ٹیم کی حیثیت سے ہر قسم کا تخلیقی کام کرتے ہیں۔ جب ۱۹۳۴ء میں ڈاکٹر کلائیڈ ولیمز اس کے ڈائرکٹر بنے تو اس کے تحقیقی کاموں پر ایک لاکھ ۲۶ ہزار ڈالر کی رقم صرف ہوئی تھی ۱۹۴۳ء میں یہ رقم ۵ لاکھ تک پہنچ گئی۔ جب سے اس کی وسعت اور لاگت میں ۵۰۰۴ فی صد کے حساب سے اضافہ ہوا ہے اس طرح بیٹلے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ امریکہ بھر میں سب سے بڑا منافع کمانے والا خود مختار تحقیقی ادارہ بن گیا ہے۔ اس کا عملہ ۲۰ افراد سے اب ۳ ہزار تک پہنچ چکا ہے اور اس کا کارخانہ ۲۲½ ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ جہاں امریکہ کے بڑے بڑے کارخانے بھی ریسرچ کے کاموں کے لئے اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ وہاں چھوٹی چھوٹی صنعتیں اور کاروبار بھی اپنی ضروریات کی تحقیق کے لئے اس سے امداد کے طالب ہوتے ہیں۔ اس میں صرف صنعتی، زراعتی، خوراکی، طبی، سائنسی، معدنیاتی، طبیعاتی، کیمیاوی اور برقیاتی تحقیق ہی نہیں کی جاتی بلکہ اور دوسری بیسیوں قسم کی ریسرچ بھی ہوتی ہے۔ اس میں ہر طرح کے سائنسدانوں اور ماہرین کا عملہ موجود ہے اور کم سے کم لاگت پر تحقیق کی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ ادارہ کسی طرح کا منافع نہیں کماتا۔ ایٹمی توانائی کے پُرامن استعمال سے کم لاگت پر بجلی پیدا کرنا، سمندر کے کھارے پانی سے نمک الگ کرنا، خوراک کو محفوظ رکھنا وغیرہ وغیرہ اس کے تحقیقی پروگراموں میں شامل ہیں۔



قطعہ

دیکھتے دیکھتے کیسی یہ حماقت بھی ہوئی
ڈر کے مارے نہ رُکے گرچہ قیامت بھی ہوئی

کہی جاتی ہے یہ پہیری بھی تو رُو رُو کے سُنو
کاربد کیلئے افسوس کہ طاقت بھی ہوئی

(آمدہ از نذری باغ)



جمعیۃ العلماء نے جاگیردار طبقہ کے نوجوانوں کا مستقبل بہتر بنانے کی تجویز بنائی ہے

کہ جمیعۃ العلماء ہمارا مستقبل بہتر بنانیکی تجویز کیوں نہیں بنائی

پاکستان مسلم لیگ کے صدر نے مسلمانوں سے کہا ہے [illegible] اتحاد المسلمین خطرناک اور جمیعۃ العلماء مردہ تنظیم ہے

کہ اور آپ نیم خطرناک ہیں نیم مردہ — سچ پوچھئے تو آپ ہی خطرناک ہیں آپ ہی مردہ ہیں

وزیر [illegible] نے کہا کہ ملک کو مزید [illegible] ڈاکٹروں کی ضرورت ہے

کہ موجودہ [illegible] ڈاکٹروں کو ہمدردی اور اخلاق سکھانے کی بھی تو ضرورت ہے

گورنر کل ایوان اقبال کا افتتاح کریں گے

کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کا اقبال بلند ہوا — اقبال اکیڈمی کا گورنر صاحب کا یا خود اقبال کا

[illegible] کا دورہ —

کہ امید ہے اب حالات اعتدال پر آگئی ہوگی

یوم اقبال کے موقع پر ترتیب دی گئی محفل نغمہ میں [illegible] کا بینڈ [illegible] اسپیکر، مہمان خصوصی ہونگے

کہ
میرے چہرے کی جھریوں پہ نہ جا
دل ابھی تو دیوانہ ہے پیارے

شیراز آپ کا اور صرف آپ کا اخبار ہے

”وزیر تعلیمات کا دورہ —“

کہ جی ہاں! حیدرآباد میں آج کل گرمی بہت بڑھ گئی ہے

خواتین عاملہ کے جلسہ سیرت النبیؐ کو دہلی کے عالم مولانا رحمت اللہ مخاطب کریں گے

کہ کاش! امت نبیؐ کی خواتین کو مولانا صاحب سیرت خواتین کے سلسلہ میں مخاطب کرتے تو اللہ کی رحمت ہو

[illegible] ہزار مزدوروں کا عہدیداران فیکٹری پر حملہ اور بدسلوکی، فیکٹری بند کر دی گئی۔

کہ عہدیداروں کو چاہیئے کہ وہ خود اپنے آپ کو [illegible] فیکٹری کے اندر بند کر لیں — کیونکہ تنگ آمد بجنگ آمد [illegible] ہو

[illegible] یونیورسٹی کے جنوبی حصہ پر اپنے دعوے [illegible]

کہ [illegible] واپس کر دی گئی دیکھا آپ نے! کیونکہ [illegible] امن پسند اور راست باز ہوتے ہیں!!

کراچی یونیورسٹی کے طلباء نے امتحانی پرچے بہت زیادہ سخت اور مشکل ہونیکی بنا پر انہیں پھاڑ کر پھینک دیا

کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یونیورسٹی کے پروفیسروں کی [illegible] جنرل ایوب خاں نے فوجی آفیسروں سے امتحانی پرچے سٹ کروائے تھے

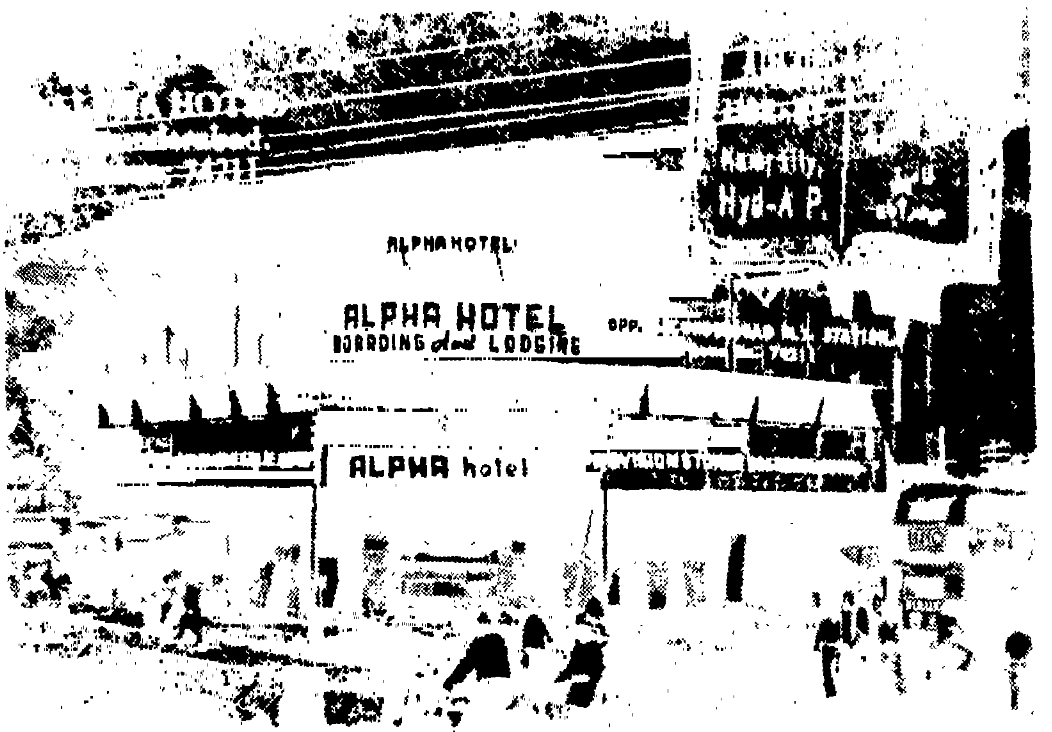
اناج کی فراہمی کے سلسلہ میں امریکہ اور ہندوستان کا مجوزہ معاہدہ ایک کا سب سے بڑا معاہدہ ہوگا

کہ اور اسے تاریخ دنیا کے آٹھویں عجوبے کے نام سے یاد کریگی

[illegible] کی منظوری منسوخ کر دی گئی

کہ بہت اچھا ہوا اسمیں شور مچانے کی کیا ضرورت ہے کسی سینما ہال کی، کلب کی، اسٹیڈیم یا شراب خانے کی منظوری منسوخ ہوتی تو کوئی بات بھی تھی۔

[illegible] سے شائع ہوا۔



ALPHA HOTEL
ALPHA HOTEL
BOARDING and LODGING
OPP.
ALPHA hotel
Hyd-A.P.


اصلی ایرانی زعفران کی بریانی
گرانڈ ہوٹل
یوسف بلڈنگ عابد روڈ حیدرآباد دکن
یہ ہیں وہ خصوصیات جو گرانڈ ہوٹل کو دوسرے ہوٹلوں سے ممتاز کرتے ہیں


Garden Restaurant
گارڈن رسٹورنٹ لاج اینڈ پراویژن اسٹور
قیام و طعام کا شاندار مرکز
مانا کہ سکندرآباد میں بہت سے لاج ہیں مگر
پر فضا اور صحت بخش مقام ☆ آرام دہ عصری فرنیچر
پاک و صاف کشادہ کمرے ☆ لذیذ اور صحت بخش کھانوں
کے لئے گارڈن لاج آپ اپنی نظیر ہے
ایک بار گارڈن لاج میں قیام فرما کر آپ اپنا اطمینان فرمائیے

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
مٹا کر آپ عثمان یہی کہتا ہے ہر آشنا

دو رِ عشق کی دار فنا سمجھا تو میں سمجھا
کوئی باب بخشش کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شہریار

ایڈیٹر :- سید صمصام شبرازی
مقام اشاعت :- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد دکن انڈیا

جلد ۱۴
روز جمعہ
۲۰ مئی ۱۹۶۰ء
م
۲۳ ذیقعدۃ الحرام ۱۳۷۹ھ
شمارہ (۲۸)

غزل

(مطلع)

خوبیٔ معنے کہ ادراک نشاید دانست
لذتِ بادۂ رزتاک نشاید دانست
(بیل انگور)

منزلت این چہ علیؑ داشت بہ دین اسلام
رفعتش را ہمہ افلاک نشاید دانست
(تا فلک)

چند افراد کہ دارند صفاتِ برتر
خوف و خطرہ ہمہ بے باک نشاید دانست
(جری)

قصۂ علمِ نجوم است بگفتہ بہ رمل
رفعت بامِ فلک خاک نشاید دانست
(زمین)

خوردنِ زخم کہ آساں نبود گفت جگر
سوزشِ تیر کہ فتراک نشاید دانست
(شکار)

(مقطع) خود غرض آنکہ بود خاک بہ دانند عثمان
عجز والحاح کہ چالاک نشاید دانست
(ہوشیار خود غرض)

ازاین جا نشاید دانست معنی دانستن نمی تواند

مذہب امامیہ کا عقیدہ متعلق مساوی المرتبت

(رسولؐ اللہ و حضرت علیؑ)

کیا یہ صحیح ہے کہ ایک گروہ یہ سمجھتا ہے کہ حضرت علیؑ برابر تھے رسول اللہ کے ہر چیز میں بجز منصب نبوت کے کیونکہ یہ ختم ہو چکی تھی ورنہ رسول اللہ کے بعد آپ ہی دوسرے نبی مبعوث ہوتے یعنی حضرت علیؑ اور اس کی دلیل سابق زمانہ کے مولوی علی نقی صاحب مرحوم نے یہ بتائی تھی (جب میں نے اس بارہ میں ان سے استفسار کیا تھا) تو کہا تھا کہ ہم دونوں بھائیوں کو جو مساوی المرتبت سمجھتے ہیں تو صرف اسی حد یا فرق کے ساتھ جیسا کہ نماز فرض کے چار رکعت بھی ہیں اور دو رکعت بھی ہیں جس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ایسا کرنے سے، ہم نے رسول اللہ کی شان میں گستاخی کی ہے ہرگز نہیں۔

لنظر برآں میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ مرحوم مولوی صاحب نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا تو کیا وہ صحیح تھا؟ جتنا جلد ممکن ہو آپ اپنی رائے سے مجھے اطلاع دیں تو مناسب ہے۔ کیونکہ اگر میں ضرورت سمجھوں گا تو اس کو شیرازہ میں طبع کرا دوں گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بجواب استفسار گزارش ہے کہ اُن حضرات علیہم السلام کے حقیقی مراتب سے واقفیت ہماری حدِ ادراک سے خارج ہے بے شک وہاں فرق بھی وہ تھا جو رسولؐ و وصی رسولؐ کی لفظ سے ظاہر ہے اور مساوات بھی وہ تھی جو اس عظیم منصب کے کام کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے ضروری ہے۔ ممکن ہے جناب مولانا علی نقی صاحب مرحوم کی مراد بھی یہی ہو۔ اس سے زیادہ اس کے مطالب جو اُن کے ذہن میں ہوں گے وہ جناب مغفور کے مرتبہ علم سے تعلق رکھتے ہیں جو ہر ایک کا خاص حصہ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ عرض کرنے سے اس مسئلہ میں میں قاصر ہوں۔ واللہ ولی الھدایۃ والتوفیق۔

(علی نقی النقوی)

۲۳ رماہ مبارک رمضان ۱۳۷۹ھ

۱۵ مئی ۱۹۶۰ء

نقل آمدہ از نذری باغ

قوارع

گُل بھی بکھر کے رہ گئے بادِ شمال سے ‖ دُنیا میں نام ہو گیا بذل و نوال سے

کچھ فائدہ نہیں ہے تو بن جائے شیخ جی ‖ باز آ ہیشہ زُہد و ورع کے خیال سے

(آمدہ از نذری باغ)

زمانہ گزشتہ میں حیدرآباد میں عملدرآمد
(قبل پولیس ایکشن)

فرمایا وہ یہ تھا کہ بجز منکوحہ کی اولاد کے۔ خواص کی اولاد کو متوفی کے متروکہ سے حصہ نہیں ملتا تھا بلکہ محروم ہو جاتی تھی۔ جو کہ میرے نقطہ نظر سے یہ ظلم تھا۔ اس سے بحث نہیں کہ شریعت اسلام کے کیا قواعد تھے۔

دوسرے طرف صاحب خانہ کو اپنی زندگی میں جسطرح سے برتاؤ خواص کے ساتھ کرنا تھا یا جس حیثیت سے اسکو دیکھنا تھا اُوس سے وہ غافل رہا اور اگر اسکو خیال تھا تو صرف خود غرضی کا تھا اسکے آگے نہیں۔ اور نہ زندگی میں اسکے حقوق کی حفاظت کیا تھا۔ یہ محض اُسکی نادانی تھی یا یہ خیال کرکے کہ اوسکے بعد چاہے کچھ ہی ہو اس سے اُس کو سروکار نہیں تھا کہ وہ اپنی عیش و عشرت کی حد تک منہمک تھا۔

برخلاف اسکے یہ میرے گھر کا قاعدہ نہیں تھا بلکہ وہ تھا جسکو صراحت سے گزشتہ پرچہ شیراز میں لکھدیا تھا۔

ف۲ اس موقع پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ہر سال یکم رجب کو میری سالگرہ میری والدہ مرحومہ ڈالتی تھیں نذری باغ میں تو اوسوقت طبقہ اُمراء یا معزز طبقہ کا زنانہ آیا کرتا تھا تو جتنے خواتین شریک تقریب ہوتی تھیں وہ ہم زبان ہنکر اپنے گھروں کو جاکر بر سبیل تذکرہ کہا کرتی تھیں کہ حضور کے محل میں منکوحہ کون ہے اور خواص کون ہے اسکی شناخت مشکل ہے ہوتی تھی کہ اس گھر کا قاعدہ عام گھرانوں سے بالکل جُداگانہ تھا۔ مثالاً وہ کہتی تھیں کہ منکوحہ کے پاؤں میں بھی جڑاؤ تھا (یعنے جڑاوی توڑے) اور خواص کے پاؤں میں بھی تھا۔ گو قیمت میں جواہر کے کم و بیشی اگر تھی تو وہ دوسری چیز تھی اور اُن کا یہ بھی کہنا تھا کہ حضور کی نظر کا کیا کہنا کہ جتنوں کو رکھا ہے وہ سب صورت شکل سے تھے اور طبقہ شرفاء سے تھے۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ تقریب سالگرہ ہے یا اندر کا اکھاڑہ ہے۔

قصہ جب میرا دوست کرذرائع سے سنتا تھا تو کہا کرتا تھا کہ یہ خواتین نے صحیح معنوں میں میرے گھر کے قاعدہ یا آئین کی تصویر کھینچکر داد دی تھی۔

خلاصہ یہ کہ جب صاحب خانہ عقل و فہم رکھے گا اور ہر چیز کو صحیح روشنی میں دیکھ کر گھر کا قاعدہ یا ضابطہ مقرر کریگا تو وہاں ایسے ہی نتائج ظہور میں آئیں گے جو قابل داد ہونگے۔ وہ آخیریت۔

مرقومہ ١٥ رمئی سنہ ١٩٦٠ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

لڑکی زمرد بیگم از طبقہ شرفاء از امامیہ مذہب معمرہ ۳۲ سالہ

(مقیم نذری باغ)

فرمایا یہ لڑکی میری زیر سرپرستی اِسی مدت مذکورہ سے ہے۔ چنانچہ دس سال قبل اس کا نکاح کاظم جاہ مرحوم سے ہوا تھا قبل آپریشن کینسر۔ مگر مرحوم صاحبزادہ بعد آپریشن صحت یاب ہوکر دفعتاً ماہ محرم سنہ ۱۳۷۰ھ انتقال کر جانے سے خلوت صحیحہ کا موقع نہیں آیا۔ کیونکہ خیال تھا بعد آپریشن جب صحت ہوگی تو لڑکی نذری باغ سے مکان کاف میں اپنے مکان میں جائیگی۔ بہرحال اس کی حیثیت میرے دوسرے بہوؤں کے مماثل ہے (یعنے منکوحۂ صاحبزادگان مکان کاف) چنانچہ اسکے گزارہ کا انتظام بھی بتوسط ٹرسٹ ہوچکا ہے یعنے ماہانہ (مالد ۲۵۰) اور پاکٹ منی (مد ۵۰) جملہ (سنہ ۳۰۰) اور ایک مکان برائے سکونت (درحدود نذری باغ) مع چند ملازمین زنانہ اور مہر معجّل (مد ۵۰۰۰۰) روپیہ۔ ایسی حالت میں اس کا ٹھکانہ کرنا میرے لئے ضروری ہے۔ البتہ جو کوئی اس کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہوگا تو اس کے لئے یہ چند شرائط ہونگے جو یہ ہیں یعنے عمر لڑکے کی مماثل ہونا۔ طبقۂ شرفاء سے ہونا۔ اور نیک کردار ہونا۔ اور مذہب امامیہ سے ہونا۔

دوم وقت عقد مہر معجّل مذکورہ ادا کرنا ہوگا تاکہ لڑکی کے نام سے INVEST ہوجائے (جیسا کہ میرے بہوؤں یا بیٹیوں کا معاملہ ہے) البتہ یہاں دامادی کا الونس نہیں ہے کہ جو لڑکیاں بیاہی گئی ہیں یعنے میری بہوویں اُن کے شوہر میرے بیٹے تھے اس لئے ان کا علحدہ علحدہ نام بنام ٹرسٹ بن چکا تھا۔ اب رہا جو طلبگار زمرد بیگم کا ہوگا تو اس کے گزارہ کے لئے جدید طور پر مقرر ہوگا (مالد ۲۰۰)۔ (آیندہ جو ٹرسٹ دوسروں کے لئے بننے والا ہے اس میں شریک ہوگا) پس جو جو خواستگار عقد ہونا چاہتے ہیں ان کو لڑکی کی تصویر بتائی جاسکتی ہے۔ مگر طلبگار کو اپنی رضامندی سے متعلق تحریر لکھکر دینا ہوگا کہ وہ سب امور مُبینہ کا علم رکھتے ہوئے اس پر آمادہ ہوا ہے۔ پس جو جو طلبگار عقد ہوں اپنی درخواستیں نذری باغ میں پیش کرسکتے ہیں بتوسط امین متعینہ دیوڑھی قبل اس کے اس معاملہ کی تکمیل ہو۔

مکرر جو کچھ ہوتا ہے وہ اواخر ذیحجہ سنہ ۷۹ھ تک ہوجانا چاہئے قبل آغاز ایام عزا محرم وبس۔

نکتہ اگر زمرد بیگم کا عقد ثانی ہوبھی جائیگا (جو دراصل عقد اول سمجھا جائیگا کہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی تھی) تو لڑکی کا پوزیشن میرے بہوؤں میں شمار ہوگا اور عقد خاموشی سے مسجد جودی میں ہوگا کہ اکثر بہوؤں کا عقد یہیں ہوا تھا۔

مورخہ ۱۵ رمئی ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ مرسلہ شیراز ہفتہ وار)

تشریح مضمون شائع شدہ در شیراز آئندہ یوم جمعہ

(متعلق عقد ثانی زمرد بیگم)

فرمایا مضمون مذکورہ طبع کرنے کے قبل بتوسط علی پاشاہ سیف علی خان جاگیردار کے بیٹے کو بتایا گیا تھا جس کا نام اختر علی خان ہے (معمرہ ۳۵ سالہ) مگر بعض وجوہ سے وہ اس پر راضی نہیں ہوا گو اس کے باپ ہر طرح راضی تھے۔ کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ خوشی کا سودا تھا نہ کہ کسی جبر و زیادتی کا۔ مگر ساتھ ہی اس کے اس نکتہ کو صاف کردیا گیا کہ جو شخص ایک دفعہ انکار کرکے بعدہٗ پھر راضی ہوگا تو معاملہ اس کی حد تک مختتم سمجھا جائے گا۔ یعنے ناقابل نظر ثانی سمجھا جائیگا۔ لہذا یہ قاعدہ سب طلبگاروں کے لئے مساوی ہے کسی ایک کے لئے مختص نہیں ہے۔

ف ۲۔ آخر میں فرمایا میرے نقطۂ نظر سے یہ اُس شخص کے حق میں ایک نعمت ہوگی جس کو وہ قسمت سے حاصل کرے گا۔ این وجہ کہ منجملہ دیگر امور مذکورہ لڑکی کا عقد ثانی ہونے بعد بھی اس کا شمار نظام کی بہوؤں میں رہتا (کیونکہ عقد اول کاظم جاہ مرحوم کے ساتھ ہوا تھا) یہ معمولی چیز نہیں ہے بلکہ ہر طرح باعث عزت اور ایسے نکات صاحبان عقل و خرد ہی سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے مواقع شاذ و نادر پیش آتے ہیں نہ کہ روزمرہ و بس۔

مرقوم ۱۵ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ دار)

قطعہ

محفلِ عیش میں افسوس نمازی نہ ہوا || واسطے عقد کے بھی آج یہ قاضی نہ ہوا

خامہ سے چوک ہوئی رہ گیا خاکہ ناقص || نقشِ بہزاد بھی کہتا ہے بیاضی نہ ہوا

(کتاب الدین)

(آمدہ از نذری باغ)

درخواست ناواجبی سعید علیؒ خان

(جس کا حال میں صاحبزادی بہبود النساء بیگم کیساتھ عقد ہوا تھا)

فرمایا وہ یہ تھی کہ اس کا کوئی چھوٹا بھائی ہے اسکو میں اپنی دوسری لڑکی دوں۔ اسکا جواب لڑکے کی والدہ کو دیا گیا (تحریر بتا کر بیٹے کی) کہ ایک خاندان کے دو لڑکوں کو میں اپنی لڑکیاں نہیں دے سکتا بجز ایک لڑکی کے کہ مماثل گھرانے اس عزت کے مستحق ہیں ورنہ وہ اس سے محروم ہو جائیں گے۔ دوسری طرف میرا فیصلہ سب کے حق میں منصفانہ ہونا چاہیئے۔ مجھے افسوس ہے کہ لڑکا بلا سوچے سمجھے (غالباً بغیر مشورۂ والدہ) ایسی درخواست کر بیٹھا اسکے علاوہ اسکے بشرہ سے سوچ سمجھ کا مادہ نظر نہیں آتا گو اسکی عمر ۳۰ سال سے اوپر ہے اور یہی عمر تھی پختہ ایسے امور کو سمجھنے کی۔ مگر یہاں یہ چیز مفقود ہے۔

بہر حال مجھے چند سطور لکھ کر اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ورنہ اسکی ضرورت نہ تھی۔ اگر یہ معاملہ پیش نہ آتا۔

دیگر۔ اسکی والدہ کا کہنا تھا کہ اس معروضہ کا علم انکو نہیں تھا ورنہ وہ روک دیتیں۔ زیادہ۔ الخیر فیما وقع۔

(منقول از نظام گزٹ) ———— مرقوم ۱۱ رمئی ۱۹۶۰ء

تقرر نسبت صاحبزادی حرمت النساء بیگم بہ رشید الدین خان پسر معین الدین خان

خلف اکرام جنگ مرحوم جاگیردار

فرمایا انشاء اللہ عقد آئندہ یوم دوشنبہ ۱۶ رمئی ۱۹۶۰ء کو مقررہ طریقہ پر کنگ کوٹھی میں انجام پائیگا۔

زیادہ مبارک باشد۔

مکرر بعد عقد لڑکی اپنی بہن کے ساتھ پریڈ ویلا میں عارضی طور پر (مع شوہر) قیام کریگی۔ جبتک ان دو بہنوں کے جدید تعمیر کردہ مکانات تیار ہو جائیں۔ روبروئے میدان کنگ کوٹھی۔ اور منتقلی غالباً ماہ ذیحجہ ۱۳۷۹ھ میں ہوگی۔

(منقول از نظام گزٹ) ———— مرقوم ۱۲ رمئی ۱۹۶۰ء

قطعہ

دیکھتے دیکھتے قسمت کی رسائی آئی ‖ کام آخر کو مرے آج بھلائی آئی

خاک و برباد ہو کینہ کہ اسی کے باعث ‖ بے سبب بھی تو دلوں میں یہ برائی آئی

(آمدہ از نذری باغ)

تقرر نسبت صاحبزادی عصمت النسا بیگم بہ نظام علیؑ

(فرزند واصف علیؑ علاقہ صاحبزادگان صرف خاص)

فرمایا انشاءاللہ عقد ۳۰ یا ۳۱ مئی سنہ ۱۹۶۰ء کو مقررہ طریقہ پر کنگ کوٹھی میں عمل میں آئے گا۔ مگر چونکہ لڑکی کا مکان زیر تعمیر ہے (نواب کنگ کوٹھی میں) لہٰذا رخصتی غالباً بعد عیدالاضحیٰ ہوگی جب تک بچی نذری باغ میں مقیم رہے گی۔ دوسری طرف اسکے عارضی قیام کے لئے پرپڈ ویلا میں جگہ نہیں ہے کہ اول سے اسکی دو متاہل بہنیں وہاں مقیم ہیں۔

زیادہ مبارک باشد

مکرر اب کوئی صاحبزادی نذری باغ میں باقی نہیں رہتی ہے کہ سب کا ٹھکانہ ہو چکا ہے۔

مرقوم ۱۶ ارمئی سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

عراق کو روانگی

مولوی سید باقر صاحب نقوی نے لکھنؤ میں ابتدائی دینی تعلیم ختم کرکے اعلیٰ تعلیم اجتہاد کے لئے عراق عنقریب روانہ ہونے والے ہیں۔

(اطلاع ملی ہے کہ خفیف اسٹرائیک میں موصوف کے ایک ... موصوف سید العلماء مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ کے چھوٹے بھائی ہیں) آپ سید العلماء کے ساتھ دوبارہ حیدرآباد آچکے ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ
ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے ✩ خیر خواہ شاہ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر سید صمصام شیرازی
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

جھونپڑیاں اور آتش زدگی

تین چار دن قبل تین وسط شہر میں گولی گوڑہ بس ڈپو کی متصلہ (۴۶) جھونپڑیاں دیکھتے ہی دیکھتے جل کر خاکستر ہو گئیں کثیر مالی نقصان کے علاوہ ان جھونپڑیوں میں رہنے والے غریب مزدور پیشہ لوگ بے خانماں ہو گئے

ان تباہ شدہ بے خانماں افراد کو پھر بسانے کے لئے کمشنر بلدیہ نے یہ اعلان کیا ہے کہ جملہ نقصان کا ۵۰ فیصدی بلدیہ کے فنڈ سے ادا کیا جائے گا اور باقی ۵۰ فیصد نقصان کی تلافی کے لئے حکومت کو توجہ دلائی جائیگی اور تباہ شدہ جھونپڑیوں کو پھر سے تعمیر کیجا کر ان کو رہائش کے قابل بنایا جائیگا

جہاں تک نقصان کی تلافی اور بحالی کا تعلق ہے محکمہ بلدیہ کا یہ ایک مستحسن اقدام ہے لیکن جھونپڑیوں کی ازسرنو تعمیر سے ہم متفق نہیں۔ وسط شہر میں جھونپڑیوں کی تعمیر نہ صرف شہر کی رونق کو متاثر کرتی ہے بلکہ موجودہ مقام پر جھونپڑیوں کی موجودگی آر۔ٹی۔سی کی ضروریات اور پھیلاؤ کے راستہ میں حائل ہے۔ پایۂ تخت کا یہ بس ڈپو اب ایک مرکزی مقام کی حیثیت حاصل کر چکا ہے یہاں سے آندھرا کے ہر ضلع اور تعلقہ کو بس سرویس جاتی ہے، صبح سے شام تک مسافروں کا ہجوم رہتا ہے بس ڈپو کا موجودہ اسٹانڈ مسافرین کے ہجوم کے لحاظ سے ناکافی ہے اس احاطہ کو وسیع کرنے کی ضرورت ایک زمانہ سے محسوس کیجا رہی ہے ان حالات میں جھونپڑیوں کے مقام پر ایک بس اسٹانڈ قائم کرنا اور موجودہ احاطہ میں توسیع کرنا ضروری ہے یہاں ازسر نو جھونپڑیاں تعمیر کر کے گذشتہ غلطی کا اعادہ کرنا کسی اعتبار سے بھی درست نہیں۔ موجودہ بے گھر افراد کو بسانے کے لئے آرائش بلدہ کو "ڈی" کلاس مکانات تعمیر کرنے کے لئے توجہ دلائی جا سکتی ہے یا لو انکم ہاؤزنگ سوسائٹی کو متوجہ (Low Income Housing Society) کیا جا سکتا ہے۔ جھونپڑیاں بنانا اگر ناگزیر ہو تو بیرون شہر کسی موزوں مقام کو عارضی جھونپڑیوں کے لئے منتخب کیا جا سکتا ہے

ہمیں توقع ہے کہ کمشنر صاحب بلدیہ جھونپڑیوں کی تعمیر کے تعلق سے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں گے۔

خطیب منبر سلونی

کلام امام مبارک ہیکہ سچائی کلام کی روح ہے انصاف فیصلوں کی زندگی ہے

مسلم وقف بورڈ

کیا یہ صحیح ہے!؟

مولوی محمد فاضل صاحب مصنف جشن عثمانی و مدیر ادارہ تصنیف و تالیف کیجانب سے شایع کردہ ایک طویل پمفلٹ ہمیں وصول ہوا ہے اس پمفلٹ کی کاپیاں صدر جمہوریہ ہند، وزیر اعظم ہند، جملہ وزراء، متعلقہ عہدہ دار، جملہ مدیران جرائد، سیاسی و مذہبی انجمنوں کے نام روانہ کیگئی ہیں۔ اس پمفلٹ میں مولوی محمد فاضل صاحب نے مسلم وقف بورڈ پر بددیانتی، خیانت، بدعملی، ناجائز تصرف، حق تلفی، استحصال، بے ضابطگی کے سنگین الزامات عائد کرتے ہوئے حکومت سے کھلی تحقیقات کی اپیل کی ہے اور خود مسلم وقف بورڈ کو عائد کردہ الزامات کی صفائی یا تردید کے لئے کھلا چیلنج دیا ہے۔ انہوں نے حکومت سے اپیل کرتے ہوئے مسلم وقف بورڈ کی "ناجائز" نگرانی برخواست کرنے اور اوقاف واپس کرنیکا مطالبہ کیا ہے اور ساتھ ہی حصول انصاف اور ارباب اقتدار کو متوجہ کرنے کے لئے ۲۵ رمئی سے بھوک ہڑتال کرنے کا اعلان کیا ہے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مولوی محمد فاضل صاحب کے لگائے ہوئے الزامات صحیح ہیں؟ اگر صحیح نہیں ہیں تو مسلم وقف بورڈ خاموش کیوں ہے؟ بورڈ کیجانب سے تردید یا صفائی کیوں نہیں پیش کیجاتی؟ بالخصوص جبکہ فاضل صاحب نے کھلا چیلنج دیا ہے۔ کیا بورڈ کی یہ خاموشی دبی زبان میں اعتراف جرم تو نہیں؟ کیا مسلم وقف بورڈ کو اس کا ادراک نہیں ہے کہ فاضل صاحب کا کھلا چیلنج اور بورڈ کی بے معنی خاموشی، عوام میں مسلم وقف بورڈ کے اعتماد کو ختم کرنیکا باعث ہو رہی ہے

مسلم وقف بورڈ کی غیر کارکردگی اور دیانت عوام میں موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ عوام مسلم وقف بورڈ کے ارباب اقتدار کو شک کی نظروں سے دیکھنے لگے ہیں۔ یہ دنیا کا مسلمہ اصول ہے کہ جب تک کوئی بات "ہنوز" "بتنگڑ" نہیں بنتا ہے

تا نباشد چیزکی مردم نگویند چیزہا

مولوی محمد فاضل صاحب نے ناانصافی کے خلاف بھوک ہڑتال کرنے اور اپنی جان کی بازی لگانے کا اعلان کیا ہے ظاہر ہے کہ انسان اپنی جان کی بازی اسی وقت لگاتا ہے جب ناانصافی اور ظلم اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ ہم اس تعلق سے شریمتی معصومہ بیگم صاحبہ وزیر اوقاف کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ واقعات کی تحقیقات فرماکر، اگر فی الواقعی بے ضابطگیاں ہوں تو اس کا انسداد فرمائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اس واقعات کی کھلی اور بےلاگ تحقیقات سے موجودہ صحیح پیکار جو مسلم وقف بورڈ کی بدنامی کا باعث ہے ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی اور یہ شریمتی معصومہ بیگم صاحبہ کے دور وزارت کا بہترین کارنامہ ہوگا

مولوی محمد فاضل صاحب سے ہم اس سلسلہ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ حکومت سے اپنے پمفلٹ کا کوئی جواب وصول ہونے تک بھوک ہڑتال کے ارادے کو ملتوی کردیں

✱ دوران ملازمت آپ نے اپنے ... انتہائی ...

میر یداللہ حسین جاگیردار کا انتقال

یہ خبر بہایت حزن وملال کے ساتھ سنی گئی کہ نواب میر یداللہ حسین صاحب نبیرۂ نادرہ صاحب جاگیردار نے ۱۵ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء کو رات کے ۹½ بجے داعیٔ اجل کو لبیک کہا

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ٥

اسی روز تجہیز وتکفین دائرہ میر مومن میں عمل میں آئی جہاں آپ کا خاندانی ہڑوا ہے۔ تشییع جنازہ اور نماز جنازہ میں مومنین کی ایک کثیر تعداد شریک تھی مولوی سید ریاض الدین حیدر صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی

مرحوم حیدرآباد کے قدیم جاگیرداروں اور خیر خواہان سرکار میں تھے تین سال قبل تک آپ ملازم سرکاری رہے۔ وظیفہ پر سبکدوش ہوتے ہی علیل ہوگئے اور آپکی علالت کا سلسلہ تادم مرگ بدستور جاری رہا۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں جب آپکی صحت مسدود ہوگئی اور علالت شدید ہوگئی بالآخر ۱۵ رمئی کو جاں بحق ہوگئے آپکے پسماندگان میں ۴ بچے ہیں جنہیں آپ یتیماں اسوقت ناتخدا ... آپ آقائی شیخ محمد اسعد ... مرحوم کے نواسے داماد تھے ... مولوی مرزا ہمایوں بیگ ... ایرانی ... آپکی فراست ... مرحوم سررشتہ پولس میں ... خدمات انجام دیکر وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے



واقعۂ کربلا ہم تک کیونکر پہنچا؟

مورخ عصر علامہ سید مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ کاموں پوری

سنہ ۶۱ھ میں کربلا کے شہیدوں کا پاک خون زمین پر گرا ہی تھا کہ اسکی تاثیر ظاہر ہونے لگی اسی دن سے نئے دل اور نئے دماغ بننے لگے نفس میں تغیر ہونے لگا واقعہ کی تاثیر نے ہزاروں انسانوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا کہ اسکی نشر و اشاعت اور تشریح و توضیح کے لئے ان لوگوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ شاعر، ادیب، مقرر، خطیب، مورخ، سیرت نگار اور معلوم نہیں کن کن ناموں سے حسینیت کے پروانے یاد کئے جانے لگے

امام زین العابدین علیہ السلام زندگی بھر اس واقعہ کی یاد سے مردہ قوم میں روح پھونکتے رہے کربلا کی محترم خواتین نے کوفہ، شام اور مدینہ کے سفر میں اپنے خطبوں اور مرثیوں سے شہادت کے واقعات اور شہادت کے فلسفہ کو دور دور تک پھیلا دیا

عقبہ بن سمعان، خادم حضرت امّ رباب، ضحاک مشرقی اور حسن مثنیٰ سب کے سب کربلا میں موجود تھے اور زندگی بھر اس واقعہ کے چشم دید تفصیلات بیان کرتے رہے کربلا کے شہید جن جن قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے ان کے لئے کربلا کی داستان فخر کی میراث تھی

اسد، جعف، خزاعہ، خثعم، تغلب وغیرہ مشہور قبائل میں ان واقعات کا ذکر سعادت و شرف کا باعث تھا

محمد بن حنفیہ، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر کے بیانات اور تحریروں سے اس واقعہ کے بہت سے ٹکڑے ملتے ہیں جو قاتلوں نے اپنے مخصوص بزم میں اور ابن زیاد اور یزید کے دربار میں کربلا کے واقعات انعام، صلہ و شہرت اور عزت کے خیال سے بیان کئے

توابین کا گروہ جب قاتلوں سے انتقام لینے کے لئے کھڑا ہوا تو اسنے واقعات کو نظم و نثر میں بیان کرنا شروع کیا، مختار نے جو قوت قوم کی منظم کی تو اس واقعہ کی یاد انکی تحریک کا سرمایہ تھی اور جب انھوں نے قاتلوں کو گرفتار کیا تو ہر ایک سے انکا خاص جرم دریافت کرتے۔ امام محمد باقر علیہ السلام جو کربلا میں موجود تھے زندگی بھر یہ واقعہ بیان فرماتے رہے

"ابو مسلم خراسانی" نے جب بنی امیہ کی حکومت کا تختہ الٹنا چاہا تو عرب و عجم میں اس واقعہ کے ذکر سے انقلاب ہو گیا غم کے اظہار کے لئے فوج کے سیاہ جھنڈے رکھوائے اور ایران میں عاشور کے دن جھنڈا بلند کیا۔ واقعہ کے اکہتر (۷۱) سال بعد سنہ ۱۳۲ھ میں بنی امیہ کے آخری بادشاہ "مروان حمار" کی بیٹیاں جب عباسی خلیفہ سفاح کے چچا (صالح بن علی) کے سامنے قید ہو کے آئیں تو انہوں نے کربلا کے مظالم کا تذکرہ کیا (مروج الذہب مسعودی) ائمہ طاہرین نے کربلا کے واقعات کی نشر و اشاعت کے لئے اپنی کوششیں برابر جاری رکھیں

شاعروں میں "سدیف" علانیہ چوراہے پر کھڑے ہو کر امامؑ کا مرثیہ پڑھتے تھے۔

کمیت ابن زید، فرزدق، ابو عمارہ، اسمٰعیل حمیری، دعبل نے اور اس وقت سے آج تک کے بہت سے شعراء نے شعر کی بعض صنفیں کربلا کے لئے وقف کر دیں

حکومتوں کے ظلم و ستم سے اکتا کر بنی فاطمہ جب مقابلہ پر آتے رہے تو کربلا کے واقعہ کی یاد انکی ہمت کے بازو پر تعویذ کا کام دیتی رہی۔

زید بن امام زین العابدین علیہ السلام نے جب حکومت کے خلاف جنگ کا اعلان کیا تو "یا لثارات الحسینؑ" (حسینؑ کے خون کے بدلے کے لئے آؤ) ان کا نعرہ تھا

سنہ ۳۵۲ھ میں آل بویہ کا مشہور بادشاہ معز الدولہ جب تخت پر بیٹھا تو اسنے کربلا کے غم کو ایک عام شہری غم قرار دیا۔ مصر میں فاطمیین نے اس واقعہ کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا اہل قلم نے واقعات کی ترتیب و تدوین میں اپنا فرض پورے طور پر ادا کیا

اصبغ بن نباتہ مجاشعی حضرت علی علیہ السلام کے مقرب صحابی تھے انہوں نے کتاب "مقتل الحسینؑ" لکھی۔ ابو مخنف ازدی غامدی (لوط بن یحییٰ بن سعید بن سلیمان) نے امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ میں کتاب "مقتل حسینؑ" لکھی اور کتاب المختار بن ابی عبیدہ بھی لکھی۔

نصر بن مزاحم منقری ابو الفضل ماہر تاریخ و مغازی نے کتاب "مقتل الحسینؑ" لکھی۔ ابراہیم بن محمد بن سعد بن ہلال بن عاصم بن سعد بن مسعود ثقفی کوفی متوفی سنہ ۲۸۳ھ نے کتاب مقتل الحسینؑ، کتاب التوابین اور کتاب اخبار یزید لکھی۔ ابو احمد یحییٰ بن احمد بن عیسیٰ عبد العزیز جلودی بصری نے تیسری صدی ہجری میں ایک کتاب ذکر الحسینؑ اور دوسری کتاب مقتل الحسینؑ اور کتاب اخبار التوابین اور کتاب اخبار المختار لکھیں۔ ابو عبد اللہ محمد بن زکریا بن دینار بصری ۲۸۹ھ نے کتاب مقتل الحسینؑ لکھی۔ ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق نہاوندی سنہ ۲۶۹ھ نے کتاب مقتل الحسینؑ لکھی۔ اگرچہ ہمارے زمانے میں ابو مخنف کی کتاب کے سوا باقی تمام مقاتل اپنی اصلی صورت میں ناپید ہیں لیکن قدیم مورخین نے ان کتابوں سے فائدہ اٹھایا اسلام کے شروع سے اس وقت تک تمام مورخوں نے جب اسلام کے ابتدائی دور کی تاریخ پر قلم اٹھایا تو کربلا کے واقعہ پر بھی ضروری خیال کا اظہار کیا اس طرح اس واقعہ کی تفصیلات تاریخ تک نقل ہوتے آئے اور ہم تک پہنچے

سرکار حق آگاہ کی صاحبزادی حرمت النساء بیگم صاحبہ کا عقد ہمایوں

۱۶ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء کو سرکار حق آگاہ کی صاحبزادی حرمت النساء بیگم صاحبہ کا عقد مبارک نواب محمد رشید الدین خاں صاحب فرزند نواب محمد معین الدین خاں صاحب سابق نائب معتمد فوج حکومت سرکار عالی خلف نواب اکرام جنگ مرحوم جاگیردار کیساتھ کنگ کوٹھی مبارک میں انجام پایا۔ (۱۰) بجے سرکار حق آگاہ کی سواری نذری باغ سے ہمراہ حضرت شہزادی پاشاہ صاحبہ رونق افروز کنگ کوٹھی مبارک ہوئی۔ میر داماد صاحبزادہ نواب کاظم نواز جنگ بہادر (علی پاشاہ) نے استقبال شاہانہ کی عزت حاصل کی۔ ذیلی مراسم کی انجام دہی کے بعد محفل عقد منعقد ہوئی دولہا کیطرف سے حسام العلماء مولوی آقائی شیخ ابوالقاسم صاحب قبلہ اور منجانب عروس امام الجمعۃ والجماعت مولوی سید امیر حسن صاحب قبلہ نجفی نے صیغۂ نکاح جاری کیسلئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اختتام عقد پر سرکار حق آگاہ نے دولھا کی گلپوشی کی اور دولھا کے قدمبوس ہو کر نذر گذرانتے پر سرکار حق آگاہ نے انھیں دعاء سے سرفراز فرمایا۔ دولھا کے والد بزرگوار نے سرکار حق آگاہ کیخدمت میں نذر عقیدت پیش کرنے کی عزت حاصل کی محفل عروسی میں اراکین خاندان سرکار کے علاوہ نواب دین یار جنگ، مولوی تراب علی صاحب وائس پریزیڈنٹ، مولوی محمد عبدالستار صاحب معتمد شخصی مدد دتری اور خان بہادر سی۔ بی۔ تارا پوروالا معتمد پیشی اور دیگر عہدیداران پرائیوٹ اسٹیٹ بھی شریک تھے۔ معصور جنگ راجہ دین دیال اینڈ سنس نے مختلف زاویوں سے محفل عقد کی متعدد تصویریں لیں، شرکائے محفل کے لئے پر تکلف ایٹ ہوم کا انتظام تھا۔ اسی سلسلہ میں ایس العرباء نامپلی اور دارالیتامی دارالشفاء کے بچوں کے لئے مسجد جودی میں دسترخوان چنے گئے تھے ہم ادارہ ”شیراز“ کیجانب سے سرکار حق آگاہ کیخدمت فیضدرجت میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ

”مبارک شادی دختر ترا سرکار حق آگاہ“

عرض کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔

ہمارے سرکار حق آگاہ کو سادگی بیحد پسند ہے اسی لئے ہر کام آپ کا نہایت سادگی کے ساتھ انجام پاتا ہے چنانچہ یہ شادی خانہ آبادی بھی نہایت سادگی کے ساتھ انجام پائی۔

خدا سرکار کو ہمارے سروں پر صد وسی سال سلامت باکرامت رکھے اور سرکار کے چھوٹے اور بڑے ہمارے دشمنوں کا جلد منھ کالا کرے ——— ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد ——— آمین

یاد رکھئے!

نماز عید بمقام دربار حسینی واقع اندرون احاطہ دیوڑھی نواب فخر نواز جنگ مرحوم حویلی قدیم

میں صبح کے ٹھیک (۹) بجے ہوگی!!

حجت الاسلام آیت اللہ فی الانام حضرت آقائی سید اسد اللہ نجفی مجتہد

عید کی نماز پڑھائینگے

سوراج کیجانب ٹانگانیکا کی پیشقدمی

وزارتی نظام کی نشوونما

ازقلم :- کولین لیگم

مشرقی افریقہ کے علاقہ ٹانگانیکا نے سوراج کی جانب ایک نیا قدم اٹھایا ہے۔ یہاں کے گورنر نے حال ہی میں جن آئینی اصلاحات کا اعلان کیا ہے ان کے مطابق ٹانگانیکا میں وزارتی نظام کو فروغ دیا جائے گا۔ ۱۳ر ممبران پر مشتمل ایک کیبنٹ قائم کی جائے گی جس کی صدارت کے فرائض گورنر سرانجام دے گا۔ ان ممبران میں صرف تین سرکاری ممبران شامل ہوں گے۔ نائب گورنر، اٹارنی جنرل اور وزیر اطلاعات گورنر کے مشیر اعلیٰ کا فرض وزیر اعلیٰ ادا کرے گا۔ امید ہے کہ یہ عہدہ ٹانگانیکا افریقن نیشنل یونین (مخفف ٹینو) کے ۳۹ سالہ لیڈر مسٹر جولیس نیاریرے کو سونپا جائیگا۔ ٹانگانیکا اقوام متحدہ کا امانتی (ٹرسٹ) علاقہ ہے۔ جس کے نظم و نسق کی ذمہ داری اس وقت برطانیہ پر ہے۔ افریقہ کا یہ پہلا علاقہ ہے جس نے نسلی اختلافات کو دور کرکے خود مختار اسٹیٹ کی مستحکم بنیادیں قائم کی ہیں۔ اس کی آبادی ۹٫۰۰۰٫۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ ایشیائی باشندوں کی تعداد ۱۰۶٫۰۰۰ اور یورپی باشندوں کی ۲۱٫۰۰۰ ہے۔ یہ کوئی بڑی اقلیتیں نہیں ہیں۔ لیکن افریقہ کے دوسرے علاقوں کی طرح نسلی مسائل نے کئی برسوں تک ٹانگانیکا کی ترقی کو متاثر کیا تھا۔

نیاریرے کی لیڈرشپ

ٹانگانیکا میں نسلی مسائل کو حل کرنے کی کامیابی کا سہرا بہت حد تک مسٹر نیاریرے کے سر ہے۔ آج سے چھ برس قبل جب میری اُن سے ملاقات ہوئی تو وہ ایک رومن کیتھولک اسکول میں گمنام ٹیچر تھے۔ اور کچھ عرصہ پہلے ایڈنبرا یونیورسٹی سے تاریخ و معاشیات میں ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد واپس اپنے وطن آئے تھے۔ وہ بہت زیادہ منکسر مزاج اور اعتدال پسند تھے۔ اور اب بھی ہیں۔ افریقہ کی قومی آزادی کی تحریک نے ان کو بھی جوش دلایا تھا لیکن ان کو اس بات کا بھی احساس تھا کہ وسیع تر شہریت کا درجہ نسلی اختلافات سے بہت بلند ہے۔ تقریباً پانچ سال کے عرصہ میں انہوں نے ٹانگانیکا افریقن نیشنل یونین میں بلند مقام حاصل کرلیا۔ اگرچہ انہوں نے اپنی پارٹی کو افریقنوں کی پارٹی بنائے رکھا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے یورپی اور ایشیائی باشندوں کو بھی اس بات کی ترغیب دی کہ وہ اپنی تنظیمیں قائم کرکے ان کی تحریک میں ان کے سیاسی ساتھی بنیں۔ قانون ساز مجلس میں تینوں فرقوں کے نمایندوں نے ایک مشترکہ کمیٹی قائم کی ہوئی ہے۔ یہ ان کی ابھرنے والی لیڈرشپ ہی کا کرشمہ ہے کہ نہ صرف افریقی باشندے بلکہ ایشیائی و یورپی باشندے بھی اُن سے زبردست عقیدت رکھتے ہیں۔

مسٹر نیاریرے کی کامیابی اُن کے تدبر کا نتیجہ ہے۔ گورنر سر رچرڈ ٹرنبل نے بھی ٹانگانیکا میں بہت اچھا کام کیا ہے۔ حال ہی میں اقوام متحدہ کا جو مشن ٹرسٹی شپ کونسل کی طرف سے ٹانگانیکا گیا تھا اُس نے اپنی رپورٹ میں اس علاقہ کے نظم و نسق اور سیاسی لیڈروں کے کام کی تعریف کی ہے۔ اور مانا ہے کہ افریقہ کے کسی دوسرے علاقہ کے مقابلہ میں ٹانگانیکا زیادہ خوشگوار طریقہ سے آزادی کی جانب بڑھ رہا ہے۔ مسٹر نیاریرے کے تدبر کی پُر اثر مثال ٹانگانیکا تک محدود نہیں۔ اس بات کی علامتیں نظر آرہی ہیں کہ ان کے نیک مشوروں کا مشرقی افریقہ میں ٹانگانیکا کے ہمسایہ علاقوں پر بھی خوشگوار اثر پڑ رہا ہے۔

برطانوی جنرل پوسٹ آفس کی سہ صد سالہ سالگرہ

مخصوص ٹکٹ جاری کئے جائیں گے

معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کے جنرل پوسٹ آفس کی سہ صد سالہ سالگرہ کے موقع پر تین پنس اور ایک شلنگ تین پنس کے مخصوص ٹکٹ جاری کئے جائیں گے۔ یہ ٹکٹ برطانیہ میں ۷ رجولائی سے بکنا شروع ہو جائیں گے۔ برطانوی پوسٹ آفس ایک قانون کے تحت ۱۶۶۰ء میں قائم ہوا تھا۔

لندن میں ہندوستانی آرٹسٹ کے فن پاروں کی نمائش!

کلکتہ کے آرٹسٹ مسٹر کمل چودھری ان دنوں لندن میں کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ کی آرٹ گیلری میں اپنی تخلیقات کی نمائش کر رہے ہیں۔ انہوں نے لگ بھگ ۵۰ تصویریں اس نمائش میں پیش کی ہیں۔ آرٹ کے شیدائی ان تصویروں میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں۔ مسٹر چودھری سنہ ۱۹۵۵ء میں یوگنڈا کے ایک سرکاری اسکول میں آرٹ کے ٹیچر مقرر ہوئے تھے۔ اُن کے شاگردوں نے ہندوستان اور جاپان میں منعقدہ بین الاقوامی آرٹ مقابلوں میں اعزاز حاصل کیا ہے۔

قطعہ

مزہ دیتا ہے پینا مئے کا بھی فصل بہاری میں
غضب کا رنگ ہے دیکھو تو یہ چشم خماری میں

فنا جب ہو گیا جاہ و حشم کہتی ہے یہ قسمت
نہ مسند میں نہ تکیہ میں نہ کچھ باقی عماری میں

(آمدہ از زندگی کا باغ)

دنیا بھر کے مذاہب کے متعلق مفاہمت اور رواداری بڑھانے کا ایک تعلیمی شعبہ

امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی کا ایک نیا تعمیری اور تعلیمی منصوبہ

کیمبرج مساچوسٹس میں واقع کرائے کے ایک مکان میں ایک منصوبہ زیر کار ہے جس سے ایشیا اور دوسرے ملکوں میں پہلے ہی اچھی خاصی دلچسپی پیدا ہو چکی ہے۔ اگر یہ منصوبہ کامیاب رہا (اور یہ امید کرنے کی معقول وجہ ہے کہ یہ منصوبہ کامیاب ہوگا) تو عالمی مذاہب کے متعلق مزید مفاہمت، رواداری اور احترام پیدا کرنے میں ایک نہایت نمایاں اور اہم امدادی قدم اٹھایا جا سکے گا۔ یہ منصوبہ امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی میں عالمی مذاہب کی تعلیم کے لئے پہلا الگ شعبہ قائم کئے جانے سے متعلق ہے۔ اگرچہ یہ شعبہ ابھی عارضی طور پر قائم کیا گیا ہے تاہم اس کے لئے یونیورسٹی ہی میں الگ عمارت بن رہی ہے جس میں عالمی مذاہب کے مطالعہ کا مرکز قائم ہوگا۔ ڈاکٹر رابرٹ ایچ۔ ایل سلیٹر اس پروگرام کے نگران اور مہتمم کار ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ عالمی مذاہب کا جو تعلیمی مرکز اس وقت زیر تعمیر ہے اس میں ایک نئے پروگرام کو عملی جامہ پہنایا جائے گا۔ سرِ دست

دوسرے مذہبوں کے مطالعہ میں دلچسپی رکھنے والے پرائیویٹ شہریوں کی ایک جماعت کے عطئے کی بدولت یہ پروگرام دو برس سے جاری ہے۔ اس بات میں یقین رکھتے ہوئے کہ اس طرح کے مطالعہ نے خود عیسائیت کے متعلق ان کی سوجھ بوجھ اور مفاہمت کو مالا مال کیا ہے۔ انہوں نے اسی طرح کی مفاہمتی دلچسپی آجکل کے طلباء میں بھی دیکھی جس کی وہ حوصلہ افزائی کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اسی مقصد سے متذکرہ عطیہ وقف کیا گیا۔ اس پروگرام کی ذمہ داری کلیتاً یونیورسٹی پر عاید ہے۔ خاص کر ہارورڈ ڈیوی نٹی سکول پر جس سے یہ نیا مرکز قریبی طور پر وابستہ ہے۔ بے شک ہارورڈ یونیورسٹی میں یہ قطعی نیا پروگرام نہیں بلکہ اس کے مختلف تعلیمی شعبوں میں پہلے سے قائم کئے ہوئے دینی مطالعہ کے نصابوں سے اس کا (نئے پروگرام کا) تعلق ہے۔ ان نصابوں میں مذہبوں کی تاریخ اور فلسفے میں ڈاکٹوریٹ کی ڈگریوں تک کے نصاب شامل ہیں۔ جس نئے پروگرام کا اب انتظام کیا گیا ہے اس کے تحت بڑے بڑے مذہبوں کے عام مطالعہ اور کسی ایک دل پسند مذہب کا خصوصی نصاب بھی رکھا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی جدید تحقیق سے جو سوال پیدا ہوتے ہیں اور مذہب کے تمام طالب علموں کی جن متعلقہ دینی تعلیمات سے دلچسپی پائی جاتی ہے ان پر بھی بحث مباحثہ ہوتا ہے۔ مرکز کی عارضی قیام گاہ میں اسوقت

برما کے ایک بودھ سکالر ساؤتن ہنت ون پاکستان کے ایک بودھ بھکشو، ابندر و جے سرمن، جاپان کے شنٹو پروہت نوبوسد انسنت اکتسوجی، ہندوستان کے ایک برہمن ٹی۔ کے۔ وینکٹا سورن اکٹھے رہتے اور مطالعہ کرتے ہیں۔ برما کے بودھ سکالر ساؤتن ہنت ون سات برس تک بودھ بھکشو بنے رہے سنہ ۱۹۵۲ء میں انہوں نے بھکشو کا جامہ اتار دیا اور تب سے رنگون یونیورسٹی میں بودھ فلاسفی کی تعلیم دیتے آ رہے ہیں۔ پروفیسر وینکٹا سورن مدراس یونیورسٹی کے پریذیڈنسی کالج میں گیارہ برس سے ہندو فلاسفی اور سنسکرت ادب کی تعلیم دیتے آئے ہیں۔ آجکل ہارورڈ یونیورسٹی میں عالمی مذاہب کے مضمون میں ڈاکٹوریٹ کی ڈگری کی تیاری میں مصروف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکہ اور ہندوستان کے خیالات اس قدر یکساں ہیں کہ ان کے کنبے کو یہاں کے لوگوں میں رس بس جانے اور میل ملاپ پیدا کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ پروفیسر موصوف کی بیوی بھی ان کے ساتھ ہے۔ پاکستان کے بودھ بھکشو ابندر وجے سرمن سنہ ۱۹۳۸ء سے جب ان کی عمر صرف ۸ برس تھی بودھ مٹھ میں خدمات بجا لاتے رہے ہیں۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے گریجویٹ اور کلکتہ یونیورسٹی کے ایم۔ اے ہیں۔ مرکز میں جن مضامین کا مطالعہ کیا جا رہا ہے ان کے مقابلہ میں آپ کے مضامین مذہبوں کی تاریخ اور فلسفہ ہیں۔ عالمی مذہبی گروہ میں نوبوسد انسنت اکتسوجی اپنے لباس اور دوسری باتوں میں انتہائی مغربی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ آپ جاپان میں تین مانگی سمٹھ کے سب سے بڑے بھکشو ہیں۔ آپ کا خاندان ایک ہزار برس سے موروثی طور پر اس بودھ سمٹھ کا گدی نشین ہے۔ آپ شنٹو کالج کیوشو یونیورسٹی جاپان کے گریجویٹ ہیں۔ پروفیسر وینکٹا سورن کے برعکس ان بودھ سکالروں کے کنبے ان کے وطن میں ان کی آمد کے منتظر ہیں۔

مسٹر وینکٹا سورن کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ دونوں بچے کیمبرج کے پی بوا ے پبلک اسکول میں زیر تعلیم ہیں اور انگریزی سیکھنے میں کوئی مشکل محسوس نہیں کرتے۔ ہارورڈ ڈوینٹی سکول میں ایک عیسائی معلم الفریڈ بلیم یہی کام کرتے ہیں۔ انہیں ان ایشیائی اسکالروں کو اپنے نئے ماحول سے مانوس کرانے اور رہنے سہنے میں مدد دینے کے لئے تعینات کیا گیا ہے وہ فل برائٹ سکالر کے طور پر ایشیا میں دو برس گزارنے کے بعد ہارورڈ یونیورسٹی میں واپس آئے ہیں۔ قدرتی طور پر وہ اس کام کیلئے موزوں شخص تھے۔ جب یہ عمارت مکمل ہو گی تو امید ہے کہ سمندر پار کے طلبا اس میں اپنے گھر کا سا آرام محسوس کریں گے۔ اس عمارت کی تین شاخیں اور دو منزلیں ہوں گی۔ مرکز میں صحن ہو گا جس میں جاپانی نمونے کے باغ پھلواریاں اور سبزہ زار ہوں گے۔ طلباء کو اپنے اپنے کوارٹروں میں خلوت حاصل ہو گی ہر ایک کوارٹر بجائے خود مکمل ہو گا۔

ولادت سنہ ۱۱۹۳ء — وفات سنہ ۱۲۶۷ء

امیر خسرو دہلوی

بچپن میں آپ نے غالباً یہ پہیلی تو سنی ہوگی

فارسی بولی آئی نہ — ترکی ڈھونڈی پائی نہ

ہندی بولی آرسی آئے — خسرو کہے نہ کوئی بتائے

اس وقت تو نہیں لیکن بعد کو آپ نے یہ بھی خیال کیا ہوگا کہ اس پہیلی میں پہیلی کے جواب کے علاوہ اس کے مصنف کا نام بھی موجود ہے۔ خسرو جو ہندوستان کے فارسی زبان شاعروں کے مسلم الثبوت استاد سمجھے جاتے ہیں۔ میرزا غالب نے اسی نام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہندوستان میں فارسی شاعری ایک ترک سے شروع ہوئی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے قوالی اور سماع کی محفلوں میں امیر خسرو دہلوی کی غزلیں بھی سنی ہوں اور دلی میں ان کا مزار بھی دیکھا ہو۔ جو معتقدین کے لئے ایک روشن ضمیر انسان کا مدفن اور اس حیثیت سے زیارت گاہ ہے۔

امیر خسرو کے مزار کو آپ زیارت گاہ سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں لیکن یہ بہرحال طے ہے کہ ان کی روشن ضمیری میں کسی کو کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ امیر خسرو کا زمانہ سرزمین ہند پر مسلمان بادشاہوں کی سلطنتیں بننے اور بگڑنے کا زمانہ تھا۔ سیاسی انقلابات آئے دن کی بات تھے۔ آج ایک علاقہ کسی کی حکمرانی میں ہے تو کل کسی اور کے زیر نگین جا پہنچا۔ تخت دہلی پر آج ایک بادشاہ جلوہ افروز ہے تو کل کسی اور کا قبضہ ہوگیا۔ حکمران بدلتے رہے۔ سلاطین کے خاندان یکے بعد دیگرے آتے رہے سلطنتیں بنتی بگڑتی رہیں۔ لیکن ایک اقلیم ایسا بھی تھا جہاں کی



فضا میں کچھ خاص اثرات نفوذ کر رہے تھے، جو کبھی زائل نہ ہوئے جو روز بروز راسخ سے راسخ تر ہوتے گئے اور وہ تھا اقلیم تہذیب، وعلم وہنر۔

ہندوستان کی تاریخ بہت سے مسلمان حملہ آوروں، بادشاہوں اور سیاسی مہم پرستوں کے تذکرہ سے بھری پڑی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ کچھ ایسی بزرگ و لایق صد احترام شخصیتوں کے نام بھی ملتے ہیں جنھوں نے زمین و زر پر قبضہ کرنے کی ہوس کے بجائے تسخیر قلوب کو اپنا شعار بنایا اور ہندوستان والوں کے دلوں میں کچھ اس طرح سے گھر کر لیا کہ صدیاں گذر گئیں لیکن جذبات و خیالات کی دنیا میں آج بھی انہیں کا جادو چلتا ہے۔ انہیں بزرگ ہستیوں میں امیر خسرو دہلوی کا نام بھی ہے۔ تذکرہ نگاروں نے ان کا پورا نام ابوالحسن یمین الدین خسرو لکھا ہے۔ خسرو کے والد امیر سیف الدین محمود ہزارہ لاچین نام کے قبیلے کے سردار تھے۔ قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ

قطعہ

ظلم کیا کیا نہ ہوئے پردۂ زنگاری میں — کوئی پیچھے نہ رہا دیکھ ستمگاری میں
(آسمان)
ماتمِ ابنِ علیؑ کی ہے یہ عظمت الحق — سینے کٹتے ہی رہے آج عزاداری میں

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

امیر سیف الدین محمود، اپنے قبیلے سمیت ہندوستان کب آئے لیکن قیاس یہ ہے کہ چنگیز خان کے زمانے یعنی تیرہویں صدی میں ماوراءالنہر کے شہر کش (شہر سبز) سے ہجرت کرکے جو گنگا دریا کے کنارے آباد ہے، وارد ہند ہوئے۔ اس وقت سلطنت دہلی پر التمش کی حکمرانی تھی۔ امیر خسرو نے ایک آدھ جگہ اپنے والد کا ذکر کرتے ہوئے انہیں "سیف شمسی" لکھا ہے۔ جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ التمش کے زمرہ امراء میں شامل رہے ہوں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس سلسلے میں تفصیلات بالکل نہیں معلوم ہوتیں۔

امیر سیف الدین محمود نے ہندوستان میں عماد الملک کی بیٹی سے شادی کی اور اسی عقد سے ۶۵۱ھ (۱۲۵۳ء) میں پٹیالی میں امیر خسرو پیدا ہوئے۔ خسرو کو اپنے ہندوستانی نژاد ہونے پر بڑا فخر ہے۔ مثنوی "نہ سپہر" میں انہوں نے ہندوستان کے لئے "مسکن و مولد و مائی وطن" کہا ہے۔ تذکروں اور خود خسرو کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے مزاج شاعرانہ پایا تھا۔ اور اوائل عمر میں انہوں نے درس نظامی کے حصول و تکمیل کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ چنانچہ انہوں نے دیباچہ "تحفۃ الصغر" میں لکھا ہے، میرے قابل استاد سعد الدین محمد خطاط، جو عام طور سے قاضی کے لقب سے مشہور تھے، مجھے خوشنویسی سکھانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ لیکن میں مہ جبینوں کے خط کی تعریف میں شعر کہتا رہتا تھا۔ اور اپنے استاد کی پوری کوشش کے باوجود، جو طرۂ یار کی طرح دراز اور مسلسل تھی، میں زلف اور خال کے خیال سے باز نہ آتا تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہوں نے حصول علم میں کوئی کوشش ہی نہیں کی۔ اسی دیوان کے دیباچہ میں وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے رموز شعر پر عبور حاصل کرنے کے لئے اتنی کتب بینی کی کہ انہیں شاعری کا حقیقی ذوق حاصل ہوگیا۔ ان کا کہنا ہے کہ "میں نے اپنے دماغ کے آئینے کو صیقل کوشش سے جلا دی۔۔۔۔ اساتذہ کے کلام کو دیکھتا رہا۔" ادھر صرف رموز شاعری نہیں بلکہ ہم جانتے ہیں کہ انہیں ترکی، فارسی اور ہندی پر قدرت حاصل تھی۔ عربی اور سنسکرت میں دخل رکھتے تھے۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں کی زبان سے بھی واقف تھے۔ نجوم و رمل کی باریکیوں سے بخوبی آشنا تھے۔ موسیقی میں انہیں وہ کمال حاصل تھا کہ نائک کہلاتے تھے۔ اور جس طرح انہوں نے اپنی نگارشات میں تاریخی وقائع کو قلمبند کیا اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ وہ تاریخ کا علم بھی رکھتے تھے اور شعور بھی۔

تو یہ استعداد علمی انہوں نے کب حاصل کی؟

خسرو آٹھ ہی سال کے تھے کہ ان کے والد کسی لڑائی میں مارے گئے۔ اس سانحۂ عظیم کو یاد کرکے انہوں نے "دیباچۂ غرۃ الکمال" میں لکھا ہے کہ "سیف از سرم برفت و دلم بس دو نیم ماند" (سیف کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا اور میرا دل دو ٹکڑے ہوگیا)

والد کے انتقال کے بعد خسرو کے نانا عماد الملک نے ان کی سرپرستی کی۔ اور یہ انہیں کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ خسرو نے ان تمام علوم و فنون میں جو ان کے زمانے میں رائج تھے اور مستحسن سمجھے جاتے تھے، درک حاصل کیا۔ لیکن خسرو کی عظمت اس علم کی مرہون منت نہیں جو انہوں نے کتابوں سے حاصل کیا۔ ان کی استعداد تو عبارت ہے اس فیضان سے جو انہوں نے اہل علم و فضل کی صحبت سے حاصل کیا۔ اس حقیقت سے کہ انہوں نے اپنی آنکھیں کھلی اور دماغ متجسس رکھا، اپنے گرد و پیش کو سمجھنے کی، اس کا جزو بن جانے اور اسے اپنے میں سمو لینے کی کوشش کی اور وہ چاہے دربار شاہی میں ہوں یا میدان جنگ میں، محفل سماع میں ہوں یا پنگھٹ پر پنہارنوں کے جھرمٹ میں، انہوں نے قلب انسانی کی واردات و کیفیات کو سمجھا اور پھر انہیں واردات و کیفیات کو انہیں جذبات و محسوسات کو انہوں نے شعر کے پیمانے میں ڈھال دیا۔ ان کے اشعار میں صنائع و بدائع اور دور از کار تشبیہیں، ایہام، تضاد، کہیں اس طرح نہ ملے گا کہ دانستہ طور پر

قطعہ

رنگ گلہائے چمن کو نذرِ شبنم کیجئے | اور خجل بھی دورِ مئے سے ساغرِ جم کیجئے
با ادب ہو کر بہ چشمِ نم یہ کہتا ہے جہاں | پیشِ بابِ کربلا اب اپنا سر خم کیجئے

(آمدہ از نذری باغ برائے کشمیر از ہفتہ وار)

بڑی کوشش کرکے لایا گیا ہو۔ ان کے اشعار اس مصنوعی رنگ آمیزی سے بالکل مبرا ہیں۔ ان کے کلام میں رنگ آمیزی ہے۔ الفاظ کی مترنم دروبست کی، بے ساختگی کی اور واقعیت کی۔ تشبیہیں اس سادگی سے بندھی ہوئی ملتی ہیں۔ جیسے انکے بغیر بات پوری ہی نہ ہوسکتی تھی۔ اور وہ کسی طرح خیال پر بار نہیں ہوتیں۔ بلکہ اس لطافت و معنویت کو دو چند کرتی ہیں۔

شبے داشتم تیرہ از روز بد
شبم خوش کہ چون ماہتاب آمدی

(میری راتیں بڑے دنوں سے بھی زیادہ تاریک تھیں۔ لیکن 'اب' یہ رات کتنی سہانی ہے کہ تو چاند کی طرح آگیا ہے)

یاد است کہ در خواب شبش دیدہ ام اما
از بے خبری یاد ندارم کہ چسانش

(یہ تو یاد ہے کہ رات میں نے اسے خواب میں دیکھا تھا لیکن اپنی بے خبری کو کیا کہوں کہ اب یہ یاد نہیں کہ کس حال میں دیکھا تھا۔)

اے باد حدیثے ز لبے ماش بگوئی
در گوشۂ و در گوشش بہ تنہاش بگوئی

(اے ہوا، میری ایک بات اس سے جا کر کہدے لیکن ایک کونے میں اور کان میں بس اسی سے کہنا۔)
پھر اسی غزل میں آگے چل کر کہتے ہیں:

ابر می بارد و من می شوم از یار جُدا
چوں کنم دل بچنین روز ز دیدار جُدا
ابر باران و من و یار ستادہ بوداع
من جُدا گریہ کنان، ابر جُدا یار جُدا
سبزہ نوخیز و ہوا خرم و بستان سرسبز
بلبل روی سیہ ماندہ ز گلزار جُدا
اے مرا در تہ ہر بند ز زلفت بندی
چہ کنی بند ز بندم ہمہ یکبار جُدا
دیدہ ام بہر تو خونبار شد ای مردم چشم
مردمی کن مشو از دیدۂ خونبار جُدا
نعمت دیدہ نخواہم کہ بماند پس ازین
ماندہ چون دیدہ ازان نعمت دیدار جُدا
حسن تو دیر نہ ماند چو ز خسرو رفتی
گل بسی دیر نہ ماند چو شد از خار جُدا

گستاخی بوسہ کم کنی لیک بپائی
از مہر لب من بکف ہر پاش بگوئی

(اس کا بوسہ لینے کی گستاخی تو نہ کرنا، لیکن اسکے دونوں پاؤں کے تلوؤں کو میرے دونوں ہونٹوں کا پیام پہنچا دینا۔)

اے مرغ کہ می نالی از بہر گلے چندین
مانا کہ ندیدستی رخسار گل اندامی

(اے بلبل تو جو ایک پھول کے لئے اتنی آہ و زاری کر رہی ہے تو شاید تونے اس گلبدن کے رخسار نہیں دیکھے)

خسرو نے اپنے کلام میں اپنے معاشرے کی برائیوں کو بے نقاب بھی کیا ہے۔ انہیں ریا کاری اور دکھاوے سے بیر ہے۔ وہ اسے روا نہیں رکھتے کہ ساقی مہ جبیں پر فریفتہ ہونے کے بعد بھی بہ ظاہر پارسا بنے رہیں۔

زین پس سر آن نیست کہ من زہد فروشم
ساقی قدحے دہ کہ بروئے تو بنوشم

(اب اس کے بعد یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ زہد فروشی کروں، لا ساقی شراب دے کہ تیرے حسن کے نام ایک جام پیوں)
مذہبی تعصب ان کے نزدیک بڑی مذموم چیز ہے وہ تو یہ بتاتے ہیں کہ "ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے" وہ سبحہ و زنار دونوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور دونوں کو ایک حد تک غیر ضروری سمجھتے ہیں۔
مدح گوئی کو وہ ایک فعل قبیح سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس سے دل مردہ ہوجاتا ہے چاہے تعریف سچی ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ:

گردد ز نفس چراغ مردہ
گر ہم نفس مسیح باشد

(سانس پھونک) سے چراغ بجھ جاتا ہے چاہے وہ مسیحا کا دم ہی کیوں نہ ہو)
خسرو صرف شاعر ہی نہیں ہیں۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے، انہوں نے اپنی مثنویوں "قران السعدین" اور "نہ سپہر" میں "خزائن الفتوح" میں انتہائی صحت اور ناقدانہ بصیرت کے ساتھ تاریخی واقعات قلمبند کئے ہیں۔ ان کی مختلف مثنویاں اس دور کی معاشرت کی آئینہ دار ہیں۔ رسم و رواج۔ مذہبی رسومات رہن سہن، عادات و اطوار، لباس، کھانے پینے کا جو تفصیلات ان کی مثنویوں میں ملتی ہیں۔ وہ تاریخ کی معاصرانہ تصنیفوں سے حاصل نہیں کی جاسکتیں اور پھر یہ کہ انہیں جو ہیں وطن دوستی کا شدید جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ ہندوستان کی ہر چیز انکے

لئے مایۂ فخر اور دوسروں کے باعث رشک ہے۔ وہ یہاں کے قدرتی مناظر کی تعریف و توصیف کرتے ہیں۔ پھلوں پھولوں، پرندوں، جفاکش مردوں، اور موہنی عورتوں کا ذکر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ باغ ارم کا نقشہ کھینچ رہے ہیں

انہیں مثنویوں میں انہوں نے سیاروں اور بروج ان کے سعد و نحس اثرات سے جو بحث کی ہے وہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ انہیں اس علم میں بھی مہارت حاصل تھی۔

موسیقی میں انہیں بے شمار راگوں اور ستار کا موجد کہا جاتا ہے۔ واجد علی شاہ نے ہر چند کہ اپنی تصنیف "معوت المبارک" میں ان کے اجتہاد و اختراع پسندی کو انحراف پسندی بتایا ہے۔ مگر وہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ترانہ، چھند، پربند، گیت، قول، قلبانہ، نقش اور گل کی ایجاد کا سہرا انہیں کے سر ہے۔ انہیں ہندوستانی اور ایرانی موسیقی دونوں پر عبور حاصل تھا۔ اور یہ ان کی دوربینی اور بصیرت ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے اس زمانہ میں یہ دیکھ لیا کہ ہندوستانی کلچر کے ارتقاء کی آئندہ روش کیا ہوگی اور اسی صحیح روش کو سمجھ کر انہوں نے ہندوستانی اور ایرانی موسیقی کے دلکش امتزاج سے نئے راگ ایجاد کئے۔ اگرچہ اس بات کا کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ ستار امیر خسرو ہی نے ایجاد کیا ہے۔ لیکن کوئی ایسی وجہ بھی نہیں ہے جس کی بناء پر اس روایت کو غلط قرار دیا جا سکے اور یہ بالکل ممکن ہے کہ امیر خسرو نے ہندوستانی ساز وینا اور ایرانی ساز عود کی آمیزش سے ستار وضع کیا ہو۔

اور ان کی ہندی شاعری بھی، خصوصاً ایسے دوہے اور اشعار جن میں فارسی اور ہندی کے ملے جلے الفاظ ہیں۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کی دوررس نگاہیں ایک ایسی زبان کے ارتقاء کو دیکھ رہی تھیں، اور وہ وقت کی ضرورت کو محسوس کر رہے تھے۔

انہوں نے اپنی ہندی شاعری کو کبھی اتنی اہمیت نہیں دی کہ اسے جمع کریں لیکن یہ سمجھنا کہ ان کی ہندی شاعری محض تفنن طبع کے لئے تھی، صحیح نہ ہوگا، کہ مکرنیاں، اور پہیلیاں تک تو تفریحاً کہی جا سکتی ہیں۔ لیکن ایسے دوہے جن سے دلی جذبات چھلکے پڑتے ہیں، کون تفریحاً کہے گا۔ ان میں تو شاعر کا دل دھڑک رہا ہے!

خسرو رین سہاگ کی جاگی پی کے سنگ
تن میرو من پیو کا دوؤ بھئے اک رنگ

دلقی اندر سر کوئی تو گذری بود مرا
واندر ان روی نہانی نظری بود مرا
جاں بجا لیست ولی نتوانم ہمی زیرا کہ
مایۂ عمر بجز جان دگری بود مرا
ہمہ کس را خورد و خواب و من بیچارہ خراب
ای خوش آن وقت کہ خوابی و خوری بود مرا
بہ ازیں بودم از این پیش اگر ہیچ نہ بود
بارگاہ از جنس صبوری قدری بود مرا
ہیچ یاد آیدت اے فتنہ کہ وقتی زین پیش
عاشق سوختہ زد بہ دری بود مرا
خواستم دی کہ نمازی بکنم پیش خیال
لیک آلودہ بہ دامن جگری بود مرا
نروم پیش کہ یاد آئی و دیوانہ شوم
آنکہ گہ گہ بہ گلستاں گزری بود مرا
پاسباں روز ہم از قصۂ خسرو بشنود
کہ شب از ہجر تو ناخوش سحری بود مرا

گوری سووے سیج پہ ڈارے مکھ پر کیس
چل خسرو گھر آپنے اب رین بھئی چہو دیس

یا پھر ایسی مکمل غزلیں مثلاً "زحال مسکیں مکن تغافل" جن میں یہ التزام ایک مصرعہ فارسی کا، ایک ہندی کا یا ایک مصرعے کا آدھا حصہ فارسی میں اور آدھا ہندی میں ہے۔ ارادی کوشش ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ ارادی کوشش امیر خسرو کے بصیرت پر دلالت کرتی ہے (بشکریہ سوویت دیس)

ایٹمی آبدوز جو ۸۴ دن تک سفر کرتی رہی

۱۶ رفروری سنہ ۱۹۶۰ء کو نیولندن (کنکٹی کٹ) سے امریکہ کی آبدوز ٹریٹن (TRITION) سفر پر روانہ ہوئی ۸۴ دن تک مسلسل سمندر کے نیچے رہنے کے دوران میں اُس نے اٹلانٹک، قطب شمالی، قطب جنوبی بحرالکاہل اور بحر ہند کا چکر لگایا اور ۳۶ ہزار میل کا سفر کیا ٹریٹن امریکہ کی ان ۲۷ ایٹمی آبدوزوں میں سے ایک ہے جو یا تو مصروف عمل ہے یا زیر تعمیر۔

امریکہ نے ایٹمی آبدوزیں تیار کر کے جو شاندار سائنسی کارنامے انجام دئے ہیں نئی ایٹمی آبدوز ٹریٹن (Trition) نے ان میں ایک اور کا اضافہ کیا ہے اس آبدوز نے زمین کے گرد ۳۶ ہزار میل کا سفر ۸۴ دن میں طے کیا اس تمام عرصہ میں وہ پانی کے نیچے رہی اس پر ۱۸۳ اشخاص سوار تھے ٹریٹن نے وہی راستہ اختیار کیا جو سب سے پہلے زمین کا طواف کرنے والے ملاح فرڈی ننڈ میگلن نے سنہ ۲۱-۱۵۱۹ء میں کیا تھا۔ یہ آبدوز ۱۶ رفروری کو نیولندن (کنکٹی کٹ) سے تاریخی دورے پر روانہ ہوئی تھی۔ قطب شمالی، قطب جنوبی، بحرالکاہل اور بحر ہند میں سے گذری تھی اور خط استوا کو بیس بار عبور کیا تھا۔ صدر آئزن ہوور نے وائٹ ہاؤس کی ایک تقریب میں ٹریٹن کے کمانڈر ایڈورڈ ایل بیچ کو اعزاز دیا ہے اور اسکے کارنامے کو غیر معمولی بیان کیا ہے۔ بیچ امریکی بحریہ کا ایک کپتان ہے وہ عالمی سفر کے اختتام کے بعد ڈلاویئر سے ہیلی کوپٹر کے ذریعہ سیدھا واشنگٹن پہنچا۔ صدر آئزن ہوور کیطرف سے بیچ کو جو پیغام دیا گیا ہے اسمیں دنیا کے گرد بے مثل سفر میں اسکی اور اسکے عملے کی دوراندیشی اور عزم کی تعریف کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ انسان طویل عرصہ تک مشکل حالات میں پانی کے نیچے رہ سکتا ہے اور نئی نئی مشینوں اور سازو سامان پر تجربے کر سکتا ہے پیغام میں مزید کہا گیا ہے کہ ٹریٹن نے مشکل اور بیا اوقات نامعلوم حالات میں سمندروں کے متعلق نہایت قابل قدر معلومات فراہم کیں اور اپنے سفر کے دوران میں مقناطیسی اور کشش ثقل والے علاقوں کا سروے کیا اس آبدوز میں دو ایٹمی بھٹیاں لگی ہوئی ہیں اسنے زیر سمندر سفر کا وہ ریکارڈ بھی توڑ ڈالا جو ایک دوسری امریکی آبدوز سی وولف نے قائم کیا تھا سی وولف بحر اوقیانوس میں ۶۰ روز پانی کے نیچے رہنے کے بعد ۶ اکتوبر سنہ ۱۹۵۸ء کو سطح پر آئی تھی۔ اس کارنامہ کیساتھ ٹریٹن کا شمار اب سمندروں میں کھوج لگانیوالی دوسری ایٹمی آبدوزوں میں ہونے لگا ہے ان میں زیادہ قابل ذکر ناٹیلس آبدوز کی ہے جسنے اگست سنہ ۱۹۵۸ء میں قطب شمالی کے یخ بستہ سمندر کے نیچے ۱۸۳۰ میل کا سفر کیا تھا اسکے بعد امریکہ کی تین دوسری ایٹمی آبدوزیں قطب شمالی کے یخ بستہ سمندر میں جا چکی ہیں ٹریٹن کا وزن ۵۰۰، ۷ ٹن ہے اور اسکا حجم قریباً ایک بحری جہاز کے برابر ہے یہ اپنے تاریخی سفر کے دوران میں دو بار جزوی طور پر سطح پر آئی پہلی بار ۵ رمارچ کو مانٹی ویڈیو اور گوے کے نزدیک ایک بیمار رفیق کو علاج

مقابلے کے لئے دوسرے جہاز میں پہنچانے کے لئے اور دوسری بار ۲ رمئی کو کاڈیز (اسپین) میں میگلن کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے۔ واضح رہے کہ کاڈیز میں میگلن کی یاد میں بُت بنا ہوا ہے کیونکہ یہ وہی مقام ہے جہاں سے آپ نے ۱۶ ویں صدی میں اپنا سمندری سفر شروع کیا تھا دونوں موقعوں پر جب ٹریٹن سطح سمندر پر آئی تھی اسکا بڑا حصہ بند رہا تھا جسے وہ زیر آب ہو۔ زمین کے گرد اپنے سفر کے دوران میں ٹریٹن جنوبی امریکہ کے کنارے کے گرد ہوتی ہوئی مشرقی بحر اوقیانوس میں آئی، بحر اکاہل کی تمام تر چوڑائی کو عبور کیا اور گوام اور جزائر ہوائی سے ہوتی ہوئی فلپائن پہنچی۔ اسکے بعد اس نے جنوب کا رُخ کیا اور ہندلیشیا کے جزائر سے ہوتی ہوئی بحر ہند میں آئی وہاں سے جنوبی افریقہ کے کنارے کے ساتھ شمال کو سینٹ کی جانب بڑھی اور اسکے بعد بحر اوقیانوس کے مغرب کی جانب چلدی۔ یہ آبدوز ۵ و ۴۴۷ فٹ لمبی ہے اور اسکے شہتیر کی لمبائی ۳۷ فٹ ہے دو بھٹیاں اسے ایندھن فراہم کرتی ہیں جس سے اسکی رفتار سطح پر اور سمندر کے نیچے ۲۰ ناٹ سے بھی زیادہ ہوجاتی ہے۔ ایک ناٹ ۶۰۸۰ فٹ کا ہوتا ہے۔ ٹریٹن امریکہ کی ان آبدوزوں میں سے ہے جو اسوقت کام کررہی ہیں یا جنکے متعلق منظوری مل گئی ہے یا جو زیر تعمیر ہیں۔

مریخ پر زندگی کی کھوج کے متعلق تجربے

امریکی سائنسی اکادمی کے خلائی سائنسی بورڈ کی ایک نئی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ نے ایک پروگرام وضع کیا ہے جسکے تحت یہ معلوم کیا جاسکیگا کہ کیا مریخ سیارے پر زندگی موجود ہے۔ توقع ہے کہ مریخ میں ایک خلئے والے ایسے چھوٹے چھوٹے جرثومے موجود ہیں جو شائد زمین پر پائے جانیوالے جرثوموں سے مشابہت رکھتے ہیں بعض سائنسدانوں کا یقین ہے کہ یہ جرثومے ہی وہ جاندار چیزیں ہیں جنکا سب سے پہلے ارتقاء ہوا تھا اس پروگرام کے تحت ایک مصنوعی سیارہ داغا جائیگا جسمیں نمونے فراہم کرنیوالا ایک آلہ، ایک خوردبین اور ایک ٹیلیویژن ہوگا۔ مریخ پر اترنے کے بعد اس مصنوعی سیارے سے تناف فیتہ کی ایک پتی نکلیگی جو نزدیکی "مٹی" کے نمونوں کو اٹھائیگی۔ اسکے بعد یہ فیتہ مصنوعی سیارے میں واپس آجائیگا جہاں ایک خوردبین اسکا معائنہ کریگی خوردبین میں جو کچھ دکھلائی دیگا اسکی تصویریں اتاری جائیگی اور ٹیلیویژن کے ذریعہ ان کا عکس زمین پر پہنچ جائیگا سائنسدان زندہ جرثوموں کی شہادت کے سلسلہ میں ان تصویروں کا معائنہ کرینگے ایسے سائنسی آلات سے لیس مصنوعی سیارے کے امکان کے بارے میں نوبل انعام پانیوالے سائنسدان ڈاکٹر جوشوا لیڈربرگ غور کررہے ہیں ملکی فضائی و خلائی نظامت نے جو پروگرام بنایا ہے اسکے تحت مریخ کے متعلق تجربے سنہ ۱۹۶۲ء میں آغاز کئے جائیں گے۔

لیڈربرگ نے مریخ اور دوسرے سیاروں کی "چھوت سے بچنے کی ضرورت" پر زور دیا ہے اور اس خیال کا اظہار بھی کیا ہے کہ چاند پر زندگی کا امکان نہیں ہے کیونکہ وہاں فضاء اور پانی کی موجودگی نہیں ہے تاہم چاند جراثیم یا کی تھیوری کو پرکھنے کا ایک ذریعہ ہے کہ جب تخلیقی خلئے خلاء میں ایک سیارے سے دوسرے سیارے کو جاتے ہیں تو انکی کیا کیفیت ہوتی ہے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ آئندہ سال کے اواخر سے چاند پر سائنسی آلات سے لیس چھوٹے مصنوعی سیارے اتارنے شروع کردیئے جائینگے رپورٹ میں زمین کے علاوہ سیاروں میں زندگی کی موجودگی کے متعلق کافی خوش فہمی کا اظہار کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ چاند سیارہ جاتیاتی نقطۂ نگاہ سے زیادہ دلچسپ ہوگا



فرمانبردار بچہ

قیصر بہت سمجھدار اور اپنے ماں باپ کا فرمانبردار بچہ تھا وہ ہر کام وقت پر کیا کرتا تھا — مگر — رات میں اُسے دیر تک جاگنے کی عادت تھی۔ اسکے ابا اُسے ہمیشہ تاکید کرتے تھے کہ وہ جلد سو جایا کرے چنانچہ وہ ہر رات آٹھ بجتے ہی قیصر کو بستر پر بھیج دیتے تھے — مگر قیصر کسی نہ کسی بہانے دیر تک جاگتا تھا قیصر کی اس ضد سے تنگ آکر ایک روز اسکے ابا نے بھی خاموشی اختیار کر لی اور انہوں نے قیصر کو اس شرط پر دیر تک جاگنے کی اجازت دیدی کہ وہ حسبِ معمول صبح آٹھ بجے سے پہلے بیدار ہو جائے اس رات قیصر بہت خوش ہوا اور دیر تک یونہی کسی کام میں مشغول رہ کر جاگتا رہا آخر آدھی رات کے قریب وہ ایک کتاب پڑھتا ہوا کرسی پر ہی سو گیا اُسکے ابا نے اُسے کرسی سے اُٹھا کر بستر پر سلا دیا مگر صبح وعدہ کے مطابق قیصر آٹھ بجے سے پہلے بیدار نہ ہو سکا اس لئے اسکے ابا نے اُسے زبردستی اُٹھا کر بٹھا دیا۔ جب قیصر اسکول پہنچا تو اسکی طبیعت بہت سست تھی وہ وقفہ کے دوران کسی کھیل کود میں بھی حصہ نہ لے سکا اور درخت کے نیچے بیٹھا اونگھتا رہا جماعت میں بیٹھے بیٹھے بھی جب وہ اونگھ رہا تھا تو ٹیچر نے اُسے ڈانٹ پلائی شام میں جب وہ گھر واپس ہوا تو اپنے دوستوں کے ساتھ بھی طرح کھیل بھی نہ سکا اور سر شام ہی کھانا کھا کے بغیر بستر پر دراز ہو گیا دوسرے دن رات میں آٹھ بجنے کے بعد بھی قیصر کے ابا نے معمول کے مطابق اپنے پاس بٹھا لیا اور قیصر سے فرمائش کی کہ وہ انھیں اخبار پڑھ کر سنائے — مگر تھوڑی ہی دیر میں قیصر جمائیاں لینے لگا اور وہ اپنے ابا سے معافی مانگتا ہوا بولا ابا جان میں کبھی دیر تک نہیں جاگوں گا۔ ہر رات آٹھ بجتے ہی بستر پر چلا جاؤں گا۔ اُسکے ابا بہت خوش ہوئے اور قیصر چند ہی روز میں جلد سو کر جلدی اُٹھ جانے کا عادی ہو گیا

زرین اقوال

خدا ہی اپنی مصلحت کو بہتر جانتا ہے بہ نسبت بندوں کے، جنہیں یوں وجہ کی گنجائش نہیں (سر سالار جنگ آگاہ)

معلومات

اگر ہم پوچھیں —

(۱) غریبوں کی امداد کا دنیا میں سب سے بڑا آسرا کیا ہے ؟

(۲) ملک میں تعلیم کے شوق کو فروغ دینے کے سلسلہ میں سب سے عملی کام کرنے والا کون ہے ؟

(۳) وہ کونسی پہلی یونیورسٹی ہے جہاں ایک ہندوستانی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا ؟ اسکا سہرا کسکے سر ہے ؟

(۴) سب سے زیادہ تالاب کس بادشاہ کے عہد میں تعمیر ہوئے ؟

تم کہو گے —

(۱) حکومت

(۲) محکمۂ تعلیم

(۳) علیگڈھ یونیورسٹی۔ سر سید احمد خان

(۴) شیر شاہ سوری

ہم کہیں گے :—

(۱) سرکار حق آگاہ

(۲) اعلیٰحضرت حضور نظام جنکے یہاں کی ٹرسٹ سے ہزاروں نادار اور مستحق طالبعلموں کو تعلیمی وظائف دئے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی تعلیم برقرار رکھ سکیں

(۳) جامعہ عثمانیہ۔ سلطان العلوم آصفجاہ ہفتم

(۴) سرکار حق آگاہ کے دورِ حکومت میں تعمیر شدہ تالاب بہ ہر حیثیت دنیا کے بہترین تالابوں کو سیراب کرنے والے ہیں گے !

پیارے بچو ! آپ جانتے ہو کہ تمھارا گلشن سر سبز و شاداب بہت تو اپنے اچھے اچھے مضامین، چھوٹی چھوٹی نظمیں اور لطیفے لکھ کر سب سے پہلے سنیچر تک دے دیجئے — ہم خوشی سے اسے شائع کریں گے !!

هنوز

از قطب العارفین حضرت آقای نوربخش

شکر لله که در میکده باز است هنوز
دل رندان جهان محرم راز است هنوز

داد بر باد فنا آتش مستی هستی ما
دل سودازده در سوز و گداز است هنوز

نکند ذوق جنون باده پرستی را منع
دل دیوانه بر این شیوه مجاز است هنوز

قصه با سیرهٔ دار خاطره برده‌ام عشق
نقش افسانهٔ محمود و ایاز است هنوز

ساقیا باده بده یار بود بر سر ناز
زانکه در مستی ما حال نیاز است هنوز

مطرب مجلس ما گرچه ز خود بی خبر است
گوش دل در گروه نغمه ساز است هنوز

نوربخش از دل خم نالهٔ تکبیر شنید
شیخ می‌گفت کجا وقت نماز است هنوز

بسمہ تبارک و تعالی

بندر (ایران)
خیرآباد
۲۹ نوروز ۱۳۳۹

حضور گرامی حضرت آقای صمصام دام مجدہم العالی

پس از تقدیم عرض و سلام سلامتی حضرت عالی را با تمام بستگان از پروردگار توانا خواہانم از حالات اینجانب جویا شوید بحمد اللہ تا زمان تحریر سلامتی حاصل بدعاگوئی مشغولم مجلہ ہای ... حضرت عالی یکی پس از دیگری میرسد امیدوارم ہمیشہ در نشر اینگونہ آثار ملی و مذہبی موفق و منصور باشید اگر قابل باشد این چند شعر می‌نویسم در مجلہ درج فرمائید. پایان سلامتی حضرت عالی را با تمام دوستان ہندوستان و ایرانی از یزدان پاک مسئلت می نمایم والسلام علیکم. ارادتمند سید علی رضا حسینی نسب۔

غزل

از آقای سید علی رضا حسینی نسب

دلبر ناز ما اگر فکر عیاری نبود / این قدر در خانہ ما فقر و بیکاری نبود
دزد و رہزن خاک امید ما جاروب کرد / چون در این ویرانہ منزل شخص بیداری نبود
گر ملک حسن ... نشان از داد بود / آن پری پیکر بفکر مردم آزاری نبود
چشم مظلومان اگر در ظلمت شب خواب داشت / سیل اشک و خون ز کاخ ظالم و کین ساری نبود
آہ مظلوم ستمکش را نبودی گر اثر / پیرو چون کاوہ حداد غمخواری نبود

عشق را نازم حسینی گر نبودی زو نشان
ہیچ نام از بی ستون نقشی ز نجاری نبود

قرارداد منظورہ جلسۂ عام حیدرآباد ہوٹل اونرز اینڈ کنفکشنرز اسوسی ایشن

منعقدہ ۱۸ مئی سنہ ۱۹۶۰ء

منجانب حیدرآباد مالکان ہوٹل و شیرینی فروشان رجسٹر شدہ بصدارت محترم ایرانی تاجر آقای رستم کیانی صدر انجمن جو جلسہ عام ۱۸ مئی سنہ ۱۹۶۰ء کو بمقام عزیزیہ ٹیا درگاہ نامپلی حیدرآباد منعقد ہوا اسمیں پیشے دہندے کے پیشہ داران ہوٹل شیرینی بیکری وغیرہ نے جو قراردادیں منظور کیں وہ یہ ہیں

ف سیلز ٹیکس میں ہر صوبہ کے اندر جدا جدا قانون اور مختلف قسم کے مراعات ہیں مثلاً بمبئی جیسے اہم صوبہ ہی کو لیجئے وہاں چائے و مشروبات کی حد تک سیلز ٹیکس ہی نہیں ہے اور کھانے کی اشیاء پر بھی روپیہ سے کم فروخت پر کوئی سیلز ٹیکس نہیں لیا جاتا

ف قیام سیلز ٹیکس سے انجمن ہذا حکامان مجاز کے پاس اس پیشہ کے استثنیٰ کے لئے مسلسل نمائندگی کرتی رہی اور بھاجی ترکاری کی مانند اس پیشے دہندے کو جسمیں کثرت دو چار آنے یا زائد سے زائد اندرون روپیہ فروخت ہونیکے باعث قانونی طور پر سیلز ٹیکس کی وصولیابی ناممکن بھی ہے سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ کئے جانے کے لئے احتجاج کرتی چلی آرہی ہے مگر دادرسی کے بجائے الٹا اثر ہوتا رہا۔ قانونی جن نکات کو ہم نے اپنے براءت کے لئے پیش کیا ان میں تبدیلیاں اور ترمیمات کر کے سخت سے سخت بنایا گیا جو مراعات تھے وہ بھی نکالدئے گئے بلکہ عام تجارت کے سیلز ٹیکس سے دیوڑھا یعنی ۲۵ ہزار سے اوپر ہوتے ہی روپیہ کے بجائے تین پیسے فی روپیہ ٹیکس عائد کر دیا گیا ہے اس پیشہ ور کو خلاف آئین و دستور خرید و فروخت پر اپنی ذات سے ٹیکس ادا کرنا پڑ رہا ہے

ف اور ستم ظریفی یہ ہے کہ دس ہزار روپئے کے اندر بکری پر معافی اور پچیس ہزار بکری کے اندر روپیہ کی رعایت تھے اور ختم کیا نمائندگان قوم اور واضعان قوانین نے تو یہ سمجھتے ہوئے یہ مراعات رکھی تھیں کہ اسقدر کم تجارت کرنے والے کا منافع اسکی زندگی ہی کیلئے ناکافی ہے مگر عمال حکومت نے اپنی حسن کارگذاری یہی قرار دی ہے کہ اگر کسی کی حقیقی بکری اندرون دس ہزار یا اندرون پچیس ہزار ہو تو اسکو داہری دگنی بتلا کر معاد استثنیات سے یا کلی سیلز ٹیکس سے محروم کیا جائے اور اسکے سمجھنے سے پیشتر فوراً آکشنر کو ہمراہ لیجا کر اسکے ادارہ و اثاثہ کا ہراج کرا دیا جائے گر کسی نے مطلوبہ ٹیکس ادا بھی کر دیا تو بلا تکمیل ضرورت ہراج آکشنر کا معاوضہ انکا اس یا کم و بیش جبراً دلا دیا جائے

ف کسی ادارہ میں شب و روز کسی وقت بھی عوام اور گاہکوں کی موجودگی میں جمعیت کیساتھ داخل ہو کر تحکمانہ گفتار و کردار کیساتھ جامہ و خانہ تلاشی لینا تجارت سے متعلقہ و غیر متعلقہ رقوم کا شمار کرنا جسقدر متعلقہ و غیر متعلقہ خانگی کاغذات اور رجسٹرات ملیں بے ضابطہ بلا ترتیب فہرست حاصل کرنا اور نا واقف زبان میں جو چاہے تحریر لکھ کر مالک یا منیجر کو یہ بتلائے اور سمجھائے بغیر کہ کیا لکھا ہے ؟ دستخط لے کر اسکو کشاکشی میں مبتلا کرنا روزمرہ کا عام عمل ہو گیا ہے جسمیں سراسر ہماری بے عزتی کا کتنی نقصان اور تباہی ہے

ف اور اس خصوص میں غریب پیشہ ور کے لئے دادرسی اور چارہ کار قانونی زیادہ مہنگی یوں ہے کہ منفصلہ رقم اندرون میعاد داخل کرلے تو فریاد ہمیں پر آتی ہے جسمیں پیروی، کشاکشی اور اخراجات علیحدہ ہیں ان مصروفیات کے باعث عدم نگرانی کاروبار کے سبب جو نقصان و تباہی علیحدہ ۔

ف لہذا مذکورہ بالا حالات کے تحت یہ جلسہ عام متفقہ آراء

بقیہ صفحہ ۳۲

قطعہ

دنیا میں کبھی تقدیر کو رویا نہیں کرتے
اور جامۂ کہنہ کو کبھی دھویا نہیں کرتے
قیمت جو ادا کرتے ہیں بازار میں بر وقت
زر کو بھی بلا وجہ یہ کھویا نہیں کرتے

(طلائی)

(آمدہ از نذری بلغ برائے شیراز ہفتہ وار)

سائنسی تاریخ کا اہم واقعہ

۸۰ لاکھ میل کی بلندی سے پیغامات

امریکہ کا مصنوعی سیارہ پائیونیر ۵ جو دو ماہ قبل داغا گیا تھا اب ۸۰ لاکھ میل سے بھی زیادہ بلندی پر پہنچ گیا ہے اور وہاں سے ڈیڑھ سو واٹ کے ٹرانسمیٹر کے ذریعہ بدستور اپنی اطلاعات بھیج رہا ہے سائنسی تاریخ میں یہ ایک اہم واقعہ ہے یہ سیارہ مزید کتنی بلندی تک جائیگا سائنسدان اسکے متعلق کوئی پیشگوئی کرنے کو تیار نہیں۔

امریکہ کا مصنوعی سیارہ پائیونیر ۵ سورج کے گرد مدار پر برابر آگے بڑھتا جارہا ہے اسکا ۱۵۰ واٹ کی طاقت والا ٹرانسمیٹر معلومات نشر کررہا ہے یہ ٹرانسمیٹر پچھلے اتوار کو مانچسٹر کے زمینی اسٹیشن سے ریڈیائی لہروں کے ذریعہ چالو کیا گیا اور صرف ڈیڑھ منٹ کے بعد پیغامات نشر کرنے لگا حالانکہ سیارہ ۸۰ لاکھ میل سے بھی زیادہ بلندی پر پہنچ چکا ہے۔ خلائی اور فضائی انتظامیہ کے ناظم کینتھ گلینن نے کہا کہ اس مصنوعی سیارے کی دوسری خصوصیوں اور کامیابیوں کیطرح اتنی عظیم بلندی سے پیغام نشر کرنا بھی ایک اہم تاریخی واقعہ ہے ہمیں یقین ہے کہ دنیا کی سائنسی برادری پائیونیر ۵ کی اس نئی کامیابی میں شریک ہے۔ آپ نے مانچسٹر میں زمینی اسٹیشن کے سائنسدانوں کو مبارکباد دی کہ وہ اس مصنوعی سیارے سے عمدگی سے برابر رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں اور اطلاعات وصول کررہے ہیں۔ یہ مصنوعی سیارہ ۱۱ر مارچ سنہ ۱۹۶۰ء کو کیپ کیناورال سے داغا گیا تھا اور ۵ واٹ کے ٹرانسمیٹر سے اطلاعات برابر موصول ہوتی رہی ہیں جب یہ سمجھا گیا کہ اب یہ ٹرانسمیٹر زیادہ دیر تک کام نہیں دے سکےگا کیونکہ سیارہ ۸۰ لاکھ میل کی بلندی پر پہنچ چکا ہے تو ۱۵۰ واٹ قوت والا ٹرانسمیٹر چالو کیا گیا جو اب تک مصنوعی سیاروں میں لگے ہوئے تمام ٹرانسمیٹروں میں سب سے بڑا اور زیادہ طاقتور ہے

اسے چالو کرنے کے تین مرحلے طے کرنے پڑے گذشتہ سنیچر کو ٹرانسمیٹر کے ساتھ زمینی اسٹیشن سے رابطہ قائم کیا گیا جس سے ایک لہر کے ذریعہ اسکے خلا بند میں برقی قوت داخل ہوئی "رزسٹر" کو محدود کیا گیا اور منٹ بھر "فلامنٹ" کو گرمایا گیا چھ گھنٹے کے بعد یہ عمل دہرایا گیا اور دوسری بار اس سے رابطہ قائم کیا گیا اس سے برقی لہر خارج ہوگئی اور فلامنٹ کو چند منٹ تک خوب گرم کیا گیا یہ چرخی دونوں معائنوں میں پوری اتری۔ آخر سنیچر کو تین متواتر مرحلوں پر اس سے رابطہ قائم کیا گیا اس سے ۱۵۰ واٹ کے ٹرانسمیٹر میں بجلی کو منتقل کرنے والے آلے میں قوت وحرکت پیدا کی گئی جو سیارہ داغنے کے وقت سے استعمال میں نہیں لایا گیا تھا اور اسے متواتر طور پر شعاع زنی ہوتی رہی تھی۔ ۱۵۰ واٹ کے اس ٹرانسمیٹر کی لمبائی چوڑائی ۱۵ اور ۵ انچ ہے۔ تین آوازوں بلندی لانیوالی ڈبیوں میں لگی ہوئی ہیں جو اتنی ہی بڑی ہیں جتنی عام ریڈیو سیٹوں میں ہوتی ہیں اسمیں تار اور رزسٹر وغیرہ بھی لگے ہیں اسکا کل وزن ۵ پونڈ ہے چونکہ اس ۱۵۰ واٹ کے ٹرانسمیٹر سے پیغام وصول کرنے میں بہت قوت خرچ ہوتی ہے اسلئے ہر ۲۰ گھنٹے کے بعد صرف دو سے تین منٹ تک پیغام نشر ہوتے رہتے ہیں۔ مانچسٹر کا زمینی اسٹیشن اب اس

ٹرانسمیٹر ست فی سیکنڈ ۸ سے ۶۴ الفاظ تک کا پیغام وصول کرتا ست پچھلے چند ہفتوں سے مانچسٹر اور ہوائی جزیرے کے زمینی اسٹیشنوں کو درف ایک پیغام فی سیکنڈ موصول ہو رہا ہے کیونکہ سیارہ اب لاکھوں میل دور ہے اور ۵ واٹ کا ٹرانسمیٹر کمزور ہو چکا ہے۔ ۵۰۰ لم آفتابی خانوں کے ذریعہ ٹرانسمیٹر میں آفتابی حرارت اور قوت پیدا ہوتی رہتی ہے اور ا میں چار بازو گول دائرے میں لگے ہوئے ہیں ان بازوؤں کے ساتھ آفتابی توانائی جذب کرنے کے دانہ دار ٹوٹے لگے ہوئے ہیں۔ جن سے ٹرانسمیٹر کی بیٹریوں میں قوت جمع ہوتی ہے اور ٹرانسمیٹر پیغام نشر کرنے کے قابل ہوتا ہے یہ بیٹریاں عام ٹارچوں میں لگی ہوئی معمولی بیٹریوں کے برابر ہیں لیکن ان میں زبردست قوت پائی جاتی ہے۔ ان بیٹریوں سے ۲۸ بولٹ سے بھی زیادہ والی الیکٹرانکوں ریسیوروں اور ٹرانسمیٹروں کو قوت حاصل ہوتی ہے اس وقت یہ پیشگوئی کرنا ممکن نہیں کہ مصنوعی سیارے کے اس ٹرانسمیٹر سے کب تک اطلاعات نشر ہوتی رہینگی۔ حالیہ ہفتوں میں ۵ واٹ کے ٹرانسمیٹر میں ذرا سی خرابی دیکھی گئی تھی اور اسے درست کیا گیا تھا لیکن دوسرے ٹرانسمیٹر میں بھی کوئی خرابی واقع ہونیکا امکان ہے بیٹریوں میں کسی قدر خرابی کا پتہ لگ رہا ہے ممکن ہے یہ بعض قوت خارج ہونیکا نتیجہ ہو سیارے میں ہزاروں قسم کے پیچیدہ آلات لگے ہوئے ہیں ان کا پورا پورا ایک معجزے سے کم نہیں یہ سال پالونیر ۵ کے ذریعہ خلائی سفر اور بین الکرنی اطلاعات بہم کرنے میں انادیت کا اہم ثبوت دیا ہے ایک ۱۰۹ لکھنے سے بھی مادہ کی معلومات نشر کی ہیں حالانکہ صرف ۲ ماہ قبل داغا گیا ہے ان معلومات کے باعث آفتابی دھماکوں اور زمین کے مقناطیسی حلقہ کے متعلق متعدد نظریے منظر عام پر آئے ہیں

واشنگٹن کے اسلامی مرکز میں اسلام کے متعلق امریکی عالم کا لیکچر

واشنگٹن ۱۲ رمئی۔ گذشتہ ہفتہ واشنگٹن کے اسلامی مرکز میں ایک امریکی عالم نے لیکچر دیتے ہوئے واضح کیا کہ عالم اسلام کے اندر دکھائی دینے والے تنوع و اختلاف میں اتحاد پایا جاتا ہے

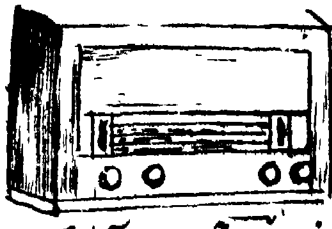
ان ہفتہ وار لیکچروں کا یہ پروگرام مرکز کی طرف سے اس مقصد سے منعقد کیا جا رہا ہے کہ امریکی عوام اسلام کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گذشتہ منگل کی رات کو مرکز کا لیکچر ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا تھا کالگیٹ یونیورسٹی کے دینیات کے پروفیسر ڈاکٹر کینتھ مارگن نے سامعین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "جہاں تک مقامی رسم و رواج، لباس، زبان اور دوسری باتوں کا تعلق ہے مسلمانوں میں تنوع و اختلاف پایا جاتا ہے لیکن میرے خیال میں ان (مسلمانوں) کے دلوں میں اسلام کے بنیادی اتحاد کا جذبہ موجود ہے"

مارگن نے اس خیال کا اظہار کیا کہ آنے والے برسوں میں "مغربی اثر" کی بجائے صنعتی فروغ مسلمانوں کے لئے مسائل پیدا کرے گا۔

انہوں نے کہا جہاں تک مجھے علم ہے کالگیٹ یونیورسٹی میں صرف ایک مسلمان طالب علم ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ انکی تعداد زیادہ ہو۔ مارگن "اسلام، سیدھی راہ" کے ایڈیٹر ہیں جو اسلام کے متعلق مسلم علماء کی حال میں مطبوعہ تحریروں کا مجموعہ ہے



روحانی ریڈیو



ناشر:- مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنیکی جراءت نہیں کر سکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ شکیلہ بیگم بھوپالی سے تکلس بیگ اندوری کی غزل سن رہے تھے جسکا ایک شعر تھا ؎

کیا خوشامد ہو رہی تھی ووٹ لینے کے لئے
کیسی آنکھیں پھیر لیں، مطلب نکل جانیکے بعد

اب پیران شہر کے نمایندے جناب سپوت ہونہار پوری برادران شہر کے انتخابی جلسوں پر ایک خاکہ نشر فرمائینگے

جناب سپوت ہونہار پوری

بھائیو، بہنو اور دوستو! جوں جوں بلدیہ کے انتخابی دنگل کی تاریخ قریب آتی جا رہی ہے اس دنگل میں حصہ لینے والے پہلوان ڈنڈ پیل رہے ہیں اور دم بنا رہے ہیں، بعض پہلوان اپنے جسم پر روغن زیتون ملنے کی بجائے اپنے حلقے کے رائے دہندگان کے تیغوں پر "روغن قاز" ملنے کی سعی میں لگے ہوئے ہیں۔ بعض پہلوان روغن قاز کی عدم دستیابی یا گرانی کی وجہ سے "مسکہ فیکیشن" کا نسخہ آزما رہے ہیں، یعنی ووٹروں پر مسکہ لگا رہے ہیں دلیں کا سب سے بڑا ایاسی اکھاڑا یعنی کانگریس اپنے پٹھوں کو پوڈر کا دودھ پلا کر اور بناسپتی گھی اور کیڑے لگے ہوئے گوداموں میں بند گیہوں کھلا کر کشتی کے لئے تیار کر رہا ہے کانگریسی پٹھے کھدر کے لنگ لنگوٹے کسکے انتخابی داؤ پیچ کی مشق کر رہے ہیں

ادہر کمیونسٹوں کے دنگل رنگ میں بھی زور و شور کے ساتھ زیر زمین یا بالائے زمین تیاریاں جاری ہیں، کمیونسٹ جماعت اپنے پٹھوں کو وڈ کا وہسکی اور گرم سیب پلا کر کشتی کے لئے تیار کر رہی ہے۔ کمیونسٹ پٹھے خروشچیف پالیسیاں اور یا اسٹالن کے نعرے بلند کر رہے ہیں، ہتوڑا اور درانتی چمکا رہے ہیں اور فری اسٹائل کشتی کی مشق کرتے جا رہے ہیں

دلیس کی تالاتوڑ، بورڈ سا ڈ اور انگریزی ٹپاؤ جماعت یعنی سوشلسٹ جماعت بھی دنگل کی تیاری میں شب و روز مصروف ہے وہ اپنے پٹھوں کو سرکاری گوداموں کے گیہوں سستے داموں بلکہ مفت کھلانے کی ہوا کھلا کر کشتی کے لئے موٹا کرتی جا رہی ہے سوشلسٹ پٹھے انگریزی ہٹاؤ اور تالا توڑ کر گیہوں کھلاؤ کے نعرے لگا لگا کر ڈنڈ پر ڈنڈا اور بیٹھک پر بیٹھک لئے جا رہے ہیں

ادھر اتحاد المسلمین کے دنگل میں بھی زور و شور سے کشتی کی تیاریاں جاری ہیں! اتحاد المسلمین کے پٹھے "یا حضرت زکواۃ" اور "یا حضرت بیت المال" کے نعرے لگا لگا کر انگ

لگانے، پینترے بدلنے اور ہتھے چڑھانے کی مشق کر رہے ہیں۔

آزاد امیدوار بھی اپنے ڈیڑھ اینٹ کے الگ سلگ دنگل میں لوگوں کی بیٹھک جمائے، بیٹھک لگا رہے ہیں، مگدر ہلا رہے ہیں اور بغلی گھونسے کی مشق کر رہے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بلدی انتخابات کی یہ کشتیاں ماہ جون میں ہونگی۔ یعنی مانسون چلتے ہی اور پہلی پھوار پڑتے ہی انتخابی پہلوان مینڈک کی طرح پھدک پھدک کر دنگل میں اتر جائینگے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ گذشتہ دنگل کے پہلوان جو مسکہ پالش کر کے، خوشامد، چاپلوسی اور سازشیں کر کے، کچھ کھلے وعدے کر کے، جل دیکر اور ہتھیلی میں جنت دکھا کر کسی نہ کسی طرح کشتیوں میں کامیاب ہو گئے تھے آیا وہ رنگ کے باہر پھینک دئے جائینگے یا رنگ ہی میں ان کا داخلہ ممنوع رہیگا۔ کیا ان کو ووٹ دے کر کامیاب بنانیوالے عوام ان کے ان وعدوں کو جو شرمندہ ایفا نہیں ہوئے ان کو یاد نہیں دلائینگے۔ کیا انکے گذشتہ اقوال و افعال گفتار و کردار کا جائزہ نہیں لیا جائیگا۔ یہ سب کچھ اگر نہ بھی ہو تو، خود یہ لوگ کیا صورت لیکر عوام کے سامنے آئینگے۔

گذشتہ منتخب ہونے والوں نے اپنے اعمال سے یہ ثابت کر دیا کہ انہوں نے عوام سے جو لمبے چوڑے وعدے کئے تھے وہ عدم ایفاء کے تحفظ ذہنی اور وعدہ کر کے مکر جانے کی نیت ہی سے کئے تھے ؎

وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا

الغرض گذشتہ برادران شہر نے اپنے طرز عمل اور سلوک سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ پسران شہر کے بھائی نہ تھے بلکہ سوتیلی ماں تھے ظاہر ہے کہ سوتیلی ماں سے خیر کی امید رکھنا سراب ہے

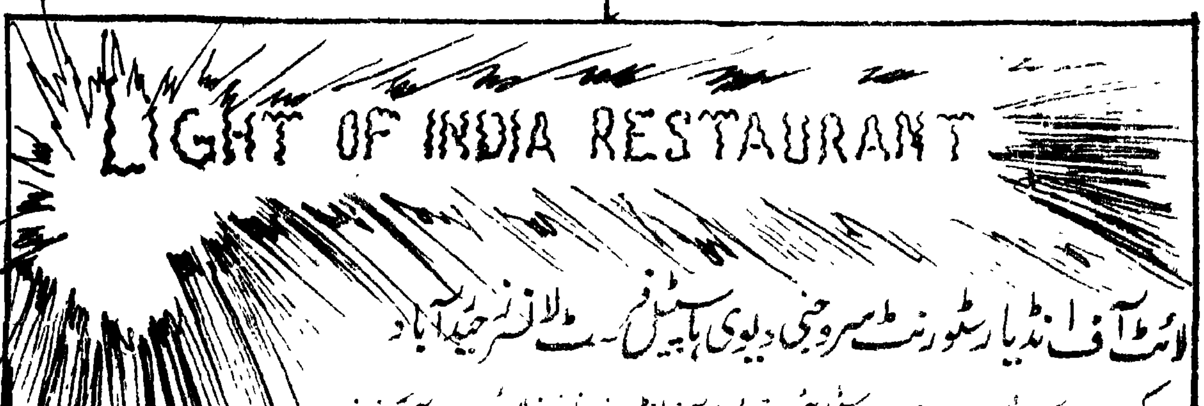
آب اور سرو سے ثمر طلب کرنے کے مترادف ہے عجب نہیں کہ ان برادران شہر کے سلوک کو دیکھ کر پسران شہر کہہ رہے ہونگے کاش! ہم ان برادران شہر کے پالے نہ پڑتے۔ ہم بن بھائی اور بغیر زور بازو ہی رہتے۔ دل کو یہ تسلی تو رہتی کہ امور شہر کی انجام دہی کے لئے کوئی بھائی نہیں ہے

ان برادران شہر نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں ان کے منجملہ یہ کارنامہ زریں حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ ان برادران شہر کی کونسلری کے دوران میں ایک لڑکا گنده سوامی مارکٹ کی موری میں بہہ گیا ــــــــ

اس لڑکے کے ماں باپ اراکین بلدیہ کو دن رات دعائیں دے رہے ہیں کہ انکی رکنیت تا یوم النشور بر آمدگی اجسام از قبور چلتی ہی رہے تاکہ اور بھی لڑکے بلدیہ کی موریوں میں غرق ہوتے جائیں اسطرح اضافہ آبادی اور قلت و گرانی کا مسئلہ خود بخود حل ہوتا جائے

قلت و گرانی کا ذکر آیا تو لگے ہاتھوں یہ تذکرہ بے جا نہوگا کہ ان برادران شہر کی رافت و عنایت سے گوشت کا نرخ دن دونا اور رات چوگنا بڑھتا ہی جا رہا ہے ــ طرفہ یہ کہ ہفتہ کے دن ذبیحہ گوسفندان اور گوشت کی فروخت پر پابندی عائد کر دی گئی ہے تاکہ قصاب دھڑلے سے بلیک مارکٹ کریں اور جمعہ ہی کو اتنے بکرے ذبح کر دیں کہ ہفتہ کی تلافی ہو جائے

بلدیہ کے دنگل کے گذشتہ پہلوانوں کی اقربا پروری اور احباب نوازی کے متعلق تو کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ بلدیہ کی قلت و گرانی کی ہر دوکان انکی اقربا پروری اور احباب نوازی کا سائن بورڈ بنی ہوئی ہے۔



بیان کیا جاتا ہے کہ ان اراکین نے اپنے اپنے دولت خانوں کے سامنے ہم خرما اور ہم ثواب کے اصول پر ممنٹ کی سڑکیں بنائی ہیں۔ اپنے اپنے پسند کے گلنہ داروں کو سڑک بنانے کا گلنہ دو "نصف لی و نصف لک" کے زرین اصول پر دیا گیا ہے

ان تجربات کی روشنی میں رائے دہندگان سے میری "غیر مخلصانہ" گذارش ہے کہ وہ پُرانے اراکین کو پھر ایک مرتبہ دوٹ دیکر کامیاب بنائیں۔ تا کہ ہم ان تجربہ کار اراکین کے "زرین تجربوں" سے پھر ایک بار استفادہ کر سکیں

ایکزانوری بیٹر یہ ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ بہوتت ہونہار ریوری سے تقریر سن رہے تھے اب ہماری نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آئندہ ہفتے تک کے لئے اجازت دیجئے ——— (دہقتہ بحر)

نیویارک کے عجائب گھر میں اسلامی آرٹ گیلری

نیویارک ۹ رمئی۔ یہاں کے میٹرو پالیٹن میوزیم آف آرٹس کے ایک افسر ارنسٹ گروب نے بتایا کہ اسلامی آرٹ گیلری اسلامی آرٹ کی مکمل تاریخ کی مظہر ہوگی۔ مسٹر گروب عجائب گھر کے نائب مہتمم ہیں اور وہ میوزیم میں مشرق قریب کے شعبہ میں پروفیسر ارنسٹ کوہنل کیا تحت کام کرتے رہتے ہیں آپ نے بتایا کہ میٹرو پالیٹن عجائب گھر نے جو مجموعہ اکٹھا کیا ہے وہ بہت جامع ہے مجھے اس سے زیادہ گوناگوں اور زیادہ وسیع مجموعے کا علم نہیں گروب نے یہاں ایرانی آرٹ کی عالیہ کانگریس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ایران اسلامی اور اس سے پہلے کے آرٹ کے لئے بجا طور پر مشہور ہے، بغداد، قاہرہ اور استنبول نے اسلامی آرٹ کے خزانوں سے دنیا کو مالا مال کیا ہے آپ نے کہا جب ہم اسلامی آرٹ کا ذکر کرتے ہیں تو ہماری مُراد آرٹ کے اس عظیم خزانے سے ہے جو قاہرہ میں ۱۴ ویں صدی کے مسودوں اور بغداد کی ابتدائی فنکاری، ترکی کی شالوں، قالینوں، شام اور عراق کے چینی کے برتنوں اور باقی اسلامی دنیا کی نادراشیاء کی صورت میں پایا جاتا ہے اسلامی گیلری کی تعمیر میں ابھی سال بھر لگیگا اس اثناء میں دوسری گیلریوں میں اس آرٹ کی نمائش ہوگی۔ گروب نے کانگریس کو کتاب البنیرہ (گھوڑوں کی پرورش وغیرہ سے متعلق مجلد) تصنیف کے متعلق خطاب کیا آپنے قاہرہ میوزیم کے مہتمم کا شکریہ ادا کیا جس نے انھیں آرٹ کی اشیاء کے مطالعہ اور مسودوں کی تصویریں کھینچنے کی اجازت دی تھی

امریکہ کا عظیم انسان دوست ۔ جان ڈی راک فیلر

امریکہ میں صنعت تیل کے بانی کے فرزند جان ڈی راک فیلر جونیر کی وفات کے بعد دنیا کے اس عظیم ترین ادارے کی ڈائرکٹری تیسری پشت کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ یہ ادارہ رفاہ عامہ کی سرگرمیوں کے لئے مشہور ہے۔ راک فیلر جونیر جنھوں نے اپنے مرحوم باپ کے ساتھ مل کر اور ان کے بعد دنیا بھر کے ملکوں کو کیمیائی، طبی اور تعلیمی مقاصد کے لئے قریباً ۳ ارب ڈالر کی رقوم دی تھیں۔ گذشتہ منگل وار ٹسکن (ایریزونا) میں ۸۶ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ وہ کافی عرصے سے بیمار چلے آرہے تھے۔ راک فیلر کنبے کی طرف سے دور دراز ملکوں میں رفاہ عامہ کی سرگرمیاں انجام دی گئی ہیں۔ اب یہ کنبہ بہت وسیع ہو چکا ہے اور اسکا ایک رکن نیلسن راک فیلر ریاست نیویارک کا گورنر ہے۔ جان ڈی راک فیلر جونیر نے دولت پیدا کرنے میں اپنے باپ کی مدد کی تھی لیکن آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اس دولت کو رفاہ عامہ کی سرگرمیوں پر خرچ کرنے میں گذارا۔ راک فیلر فاؤنڈیشن نے ان کی وفات سے کئی گھنٹے پہلے رفاہ عامہ کے لئے قریباً ۵۴ لاکھ ڈالر کے باقاعدہ مالی عطیے کا اعلان کیا تھا۔

مرحوم راک فیلر نے جن منصوبوں میں خصوصی دلچسپی لی ان میں ایک یونیورسٹی احاطوں میں بین الاقوامی قیام گاہوں کے متعلق ہے جنھیں طلباء رہتے اور کام کرتے ہیں۔ ان کا ایک اور قابل فخر کارنامہ نیویارک شہر میں راک فیلر مرکز کا قیام ہے۔ یہ شہر کے وسط میں بہائیشی عمارتوں اور تفریح گاہوں پر مشتمل ہے۔ راک فیلر فاؤنڈیشن کی طرف سے جو عطیات دئے گئے ہیں ان میں چند قابل ذکر حسب ذیل ہیں:-

پیکنگ یونین میڈیکل کالج۔ چین۔ ساڑھے تین کروڑ ڈالر
فرانس میں ورسیلز اور دیگر محلات کی بحالی کے لئے ۲۸ لاکھ ڈالر
نیویارک میں اتحادی سبھا کے صدر دفاتر کے قطعہ زمین کی خرید کیلئے ۹۰ لاکھ ڈالر
میوزیم آف ماڈرن آرٹ نیویارک کے قطعہ زمین کی خرید کے لئے ۱۰ لاکھ ڈالر
ولیمز برگ ورجینیا کی بحالی کے لئے ۵ کروڑ ڈالر
طبی تحقیق کے متعلق راک فیلر فاؤنڈیشن کے لئے ۸ کروڑ ۳۰ لاکھ ڈالر
پرڈلٹ دینیاتی تعلیم سے متعلق سیلانگ فنڈ کے لئے دو کروڑ ڈالر
نیویارک یونیورسٹی۔ میڈیکل سنٹر کے لئے ۱۰ لاکھ ڈالر
فرک میوزیم نیویارک کو آرٹ کے عطیوں کے لئے ۱۷ لاکھ ڈالر
فورٹ ٹرایون پارک نیویارک کے لئے ۶۰ لاکھ ڈالر
ہارورڈ بزنس اسکول کے لئے ۵۰ لاکھ ڈالر
بیپٹسٹ کلیسا (چرچ) اور اسکی ایجنسیوں کے لئے ۱۰ لاکھ ڈالر
(یہ رقم کئی برس تک دی گئی)

بقیہ قرارداد جلسہ عام ہوٹل اونرز اینڈ کنٹریکٹرز بسلسلہ صفحہ ۲۶

کے ساتھ یہ قرارداد پاس کرتی ہے کہ شری مرارجی دیسائی مرکزی وزیر فنانس کا اس خصوص میں جو نظریہ ہے وہ اس سے ہر طرح بہتر ہے اور ایسی حکومت آندھرا پردیش کی توجہ صاحب ممدوح کے اس بیان کی جانب مبذول کراتی ہے جو سیلز ٹیکس کے بجائے عام طور پر زائد اکسائز ڈیوٹی عائد کئے جانے کے بارے میں دیا ہے اور اس سے تجارت پر آئے دن عہدہ داروں کے ناواجبی جبر تادہی کا اندازہ نہیں بلکہ مجوزہ محصول سرمایہ دار و غریب ہر دو پر مساویانہ تقسیم کا موجب ہوگا

قطعہ

کیسی پھیلی ہے گل کی بو دیکھو ‖ بہتی جاتی ہے آج جو دیکھو
مئے کے بارہ میں آج ساقی سے ‖ کیسی ہوتی ہے گفتگو دیکھو

(آمدہ از غوری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

اطلاعات و تعلقات عامہ حکومت آندھراپردیش

ریاست آندھراپردیش کی آمدنی!

تین سال میں (۲۹٫۸) فیصد کا اضافہ

شری پی تماله رنگاریڈی وزیر منصوبہ بندی نے اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے ریاست میں فی کس آمدنی اور مختلف شعبوں میں پیداوار کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ریاست آندھراپردیش کی آمدنی ۱۹۵۲-۵۳ء میں (۷۸۴) کروڑ روپے اور ۱۹۵۵-۵۶ء میں (۸۲۸) کروڑ روپے تھی۔ اس طرح پہلے منصوبے کے چار برسوں میں ریاست کی آمدنی میں موجودہ قیمتوں کے لحاظ سے (۴۴) کروڑ روپے کا اضافہ ہوا۔ البتہ ۱۹۵۲-۵۳ء کی قیمتوں کے لحاظ سے اسی مدت میں ریاست کی آمدنی میں (۱۳۵) کروڑ روپے یا (۱۷٫۲) فیصد کا اضافہ ہوا۔ فی کس آمدنی بھی جو سنہ ۱۹۵۲-۵۳ء میں (۲۴۷) روپے تھی۔ سنہ ۱۹۵۵-۵۶ء میں مستقل قیمتوں کے لحاظ سے (۲۷۸) روپے تک پہنچ گئی۔ دوسرے منصوبے کے پہلے تین برسوں میں ریاست کی آمدنی میں حالیہ قیمتوں اور مستقل قیمتوں دونوں کے لحاظ سے مسلسل اضافہ ہوا ہے جو حالیہ قیمتوں کے لحاظ سے سنہ ۱۹۵۶-۵۷ء میں (۹۲۹) کروڑ تک اور ۱۹۵۸-۵۹ء میں (۱۱۷۵) کروڑ تک اور مستقل قیمتوں کے لحاظ سے ترتیب وار (۹۱۹) کروڑ اور (۹۸۹) کی آمدنی میں حالیہ اور مستقل قیمتوں کے لحاظ سے ترتیب وار (۲۹٫۸) فیصد اور (۷٫۸) فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ حالیہ قیمتوں کے لحاظ سے سنہ ۱۹۵۶-۵۷ء میں فی کس آمدنی (۲۷۷) روپے اور ۱۹۵۸-۵۹ء میں (۳۱۲) روپے تھی اور مستقل قیمتوں کے لحاظ سے یہ (۲۷۴) روپے سے بڑھ کر (۲۸۷) روپے تک پہنچ گئی۔ ۱۹۵۲-۵۳ء سے ۱۹۵۸-۵۹ء تک کی مدت میں زرعی وسائل کی آمدنی ریاست کی کل آمدنی کے (۵۳٫۷) فیصد سے لے کر (۴۲٫۴) فیصد تک رہی۔ صنعتوں کے شعبے میں اسی مدت کی آمدنی کل آمدنی کے (۹٫۸) فیصد سے (۱۱٫۴) فیصد تک۔ اور تجارت حمل و نقل اور مواصلات کے شعبوں میں آمدنی کا تناسب (۷٫۳) فیصد سے لیکر (۱۸٫۵) فیصد تک رہا۔

پیداوار میں اضافہ

شری رنگاریڈی نے یہ بھی بتایا کہ ۱۹۵۱-۵۲ء میں ریاست میں اناج اور دالوں کی پیداوار (۴۱٫۶۰) لاکھ ٹن تھی۔ سنہ ۱۹۵۵-۵۶ء تک یہ بڑھ کر (۵۵٫۳۳) لاکھ ٹن تک پہنچ گئی۔ اس طرح (۱۳٫۷۳) لاکھ ٹن یا (۳۳) فیصد کا شاندار اضافہ ہوا۔ سنہ ۱۹۵۸-۵۹ء میں ریاست میں غذائی اجناس کی پیداوار (۶۰٫۹۶) لاکھ ٹن تھی جس سے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کے پہلے تین سال کی مدت میں (۶٫۶۳) لاکھ ٹن یا (۱۱٫۹) فیصد کا اضافہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس طرح ۱۹۵۱-۵۲ء سے ۱۹۵۸-۵۹ء تک کی مدت میں ریاست میں غذائی اجناس کی پیداوار (۴۱٫۶۰) لاکھ ٹن سے (۶۱٫۹۵) لاکھ ٹن تک پہنچ گئی۔ گنے کی پیداوار (گڑ کی مقداروں میں) سنہ ۱۹۵۱-۵۲ء میں (۵٫۲۰) لاکھ ٹن ۱۹۵۵-۵۶ء میں (۵٫۱۸) لاکھ ٹن اور سنہ ۱۹۵۸-۵۹ء میں (۷٫۱۳) لاکھ ٹن رہی۔ کپاس کی پیداوار میں بھی ۱۹۵۱-۵۲ء کی (۱٫۲۸) لاکھ گانٹھوں کے مقابلے میں ۱۹۵۸-۵۹ء میں (۱٫۳۰) لاکھ گانٹھوں تک پہنچی۔ مونگ پھلی، ارنڈی

قطعہ

بے لطف کا اس دہر میں جینا نہیں اچھا ‖ زاہد مئے گلرنگ کا پینا نہیں اچھا
کہتی ہے یہی بادِ خزاں آ کے چمن میں ‖ پوشاک بھی گل کیلئے سینا نہیں اچھا

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

اور تلی کی پیداوار جو سنہ ۵۲-۱۹۵۱ء میں (۲۵٫۱۱) لاکھ ٹن تھی سنہ ۵۶-۱۹۵۵ء میں بڑھ کر (۳۴٫۱۱) لاکھ ٹن ہوگئی۔ البتہ سنہ ۵۹-۱۹۵۸ء میں تیل کے ان بیجوں کی پیداوار (۴۰٫۱۱) لاکھ ٹن رہی۔

معدنی پیداوار کا ذکر کرتے ہوئے وزیر منصوبہ بندی نے بتایا کہ کوئلہ میگنیز ابرک لوہے کی کچ دھات چونے کا پتھر اسٹیٹائٹ وغیرہ ریاست کی اہم معدنی پیداواریں ہیں۔ ریاست کی معدنی پیداواروں کی تخمینی قیمت سنہ ۵۲-۱۹۵۱ء میں (۵٫۱۸) کروڑ روپے ۵۶-۱۹۵۵ء میں (۶٫۴۰) کروڑ روپے اور سنہ ۵۹-۱۹۵۸ء میں (۹٫۱۸) کروڑ روپے رہی۔ اس مجموعی قیمت میں تقریباً آدھا حصہ کوئلے کی قیمت کا ہے جس کی پیداوار پچھلے (۹) برسوں میں تقریباً دگنی ہو چکی ہے۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں کوئلے کی پیداوار صرف (۷٫۶۳) لاکھ ٹن تھی جو مسلسل اضافے کی وجہ سے سنہ ۱۹۵۹ء میں (۱۵٫۹۷) لاکھ ٹن تک پہنچ گئی۔ چونے کے پتھر کی پیداوار سنہ ۱۹۵۱ء میں صرف (۱٫۱۷) لاکھ ٹن تھی۔ جو سنہ ۱۹۵۵ء میں بڑھ کر (۲٫۴۴) لاکھ اور سنہ ۱۹۵۹ء میں اس سے بھی بڑھ کر (۷٫۳۵) لاکھ ٹن ہوگئی۔ میگنیز کی پیداوار سنہ ۵۳-۱۹۵۲ء میں (۱٫۰۸) لاکھ ٹن سنہ ۵۶-۱۹۵۵ء میں (۱٫۰۶) لاکھ ٹن اور سنہ ۵۸-۱۹۵۷ء میں (۱٫۶۰) لاکھ ٹن رہی۔

شری ریڈی نے کہا کہ صنعتی شعبے میں سمنٹ شکر کاغذ اور سوتی کپڑے وغیرہ کی صنعتیں ریاست میں بڑے پیمانے کی بعض اہم صنعتیں ہیں۔ قومی منصوبے نے ان صنعتوں پر جو خوشگوار اثر ڈالا ہے اس کے نتیجے میں سمنٹ کی پیداوار جو سنہ ۱۹۵۰ء میں (۱٫۷) لاکھ ٹن تھی۔ سنہ ۵۶-۱۹۵۵ء میں (۲٫۰۴) لاکھ ٹن اور سنہ ۱۹۵۸ء میں (۳٫۷۷) لاکھ ٹن ہوگئی۔ شکر کی پیداوار بھی سنہ ۱۹۵۰ء میں (۰٫۳۷) لاکھ ٹن کے مقابلے میں سنہ ۱۹۵۵ء تک بڑھ کر (۱٫۴) لاکھ ٹن تک پہنچی۔ اس طرح سوتی تاگے کی پیداوار بھی اس مدت میں تقریباً دگنی ہوگئی جو سنہ ۱۹۵۱ء سے سنہ ۱۹۵۸ء تک (۱۳٫۰۲) ملین پونڈ سے بڑھ کر (۲۵٫۹۳) ملین پونڈ ہوگئی۔ کاغذ کی پیداوار تقریباً چوگنی ہوگئی جو (۵۱۴۹) ٹن سے (۲۰۵۹۶) ٹن تک پہنچ گئی۔ اس طرح ریاست میں برقی قوت کی پیدائش بھی تیزی سے بڑھتی ہوئی چوگنی ہوگئی۔ جو سنہ ۵۲-۱۹۵۱ء میں (۱۰۰٫۶۹) ملین کیلوواٹ گھنٹہ تھی۔ اور سنہ ۵۹-۱۹۵۸ء میں (۱٫۶۸) ملین کیلوواٹ گھنٹہ ہوگئی۔ بجلی کا فی کس صرفہ بھی بڑھ گیا ہے جو ۵۲-۱۹۵۱ء میں (۲٫۹) یونٹ سنہ ۵۶-۱۹۵۵ء میں (۴٫۷) یونٹ اور سنہ ۵۹-۱۹۵۸ء میں (۱۱٫۲) یونٹ رہا۔

ریاست کی آمدنی

ریاست آندھرا پردیش کی آمدنی نیچے بتائی جاتی ہے۔

(روپے کروڑں میں)

مدات	سنہ ۵۳-۱۹۵۲ء	۵۶-۱۹۵۵ء	۵۹-۱۹۵۸ء
۱- زراعت			
(الف) زراعت نگہداشت جانوران اور متعلقہ شعبے	۳۶۳٫۳۶	۵۴۶٫۳۴	۶۳۴٫۹۶
(ب) جنگلات۔	۱٫۶۰	۴٫۱۲	۳٫۲۵
(ج) سمکیات	۴٫۸۴	۶٫۰۹	۶٫۵۸
میزان (۱)	۴۹۹٫۸۰	۴۴۴٫۶۸	۶۴۶٫۷۹
۲- صنعت۔			
(الف) کان کنی۔	۴٫۵۰	۵٫۲۵	۷٫۹۵
(ب) کارخانوں اور فیاکٹریوں سے	۱۳٫۴۰	۲۱٫۳۷	۲۳٫۰۵
(ج) چھوٹی مہمیں	۵۳٫۱۹	۶۷٫۴۷	۶۵٫۵۱
میزان (۲)	۷۱٫۱۹	۹۴٫۰۹	۹۶٫۵۱

قطعہ

گُل نہ بکھرا یہ چمن کے ہوتے | بُو نہ پھیلی یہ سمن کے ہوتے

قسمت بد کا نتیجہ ہے سنو | مارے پھرتے ہیں وطن کے ہوتے

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

۳۔ تجارت، حمل و نقل اور مواصلات			
(الف) مواصلات (ڈاک تار اور ٹیلیفون)	۵٬۶۱۶	۷٬۶۲۶	۸٬۶۷۰
(ب) ریلوے	۱۲٬۶۰۴	۱۵٬۶۲۶	۱۷٬۶۲۶
(ج) منظم بینکنگ اور بیمہ	۲٬۶۹۹	۳٬۶۸۱	۴٬۶۸۱
(د) دیگر تجارت، حمل و نقل	۱۰۱٬۶۷۱	۱۱۱٬۶۲۹	۱۳۵٬۶۳۰
میزان (۳)	۱۲۱٬۶۹۰	۱۳۷٬۶۵۳	۱۶۶٬۶۰۸
۴۔ دیگر خدمات			
(الف) پیشہ وری، قوانین وغیرہ	۴۵٬۶۵۶	۵۴٬۶۷۰	۵۸٬۶۰۸
(ب) سرکاری خدمات	۴۸٬۶۲۴	۶۸٬۹۵۲	۷۵٬۶۳۶
(ج) خانگی خدمات	۴٬۶۴۶	۴٬۶۸۶	۵٬۶۳۹
(د) جائیداد و مکانات	۲۳٬۶۴۳	۲۴٬۶۰۶	۲۶٬۶۷۷
میزان (۴)	۱۲۱٬۶۹۹	۱۵۲٬۶۱۴	۱۶۵٬۶۶۰
فی کس آمدنی (حالیہ قیمتوں کے لحاظ سے)	۲۴۴٬۶۶۲	۲۵۰٬۶۴۱	۳۱۲٬۶۴۰
ریاستی آمدنی (مستقل قیمتوں کے لحاظ سے)	۴۹۔۶۴۸۴ لاکھ	۹۱۹٬۵۰۶ روپے	۹۸۸٬۹۸ روپے
فی کس (مستقل قیمتوں کے لحاظ سے)	۲۴۶٬۶۶۲ روپے	۲۷۷٬۹۵ روپے	۴۱٬۲۸۷ روپے

(اطلاعات)

سنگیت ناٹک اکاڈمی کی جانب سے مالی امداد

(۱)

سنگیت ناٹک اکاڈمی نئی دہلی کی جانب سے ایسے اداروں اور تنظیموں کو مالی امداد دی جائے گی جو موسیقی رقص اور ڈرامہ کے شعبوں میں تحقیقات، سروے، ترقی، تربیت نیز آرٹ کے احیاء اور تحفظ کی نوعیت کے خاص پروجیکٹ چلا رہے ہوں۔ اس اکاڈمی کی جانب سے ایسے اداروں کو جو موسیقی کی ابتدائی تربیت کا انتظام کرتے ہوں یا موسیقی کے حلقوں یا ڈرامہ کلبوں کو کوئی امداد نہیں دی جاتی ہے۔ ایسے اداروں کو جو خاص نوعیت کے ڈراموں کی تیاری میں مصروف ہوں فنکاروں یا ڈائرکٹروں کی تنخواہوں کے لئے امدادی عطیے دیئے جا سکتے ہیں۔ عملے کے اخراجات انتظامی اخراجات یا دفتری اخراجات کرایہ وغیرہ یا عمارتوں کی فراہمی کے اغراض کے لئے کسی صورت میں بھی کوئی امداد منظور نہیں کی جاتی ہے۔ صرف ایسے ادارے یا تنظیمیں مالی امداد حاصل کرنے کی مستحق ہوں گی۔ جنہیں اکاڈمی نے درخواست کی تاریخ سے کم سے کم ایک سال پہلے تسلیم کر لیا ہو۔ مالی امداد کے لئے درخواستیں مقررہ فارم پر پیش ہونی چاہئیں جو اکاڈمی کے دفتر ۴۔ اے۔ متھرا روڈ۔ جنگ پورہ نئی دہلی۔ ۱۴ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ درخواستیں ریاستی اکاڈمی کے توسط سے اور اگر کہیں ریاستی اکاڈمی قائم نہ ہو تو ریاستی حکومت کے توسط سے ہر سال ۳۰ جون تک اکاڈمی کے دفتر پر پہنچ جانی چاہئیں۔ درخواست کی ایک زائد کاپی اکاڈمی کے دفتر پر راست روانہ کی جا سکتی ہے۔ ہر سال ختم اکتوبر تک یہ معلوم ہو سکے گا کہ درخواست کا کیا تصفیہ کیا گیا ہے۔

قطعہ

عجیب ولولہ میں نے شباب میں دیکھا ‖ سرور و کیف کو جامِ شراب میں دیکھا
ملے ہوئے تھے جو دونوں بہم اسی باعث ‖ نبیؐ کی شان کو بھی بوترابؓ میں دیکھا

(شوق)

(آمدہ از نذری باغ برائے شیرازہ ہفتہ وار)

لندن کے ایک رسالے کی ضبطی

حکومت مغربی بنگال کا ایک اعلان آندھرا پردیش گزٹ میں بھی شائع کیا جا رہا ہے جس کے ذریعے "پریڈکش" نامی ایک رسالے کے مارچ ۱۹۶۰ء کے شمارے (بین الاقوامی ایڈیشن) کے تمام نسخے ضبط کر لئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ انگریزی زبان میں "بازار اسپیچ اینڈ مارٹ لمیٹڈ۔ ۲۴-اسٹور اسٹریٹ لندن۔ ڈبلیو۔ سی۔ ٹی نے شائع کیا اور ارتھورس پریس لمیٹڈ ووڈچسٹر اسٹواڈ ڈگلوس انگلینڈ نے چھپوایا ہے۔ یہ کارروائی اس بنا پر کی گئی ہے کہ اس رسالے نے پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کی ایک تصویر شائع کی ہے جس کا مقصد عمداً اور معاندانہ طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنا ہے۔ جس کی اشاعت قانون تعزیرات ہند ۱۸۶۰ء کے تحت قابل سزا ہے۔

سنٹرل الکٹرسٹی بورڈ

شری۔ ایس۔ اے۔ عبدالقادر چیف انجینئر برقی پروجکٹس حکومت کی جانب سے سنٹرل الکٹرسٹی بورڈ کے رکن نامزد کئے گئے ہیں۔ مذکورہ بورڈ انڈین الکٹرسٹی ایکٹ ۱۹۱۰ء کے تحت تشکیل دیا گیا ہے۔

کھمم ایجنسی ڈسٹرکٹ بورڈ

حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ نئے قائم شدہ کھمم ایجنسی ڈسٹرکٹ بورڈ کے ارکان کی مجموعی تعداد (۱۹) ہوگی۔ نیچے بتائے ہوئے اصحاب یکم اپریل ۱۹۶۰ء سے تین سال کی مدت کے لئے مذکورہ بورڈ کے ارکان مقرر کئے گئے ہیں۔

سرکاری ارکان۔

۱۔ کلکٹر ضلع کھمم (صدر)
۲۔ پرنسپل مددگار کلکٹر ضلع کھمم (نائب صدر)
۳۔ اسپیشل اسسٹنٹ ایجنٹ بھدراچلم۔
۴۔ ایجنسی ایجوکیشنل افسر۔ ساکنا ڈا۔
۵۔ ڈویژنل انجینئر (عمارات وشوارع) کھمم
۶۔ ڈسٹرکٹ ہلت افسر کھمم
۷۔ ایجنسی ایگریکلچرل افسر ساکنا ڈا
۸۔ ڈسٹرکٹ میڈیکل افسر کھمم۔
۹۔ ڈسٹرکٹ فارسٹ افسر۔ ایرگوداوری ڈویژن۔ راجمندری۔

غیر سرکاری ارکان

۱۔ شری جے۔ ونگل راؤ۔ صدر ضلع پریشد کھمم۔
۲۔ شری پی۔ وانی راما راؤ۔ ایم۔ ایل۔ اے۔ وینکٹا پورم۔
۳۔ شری محمد تحصیل ایم۔ ایل۔ اے کناورم
۴۔ شری راجہ راگھوار اجو یرم راجو۔ وینکٹا پورم
۵۔ شری ایس۔ وی۔ وی۔ نرسیمہ۔ بھدراچلم
۶۔ شری وائی۔ وی۔ سیوا شاستری تونا پلی۔ تعلقہ بھدراچلم
۷۔ شری نرہری ستی سائی پرساد راؤ۔ کناورم
۸۔ شری بوبتی راجو وینکٹ پتی راجو — راما چندرا پورم (براہ چرلہ)
۹۔ شری اولہ بھدریا نیگلا تعلقہ نوگور۔
۱۰۔ شری ڈاکٹر سرینواس۔ ورارا مچندراپورم

قطعہ

خونِ دل ما کرد خجل لعلِ بدخشانی را | رنگ ہم داد بگر صحنِ گلستانی را
صورتِ خوب کشیدہ بہ مداد نورنگ | نقشِ بہزاد شکستہ قلمِ مانی را

(آمدہ از نذری باغ برائے شمسیواز ہفتہ وار)

(لسلسلہ گذشتہ)

قدردانی

از جناب تمکین کاظمی صاحب

جیدرآباد میں سدی میروک بڑے اچھے پھکیت تھے محرم میں سوانگ رنگ وغیرہ خوب ہوتے تھے اور سپاہ منش افراد اپنے کمالات کا مظاہرہ بھی خوب کرتے تھے حضور غفران مکان نواب میر محبوب علیخاں بہادر سب مظاہرے ملاحظہ فرماتے تھے منجملہ اور لوگوں کے سدی میروک نے بھی اپنے کمال فن کی داد حضور سے خوب لی تھی اور بہت اشرفیاں پائی تھیں، ہر سال اشرفیوں سے سرفرازی ہوتی تھی حضور مرحوم کی رحلت کے بعد میروک نے محرم میں تلوار پھکنا قطعاً چھوڑ دیا تھا ایک بار مجھ سے ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا۔ سدی بابا! حضور کے توڑے بند ہوگئے تو تم نے محرم میں پھنکیتی ہی چھوڑ دی؟ میرا فقرہ سن کر میروک کی آنکھیں بھر آئیں چہرہ تمتما گیا قریب تھا کہ داڑھیں مار کر رونا شروع کر دے مگر ضبط کر کے گلوگیر آواز میں کہا۔ میاں! یہ بات نہیں ہے مجھے حضور نے ہمیشہ توڑے ہیں سرفراز فرمائے ہیں کبھی توڑے ملے کبھی کھچڑی (اشرفیاں اور روپے ملی ہوئی تھیلی) ملی اور کبھی صرف روپلے ہی ملے اللہ کے فضل سے اب بھی امراء اور راجگان شادیوں میں بلاتے ہیں اور انعام دیتے ہیں کہ عزت سے زندگی بسر ہو رہی ہے مگر رونا اس بات پر ہوں کہ حضور کے جیسا تلوار کا دھنی مجھے نہیں ملا۔ واہ وا سب ہی کہہ دیتے ہیں مگر جان کر سمجھ کر پہچان کر کوئی بھی قدر شناسی نہیں کرتا، ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضور کنگ کوٹھی بنگلہ پر سے ملاحظہ فرما رہے تھے میں نیچے کھڑا پھنکیت رہا تھا معلوم نہیں کیا بات ہوئی کہ حضور نیچے اتر آئے اور سامنے کھڑے ہو گئے میں نے حضور کے آتے ہی تلوار نثار کرنا شروع کیا اور جھاڑ باندھ دیا، حضور کی نظر برابر تلوار پر رہی اور پتلیاں تلوار کے ساتھ گھوم رہی تھیں پلک نہ جھپکتی تھی ایک گھنٹہ سے زیادہ میں نے اپنی تلوار کے جوہر دکھائے اور دیر تک پھکنے کی وجہ سے ہاتھ چھوٹا ہونے لگا جونہی ہاتھ ڈھیلا پڑا اور سست ہونے لگا حضور نے یکایک بیدست ہاتھ سے میرا پہنچا پکڑ لیا اور بائیں ہاتھ سے اسطرح تلوار لے لی کہ مجھے سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکا پھر مجھے تلوار سے سرفراز فرما کر فرمایا "میروک! ہاتھ چھوٹا پڑنے لگے تو رک جانا چاہیے ورنہ تلوار بے قابو ہو جاتی ہے پھکیت ایسا نہیں کرتے" یہ قصہ سنا کر میروک رو پڑے اور کہنے لگے اب کوئی قدردان ایسا نہیں رہا جو تلوار کو سمجھے اسی لئے میں نے محرم کی پھنکیت چھوڑ دی ہے"۔

غور فرمائیے! ایک شخص تلوار پھنکیت رہا ہے اسکے سامنے آکر کھڑا ہو جانا اور آتے اپنے جسم کے چاروں طرف تلوار پھنکنے دینا اور پھر اسکا ہاتھ چھوٹا یعنی کمزور پڑنے لگے تو ہاتھ پکڑ کر تلوار چھین لینا ایک ماہر فن ہی کا کام ہو سکتا ہے ایسے بادشاہ کے سامنے تلوار پھنکیت کر اس سے داد اور صلہ پانا ایک فنکار کے لئے کتنی خوشی کا باعث ہوتا ہوگا ایسے قدرشناس اور ماہر بادشاہ سے صلہ پاکر اسکے نمایاں شخصیت کی تمنا اور جذبے کی کتنی تسکین نہ ہوتی ہوگی؟ اسلئے میروک کو ان اشرفیوں اور روپیوں کا ملال نہ تھا بلکہ صحیح تعریف اور سچی قدردانی اور حوصلہ افزائی سے محرومی کا رونا تھا

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کوئی ماہر فن کسی مجلس میں گا رہا ہے سامنے سیکڑوں آدمی بیٹھے ہوئے ہیں بڑے بڑے امیراء رئیس سر دھن رہے ہیں۔ واہ واہ، سبحان اللہ کا شور ملتب ہے مگر (ان) چیخ چیخ کر داد دینے والے امیروں سے دور کونے میں ایک معمولی حیثیت کا شخص بیٹھا ہوا ہے۔ واہ کہتا ہے نہ آہ کرتا ہے مگر فنکار کی نظریں اسی پر لگی ہوئی ہیں اور وہ اسی کے چہرہ کا اتار چڑھاؤ دیکھ رہا ہے یہ شخص غور سے گانا سن رہا ہے۔ فنکار کبھی لڑکھڑا جاتا ہے تو اس شخص کے ماتھے پر شکن پڑ جاتی ہے اور جب وہ کسی چیز کو صحیح ادا کرتا ہے تو اسکی آنکھوں میں چمک پیدا ہو جاتی ہے اور اپنے سر کو ایک خفیف

قطعہ

باغ میں بادِ شمالی آگئی
پی کے منہ کو آمدِ نوروز میں
آخر شب پیرانہ سالی آگئی
شیخ کے منہ پر بحالی آگئی

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

سنی تبنیتی دیکر داد دیتا ہے، گانے والا ساری محفل سے بے نیاز اسی کی طرف متوجہ ہے اسے ہر ماہر فن امیروں کی واہ واہ سے مطلق خوشی نہیں ہوتی مگر اس شخص کے سر کی ایک جنبش اسکا دل گز بھر بڑھا دیتا ہے یہ ماہر فن کی داد ہے۔ مرزا صائب نے اپنے خاص انداز میں اسی کو ظاہر کیا ہے سہ

صائب دو چیز می شکند قدر شعر را
تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس

یوں تعریف و توصیف سب ہی کی اچھی معلوم ہوتی ہے مگر جاننے والے کی تعریف بہت اچھی اور بے انتہا اچھی ہوتی ہے اور اسکا سکوت بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے اسلئے آپ کسی فن کے ماہر ہیں تو اس فن کے جاننے والوں کی تعریف کیجئے پھر دیکھئے وہ کتنا متاثر ہوتے ہیں مگر اسمیں ایمانداری شرط ہے بے ایمانی سے جھوٹی تعریف کر کے خدا کے لئے آپ سے برباد نہ کیجئے۔

حیدرآباد میں ایسے بہت سے کار آمد لوگ جھوٹی تعریف کرنے والوں کی وجہ سے برباد ہو گئے حیدرآباد نے ایک جوان سال شاعر میکش پیدا کیا تھا جو بڑی اچھی طبیعت کا مالک تھا قدرت نے دل و دماغ اچھا دیا تھا سوجھ بوجھ بھی اچھی تھی اس غریب کے والد سے میری بڑی دوستی تھی بچپن سے میں اس خوش درخشندہ شعلۂ مستعجل سے واقف تھا بڑا ہو نہار نکل رہا تھا مگر یار لوگوں نے جھوٹی تعریف اور غلط رہبری شروع کی اور ماشاءاللہ سبحان اللہ کے نعرے پر لگا یا اور اس بری طرح اسے برباد کیا کہ غریب اپنے آپ کو میر تقی میر سے کچھ اونچا ہی سمجھنے لگا اور اسی برخود غلطی میں وقت کا تکا رہ گیا

میرا ایک عزیز شاگرد مسکین عابدی بھی اسی طرح برباد ہوا بچارہ غریب بڑا اچھا آرٹسٹ، افسانہ نگار اور ڈرامہ نویس تھا، دماغ میں غیر معمولی تیزی اور طبیعت میں بہت احساس اور ہاتھ میں خاص لوچ تھا یار لوگوں نے اسے بھی وہی پٹی پڑھا دی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی ہر معمولی تصویر کو چغتائی کے شاہکار سے بہتر اور بے سرو پا ڈرامے کو آغا حشر سے بہت اونچا سمجھنے لگا، نوکری چھوڑ دی، فلمی افسانہ نویسی کے چکر میں بمبئی کی چکریں کاٹیں، فاقے کئے اور دق سے جان دی، یہ نتائج ہیں بے جا اور غلط تعریف کے اسلئے خدارا رحم فرمایئے کسی کی ایسی بے جا تعریف نہ کیجئے کہ وہ برباد ہی ہو جائے آجکل نوے فیصدی نوجوان برخود غلط ہیں، انکی بے جا تعریف و توصیف انہیں برباد ہی کر دے گی اسلئے نہ تو ان کی دل شکنی کیجئے اور نہ اتنی غیر معمولی حوصلہ افزائی کہ وہ نکمّے ہو جائیں۔ بلکہ ان کی فطرت پیش نظر رکھ کر بین بین راستہ اختیار کیجئے۔

مولانا عبدالحلیم شرر سے میری پہلی ملاقات مولانا محب حسین کے مکان پر ہوئی تھی، والد کے پاس دلگداز اور اس سلسلہ کی ناولیں آتی تھیں جنھیں میں پڑھا کرتا تھا۔ پہلی ہی ملاقات میں میں نے دلگداز اور ان کی ناولوں کی تعریف کی تو مولانا سن کر بہت خوش ہوئے ایک پندرہ سترہ سالہ طالب علم کی تعریف سے کیا وہ خوش ہوتے البتہ یہ جان کر میں ان کی کتابیں پڑھا کرتا ہوں اور انھیں پسند کرتا ہوں بہت خوش ہوئے ہونگے بہرحال اس ملاقات کے بعد سے وہ مجھ پر ہمیشہ کرم فرمایا کرتے تھے، میرے خطوط کا جواب اور مشورے عنایت فرماتے رہتے تھے

یاد رکھئے! ہمیشہ حقیقی تعریف اور سچی توصیف کیجئے، خوشامد اور روغن قاز مالی نہ کیجئے یہ بڑا ذلیل فعل ہے، کارنیگی نے قدردانی اور چاپلوسی کی بڑی اچھی تعریف کی ہے آپ اسے پڑھ کر دونوں کا فرق معلوم کر سکیں گے

"قدردانی اور چاپلوسی میں بہت بڑا فرق ہے، یہ ایک مسلم امر ہے کہ قدردانی سچی اور چاپلوسی جھوٹی ہوتی ہے، قدردانی کا تعلق دل سے ہے اور چاپلوسی کا صرف زبان سے، ایک بے غرضی کے تحت کیجاتی ہے اور دوسری خود غرضی سے، ایک کی دنیا بھر میں تعریف ہوتی ہے اور دوسری کی برعکس "

میکسیکو کے محل سا پول ٹیپ میں جنرل اوبریگان کا جو مجسمہ نصب ہے اسکے نیچے یہ مقولہ کندہ ہے

"دشمن سے نہ ڈرو جو تم پر حملہ آور ہو بلکہ ایسے دوست سے

قطعہ

پھر زلف کھلی ہے آج یہ بادِ سحر کہاں　||　جا کر لڑی ہے دیکھ ہماری نظر کہاں
۔۔۔ گلشن کے مثل بھی　||　پہونچی ہمارے کان میں آخر خبر کہاں

(ادارہ از مدیر باسع برائے شیراز ہفتہ وار)

"وہ جو تمہاری خوشامد اور چاپلوسی کرتا ہو"

شہنشاہ جارج پنجم نے قصر بکنگھم کے کتب خانہ میں ۶ تختیاں لکھوا کر آویزاں کروائی تھیں جن میں سے ایک میں یہ مقولہ درج تھا

"اے خدا مجھے ناواجبی تعریف کرنے اور سننے سے بچا"

یہی ناواجبی تعریف خوشامد ہے

جب ہم سوچنے اور غور کرنے بیٹھتے ہیں تو اپنے وقت کا ۹۵ فیصدی حصہ اپنے متعلق غور کرنے میں صرف کرتے ہیں، اگر تھوڑی دیر کے لئے ذاتی منفعت کو چھوڑ کر دوسرے انسانوں کی باتوں پر غور کریں تو ہم کو چاپلوسی اور خوشامد کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی، چاپلوسی اتنی گری ہوئی چیز ہے کہ منہ سے نکلتے ہی پہچان لی جاتی ہے ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوتی ہے اور آپ اس خوبی کی داد دے سکتے ہیں، ایمرسن کا قول ہے کہ

"جو بھی انسان مجھ سے ملتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح مجھ سے اعلیٰ اور برتر ہوتا ہے اور میں اس سے کچھ نہ کچھ حاصل کرتا ہوں"

جب ایمرسن جیسا شخص ہر آدمی میں کوئی نہ کوئی خوبی پاتا ہے اور ہر ملنے والے سے کچھ نہ کچھ حاصل کرتا ہے تو پھر آپ اور ہم ایسا کیوں نہ کریں؟ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جس کسی شخص سے آپ کی ملاقات ہو، آپ اپنی ساری خوبیوں کو نظر انداز کرکے اسکی خوبیوں اور بھلائیوں کو ڈھونڈھیئے، اسمیں بہت ساری خوبیاں آپ کو نظر آئیں گی جنکی داد آپ دل کھول کر دے سکیں گے

فراخ حوصلگی سے قدردانی کیجئے اور عالی حوصلگی سے تعریف و توصیف کیا کیجئے، پھر دیکھئے آپ کی خوش کلامی اور خوش بیانی لوگوں کو کسقدر پسند آتی ہے اور لوگ فخر و مسرت کے ساتھ آپکے الفاظ و خیالات کو دہراتے ہیں اور آپ کا ایک ایک لفظ یاد رکھتے ہیں (ختم شد)

مختصر سوانح لیونڈ بریژنیف

لیونڈ الیچ بریژنیف سوویٹ یونین کی مجلس اعلیٰ کی مجلس صدارت کے صدر کے عہدے کے لئے منتخب ہوئے ہیں

بریژنیف سنہ ۱۹۰۶ء میں ایک یوکرینی فولاد ساز کے گھرانے میں پیدا ہوئے انہوں نے سنہ ۱۹۲۱ء سے کام کرنا شروع کیا۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۰ء تک بریژنیف یورال میں کام کرتے رہے ۱۹۳۱ء میں انہوں نے دنیپرودزیرژنسک ادارہ دھات سازی میں داخلہ لیا اور انجنیری کی سند حاصل کرنے کے بعد فولاد کے ایک کارخانہ میں کام کرنے لگے ۱۹۳۹ء میں بریژنیف یوکرین کی کمیونسٹ پارٹی کی دنیپروپیتروسک علاقائی کمیٹی کے سکریٹری چنے گئے اور دوسری جنگ عظیم کے شروع ہونے تک اسی عہدہ پر فائز رہے

جنگ کے زمانہ میں بریژنیف فوج کے ساتھ محاذ پر سیاسی کام کرتے رہے ۱۹۴۶ء میں وہ یوکرین کی کمیونسٹ پارٹی کی زپوروژیے علاقائی کمیٹی کے سکریٹری اوّل چنے گئے۔ نومبر ۱۹۴۷ء میں وہ دنیپروپیتروسک علاقائی کمیٹی کے سکریٹری اوّل اور جولائی ۱۹۵۰ء میں مالداویا کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے سکریٹری اوّل چنے گئے انیسویں پارٹی کانگریس نے بریژنیف کو سوویٹ یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا رکن منتخب کیا۔ مرکزی کمیٹی کے مکمل اجلاس نے انھیں سوویٹ یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی مجلس صدارت کا رکن متبادل اور سکریٹری منتخب کیا فروری ۱۹۵۴ء سے مارچ تک انہوں نے قزاخستان کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے اوّل سکریٹری کی حیثیت سے کام کیا۔ بیسویں پارٹی کانگریس نے بریژنیف کو سوویٹ یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا رکن، مرکزی کمیٹی کی مجلس صدارت کا رکن متبادل اور مرکزی کمیٹی کا سکریٹری منتخب کیا جولائی ۱۹۵۷ء سے وہ سوویٹ یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی مجلس صدارت کے رکن ہیں۔

قطعہ

دل جگر میں خیال ہے یہ کیوں | مفت میں بھی وبال ہے یہ کیوں
پوچھو تو تم کبھی یہ فائدہ ہے | آئینہ میں جمال ہے یہ کیوں

(آمدہ از نذری باغ برائے شیراز ہفتہ وار)

برطانیہ میں مردم شماری کی تیاریاں!

(از قلم۔ ارنسٹ چیتھام ٹامسن)

برطانوی پارلیمنٹ ایک حکم پر مہر تصدیق ثبت کرنے والی ہے جس کے تحت ملک میں مردم شماری کی تیاریاں شروع ہوجائیں گی۔ مردم شماری ۲۳ اپریل ۱۹۶۱ء کو رات کے بارہ بجے ہوگی۔ ہر گھرانے کے سربراہ، ہوٹلوں، ہوسٹلوں وغیرہ کے لئے مردم شماری کا فارم پر کرنا۔ قانونی طور پر لازمی ہوگا۔ اُن کو ہر ایسے شخص سے متعلق تفصیل دینا ہوگی جو اُن کے ہاں رات بسر کرے گا۔ برطانوی قوم کی یہ ۱۶ ویں مردم شماری ہوگی۔ رجسٹرار جنرل اور اس کا عملہ ۰۰۰ ۷۰ شمار کنندگان کی بھرتی جلد شروع کرنے والا ہے۔ مردم شماری کے کام کا صدر دفتر سمرسٹ ہاؤس ہے۔ یہ عمارت دو سو سال پرانی ہے۔ انگلستان اور ویلز میں ہر پیدائش اور موت کا ریکارڈ یہاں موجود ہے۔ آپ معمولی سی فیس ادا کرکے یہاں وصیتوں کا ایک ایسا رجسٹر بھی دیکھ سکتے ہیں جس میں شیکسپیر، نیلسن اور ولنگٹن کی وصیتیں بھی درج ہیں۔ سمرسٹ ہاؤس واقعی دلچسپ انسانی معلومات کا خزانہ ہے۔ جب میں پہلی بار سمرسٹ ہاؤس گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ جدید طرز پر پہلی مردم شماری کیوبک (کینیڈا) میں ۱۶۶۵ء میں ہوئی تھی برطانیہ میں دس سالہ مردم شماری کا سلسلہ ۱۸۰۱ء میں شروع ہوا تھا۔ اس سے ۵۰ سال قبل پارلیمنٹ نے ایک ممبر مسٹر تھارنٹن کی تحریک پر ملک میں مردم شماری کرانے کی تجویز مسترد کردی تھی اس ممبر کی دلیل یہ تھی کہ مردم شماری سے انگریز باشندوں کی بچی کچی آزادی بھی جاتی رہے گی۔ لیکن اب یہ کئی بار ثابت ہوچکا ہے کہ وہ غلطی پر تھا۔ مردم شماری سے شخصی آزادی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ جہاں تک افراد کا تعلق ہے اُن کے بارے میں تمام معلومات پوشیدہ رکھی جاتی ہیں۔ البتہ مجموعی اعداد و شمار ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ یہ اعداد و شمار بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ اِن سے نہ صرف سرکاری شعبے بلکہ بیمہ کمپنیاں۔ کارخانہ دار۔ ڈاکٹر وغیرہ بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ حکومت کو ٹرانسپورٹ، اسکولوں کی تعمیر، پانی، گیس اور بجلی کی بہم رسانی اور اسی قسم کی دیگر سروسز سے متعلق منصوبے بنانے میں اِن سے مدد ملتی ہے۔

قطعہ

ہے مئے تشنگی پُر رہے ایاغ اپنا	تر و تازہ رہے دماغ اپنا
جستجو کا عجب نتیجہ ہے	نہیں ملتا کہیں سراغ اپنا

(آمدہ از ندوی باغ برائے سنیر از ہفتہ وار)

یہ سائنس کی دُنیا!

امریکی مصنوعی سیارہ کا ریکارڈ

پچھلے مہینے امریکہ میں جو سائنسی سرگرمیاں جاری رہیں ان میں تین مصنوعی سیاروں کے ذریعہ زندگی کی بنیادی ساخت اور فطرت اور کینسر (سرطان) کے اسباب کا پتہ لگانے کی کوشش کی گئی۔ اب تک امریکہ کل ۱۸ زمینی مصنوعی سیارے اور چار گہرے خلائی غبارے داغ چکا ہے۔ ان میں سے نو سیارے ابھی تک زمین اور سورج کے گرد مدار پر گھوم رہے ہیں۔ پہلی اپریل کو ۲۷۰ پونڈ وزنی ٹائرس غبارہ چھوڑا گیا جس کے ذریعہ یہ معلوم کرنا مقصود تھا کہ موسم کے متعلق مصنوعی سیاروں کی مدد سے صحیح پیشگوئی کے کیا امکانات ہیں؟ اس کے دو ٹیلی ویژن کیمروں کے ذریعہ بادلوں کی ساخت کے متعلق ۷ ہزار فوٹو زمینی اسٹیشن کو منتقل ہو چکے ہیں۔ اور اس طرح توقعات سے بھی بڑھ چڑھ کر نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ ٹائرس کے ذریعہ پہلی بار یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ غیر منطقہ حارہ کی آندھیاں بھی منطقہ حارہ کی آندھیوں کی مانند ہوتی ہیں۔ ان معلومات کے نتیجے کے طور پر امریکی محکمۂ موسمیات کے افسر اعلیٰ نے بتایا ہے کہ انہیں یقین ہے کہ موسم کے متعلق درست پیشگوئیوں کا نیا دور شروع ہوگا۔

ٹرانزٹ ۱ اور جہاز رانی

۱۳ر اپریل کو ٹرانزٹ ۱ بی کامیابی سے خلاء میں پہنچایا گیا۔ یہ ان مصنوعی سیاروں کے سلسلے کا پہلا سیارہ ہے جو سمندری اور ہوائی جہاز رانی میں عالمگیر انقلاب لانے میں مدد دیں گے۔ اس ۲۶۵ پونڈ وزنی آلات سے لیس غبارے سے جو اطلاعات نشر ہو رہی ہیں ان سے اس کے مدار کے مقام کا صحیح صحیح پتہ لگتا ہے اور اس سے مطلوبہ اعداد و شمار وصول ہو رہے ہیں۔ مدار کے متعلق صحیح معلومات سے جہاز رانوں کو مستقبل میں اپنے سفر یا اڑان میں اپنے متعلق صحیح صحیح مقام کا پتہ لگ سکے گا اور جہاز رانی میں بہت سی سہولتیں حاصل ہو سکیں گی۔ ٹرانزٹ ۱ بی چھوڑنے کے دو دن بعد ڈسکورر ۱۱ مصنوعی سیارہ خلاء میں پہنچایا گیا اور قطبی مدار میں شمال جنوبی خلاء میں گردش کرنے لگا۔ اس میں ۳ سو پونڈ وزنی جو آلات لگے ہوئے تھے ان سے جو معلومات حاصل ہوئیں وہ ٹرانزٹ ۱ بی سے مشابہ تھیں۔ لیکن یہ مصنوعی سیارہ خلاء میں جب راکٹ سے الگ ہوا تو اس پر کنٹرول قائم نہ رہا اور قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ فضا ہی میں جل کر راکھ ہو گیا۔

۶۵ لاکھ میل کی بلندی پر

ایک اور مصنوعی سیارہ پائنیر ۵ کو سورج کے گرد مدار پر کامیابی سے پہنچایا گیا۔ چنانچہ ۲۵ر اپریل کو ۶۰ لاکھ

میل کی بلندی پر پہنچ چکا تھا اور اب ۶۵ لاکھ میل تک جا پہنچا ہے۔ اس سے باقاعدگی کے ساتھ مقناطیسی کرّے تابکار کرّے اور شہابیوں اور ستاروں کے ٹوٹے ہوئے ذرّوں کے متعلق معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ اس کے داغے جانے کے پہلے گھنٹوں ہی میں برقی ذرّوں کے ایک حلقے کا پتہ چلا جو زمین سے ۴۰ ہزار سے ۵۰ ہزار فٹ کی بلندی پر پایا جاتا ہے۔ اسی سلسلے میں ایک دلچسپ اور حیرت انگیز اطلاع آئی کہ اس مصنوعی سیارے کے ٹرانسمیٹر میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی تھی جس سے غلط اعداد و شمار نشر ہو رہے تھے۔ زمینی اسٹیشن سے لاکھوں میل کی دوری پر اس پر ۴ ہزار آلات لگے ہوئے سیارے میں خرابی کا صحیح پتہ لگانا ممکن نہ تھا۔ لیکن ایک سائنسداں نے زمین ہی سے اس میں سوئی کی نوک کے برابر آئے تمن خرابی کا پتہ لگا لیا اور اس کی مرمت ریڈیائی لہروں کے ذریعہ کی۔ اب اس سے صحیح اعداد و شمار وصول ہو رہے ہیں۔

زندگی کا راز

ہارورڈ یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے زندگی کا ایک بنیادی کیمیاوی سالمہ دریافت کیا ہے جسے الگ الگ بھی کیا جا سکتا ہے۔ جوڑنے پر جڑ بھی جاتا ہے اور اس کی خاصیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ کیمیائی مادہ ڈی این اے کہلاتا ہے اور نسل پر کنٹرول کرتا ہے۔ نیو یارک یونیورسٹی کے ایک بیالوجسٹ نے زندہ خلیوں کو دوسرے خلیوں میں پیوند کرنے کا تجربہ کیا ہے۔ یہ سائنسدان انسان کے زندہ خلیوں پر تجربے کرتا رہا ہے۔ اس نے بتایا کہ اس تحقیق کی روشنی میں سائنسدانوں کو زندہ جانوروں اور انسانوں کے نسلی مادّوں کے متعلق علم ہو سکے گا۔

کینسر کے اسباب

امریکی نیشنل کینسر انسٹی ٹیوٹ کی ایک زنانہ سائنسداں نے بتایا ہے کہ ایک خاص قسم کے وائرس سے کینسر کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ اس سائنسداں نے پہلی بار یہ تجربہ کیا کہ انسانی جسم کے کینسر سے کچھ حصّہ ایک ٹیسٹ ٹیوب میں ڈالا جس میں زندہ انسانی خلیے رکھے گئے تھے۔ ان میں بھی کینسر پیدا ہو گیا جس سے یہ زنانہ سائنسداں اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہ بیماری وائرس سے ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں کولمبیا یونیورسٹی اور ڈیلا فیلڈ ہسپتال کے سائنسدانوں نے بھی تجربے کئے اور زندہ انسانی خلیوں پر چند منٹوں میں کینسر پیدا ہو گیا۔ اس سے اب امید کی جاتی ہے کہ کینسر کا ویکسین ٹیکا بھی تیار ہو سکے گا۔ اور اس موذی مرض سے لوگ محفوظ رہ سکیں گے۔

تابکاری کے اثرات روکنے کی دوا

شکاگو یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے تابکاری کے مضر اثرات کی دوا دریافت کی ہے یہ کیمیاوی چیز صابن بنانے اور فوٹوگرافی میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ کچھ اور دواؤں کے ساتھ ملا کر تابکاری کے مضر اثرات کو زائل کر دیتی ہے۔ اس دوا کا نام ہائیڈروآکسیلمین (HYDROXYLMINE) ہے۔ لیکن اس کے تجربے ابھی صرف حیوانوں پر کئے گئے ہیں۔ انسانوں پر ابھی اسے نہیں آزمایا گیا۔

فولاد بنانے کا نیا طریقہ

امریکہ کی ری پبلک سٹیل کارپوریشن نے ایک ایسے نئے طریقہ سے کام لینا شروع کیا ہے جس سے انجن بھٹی اور دھات پگھلانے کے مروّجہ طریقے کو عمل میں لانے بغیر فولاد تیار کیا جا سکتا ہے۔ نیا طریقہ ابھی تجرباتی مرحلے میں ہے اس میں خام لوہے کے باریک سفوف کو مشین سے دبا کر فولاد کے ٹکڑوں میں منتقل کیا جاتا ہے۔ توقع ہے کہ اس سے فولاد کے ٹکڑوں کی پیداواری لاگت میں بھاری کمی ہو جائے گی۔ اس طریقے کی امکانی قدر و قیمت کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ اس سے نہ صرف انجن بھٹیوں بلکہ کھلی بھٹیوں، کوئلے کے چولھوں اور فولاد ساز ملوں کی ضرورت بھی ختم ہو جائے گی۔ فولادی ٹکڑے تیار کرنے کے متعلق اس طریقے کے تین مرحلے ہیں۔ پہلے مرحلے میں خام لوہے کو صاف کیا جاتا ہے اور اس کا سفوف تیار کیا جاتا ہے۔ دوسرے مرحلے میں اس سفوف کو رولروں کے ذریعہ دبا کر ٹھوس ٹکڑوں میں منتقل کیا جاتا ہے۔ اور اخیر میں ان ٹکڑوں کو ۲۰۰۰ درجے فارن ہیٹ کی بھٹی میں اور اس کے بعد رولنگ سٹینڈوں میں رکھا جاتا ہے یہ رولنگ سٹینڈ مطلوبہ پیمائش کے ٹکڑے تیار کر کے انہیں تاروں کی صورت میں بھی منتقل کر دیتے ہیں۔ یہ تار بھی اتنے مضبوط ہوتے ہیں جتنے مروّجہ طریقے سے بنائے گئے فولاد کے تار۔ ری پبلک کے تحقیق و منصوبہ بندی کے شعبے کے نائب صدر میٹر راجر لرسن کا بیان ہے کہ "ہمارے تجربوں سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہم اس طریقے سے اعلیٰ قسم کا فولاد تیار کر سکتے ہیں"۔ انہوں نے مزید بتایا کہ لیبارٹری میں نئے طریقے سے ۱۸۰۰ پونڈ سے زیادہ فولاد تیار کیا گیا ہے تاہم اسے تجارتی پیمانے پر شروع کرنے سے پہلے کافی تحقیق و مطالعہ کی ضرورت ہوگی۔

موسم کی جانچ کے متعلق کم قیمت کے راکٹ

امریکہ نے کم قیمت کے ایسے راکٹ بنانے کا اعلان کیا ہے جو زمین سے دو لاکھ فٹ بلندی پر فضا کا مشاہدہ کرنے میں مفید ثابت ہوں گے۔ ان سے موسم کے متعلق پیشگوئی کرنے میں مدد ملے گی۔ یہ راکٹ موسموں کی جانچ کرنے والے مروّجہ غباروں کے مقابلے میں دگنی بلندی پر جاتے ہیں۔ اتحادی طور پر ہواؤں۔ ان کی سمت و رفتار کے متعلق معلومات فراہم کرتے ہیں۔ دباؤ۔ حرارت، حدّت۔ اور بادلوں کے متعلق اطلاعات کی فراہمی کے ساتھ ان راکٹوں سے موسموں کے متعلق زیادہ صحت کے ساتھ پیشگوئی کی جا سکے گی۔ ان راکٹوں کے طریق کار کی تفاصیل ایک بین الحکومتی موسمیاتی گروپ نے ملکی سائنسی اکاڈیمی کے خلائی سائنسی بورڈ کو بتائی ہیں تاکہ وہ خلائی تحقیق کے متعلق بین الاقوامی کمیٹی کو ان سے مطلع کر سکے۔ اس کے ساتھ ہی امریکہ نے دوسرے ملکوں سے

کہا ہے کہ موسموں کی جانچ کرنے کے لئے وہ بھی ایسے ہی راکٹ داغیں۔ خلائی سائنسی بورڈ نے کہا ہے کہ کم قیمت کے نوکی اور ارکاس راکٹ ۱۸ر جنوری سے ۱۹ر فروری تک روزانہ ویلا پس آئی لینڈ (ورجینیا) اور پوائنٹ موگو (کیلی فورنیا) سے داغے گئے۔ خیال ہے کہ اس سال کے آخر میں دوسری ریاستوں سے مزید راکٹ داغے جائیں گے۔

● خلا میں برقی رو کے حلقے کی دریافت

مصنوعی سیارہ پاؤنیر پنجم نے زمین کے مقناطیسی خطے میں "برقی رو کے ایک حلقے" کے وجود کی تصدیق کی ہے۔ اس برقی رو کے حلقے کا اس وقت پتہ چلا جب مصنوعی سیارہ سورج کے مدار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں سائنسدانوں کا خیال ہے کہ سورج سے خارج ہونے والے پروٹون زمین کی فضا کے بیرونی کناروں کے ذرّوں سے ٹکراتے ہیں اور اس ٹکراؤ کے نتیجے سے جو تلاطم پیدا ہوتا ہے اس میں سائنسدان بھاری دلچسپی لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ موسموں کے دور افتادہ اسباب پر ان کا کچھ اثر پڑتا ہو۔ اس اثنا میں ملکی فضائی و خلائی نظامت نے بتایا ہے کہ پاؤنیر پنجم ۱۳ر اپریل کو ۱۸۱۴۹۳۴ میل کی بلندی پر پہنچ گیا تھا۔ اس کی رفتار ۷۵۴۵ میل فی گھنٹہ ہے۔ خیال ہے کہ وہ ۱۷ر اپریل کو ۵۰ لاکھ میل کی حد عبور کرے گا۔ چونکہ سائنسدان چاہتے ہیں کہ انہیں خلا کے متعلق زیادہ معلومات حاصل ہوں اس لئے تقریباً پانچ ہفتوں میں پاؤنیر پنجم میں رکھے ہوئے ۱۵۰ واٹ کے ٹرانسمیٹر کو چالو کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ کسی امریکی مصنوعی سیارے میں رکھے گئے کسی بھی ٹرانسمیٹر سے ۲۰ گنا زیادہ طاقتور ہے اور ۵ کروڑ میل کے فاصلے سے پیغامات بھیج سکتا ہے۔

امریکی فوج نے اطلاع دی ہے کہ وہ ایک ایسی چھوٹی سی مشین سے متعلق تجربے کر رہی ہے جس سے اُن آلات کی قوت دس گنا تک بڑھ سکتی ہے جو اس وقت دور افتادہ مصنوعی ستاروں کو پیغامات بھیجنے اور ان سے پیغامات وصول کرنے کے لئے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ اس مشین کا نام ہے "روبی میسر" اور اس میں دو قیراط کا مصنوعی لعل استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ایک ۱۲۔اونس کا مقناطیسی اور خبریں بھیجنے اور وصول کرنے والے آلے بھی لگے ہوئے ہیں۔ اس کا وزن ۲۵ پونڈ ہے اور یہ گھریلو ٹیلی ویژن سیٹ سائز کے بکس میں فٹ ہو سکتی ہے۔

امریکہ میں مخلوط تعلیم

کیا مخلوط تعلیم کو سماج میں عورت کے رتبے کا ایک قیمتی معیار خیال کیا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب قدیم ہند کی طرف سے دیا گیا تھا۔ جس نے ۳ ہزار سال پہلے عہد جدید کے تعلیمی نظریوں کی پیش بینی کرتے ہوئے مخلوط تعلیم پر زور دیا تھا۔ پاتنجلی نے ۱۵۰ قبل مسیح میں ویدوں کے مطالعہ کے ویدک پاٹھشالاؤں میں عورتوں کے داخلے کا ذکر کیا ہے۔ ان دنوں عورتیں بہت سے مضامین کا مطالعہ کرتی تھیں جن میں گرامر (صرف و نحو) اور میمانسا جیسے دقیق مضامین بھی شامل تھے۔ پانینی نے ۷ویں صدی قبل مسیح میں طالبات کے ہوسٹلوں کا ذکر کیا ہے جو چھاتری شالاؤں کے نام سے موسوم تھے۔ یہ طالبات بعد میں ان کالجوں کی معلمہ بھی بن سکتی تھیں اور انہیں آچاریہ کہا جاتا تھا۔ دینیات کا مطالعہ کرنے والی عورتیں اتمردی کہلاتی تھیں۔ اور وہ طلبا کی مانند عام پائی جاتی تھیں جو اتمردا کہلاتے تھے۔ ویدک دور کی ہندوستانی عورت کی مانند آج کی امریکی عورت کو اعلیٰ رتبہ اور انتخاب کی پوری پوری آزادی حاصل ہے۔ وہ جس علم کو پسند کرے اس کا مطالعہ کر سکتی ہے جس جگہ چاہے سفر کر سکتی ہے اور اسے شادی و ملازمت کے متعلق فیصلہ کرنے کی بھی آزادی ہے۔ آپ امریکہ میں کہیں لو

اور سنگتروں کی سرزمین فلوریڈا سے شمال میں شکاگو تک فلک بوس عمارتوں کے شہر نیویارک سے مغربی ساحل پر سنہری باب کے شہر سان فرانسسکو تک کہیں بھی جائیں آپ ایسے کالج اور یونیورسٹیاں پائیں گے جن میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی بہت بھاری تعداد میں تعلیم پا رہی ہیں۔ مخلوط تعلیمی اداروں کو امریکی طلبا کی بہت بھاری اکثریت میں مقبولیت حاصل ہے۔ اس وقت امریکہ میں اعلیٰ تعلیم کے تقریباً ۲۰۰۰ ادارے ہیں۔ ان میں ۷۵ فیصد سے زیادہ ایسے ہیں جن میں مخلوط تعلیم دی جاتی ہے۔ ہر سات میں سے ۶ عورتیں مخلوط تعلیم کے کالجوں میں تعلیم پاتی ہیں۔ درحقیقت پچھلے چند برسوں میں ان کالجوں میں بھی جو عورتوں کے لئے وقف تھے مردوں کو داخل کیا جانے لگا ہے۔ مثال کے طور پر دنیا کے سب سے بڑے زنانہ کالج "ہنٹر" نے جو نیویارک شہر کے مفت تعلیم دینے والے چار کالجوں میں سے ایک ہے حال میں اپنی بہت سی جماعتوں کے دروازے مردوں پر بھی کھول دیئے ہیں۔ امریکہ میں مخلوط تعلیم کے لئے ترجیح اور بھاری تعداد میں ایسے اداروں کی موجودگی امریکی زندگی کے دو بے نظیر پہلوؤں کی مرہون منت ہے۔ تعلیم کا غیر معمولی شوق جو اس اعتقاد پر مبنی ہے کہ یہ ذی عقل مرد اور عورت کے لئے زندگی کو بہتر بنانے کا ایک ذریعہ ہے اور کنبے و سماج میں عورت کی غالب اکثریت کا۔ نظری و عملی طور پر امریکی عورت کو مرد کے ساتھ مکمل مساوات حاصل ہے اور یہ رشتہ روزمرہ کی زندگی کے ہر شعبے میں قائم ہے لہٰذا امریکی کالج یا یونیورسٹی میں اس کا پایا جانا بالکل قدرتی ہے کیونکہ تعلیمی مساوات

کسی بھی دور میں عورت کے اعلیٰ رتبے کا منطقی ذریعہ اور علامت ہے۔ لیکن مکمل تعلیمی مساوات کے اس مقصد کی جانب پیش قدمی نہ ہو تو ہمہ گیر رہی ہے اور نہ خود بخود عمل میں آئی ہے۔ گو امریکہ اس آورش کو ابتدا ہی میں تسلیم کر لیا تھا۔ مخلوط تعلیم سنہ ۱۸۸۰ء کے برسوں میں ہی ابتدائی اسکولوں میں شروع کی گئی تھی۔ اگرچہ امریکہ میں ۱۸ ویں صدی کے وسط ہی میں مردوں کے لئے اسکول۔ کالج اور اکادمیاں قائم ہوگئی تھیں۔ تاہم اس سے بہت پہلے ہی عورتوں کو تعلیم دینا نہایت اہم خیال کیا جاتا تھا۔ چونکہ کنبے عورتوں کی تعلیم میں دلچسپی لینے لگے تھے اس لئے انہوں نے لڑکیوں کو لڑکوں کے اسکولوں ہی میں بھیجنا شروع کر دیا۔ سنہ ۱۹۰۰ء تک ۷۰ فیصد سے زیادہ لڑکے اور لڑکیاں ابتدائی تعلیم حاصل کر رہی تھیں، لیکن جہاں تک ہائی اسکول اور کالج کی تعلیم کا تعلق تھا لڑکیاں لڑکوں کے مقابلے میں بہت پیچھے تھیں۔ امریکہ کی آبادکاری کے ابتدائی دنوں میں جب مزدوروں کی کمی تھی اور محنت کی بچت کرنے والی مشینیں عمل میں نہیں آئی تھیں کنبے قدرتاً خیال کرتے تھے کہ عورتوں کو گھریلو کام کرنے کے لئے گھر میں رہنا چاہئے۔ اگرچہ سنہ ۱۸۷۰ء کے برسوں میں حکومت کی امداد سے چلنے والی کچھ یونیورسٹیاں اور کالج عورتوں کو داخل کر رہے تھے۔ تاہم صحت کی وجوہ پر مبنی تعصب طالبات کے لئے ایک اور شدید مسئلہ تھا۔ ایک مقبول عام مرد لیکچرار نے تو سنہ ۱۸۵۰ء میں امریکہ میں اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ ابتدائی تعلیم سے بھی لڑکیاں اپنے قدرتی مستقبل کی مسرتوں اور فرائض کے قابل نہیں رہیں گی۔" یہ خدشہ آخر میں بالکل دور ہوگیا جب امریکہ کالجی عورتوں کی تنظیم نے جو سنہ ۱۸۸۲ء میں قائم کی گئی تھی اسے چیلنج کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۲۹۰ کالجی گریجویٹوں کو ایک سوالنامہ بھیجا گیا جن میں سے ۷۰۵ نے اس کا جواب دیا۔ ریاست میساچوسٹس کی حکومت نے اس تحقیق و مطالعہ کو اس قدر اہم خیال کیا کہ اس نے اس فتوی کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی "یہ ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی خواتین گریجویٹ کی صحت میں اتنی ہی تعداد میں دوسری قسم کے کام کرنے والی عورتوں کی صحت کے مقابلے میں کوئی خاص فرق نہیں پایا جاتا"

سنہ ۱۸۳۳ء میں اوہائیو کے ایک چھوٹے سے کالج۔ اوبرلن کالج نے مردوں اور عورتوں پر اپنے دروازے کھولے تھے اور آج حالت یہ ہے کہ ۱۳ لاکھ سے زیادہ عورتیں تمام قسم کے اعلیٰ تعلیمی اداروں۔ پیشہ ورانہ اسکولوں کالجوں، یونیورسٹیوں اور دیگر درسگاہوں میں تعلیم پا رہی ہیں۔

برطانیہ کی خبریں

لیڈز یونیورسٹی میں ہندوستانی باشندہ کی تعلیم وتربیت

دہلی پولی ٹیکنک کے سابق لیکچرار مسٹر پی۔ وی لکشنادی

ان دنوں لیڈز یونیورسٹی میں قدرتی ریشوں اور مصنوعی (کیمیاوی) ریشوں کے امتزاج کے بارے میں ایک کورس کررہے ہیں۔ ان کی اس تربیت کا انتظام کولمبو منصوبہ کی فنی اسکیم کے تحت کیا گیا ہے۔ ایک انٹرویو کے دوران میں موصوف نے بتایا ہے کہ مصنوعی ریشوں کا مستقبل بہت روشن ہے اور میں اس بات کی ریسرچ کررہا ہوں کہ ان کو کاٹن اور اُون میں کس طرح زیادہ بہتر طریقہ سے کھپایا جاسکتا ہے۔

انگلستان میں آہنی دور کے قلعہ کی کھدائی

معلوم ہوا ہے کہ کیسلٹن (کینٹ) کے مقام پر زمانہ ماقبل تاریخ کے ایک قلعہ کی کھدائی شروع ہونے والی ہے۔ قلعہ جو آہنی دور (وہ زمانہ جب لوہے کے اوزار رائج ہوئے) کی یادگار ہے۔ عام طور پر "سیزر کیمپ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اب تک جو شہادت ملی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس کی تعمیر غالباً ۱۵۰ سنہ قبل مسیح میں ہوئی تھی۔

برطانوی کھلونوں کی صنعت کی جنگ کے بعد شاندار ترقی

ایک اطلاع مظہر ہے کہ برطانیہ میں کھلونوں کی صنعت نے گذشتہ سال ۳۶،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ کا کاروبار کیا تھا۔ جب کہ ۱۹۳۷ء میں اس کی کل پیداوار کی قیمت صرف ۴،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ تھی۔ ۲۰ فیصدی سے زائد برطانوی کھلونے اب دساور بھیجے جاتے ہیں۔ امریکہ ان کا بہترین خریدار ہے۔ جنگ کے بعد اس صنعت نے شاندار ترقی کی ہے۔ برطانوی کھلونوں کی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ اُن کی اعلےٰ کوالٹی ہے۔ اس کے علاوہ برطانوی کارخانہ دار مارکیٹ میں رنگ رنگ کے کھلونے لانے کی لگاتار کوشش کرتے رہتے ہیں۔

مادر ملکہ مرکزی افریقہ کے دورہ پر

ملکہ معظمہ کی والدہ نے روڈیشیا و نیاسالینڈ فیڈریشن کا دورہ شروع کردیا ہے۔ یہ دورہ تین ہفتے تک جاری رہے گا۔ ۱۷ رمئی کو وہ کریبا ہائیڈرو الیکٹرک پراجکٹ کی جس پر ۷۹،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ خرچ ہونے ہیں رسم افتتاح ادا کریں گی۔



کہ ڈاکٹروں نے انعامی رقم واپس کردی — معاف کیجئے یہ خبر برطانوی ڈاکٹروں کے متعلق ہے کہیں آپ ہندوستانی ڈاکٹروں سے منسوب کرکے خوش نہ ہوجائیں — ان کے متعلق کوئی خبر ہوتی تو کچھ اس قسم کی ہوتی — ڈاکٹر نے فیس مشورہ معاف کرتے ہوئے مریض کی لاش کو اپنے دواخانے سے واپس جانے دیا۔

کہ کسی قسم کا سُراغ نہ مل سکا اسی لئے پولیس کے صیغۂ جرائم نے ایک قتل کے مقدمہ کی تفتیش ختم کرکے مشتبہ قاتلوں کو رہا کردیا —
ہمارے خیال میں مقتول کسی حسینہ کے تیر نظر کا شکار ہوکر مرا ہوگا۔ پولیس بیچاری کیا سراغ پاسکے گی!

کہ افغانستان امریکہ سے اس کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کے سلسلے میں سخت احتجاج کرنے والا ہے —!
سخت احتجاج کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کا نرم احتجاج ہی بہت ہے۔ امریکہ دنیا بھر میں محض آپ ہی کے احتجاج سے تو ڈرتا ہے۔ جب تک آپ احتجاج نہ کریں وہ سدھرے گا نہیں۔

کہ امریکہ نے طیاروں کے ذریعہ اپنی جاسوسی کارروائی کو جائز قرار دیا ہے۔
جی ہاں — اور وہ روسی حکومت سے زبردست احتجاج کرنے والے ہیں کہ اس نے طیارے کو مار گرا کر ان کی کارروائی کے راستے میں روڑے اٹکانے کی کوشش کی ہے —

کہ [illegible] شہر [illegible] بلدیہ کے کام [illegible] کی قابلیت [illegible] حال ہی میں [illegible] کے ساتھ [illegible]

کہ عوامی رقومات کے بے دردانہ استعمال کی چھان بین کے لئے کمیشن کے تقرر کا مطالبہ کیا جارہا ہے —
اس کمیشن پر خود جو رقم صرف ہوگی کیا وہ عوامی رقومات کا بے دردانہ استعمال نہیں ہے —؟

کہ بلدیہ حیدرآباد اور تاجرانِ [illegible] کے مابین سمجھوتہ —
یہ نہیں معلوم ہوسکا "یومیہ معمول" کیا قرار پایا —

کہ جن سنگھی لیڈر نے کہا ہے کہ مسلم لیگ کے احیاء سے ملک کے اتحاد کو زبردست خطرہ لاحق ہے —
کیرالا کے حالیہ الکشن کی روئداد کے بعد بھی اگر آپ کا یہی خیال ہے تو پھر فقط مسلم لیگ ہی نہیں، کانگریس پارٹی اور سوشلسٹ پارٹی کا وجود بھی ملک کے اتحاد کے لئے خطرناک ہو جانا چاہیئے۔

کہ مصنوعی کھاد کے پلانٹ کی اسکیم کو منصوبہ بندی کمیشن نے منظور کرلیا۔
اب مصنوعی غلے کی پیداوار بھی ہوا کرے گی —

کہ پولیس نے بدنام ڈاکو کو گرفتار کرلیا۔ — بدنام ڈاکو تھا اس لئے گرفتار ہوگیا — بھلا نیک نام ڈاکو بھی کہیں گرفتار ہوتے ہیں —!